رجسٹرڈ نمبر اے ابہ

مجلس دارالمصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دارالمصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

ماہ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۱۶ء | عدد اول

مضامین

تصحیح

...رف کے گذشتہ پرچہ میں دیوان غالب پر مضمون مولنا شیروانی کا شایع ہوا ہے، اس کے صفحہ ۴۲۴ سطر ۱۵ میں
...ہیں سے تمرا فقہ چھپ گیا ہے، ناظرین تصحیح کر لیں۔ معارف کی غلطیاں بہت تکلیف دیتی ہیں، گر یہ عرض اطلاع ہے۔ اڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

امسال ہماری قومی مجلسیں شہر گیا میں منعقد ہوئیں، اور کانگریس کے چبوترے پر سب سے پہلے اتحاد ایشیا اور ہندو مسلم عہدنامہ کی تجویزیں معرض بیان میں آئیں، اگر یہ تجویزیں واقعی مرتبہ عمل میں آجائیں تو اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے اس ملک کی مذہبی حیثیت بدر اور "دارالحرب" کا لفظ، ہندوستان کے اوصاف کی فہرست میں سے تا قیام معاہدہ قطعی طور سے نیست ہوجائیگا اور دیگر احکام فقہیہ پر بھی اس کا ایک خاص اثر پڑیگا،

گیا کے مقام اجلاس سے قریب بودھ کا سب سے بڑا اور مقدس ترین معبد واقع تھا، ہندو... کے طلبگاروں میں سے سینکڑوں نے جاکر اس کی سیر کی ہوگی، مگر کسی کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس معبد... خزانہ میں ہندو مسلم رشتۂ اتحاد کا سب سے بڑا انمول موتی رکھا ہے یعنی متعصب ہندوکش عالمگیر کی... جو اس نے اس غیر اسلامی معبد کو عطا کی تھی اور جس کی بدولت اس مندر کے مصارف ر...

گذشتہ دسمبر میں سب سے پہلی دفعہ ہماری قرطبہ اور غرناطہ کی درسگاہوں کو دوبارہ زندہ کرنے و... یونیورسٹی کا جلسۂ تقسیم اسناد منعقد ہوا، سرسید اور محسن الملک کے عہد کے بعد سے ایسٹریچی ہال نے... نظارہ نہیں دیکھا تھا جو ۲۰، دسمبر کو اس کی نگاہوں کے سامنے گذرا، سوٹ پوش معززین ا... عظیم الشان نمائش تین سال سے دیکھنے میں نہیں آئی تھی، سو اس جلسہ میں الحمدللہ کہ دیکھ لی گ... اسناد کے تمام مراسم میں صرف ہر ہائینس سرکار عالیہ بھوپال کا حسن عمل لائق ستائش...

کی دعوت عمل و اصلاح کی آواز ممکن ہو کہ یونیورسٹی کے حکام پر گراں گذری ہو، مگر جو لوگ کہ یونیورسٹی کو یونیورسٹی دیکھنا چاہتے ہیں وہ حرف حرف اوس سے اتفاق کرینگے،

مراسم تقسیم اسناد کا ایک دلکش منظر یہ تھا کہ چانسلر (سرکار عالیہ بھوپال) اور وائس چانسلر (راجہ صاحب محمود آباد) دونوں نے اسناد کی تقسیم کے وقت عربی فقرے استعمال کئے، جو کاغذ پر لکھے اور چھپے ہوئے موجود تھے، تاہم اس حیرت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہو کہ تمام حاضرین نے بلا استثنا، ایک "عورت" کی صحت تلفظ اور اعراب کو ایک "مرد" کے مقابلہ میں بہتر اور لائق تعریف پایا،

ہماری یونیورسٹی اپنے عطائے خطاب کے اختیارات کو سب سے پہلی بار اس دفعہ کام میں لائی، آئندہ بلکہ ہماری جدید تعلیمی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ ہوگا کہ اس یونیورسٹی کے علمی خطاب یافتوں میں سر فہرست کس خوش قسمت کا نام ہو، لوگ بیقرارانہ پوچھینگے کیا وہ کوئی اس عہد کا بڑا عالم بڑا مصنف، بڑا شاعر، بڑا انشا پرداز یا بڑا تعلیمی ماہر تھا؟ جواب ملیگا نہیں؟ وہ صرف ایک ایسے بیرسٹر کو ملا جو اتفاق سے اس وقت وزیر تعلیم تھا، اور بس! حقیقت یہ ہو کہ اس تاریخی اہمیت کو مد نظر رکھکر علی گڈھ کے حلقۂ علم اور ادارۂ تعلیم میں اگر کوئی موزوں اس خطاب کے لئے ہو سکتا تھا، تو وہ علمی حیثیت سے مولوی عبد الحق صاحب (ناظم ترقی اردو) اور تعلیمی کوششوں کے لحاظ سے صاحبزادہ آفتاب احمد خان! ہم نے اپنی یونیورسٹی کے اس طرز عمل کے متعلق دیوان غالب میں فال دیکھی تو یہ جواب ملا،

غالب سوختہ جاں را چہ بگفتار آری　　بدیارے کہ ندانند نظیری ز نظیر

گذشتہ کانفرنس

صاحب وزیر تعلیمات پنجاب صدر تھے، ان کا خطبۂ صدارتی بجائے خود فلسفہ، تاریخ، سیاست اور تعلیم سب کچھ تھا، اور ان میں سے ہر قسم کے جلسہ میں وہ پڑھا جا سکتا تھا، ان کے موجودہ ہمعصروں کو دیکھتے ہوئے آپکا یہ خیال ان کی بیحد اخلاقی جرأت کو ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے ایک سرکاری وزیر تعلیم ہو کر قوم کو متنبہ کیا کہ سرکاری تعلیمگاہیں، ہماری قومی و مذہبی اغراض کے سراسر منافی ہیں،

*

اس مہینہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی زیارت کو جبلپور سے ایک سب جج صاحب آئے تھے، جو شمس العلماء کے خطاب سے مخاطب ہیں، انھوں نے مدرسۂ مذکور کی حالتِ زار پر بعض اخبارات میں اپنا تعزیت نامہ شائع کرایا ہے، ان کے نام سے اس تعزیت نامہ کو دیکھ کر ہم کو سخت حیرت ہوئی، آج سے چند سال پہلے ندوۃ العلماء کے اجلاس ناگپور کے موقع پر ہم کو ان کی کوٹھی پر حاضر ہونے اور گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا، اس مجلس میں موصوف نے نہایت پرزور دلائل سے عربی تعلیم کے عدم ضرورت کو ثابت کر دیا تھا، آج یہ کیا انقلاب ہے کہ ایک عربی تعلیمگاہ کی بربادی پر ان کی آنکھیں اشک فشاں، اور ان کے لب نوحہ خواں ہیں،

تمھارے دشمنوں کو کیا پڑی تھی میرے ماتم کی!

لیکن یہ اچھا ہوا کہ اسی سلسلہ میں قوم نے اپنے بھولے ہوئے ندوہ کو یاد کیا، اخبارات نے نوٹ لکھے، اور بعضوں نے اپنی مہربانی سے ہمیں مخاطب کیا، ہم اس کا اعلان کرنا چاہتے ہیں، کہ ندوہ نے ۵ ماہوار کے عطیۂ سرکاری کو چھوڑ کر بحمد اللہ کہ کچھ کھویا نہیں، نہ اس کی تعلیم نے پستی اختیار کی، نہ طلبہ کی تعداد میں کمی ہوئی، جو کچھ بات ہے وہ یہ ہے کہ جس عمارت میں وہ ہے دو سال سے اس کو لکھنؤ یونیورسٹی کے احاطہ میں داخل کرنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں، نہ تو گورنمنٹ اس کو خریدتی ہے اور نہ صاف جواب دیتی ہے، اور نہ

[illegible]

تعلیمی حیثیت سے بڑودہ کی چھوٹی سی ریاست نے جو ترقی کی ہی وہ ذیل کے اعداد سے ظاہر ہوگی۔ اس کے ساتھ برطانی ہند کے اعداد بھی پیش نظر ہوں تو یہ واضح ہوجائیگا. کہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت نے نیم وحشی ہندوستان میں اس لئے ہی تاکہ یہاں علم و ہنر اور تہذیب و تمدّن کی اشاعت کرے اُسکی صد سالہ کوششوں کا معیار ترقی کیا ہی؟

	برطانی ہند	بڑودہ
تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد فی صد	۶	۱۰
مدرسے جانیوالے لڑکے فی صد	۲۳	۲۶
مدرسہ جانیوالی لڑکیاں	۶	۵۷

اسی کے ساتھ یہ موازنہ بھی سامنے رہی کہ دونوں حکومتوں کا ہر شخص کی ذات پر اور آمدنی کے تناسب تعلیم پر کیا خرچ ہی؟

	برطانی ہند	بڑودہ
شخص کی ذات پر خرچ	۶ ,۹, پائی	ایک روپیہ ۲ آنے
تعلیم پر فیصدی آمدنی کا خرچ	۴/	۱۱/

دنیا اس فرق تناسب پر حیرت کریگی لیکن اس حیرت کو یہ کہکر دور کردیا جائیگا. کہ برطانی ہند کی آمدنی کا نصف حصہ تعلیم و تہذیب سے زیادہ ضروری فرض پر ہر سال صرف ہوجاتا ہی یعنی انسان کش آلات تباہی اور سرحدوں کی حفاظت کی خاطر، ایک بیکراں فوج پر، اب یہ فیصلہ ہندوستان کا کام ہے کہ اسکو علم و ہنر اور امن و صلح کی فوج کی ضرورت ہی یا جنگ و جدل، حرص و طمع، اور جہل و وحشت کے لشکر کی!

جمہور تعلیم کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے ہمارے ماہرین تعلیم فرماتے ہیں، کہ اس میں حفاظت کے

اصولوں کی سب سے زیادہ پابندی کیجاتی ہے، چنانچہ جب کوئی انسپکٹر کسی اسکول کا معاینہ کرتا ہے تو اس کی تحقیقات کی پہلی دفعات یہ ہوتی ہیں کہ عمارت کیسی ہے، گرد وپیش کی زمین اور منظر کیسا ہے، روشندان کافی ہیں یا نہیں، کمروں میں روشنی پوری ہے یا نہیں، لڑکے کمرہ کی وسعت سے زیادہ تو نہیں بیٹھے ہیں لیکن بااین ہمہ تحقیق و تدقیق نتیجہ کیا ہے، طالب علموں کی صحت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے، آنکھوں کی بینائی رخصت ہو رہی ہے، ضعف معدہ کی شکایت عالمگیر ہو رہی ہے، دق اور سل کے حملے تیز ہو رہے ہیں، ہندوستان کا ذکر چھوڑ کے اُس متمدن ملک کے طالب علموں کی حالت زار دیکھئے جہاں کے جدید طرز تعلیم کے اصول ہمارے ملک کیلئے اساس و بنیاد ہیں، یعنی انگلستان!

انگلستان میں طلبہ کی صحت کا نقشہ یہ ہے:

مبتلائے امراض دماغی	ضعف دماغ	۲۱۰۰۰
,,	نزاکت دماغ	۵۰۰۰
,,	بلادت دماغ	۱۰۰۰
مبتلائے امراض جسمانی	سل و دق	۱۳۰۰۰
,,	دوسرے جراثیم کی بیماریاں	۲۳۰۰۰
,,	دیگر جسمانی امراض	۵۳۰۰۰

ان بچوں کے علاج کے لئے تقریباً ۱۵۰۰۰ پونڈ خرچ ہوئے ہیں لیکن طریقۂ تعلیم کی تبدیلی اس کا بہترین علاج نہیں ہو سکتی،

بنگال کے مشہور عالم کیمیا سرپی، سی، رائے نے ساٹھ سال کی عمر میں کلکتہ یونیورسٹی سے علٰحدگی کی

خواہش ظاہر کی تھی، لیکن سینیٹ نے ان سے درخواست کی وہ کم از کم پانچ سال تک اور اپنے معلومات سے طلبار کو مستفید کریں تاکہ جو کام ان کے زیرنگرانی شروع ہو چکے ہیں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں، سر موصوف نے اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے جس ایثار و قربانی کی مثال پیش کی ہو وہ ہمارے بڑی تنخواہ والے پروفیسرون کے لئے قابل تقلید ہو، آپ نے یونیورسٹی کو اطلاع دی ہو کہ چونکہ اب میں ۶۰ کا ہو گیا ہوں، اس لئے میں کسی قسم کا کوئی معاوضہ لینا نہیں چاہتا اور درخواست کرتا ہوں کہ ستمبر ۱۹۲۲ء سے میری جو تنخواہ ہو وہ اس شعبہ کی ترقی پر صرف کیجائے، کیا ہماری قومی تعلیمگاہوں کے اساتذہ اور معلمین اس واقعہ کا یقین کرینگے

---*---

مسئلۂ تقدیر کا ثبوت دنیا کے ذرہ ذرہ سے نمایاں ہو، اہرام مصر کی نسبت عام افواہ ہو کہ اس کے اندر فراعنۂ مصر کے خزانے محفوظ ہیں، تیسری صدی ہجری کے اوائل میں خلیفہ مامون الرشید نے اسی افواہ کی بنا پر ان اہرام کے کھودنے کا حکم نافذ کیا، لیکن اس کی کھدائی پر اتنا صرف آیا جو خود ایک خزانہ کے برابر ہو گیا، با این گرانیٔ مصارف جب ایک ہرم کی دیوار میں کچھ روزن پیدا ہوئے تو خزانہ کے بجائے ہڈیوں کا ڈھیر اس میں نظر آیا، اب اس واقعہ کے گیارہ سو برس کے بعد مصر کے قبرستان وادی الملوک میں ایک قبر کو کھودتے ہوئے عظیم الشان خزینہ کا منہ کھل گیا جس کی نسبت اخبارات کا بیان ہو کہ اس میں ناقابل بیان دولت ہو، کیا یہ قارون کا زیرزمین خزانہ تو نہیں؟

---•---

لوزان کانفرنس میں جو مسائل زیربحث ہیں وہ سیاسی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن امتیازات (کیپی چولیشن) کی بحث کے ضمن میں، اور لارڈ کرزن کے اعتراضات کے جواب میں ترکوں نے اپنے انحطاط کے بعد سب سے پہلی دفعہ اس اعلان کی جرأت کی کہ ہمارا ملکی قانون، اگر شرع محمدیؐ پر مبنی ہو تو یورپ کا ملکی قانون بھی زیادہ تر رومن اور جرمن لا سے ماخوذ ہو، اس بنا پر کسی قانون کی اچھائی یا برائی کی صرف یہ وجہ نہیں قرار

دی جاسکتی کہ اس کا ماخذ کیا ہے، بلکہ اس کا معیار اس کے نتائج ہیں، اور اس حیثیت سے اسلامی قانون یورپین قانون سے فروتر نہیں ہے جزاہم اللہ عن الاسلام خیرالجزاء،

سالِ نو کے عجائبات خطاب میں ڈاکٹر اقبال کا سراقبال نیجانا ہے، اگر حکومت نے ہمارے ملی شاعر کی یہ علمی قدردانی کی ہے تو یہ فال نیک مبارک ہو، اور اسی کے ساتھ یہ اس امر کا تازہ ثبوت ہے کہ ہماری ملکی زبان کے خدمت گذاروں کی قدردانی انگریز اس وقت تک نہیں کرتے جبتک ان کے خیالات یورپین خطا میں ان کے پیش نظر ہوں، ڈاکٹر اقبال بیس برس سے مختلف مشرقی زبانوں میں اپنے افکار نادرہ اور جذبات عالیہ کا اظہار کر رہے ہیں، لیکن ہماری حکومت نے ان کا اعتراف اس وقت کیا، جب پروفیسر نکلسن کے قلم سے ان کے بعض "رموز و اسرار" شاعرانہ انگلستان کی بزم سخن میں جاکر فاش ہوئے،

اردو فارسی کے قدیم خدمت گذاروں میں ایک مولانا شوکت میرٹھی تھے، جو خود کو "مجدد السنۂ مشرقیہ" کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے، انھوں نے خاقانی، عرفی، اور غالب کے دیوانوں کی عجیب وغریب شرحیں لکھی ہیں، اور ہمیشہ اپنے مذاق کے مطابق وہ کچھ نہ کچھ کرتے اور کہتے رہتے تھے، افسوس ہے کہ گذشتہ مہینہ انھوں نے ایک طویل علالت اور کبرسنی کے بعد وفات پائی، اب شاید ایسے لوگ بھی ہمارے ہندوستان میں آئندہ پیدا نہ ہونگے،

انقلاب شام کے بعد عربوں میں جو خوشگوار جدید تغیرات پیدا ہوئے ہیں ان میں ایک اپنی گذشتہ تمدنی و علمی عظمت کو دوبارہ زندہ کرنے کا خیال ہے، محمد کرد علی، شام کے ایک مشہور صاحب علم مصنف ہیں، یہ پہلے دمشق سے المقتبس نام عربی میں الندوہ کے طرز کا ایک رسالہ نکالا کرتے تھے،

شام کے جدید سیاسی انقلاب کے بعد یہ وہاں کے وزیر تعلیمات مقرر ہوئے، ان کی سرپرستی میں دمشق میں ایک اکاڈمی، بنام "المجمع العلمی العربی" قائم ہوئی ہے، اور اس کی طرف سے دو برس سے ایک ماہوار رسالہ شائع ہوتا ہے، اتحاد اسلامی کا ایک منظر یہ ہے کہ مجمع مذکور دارالمصنفین کے ساتھ اپنا علمی رشتۂ اخوت قائم کرنا چاہتا ہے،

جدید اسلامی ہندوستان کے دور اوّل کے قومی رہبروں میں سرسید کے بعد نواب **وقار الملک** وہ خوش قسمت ہیں جن کی ایک مبسوط اور ضخیم سوانحعمری لکھی گئی ہے، اس کا نام "وقار حیات" رکھا گیا ہے، اور مولوی اکرام اللہ خاں صاحب ندوی (سابق اڈیٹر الندوہ) نے ایجوکیشنل کانفرنس کے زیر اہتمام اس کو لکھا ہے، یہ نواب صاحب مرحوم کی نہایت مفصل سیرت ہے اور جس میں خصوصیت کے ساتھ ان کے اخلاقی واقعات کو وسعت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اُمید ہے کہ یہ کتاب ہمارے اخلاقی آئینہ خانہ میں ایک نئے آئینہ کا اضافہ کریگی،

دارالمصنفین میں شعر الہند کے نام سے ایک کتاب اردو شاعری کی تاریخ ارتقار پر زیر تصنیف ہے، لیکن ضرورت تھی کہ اردو شعراء کا ایک مفصل ناقدانہ تذکرہ بھی ہماری زبان میں لکھا جاتا، کہ "آب حیات" جس چشمۂ ظلمات، سے نکلا ہے، وہ لوگوں کو نظر آجاتا، الحمد للہ کہ ایک خضر سخن اردو کو مل گیا جس نے قدما سے لیکر داغ و اکبر تک کے تمام اردو شعراء کا ایک مفصل تنقیدی تذکرہ لکھکر ہمارے لئے تحقیقات کی ایک نئی شاہراہ کھولی ہے، جناب مولانا حکیم سید عبد الحئی صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے اس فرض کو انجام دیا ہے اور غایت کرم فرمائی سے تصنیف مذکور دارالمصنفین کو اشاعت کی غرض سے عنایت فرمائی ہے، آج کے سلسلۂ مقالات میں اسی نسخۂ قلمی کا ایک باب ہدیۂ ناظرین ہے،

مقالات

اُردو شاعری پر تبصرہ

از مولنا حکیم سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء

مولانا ممدوح نے اپنے تذکرۂ شعرائے اُردو کے مقدمہ مین اردو شاعری پر ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے، اصل کتاب تین حصون مین منقسم ہو، پہلا حصۂ طبقۂ متقدمین، دوسرا حصۂ متوسطین اور تیسرا حصۂ شعرائے طبقۂ متاخرین کے تذکرہ مین ہو، اس کتاب مین محمد قلی قطب شاہ اور مولنا نصرتی سے لیکر حالی اور اکبر تک کے حالات اور انکی شاعری پر تبصرے ہین،

مقدمۂ کتاب کا یہ ٹکڑہ جس کا عنوان "اردو شاعری پر تبصرہ" ہو اس مین ہر طبقہ کے ہر دور کی خصوصیات، ترزبان، متروکات اور محاسن کلام پر نہایت خوبی کے ساتھ نظر ڈالی اور اس کی تفصیل و تشریح کیگئی ہو، اردو شاعری پر تبصرے کا یہ پیش نظر حصۂ صرف طبقۂ متقدمین و طبقۂ متوسطین کے بیان خصوصیات و محاسن کلام پر مشتمل ہو۔ (معارف)

مین نے امتیاز کے لئے اس کتاب کے تین حصے کر دیے ہین پہلا حصۂ طبقۂ متقدمین کیلیے مخصوص ہو اور اس مین تین دور ہین، دور اول کے شعراء مین سے صرف ایک شاعر کا مین ذکر کرسکا ہون دوسرے دور مین شعرائے دکن اور تیسرے مین شعرائے دہلی کا بیان ہو،

دوسرا حصۂ متوسطین سے مخصوص ہو اس مین بھی تین دور ہین پہلا دور میر و مرزا کا دوسرا مصحفی اور میرحسن کا تیسرا ذوق و غالب کا،

تیسرا حصہ متاخرین کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں تین دور ہیں پہلا دور ناسخ و آتش کا دوسرا امیر و داغ کا تیسرا حالی و اکبر کا جنھوں نے جدید شاعری کی بنیاد ڈالی ہے۔

طبقۂ متقدمین

اس طبقہ میں پہلا دور ان شاعروں کا ہے جن کی نشو و نما حیدر آباد اور بیجاپور میں ہوئی ہے اس دور میں جو شعرا صاحب دیوان ہوئے ہیں ان میں سے محمد قلی قطب شاہ، سلطان محمد قطب شاہ، عبد اللہ قطب شاہ، مولانا نصرتی، اور مولانا ہاشمی کے نام اب تک معلوم ہو سکے ہیں،

ان لوگوں میں سے اوّل الذکر تین نام خاندانِ قطب شاہیہ کے تین بادشاہوں کے ہیں جن کے دیوان حیدر آباد میں موجود ہیں، اور ان کے کلام کا بیشتر حصہ آصفی ملکاپوری نے تذکرۂ شعرائے دکن میں نقل کیا ہے ان کے زمانے میں اردو زبان عالم طفولیت میں تھی دکنی الفاظ کثرت سے اس میں پائے جاتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ شمالی ہندوستان کے رہنے والوں کو ان کے اشعار کا بیشتر حصہ سمجھ میں نہیں آسکتا، طریقۂ بیان میں بھی کوئی ندرت نہیں سیدھے سادے انداز سے پیش پا افتادہ مضامین کو نظم کر دیا ہے تاہم اگر کوشش کرکے ان کا صاف اور سادہ کلام ایک جا کر دیا جائے تو اردو زبان کی تاریخ کا سلسلہ مکمل ہو جائے دوسرے دور کے شعراء کی نشو و نما اورنگ آباد میں ہوئی ہے ان کی زبان منجھتے منجھتے بہت صاف ہو گئی ہے تاہم دکن کا لب و لہجہ اور کہیں کہیں الفاظ و روابط جو اہل دکن کے ساتھ مخصوص ہیں ان لوگوں کے کلام میں پائے جاتے ہیں مثلاً،

"تکو" بجائے "نہیں" کے "تسٹین" بجائے "ڈالیں" "تسٹ دے" بجائے "ملا دے" "تیگی" بجائے "جلدی" "دِستا" "دیکھتا" کے معنوں میں "اُمیں" "اَپنے" کے جگہ "سنگات" "ہمراہ" "دہانچہ" "ذہن" "ہاتاں" "باتیں" ان کے سوا اور الفاظ و روابط ہیں جو اس دور کے ساتھ مخصوص نہیں شعرائے دلی کے کلام میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً

"سون" "سیں" "سیتی" بجائے "سے" "کون" واو معروف کے ساتھ بجائے "کو" "ہمن کو" بجائے "ہم کو" "تمن" بجائے

طرح "موہن" "سترجن" "پی" "پیتم" بجائے "معشوق" "مجگ" "منی" "دنیا مین" "بر" "منی" "بر مین" یعنی "گو دمین" "مجہ" "دل" "میرا دل" "تجہ لب" "تیرا لب" "مجگ" "دنیا" "بچن" "کلام" "نت" "ہمیشہ" "کہ" "منہ" "بھیتر" "اندر" "بھوان" "بھوین" "پلکان" "پلکین" "یو" "یہ" "بگانہ" "بیگانہ" "دوانہ" "دیوانہ" "مرض" سکون رے کے ساتھ بجائے مرض کے جس کے رے کو فتحہ ہے "تسبی" "تسبیح" یہی صحیح مین کہا ہین نے کہا ان کے سوا اور بھی الفاظ ہین جو طبقہ متوسطین کے شعرا بھی کام مین لائے ہین ان کا ذکر وہان آئیگا،

ان دونون دور کے شاعرون کا انداز بیان بہت صاف و سادہ ہے جو کچھ آنکھون کے سامنے دیکھتے ہین اور اس سے دل مین خیالات گذرتے ہین وہی زبان سے کہدیتے ہین ایچ پیچ کے خیال دور دور کی تشبیہین نازک استعارے نہین بولتے اسی واسطے اشعار صاف اور بے تکلف ہین،

مگر چونکہ اردو شاعری کی ابتدا فارسی شاعری کی انتہا سے جاملی ہے لہذا بہت سے خیالات جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے ہین اس مین خودبخود آگئے مثلاً،

بجائے عورتون کے لڑکون کا عشق ان کے خط کی تعریف شمشاد، نرگس، سنبل، سوسن، بنفشہ وغیرہ کی تشبیہین لیلی، شیرین، شمع، گل، سرو وغیرہ کا حسن، مجنون، فرہاد، بلبل، قمری، پروانہ کا عشق، مانی وبہزاد کی مصوری، رستم واسفندیار کی بہادری زحل کی نحوست سہیل یمن کی رنگ افشانی نوروز کا جشن، جام جم، خم فلاطون، راہ ہفتخوان، کوہ الوند، کوہ بے ستون، جوئے شیر، قصر شیرین، جیحون، سیحون اور خدا جانے کیا کیا، الفاظ ترکیبین اور خیالات فارسی سے اردو مین آگئے،

ان خیالون اور اشارون نے اردو شاعری کو سنگلاخ بنا دیا جس کی مان بھاشا سی شیرین بان تھی جو ہم کو وہ چیزین بتاتی ہے جن کی کیفیت ان کے دیکھنے سننے سونگھنے چکھنے یا چھونے سے حاصل ہوتی ہے، مثال کے طور پر خیال کرو، بارش کا موسم ہندوستان مین بہار کا موسم ہے بادلون کا گھر گھر کر آنا سرد ہوا ؤن کا چلنا سرسبز اور شاداب درختون کا جھومنا ہلکی ہلکی پھوہارون کا پڑنا کوئل کا کوکنا پپیہون کا پی کہان پی کہان کہان کی صدا لگانا مینہ اور اسی قسم کی بہت سی دلکش باتین ہین کہ جن کو دیکھکر دل کو سرور اور آنکھون کو

نور حاصل ہوتا ہی اور نہیں باتون کو اگر شعر کے قالب مین ایک خاص انداز سے ڈھالا جائے تو اس کو سنکر دلون مین جوش اور طبیعتون مین اتنی امنگ پیدا ہو سکتی ہی جو بہار فارس کو خواب مین دیکھنے سے نہین ہو سکتی،

گر بدقسمتی سے اُردو شاعری مین گل وبلبل کا دخل ہوا جو متقدمین کے ہان کم کم متوسطین کے ہان کچھ زیادہ پایا جاتا ہی، اور متاخرین کی شاعری کا دار مدار اسی پر ٹھر گیا تحسین وآفرین کی ہوس مین کبھی صفت درصفت کبھی استعارہ در استعارہ سے اسے اتنا تنگ وتاریک کر دیا کہ شاعری گورکھ دھندا بنکر رہگئی،

بہرحال متقدمین کے خیالات مین ندرت نہین ہی تو نہو مگر ان کا انداز بیان بہت بے تکلف اور سیدھا سادہ ہی اس مین شعرائے دکن اور دلی مین باہم کچھ امتیاز نہین البتہ یہ حیرت کی بات ہی کہ شمس الدین ولی نے اپنے کلام مین ابہام اور رعایت سے اتنا کام نہین لیا جتنا شاہ مبارک آبرو اور ان کے معاصرین کام لیتے ہین خدا جانے ان بزرگون کو اس کا شوق کیونکر پیدا ہوا میرے خیال مین آزاد کی یہ رائے صحیح ہی کہ دوہرون کے انداز نے جو ہندوستان کا سبزۂ خودرو تھا اردو کو بھی اپنے رنگ مین رنگ دیا ہی،

طبقۂ متوسطین

مین نے اس حصّہ کو تین دور پر تقسیم کیا ہی دور اول مین مرزا مظہرؒ، مرزا رفیع، میرتقی میر، خواجہ میر درد میرسوز، قائم یقین، بیان، حزین، ہدایت، قدرت، بیدار ضیا جو اس دور کے ان ممتاز شاعرون مین ہین جنھون نے زبان کی صحت وصفائی اور طرز بیان کی خوبی اور پاکیزگی مین نمایان حصہ لیا ہی،

دوسرے دور مین میر اثر، بقا، حسرت، راسخ، میرحسن، جرأت، انشا، مصحفی، رنگین اور فراق کا ذکر ہے، جنھون نے زبان کو پہلے سے زیادہ صاف کیا ہی اور طرز بیان مین بھی کسی کسی نے نیا انداز پیدا کر دیا ہی،

تیسرے دور مین نصیر، ممنون، ذوق، ظفر، مومن، غالب، تسکین، اور شیفتہ، کا ذکر ہے جنھون نے زبان کو زیادہ صاف اور ستھرا کر کے کلام کو گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ کر دیا ہی اور لطف یہ ہی کہ صفائی اور سادگی کو بھی ایک حد تک قائم رکھا ہی،

دور اوّل | سب سے پہلا کارنامہ اس دور کے شعرا کا یہ ہو کہ زبان کی صفائی اور صحت مین پوری کوشش کی اور بہت سے وہ الفاظ دور دراز جنھین ولی اور اس کے ہمعصر بے تکلف کام مین لاتے تھے، نکال ڈالے تاہم کچھ الفاظ ایسے رہگئے جو ان کے زمانے مین فصیح سمجھے جاتے ہون، مگر آج ہم کو اجنبی اور نامانوس معلوم ہوتے ہین مثلاً "کیا" بجائے "کس"، "کن" "ان نے" "جن نے" بجائے "اس نے" "جس نے" "ہر تظر" بجائے "نظر بھر کے" "دل اپنے" کے بجائے "اپنے دل کے" "جھو آنسو" بجائے "میرے آنسو کے" "جس تس نے" بجائے "جس کسی نے" "آید ھر اودھر" بجائے "ادھر اودھر" "کہنے لاگا" بجائے "کہنے لگا"، "دوانہ بگانہ" بجائے "دیوانہ بیگانہ" "رقیبان" بجائے "رقیبون" "نکے" "انکھڑیان" "انکھون" کی جگہ "سجن" "معشوق" کے معنون مین "بیچ" "اندر" کے معنون مین "دم کھار ہو" "تانس نہ لو یعنی چپکے رہو" "کنے" "پاس" "آپ ہین نا مین" "آپ ہین نہ مین" "تین کہا" "مین نے کہا" اسی طرح کے اور چند الفاظ ہین جو زیادہ تتبع کرنے سے مل سکتے ہین تاہم زبان کے صاف اور ستھرا کرنے مین اس دور کے شعرا نے جو کوششین کی ہین وہ نہایت قابل قدر ہین،

(۲) دلپذیر اور دلکش اور پسندیدہ محاورات جو فارسی مین دیکھے انھین کہین ترجمہ کرکے اور کہین بجنسہٖ لے لیا، مثلاً تر دامن، پنبہ دہن، آتش زیر پا، کمر کوہ، دامن کوہ، گردن مینا، دست سبو، سرو آزاد، سوسن دہ زبان، نرگس شہلا، داغ جنون، طفل اشک، یاد ایام، بر آمدن، در آمدن، بسر آمدن، گوش کردن، بو کردن، چراغ کشتن، دل دادن، دل از دست رفتن، از جان گذشتن، از سر چیزے گذشتن، عرق عرق شدن، پیمانہ پر شدن، از جامہ بیرون شدن، دامن افشاندہ، برخاستن، خوشا بحال کسانیکہ، حیف آنان یا حیف کسانیکہ اور اسی طرح کے سیکڑون الفاظ اور محاورے ہین جنھین اردو مین ایسی بے تکلفی سے کھپا یا ہو کہ کہین سے جوڑ نہین کھلتا، آزاد نے آب حیات مین اسی بحث کو بہت پھیلا کر بیان کیا ہو، اور ہر ایک کی مثالین شعرا کے کلام سے نکالکر پیش کی ہین، جو پڑھنے کے قابل ہین،

(۳) انھون نے یہی بڑا کام کیا ہو کہ جو عاشقانہ مضامین غزلون مین بہت پہلے سے بندھتے چلے

آتے ہین ان کو بہ تبدیل الفاظ او تغیر اسالیب معمولی بول چال اور روزمرہ مین اس خوبصورتی سے ادا کیا ہے کہ بار بار پڑھیئے اور مزے لیجئے ان کی بندشین اگلی بندشون سے زیادہ چست اور لطیف اور ان کے محاورے اگلے محاورون سے زیادہ دلآویز و دلکش ہین علاوہ اس کے قدیم جذبات وخیالات مین اپنے مبلغ فکر کے موافق جو نزاکتین اور لطافتین انھون نے پیدا کی ہین وہ باوجود پرانے روزمرہ اور محاورون کے بدلجانے کے اب تک ایسے ہین کہ لوگ ان کو پڑھتے اور سر دھنتے ہین ہم نے اس کتاب مین ہر ایک کے اشعار اسی قسم کے انتخاب کئے ہین جو اپنے اپنے موقع اور محل پر آئینگے تاہم جی نہین مانتا یہان بھی چند اشعار مثال کے طور پر نقل کرتا ہون

مرزا مظہر
ہم گرفتارون کو اب کیا کام ہے گلشن مین لیک — جی نکلجاتا ہے جب سنتے ہین آئی ہے بہار
مرا جی جلتا ہے اس بلبل بیکس کی غربت پر — کہ جس نے آسرے پر گل کے چھوڑا آشیان اپنا
کیا جوان مارا گیا خوبان کے ہاتھ — لاکھ حسرت کھیت آئین جس کے ساتھ

مرزا رفیع
اے لالہ گو فلک نے دئی تجھکو چار داغ — چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ
تو نے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین، — یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین
کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا — ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین
سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر — اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے مین
اس کشمکش سے دام کے کیا کام تھا ہمین — اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو
سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات — آئی ہے سحر ہونے کو ظالم کہین مر بھی

میر تقی میر
ہم خستہ دل ہین تجھ سے بھی نازک مزاج تر — تیوری چڑھائی تو نے کہ یان دم نکل گیا
باہم سلوک تھا تو اٹھاتے تھے نرم گرم — کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی۔
کعبہ مین جان بلب تھے ہم دوری بتان سے — آئے ہین ابکی یار و پھر کر خدا کے ہان سے
واعظ ناکس کی باتون پر کوئی جاتا ہے امیر — آؤ میخانے چلو تم کس کی باتون پر گئے،

آشیانے مین رات بلبل کے — آتش گل سے رات پھول پڑا

خواجہ میر درد اس طرح سے یک لخت جو آنسو نہین تھمتے — معلوم ہوا درد کہین آنکھ لڑی ہے،

تیری گلی مین مین نہ چلون اور صبا چلے — یون ہی خدا جو چاہے تو بندہ کی کیا چلے

نزع مین تو ہون ولے تیرا گلہ کرتا نہین — دل مین ہر وہ بھی وفا پرچی وفا کرتا نہین

قائم قائم ضرور کیا ہر اب اس جنگجو سے صلح — مدت ہوئی کہ جان سے مین ہاتھ دھو چکا

طوفان گریہ کی ہو مری حد عمر نوح — دریا نہین کہ آج چڑھا کل اتر گیا

یقین شب ہجران کی دحشت کو تو اے ہمدم کیا جانے — جو دن پڑتے ہین راتون کو مجھ تیری بلا جانے

گریبان چاک کرنے کو کسلیے کیا تجھے ناصح — ہمارے ہاتھ جانین اور ہمارا پیرہن جانے

(۴) ان بزرگون نے تشبیہ و استعارہ سے کام لیا ہی مگر اعتدال کے ساتھ متاخرین کے طرح صنعت در صنعت اور استعارہ در استعارہ کرکے کلام مین پیچیدگی نہین پیدا کی،

تشبیہ و استعارہ کو محاورون کی رنگینی سے اس طرح کھپایا ہو کہ شعر سنکر اس کی گرمی اور جوش و خروش مین انسان ایسا محو ہو جاتا ہو کہ تشبیہ اور استعارہ کے طرف فوراً ذہن منتقل نہین ہوتا اور یہی بات ان کی شاعری کی جان ہے،

تشبیہ و استعارہ ایک فطری چیز ہو ایک عامی بھی جوش و خروش مین غیظ و غضب کی حالت ہو یا رنج و غم کی جب کوئی بات کہتا ہو تو بے ساختہ اس کے منھ سے تشبیہ یا استعارہ کے قالب مین ڈھلکر بات نکلتی ہو اور وہ سننے والے کے دل پر وہی اثر پیدا کرتی ہو جو کہنے والے کے دل پر اس وقت طاری ہو؛

اگر شاعر اسی نکتہ کو پیش نظر رکھیگا تو اس سے سلیقہ مندی ظاہر ہوگی اور اگر وہ بے اعتدالی سے کام لیگا تو اس شعر کو سنکر بجائے اس کے کہ اس کے جوش و خروش کا دل پر اثر ہو تشبیہ و استعارہ کی پیچیدگی اپنی طرف متوجہ کریگی اور اس طرح سے اس کا مقصود فوت ہو جائیگا،

اگر تم یہ کہنا چاہو کہ فلان شخص بہادر ہی اور اسی لفظ سے اس کو ادا کرو تو ادائے مطلب کا یہ ایک معمولی طریقہ ہوگا اور اگر اسی بات کو یون کہو کہ وہ شیر کے مانند ہی تو یہ تشبیہ ہوگی اور اس مین زور پیدا ہو جائیگا اور یون کہو کہ وہ شیر ہی تو زور اور بھی بڑھ جائیگا اور اگر اس شخص کا نام نہ لو اور یون کہو کہ مین نے ایک شیر دیکھا اور اس سے مراد اسی شخص کو لو تو یہ استعارہ ہی اور اسی مقصد کو حاصل کرنے کا ایک طریقہ اور بھی ہی کہ شیر کا نام بھی نہ لیا جائے بلکہ اس کے جو مخصوص اوصاف ہین اس شخص کی نسبت استعمال کئے جائین مثلاً یون کہا جائے کہ وہ جب میدان جنگ مین ڈکارتا ہوا نکلا تو کھلبلی پڑگئی تو یہ بھی استعارہ اور پہلے کی نسبت زیادہ لطیف ہی۔

تشبیہ مین مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان اور استعارہ مین مستعار لہ اور مستعار منہ مین کسی قسم کی مناسبت کا ہونا ضروری ہی خواہ ایک صفت مین ہو یا چند اوصاف مین حواس ظاہری سے محسوس ہوئی ہو یا عقل سے اسکا ادراک ہوتا ہو یہی ایک چیز ہی جس مین سلیقہ سے کام لینے کی حاجت ہی اور اس مین کچھ شبہہ نہین کہ طبقہ متوسطین کے شعرانے عموماً اور اس کے دور اول نے خصوصاً بہت سلیقہ سے کام لیا ہی مین چند اشعار پیش کرتا ہون کچھ ضرور نہین کہ اپنی طرف سے حواشی چڑھاؤن تم اپنے مذاق سلیم کی مدد سے ان پر غور کرو اور یہ دیکھو کہ جو کچھ مین نے کہا ہی وہ ان مین ہی یا نہین،

مرزا مظہر یہ بلبلون کا صبا مشہد مقدس ہی	قدم سنبھال کے رکھیو ترا یہ باغ نہین
آتش کہو اسے شرارہ کہو، کو ٹلا کہو	مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو
مرزا رفیع چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل	پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤنگا
ساقی ہی یک تبسم گل فرصت بہار	ظالم بھرے ہی جام تو جلدی سے بھر کہین
میر تقی میر صیاد دل ہی داغ جدائی سے رشک باغ	تجھکو بھی ہو نصیب یہ گلزار دیکھنا
فلک کو منھ نہین اس فتنہ کے اٹھانے کا	ستم شریک ترا نازہے زمانے کا
خواجہ میر درد مثل نگین جو ہم سے ہوا کام رہگیا	ہم روسیاہ جاتے رہے نام رہگیا

دل بھی اسے قدرِ قطرۂ خوں تھا	آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

مجھ سا جہان میں کوئی آشفتہ سر نہیں | ہے یوں تو زلف یار بھی اس قدر نہیں

دل ڈھونڈھتا سینہ میں مرے بوالعجبی ہی | اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہی

نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا | چمن میں یہ ستم کرتا ہو اے بادِ صبا کوئی

یقیں ہوا مجھے قطرہ سے اشک کے معلوم | نہ اٹھ سکے جو کوئی آنکھ سے گرا ہو دے

ہم سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثلِ خار | پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

فرشتوں کی عبادت کا مصلیٰ ہو مرا دامن | اگر آلودگی دنیا کی اس کو پاک رہنے دے

(۵) اس دور سے پہلے شعرائے ریختہ غزل، مثنوی، رباعی، قطعہ وغیرہ سب کچھ کہتے آئے ہیں اور قصیدے بھی برائے نام لکھے ہیں مگر حقیقت یہ ہو کہ ان کو قصیدہ نہیں کہہ سکتے دو چار شعر میں کسی کی مدح کر دینے یا تشبیب گریز مدح اور دعا جو قصیدہ کے لوازم قرار پا گئے ہیں ان سے تعرض نہ کرنے سے کوئی کلام قصیدہ نہیں بن سکتا،

سب سے پہلے اسی دور کے شعرا نے قصائد دھوم دھام سے لکھے اور ان کو اعلیٰ درجہ فصاحت و بلاغت پر پہنچایا خصوصاً مرزا رفیع سودا اس میدان میں فارسی شعرا سے بھی بعض باتون مین آگے بڑھ گئے ہیں ان کے کلام کا زور شور انوری کے کلام سے نہیں دبتا اور نزاکت مضمون میں عرفی کو بھی شرماتا ہی،

مثنویاں ولی اور ان کے متبعین نے بھی لکھی ہیں مگر عاشقانہ مثنویاں جس شان کی میر تقی میر نے لکھی ہیں ان کی نظیر اس دور سے پہلے نہیں ملتی،

مرثیہ کے متعلق میرا یہ خیال ہو اور صحیح خیال ہو کہ اردو شاعری کی ابتدا اسی سے ہوئی ہو حیدرآباد اور بیجاپور کے شعرا اکثر مرثیہ گو تھے اور ان مین سے بعض ایسے خوشگو تھے جن کے مرثیہ اگرہ اور دلی تک قدردانوں کے ہاتھ پہنچتے تھے مگر اس زمانہ میں چومصرعے کہنے کا رواج تھا سب سے پہلے اسی دور کے ملک الشعرا مرزا رفیع سودا نے اسے مسدس کیا جس سے اس مین وسعت پیدا ہو گئی،

واسوخت قدما، کے ہاں دیکھنے میں نہیں آیا سب سے پہلے اسی دور کے شاعر بے نظیر میر تقی میر نے اس میں طبع آزمائی کی اور اس کوچہ میں جو کمال دکھایا اس کا طرۂ افتخار ہمیشہ انہیں کے سر رہیگا،

ہجو گوئی شاعری کے گلشن کا ایک خار وار پہلو ہو مگر جس طرح سے گل کے ساتھ کانٹوں کا ہونا ضرور ہی اسی طرح شاعرانہ جوش وخروش کی تکمیل میں اس کو بہت کچھ دخل ہو اسی وجہ سے عربی اور فارسی کی شاعری بھی اس سے نہیں بچ سکی مگر ریختہ گو شعرا کے اول طبقہ میں اس کا سراغ نہیں ملتا اگر کہیں ایک دو شعر ہوں تو وہ شاعرانہ نوک جھونک سے زیادہ نہیں اسی دور کے شعرا میں مرزا رفیع اس کے بھی مرد میدان ہیں گرمی کلام کے ساتھ جو شوخی اور ظرافت ان کے حصہ میں آئی ہو اس کی نظیر دوسری جگہ نہیں مل سکتی،

ان کے ہمعصروں میں سے میر تقی میر، میر ضاحک، فدوی، ندرت، اور بقا نے بھی اس کوچہ کی خاک اڑائی ہو ع مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی،

علاوہ ان چیزوں کے مخمس، مربع، مثلث اور مستزاد غرضکہ جتنے اصناف سخن ہیں سب میں ان لوگوں نے طبع آزمائی کی ہو اور اردو شاعری کو ہر طرح سے مکمل کر دیا ہی،

(۷) ایک بڑا کارنامہ اس دور کے شعرا کا یہ ہو کہ تناسب لفظی اور صنائع وبدائع کی دوسری قسمیں خصوصاً ایہام اور ذو معنیین جو قدما، کی شاعری کا مایۂ ناز ہے، اس کے دور کرنے میں انھوں نے بڑی کوشش کی خصوصاً مرزا جانجاناں مظہر رحمتہ اللہ علیہ نے اس خارزار کو ایسا چھانا کہ شاعری ساحری بنگئی پھر اپنے زور طبع اور خداداد قابلیت سے اچھوتے مضمونوں اور فارسی ترکیبوں اور اردو کے دلکش محاورں کو اس طرح سے ترتیب دیا اور وہ خوبی پیدا کی کہ ایہام تجنیس وغیرہ صنایع لفظی جو ہندی دوہروں کی بنیاد تھی اُسے سب بھول گئے یقین، حزیں، بیان، حسرت، اور بقیہ درمند نے ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کرکے اور میر و مرزا وغیرہ نے ان کا تتبع کرکے اردو شاعری کو معراج کمال پر پہنچا دیا یہ اردو شاعری کے مورخ کی سخت ناانصافی ہو کہ اس نے مرزا صاحب کے اس احسان کا اعتراف نہیں کیا بلکہ ان کے کمال شاعری کو

دبانے کی ہرجگہ بے سود کوشش کی ہی،

مولوی قدرت اللہ شوق طبقات الشعرا میں لکھتے ہیں،

اوّل کسیکہ طرز ایہام گوئی را ترک نمودہ ریختہ در زبان اردوئے معلی شاہجہاں آباد کہ محال پسند خاطر عوام وخواص گردیدہ مروج ساختہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین واقف رموز جناب اکبر کاشف کنوز طریقہ نقشبندیہ میرزا جانجاناں متخلص بمظہر دلیست زرشتہ صفت الخ

شیخ غلام ہمدانی مصحفی اپنے تذکرہ میں فرماتے ہیں،

در ابتدائی شوق شعر کہ ہنوز از میر و مرزا کسے در عرصۂ وجود نیامدہ بود و دور دور ایہام گویاں بود اوّل کسیکہ شعر ریختہ بہ تتبع فارسی گفتہ اوست،

کچھ دور آگے چلکر کہتے ہیں

فی الحقیقت نقاش اوّل زبان ریختہ باعتقاد فقیر مرزاست بعدہ تبعیض بدیگران رسیدہ

بہرحال ایہام گوئی کو ترک کرکے شعر کو بلند مضامین اور لطیف خیالات کے قابل بنانا اس دور کے شعرا کا بہترین کارنامہ ہی جو بھولنے کے قابل نہیں ہی،

(۷) سلسلۂ بیان میں یہ بات بھی قابل ذکر ہی کہ اصناف سخن میں ہر چیز کو جس سلیقہ سے اس دور کے بزرگوں نے بیان کیا ہی وہ انھیں کا حصہ تھا قصیدوں میں پرشوکت الفاظ بلند مضامین اور چست ترکیبیں استعمال کیں غزلوں میں بے تکلف زبان میں نرم نرم باتیں عاشق و معشوق کے خیالات وصل کا ارمان فراق کی المناک کیفیت اور جذبات انسانی کی صحیح ترجمانی جیسی انھوں نے کی اس کی نظیر قدما کے کلام میں نہیں ملسکتی، میر تقی، میر درد، یقین، بیان، حزیں، ہدایت، اور بیدار، کی غزلیں پڑھو اور اپنے دل پر ہاتھ دھر کر دیکھو،

یا جوش وخروش کلام کی گرمی اور دلآویزی دلچسپ اور دلپسند بحروں میں جن میں سے ایک

بہت سی اردو میں نہیں آئی تھیں پھر سنگلاخ زمینوں اور مشکل ردیف اور قافیوں میں شعر کی آب وتاب دیکھنا چاہو تو مرزا رفیع سودا اور قائم کا کلام دیکھو اور انصاف کرو اس کا دھندلا سا عکس بھی قدما کے کلام پر نہیں پڑتا،

اگر روزمرہ اور محاورے میں بیاں کی بے تکلفی اور سادگی دیکھنا ہو تو میر تقی میر درد اور میر سوز کی غزلیں پڑھو جن پر ہزاروں طرح کی بناوٹیں قربان ہوتی نظر آئینگی،

تصوف کا رنگ جو شعر کی جان ہے اور جس کے بغیر کلام روکھا پھیکا نظر آتا ہے اس کو خواجہ میر درد سے پہلے سراج کے سوا کسی نے چھوا بھی نہیں اس کی آمیزش سے جو تڑپ ان کے کلام میں پیدا ہو گئی ہے اس کا اترا ہوا خاکہ بھی ان کے پیشروں کے کلام میں نظر نہیں آتا،

بسا ہے کون ترے دل میں گلبدن اے درد	کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے
اُس کے خیال زلف نے سب سے چھڑا دیا	گرچہ پھنسے ہیں دام میں دل کو فراغ ہے
گزرا ہے صبا کون بتا آج ادھر سے	گلشن میں ترے پھولوں کی وہ باس نہیں ہے
قاصد ترا یہ کام نہیں اپنی راہ لے	اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے
ایک ہی جست میں لی منزل مقصود اس نے	رہرو عشق کی جا ہے سفر پروانہ
اے درد یہاں کسو سے نہ دل کو لگائیو	لگ چلیو سب سے یوں تو پہ جی مت پھنسائیو

دور دوم سب سے نمایاں کارنامہ اس دور کے شعرا کا یہ ہے کہ انھوں نے زبان کی صحت اور صفائی میں ایک قدم اور آگے بڑھایا اور بہت سے ناگوار الفاظ و روابط جنکو دور اوّل کے شعرا نے قدما سے ترکہ میں پایا تھا، انھوں نے نکال ڈالے اور وہ ایک حد تک صاف و شستہ ہو گئی،

تاہم اکھڑیاں، جھگڑا، لکھڑا، تک، نت، زور، آتیاں جاتیاں، جاؤں ہوں، کہتوں ہوں، اپنے سے کہتا تھا، ایدھر اودھر، تسپر، کنے اور اسی قسم کے کچھ الفاظ باقی رہ گئے،

سید انشا کے کلام میں کچھ ناگوار الفاظ اپنے ہمعصروں سے زیادہ ملتے ہیں مثلاً واچھڑی، بھلا رے، مگر انکی

سند نہیں وہ ہر جگہ دھنیگا مشتی کرتے ہیں کہیں آزادوں کے لہجہ میں بولنے لگتے ہیں کہیں رنڈیوں کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں کبھی پورب میں ہیں کبھی پچھاں میں اور کسی جگہ ان کا رفیق زندگی یعنی مسخرا پن ان سے جدا نہیں ہوتا،

(۴) طرز بیان میں کوئی حسن و خوبی اس دور کے شعرا نے نہیں پیدا کی انھیں پھولوں سے گلدستے تیار کئے جو ان کے پیشرو جمع کر چکے تھے صرف اتنا کیا کہ شوخی اور ظرافت کے ساتھ عاشقانہ شاعری میں حقیقت کے منہ سے نقاب کو ہٹا کر مجاز کو زیادہ نمایاں کر دیا،

اس کی حقیقت یہ ہے کہ عاشقانہ شاعری کی دو قسمیں ہیں، اول وہ جس میں عاشقانہ جذبات کی صحیح کیفیت حق شناس آنکھوں میں خدا نمائی کا جلوہ دکھاتی ہے اس کی حد ایک طرف تصوف یا معرفت یا عشق حقیقی سے ملتی ہے. دوسری طرف پاک محبت اور عشق مجازی سے ڈانڈا ملجاتا ہے،

پہلی صنف میں خواجہ میر درد اور دوسرے میں میر تقی میر نے نمایاں حصہ لیا ہے اور اس دور کے شعرا میں سے سودا، قائم، ہدایت، یقین، اور بیان، وغیرہ زیادہ نہیں تو کچھ کچھ اسی راستہ پر چلے ہیں،

اس دور کے شعرا میں سے میر اثر اور راسخ خواجہ میر درد کا تتبع کرتے ہیں میر حسن، مرزا رفیع وغیرہ کے راستہ پر چلتے ہیں اور مصحفی کا انداز کہیں کہیں پر میر سے ملتا ہے،

دوسری قسم وہ ہے جس میں پاک اور بے لوث عشق کی جگہ پر ہوس پرستی کے جذبات کی تصویر کھینچی گئی ہو اس کو افسوس ہے کہ اس دور میں جرأت، انشا، اور رنگین نے ترقی دے کر اس ناپاک طریقہ کی بنیاد ڈالدی جس پر متاخرین نے بلند عمارتیں کھڑی کر دیں اور یہ رنگ اتنا مقبول ہوا کہ سنجیدہ اور پاکیزہ خیال دم بخود ہو کر رہ گئے، تھوڑی دیر کو سنجیدگی کو بالائے طاق رکھکر ان کا بھی انداز دیکھ لو،

پہلے جرأت کی دلیری دیکھو

وہ تک اب چھوڑ دیا گھر سے نکل کر آنا ۔۔۔ یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا
کیا کیا وہ خفا مجھ سے ہوا گھر سے نکل کے ۔۔۔ جب میں نے بکارا اسے آواز بدل کے

پھینٹے غیروں سے جو کل آپ لڑے پانی کے — پڑ گئے سینکڑوں بس ہم پہ گھڑے پانی کے

کل واقف راز اپنے سے کہتا تھا وہ یہ بات — جرأت کے یہاں رات جو مہمان گئے ہم

کیا جانئے کمبخت نے کیا ہم پہ کیا سحر — جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

سید صاحب کی گل افشانی کچھ ان سے بھی بڑھکر ہو

ابتوا لگے سی طرح کا نہیں گھبرا پردا — رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا

کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت — ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی رات کے وقت

نہ لگی مجھکو جو اس شوخ طرحدار کی گیند — اس نے محرم کو سنبھال اور بھی تیار کی گیند

جاڑے میں کیا مزا ہو وہ تو سمٹ رہی ہوں — اور کھول کر رضائی ہم بھی لپٹ رہے ہوں

جی چاہتا ہے اے دل اک رات ایسی آوے — مطلع ہو صاف ستھرا بادل بھی چھٹ رہے ہوں

سوتے ہوں چاندنی میں وہ منھ لپیٹے اور ہم — شبنم کا وہ دوپٹہ بیٹھے الٹ رہے ہوں

(۳) ان لوگوں کی طبیعت کی رنگینی نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ ریختہ سے ریختی کر شاخسانے کھڑے کردئے آزاد کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رنگین اور انشا اس کے موجد ہیں کیونکہ قدما کے ہاں بھی اس کا سراغ ملتا ہے مولنا ہاشمی بیجاپوری طبقہ متقدمین کے دور اول کے مشہور شاعر ہیں جنھوں نے یوسف زلیخا ریختہ میں لکھی ہے ان کے یہ دو شعر شفیق ملکاپوری نے اپنے تذکرہ میں لکھے ہیں،

رضا گر مجھکو دیتی ہے کروں گی گھر میں جا دارو — اگر مجھ ہو وے گی فرصت صبح پھر آؤنگی چھند

اگر کوئی آکے دیکھیگا تو دل میں کیا کہیگا وہ — مجھے بدنام کیا کرتے کہیں مین جاونگی چھوڑ

مولنا ہاشمی کے بعد سید محمد قادری ایک باکمال شاعر گذرے ہیں جو غالباً ولی کے ہمعصر تھے ان کا تخلص خاکی تھا ان کا مکمل دیوان ۱۱۰۰ھ کا لکھا ہوا مولنا حبیب الرحمن شروانی کے کتب خانہ میں موجود ہے اس میں ایک دو ریختیاں بھی ہیں جو ہندی شاعری کا نمونہ ہیں۔

مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے سوا اور کسی کا کلام اس طرح کا نظر سے نہیں گذرا اس کے زندہ کرنے اور رواج دینے کا طرۂ افتخار مرزا سعادت یار خاں رنگین اور ان کے دوست سید انشا اللہ خاں کے حصہ کا تھا جو انھیں حاصل ہوا،

سید انشا فرماتے ہیں،

میں ترے صدقے نہ رکھ ای مرے پیارے روزہ — بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاروں روزہ

چبھتی ہے یہ نگوڑی سلسل کی اوڑھنی — لادے دہی دوا مجھے ململ کی اوڑھنی

رنگین: میں وہ تو اوڑھنے کی نہیں کل کی اوڑھنی — باجی مجھے منگادے جھلاجھل کی اوڑھنی

آئی لچک کر میں مرے لوگو دوڑیو — گھٹنے تلک تو سر سے مرے ڈھلکی اوڑھنی

گرمی کے مارے ناک میں آئی ہے میری جاں — تہ کرکے رکھ پٹاری میں آنچل کی اوڑھنی

ذرا گھر کو رنگیں کے تحقیق کر لو — یہاں سے ہے کے پیسے ڈولی کہارو

(۴) اس عہد کا بہترین کارنامہ میر اثر کی مثنوی خواب و خیال اور میر حسن کی مثنوی گلزار ارم اور اس سے بھی بہتر ان کی دوسری مثنوی سحر البیان ہے جس نے اتنی قبولیت حاصل کر لی تھی کہ آج تک کسی مثنوی کو نصیب نہیں ہوئی،

اس مثنوی میں روزمرہ اور محاورہ کی صفائی قافیوں کی نشست ترکیبوں کی چستی اور مصرعوں کی برجستگی کے علاوہ ربط کلام کی خوبی اور ہر بیت کو دوسرے بیت سے ایسا گہرا تعلق جیسے زنجیر کی ہر کڑی کو دوسری کڑی سے ہوتا ہے اور مطالب اس صفائی سے ادا کئے ہیں کہ اگر انہیں کو نثر کر دیا جائے تو نثر کا بیان نظم سے کچھ زیادہ صاف اور مربوط نہ ہوگا،

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو حالت کسی شخص یا کسی چیز یا مکان کی بیان کی ہے وہ لفظاً و معنیً اس قدر عادت کے موافق ہے جیسی کہ فی الواقع ہوا کرتی ہے،

جس وقت عاشق و معشوق اتفاقاً ایک دوسرے سے روشناس ہوتے ہیں پھر جب ان میں جدائی ہو جاتی ہی پھر جب وہ ملتے ہیں غرض کہ جس جس واقعہ کی تصویر کھینچی ہی وہ صفائی اور سادگی کے ساتھ اس قدر مؤثر و دلگداز ہی کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہی،

میں نے اس مثنوی کی دو ایک داستان میر حسن کے ذکر میں انتخاب کی ہیں اس لئے یہاں انکا دہرانا ضرور نہیں انتخاب کے وقت میں نے بہت کوشش کی کہ ہر داستان میں سے بہت بہت سے اشعار نکال کر اس کو مختصر کردوں مگر ربط کلام کی خوبی نے مجھکو کامیاب نہیں ہونے دیا،

دور سوم | اس دور میں نصیر، ممنون، ذوق، ظفر، مومن، غالب، تسکین، اور شیفتہ، کا ذکر کیا گیا ہی، ان لوگوں کا سب سے بڑا کارنامہ زبان کی اصلاح اور درستی ہی جو نامانوس الفاظ دور دوم تک باقی رہ گئے تھے ان کو انہوں نے دور کرکے روزمرہ اور محاوروں کے ساتھ فارسی ترکیبوں کی نہایت لطیف اور خوشنما ترکیبوں سے اردو میں اتنی شیرینی اور گھلاوٹ پیدا کردی جو دیکھنے کے قابل ہی،

نصیر کی شاعری کی ابتدا دور دوم کی شاعری کی انتہا سے جاملی ہی اس واسطے ان کے ابتدائی کلام میں آیاں جائیاں تلک نت، اور بعض جگہ اسی طرح کی الکڑی الکڑی بندشیں ہیں جو مصحفی اور انشا کے کلام میں پائی جاتی ہیں مگر اخیر اخیر میں ان کا کلام بھی صاف ہوگیا ہی،

اس گروہ میں ذوق اور ظفر روزمرہ اور محاورہ بندی میں سب سے فائق ہیں، ممنون، مومن اور غالب کے ہاں خیال آفرینی کے ساتھ فارسی ترکیبیں زیادہ داخل ہوگئی ہیں اور بول چال کا لطف ذوق و ظفر کے نسبت ان کے ہاں کم ہی تاہم ان سب لوگوں کے کلام میں کسو، کبھو، تئیں، آن کے، سمیت، مت، آتے ہی جاتے ہے دیکھیو، کیجو، لیجیو، ورے، پرے، پہنانا، بٹھانا، سدا بمعنی ہمیشہ، زور بمعنی عجیب یا نہایت، بہت بے تکلفی سے کلام میں لائے گئے ہیں،

(۲) ولی سے لیکر مصحفی تک عموماً انداز بیان میں صفائی، سادگی، روزمرہ کی پابندی بیان میں گھلاوٹ

اور زبان میں چمک پائی جاتی ہے، اس دور میں نصیر نے مضمون آفرینی کی بنیاد ڈالی اور بعید از فہم استعارہ سے کام لیکر اور مشکل و سنگلاخ زمینوں میں شعر لکھکر اس کو تنگ و تاریک کر دیا ہے، اگرچہ ان کے ہاں بھی محاورہ جہاں آجاتا ہے شعر میں تڑپ پیدا کر دیتا ہے مگر بیشتر حصہ ان کے کلام کا بے لطف و بے رنگ ہے،

ذوق کے کلام میں عموماً زبان کا چٹخارہ اپنے معاصرین سے زیادہ ہے مگر وہ بھی جہاں مضمون آفرینی کرتے ہیں صفائی سے دور جا پڑتے ہیں ظفر کا تمام دیوان زبان کی صفائی اور روزمرہ کی خوبی میں یکسان ہے لیکن اس میں تازگی خیالات بہت کم پائی جاتی ہے،

ممنون، مومن، غالب اور ان کے متبعین تسکین و شیفتہ کے ہاں تازگی خیالات کے ساتھ فارسی ترکیبوں کا اثر غالب ہے خصوصاً مومن اور غالب نے جہاں بے اعتدالی سے کام لیا ہے وہاں ان کا کلام رتبہ سے بہت گر گیا ہے، نمونہ کے طور پر چند اشعار اس دور کے شعرا کے پیش کرتا ہوں جن میں روزمرہ اور محاورہ بہت خوبصورتی سے کام میں لایا گیا ہے،

ذوق　کہے ہے خنجر قاتل سے یوں گلو میرا،　کمی جو مجھ سے کرے تو پئے لہو میرا

ظفر　سر تک دست ستم جوں ہی ترا قاتل بڑھا　خون جسم ناتواں تل تل گھٹا تل تل بڑھا

ممنون　رات تھوڑی حسرتیں دل میں بہت　صلح کیجے بس لڑائی ہو چکی

نصیر　نصیر اس کج ادا کی کج ادائی کوئی جاتی ہے　مثل مشہور ہے رسی جلی لیکن نہ بل نکلا

مومن　کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا　تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں،

غالب　رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے　دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق　پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہو

شیفتہ　شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ　ہے آگ سی جو سینہ کے اندر لگی ہوئی

یوں وفا اٹھ گئی زمانے سے　کبھی گویا جہاں میں تھی ہی نہیں

تاتاریون کے وزیر علامہ رشید الدین فضل اللہ کے چند خطوط و مکتوبات اور تمدن اسلامی کا ایک تابناک منظر،

از

سید نجیب اشرف ندوی،

چنگیز و ہلاکو خان اور ان کی جاہل اولاد نے گو مسلمان قومون کو اپنی تلوار سے مفتوح کر لیا تھا لیکن کچھ دن بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مسلمانون نے اپنے قلم سے ان فاتحون کو مفتوح کر لیا، ان کی عظیم الشان سلطنت کا جزو کل ان کے ہاتھون سے انجام پاتا تھا، بڑے بڑے مناصب مسلمانون کے ہاتھون مین آگئے، ہلاکو کی چند ہی پشتون کے بعد اباقا خان بادشاہ ہوا، اس عہد کا مشہور عالم و مورخ و طبیب علامہ رشید الدین فضل اللہ اس کے درباریون مین داخل ہوا اور شاہی طبیب مقرر ہوا

اس کے جانشین غازان نے جو مسلمان ہو گیا تھا، ان کے کمال سے متاثر ہو کر ان کو اپنا وزیر بنا لیا، وہ ۲۲ سال تک وزیر اعظم رہا اور اسی اثنا مین اس نے کثیر دولت اور عظیم شہرت حاصل کی لیکن اپنی دولت کو ذاتی عیش و آرام مین ضائع کرنے کی بجائے مدرسون، شفاخانون، مکتب خانون اور رفاہ عام کے دوسرے کامون مین صرف کیا، اور علمائے عہد کی قدردانی و ہمت افزائی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کی، اس نے اسی سلسلہ مین رفاہ عام اور ترقی و ترویج علوم کیلئے تبریز کے ایک خوشنما خطہ مین ایک عمارت کا سلسلہ تعمیر کرا کر ربع رشیدی نام رکھا اور بہت عربی

مین مقام بہار کو کہتے ہین، اور اس کو ہر قسم کے زیب و زینت اور قیمتی سامانون سے آراستہ و مرصع
کیا اور اس کو علوم و فنون کا عجائب خانہ بنادیا، اس کے جود و کرم کے مقناطیس نے دور دور سے
اس عہد کے علما، و فضلا، اور شعرار کو اپنی طرف کھینچ لیا، ہر فن کے کامل اور استاد اس کی محفل ادب
مین جمع ہو گئے تھے، اس زمانہ کے اکثر اہل قلم اور مصنفین نے ان کے نام سے بڑی بڑی کتابین لکھین،
کواٹرمیر نے اپنی تاریخ مغول (HISTOIRE DES MONGOLS) مین ان کے ساز و سامان
ترتیب و تنظیم اور نظم و نسق کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے، لیکن افسوس کہ ہر ضروری احتیاط کے باوجود
جولائی ۱۳۱۸ء مین وہ حاسدین دربار کی سازشون کی جال مین پھنسکر بادشاہ کے حکم سے قتل ہوا
اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ علامۂ موصوف نے جن علمی اور رفاہِ عام کے کامون پر اپنی تمامتر
دماغی قوت اور مال و دولت خرچ کیا تھا وہ غارتگرون کے ہاتھون سے ہمیشہ کیلئے تباہ و برباد ہو گئے
لیکن علمی دنیا کو ڈاکٹر براؤن کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس کی تباہ و برباد شدہ یادگارون مین سے
ایک قائم و باقی یادگار کا پتہ لگایا ہے، یہ علامۂ موصوف کے تقریباً پچاس خطوط کا مجموعہ ہے، یہ خطوط
مختلف اشخاص کے نام ہین اور مختلف مباحث پر ہین، اور ان کے کاتب محمد ابرقوہی نے انکو
جمع کیا ہے، ہم کو خوشی ہے کہ اس یادگار کو دنیا مین روشناس کرانے مین ایک ہندوستانی مسلمان
کا ہاتھ بھی شامل ہے ڈاکٹر محمد شفیع نے جو براؤن صاحب کے ممتاز شاگرد اور اب اورینٹل کالج لاہور
مین عربی کے پروفیسر ہین، اپنے استاد کی خاطر اپنے قیام انگلستان کے زمانہ مین انکا
ضروری انتخاب کیا اور ڈاکٹر براؤن نے اپنی تازہ تصنیف تاریخ طب اسلامی مین اس سے فائدہ اٹھایا،
اس مجموعہ مین دس خطوط ادویہ اور ان کی ساخت کے متعلق ہین اور ڈاکٹر صاحب نے
انہی خطوط کے اقتباسات اپنی کتاب مین دئے ہین، ہم بھی ناظرین معارف کی دلچسپی کیلئے
ان خطوط کے کچھ مطالب اور نتائج یہان نقل کرتے ہین، ان سے جہان بہت سی نئی باتین معلوم

ہونگی یہ بھی معلوم ہوگا کہ اسلامی تمدن اپنے زوال اور فنا کے ایام مین بھی کس قدر تابان اور روشن تھا،

خط نمبر ۱۸ : یہ خط خواجہ علاء الدین ہندو کے نام ہی، اس مین ربع رشیدی تبریز کے لئے مختلف روغن طلب کئے گئے ہین، کیونکہ حکیم محمد ابن النیلی کے جو اس کے منتظم ہین بیان کے مطابق ان کی سخت ضرورت ہی، مطلوبہ روغن کی مقدار ایک من سے تین سو من تک ہے اور جن مقامات سے یہ روغن حاصل کئے جائین ان کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہی؛ شیراز مختلف ۱۳ قسم کے روغن مہیا کرے، بصرہ سات، ایشیاے کوچک چھ، بغداد نو، شام تین اور ہلا تین، ان مین سے اکثر معطر روغن ہین، جو مختلف خوشبودار پھول، مثلاً، بنفشہ، چنبیلی، نرگس، مختلف قسم کے گلابون، حنا، گل لیمون، اور اسی قسم کے دوسرے پھولون سے تیار کئے گئے ہین، لیکن اس کے ساتھ ہی ہم بابونہ، بید انجیر، مصطگی اور حتی کہ گزدم کے روغن بھی پاتے ہین، اس خط کے حاشیہ پر کاتب، مکتوب الیہ کو تاکید کرتا ہی کہ یہ کام فوراً انجام دیا جائے تاکہ وقت ضایع نہو نیز مذکورہ مقامات پر الگ الگ ایک ایک قاصد روانہ کیا جائے؛

خط نمبر ۱۹ : یہ خط رشید نے اپنے بیٹے امیر علی والی بغداد کو لکھا ہی، اس مین ہدایت کی ہی کہ کس طرح فضلائے وقت کو تمام ایرانی حکومت مین جیحون سے لیکر جمنا تک اور مغرب مین ایشیائے کوچک سے لیکر مصری سرحد تک تحفے اور نذرانے دئے جائین، یہ نذرانہ ہر حالت مین ایک خاص رقم، ایک معمولی خلعت اور سواری پر مشتمل ہوتا تھا؛ ان ۹۴ آدمیون مین جن کے نام تحفون کے لئے لکھے گئے ہین صرف محمد ابن الیاس نامی طبیب کو ایک ہزار دینار نقد، اور سبز خلعت اور ایک خچر مع زین ملا ہے؛

خط ۲۰ : یہ خط رشید نے اپنے بیٹے جلال الدین والی ایشیائے کوچک کو لکھا ہی کہ وہ تبریز مین شفاخانہ کیلئے، سالانہ پچاس من سے سو من تک ذیل کی چھ دوائین مہیا کرے، دارچینی، تمر ہندی، ...

(۲) ارغون (۳) منگلی (۴) گل میسم (۵) اکاس یل (۶) قسطنطین رومی،

خط ۲۹ ، یہ خط ملتان (سندھ) سے مولنا قطب الدین کو شیراز لکھا گیا تھا، نامہ نگار اس بات کی شکایت کرتا ہے کہ روسی ارغون کی تلون مزاجی سے ایران کی خوشگوار زندگی کو چھوڑکر ہندوستان کا دشوار گذار سفر اختیار کرنا پڑا ہے تاکہ یہاں کے حکمرانوں اور بادشاہوں پر اس کی عظمت و وسعت کا اظہار کیا جائے بعض وہ دوائیں جمع کیجائیں جو ایران میں دستیاب نہیں ہوتیں، وہ اپنے کام کی کامیابی پر اظہار طمانیت کرتا ہوا اپنی قریب واپسی کی اُمید ظاہر کرتا ہے، اور اسی سلسلہ میں وہ اس واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ کس طرح اس نے حکایات واشعار کے ذریعہ سلطان علاء الدین (بادشاہ ہند) کو شراب کی خرابی بتاکر اس سے باز رکھنے کی کوشش کی اور بادشاہ نے اس پر منغص ہونے کی بجائے میرے لئے اور میرے بعد میرے لڑکے کیلئے ایک معقول وظیفہ مقرر کردیا،

خط ۳۶ ، یہ ایک طویل خط ہے، یہ خط اس وقت لکھا گیا تھا جب کہ رشید بیمار تھا اور وہ اپنی اس بیماری کو مرض الموت سمجھتا تھا، اس میں اس کی ملکیت و جائداد کی تقسیم اور اس کے اوقاف کے نظم و نسق کے متعلق نہایت مکمل ہدایات ہیں، اسی سلسلہ میں وہ اس کتبخانہ کا تذکرہ کرتا ہے جو اس نے ربع رشیدی کی نذر کیا ہے، اس میں ایک ہزار قرآن مجید ہیں جن میں سے اکثر ماہرین فن کے اعلیٰ کمال کے نمونے ہیں، ان کے علاوہ ساٹھ ہزار دوسری علمی اور حکمی کتابوں کے نسخے ہیں، جن میں بہت سے چین اور ہندوستان سے لائے ہوئے نسخے بھی شامل ہیں، اس نے ان ایک ہزار چینی کے شربت کے گھڑوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جن پران شربتوں کے نام لکھے ہوئے ہیں، اور علموں کے چینی صندوقوں کا بھی حوالہ دیا ہے،

خط ۴۴ ، یہ خط رشید نے اپنے ایک ایجنٹ کو اناطولیہ کو جک میں لکھا ہے، اس میں اس نے ہدایت کی ہے کہ ان علمائے مغرب یعنی مراکش اور اسپین کے علما کو جنہوں نے اس کیلئے کتابیں لکھی

تھین، مالی نذرانے پیش کیے جائین، اس مین دس علمار کا نام ہی، ان مین سے چھ قرطبہ، سوائل، اور اندلس کے دوسرے حصون کے رہنے والے ہین، اور باقی چار ٹونس، طرابلس، اور قیروان، کے ہین؛

اس خط کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہین کہ اس سے اسلام کے استحکام و مضبوطی کا پتہ چلتا ہی اور یہ ظاہر ہوتا ہی کہ کس طرح ایک علم دوست امیران ملکون کے اہل علم کی بھی ترغیب و سرپرستی کرتا ہی جو سیاسی حیثیت سے اس سے کوئی تعلق نہ رکھتے ہون، اسی سلسلہ مین ڈاکٹر صاحب کہتے ہین کہ "ان دنون ہم لوگ وسائل مراسلات کی آسانی اور ارزانی پر نازان ہین لیکن یہ ذرا قابل غور ہے کہ اس قدیم عہد مین کس طرح ایک کتاب، ایک خیال، یا فلسفیانہ اصول اس قدر جلد ٹونس سے تبریز یا سوائل سے سمرقند پہنچ سکتا ہی، یہ تھا اسلام کے اتحاد اور اس کی عام زبان عربی کا"

خط ۴۱، فارس کے اتابکون نے شیراز مین ایک شفاخانہ قائم کیا تھا، لیکن ایک صدی کی گردش ایام مین وہ رو بہ انحطاط ہوگیا تھا، اس خط مین اسی کی دوبارہ تعمیر کے متعلق ہدایات ہین، اس خط مین رشید محمود بن الیاس نامی ایک طبیب کو اس کام پر مقرر کرتا ہی، اس طبیب نے رشید کیلئے لطائف رشیدیہ لکھی تھی؛

یہ نہین معلوم کہ اب یہ کتاب دنیا مین کہین موجود بھی ہے یا نہین؛ قونن نے اس مصنف کی ایک کتاب تحفۃ الافکار کا تذکرہ کیا ہی، یہ نسخہ قسطنطنیہ کی نور عثمانیہ لائبریری مین ہے؛

اس خط مین اس طبیب کی سالانہ تنخواہ مقرر کیگئی ہے اور شفاخانہ کا انتظام اس کے سپرد کیا گیا ہے؛

خط ۴۲، یہ خط تمامتر رشید کے وطن ہمدان کے شفاخانہ کے متعلق ہے، منتظمین کی خیانت کی بنا پر اس کا حال نہایت ہی ابتر تھا؛ ابن مہدی نامی ایک نیا طبیب اس کام کیلئے مقرر

کیا جاتا ہی اور اس کو بیماروں کے علاج اور دواؤن کے مہیا کرنیکی خاص ہدایتین دیجاتی ہین۔ ان دواؤن مین بعض ان ادویہ کے نام بھی ہین جو سہل الحصول نہین ہین، مثلاً طین مختوم، روغن بلسان، سانج ہندی، (تیزبات) تریاق فاروق وغیرہ حسابات کے باقاعدہ رکھنیکا بھی حکم ہی، اور طبیب کو تمام انتظامات درست کرکے اور ایک عطار، ایک جراح ایک باورچی اور دوسرے ضروری آدمیون کو مقرر کرنے کے بعد تبریز واپس بلایا گیا ہی تاکہ مزید مرحمت خسروانہ سے سرفراز ہو۔

یہ خط ان بعض خوش قسمت خطوط مین سے ہی جن پر تاریخ پڑی ہوئی ہی چنانچہ یہ خط قیساریہ (ایشیائے کوچک) سے ۷۰۹ھ (۱۳۱۰ء) مین لکھا گیا ہی۔

خط ۱۴، یہ خط سلطان علاء الدین نے رشید کو لکھا تھا، اس مین اس کے رفاہ عام کے کامون، بنی نوع انسان کی خدمات اور ولولۂ انسانیت کو بہت کچھ سراہا گیا ہی، اس خط مین ان تحائف کی فہرست ہی جو سلطان موصوف نے رشید کو بندرگاہ بصرہ پر روانہ کئے ہین، یہ تحائف بارہ عنوانون کے تحت مین ہین:۔ (۱) پوشاک (۲) قیمتی پتھر (۳) عطریات (۴) عجیب جانور (۵) مربے (۶) ادویہ اور مفردات (۷) مسون کے غائب کرنیکا عرق (۸) اسباب چرمی (۹) خوشبودار تیل (۱۰) رکابیان اور چینی کے برتن (۱۱) چٹنیان اور خشک میوے (۱۲) قیمتی لکڑی اور ہاتھی کے دانت، دواؤن کی فہرست سب سے لمبی ہی اور اس مین ۲۲ نام ہین۔

خط ۱۵، یہ خط رشید نے اپنے بیٹے سعد الدین والی قنسرین اور العواصم واقع ایشیائے کوچک کو لکھا تھا، اس مین اس نے ان علماء و فضلا کی جماعت کثیر کا حال لکھا ہی جو اس کی سخاوت، قدر دانی اور ہمت افزائی کی وجہ سے وہان جمع ہو گئی ہی، اور جس کی وجہ سے اطراف ربع رشیدی مین چہل پہل پیدا ہو گئی ہی۔

اس ربع رشیدی مین ۲۴ کاروان سرائین ۱۵۰۰ کارخانے، اور ۳۰۰۰ خوبصورت مکانات

ہین، باغ، حمام، دوکانین، صنعت گاہین، بُننے اور رنگنے کے کارخانے، کاغذ سازی کا کارخانہ اور ٹکسال ان کے علاوہ ہین، مختلف شہرون اور ملکون کے لوگون کو نہایت ہی احتیاط سے انتخاب کر کے یہان بسایا گیا ہی، یہان دو سو تنخواہ پانیوالے قرآن خوان ہین جو مقررہ وظیفہ پر روزانہ مسجد مین تلاوت کرتے اور چالیس قاریون کو تعلیم دیتے ہین، یہان ایک کوچہ علما ہی، اس مین ۴۰۰ صوفی، مفتی، فقیہ اور محدث رہتے ہین، ان کو معقول تنخواہین اور معاوضے ملتے ہین، اور اس کے اطراف کے مکانات مین ایک ہزار شائق طلبا رہتے ہین، جو مختلف اسلامی ممالک سے وہان آئے ہین اور اپنے مذاق کے مطابق علوم کی تحصیل کرتے ہین، ہندوستان، چین، مصر، شام اور دوسرے ممالک سے پچاس تجربہ کار و ہشیار اطبا بلائے گئے ہین ان مین سے ہر ایک کو دس دس طلبا دئے گئے ہین، اور ان کے کام شفاخانون مین مقرر ہین جن کو وہ طلبا کے ساتھ ملکر انجام دیتے ہین، ان کے علاوہ شفاخانون مین جراح، کحال اور استخوان بند بھی ہین، ان مین سے ہر ایک کے ساتھ بھی پانچ پانچ طالبعلم ہین، یہ سب کے سب رشید آباد کے باغ کے پاس شفاخانہ کی پشت پر کوچہ معالجان مین رہتے ہین،

ناظرین! ہم نے ان خطوط کا بے ترتیب لفظی ترجمہ کر دیا ہی، اس آئینہ مین تمدن اسلام کا جو عکس نظر آتا ہی، غور کرو کہ وہ کس قدر روشن اور تابان ہی، اسلامی ملکون کا اتحاد، علمی رونق، مدارس کی چہل پہل، شفاخانون کا اہتمام و انتظام، سلطنتون کی تعلیمی کوششین، علما کی قدردانی ارباب کمال کی کثرت، کارخانون اور صنعت گاہون کی گوناگونی، ہر چیز اس خزان رسیدہ باغ کی بہار کی خبر دیتی

نفسیات ترغیب

از مولوی صباح الدین احمد صاحب بی۔ اے دارالعلوم حیدرآباد دکن

جذبہ اور استدلال کا تعلق انسان اور دیگر حیوانات مین، اگر کوئی شی مابہ الامتیاز ہو سکتی ہی، تو وہ عقل اور استدلال کا مادہ ہی، جو قدرت نے انسان مین ودیعت رکھا ہی؛ اور جس سے مؤخر الذکر محروم ہین؛ اسی بنا پر حضرت انسان اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کا خطاب دئے بیٹھے ہین، اور حیوانات کو، جو جذبہ اور فطرۃ کی تحریک سے مجبور ہو کر فی الفور کوئی کام کر گذرتے ہین، نظر حقارت سے دیکھتے ہین، اور خود ان کی جنس کا کوئی فرد اگر مغلوب الجذبات ہو کر بغیر منطقی دلائل سے کام لئے ہوئے، کوئی فعل کرتا ہی تو اسے صفات بہیمیہ سے متصف قرار دیتے ہین، زیادہ مقام تعجب یہ ہی کہ عوام سے قطع نظر، خود قدیم ماہرین نفسیات بھی ہماری زندگی کے عقلی و استدلالی سنخ سے بحث کرتے رہے ہین اور اسکے جذبی اور فطرتی رجحانات کو حقیر سمجھکر نظر انداز کرتے رہے ہین، بہرحال کسی قدر مقام شکر ہی کہ زمانہ موجودہ مین جو زبردست تغیرات نفسیات مین رونما ہوئے ہین، اور جنھون نے اس کے قدیم قصر کی بنیاد کو متزلزل کر دیا ہے، ان مین سے ایک یہ بھی ہی کہ زندگی انسانی مین جذبات، اور دیگر جبلی رجحانات سے بحث کرکے ان کی اہمیت کے لحاظ سے ان کو ایک علحدہ رتبہ دیا گیا ہی، اور زمانہ گذشتہ کی طرح عقل اور استدلال کی قربان گاہ پر ان صفات انسانی کی بھینٹ نہین چڑھائی گئی ہے، کیا کوئی شخص بتا سکتا ہی کہ کتنے فیصدی انسان ایسے ہین جو روزانہ اپنی زندگی مین پہلے ٹھنڈے دل سے فعل کے نتائج پر غور کرتے ہون، اور پھر وہ فعل کرتے ہون، برخلاف اس کے کیا یہ واقعہ نہین ہی کہ انسان کے ہر فعل کی تہ مین خواہ اس مین کتنی ہی ظاہرا منطق اور استدلال سے کام کیون نہ لیا گیا ہو، ایک نہ ایک جذبی یا جبلی محرک کام کرتا رہتا ہی، کیا ایسا کرنا طبائع انسانی کیلئے باعث ننگ ہی؟ کیا جذبات کی تحریک، یا فطرت کے غلبہ سے متاثر ہو کر کوئی فعل کرنا انسان کو بہیمیت کے الزام کا سزاوار بنا دیتا ہی؟ ہمارا خیال ہی، بلکہ ہمارا اعتقاد ہی کہ ایسا ہرگز نہین ہی، کیا بسا اوقات فوری کام کرنا

اور عقلی او دھیڑبن مین نہ پڑنا انسان کو فرائض انسانیت کی ادائگی مین مدد نہین دیتا! کیا جذبات کی فوری تحریک حیات انفرادی و ملی مین ہماری معاون نہین ہوتی؟ کیا ایک محتاج کو جذبۂ ترحم سے مجبور ہو کر فی الفور خیرات دینا زیادہ مستحسن ہو، یا یہ کہ استدلال اور منطق سے بحث کیجائے، معاشیات کے مسائل پر غور کیا جائے اور بالآخر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ اس کو خیرات دینا اس کو مجہول بنانا اور قوم کے ناکارہ افراد کی تعداد مین ایک اور اضافہ کرنا ہو! ہم مانتے ہین کہ گو دنیا دی لغزشین خود غرضانہ جذبات کی کورانہ تقلید کی بدولت رونما ہوتی ہین، ہم تسلیم کرتے ہین کہ جرائم بھی زیادہ تر غلبۂ جذبات ہی کا نتیجہ ہین لیکن ہم اس حقیقت کے اظہار سے باز نہین رہ سکتے کہ اگر کوئی چیز فنون لطیفہ یا سائنس کا منبع ہو، اور زندگی کی بہترین نعمات کے لئے وسیلہ ثابت ہوسکتی ہے تو وہ "جذبہ" ہو نہ کہ "دلیل منطقی"، اس مین شک نہین کہ ہماری فطرت کے عناصر ترکیبیہ مین جذبات کی حیثیت ایک غیر استدلالی حیثیت ہو یعنی یہ کہ ان مین استدلال اور تعقل سے کام نہین لیا جاتا لیکن جذبات کا غیر استدلالی ہونا ان کے مخالف عقل ہونے کو مستلزم نہین ہو، یہ کہنا غلط ہو کہ جذبہ عقل یا دلیل کی ضد ہے، اس لئے کہ جذبہ کی تحریک ہماری عقل یا استدلال کی دشمن نہین، جو ہماری آنکھون پر جہالت کا پردہ ڈال کر ہم کو اندھے کوئین مین ڈھکیل دے، اس باب مین یہ ثابت کرنیکی کوشش کیجائیگی کہ عمل ترغیب بالاصل ایک جذبی عمل ہو جو بجائے عقل کے، ہمارے جذبات، وجدانات، اور جبلت کے زیادہ زیر نگین ہو، اگرچہ اس کلیہ سے اس امر کی توجیہ ہو جاتی ہو کہ اکثر لوگ ترغیب کے اثر سے متاثر ہو کر یا اس سے کام لیکر خود کس طرح فریب کھاتے ہین، یا دوسرون کو دھوکا دیتے ہین، تاہم ترغیب کی اس خاصیت کی بنا پر (کہ یہ جذبات پر منحصر ہو) اس کو استدلال عقلی کا مخالف اور اس لئے قابل تحقیر ٹھرانا غلط نتیجہ اخذ کرنا ہو، جیسا کہ سطور ذیل مین ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ترغیب کی اساس ترغیب کا خواہ وہ ذاتی ہو یا صفاتی، ہر حال مین آغاز کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد سے ہوتا ہو، جب کبھی کسی مسئلہ پر ہمارا کوئی ذاتی اعتقاد ہوتا ہو یا کسی خاص طرز عمل کی پیروی کی خواہش ہمارے دل مین پیدا

صحیح ہی تو ہم فوراً اپنے اعتقاد کو حق بجانب، اور اس کی وجہ سے جو افعال سرزد ہوں، ان کو مستحسن ثابت کرنے کی
کوشش میں منہمک ہو جاتے ہیں، دیکھو جب ایک خطیب منبر پر سے دریائے فصاحت بہاتا ہی یا ایک پولیٹکل
مقرر کسی سیاسی مقصد کی تبلیغ و اشاعت کی غرض سے اپنے سامعین کے دلوں کو ہلا دیتا ہی، یا ایک مدبر سلطنت
ایوان مباحثہ میں گرمی استدلال سے اپنے مخالفین کے دانت کھٹے کر دیتا ہی تو ہر صورت میں، آغاز گفتگو سے قبل
ان حضرات کے دماغ میں کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد کا وجود ہوتا ہی جو ان کے دلائل و براہین کے لئے سرچشمہ
کا کام دیتا ہی، اور جتنی زیادہ وضاحت اور تیقن کے ساتھ یہ خواہش یا اعتقاد ان کے دماغ میں موجود ہوتا ہی،
اسی اعتبار سے ان کی ترغیب کم و بیش موثر ہوتی ہی، اسی طرح سے جب ہم خود اپنے دل کو کسی قسم کی ترغیب
دیتے ہیں تو ہمارے خیال میں کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد کا ہیولی قبل از قبل موجود رہتا ہی، جس کو بجا ثابت
کرنا، ترغیب ذاتی کا اصل مقصد ہوتا ہی، ترغیب اور منطق میں جو حقیقی اختلاف ہے وہ یہی ایک نہ ایک خواہش
یا اعتقاد کا قبل از قبل موجود رہنا ہے،

منطق اور ترغیب کا فرق | ہر منطق عقلی کی غایت یہ ہوتی ہی کہ یا تو دو واقعات میں علاقہ علت و معلول دریافت
کیا جائے، یا کسی واقعہ کی توضیح کر کے اس کو ثابت کیا جائے، فرض کرو کہ تمہارا مقصد یہ دریافت کرنا ہے
کہ ایک موم بتی کن حالات کے ماتحت روشن رہ سکتی ہی، اس کا جواب، کئی تجربات دکھانے اور پھر
دلیل استقرائی سے کام لینے سے بہت آسانی کے ساتھ فراہم ہو سکتا ہی، اتنی بات تو ہر شخص تسلیم کریگا
کہ ہر منطقی و عقلی بحث میں اصل مقصد صحیح نتیجہ تک پہونچنا ہوتا ہی نہ کہ خواہ مخواہ کسی نتیجہ کا قبل از قبل تعین
کر کے اس کے ثابت کرنیکی کوشش کرنا، اگر تم اعتراض کرو کہ منطقی بحث کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مفروضہ
نتیجہ قائم کر کے اس کے صحیح یا غلط ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو بھی تم کو یہ ماننا پڑیگا کہ نتیجہ کا صحیح
یا غیر صحیح ہونا محض فرضی ہوتا ہی، نہ یہ کہ ایک بات کو لامحالہ صحیح مان لیں، اور پھر بحث کو الٹ پھیر کر کے
غلط یا صحیح دلائل سے کام لیکر، اس کو خواہ مخواہ صحیح ثابت کرنے کی کوشش کریں، منطقی دلیلوں سے مظاہر

قدرت کی توجیہ یا ان کے ثبوت مین بہت کچھ مدد ملتی ہے، اس لئے کہ ان مین تجربہ کا امکان ہی، مگر انسانی زندگی مین یا خاص
انسانی ترغیبون مین منطقی طریقون سے کام لینا ذرا دشوار ہی، ہم یہ نہین کہتے کہ انسان دلائل سے کام ہی نہین لیتا، نہین
بے شک لیتا ہی، خاص کر دوسرون کے افعال کی اچھی طرح جانچ مین کرتا ہی، دو ممکنہ صورتون مین سے کسی ایک
کا انتخاب، ان کے باہمی مقابلہ و موازنہ کے بعد کرتا ہی، دوسرون کے بتلائے نتیجون کو بغیر کافی جرح و تحقیق کے قبول
نہین کرتا ہی، یہ سب کچھ ہی، لیکن عمل ترغیب بہ نسبت اس طریقہ منطقی کے زیادہ عام ہی، بجائے اس کے کہ بحث کے
بعد کسی عقیدہ کو صحیح یا غلط ٹھرایا جائے، پہلے کسی خواہش یا اعتقاد کو تسلیم کر لیا جاتا ہے اور پھر بحث کیجاتی ہی جو بالعموم
یکطرفہ ہوتی ہی، منطق اور ترغیب کے طریقون مین یہی وجہ باعث اختلاف ہی،

انسان، اور انسانیت کے متعلق جو کچھ بھی ہمارے راسخ اعتقادات ہوتے ہین وہ استدلال کا نتیجہ نہین
ہوتے، بہت سے نیم شعوری اثرات، بہت سے غیر استدلالی اسباب اپنا عمل کرتے رہتے ہین، اور ہمارے
اعتقادات پر اثر ڈالتے ہین، اپنے کسی اعتقاد کو ٹٹولو، اس کا اچھی طرح جائزہ لو، تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ اس اعتقاد
کو تسلیم کرنے کی وجہ بجز اس کے تمھارے پاس اور کچھ نہین ہی کہ تم اس کو اپنی مرضی اور نجی خواہشات کے موافق پاتے
ہو، یا اس کی وساطت سے جذبات کی تشفی کر سکتے ہو، یا ماحول اور تعلیم کے اثر کی وجہ سے یہ اعتقاد تم مین سرایت
کر گیا ہی، یا یہی اعتقاد تمھارے آباد اجداد کا تھا، اور تمھارے ہمسایون کا بھی ہی لہذا تم بھی اس کو مانتے ہو، اور تسلیم
کرتے ہو، اب نظر انصاف سے دیکھو کہ اس اعتقاد کے تسلیم کرنے مین تم نے کس حد تک منطق اور استدلال سے
کام لیا؟ کیا اب بھی تم کو یہ ماننے سے انکار ہوگا کہ اس اعتقاد کے متعلق جو کچھ عمل ترغیب ہوا، اب خواہ وہ ذاتی
ہو، یا دوسرون نے تم کو ترغیب دی ہو، وہ کم وبیش تمھارے شعور سے باہر رہا، ترغیب ذاتی کی بنا کسی کسی
خواہش یا اعتقاد پر ہوتی ہی جو ہمارے لئے خارج از شعور ہے، بسا اوقات کل طریقہ ترغیب، عالت بیخودی
اور قص کی لاعلمی مین ہوتا ہی، ہم صریحًا اپنے آپ کو کسی خاص فعل کی ترغیب دیتے ہین، لیکن نفس واقف نہین
ہوتا، ہمارے شعور کی خورد وگیر نظرین وہان تک نہین پہونچتین مخفی جذبات اور خواہشات کی تحریک ہم کو ہم

بتی ہوئی ہی، یہ تو خیر ترغیب ذاتی مین ہوتا ہی، لیکن جب ہم دوسرون کو ترغیب دیتے ہین تو اگرچہ اس ترغیب کا محرک بھی کوئی اساسی عقیدہ یا خواہش ہوتی ہی، لیکن یہ ہمارے شعور مین ہوتی ہی، ہمارا نفس نہ صرف اس سے واقف ہوتا ہی، بلکہ دیدہ و دانستہ، ایک خاص ترتیب و انتظام کو مدنظر رکھتے ہوئے، دوسرون پر اس اعتقاد یا خواہش کا سکہ جمانا چاہتا ہی، خلاصہ یہ کہ ترغیب خواہ ذاتی ہو یا صفاتی ہر صورت مین اس کا مدعا یہ ہوتا ہی کہ ان اعتقادون اور خواہشون کو جنکو ہم بالارادہ یا بغیر ارادہ قبول کر چکے ہین، اپنے نفوس سے اور دوسرون کے نفوس سے بھی منوا دیا جائے، اور وہ بھی ہمارے شریک خیال یا شریک عمل ہو جائین،

ہم نے اب تک الفاظ، اعتقاد و خواہش، کا اس طرح استعمال کیا ہی گویا یہ مرادف الفاظ ہین، اگرچہ عرف عام مین یہ الفاظ مختلف معنیٰ رکھتے ہین، لیکن جہان تک ترغیب کا تعلق ہی ان کی حیثیت اور ان کا مفہوم ایک ہی ہی، جس کیفیت نفس سے ترغیب کا آغاز ہوتا ہی اس مین دو عناصر پائے جاتے ہین، ایک عنصر ذہنی ہوتا ہے اور اسے ہم لفظ اعتقاد سے تعبیر کرتے ہین، دوسرا عنصر ذہنی نہین، بلکہ زیادہ تر عملی ہوتا ہی، یعنی اس کا تعلق کم و بیش انسانی طرز عمل اور افعال سے ہوتا ہی، اس عملی عنصر کو خواہش کا نام دیا جا سکتا ہی، کہنے کو تو دونون مین مذکورہ بالا فرق ضرور ہے لیکن ترغیب مین دونون ایک ہو جاتے ہین، فرض کرو کہ ایک سیاسی مقرر، ہندوستان مین سوراج کے مسئلہ پر گفتگو کر رہا ہی، اور لوگون کو اس کے حصول کے لئے "آئینی جد و جہد" کی ترغیب دے رہا ہی، اس کی ترغیب کی اساس جو شے ہی اس کو خواہش یا اعتقاد، دونون نام دئے جا سکتے ہین، اس کا اعتقاد ہی کہ ہندوستان کو سوراج ملنا چاہئے، اس کی خواہش ہی کہ ہندوستانیون کو سوراج مل جائے، اب بتاؤ ان دونون مین فرق کیا رہا! غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دونون مین کسی آئندہ طرز عمل (مثلاً آئینی جد و جہد) کی طرف اشارہ پایا جاتا ہی، اور مقرر کی ترغیب کا منشا یہ ہی کہ اپنے سامعین کو اس طرز عمل کی پیروی کرنے کی کافی تحریک دے،

ترغیب کا اثر طرز عمل و افعال انسانی پر

مسئلہ ترغیب کی ایک ممتاز صفت یہ ہی کہ اس مین طرز عمل اور افعال انسانی سے کم و بیش بحث ضرور ہوتی ہی، مثال کے طور پر مہاتما گاندھی کے ترک موالات کو لو، انھون نے جہات

غور وخوض کے بعد، یا کسی ہمدردانہ جذبہ کی تحریک سے یہ نتیجہ اخذ کیا، کہ ہمارے قومی تمول اور ترقی کیلئے اگر کوئی آلہ [کا]رگر ثابت ہوسکتا ہی، تو وہ ترک موالات ہی، اس اعتقاد یا خواہش سے آغاز کرکے، انھون نے ترغیب، یا جذب[ات] الفاظ مین کار تبلیغ واشاعت شروع کیا، اور ایک شخص مسمی زید کو ترغیب دی کہ ترک موالات ضروری ہی؛

اب، اگر ہمارا فرضی زید مہاتما گاندھی کی موجودگی مین اپنے کو ترک موالات کا حامی ظاہر کرے، اور اسی روز [ا]پنے بچون کیلئے ولایتی کپڑا خریدے تو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ مہاتما جی کی ترغیب کامیاب ہوئی، ہرگز نہین، اگر ترغیب [کا]میاب ہوتی تو زید کے طرز عمل مین اس سے حتماً تبدیلی واقع ہوتی، اچھا اب فرض کرو کہ مہاتما جی کی تقریر نے [ز]ید کی قوت متخیلہ پر قبضہ کرلیا، ان کے طرز بیان نے اس کے جذبات پر اثر کیا، مختصر یہ کہ مہاتما جی کی ترغیب کامیاب رہی، اب زید کی کیفیت کیا ہوگی، دیکھو وہ ولایتی کپڑے کی دکان کی طرف جارہا ہی؛ ارادہ ہی کہ [کچ]ھ کپڑا خریدے، جا تو رہا ہی، لیکن دل مین خیالات کا ہجوم ہی؛ مہاتما جی کے یہ الفاظ "بھائیو! اپنے ملک کا کپڑا خریدو، اس سے تمھارے غریب بھائیون کا بھلا ہوگا، تمھاری قومی دولت تمھارے ہی دیس مین رہیگی۔ ۔ ۔" [ا]س کے کانون مین گونج رہے ہین، ان خیالات نے زید پر اثر کیا، وہ دفعتہً رک گیا، کچھ دیر سوچتا رہا، اور پھر واپس [ل]وٹ آیا، اب البتہ تم کہہ سکتے ہو کہ مہاتما جی کی ترغیب موثر ہوئی، کیونکہ نہ صرف زید کا اعتقاد، یا اس کی خواہش بلکہ اس کے طرز عمل، اور اس کے افعال پر بھی اثر ہوا،

ترغیب مین، انسانی طرز عمل پر اثر کرنیکی ایک خاص صفت ہی، اور اسی کی بنا پر مسئلۂ ترغیب کی ایک خاص اہمیت پیدا ہوگئی ہی، اور اپنے ابنائے وطن وملک کو باطل ترغیبون کے مضر اثرات سے بچانا یا ان کو اچھے طرز عمل کی پیروی کی ترغیب دینا ہر ہی خواہِ وطن کا فرض ہوگیا ہی،

جذبات کا عمل ترغیب مین حصہ ہماری ترغیب کی اساسی خواہشات اور اعتقادات مستقبل کے طرز عمل کا ہیولیٰ تیار [ک]رنا، یہ فطرت انسانی کے جذبی عناصر پر منحصر ہے، جملہ محرکات عمل کی تہ مین کسی نہ کسی جبلی خاصہ جذبہ یا جوش کا پایا [ج]انا لازمی ہی؛ یہ اندرونی قوتین ہماری ترغیب کو قوت پہونچاتی ہین، اور ہمین ایک خاص طرز عمل کی طرف

راغب کرتی ہین، ہم ہرگز کسی ایسے اعتقاد یا خواہش کو قبول نہین کر سکتے، نہ کسی ایسے طرز عمل کی پیروی کر سکتے ہین جو ہمارے جذبات کا ہم آہنگ نہو، دیکھو ایک شخص، دوران جنگ مین، اپنی خدمات فوج مین پیش کرتا ہے، ہمارے دوست کی اس خواہش کو خدا معلوم کون کون سے جذبات تحریک دے رہے ہون، ممکن ہے کہ ایک بدمزاج بیوی سے پیچھا چھڑانے اور چند روز عیش کی زندگی بسر کرنے کے سبب سے اس نے وطن چھوڑنا گوارا کیا ہو، ممکن ہو کہ نام آوری اور اپنے ہم چشمون مین ممتاز حیثیت رکھنے کے شوق نے اس کو آمادہ کیا ہو، یا اس کے دل مین سیر و سیاحت کا خیال جاگزین ہوا ہو، ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا صورتون مین سے کوئی بھی نہو، بلکہ خالص جذبۂ حب الوطنی سے متاثر ہو کر، یا ادائیگی فرائض انسانی کے جوش مین اس نے فوجی ملازمت کا ارادہ کیا ہو، بہر حال، کوئی بھی صورت کیون نہو، اس کی خواہش کی تکمیل کیلئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ علاوہ ذہنی اور خارجی اثرات کے، اس کے دل پر کوئی نہ کوئی جذبی تحریک مسلط ہونا چاہئے، خواہ اس کی قوت محرکہ کم ہو یا زیادہ، اس کی موجودگی لازمی ہو، ترغیب کی کامیابی کا، جذبی تحریکات پر یہ لازمی انحصار، اس مین اور منطق مین ایک اور اختلاف کا بھی پتہ دیتا ہو، اور وہ یہ ہے کہ منطق مین جذبات کی اپیل پر توجہ نہین کی جاتی، حالانکہ ترغیب کے لئے جذبہ کا، موجود رہنا ضروری ہو،

"ترغیب" اور "منطق" مین بادی النظر مین تھوڑی سی مشابہت بھی پائی جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہر دو مین، فیصلون کا وجود ہوتا ہو، غور سے دیکھو تو یہ مشابہت بھی محض سطحی ہے، حقیقی نہین، اس لئے کہ دونون کے فیصلون مین زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہو، منطق کے فیصلے باہم مربوط، اور توالی و تواتر لئے ہوئے ہوتے ہین، برخلاف اس کے ترغیب کے نام نہاد فیصلون مین توالی و تواتر درکنار باہمی ربط کا بھی پتہ نہین ہوتا، اگر ان مین یہ صلاحیت ہو کہ ہمین اپنے پیش آمدہ معینہ نتیجہ تک پہونچا دین تو وہ قابل قبول خیال کئے جاتے ہین، خواہ ایک فیصلہ دوسرے سے متضاد ہی کیون نہو، اگر ان مین اس قرار دادہ نتیجہ تک پہونچانے کی اہلیت نہین ہوتی تو انھین رد کر دیا جاتا ہو، غرضکہ ترغیب مین فیصلے یکطرفہ ہوتے ہین، فریق ثانی کی آواز پر

کان نہین دھرے جاتے،

راحت مین جو مخل ہو، وہ کانٹا ہی راہ کا،

ہم ذیل مین ترغیب ذاتی کی ایک مثال درج کرتے ہین جس سے اس کے فیصلون کا یکطرفہ عمل اچھی طرح سے ظاہر ہو جاتا ہی،

،، انگلستان کے ایک مشہور اخبار نے حال مین کسی عورت کا قصہ لکھا تھا جس پر دھوکہ دہی کے الزام مین مقدمہ چلایا گیا تھا، واقعہ یہ تھا، کہ ان لیڈی صاحبہ کی جو خود بھی حسین تھین چند نوجوان فوجی افسرون سے ملاقات ہو گئی، اب ان کو فکر ہوئی کہ ان لوگون سے راہ ورسم اور ربط ضبط بڑھے تو ہم چشمون مین سر اٹھانیکا موقع ملے، مگر آپ جانئے ولایت کی سوسائٹی، تعلقات بڑھانے کے لئے یہ بھی ضرور تھا کہ ان کا لباس اور ظاہری حیثیت بھی اچھی ہو، روپیہ تو پاس تھا نہین، جس سے سامان زیبائش خرید کرتین، بالآخر ترکیب یہ سوجھی کہ چند مشہور دکانون مین جا کر اپنے آپ کو سر برآوردہ لوگون کا رشتہ دار بتایا، اور قرض سامان وصول کیا، چندے اس طرح کام چلتا رہا، شامت اعمال سے دوکاندارون نے تحقیقات شروع کی تو معلوم ہوا کہ لیڈی صاحبہ محض بیک بینی و دو گوش ہین، اور سر برآوردہ خاندانون سے رشتہ تو درکنار تعارف بھی نہین رکھتین، بالآخر الزام فریب دہی و دغا مین گرفتار کر لی گئین،،،

اس مثال مین آپ دیکھتے ہین کہ اس عورت نے جو ترغیب اپنے نفس کو جھوٹ اور دھوکہ دہی کی دی، اس کا آغاز اس اعتقاد سے ہوا،، کہ فوجی افسرون سے دوستی قائم رکھنے کے لئے عمدہ لباس ناگزیر ہے، خود اس نے جو بیان عدالت کے روبرو دیا ہی اس مین کہا ہی، گذشتہ دو ہفتون مین میرا تعارف چند فوجی افسران سے ہوا، اور اس تعارف کو بڑھاتے کے لئے مین نے اچھا لباس حاصل کرنے کی خواہش کی،، سب سے زیادہ توجہ طلب بات اس مثال مین یہ ہے کہ جونہی یہ اعتقاد اس عورت کے دماغ مین جاگزین ہوا، او رعمل ترغیب کا آغاز ہوا، ویسے ہی اس کے شعور نے ہر اس خیال کو جو کسی طرح

اس مقصد کے حصول میں حائل ہونا ہٹانا شروع کر دیا، اور صرف وہی دلائل اور فیصلے قبول کئے گئے جو حصول مقصد کے منافی یا تشفی جذبات کے مخالف نہ تھے،

یہ تو خیر خیالی ترغیب کی مثال ہوئی، دوسرون کو جو ترغیب دی جاتی ہو اس میں بھی یہی عمل ظہور پذیر ہوتا ہے، ہر مقرر جس کا مقصد لوگون کو ترغیب دینا ہوتا ہے، اسی قسم کے فیصلون سے کام لیتا ہے جن میں صرف اسی حد تک باہمی ربط اور تسلسل پایا جاتا ہو جہان تک کہ وہ مقصد برآری میں مفید ثابت ہون، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی ترغیبانہ تقریرین جو اپنے آپ کو مبلغ کہتے ہین، خواہ بظاہر کتنی ہی سنجیدہ کیون نہون لیکن پھر بھی ان میں اکثر ایسے دلائل پائے جاتے ہین جو تشفی جذبات تو کر سکتے ہین، لیکن کسی منطقی استدلال کی تاب نہین لا سکتے، اگر تمہاری ترغیب کا منشا یہ ہے کہ تمہارے مخاطب تمہارے حسب خواہش فعل کریں تو اس وقت تک تمہاری ترغیب کارگر نہین ہو سکتی جب تک کہ یہ مجوزہ فعل ان حضرات کے جذبات کی تشفی نہ کر سکے، جن فیصلون سے عمل ترغیب مین کام لیا جاتا ہو، وہ یا تو مظہر رغبت و رضامندی کے ہوتے ہین، یا ناراضی کے، اگر ہمارا فیصلہ اظہار رضامندی کر رہا ہو، تو یقیناً اس کی تہ مین، تعریف، احسان، محبت، غیرت، حب الوطنی، یا اسی قبیل کے دیگر جذبات پائے جائینگے، برخلاف اس کے ایسے فیصلون کی تہ مین جو مظہر ناراضی ہین، ندامت، ملامت، نفرت، غصہ، یا خوف کا لگاؤ پایا جائیگا، اب تک ہماری بحث ان جذبات سے رہی جو محرک ترغیب ہو سکتے ہین، اب دیکھنا یہ ہو کہ وجدانات میں یہ صلاحیت کس حد تک پائی جاتی ہے،

وجدان اور عمل ترغیب جذبات اور وجدان مین، نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے، فرق یہ ہے کہ اول الذکر ہمارے ان الہامات فطری کا نتیجہ ہین، جن کا تعلق استیثار یا ایثار سے ہوتا ہو، ان کا دور دورہ بہت تھوڑی مدت تک رہتا ہو، اور ان کے اثرات عارضی ہوتے ہین، جذبات کی تحریک فوری ہوتی ہے، اور بہت کچھ پر زور بھی، لیکن ان کی قوت بہت جلد زائل ہو جاتی ہو، اور اسی وجہ سے ان کی تحریک سے جو افعال

سرزد ہوتے ہین، ان مین قیام، ارادہ، اور تنظیم کا وجود نہین ہوتا، ترغیب کا اثر جذبات کے لئے بانگ جرس کا حکم رکھتا ہی، اور خوف، نفرت، استعجاب، غصہ، محکومیت، حکومت، توصیف، دہشت، خلت، کراہت، تنفر، غرضکہ تمام جذبات کی فوج خفتہ ترغیب، کی تحریک پاکر کمربستہ ہوجاتی ہی، اور ہمارے عقیدوں خواہشون، اور افعال کو اپنے زیرنگین کرنے، اور اس طرح سے ترغیب کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتی ہے، وجدان مختلف جذبات کے مجموعہ کا نام ہی، اور اتنی بات ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ مختلف جذبات انفرادی طور پر اتنے زبردست محرک نہین ہوسکتے جتنے کہ اس حالت مین ہوسکتے ہین جب یہی جذبات کسی وجدان کے حلقہ مین جمع ہوجائین، اور ان مین تنظیم وتنسیق موجود ہو، ذیل کی مفروضہ مثال سے جذبہ اور وجدان کی جداگانہ اہمیت ظاہر ہوجائیگی،

فرض کیجئے کہ ایک مقرر کسی مجمع کے روبرو جنگ کے متعلق تقریر کر رہا ہی اور لوگون کو اس کی ترغیب دے رہا ہو کہ ملک اور بادشاہ کی حفاظت کے لئے اپنی اپنی خدمات بحیثیت رضاکاران پیش کرین، اس کی اس ترغیب کی بنیاد حب الوطنی، پر ہے، اور اسی وجدان سے مدد لیکر وہ سامعین کو اپنی خواہش کے مطابق فعل کرنے کی ترغیب دیتا ہی، چونکہ وجدان حب الوطنی، مین بہت سے جذبات مجتمع ہین لہذا ہمارا مقرر مختلف طریقون سے ترغیب دے سکتا ہی، اپنے سامعین کے سامنے یہ بیان کرکے کہ دشمن کی قوت زبردست ہی، وہ ہمین فتح کرنیکی قدرت رکھتا ہو، ہمارے پاس اس کے مقابلہ کے لئے کافی افواج نہین ہین، اور جب تک آپ لوگ مدد نہ کرین انجام شکست ہوگی"... وہ ان کے خوف اور تردد کے جذبہ کو بیدار کرسکتا ہی کبھی یہ کہکر "دشمن نے ہماری عورتون کی عزت لی، ہمارے بچون کو تہ تیغ کیا... وہ اپنے سامعین کے جذبات رحم، نفرت، ملامت، اور دہشت کو برانگیختہ کرتا ہے، کبھی اس طرح اپیل کرکے "کیا آپ لوگ دشمن کو بغیر بدلہ کے چھوڑ دینگے، کیا ہمارے مقتولون کا خون، ہماری عورتون کی عصمت دری، ہماری برباد شدہ کھیتیان، مسمار عمارات، یہ سب بغیر انتقام

کے رہین گی .... وہ غصہ اور انتقام کے جذبات کو اشتعال دیکھتا ہی [illegible] کی [illegible] روایت
یا دیگر اقوام کے کارنامے سنا کر وہ جذبۂ خودداری کو جوش مین لاتا ہی، اب دیکھو کہ مذکورۂ بالا تو جذبات
مین سے ہر ایک فرداً فرداً ہمارے مقرر کے حسب خواہش طرزِ عمل کا محرک ہو سکتا ہی لیکن جب یہی جذبات
گوناگون کسی ایسے وجدان (حب الوطنی) کے اجزائے ترکیبی ہوتے ہین جو سالہا سال بلکہ صدیون کی قومی
زندگی کا نتیجہ ہے، تو ان کی مشترکہ قوت بہت کچھ ہو جاتی ہی، ان اعتقادات کی جو زمانہ کے اثر سے پختہ ہو کر
روایات بن گئے ہین، اہمیت عمل ترغیب مین بہت زیادہ ہی اور خم شدہ جذبات ان انفرادی جذبات
سے کہین زیادہ موثر ہوتے ہین جو آندھی بگولے کی طرح اٹھتے ہین لیکن تھوڑی دیر کے بعد اپنی قوت سے
خود ہی فنا ہو جاتے ہین،

جذبات اور وجدان کی ترغیب مین جداگانہ اہمیت ہی لیکن سب سے زیادہ ضروری بات یاد
رکھنے کی یہ ہے کہ خواہ جذبہ ہو یا وجدان یا اور کوئی اندرونی محرک، عمل ترغیب مین جذبی عنصر لزوماً پایا
جاتا ہی، اگرچہ اس کا محل ظہور اور اس کی ظاہری حیثیت کچھ ہی کیون نہو، یہ جذبی عنصر کبھی الہام فطری
کہلاتا ہی کبھی رجحان کے نام سے یاد کیا جاتا ہی، کبھی اپنے اصلی لباس مین بحیثیت جذبہ کے نمودار ہوتا ہی،
کبھی وجدان مین نظر آتا ہی،

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش		من انداز قدت را می شناسم

غرض یہ کہ اس کا پایا جانا ضروریات مین سے ہے، اور اگر عمل ترغیب کو صورت مانین، تو یہ اسکا
ہیولیٰ ہی، چراغ فرض کرین تو یہ اس کا نور ہی، سانس خیال کرین تو یہ اسکی اولیات مین سے ہی،

(باقی)

آثارِ قنوج

از مولوی سعید انصاری، مؤلف سیر الصحابیات

تلک آثارنا تدل علینا   فانظروا بعدنا الی الآثار

پرتھوی راج کے پایۂ تخت (دہلی) کی تاریخ آثار الصنادید کے صفحات مین نظر آسکتی ہی، لیکن جے چند کے دار السلطنت (قنوج) کی تاریخ ناظرین صرف سیاحون کی آنکھون مین پڑھ سکتے ہین، جس کو وہ شہر کے مختلف پست و بلند حصون مین پھر کر مرتب کرتی ہین؛

کیا عجیب بات ہی، پرتھوی راج کا شہر ایک مردہ شہر ہی جس پر شہر خاموشان کا لقب صادق آتا ہی لیکن اُس کی عمارات، اس کے آثار، اس کے معابد و مقابر سب کے نشانات تاریخ کے صفحات مین موجود ہین، لیکن جے چند کا شہر اگرچہ زندہ آبادی کا جلوہ گاہ ہی تاہم اس کی عمارات کا کوئی نشان صفحات تاریخ مین باقی نہین؛

جے چند کا سر پر غرور ہمیشہ اجمیر اور دلی کے راجپوتون کے مقابلہ مین بلند رہتا تھا، اس لئے اس کے پایۂ تخت نے بھی دو سرے پایہ تختون کے مقابلہ مین اس خصوصیت کو قائم رکھا، دلی اور اجمیر کے قدیم حالات تاریخ کی زبان سناتی ہی لیکن قنوج شکستہ عمارتون، بوسیدہ کھنڈرون، بلند ٹیلون، غرض تمام پستیون اور بلندیون سے اپنی تاریخ خود سنا رہا ہی؛

وہ شہر جو ہزارون برس تک تہذیب و تمدن کا مرکز تھا، جس کے تخت جلال پر بڑے بڑے با جبروت راجہ تمکن ہوئے، جو روحانیت کا سرچشمہ تھا، جس کے آثار قدیمہ عبرت و بصیرت کا سرمایہ ہین، اور جس کی بلندیان اور پستیان تاریخ کے نشیب و فراز کو ظاہر کرتی ہین، درحقیقت خود ایک مجسم تاریخ ہی، اس کو کسی رسمی اور کاغذی تاریخ کی ضرورت نہین،

مین اس شہر مین ایک زائر کی حیثیت سے وارد ہوا، تو اس کے آثار کی زبردست کشش میری نظر

کو اپنی طرف کھینچتی تھی، کیونکہ تاریخ نگاری مین اس سے بڑھکر مستند سرمایہ کیا ہاتھ آسکتا ہے؟ وہ ایک زندہ اور ناطق تاریخ ہے جس کا مقابلہ مردہ اور گنگ تاریخین نہین کر سکتین، غرض یہ تاریخ میری نگاہون مین عبرت و بصیرت بنکر جمع ہوئی، اور اشک خونین بنکر ٹپکی، جس سے یہ کاغذی صفحات خود بخود رنگین ہوگئے، اس بنا پر ناظرین کو جو کچھ ان صفحات مین ملیگا، وہ کوئی مکمل تاریخ نہین ہے، بلکہ اشک حسرت کے چند قطرے ہین جو میری آنکھون سے زیارت کے وقت جاری ہوئے!

قنوج پر اسلام کا مادی اثر اس وقت قائم ہوا جب شہاب الدین محمد غوری نے جے چند کو شکست دی، اور قنوج کے ہیبت ناک قلعہ پر ہلال کا پرچم لہرایا، لیکن اسلام کا روحانی اثر تیغ و خنجر اور توپ و تفنگ کی امداد سے بے نیاز تھا اس لئے وہ اس سے بہت پیشتر قائم ہو چکا تھا، چنانچہ سب سے پہلے اس شہر مین بابا حاجی شریف تشریف فرما ہوئے، جن کی روحانی قوت سے قنوج مین اسلام کی اشاعت ہوئی،

باباصاحب کا مزار شہر کے باہر ایک بلند چبوترے پر واقع ہے، جس کے مغربی سمت مین محراب بنی ہوئی ہے، یہ جگہ **حاجی شریف** کے نام سے مشہور ہے، اور بوسہ گاہ خلائق ہے، اہل قنوج کے بیان کے مطابق یہ سب سے قدیم زیارت گاہ ہے، چونکہ اس پر کوئی کتبہ نہین ہے اس لئے باباصاحب کا صحیح زمانہ متعین نہین کیا جاسکتا،

حاجی شریف کے بعد سب سے قدیم چیز **جے چند** کا قلعہ ہے، جس کے صرف کچھ آثار باقی رہ گئے ہین چہل شہید کا مزار بھی ایک قدیم تاریخی یادگار ہے،

بالا پیر کی قبر بھی قدیم قبر ہے، اس پر کتبہ لگا ہوا ہے لیکن پڑھا نہین جاسکا،

اسلامی آثار مین ایک قدیم ترین چیز **جامع مسجد** ہے جو سلطان ابراہیم شرقی (۸۰۴ تا ۸۴۴ھ) والی جونپور کی تعمیر کردہ ہے، اس کے سپہ سالارون (سلطان شہ اور جلال خان اجودھی) نے اس شہر کو جس شجاعت اور بسالت سے فتح کیا اس کا ذکر تاریخ فرشتہ وغیرہ مین موجود ہے، یہ مسجد نہایت سادہ بنی ہوئی ہے، پتھرون پر جو کام ہے وہ بھی معمولی ہے، محرابون کے بجائے پتھر کے سیدھے سیدھے ستون ہین جو اونچے ہوتے چلے گئے ہین اور ان پر

ان پر چھت پاٹ دی گئی ہے، مسجد کے دونون کنارون پر زینہ لگا ہوا ہے جس سے اوپر جاتے ہیں، یہان ایک دالان بنا دیا گیا ہے جس مین نماز پڑھی جا سکتی، اور وعظ سنا جا سکتا ہے،

محراب پر سورۂ کوثر، چھت پر سورۂ جمعہ، اور محراب کے اندر قل ہو اللہ کندہ ہے، مسجد مین کچھ دور تک سائبان چھایا ہوا ہے، جو حال کا اضافہ ہے، سائبان کے آگے صحن ہے، اس کے بعد ستون شروع ہوتے ہین جو قریب قریب بنے ہوئے ہین، ان ستونون مین لوہے کا جنگلا لگا دیا گیا ہے، اس طرح پورا صحن جنگلون کے اندر آجاتا ہے، اور مسجد صحرائی جانورون سے محفوظ ہو جاتی ہے، جنگلے سے متصل حوض ہے، جو حال مین بنایا گیا ہے،

مسجد پر منارے نہین ہین، صرف تین معمولی گنبد ہین، وسط کا گنبد نسبتہً بڑا ہے، یہ تینون گنبد گول نہین بلکہ چپٹے ہین،

پھاٹک پر خط نسخ مین یہ قطعۂ تاریخ کندہ ہے،

شکر للہ کہ بتوفیق خداوند کریم	بوالمظفر سر شاہان جہان ابراہیم
ہمدم عیسیٰ و ہمنام خلیل الرحمان	آنکہ بنمود جہان را ید بیضا چو کلیم
مسجدے ساخت مرتب کہ بدین رفعت و اوج	چو اساس ست معلیٰ ہمہ بنا ئیست عظیم
سلخ ذی قعدہ بسن ہشت صد و نہ ہجری	سرفراز ہمہ زیر قدمش گشت مقیم

حوض کی تاریخ یہ ہے،

حوض مثل حوض کوثر شد بنا،	صحن مسجد صورت گلشن شگفت
مرتضیٰ خان فکر تاریخش چو کرد،	حق تعالیٰ حافظ و ناصر بگفت،

حوض نعابی مرتضیٰ خان رئیس بالاپور کا بنوایا ہوا ہے،

عبرت، ولیکن عظیم الشان عمارت جس کی رفعت و بلندی کا اقرار خود چشم فلک کو تھا آج وطنی کی بدولت اپنے سنگ بنیاد کو قائم کر رہی ہے، اور اس کو نا ماقول شکستہ دار کے بجائے مرمت و ...

ابن سدۂ بدیع کہ از چرخ برترست | وین طاق بے نظیر کہ با زیب وزیور است
گشتہ بنا بعہد ہمایون حسین شاہ | کاندر زمان چنان ہمہ اور امسخرست
تعمیر کردہ شاہ ہری خان فتح جنگ | کافاق از جمال کمالش منورست
ہشتاد و یک دہشت صد از ہجرت نبی ؐ | تاریخ صدق گشت کہ ماہ ہمیرست
بانی طاق سید راجو ی نبی جلال | کافاق از جمال کمالش منورست
لہ . . . . | امید وار مغفرت از حضرت اکبرست

لیکن جانتے ہو! کہ آج اس "برتر از فلک" عمارت کے کنگرون سے کیا چیز ٹکراتی ہی؟ زاغ و زغن کی آواز!

شہر کی مشہور عمارتون مین **میر نبگالی** کی حویلی بھی ہی، یہ جامع مسجد سے آگے ملتی ہی، اندر کچھ ٹوٹی ہوئی عمارت باقی رہگئی ہے، پھاٹک اور چہار دیواری البتہ قائم ہین، اوران کو دیکھکر حویلی کی عظمت آنکھون مین پھر جاتی ہے،

عالمگیر کی مسجد بھی آثار قدیمہ مین ہی جو بالا پیر کے قریب واقع ہی، اور بالکل شکستہ ہی،

سید محمد بخاری کا مقبرہ بھی متبرک مقام ہی،

ان عمارتون کے علاوہ شہر مین متعدد عمارتین ہین جو اب تک اصلی یا کسی قدر متغیر شکل مین قائم ہین، لیکن چونکہ وہ اس قدر اہم نہین ہین، اس لئے ان کا ذکر قلم انداز کیا جاتا ہی،

قنوج کا ذرہ ذرہ سلطنتہائے مختلفہ کا مدفن اور اس کا چپہ چپہ اقوام قدیمہ کی یادگار ہی!

ازنقش ونگار درو دیوار شکستہ | آثار پدیدست صنادید "امم" را

لہ ہم سے یہ مصرع پڑھا نہین گیا، بعض خاندانون مین ایک صدی قبل کی جو بیاضین موجود ہین ان مین بھی یہان پر نقطے دئے ہوئے ہین جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک صدی پیشتر بھی یہ مصرع پڑھا نہین جاسکا تھا،

مترجمات

تاریخ مشہد خراسان[1]

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات ندوی،

خطہ خراسان کا مقدس شہر مشہد (طوس) جو امام ابوالحسن علی ابن موسی رضا امام ثامن کی خوابگاہ ہونے کی وجہ سے آج تمام اسلامی دنیا کی نگاہ عقیدت کا مرکز بنگیا ہے ابتدا مین چندان اہمیت نہین رکھتا تھا چنانچہ علمائے عرب کی ایک جماعت مثلاً ابن خردازبہ، مقدسی اور ابو الفدا نے اپنی کتابون مین اسکا ذکر تک نہین کیا، اصطخری، ابن حوقل، ذکریا بن محمد بن محمود القزوینی، یاقوت حموی اور ابن بطوطہ نے اس کا سرسری تذکرہ کیا البتہ صاحب کتاب نزہتہ القلوب، امیر زین الدین محمد صاحب زینتہ المجالس قاضی نوراللہ تستری حسینی صاحب مجالس المومنین، احمد رازی صاحب ہفت اقلیم، مرزا حسن زنوزی صاحب ریاض الجنہ اور فرہاد میرزا صاحب کتاب جام جم نے اسکا مفصل تذکرہ کیا اور سب کے آخر ۱۳۰۳ھ مین صنیع الدولہ محمد حسن خان نے دو ضخیم جلدون مین تاریخ مشہد خراسان کے نام سے اسکی مفصل و مبسوط تاریخ لکھی، یہ مضمون اسی آخری کتاب سے ماخوذ ہے،

شرقی مصنفین کے سلسلہ مین یہ مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ہم ان مغربی سیاحون اور جغرافیہ نویسونکا بھی ایک سرسری تذکرہ کردین جنہون نے مشہد کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھا ہی، سب سے پہلے ۱۴۰۳ھ مین ہانوے نے بلوروس و ایران کی سیاحت کی بہ خاص مشہد مقدس تک آیا اس نے اپنے سفرنامہ مین

[1] ترجمہ از عربی رسالہ العرفان،

اسکی قدیم و جدید تاریخ کا مفصل تذکرہ کیا ہی، متعدد فصلون مین شہر کے مختلف تمدنی، عمرانی اور سیاسی حالات دکھائے ہین، وہان کی زراعت اور پیداوار کا تذکرہ کیا ہی وہان کے اوقاف، مدارس بلکہ طلبا کی تعداد تک کو لکھا ہی، اس کے بعد ۱۸۲۱ء مین انگریز سیاح فورشائر نے سیاحت کی اور اپنے سفرنامہ کی دوسری جلد مین اسکا ذکر کیا، سرجان ملکم جو فتح علی شاہ قاچار کے عہد مین سفیر برطانیہ تھے انھون نے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے، اور مسٹر میکڈونل کنیر نے بھی اپنی کتاب جغرافیہ ایران مین اس پر کچھ لکھا، ۱۸۳۲ء مین موسیو کنولی ہندوستان آتے ہوئے طوس سے گذرے اور اسکی تجارت اور آبادی کا اپنے سفرنامہ مین تذکرہ کیا، پھر ۱۸۴۵ء مین موسیو فریہ نے یہان کی سیاحت کی اور اپنے سفرنامہ کی جلد اول مین یہان کے طبعی حالات، مناظر اور اسکی تاریخ کے متعدد پہلوؤن کی تشریح کی، انیسوین صدی کے وسط مین انگریز سیاح مسٹر فیریزر نے اس حصہ ملک کی سیاحت کی، اس نے اپنے مقاصد مین کامیابی حاصل کرنے کیلئے مسلمان ہوجانیکا اعلان کیا اور اس طرح وہ وہان کے اعلیٰ طبقون کی سوسائٹی مین داخل ہوکر وہان کے تمام حالات کا اچھی طرح مطالعہ کرسکا، اسی زمانہ مین نکولا خانیکوف روسی سیاح نے بھی ان اطراف کی سیاحت کی تھی، اسی روسی سیاح کے سیاحت نامہ کے متعلق موسیو سینٹ مارٹن نے ۱۸۶۱ء مین پیرس کی مجلس جغرافیہ کے روبرو اپنی وہ تحریر پڑھی جس مین موسیو موصوف نے کہا کہ

> ہمین خانیکوف کی سیاحت سے پہلے مشہد کے متعلق کچھ بھی حالات معلوم نہ تھے، اور یہان چند سیاحون نے اجمالی طور پر جو کچھ اس کے متعلق لکھا وہ چندان اہم نہین اس لئے یہ ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ ہم اس روسی سیاح کے کارنامے کی اہمیت کو سمجھین اور اس کی وہی قدر و منزلت کرین جو اس کا حق ہی،

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہم اصلی کتاب سے مجمل اقتباسات پیش کرتے ہین، یہ اقتباسات خاص مشہد مقدس سے متعلق حالات، اس کے آثار قدیمہ اور عمارات و کتبات پر مشتمل ہین،

مشہد کا ظہور اور اسکی آبادی مشہد کی بنیاد اس قدیم ایرانی شہر کے ویرانہ پر پڑی جس کا نام سناباد تھا، قدیم زمانہ مین خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے حمید بن قحطبہ یہان کا والی تھا، وہان حمید کا عظیم الشان مکان اور باغ تھا جب علاقہ خراسان مین ہارون الرشید نے انتقال کیا تو وہ حمید کے اسی مکان کے احاطہ مین دفن کیا گیا، مامون نے اپنے عہد خلافت مین اس قبر پر ایک قبہ بنانیکا حکم دیا جو عام طور پر قبۂ ہارونیہ کہلایا، اس کے بعد سنہ ۲۰۳ھ مین امام ثامن سیدنا ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا کا جسد مبارک اسی کے پہلو مین سپرد خاک کیا گیا، اور اسی دن سے اس کا نام اسی قبر کے انتساب سے مشہور ہوا، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد دیلمیون نے مشہد کی آبادی کو مزید ترقی دی، اور ان کے بعد امیر سبکتگین نے اس کو خراب و ویران کیا، غرض مشہد ایک مدت تک ویران حالت مین رہا اور خوف سے کسی شیعی کو اسکی تعمیر و آبادی کی ہمت نہوتی تھی یہانتک کہ ابن اثیر کے روایت کے مطابق سلطان محمود بن سلطان ناصر الدین سبکتگین کا زمانہ آیا اور اس نے وہان کی عمارات کی تجدید و توسیع کی، اس کے بعد سلطان سنجر سلجوقی کے عہد حکومت مین شرف الدین قمی نے اسکی مزید تجدید و توسیع کی، پھر اس کے بعد تاتاریون نے اس کو ویران و برباد کر دیا لیکن جب یہ سیلاب رکا اور فرو ہو گیا تو ہلاکو خان کے پوتے سلطان خدابندہ نے اس کی تجدید و تعمیر کی، چنانچہ ابن بطوطہ جب سنہ ۷۳۴ھ مین طوس سے گذرا ہے تو اس نے یہان کی آبادی اور عمارات کا حال اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے، اس کے بعد متعدد سلاطین و وزرا نے مشہد کی تعمیر و توسیع کی اور وہ اس کے زیب و زینت کو ترقی دیتے رہے یہانتک کہ سلطان میرزا شاہرخ گورگانی کے عہد حکومت مین اس کی عظمت و شان کا غلغلہ دور دراز ممالک مین پھیل گیا، اس نے سنہ [illegible]ھ مین وہان متعدد عمارتون کے بنا و تعمیر کا حکم دیا، اور اس کے بعد مشہد کی عظمت و تعمیر روز بروز ترقی کرتی چلی گئی،

خاص مشہد مبارک کا بیان مشہد شہر کے ٹھیک وسط مین واقع ہے، یہ ایک مربع عمارت ہے خاص ضریح مقدس کا پیمانہ ۵×۵ درع اور اس کے قبہ کی بلندی بیس درع ہے، اور جو چہار دیواری اس کو گھیرے

ہوئے ہیں اس مین بارہ دروازے ہین ان مین سے بعض دروازے سونے کے پترون سے منڈھے ہوئے ہین اور بعض چاندی کے پترون سے، ان دروازون مین قرآن مجید کی آیتین احادیث نبوی، قطعے اور عربی فارسی اشعار بکثرت لکھے ہوئے ہین، ضریح مبارک مین متعدد طاقچے ہین جنمین کا سب سے پہلا فولاد کا ہے اسکی تاریخ نہین معلوم اس کے علاوہ دوسرے طاقچے پیتل کے ہین مگر ان جواہر کی حفاظت کے خیال سے جو ان مین رکھے ہوئے ہین ان پر طلاکاری کر دی گئی ہے یہان بکثرت جواہر موجود ہین، قبہ نہایت صاف اور لموتگن سونے سے منڈھا ہوا ہے اس کے دائرہ مین عربی عبارت جسکا مفہوم یہ ہے نہایت جلی خط مین لکھی ہوئی ہے،

"اس قبہ کی تزئین کا حکم شاہ عباس اعظم نے اس وقت دیا جب وہ اسکی زیارت کے لئے پایۂ تخت اصفہان سے یہان آئے تھے۔ یہ سنہ۱۰۱۰ھ کا زمانہ تھا اور اس تزئین کی تکمیل سنہ۱۰۱۶ھ مین ہوئی،"

"سنہ۱۰۱۶ھ مین کمال الدین محمود یزدی نے یہ خدمت انجام دی اور علی رضا عباسی نے یہ عبارت لکھی"

قبہ پر اس کے علاوہ اور بھی عربی عبارتین مندرج ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب سنہ۱۰۸۴ھ کے زلزلہ سے اس عمارت کو صدمہ پہنچا تھا تو اس کی مرمت واصلاح کے بعد شاہ سلیمان صفوی نے دوبارہ اسکی تذہیب کا حکم دیا اور سنہ۱۰۸۶ھ مین اس حکم کی تعمیل ہوئی،

اندرون مشہد کے کتبے | مشہد مقدس کے اندرونی حصہ مین بکثرت کتبے ہین ان مین کے بعض تقریباً پانچوین صدی تک کے ہین، یہ سب کتبے عربی زبان واسلوب مین ہین، اوران مین کے بعض خط کوفی مین ہین جن کے آخر مین کاتب کا نام بھی ظاہر کر دیا گیا ہے، غالباً سب سے پہلا کتبہ جو اس پر منقوش ہوا اس مین ابونواس کے وہ مشہور اشعار ہین جن مین کا پہلا شعر یہ ہے،

مطھرون نقیات جیوبھم　تجری الصلوٰۃ علیھم اینما ذکروا

ان اشعار کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

"تقرب بھذہ العمادۃ الضعیف　بندہ ضعیف غلام آل محمد عبد العزیز بن آدم

الذلیل المحتاج الی رحمۃ ربہ تعالیٰ	بن ابی نصرقمی نے بہ نیت ثواب یہ عمارت
مولی ابی محمد عبدالعزیز بن آدم بن	بنائی،
ابی نصرالقمی"	

بعض محرابون مین جو کتبے خط کوفی مین منقوش ہین ان کی عبارت یہ ہی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ" الی قولہ "ان الدین عند اللہ الاسلام"

بعض جگہ یہ عبارت منقوش ہی،

کن فی صلوتک خاشعا	اپنی نماز مین عاجز و خاشع ہوجاؤ

اسی خط مین یہ آیت بھی لکھی ہوئی ہی،

ان الحسنات یذھبن السیئات	نیکیان برائیون کو مٹا دیتی ہین،

ایک جگہ لکھا ہی،

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللھم اغفر لمن استغفر لابی زید محمد بن ابی زید النقاش"

ایک کتبہ مین پوری سورۂ توحید نہایت باریک خط مین لکھی ہوئی ہی، اس کی تاریخ کتابت ۶۱۲ھ ہے،

ان عبارتون کے علاوہ اندرونی حصہ عمارت مین، اور بہت سی آیات، احادیث، جوامع الکلم اور کلمات نصیحت و موعظت منقوش ہین، یہ سب کی سب عربی مین ہین اور ان کا خط ایسا جلی ہی کہ اچھی طرح پڑھا جاتا ہی، انہی مین ایک یہ طویل کتبہ بھی ہی،

من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انکم	رسول اللہ صلعم کا فرمان ہی اگر تم لوگون کے ساتھ اپنی
لن تسعوا الناس باموالکم فسعوھم باخلاقکم	دولت کے ذریعہ سے بھلائی نہ کرسکو تو ان کے ساتھ
قال ابراھیم بن العباس الصولی لو وزنت	خوش اخلاقی سے پیش آؤ، ابراہیم بن عباس صولی نے
ھذہ الکلمۃ باحسن کلام الناس لرجحت	کہا اگر اس عبارت کو انسانون کے مجموعی بہترین کلام سے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ لا علم کالتفکر،	وزن کیا جائے تب بھی اسکا وزن زیادہ ہوگا رسول اللہ
لکل قلب شغل من رضی عن نفسہ کثر الساخط	صلعم نے فرمایا علم غور وفکر کے برابر نہیں ہی ہر قلب کے لئے
علیہ قلب الاحمق فی فیہ ولسان العاقل	کچھ نہ کچھ شغل ہی جو اپنے نفس کا تابع ہو اس پر مکروہات کا
فی قلبہ، دسول الموت الولادۃ،	ہجوم ہوگا، احمق کا قلب اس کے منہ مین ہوتا ہی اور
" " " " "	عقلمند کی زبان اس کے قلب مین، پیدائش موت کا پیش رو ہی

جو محراب ضریح مقدس کے سرہانے ہی اس پر بھی بکثرت آیات واحادیث منقوش ہین اور یہ علی بن محمد بن ابی طاہر غفر اللہ ذنوبہ کی لکھی ہوئی ہین،

آثار وعمارات مشہد

دار الحفاظ عمارت مشہد کے مقابل کم وبیش اسی طرح کی متعدد عمارتین ہین، ان مین سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر دار الحفاظ ہی، یہ ایک بلند مربع عمارت ہی اسکا عرض ساڑھے سات ذرع اور طول اٹھارہ ذرع ہی اس مین کاشانی پتھر کی چوڑی چوڑی اینٹونکا فرش ہی، اس کو امیر تیمور گورگانی کے بیٹے شاہ رخ (امیر ہرات وخراسان) کی بیوی گوہر شاد نے تعمیر کرایا تھا، اس عمارت مین بعض شاہان فارس اور ان کے وزراء کی پانچ قبرین ہین اور اس مین متعدد فارسی کتبے ہین،

دار السیادۃ یہ عمارت بھی اسی خاتون گوہر شاد کے آثار مین سے ہی یہ ایک مستطیل عمارت ہی اسکا طول تیس ذرع اور عرض مختلف ہی، اس مین آب شیرین کی ایک نہر اور متعدد قبرین ہین، اس کو اس زلزلہ نے جو شاہ سلیمان صفوی کے عہد مین آیا کمزور کر دیا تھا لیکن اسی بادشاہ کے حکم سے اسی وقت اسکی مرمت اور درستی کر دیگئی تھی، اسکی دیوارون پر جابجا کتبے بھی ہین لیکن یہ سب قریب ہی زمانہ کے ہین، ان مین اکثر فارسی اشعار ہین، مگر ان کے علاوہ اور بھی چند کتبے ہین جو زمانہ قدیم کے ہین اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ

اس عمارت کی بنیاد چھٹی صدی میں پڑی تھی،

قبۂ اللہ وردی خان یہ وہان کی مشہور اور عظیم الشان عمارتون مین داخل ہے در و دیوار اور بنیاد نہایت مضبوط و مستحکم بلند اور ہشت پہل عمارت ہے اس کے اندرونی حصہ مین آٹھ صفین ہین اس کے رنگا رنگ اور مزین پتھرون پر دوازدہ ائمہ کی تاریخ ولادت و وفات درج ہے ان کے علاوہ احادیث ماثورہ اور فارسی اشعار بکثرت منقوش ہین، اس کے بالائی دائرہ مین سورہ جمعہ وغیرہ لکھی ہوئی ہین،

اور دوسرے آثار قدیمہ مشہد کے شمالی جانب ایک قدیم العہد صحن ہے جسکا طول ۸۶ ذرع اور عرض ۶۰ ذرع ہے، اور یہ صحن جیسا کہ اس کے کتبون سے ظاہر ہوتا ہے صفویون کے آثار باقیہ مین سے ہے، اس کے علاوہ ایک اور صحن جدید ہے جو شاہ فتح علی شاہ قاچار کے آثار مین سے ہے، اسکا طول ۷۲ ذرع اور عرض ۷۴ ذرع ہے اسکی دیوار نہایت بدیع الصنعت کاشانی پتھرون سے ڈھکی ہوئی ہے، فرش سنگ رخام کا ہے اور اس مین بکثرت عربی کتبے ہین،

مسجد گوہر شاد مشہد کی عمارتون مین اہم اور قابل ذکر گوہر شاد کی مسجد ہے یہ مسجد حسن و جمال اور خوبی عمارت و استحکام کی ایک نشانی ہے، اس مین گوناگون نقش و نگار کے کاشانی پتھر لگائے گئے ہین اسکا طول ۵۲ ذرع اور عرض ۴۸ ذرع ہے، اس مین ایک بلند قبہ اور اذان کہنے کے لئے ایک اونچا چبوترہ بنا ہوا ہے مسجد کے چار دروازے ہین اس مین عہد سلاطین صفویہ و قاچاریہ مین بھی کچھ نہ کچھ تعمیری اضافے ہوتے رہے، اس مین جو کتبے ہین وہ سنگ رخام یا سنگ کاشان مین کھدے ہوئے ہین، انہی کتبون مین سے ایک کتبہ مین بانیۂ عمارت گوہر شاد کے ذکر و ثنا کے بعد آخر مین یہ عبارت لکھی ہے،

اتفق تحریرھا فی اوائل شھر اللہ	یہ عبارت اوائل شہر رجب المرجب ۸۲۱ھ
المبارک رجب المرجب ۸۲۱ھ عمل	مین لکھی گئی، عبد ضعیف قوام الدین بن زین الدین
العبد الضعیف الفقیر المحتاج لعنایتہ	شیرازی نے اس کو بنایا،

الملك الرحمن، قوام الدين بن زين الدين

" " " " " " "

الشیرازي الطیبان۔

" " " " " "

مشہد کے دوسرے آثار قدیمہ مین مشہور تابعی ربیع بن خثیم کا مقبرہ ہے، شاہ طہماسپ صفوی، عباس مرزا بن فتح علی شاہ قاچار اور بہائی کا مقبرہ بھی یہین ہے اور ان کے علاوہ دوسرے سلاطین اور وزراء وصدور کی قبرین بھی ہین،

مشہد کے تاریخی حوادث | کتاب کی سب سے زیادہ طویل فصل یہی ہے، اس مین مصنف نے ان تمام حوادث کو جمع کر دیا ہے جو نو سو برس کی طویل مدت مین یہان گذرے، ان مین ہر قسم کے جنگی، سیاسی، عمرانی اور طبعی حوادث ہین، مثلاً دولت غزنویہ اور دولت سلجوقیہ کے عہد کے حوادث، قبائل غز کے حملے، تاتاریون اور مغلون کا تغلب، ترکمان اور ازبک قبائل کا ہجوم اس کے بعد صفویہ کا آغاز اور ان کا ان اطراف کے امرا پر اقتدار، پھر سنہ ۹۵۱ھ مین دفعۃً اس پر ازبکون کا حملہ اور شہر مین قتل عام کرنا اس کے بعد شاہ عباس صفوی کا اس فتنہ کو فرو کرنا اور ازبکون کو وہان سے نکالنا، پھر سنہ ۱۱۳۵ھ مین صفویون کے ضعف کے بعد نادر شاہ کا اٹھنا اور اس حصۂ ملک کو فتح کرنا، نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کے بھتیجے علی قلیخان کا سنہ ۱۱۶۰ھ مین اس پر قابض ہونا پھر امرار افغان کا اسکا محاصرہ کر لینا اور زندی فوجون کا ان کو وہان سے ہٹانا، اس کے بعد وہان کی طوائف الملوکی پھر آخر تیرھوین صدی ہجری کے آغاز مین قاچاریون کا ان ممالک پر قابض ہونا، یہ تمام واقعات نہایت شرح وبسط سے لکھے گئے ہین،

عہد مؤلف | ایک فصل مین مؤلف نے اپنے زمانہ کے حالات مشہد کو بھی لکھا ہے،

شہر کے چارون طرف ایک ناتمام شہر پناہ ہے یہ شاہ طہماسپ صفوی کے آثار مین سے ہے، اس شہر پناہ کا محیط تقریباً ایک فرسخ ہوگا، اس مین ۱۰۹ برج ہین، ہر دو برج کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا قدیم زمانہ کی بندوق کی زد کا ہوتا ہے، شہر کے چھ دروازے ہین، شہر کو ایک طویل سڑک جس کا عرض ۲۲ ذرع ہے،

دو حصون مین تقسیم کرتی ہی، شہر مین چھ بڑے اور با اثر قبیلے اور دس چھوٹے قبیلے ہین، یہان تیس سے زیادہ حمام اور گیارہ سرائین ہین، مشہد مین ایران کے دوسرے شہرون سے زیادہ مدرسے ہین، اس مین تقریباً بیس مدرسے تو ایسے ہین جو عمارت اور کثرت طلاب کی حیثیت سے اصفہان کے مدارس کے برابر ہین، یہان متعدد بہت پرانے ہین جو زمین کے اندر اندر بیٹھے ہین، یہان کے مدارس مین قدیم ترین مدرسہ با مین ہی جو شاہ رخ گورگانی کے عہد حکومت ۸۲۳ھ مین قائم ہوا تھا، اس کے بعد وہ مدرسے ہین جو صفوی عہد حکومت مین قائم ہوئے، اکثر مدارس مین کتبے خط کوفی اور عربی خط نسخ مین ہین، اسی فصل مین مصنف نے مشہد کے مضافات اور ان اطراف کے دیہات اور پہاڑون کا بھی مفصل تذکرہ کیا ہی،

خاتمہ کتاب مین مصنف نے مشہد کے دو سو سے زیادہ مشاہیر رجال کا تذکرہ بھی لکھا ہی، ان مین ہر طرح کے ارباب کمال مثلاً علما، محدثین، شعراء، صوفیا، خطاط، اور مجاورین مشہد داخل ہین

دار المصنفین کی نئی کتاب

سیر الصحابیات

از

مولوی سعید انصاری

جس مین نہایت مستند حوالون سے، ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ اور عام صحابیات کے سوانح اور ان کے اخلاقی، مذہبی اور علمی کارنامے درج ہین، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۲۲۵، قیمت ع۲ ر

منیجر

تلخیص و تبصرے

محمد اور عیسیٰ علیہما السلام

پروفیسر اے جی ٹبمی، نے نیشن انیڈ اتھینیم مورخہ ۲۲ نومبر میں ایک مضمون لکھکر یہ دکھانے کی کوشش کی ہے،

کہ آنحضرتؐ اور حضرت عیسیٰؑ کی کامیابی و شہادت اور ان کی اقوام کی اپنے مذہب سے دوری صرف حالات اور

وقت کی بات تھی اور اگر حضرت عیسیٰؑ آنحضرتؐ کی جگہ ہوتے یا آنحضرتؐ ان کی جگہ ہوتے تو حضرت عیسیٰؑ یقیناً کامیاب

اور آنحضرتؐ بلاشک و شبہہ مصلوب ہوتے، چنانچہ مسٹر موصوف تحریر فرماتے ہین،

"حضرت عیسیٰ اور رسول اسلام نے ایک ہی طرح اپنے کام شروع کئے" دونون نے ایک "آسمانی

حکومت" کی تبلیغ کرکے جو اس عہد کے عقائد اور سیاسی مفاد کے خلاف تھا کافی شہرت حاصل کر لی تھی، حضرت عیسیٰؑ

کو اس کے لازمی نتیجہ سے دوچار ہونا پڑا، چند ہی سالون کے بعد وہ گرفتار ہوئے، مجرم بنے، اور شہید کردے گئے

محمدؐ نے عمر طبعی حاصل کی، ایک حکومت کی بنا ڈالی جس نے مشرقی سلاطین کی عظمت کو قائم کرکے ان کو حکومت

روم کا شریک و معاصر بنا دیا، ظاہرا ہم کو حضرت عیسیٰؑ کی زندگی عجیب نظر آتی ہی، لیکن درحقیقت آنحضرتؐ کی زندگی

حیرت انگیز ہے"

"دونون پیغمبر رومن حکومت مین پیدا ہوئے، لیکن حضرت عیسیٰؑ اندرونی صوبہ مین تھے اور آنحضرتؐ

سرحدی صوبہ مین، برٹش سلطنت سے اگر تمثیل دون تو کہہ سکتا ہون کہ حضرت عیسیٰؑ کی مثال بنگال کے

ایک باغی کی تھی اور حضرت محمدؐ کی قندہار کے ایک حملہ آور کی!! اس لئے اول الذکر رومی والی ٹائبیریس

کے قبضہ مین تھے اور موخرالذکر ہرقل کے مضبوط ہاتھون سے دور، آنحضرتؐ نے جب ہرقل کو خط لکھا تو اس نے نرم

و صلح آمیز جواب دیا، لیکن دوسری طرف حضرت عیسیٰؑ تھے جو ہمیشہ حکومت کی اطاعت کرتے رہے،

سخت ترین سزا کے مستحق سمجھے گئے؛ حضرت عیسیٰؑ اگرچہ آنحضرتؐ سے کم نقصان دہ تھے لیکن چونکہ ان کو آسانی سے پا لیا گیا اس لئے وہ مظالم کا شکار ہوئے؛ انھون نے قیصر کے سامنے وہی چیز پیش کی جو اس مین تھی اور مصلوب ہوئے، لیکن آنحضرتؐ کے جانشینون نے قیصر کے صوبے لے لئے؛ پس یہ اختلاف ان کی ذاتون سے وابستہ نہ تھا بلکہ حکومت سے مختلف تعلقات پر منحصر تھا"

"کوئی شخص بھی اس بات سے انکار نہین کر سکتا کہ اگر آنحضرت صلعم حضرت عیسیٰؑ کی جگہ ہوتے تو یقیناً وہ بھی مصلوب ہوتے، کیونکہ جب انھون نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو اپنی جان ہتھیلی پر لئے تھے، اور آپ کو حضرت عیسیٰؑ سے کہین زیادہ خطرات کا سامنا تھا، کیونکہ آپؐ نے اپنا فرض ان وحشی قبائل مین شروع کیا جو حکومت روم کے متمدن لوگون سے زیادہ خوفناک، انتقام پسند، خونخوار اور بدخو تھے۔ آپؐ نے ابتدا مین بہت کم کامیابی بھی حاصل کی، چنانچہ ابتدائی تین سالون کا نتیجہ صرف تیس اشخاص تک محدود تھا، (اور یہ حضرت عیسیٰ کی تمام مدت تبلیغ ہی) ساتوین سال حالت نازک ہوگئی؛ مکہ والون نے اس جماعت سے اپنے تمام تعلقات منقطع کر لئے اور اگر وہان کے حالات بھی فلسطین جیسے ہوتے تو آپ کا خاتمہ زیادہ حسرت ناک ہوتا؛ جس چیز نے اسلام اور اس کے بانی کو بچا لیا، وہ عرب کے قبائل کی سیاسی خانہ جنگیان، اور حکومت روم سے دوری تھی، اور انہی چیزون نے اہل یثرب کو اس بات پر تیار کر دیا کہ جس شخص کو اہل مکہ نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے اور جس کے خون کے پیاسے ہون، اس کو عزت سے لا کر اپنی تمام دولت محبت اس پر نثار کر دین؛ محمدؐ نے دنیاوی کامیابی بھی حاصل کی، لیکن یہ صرف واقعات و حالات کی بنا پر تھا۔ ورنہ اگر وہ ایسے حالات و واقعات مین نہ ہوتے تو دنیا کا کوئی گوشہ بھی ان کے لئے مامن نہ ثابت ہوتا، ظاہر ہے کیا اگر حضرت مسیح ایسے حالات مین ہوتے تو وہ ایک "حکومت ارضی" کے قیام مین کامیاب نہ ہوتے؟ ہوتے اور یقیناً ہوتے اور اگر رومی حکومت پیغمبر کی تیغ بران کو نہ روکتی تو آج حواریین تخت حکومت پر جلوہ افروز نظر آتے"

"پس ہم دیکھ چکے کہ دونون کا طریق عام یکسان تھا اور یہ عام عیسائی اعتراض کا ایک اٹل جواب ہے کہ

محمد روحانیت سے زیادہ مادیت کے متلاشی تھے، اور عیسائیت صرف اپنی خوبیون کی بناپر پھیلی اور اسلام بزورِ شمشیر عام ہوا؛ واقعہ یہ ہے کہ صورت حالات اس کے بالکل متضاد تھی، اسلام کہتا ہے "اسلام یا جزیہ" لیکن دوسری طرف مسیحیت کا اعلان ہے "مسیحیت یا موت" چنانچہ اسلام کے ابتدائی فاتحین اور مشرق وسطیٰ کی تبدیل مذہب کی تاریخ اس کی شاہد ہے، چنانچہ صدیون تک اگرچہ اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا رہا لیکن تبدیل مذہب کا کوئی سوال سامنے نہ آیا؛ لیکن بعد مین اسلام نے بھی وہی صورت اختیار کر لی جو اس سے سات سو سال قبل مسیحیت، حکومت روم کے مغربی صوبون مین کر چکی تھی؛ تاہم یہ بات قائم رہگئی کہ اگرچہ دونون ایک ہی حالات مین بڑھے، لیکن مختلف صورتین اختیار کر لین،

"کیا دونون بانیان مذہب کی تعلیمات اور ان کی حیات ہم کو یہی بتاتی ہین؛ یا یہ دونون جماعتون کے لوگون کے اضافے تھے؛ دونون گروہون کا قاعدہ ہے کہ وہ مخالف جماعت کے بدترین کارنامون کو ایک طرف اور اپنی بہترین تعلیمات کو دوسری طرف رکھکر مخالف کی صف پر حملہ کرتے ہین؛ اور یہ ایک ایسا ہتھیار ہے جس کی کاٹ کا کوئی جواب نہین،"

"لیکن کیا اس سوال کا جواب بھی یہی نہین ہے کہ حالات و واقعات نے ان سے یہ سب کچھ کرایا، مثلاً اگر دوسری اور تیسری صدی عیسوی کے بہترین حالات کے بعد ۱۹۲۹ء کے بدتر حالات یا ۱۹۱۴ء کے بدترین واقعات رونما ہوئے اور انھون نے مسیحیت کو مغرب کی مادی ترقی کا سیاہ داغ لگا دیا، تو یہ سب کچھ حالات و واقعات پر منحصر تھا؛ اسی طرح اسلام کے زوال کے اسباب بھی پیش کئے جا سکتے ہین"

مصری اخبارات

تمدن جدید مین صحافت ایک بڑی طاقت ہے، یورپ نے اس سے جو مختلف کام لئے ہین وہ سب پر ظاہر ہین؛ مصریون مین سب سے پہلے قومیت کے بانی مصطفےٰ کامل پاشا نے اس اہمیت کو سمجھا اور اللواء کے ذریعہ اس کی تبلیغ شروع کی چنانچہ ایک عرصۂ قلیل ہی مین اللواء تمام عالم

اسلامی کا ایک اہم ترین روزنامہ بن گیا، پھر اس کے ساتھ Egyption Standard (انگریزی) اور ریفارم Standard Egyp (فرنچ) میں روزانہ نکلنے لگے، اس وقت سے اخبارات کی تعداد برابر بڑھتی گئی، اور اس وقت اس چھوٹے سے ملک سے ۱۹۰ اخبارات شائع ہو رہے ہیں، ان میں سے ۱۲ فرانسیسی میں، ۴ انگریزی میں، ۴ اطالوی زبان میں، ۸ یونانی میں ۳ ارمنی میں، ۱ مالٹی زبان میں، ۱ فرنچ و عربی، ۱ عبرانی و عربی، ۱ فرنچ و اطالوی، ۱ فرنچ و انگریزی اور باقی ۱۴۸ عربی میں ہیں،

عربی اخبارات میں مندرجہ ذیل صحائف قابل ذکر ہیں:-

الاہرام ۱۸۷۵ء میں قائم کیا گیا، یہ مصر کا سب سے بڑا اخبار ہے، تمام عربی اخبارات میں اسکے ذرائع خبر مکمل ترین ہیں۔

المقطم ۱۸۸۸ء سے نکلتا ہے،

الاخبار ۱۸۹۶ء سے شائع ہوتا ہے،

المحروسہ ۱۸۸۰ء سے نکل رہا ہے،

وادی النیل ۱۸۹۰ء سے شائع ہوتا ہے،

البشیر، ۱۸۹۶ء سے وجود میں آیا ہے، یہ تجارتی اخبار ہے،

الوطن، ۱۸۷۶ء سے نکل رہا ہے،

مصر، ۱۸۹۱ء سے شائع ہوتا ہے،

الانکار ۱۸۹۵ء

الامتہ، ۱۹۱۵ء

المنبر، ۱۹۰۶ء

نظام، ۱۹۰۹ء

اللواء ۱۹۰۷ء

فرنچ زبان کے اخبارات

لالیبرٹی (LA LIBERTY) سنہ ۱۹۲۱ء سے شائع ہوتا ہے؛ بیچ مین بند ہوگیا تھا لیکن اب پھر نکلتا ہے؛ ایجپشنی (EGYPTIENE) سنہ ۱۸۹۸ء مین قائم ہوا۔ پروگریس سنہ ۱۹۱۰ء سے نکلتا ہے؛ لاریفارمے (LAREFORME) فرانسیسی مفاد و اغراض کا حامی ہے؛ لاجرنل ڈو کیرو (LA JAR.DECAIRO) سنہ ۱۸۹۹ء سے شائع ہوتا ہے؛ لاڈلٹا (LADELTA) سنہ ۱۹۱۱ء اور یہ لاریفارمے کا نقش ثانی ہے؛ لاویرائٹے (LA VERITE) سنہ ۱۸۹۳ء سے نکلتا ہے؛ اور لاریویو ایجپشنی (LA REVIEWEGYPTIENE)

اطالوی زبان کے اخبارات

لی امپرزیلی (L'IMPERZIOLE) سنہ ۱۸۹۱ء سے شائع ہوتا ہے، مسجرو ایجی زیانو (MESSEGERO EGIZIONO) سنہ ۱۸۷۴ء سے نکلتا ہے، اور لی روما (LE ROME) سنہ ۱۹۱۸ء سے نکل رہا ہے؛ یہ تمام کے تمام، اطالوی اغراض کے وکیل ہے؛

یونانی زبان کے اخبارات

لاکیرن (LA KAIRON) سنہ ۱۸۷۳ء سے نکلتا ہے؛ لی کرونو سناس (LECHRONOS PHOS) سنہ ۱۹۰۸ء سے، تانی (TANEA) سنہ ۱۹۱۰ء سے،

یہ تینوں اخبار یونانی شہنشاہت کے خلاف ہین اور لی افامرس (L'EPHIMORUS) اور لی ٹیلیگرافس (LETELEGRAPHES) جو سنہ ۱۹۱۰ء اور سنہ ۱۸۸۲ء سے علی الترتیب نکلنا شروع ہوئے ہین، شہنشاہت کے حامی ہین؛

فارسی، ترکی اور جرمنی اخبارات

چہرہ نما، فارسی مین نکلتا ہے۔

الاجتہاد، کو ڈاکٹر عبداللہ جاوید اور سرپرستی کو مولانازادہ رفعت بے ترکی مین شائع کرتے ہین، جرمنی زبان مین سنہ ۱۹۱۴ء سے نکل رہا ہے؛

(مسلم اسٹینڈرڈ)

اخبارِ علمیّہ

سنہ ۱۹۲۱ء کا نوبل پرائز متعلق کیمیا اکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ساڈی کو ملا تھا، سنہ ۲۲ء کا اسی فن کا انعام کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر آسٹن کو ان کی کیمیائی اکتشافات کی بنا پر دیا گیا ہے؛

سنہ ۱۹۲۱ء کا نوبل پرائز متعلق طبعیات، پروفیسر آئنسٹین کو عطا کیا گیا تھا اور سنہ ۲۲ء کا پروفیسر نامی بوہر کے ہاتھ آیا ہے،

سنہ ۱۹۲۲ء کے نوبل پرائز متعلق ادبیات کی فال اسپینی مصنف جسنتو بن ونتو کے نام پر نکلی ہے؛ یہ ۱۰۰ پونڈ کا انعام ہے،

سر ایم، دسوسا رے ال انڈیا سائنس کانگریس کے جو اس مہینہ کے دوسرے ہفتہ مین لکھنؤ مین منعقد ہوئی تھی صدر تھے،

بریگیڈ جنرل پریرہ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء مین پیکن سے ...، میل طے کرکے ۴ دسمبر سنہ ۲۲ء کو کلکتہ پہونچے ہین، انھون نے تقریباً نصف مسافت پیدل طے کی ہے؛

برطانوی حکومت، کی جو نمائش آئندہ سال لندن مین ہونیوالی ہے، اس کے ہندوستانی حصہ کی عمارت کے لئے ۱۱۲۰۰۰ پونڈ دئے گئے ہین؛

ہندوستان کے تاریخی کاغذات کے کمیشن کا جو پانچوان اجلاس وسط ماہ مین ہوا تھا، اسکا افتتاح لارڈ لیٹن نے کیا تھا، کمیشن کے سکرٹری مولوی عبد العلی الیف، ار، ایس، ای، ایم، اے نے جوان کاغذات کے ناظم بھی ہین، ان تاریخی نسخون کی جو خطاطی کی حیثیت سے کوئی خاص خوبی رکھتے ہین، نمایش کی تھی؛

بمبئی کی زنانہ یونیورسٹی نے حال مین، اپنی اس عمارت کی رسم افتتاح انجام دی ہو جوان طالبات یونیورسٹی کے لئے بنائی گئی ہو جو ایام تعطیل مین یہان آکر اجتماعی زندگانی بسر کرنا چاہتی ہین؛ یونیورسٹی مذکور عنقریب ایک مستقل دار الاقامہ بھی بمبئی مین تعمیر کرانے والی ہے؛

برزلین کے ایک نوجوان سائنس دان الکسیو سیلکس ہڈردنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہو جس سے حبشی بے تکلف، گورے بن سکتے ہین، وہ ایک ہاتھ یا پیر سے ایک نالی کے ذریعہ خون نکالتا ہو، اس کو صاف کرتا ہو، اور دوسرے ہاتھ یا پیر کے ذریعہ بدن مین ایک دوسری نالی سے داخل کرتا ہو، رنگ کی اس تبدیلی مین تقریباً ایک مہینہ صرف ہوتا ہے،

آجکل ایک عجیب قسم کی گھڑی بنائی جا رہی ہو جس مین، ریڈیم کا ایک چھوٹا سا ذرہ رکھدیا جائیگا، جسکی وجہ سے وہ کسی چابی کے بغیر ایک ہزار سال تک یون ہی چلتی رہیگی؛ ابھی تک اس مین پوری کامیابی حاصل نہین ہوئی ہو، لیکن امید کیجاتی ہو کہ بہت جلد تمام مشکلات دور ہو جائینگی؛

رائل کالج آف فیزیشین نے اس سال ۱۲۷ اشخاص کو طبابت کی سند دی ہو، اس مین ۷ ہندوستان اور ۲ سیلون کے بھی ہین؛

کلکتہ مین کالاآزار سے جواموات گذشتہ تین سالون مین ہوئی ہین، وہ تدریجی ترقی دکھاتی ہین:۔

سنہ	مریض	اموات
سنہ ۱۹۱۹ء	۴۴	۱۰۹
سنہ ۱۹۲۰ء	۵۸۰	۱۶۲
سنہ ۱۹۲۱ء	۶۴۵	۲۰۴

ایک اور خاص بات جو اس طرف دیکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مرض ہندوستانی عیسائیون، غیر ایشیائی قومون اور اینگلو انڈین لوگون مین بڑھتا جاتا ہے؛

صوبہ متحدہ کے محکمہ زراعت کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ سال تقریباً ......۴ ایکڑ زمین مین، پوساکا گیہون بویا گیا تھا، اور اس کی وجہ سے کاشتکارون کو تقریباً پندرہ روپیہ فی ایکڑ یا......۶ روپیہ کا مزید فائدہ ہوا، اور اگر جدید طریقہ سے کاشت کیجاتی تو اس سے زیادہ کی امید تھی؛

پنجاب مین......۷ ایکڑ مین یہ گیہون بویا گیا اور اس صوبہ سے بہتر ثابت ہوا، سنہ ۱۹۲۱ء کی شاہی زراعتی نمائش، سڈنی مین، اول دو انعامات اسی گیہون کو ملے تھے،

اس سال کنیڈا کی کاشت ہمیشہ سے اچھی ہوئی ہے، اس سال تمام اجناس.........۲۰ بوشل پیدا ہوئے ہین جو گذشتہ سال سے ......ا بوشل زیادہ ہین۔

---

۳۱ مارچ سنہ ۲۱ئہ تک ۳۷۰۲۹ میل ریل کی سڑکین ہندوستان مین تھین، ان مین سے ۲۶۸۰۹، سرکاری، ۲۹۴۱۴، مختلف ریاستون کی اور ۲۶۴ کمپنیون کی ملکیت مین ہین، ان مین کام کرنیوالون کی مجموعی

تعداد ۷۵۱۰۷۵۲۰ ہی جس مین،

یورپین ۶۹۰۱ اینگلو انڈین ۱۱۶۹۹ اور ہندوستانی ۷۴۳۱۵۲ ہین ؛

اسٹیریا مین بٹن، بکلس اور زیورات کے بنانیکا نیا طریقہ ایجاد کیا گیا ہی یعنی یہ چیزین موٹے کاغذ اور سکارڈ بورڈ سے تیار کیجاتی ہین اور بازارون مین بہت مقبول ہو رہی ہین ؛

برطانوی حکومت کی نمائش کی شرکت کیلئے جو آیندہ فروری مین لندن مین ہوگی، ۵۰۰۰ دعوت نامے ہندوستان اور سٹریٹ سٹلمنٹ کو بھیجے گئے ہین ،

ڈاکٹر او-الیف، رنیسہولڈ (میپل وڈ) نے کراسن کے تیل کو منجمد کرنے کی ترکیب معلوم کی ہی؛ اس منجمد تیل کو آدمی جیب مین رکھکر جہان چاہی برف کے ٹکڑے کی طرح لیجاسکتا ہی اور جب ضرورت ہو، اس کو پگھلا کر یا پانی مین ڈال کر لیمپ روشن کرسکتا ہی؛ اور اگر کوئی لیمپ بھی موجود نہ ہو تو خود اسی ٹکڑہ کو روشن کیا جاسکتا ہی جو موم بتی کی طرح جلیگا؛

گلیڈس پورٹر نامی عورت نے یہ کمال پیدا کیا ہی کہ وہ صرف اپنے اوپر کے دانتون پر اپنے تمام جسم کا بار برداشت کرلیتی ہی، اور ایک منٹ تک وہ اس توازن کو قائم رکھتی ہی؛

کاہل الوجود اشخاص کیلئے جو صبح کو اٹھکر آگ سلگانا پسند نہین کرتے، ایک فرانسیسی نے ایک گھڑی ایجاد کی ہی جو تیار پانی چولہے کو خود بخود روشن کردیتی ہی؛ اور جس وقت گرم پانی چاہین مل سکتا ہی؛

توام لڑکون کے متعلق جو ایک دوسرے کے جسم سے جدا نہ ہو سکتے ہون، یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ ان کے ظاہری حرکات، تمامتر ایک ہوتی ہین، اور ایک دوسرے کا حال ان کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے، کہ ہونسے بیٹھنے، چلنے، یا کام کرنے مین، دوسرے کو کچھ تکلیف نہین ہوتی، اب ڈاکٹر گیسل نے مختلف تجربون کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ ان کے نفسی حالات بھی تقریباً ایک ہی ہوتے ہین، چنانچہ انھون نے دو توام لڑکیون کو جو باہم ملی ہوئی تھین، بلا کر دو طرف منہ کرا کے بٹھایا اور دونون سے نقوش و تصاویر بنانے کو کہا، دونون نے بعینہ ایک ہی قسم کی تصویرین اور نقوش بنائے ؛

نیویارک شہر کے ایک محلہ مین برسون کی محنت اور ۰۰۰۰۰ ۵ ڈالر کے خرچ سے، آتش زدگی کی اطلاع دینے کی نئی ترکیب ایجاد کی گئی ہے، اس ذریعہ سے اطلاع صرف ۱ سکنڈ مین مرکزی اسٹیشن سے ہوتی ہوئی مطلوبہ اسٹیشن تک پہونچ جائیگی،

اہرام مصر جن کو چیوپس نے تیار کرائے تھے ؛ ۲۵۰۰۰۰ آدمیون کے بست سالہ محنت کے نتائج ہین،

دنیا کی سب سے بڑی مصنوعی جھیل مصر مین ہے ؛ اس کا دائرہ ۵۶۰۰ فرلانگ ہے،

تاج محل کی تعمیر مین ۳۰۰۰۰۰۰ پونڈ صرف ہوئے تھے، اور ۲۰۰۰۰ آدمیون نے ۲۲ سال تک کام کیا تھا

بعلبک (شام) کے مندر مین، ۶۲ فٹ لمبے، ۲۰ فٹ چوڑے اور ۱۵ فٹ موٹے پتھر لگائے گئے ہین، انسانی قوتین کبھی بھی ان سے زیادہ بڑے پتھرون کو کام مین نہین لائی ہین،

دیوار چین، ۲۴۰۰ میل لمبی اور ۳۰ فٹ بلند ہو نیچے ۲۵ فٹ چوڑی ہین اور اوپر کی چوڑائی ۱۵ فٹ ہو

پیرس کا ایفل ٹاور، دنیا کا بلند ترین مینارہ ہو اس کی بلندی ۹۸۴ فٹ ہو یہ اس جگہ بنایا گیا ہو جہان ۱۸۸۹ء مین نمائش ہوئی تھی،

سیسہ کے کام کرنے والون کو اکثر اس کے زہر کا شکار ہونا پڑتا ہو اس کا برادہ، یا دھوان سانس کے ذریعہ پھیپھڑون تک پہونچکر ان کو مسموم کردیتا ہے،

پیرس کا ایفل ٹاور ریڈیو اسٹیشن، وہ تمام انتظامات کر رہا ہو جن کے ذریعہ وہ تمام دنیا کو، دن مین تین مرتبہ موسم کے حالات سے واقف کرسکیگا،

اڈنبرا، یونیورسٹی کے مشہور ماہر کیمیات ڈاکٹر الکزنڈر کرم برون کا ۸۰ سال کی عمر مین انتقال ہوا انھون نے تقریباً ۵۰ سال تک یونیورسٹی مین خدمات انجام دی تھین اور تمام دنیا مین اپنے فن کے مستند استاد تسلیم کئے جاتے تھے؛

مجلس اقوام کی یونین، نے سینٹ البنس مین دنیا کی ۵۲ اقوام کی مصنوعات کی نمائش گذشتہ نومبر مین کی تھی؛

حال مین جنوبی آفریقہ مین، ایک نئی یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔

روسی انقلاب کے بعد سے اس وقت تک ۱۵۰،۶۲،۷۱۸ آدمی مارے جا چکے ہین ان کی تفصیل یہ ہے:

بشپ	۲۸
پادری	۱۲۱۵
پروفیسر اور مدرسین	۶۷۷۵
ڈاکٹر	۸۸۰۰
فوجی افسر	۵۴۰۰۰
سپاہی	۲۶۰۰۰۰
پولس افسر	۱۰۰۰۰
پولس سپاہی	۴۸۵۰۰
زمیندار	۱۲۹۵۰
تعلیم یافتہ اور متوسط درجہ والے	۳۵۵۲۵۰
کسان	۸۱۵۱۰۰
	۱۵۶۶۲،۷۱۸

بعض نیو مین ایک قسم کا مکڑہ پایا گیا ہے جو چھوٹی چھوٹی چڑیون کو اپنے جال مین پھنسا کر ان کے گوشت پر زندگی بسر کرتا ہے؛

سرے (انگلستان) مین ایک دیہات کے آثار پائے گئے ہین، اس کے متعلق ماہرین اثریات کا خیال ہے کہ عہد حجری کا دیہات ہے؛

ڈاکٹر لینیگ مین (جرمنی) نے حال مین ایک ۲۰ سالہ گھوڑے پر عمل جراحی کر کے اُن کے غدود نکالڈالے اور اب وہ ایک دہ سالہ گھوڑے کی طرح نظر آتا ہی؛ اب وزارت زراعت دوسرے جانورون پر بھی اسکا تجربہ کر رہی ہی؛

دنیا کا سب سے بڑا سکہ تانبے کا ایک سکہ ہی جو ۱۰ انچ مربع ہی، اور اس کا وزن ½ ۱ پونڈ ہی،

انگلستان کے سب سے زیادہ با اثر اور مشہور اخبار ٹائمس کو جو لارڈ نارتھ کلف کی ملکیت تھا مسٹر جان والٹر نے خرید لیا ہی؛

انسائکلوپیڈیا برطانیہ کے جدید اڈیشن مین ہندوستان کے بعض اکابر کے نامون کا بھی اضافہ کیا گیا ہی؛ مثلاً ڈاکٹر ٹیگور، مسٹر گاندھی، سر ایس، این بنرجی، آغا خان، مسٹر گوکھلے وغیرہ، اس حصہ کو مسٹر ایف، ایچ، براؤن اور مسٹر کاٹن نے مرتب کیا ہی؛

بے تار کی تار برقی نے یہان تک ترقی کی ہی، ایک شخص جہاز پر شہر سے سیکڑون میل دور رہکر بھی بہترین ڈاکٹرون کی ہدایات حاصل کر سکتا ہی؛

ادبیات

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی، اب طرز کہن کے اساتذہ سخن اور کملائے فن، مین تنہا رہ گئے ہین حقیقت یہ ہو کہ وہ اس دور مین سخنوران اردو، اور ذوق شناسان ادب ہند کی بزم مین صدر کی حیثیت رکھتے ہین،

جس زمانہ مین مخزن کا اوج شباب تھا اور اردوے معلّیٰ زندہ تھا، وہ اسی حیثیت سے یاد کئے جاتے تھے، مگر اب مدت سے وہ اس طرح خلوت نشین ہین کہ لوگون نے ان کو جیتے جی مردہ سمجھ لیا، یہان تک کہ دو مہینے ہوئے کہ لاہور کے ایک ادبی رسالہ نے ان کو "مرحوم" لکھدیا، شاد ہماری دنیا سے ناشاد جب ہی رخصت ہو جائین، لیکن ان کی روح ان کے قالب سخن مین رہ کر یقیناً زندۂ جاوید رہیگی،

ہم اپنے ایک عظیم آبادی دوست کے ممنون ہین کہ اونھون نے معارف مین اس زندۂ جاوید نسخہ کی ایک فرد بھیجی ہو جو ہدیۂ ناظرین ہی،

اسی سلسلہ مین یہ خبر بھی مسرت سے سنی جائیگی کہ دیوان شاد ترتیب پاکر جامعہ ملیہ پریس علی گڈہ مین زیر طبع ہی،

ہم سے نہ حق ادا ہوا، عشق کرشمہ ساز کا	شکوہ کرین تو کیا کرین، جان بہانہ باز کا
قصۂ ہجر تا کجا، تھک بھی چکی میری زبان،	ہو بھی تو خاتمہ کہین اس گلۂ دراز کا
ہو گی جب اپنی آنکھ بند آئیگا وہ بھلی کہی	دیکھ سکا نہ جو سمان، دیدۂ نیم باز کا
بوسۂ سنگ آستان تک مل نہ سکا ہزار حیف	آگے قدم نہ بڑھ سکا، ہمت سرفراز کا
اے دل مضطرب ٹہر، وقت سوال بھی تو ہو	ہم کو بھی نام یاد ہے، اپنے گدا نواز کا

جلوۂ حسن کی طرف، دیکھ تو کچھ بنا چلے — جانے دے، ذلولہ نہ پوچھ، عاشقِ پاکباز کا

پیرِ مغان کے معجزے دیکھ چکے ہو واعظو! — تم نہ پوچھو تو خیر، حکم تو دو جواز کا

بار سبو وہی اٹھائے جس پہ ہو نفسِ مے فروش — زاہدِ خشک یہ بھی کیا، بوجھ ہے جانماز کا

خوش تو ہیں ذکرِ حشر سے منتظران سادہ لوح — ہو نہ کرشمہ یہ کسی دلبرِ حیلہ ساز کا

آئے اگر عروسِ دہر، بھول کے میکدے میں اب — کہہ دو یہ صومعہ نہیں، زاہدِ پاکباز کا

اسکی گلی میں دو قدم بھی نہ بڑھی تھی اہلِ شوق — بھول گیا ابھی سے دم نالۂ عرش تاز کا

ان کے پیام کا جواب کس نے کہا کہ نالہ ہے — کوئی علاج کیا کرے، ایسے زبان دراز کا

دیر سے منتظر ہیں وہ، عذر تو کر خدا کو مان — جان بلب رسیدہ آہ، کون محل ہے ناز کا

خاک بہت سی چھان کر دشت و جبل سے ہم پھر آئے — شادؔ پتا ملا نہ آہ، قافلۂ حجاز کا

حیاتِ جوش

جناب شبیر حسن صاحب جوشؔ ملیح آبادی

دیر سے منتظر ہوں میں، بیٹھ نہ یوں حجاب میں — تاروں کی چھاؤں ہے ذرا آ، میرے دلِ خراب میں

کس سے کہوں میں داستانِ طولِ شبِ فراق کی — جاگ رہا ہوں ایک میں، سارا جہاں ہے خواب میں

اشکِ فراق شمع ہے، بزمِ نشاطِ حسن کی — شبنمِ تازہ کھنچ گئی، صبح کو آفتاب میں

توڑ دے قلعہ خاک کا، فتح تو کر لے قصرِ تن — ہوگا نہ یوں تو کامیاب، شیوۂ بوتراب میں

ساقیِ دلنواز نے بہرِ نظامِ انجمن — ہم کو کیا ہے ہوشیار، میکدۂ شباب میں

بستۂ زلفِ ماسوا! تیری نگاہِ تشنگی — ڈھونڈ رہی ہے چشمۂ آبِ بقا سراب میں

یوں تو حریمِ ناز میں کتنے ہی دل ہوئے تھے پیش — حکمِ شکستگی ہوا، میرے ہی دل کے باب میں

بزمِ طرب میں جوشؔ اگر لحن سے میں غزل پڑھوں — پردوں سے لو نکل پڑے، آگ لگے رباب میں

باب التقریظ والانتقاد

اخبار الاندلس

وہ قطعۂ ارض جہان اسلام کا آفتاب چھ سو برس تک چمک کر ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا، دنیا کے تنتیس کروڑ انسانون کیلئے مایۂ عبرت ہی لیکن اس سے زیادہ عبرتناک واقعہ یہ ہی کہ جہان اس قطعۂ ارضی کی تقریباً پچاس لاکھ مسلمان مخلوق فنا ہوگئی، وہان اس کے ساتھ اس کی شاندار تاریخ کے اوراق بھی باد صرصر کے جھونکے سے یہان وہان منتشر ہوگئے، عربی زبان کا تاریخی سرمایہ حیرت انگیز طور سے وسیع ہی لیکن مقام حسرت ہی کہ اس مین **اندلس** کی مکمل اور مفصل تاریخ کی کوئی کتاب اب موجود نہین، یا اگر کسی قدیم کتبخانہ کے گوشۂ عزلت مین موجود ہی تو وہ ہماری بیتوجہی اور انداز تغافل پر نوحہ خوان ہے،

اب عربی زبان مین اندلس کی سب سے بڑی اور مفصل تاریخ جو کچھ موجود ہی وہ **نفح الطیب** کی چار ضخیم جلدین ہین، لیکن یہ سنکر افسوس ہوگا کہ نوین صدی کے آخر مین لکھی گئی ہی اور اس کا آخری ورق اس وقت لکھا گیا ہی جب مسلمانون کا آخری قافلہ غرناطہ کی دیوار کے نیچے سے کوچ کر رہا تھا، اس کتاب کا بڑا نقص یہ ہی کہ مقفی مسجع فقرون، فضول اور حشو عبارتون، تکلف اور آورد کے الفاظ مین اصل سررشتۂ سخن گم ہو ہو جاتا ہی مضمون کے صفحے پڑھتے جائیے تو چند سطرین کام کی ہاتھ آتی ہین، اس کے علاوہ مسلسل تاریخی واقعات کی کڑیان اس مین نہین ملائی گئی ہین،

نفح الطیب کے علاوہ اندلس کی تاریخ کا عربی مین جو سرمایہ ہی اور جو بیشتر یورپ مین چھپ گیا ہی اور الحمد للہ کہ اس کا اکثر حصہ دار المصنفین کے کتبخانہ مین موجود ہی وہ الگ الگ خانوادہائے سلطنت کی تاریخین یا علما اور شعرا کے تذکرے ہین جو مسلسل سیاسی تاریخ کا کام نہین دے سکتین، البتہ ابن خلدون اس سے

مستثنیٰ ہے،

یورپ مین متعدد مستشرق علمائے اسلامی اندلس کی مفصل تاریخ لکھی ہی، اور اس درد اور محبت سے لکھی ہو کہ کبھی یہ گمان ہونے لگتا ہی کہ ہمارے عیسائی دوستون کو مسلمانون سے زیادہ اندلس کی تباہی کا ماتم ہی، ان ہمدرد مصنفین مین سے پروفیسر ڈوزی، کانڈی، اور اسکاٹ کی تصنیفات خاص طور سے پسندیدہ ہین جنھون نے عربی اور اسپینی کتابون سے اپنا سرمایۂ معلومات حاصل کیا ہی، انھین کتابون کی مدد سے بعض انگریزی دان اہل علم نے اردو زبان مین اندلس کی تاریخ تالیف اور ترجمہ کی ہی، اس سلسلہ مین سب سے بڑی کتاب نواب ذوالقدر جنگ کی خلافت اندلس ہی، کانڈی کی مختصر کتاب کا ترجمہ مولوی سید عبدالغنی صاحب مرحوم بہاری نے کیا ہی، اور اب ہمارے پیش نظر ایس پی اسکاٹ کی تاریخ اندلس مترجمہ منشی خلیل الرحمان صاحب ہی،

منشی محمد خلیل الرحمان صاحب (متوطن سرادہ ضلع میرٹھ مقیم لاہور) ایک خاص حیثیت سے قابل مبارکباد ہین، یہ ان خوش قسمت لوگون مین ہین جو ملازمت کی پابندیون کے باوجود علمی خدمات مین مصروف رہتے ہین، اور اس سے زیادہ خوش قسمتی یہ ہی کہ موصوف نے اپنے نوجوان فرزندون کو بہترین تعلیم دلا کر انکو بھی قوم و ملک کے علمی خدمتگذارون کی صف مین داخل کر دیا ہی، ان کے ایک صاحبزادہ پروفیسر نعیم الرحمان ایم اے مدراس یونیورسٹی میں عربی و فارسی کے پروفیسر ہین اور اردو کی ترقی مین وہان کوشان ہین اور ابھی حال مین اپنے بزرگ والد ماجد کی تقلید مین "دولت موحدین" نام ایک کتاب عربی سے ترجمہ کی ہی، دوسرے صاحبزادہ جمیل الرحمان ایم اے جامعہ عثمانیہ مین اسلامی تاریخ کے معلم ہین اور تاریخ اسلام پر ان کے اکثر مضامین و تراجم اردو رسالون مین شایع ہوا کرتے ہین اور تیسرے صاحبزادہ مقصود ولی الرحمان صاحب بی اے فلسفہ کا ذوق رکھتے ہین ان کے بعض فلسفیانہ مضامین معارف مین اور انگریزی رسائل مین نکل چکے ہین،

ہم نے اس ضمنی واقعہ کو طول اس لئے دیا کہ ہم مین ایسے خاندان کی تقلید کا شوق پیدا ہو، اور ہم سمجھین کہ ہمارے نوجوان اپنی عالی تعلیم سے ملک و ملت کی کیونکر خدمت انجام دے سکتے ہین،

منشی محمد خلیل الرحمان صاحب کو اندلس کی تاریخ سے بے انتہا ذوق ہے اور جیسا کہ انھون نے کبھی ہم کو لکھا تھا انھون نے اس ملک کی تاریخ کا تمام ممکن الحصول سرمایہ جمع کیا ہے، نفح الطیب کی تلخیص اور اس کو حشو و زوائد سے پاک کرکے مسلسل تاریخ کی صورت مین بعض علمائے یورپ نے اپنی زبان مین کر دیا ہے، منشی صاحب نے اس کا ترجمہ اردو مین کیا اور انجمن ترقی اردو نے اس کو اپنی طرف سے شائع کیا اس کے بعد انھون نے اسکاٹ کی مفصل ترین تاریخ اندلس کا ترجمہ شروع کیا، اور اس کو جزء جزء کرکے ماہوار رسالہ کی شکل میں شائع کیا، اور اب ایک پوری جلد اخبار الاندلس کے نام سے ۷۶۲ صفحات مین چھپکر تمام ہوئی ہے،

ان ۷۶۲ صفحون مین چودہ ابواب ہین، جن مین سے پہلے سات بابون مین اعراب قدیمہ، اسلام کا ظہور، ملک مغرب کی تسخیر، خاندان وزیگاتھ کی سلطنت، اسپین پر حملہ اور فتح، زمانۂ امارت، بادشاہت اندلس کا مستقل قیام، کا بیان ہے، باقی سات ابواب مین صرف اموی خاندان کے بادشاہون کی تاریخ عبد الرحمان اول سے لیکر ہشام ثانی تک لکھی گئی ہے، اس سے اندازہ ہوگا کہ تاریخ اندلس کا ابھی کتنا بڑا انبار آئندہ جلدون کے لئے باقی ہے،

اسکاٹ نے اس کتاب کی تالیف مین پورے بیس برس صرف کئے ہین، اور خاص اندلس جاکر رہا ہے اور وہان کے رسوم و عادات اور حالات کا بچشم خود مطالعہ کیا ہے، عربی اور اسپینی اور دوسری تمام یورپین زبانون کے خزمنون سے اس ملک کے اسلامی تعلقات و واقعات کا سرمایہ دانہ دانہ فراہم کیا ہے، ایسی کتاب کے ترجمہ کے لئے ہم جس قدر ممنون ہون کم ہے، اگر صرف وہ نفس ترجمہ ہی تک اکتفا کرتے تو بس تھا، مگر اس سے زیادہ کرم انھون نے یہ کیا ہے کہ ترجمہ مین جابجا مفید حواشی و تعلیقات اضافہ کئے ہین، جن سے یہ ترجمہ اور بھی زیادہ کارآمد اور مفید بن گیا ہے،

ترجمہ صاف، سلیس اور روان ہے، اصل مصنف گو منصف سہی مگر عیسائی تھا، اس لئے تعصب سے یا جہالت سے اسلام کے متعلق بعض فاش غلطیان کی ہین یا اعتراضات کئے ہین، مترجم نے حواشی

مین ان کے جوابات دئے ہین، اسی سلسلہ مین ہم کو مترجم سے اختلاف بھی کرنا ہو کہ انھون نے صفحہ ۱۰۵
مین اصل مصنف کے بارہ صفحات ترجمہ مین اس لئے چھوڑ دئے ہین کہ اس نے ان مین قرآن مجید،
کعبہ مکرمہ، وغیرہ کی نسبت بے سروپا باتین لکھی تھین، لیکن ہمارے خیال مین ان کا ترجمہ بھی ضروری
تھا، تاکہ مسلمانون کو یہ نظر آئے کہ ہمارے ہمدرد اور دوست یورپین مصنفین کے خیالات ہماری نسبت
کیا ہین، اوران کے معلومات اس باب مین کس درجہ ناقص ہین، پنجاب کے تلفظ کی تقلید مین "اسپین"
کی جگہ "سپین" لکھنا بھی ہم کو پسند نہین، ترجمہ مین محاورات کی غلطیان نمایان ہین، جو گو اصل مفہوم
مین خلل انداز نہین، مگر مذاق سلیم کے لئے یقیناً ناخوشگوار ہین، امید ہو کہ جناب مترجم آئندہ اس کا
لحاظ رکھینگے،

لکھائی چھپائی صاف، کاغذ متوسط، ہر مہینہ کے شروع مین کتاب کے ایک یا دو باب
وی پی عا؍ روپیہ مع محصول مین خریدارون کو بھیجے جاتے ہین، پہلی جلد کی قیمت عہ؍ ہی، پتہ:-
نصیر کالج، ربانی روڈ، لاہور، مولوی متعتمد ولی الرحمان بی اے،

اسوۂ صحابہ جلد دوم

از

مولنا عبدالسلام ندوی

کتاب مذکور کا دوسرا حصہ جس مین صحابۂ کرام کا نظام سیاسی اور ملکی انتظامات اور علمی خدمات کی تفصیل
ہی، تفسیر، حدیث، فقہ، اسرار دین، تصوف وغیرہ علوم جس قدر صحابہ کے عہد مین پیدا ہو چکے تھے ان کی تفصیل
ہی، ضخامت ۴۵۰ صفحات، قیمت للعہ؍

منیجر

مطبوعات جدیدہ

محاسن یوسفی، یہ رسالہ جناب مولنا عبدالباری صاحب فرنگی محلی، نے مسلمان اسیرون کے فرائض اور قیدخانہ کے آداب پر لکھا ہی، اسی ضمن مین صوفیا کے مختلف خانوادون کے اوراد واشغال وطرق بھی درج کئے ہین، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ رسالہ کا بڑا حصہ انھین مضامین پر ہے، اس کتاب کی توصیف مین ہم صرف اسی قدر کہنا چاہتے ہین کہ یہ جناب مولنا عبدالباری صاحب کی تصنیف ہے اور خلوص سے لکھی گئی ہی، لکھائی چھپائی، کاغذ، عمدہ، قیمت عہ، پتہ :۔ مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید، فرنگی محل، لکھنؤ،

خطوط اکبر، اکبر الہ آبادی مرحوم کے وہ خطوط جو انھون نے وقتاً فوقتاً جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کو لکھے، خواجہ صاحب نے ان کو اس کتاب مین ترتیب دیا ہی، ان خطوط مین تصوف، زہد، دنیا سے بیزاری، تغیرات عالم سے عبرت، اور بعض ذاتی معاملات کے تذکرے ہین، مرحوم اردو کے کوئی بڑے انشا پرداز نہ تھے، تاہم زبان کی صفائی اور سادگی، اور چھوٹے چھوٹے فقرون مین ادائے مطلب کی خوبی ان مین بدرجہ اتم موجود ہے، افسوس ہی کہ ان خطوط کی اشاعت مین کوئی ترتیب نہین، صفحات ۷۶، قیمت ۸؍ پتہ :۔ حلقۂ مشایخ بک ڈپو، دہلی،

مذہب کی باتین، ضیاء العلوم مفتی انوار الحق صاحب ایم اے، ناظم تعلیمات سرکار بھوپال نے اس نام سے ایک چھوٹا سا مذہبی رسالہ بچون کی تعلیم کے لئے لکھا ہی، گیارہ سبقون کے اندر بچون کی زبان مین، نہایت شیرین، سہل اور دلچسپ انداز مین اون کو اسلامی عقائد کی باتین بتائی ہین، چھوٹی تقطیع ۲۵ صفحے، قیمت شاید پانچ ۲ آنے ہو، پتہ: محمد خان ایم اے برادر زاینڈ کو، بھوپال،

ٹوالسٹائے، روس کے مشہور اشتراکی حکیم ٹوالسٹائے کے مختصر حالات زندگی جس نے اپنی

مرنے کے بعد انہی تعلیمات کے اثر سے تمام روس مین انقلاب پیدا کر دیا ہے، چھوٹی تقطیع قیمت ۴ر، ۳۲ صفحے،
پتہ: جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڈھ

اُردوئے معلّٰی، مرزا غالب کے خطوط کا مجموعہ، دو حصون مین دو نامون سے شائع ہوا تھا، اردوے معلّٰی اور عود ہندی، شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب لاہور نے ان دونون حصون کو یکجا کرکے اچھے کاغذ پر چھپوایا ہے، امید ہے کہ اہل ذوق قدر کرینگے، ضخامت ۴۰۲ صفحے، تقطیع بڑی، قیمت ۱۲؍ پتہ: شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور،

مجموعۂ خطب حمیدیہ، کے حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب بنگلور، ہمارے خیال مین خطۂ مدراس مین تنہا شخص ہین، جو اس ملک مین مذہبی کتب و تصنیفات کی اشاعت مین مصروف رہتے ہین، وہ اس سے پہلے متعدد مذہبی کتابین شائع کر چکے ہین، یہ مجموعۂ خطب بھی انھین نے شائع کیا ہے، مولوی محمد عبد الحمید خان صاحب رئیس سہاور نے ان خطبون کو عربی اور اردو، نثر اور نظم مین ترتیب دیا ہے، جمعہ اور عیدین کے خطبون مین مسلسل نظمون کا پڑھنا کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا، اس لئے اس سے احتیاط بہتر تھی، صفحات ۲۷۴، قیمت: کاغذ چکنا ۱۲؍، روکھا ۱۰؍، پتہ: ابو المسعود محمد عبد الرزاق تاجر کتب موچی بازار معسکر بنگلور،

پھولون کی کلیان، جناب سید امتیاز علی صاحب تاج کے قلم سے، یہ نو کہانیون کا مجموعہ ہے، یہ کہانیان بچون اور بچیون کے لئے لکھی گئی ہین، جو دلچسپ اور نتیجہ خیز ہین، اور ان کی زبان بھی صاف اور آسان ہے، ۶۳ صفحات لکھائی چھپائی اچھی، قیمت شاید ۸؍ ہو، پتہ: دار الاشاعۃ پنجاب لاہور،

اسلامی مساوات، جناب محمد حفیظ اللہ صاحب پھلواروی نے اسلامی مساوات پر یہ ایک مختصر رسالہ لکھا ہے، جس مین اردو کی مختلف کتب و رسائل سے انتخاب کرکے، اسلامی مساوات کے محاسن بتائے ہین، چھوٹی تقطیع، ۳۶ صفحات، قیمت ۸؍ پتہ: مسلم ایسوسی ایشن ینگ ڈو پھلواری شریف

ضلع پٹنہ،

تلاش راز، جناب مولوی نیاز صاحب فتحپوری کا ایک مختصر اخلاقی افسانہ جس مین خوبی کے ساتھ یہ دکھایا ہو کہ حیات انسانی کا مقصود اصلی کیا ہونا چاہئے، اور اصل راحت ابدی کس چیز مین ہو؟ ۴۰ صفحے قیمت ۴ر پتہ: اردو بک ڈپو، مراد آباد

غالب کا روزنامچہ غدر، مرزا غالب نے غدر کے حالات مین فارسی کا ایک مختصر رسالہ دستنبو لکھا تھا، جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی تاریخ غدر کے سلسلہ مین غالب کے اس رسالہ کا اردو ترجمہ شائع کیا ہو، اسی کے ساتھ غالب کے خطوط اور مکتوبات مین غدر کے واقعات اور دلّی کے انقلابات پر جو جستہ جستہ فقرے مذکور ہین، ان کو یکجا کردیا ہو، غالب اس حادثہ کے چشم دید گواہ تھے اس لئے ان کے خطوط کے یہ ضمنی فقرے بھی درد و تاثیر مین ڈوبے ہوئے ہین، ضخامت ۸۰ صفحات، قیمت مجلد عہ، غیر مجلد ۱۲ر پتہ: خواجہ ڈپو دھلی،

مثنوی اسرار ہستی، جناب سید ضامن حسین صاحب گویا جہان آبادی نے توحید کے متعلق چند صوفیانہ مسائل پر یہ مثنوی لکھی ہو جس مین فلسفہ و تصوف کے نازک اور دقیق مسائل کو شاعرانہ طرز و انداز مین ادا کیا ہو، باایں ہمہ زبان نہایت صاف اور سلجھی ہوئی ہو، مثنوی کی بحر چھوٹی اور روان ہو، ۴۸ صفحات، چھوٹی تقطیع قیمت چار پانچ آنے ہوگی، پتہ: مصنف سے احمد زئی، پیلی بھیت سے طلب کیجئے

حدائق الصحتہ، زبدۃ الحکماء ڈاکٹر محمد افضل صاحب لاہور، نے یہ کتاب ہومیا پتھک دواؤن کے بنانے کے اصول پر لکھی ہو، اردو مین اس طریقہ علاج پر متعدد کتابین لکھی گئی ہین، لیکن جہان تک ہمین معلوم ہوا ہو ہومیو پیتھی کے علم الادویہ پر کوئی کتاب نہین لکھی گئی ہو، اس لئے ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش ہماری زبان مین ایک نئے باب کا اضافہ ہو، طرز ادا، ترتیب، لکھائی چھپائی سب قابل تعریف ہین، ضخامت ۱۳۲ صفحات، قیمت عہ، پتہ: مرغوب ایجنسی لاہور،

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۸

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
دفتر مصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

مجلد یازدہم	ماہ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ فروری سنہ ۱۹۲۳ء	عدد دوم

مضامین

شذرات

چند مہینون سے معارف کا پہلا صفحہ علم وفن کے بزرگون پر ماتم کے لئے مخصوص ہوگیا ہی، آج ہم دوسرون پر ماتم کرتے ہین، کل دوسرے ہمارا ماتم کرینگے، دنیا کی یہ بزم ماتم کائنات فانی کے وجود کے ساتھ قائم ہی، اور اسی کے ساتھ قائم رہیگی، یہ حوادث آباد عالم جس کو ہم تم، قائم، مستمر، اور مسلسل جان رہے ہین، ہر آن اور ہر لمحہ اس طرح بدل رہا ہی، کہ غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جو نقشہ، جو کیفیت، جو صورت حال اس آن ہی، وہ اس آن نہین، ایک مستمر تغیر اور ایک مسلسل انقلاب جاری ہی، اور پردہ دار كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (ہر روز وہ ایک نئے رنگ مین ہی) کا وہ پورا جلوہ نظر آرہا ہی، لیکن باین ہمہ انقلاب و تغیر، بظاہر اس کے قیام، استمرار اور تسلسل مین فرق نہین آتا، سمندر کی لہرین، ہر آن بدل رہی ہین، مگر سمندر کی صورت مین کوئی فرق نہین پیدا ہوتا، صورتین مٹتی جاتی ہین، شکلین فنا ہوتی جاتی ہین مگر اس آئینہ خانہ کی آبادی اور صورتگری مین کوئی فرق نہین آتا،

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزارون اٹھ گئے رونق وہی باقی ہی مجلس کی

---

۲ فروری ۱۹۲۳ء کی شام کو اس مجلس کا جو ممبر اٹھا ہی، اس کا اس دنیا مین مجازی نام عبد الحی تھا، مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء، عہد جدید کے اولین علماء تھے، سادات رائے بریلی کے مشہور خانوادۂ علم وعمل سے تھے، جس کے بعض افراد سلاطین کے دربارون مین، اور بعض فقر و تصوف کی خانقاہون مین ممتاز تھے، بعض درس و تدریس کی چٹائیون پر اور بعض تالیف و

تصنیف کی سندون پر جلوہ آرا تھے، اس خاندان کے آخری رکن مولنا سید احمد صاحب شہید بریلوی
تھے جو سید صاحب کے نام سے عموماً مشہور تھے، اور جو مولنا اسمٰعیل صاحب شہید کے پیر تھے، اور
وہ اپنے عہد کے اوس فرقہ کے جو ہندوستان مین اسلام کی غربت کی چارہ سازی کے لئے اٹھا تھا، اور
جو دینی اور سیاسی دونون حیثیتون سے مسلمانون کو بیدار کرنا چاہتا تھا امام اور امیر المومنین
تھے، بنگال سے لیکر پنجاب تک غدر سے پہلے مجاہدین کا جو سیلاب سکھون کے مقابلہ کے لئے اٹھا تھا
اس کا سرچشمہ سید موصوف ہی کی ذات تھی، بالآخر سکھون کے ایک معرکہ مین پٹھانون کی بیوفائی
سے اپنے رفقائے خاص کے ساتھ بہادری سے شہید ہوئے، اور شکست خوردہ جماعت یاغستان
کی پہاڑیون مین پناہ گزین ہوئی اور مجاہدین کے نام سے اب تک قائم ہی، چمرقند اس کا صدر مقام
ہی، اور سید صاحب کے دوبارہ ظہور کی اب تک منتظر ہے،

مولنا عبدالحئی مرحوم کے والد ماجد بھی ایک فاضل یگانہ تھے، شعر و سخن، تاریخ و سیر کے ماہر
اور داستان کہن کی بولتی زبان تھے، ان کا سفینہ ایک یادگار چیز ہی، اور ان کا تذکرہ ان کے
عہد کا تاریخی سرمایہ ہی، مولنا عبدالحئی مرحوم کو یہ ذوق فن باپ ہی سے وراثت مین ملا تھا،

مولنا مرحوم نے ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ مین مولنا عبدالحئی صاحب اور مولنا محمد نعیم صاحب
سے تعلیم پائی، حدیث شیخ حسین صاحب محدث یمنی سے بھوپال مین پڑھی، پھر کانپور آئے، اس
وقت ندوۃ العلماء کا مرکز یہی شہر تھا، مولنا سید محمد علی صاحب ناظم تھے، ان کی نگاہ انتخاب فوراً
اس جوہر قابل پر پڑی، وہ دن ہی اور ان کی وفات کا دن ہی کہ ندوہ ان کی خدمات سے کبھی
محروم نہ رہا، ندوہ پر کیا کیا انقلابات آئے، کتنے ارکان بدلے، کتنے منتظمین آئے اور گئے، کتنے معتمد

اور ناظم عزل ونصب ہوئے، کتنے فتنے اور حوادث پیدا ہوئے، مگران تمام حالات وحوادث کے طوفان مین ثبات واستقلال کی صرف ایک چٹان تھی جو اپنی جگہ پر تھی، اور وہ مولنا سید عبدالحی صاحب مرحوم کی ذات تھی،

باوجود شغل مطب، فرائض ندوہ اور مذہبی رجوع عام کے وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھا کرتے تھے، اسلامی ہندوستان کے پورے ہزار سالہ عہد مین شعراء، مشائخ اور سلاطین کے سینکڑون تذکرے اور تاریخین لکھی گئین لیکن آزاد بلگرامی کی تصنیفات کو چھوڑکر ایک مختصر سا رسالہ بھی یہان کے علما اور فضلائے فن کے حالات مین نہین لکھا گیا، مولنا مرحوم نے اس نقص کو محسوس کیا، اور پورے بیس برس اس کام پر انھون نے صرف کئے، اور اس عرصہ مین ہندوستان کی اس سرحد سے اُس سرحد تک کوئی کتبخانہ نہین چھوڑا، جہان ان کو ذوق طلب کھینچ کرنہ لے گیا ہو، اور بالآخر تقریباً آٹھ دس جلدون مین علمائے ہند کی پوری سوانح عمریان جمع کین، اس کا مقدمہ لکھا جس مین ہندوستان کے اسلامی علوم وفنون کی تاریخ مرتب کی، عربی مین ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک صفحہ نہین، جو کچھ معلوم ہو وہ انگریزی کی زبانی، مرحوم نے ہندوستان کی اسلامی تاریخ، سلاطین اسلام، یہان کے اسلامی تمدن، مساجد، مدارس، عمارات، شفاخانے، اور دیگر خصوصیات پر ایک پوری کتاب تیار کی، جو دارالمصنفین کے اہتمام سے جامعہ ملیہ پریس مین چھپ رہی ہو،

مرحوم کے تذکرۂ شعرائے اردو کا ذکر اس سے پہلے ہی پرچہ مین آیا تھا، اور اس کے چند صفحے بھی ناظرین کے نذر کئے گئے تھے، تذکرہ کا آخری باب یعنی متاخرین کا حصہ انھون نے ہمارے پاس نہین بھیجا تھا معلوم نہین کہ وہ ترتیب بھی پاسکا تھا یا نہین، سورت کانفرنس کی خواہش پر انھون نے

گجرات کی علمی تاریخ لکھکر پیش کی تھی جو ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے چھپکر شائع ہوئی ہی علاوہ ازین چند اصلاحی رسائل نور ایمان، اصلاح، وغیرہ چھپے ہین طبیب العائلہ (فیملی ڈاکٹر) طب مین بھی ان کا ایک رسالہ اردو مین چھپا ہی،

مرحوم نے اپنی معنوی یادگارون کے ساتھ چند ظاہری اولادین بھی چھوڑی ہین، ان کے بڑے صاحبزادہ کی عمر ۲۴-۲۵ کے قریب ہوگی، مگر مرحوم باپ کو یہ دھن تھی کہ علم وفن کا کوئی شعبہ اس یادگار خاندان کی ملکیت سے باہر نہ چھوٹے، ندوہ مین عربی ادب کی کتابین انھین پڑھوائین حدیث دیوبند بھیجکر، طب خود پڑھائی، علوم عربیہ سے فارغ کرکے ان کو انگریزی شروع کرائی، چند سال مین بی ایس سی کی ڈگری حاصل ہوئی، پھر لکھنؤ میڈیکل کالج مین داخل کیا، اور اب دو برس ان کے ختم تعلیم مین باقی ہین، خدا سے دعا ہی کہ برادر عزیز کامیابی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرین، علم و فن اور دین وملت کی خدمت مین اپنے نامور باپ کے جانشین ثابت ہون،

اسی سلسلہ مین ندوہ کا مسئلہ سامنے آتا ہی، ندوہ نے اپنی کامیابی کی اتنی مثالین پیش کی ہین کہ ان کے انکار کی جرأت نہین کی جاسکتی ہی، قوم کا فرض ہی اور اکابر ملت پر حق ہے، کہ وہ روشن خیال وروشن ضمیر علمائے ہند کی اس بست وپنج سالہ علمی و دینی جد وجہد کو دنیا مین قائم رکھین کہ آج جو کچھ نظر آرہا ہی اور کیا جارہا ہی علمائے ندوہ کی جماعت سب سے پہلی جماعت تھی جس نے اپنی عاقبت اندیشی کی آنکھون سے ان سب کو دیکھ لیا تھا، اور ان کا سامان کرنا شروع کر دیا تھا،

عمارت کی تکمیل سب سے پہلے ضروری ہی، دار الاقامہ، کتبخانہ اور مسجد بنا تمامتر باقی ہی، اصل

درسگاہ مین بھی کئی ہزار روپے کی ضرورت ہے اس وقت دار العلوم ندوہ مین ہندوستان کے ہر صوبہ کے طلبہ زیر تعلیم ہین، اس لئے اس وسیع ملک کے ہر صوبہ سے اس کی اعانت اور امداد کا سوال ہے،

، فروری کو علی گڈہ مین جامعہ ملیہ کا دوسرا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا، ہر صوبہ کے قومی کارکن جلسہ مین شریک تھے، اس سے بڑھکر یہ کہ مشرقی اور مغربی دونون علوم کے ماہرین پہلو بہ پہلو جلوہ فرما تھے، ڈاکٹر پی سی رائے، ڈاکٹر ضیاء الدین، ڈاکٹر محمود، ڈاکٹر انصاری، خواجہ مجید، شیخ معظم علی، سید محفوظ علی، سید ہادی حسن سائنسٹ، تصدق شیروانی، وغیرہ ایک طرف، اور مولنا حمید الدین صاحب مفسر نظام القرآن، مولنا ابو الکلام، مولنا عبد الماجد بدایونی، مولنا اسلم جیراجپوری، مولنا محمد سورتی، حکیم محمد اجمل خانصاحب، وغیرہ دوسری طرف، یہ منظر نمایان کرتا تھا کہ جامعہ ملیہ کا مقصود مشرق و مغرب دونون کو یکجا کرنا ہے،

جلسہ تمامتر سادگی اور صفائی کا نمونہ تھا، پورا ہال سائبان اور صحن حاضرین سے بھرا تھا، سنڈیکیٹ اور اسٹاف کے ارکان اپنے اپنے رنگ کی عباؤن مین تھے، ڈاکٹر رائے جو ہندوستان کے سب سے بڑے سائنسٹ اور خصوصاً بڑے کیمسٹ (ماہر کیمیا) ہین، وہ صدر جلسہ تھے، انھون نے انگریزی مین اپنا خطبۂ صدارت پڑھا، جو مسلمانون کی علمی تاریخ کے بیانات سے لبریز تھا، انھون نے کہا کہ جامعہ کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ اپنے اسلاف کی علمی روایات کو عملیات کی صورت مین پیش کرے،

ڈاکٹر رائے پتلے دبلے سے، کالے رنگ کے بوڑھے آدمی ہین، سادگی اور بے تکلفی مین نمونہ ہین، ان کو دیکھکر کوئی شخص اس ڈاکٹر رائے ہونے کا گمان نہین کرسکتا جس کے پرشور تحسین سے مشرق و مغرب کے کیمیاخانے اور دار التجربے معمور ہین، وہ طالبعلمون کیساتھ زمین پر بیٹھکر آسمان کی باتین (فلکیات) کیا کرتے تھے،

مقالات

عیسائیت[1]

اور

اسلام

(دونون کی اشاعت کیونکر ہوئی ؟)

از

مولانا عبد السلام ندوی

ایک گروہ کے دل مین یہ غلط خیال پیدا ہوگیا ہی کہ اس وقت دنیا کے طول وعرض مین جو تین عظیم الشان مذہب یعنی اسلام، عیسائیت، اور یہودیت پھیلے ہوئے ہین، اون مین صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہی جو بزور شمشیر پھیلا ہی کیونکہ.

(۱) بعض صحابہ نے ہجرت کے قبل بعض مخالفین دعوت اسلامیہ کے مقابلہ مین جبر وتشدد سے کام لیا ہی، چنانچہ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ اور ابو جہل کے ساتھ خانہ کعبہ مین جو واقعہ پیش آیا وہ اسی قسم کا ہی، اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے اسلام کو جو قوت حاصل ہوئی اوس کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہ لوگ قریش مین نہایت جنگجو اور طاقتور تھے،

(۲) اسلام مین جہاد بھی اسی غرض سے فرض ہوا،

(۳) اور اس لئے فتوحات اسلامیہ کی حیثیت سیاسی نہ تھی بلکہ مذہبی تھی اور اس کو اشاعت اسلام کا ایک ذریعہ بنایا گیا تھا،

لیکن ان مین ایک دلیل بھی صحیح نہین ہی،

[1] ملخص از رسالہ کیفیۃ انتشار الادیان لارفیق المعروف بعظم زادہ مطبوعہ مصر،

(۱) حضرت حمزہؓ اور ابوجہل کے درمیان جب یہ واقعہ پیش آیا تھا، اوس وقت وہ صحابی نہ تھے، بلکہ وہ اس واقعہ کے بعد اسلام لاکر صحابہ کے گروہ مین شامل ہوئے، انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی اور تذلیل و تحقیر سے ابوجہل کو بے شبہہ بزور رد کنا چاہا تھا لیکن اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ ان کے بھتیجے اور قرابت دار تھے، اور اس وقت قریش رسول اللہ صلعم کے ساتھ جس اہانت آمیز طریقہ سے پیش آرہے تھے، ان کو بنو ہاشم کی عربی عصبیت اور خاندانی حمیت خاموش نہین رہ سکتی تھی، اس بنا پر صرف حضرت حمزہؓ ہی نے اس وقت رسول اللہ صلعم کی حمایت نہین کی بلکہ بنو ہاشم کا پورا قبیلہ آپ کا پشت پناہ بنگیا، حضرت ابوطالب باوجودیکہ مسلمان نہ تھے تاہم وہ اسی خاندانی عصبیت کی بنا پر آپ کی حمایت کرتے تھے، قریش نے تین سال تک بنو ہاشم سے اپنے تمام تعلقات ایک عام تحریری معاہدہ کے ذریعہ سے منقطع کرلئے تھے، اور بنو ہاشم بھی اس ذلت کو گوارا کرکے اپنی قوم سے تین سال تک کیلئے بالکل الگ ہوگئے تھے، لیکن اس مین رسول اللہ صلعم کی خاندانی حمایت کے سوا اور کون سا مذہبی جذبہ شامل تھا؟ اس وقت تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا بنو ہاشم مین کوئی مسلمان بھی نہ تھا،

ابتدائے اسلام مین جب آپ اور آپ کے اتباع کی ایک مختصر سی جماعت قریش کے مظالم کا تختۂ مشق بن رہی تھی اوس وقت آپنے بے شبہہ یہ دعا فرمائی تھی کہ خداوندا! عمر بن خطاب یا ابوالحکم بن ہشام کے ذریعہ سے اسلام کو قوت دے" لیکن اس دعا کا مقصد یہ نہ تھا کہ ان لوگون سے اسلام کی جبری اشاعت مین کام لیا جائے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش مین یہ دونون آدمی نہایت صاحب اثر تھے، اس لئے ان مین جو شخص بھی مسلمان ہوجاتا وہ آپ کو مخالفین کی ایذارسانی سے محفوظ رکھ سکتا اور آپ علانیہ اسلام کی دعوت دے سکتے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے

اسلام کے بعد یہ مقصد حاصل ہوگیا اور اونھون نے اسلام لانے کے بعد آپسے صاف صاف کہا کہ ہم حق پر ہین اور کفار باطل پر، پھر ہم اپنے مذہب کو کیون چھپاتے ہین؟ آپنے فرمایا کہ "ہماری جماعت نہایت مختصر ہے، اور کفار کی ایذا رسانی کا تماشا تم دیکھ چکے ہو" بولے "مین اس سے پہلے جن جن مجلسون مین کفر لیکر بیٹھا ہون ان مین اب اسلام کو لیکر بیٹھونگا"، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے مسلمانون کی دو صفین جن مین ایک مین حضرت حمزہؓ اور دوسرے مین حضرت عمرؓ شامل تھے قائم کین، اور اس جماعت کو لیکر علانیہ مسجد حرام مین داخل ہوئے،

(۲) جہاد کے مشروعیت کی غرض صرف اس قدر تھی کہ جب آپ دعوت اسلام کا اعلان کر چکے، عرب مین اسلام پھیل چکا اور چند اکابر صحابہ مثلاً حضرت حمزہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانون کی تعداد مین کافی اضافہ ہونے لگا تو قریش کے دل مین اس کامیابی نے بغض و حسد کا تنور گرم کردیا، اور اونھون نے ہر ممکن ذرائع سے رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کی راہ مین رکاوٹین پیدا کرنی شروع کین، یہان تک کہ جب آپ حج وغیرہ کے زمانے مین قبائل عرب کو دعوت اسلام دینے کے لئے تشریف لیجاتے تھے تو ابولہب بھی ساتھ ساتھ جاتا تھا اور جب آپ تبلیغ کر چکتے تھے تو کہتا تھا کہ "لوگو! اس دعوت کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم لوگ لات و عزیٰ کو چھوڑ کر اس بدعت کو قبول کرلو، پس اس کی بات نہ سنو، اور اس کا کہنا نہ مانو" لیکن جب اس رکاوٹ مین بھی کامیابی نہین ہوئی تو انھون نے جبر و تشدد سے کام لینا شروع کیا، اور صحابہ کو اذیت دینے لگے، چنانچہ ان مظالم سے تنگ آکر بیعت عقبۂ ثانیہ کے بعد آپنے مدینہ کی طرف مجبوراً ہجرت کی اور ہجرت کی ترغیب بھی خود انصار کے ان ستر آدمیون نے دی تھی جو آپ کے پاس مخفی طور پر آئے تھے، اور یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ قریش کے مقابلہ مین آپ کی حمایت کرینگے، اس وقت حضرت عباس بن عبادہ انصاریؓ نے تو یہان تک کہدیا تھا کہ اگر آپ چاہین تو ہم

اہل منی پر کل ہی تلوار لیکر ٹوٹ پڑین" لیکن آپ نے فرمایا کہ "ہم کو اس کی اجازت نہین" اس کے بعد آپ نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت دی اور بعد کو خود ہجرت کے ارادہ سے نکلے، قریش کو خبر ہوئی تو انھون نے آپ کی جان لینے کا عزم کرلیا، لیکن خداوند تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا، اب قریش کا غصہ اور بڑھا، اور جب ان کو انصار کی حمایت کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے آپ کی ضرر رسانی کے تمام دروازے مسدود پائے، صرف ایک ذریعہ باقی رہ گیا تھا یعنی یہ کہ تمام قبائل عرب کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرین تاکہ خانہ کعبہ کی مجاورت اور سدانت کی وجہ سے عرب مین ان کا جو مذہبی اور اخلاقی اثر قائم ہے اس کو محفوظ رکھ سکین، چنانچہ انھون نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور جب اہل عرب بالخصوص قریش کے تیر ہر طرف سے مدینہ مین بھی آنے لگے تو اس وقت جہاد فرض ہوا، لیکن اس کے ذریعہ سے اسلام کی جبری اشاعت مقصود نہ تھی، بلکہ صرف اوس جماعت کا محفوظ رکھنا مقصود تھا جس کا تحفظ اسلام کی تدریجی اشاعت کا ذریعہ ہو سکتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس جنگ مین شامل نہ تھے اُن کے متعلق خداوند تعالیٰ نے مسلمانون کو یہ حکم دیا تھا،

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون ؛

جن لوگون نے تم سے مذہبی جنگ نہین کی اور تم کو تمھارے گھرون سے نہین نکالا خدا اُن کے ساتھ بطریق نیک بطریق انصاف پیش آنے سے تم کو منع نہین کرتا، خدا تو انصاف کرنیوالون کو دوست رکھتا ہے، خدا صرف اُن لوگون کی دوستی سے منع کرتا ہے جنھون نے تم سے مذہبی جنگ کی، تم کو تمھارے گھرون سے نکالا اور تمھارے نکالنے مین باہم اعانت کی، جو لوگ ان کے ساتھ دوستی کرتے ہین وہ ظالم ہین،

اس تفصیل کے بعد یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام مین جہاد اشاعت مذہب کی غرض سے فرض کیا گیا، ؟ اگر مشروعیت جہاد کا یہ مقصد ہوتا تو آپ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب مین اشاعت اسلام کے لئے مبلغین کو کیون روانہ فرماتے ؟ اس وقت آپ کے پاس وہ عظیم الشان فوج موجود تھی جس نے مکہ کو فتح کیا تھا، اور آپکے اور مسلمانون کے سب سے زیادہ خطرناک دشمنون کو شکست دی تھی، اس لئے آپ اس کے ذریعہ سے کامیابی کے ساتھ اسلام کی جبری اشاعت کر سکتے تھے، لیکن چونکہ اس کے ذریعہ سے صرف مسلمانون کے خطرناک دشمنون کا استیصال مقصود تھا، اور اس قسم کے خطرناک دشمن صرف قریش ہی تھے اس لئے جنگ کے ذریعہ سے ان کا استیصال کیا گیا، بقیہ عرب کے اور قبائل صرف قریش کے خوف سے اُن کے شریک ہوجاتے تھے خود اُن کے دل مین بغض و عداوت کا کوئی خاص جذبہ نہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلعم نے ان کو دعاۃ اسلام کے ذریعہ سے حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ اسلام کی دعوت دی،

جن لوگون کو آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا تھا اُن مین حضرت خالد بن ولیدؓ کو آپنے قبیلہ بنو جذیمہ کی دعوت کے لئے روانہ فرمایا تھا، اور ان کو جنگ کی اجازت نہین دی تھی لیکن اُنھون نے وہان پہنچکر غلطی سے خونریزی کی، چنانچہ جب آپ کو اس کا حال معلوم ہوا تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا "خدایا خالد نے جو کچھ کیا مین تیرے سامنے اُس سے برأت ظاہر کرتا ہون" اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے روانہ فرمایا، مقتولین کے جان و مال کی دیت ادا فرمائی، حضرت خالدؓ نے اس کی معذرت کی اور اس معاملے مین قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

یا ایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا

مسلمانو! جب تم خدا کی راہ مین نکلو تو خوب چھان بین کر لیا کرو

یہ ایک طویل واقعہ ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہین، لیکن اس سے بہر حال یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن کفار سے مسلمانون کو کوئی خطرہ نہین تھا آپ ان کے ساتھ جنگ روا نہین رکھتے تھے، اور جہاد اسلام مین تبلیغ و اشاعت کے لئے فرض نہین ہوا تھا بلکہ دعوت مذہبی اور جہاد جیسا کہ آگے آتا ہے دو مختلف چیزین تھین،

(۲) اس مسئلہ مین سب سے زیادہ اہم معاملہ فتوحات اسلامیہ کا ہے، مخالفین اس کو مذہبی فتح خیال کرتے ہین، اور اس کو ایک مذہبی دعوت کا خطاب دیتے ہین، خود شریعت اسلامیہ مین جہاد کی تین شرطین ہین، اسلام یا جزیہ یا تلوار، اور فریق مخالف انھی تینون شرائط کی بنا پر کہتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے، لیکن یہ خیال صحیح نہین ہے، کیونکہ ان شرائط مین ایک شرط جزیہ قبول کرنے کی بھی ہے، اس لئے اگر اسلامی فتوحات کو مذہبی دعوت کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا تو محارب قومون کو اسلام یا جزیہ کے قبول کرنیکا اختیار نہ دیا جاتا بلکہ اسلام یا تلوار کے سوا ان کو کوئی دوسرا حق نہ حاصل ہوتا، اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جزیہ کی شرط صرف رفق و ملاطفت کے لئے پیش کیجاتی تھی،

قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ہدایت و ارشاد کے لئے خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو متعدد اوصاف کا مجموعہ بنا کر مبعوث فرمایا تھا،

انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذيرا	ہم نے تجکو ایک گواہ، ایک خوشخبری دینے والا، ایک
و داعيا الى الله باذنه و سراجا منيرا	ڈرانے والا، خود خدا کی اجازت سے خدا کی طرف بلانے
" " " " " " " "	والا اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے،

ان اوصاف کے ساتھ آپ کو دعوت کا یہ طریقہ بتایا تھا،

ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة	اپنے خدا کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ
الحسنة و جادلهم بالتي هي احسن	کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ بطریق احسن بحث و مباحثہ کرو

اور مسلمانون کو یہ ہدایت فرمائی تھی،

یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم، | مسلمانو تم صرف اپنی ذات کے ذمہ دار ہو اگر تم نے راستہ پالیا تو جو لوگ گمراہ ہین اُن سے تم کو کوئی نقصان نہین پہنچ سکتا

سب سے بڑھکر یہ کہ صاف صاف اعلان فرما دیا تھا،

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی | مذہب مین کوئی زبردستی نہین ہے، ہدایت اور گمراہی دونون الگ الگ ہوگئے ہین،

لیکن اگر فتوحات اسلامیہ کو دعوت الی الدین کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا تو جزیہ کی طرح ان آیتون کے بھی کوئی معنی نہ ہوتے،

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی فتوحات کو مذہب سے کوئی تعلق نہین ہے، بلکہ اُن کی حیثیت بالکل سیاسی ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ مذہب اور سیاست دونون کا مجموعہ ہے اور اوس کا سیاسی حصّہ صرف شخصی معاملات تک محدود نہین ہے، بلکہ بین الاقوامی حقوق و معاملات پر بھی مشتمل ہے، اور اس حیثیت سے شریعت اسلامیہ کے دو مختلف حصّے ہین، ایک دینی اور دوسرا دنیوی، دینی حصہ مین عبادات اور ترغیب و ترہیب وغیرہ شامل ہین، اور دنیوی حصّے کا ایک جزو معاملات مثلاً مدنی حقوق اور حدود و قصاص وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے، اور دوسرے جزو کی حیثیت خالص سیاسی ہے، یعنی اس حیثیت سے اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ ایک ایسا امام مقرر کرے جو کتاب و سنت کے حدود و احکام کے مطابق جماعت اسلامیہ کے عام مصالح و فوائد کا محافظ ہو، فتوحات اسلامیہ نے اسی سیاسی مقصد کی تکمیل کی ہے اور اسلام نے بالکل غیر جنگجویانہ طریقہ سے اپنے مذہبی مقصد کو پورا کیا ہے، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی اشاعت صرف تبلیغ و دعوت سے ہوئی ہے، کسی مادی طاقت سے اس کو کوئی تعلق نہین ہے،

اشاعت اسلام

ہجرت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفین بالخصوص قریش کے درمیان لوگون کو اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے، لیکن قریش نے اس غیر جنگجویانہ دعوت مین محض رشک وحسد سے رکاوٹین پیدا کین اور آپ اور آپ کے اصحاب کو سخت اذیتین دین، نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے صحابہ کو جن مین حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے مجبوراً حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی لیکن باایں ہمہ رسول اللہ صلعم اپنے فرض سے باز نہین آتے تھے، بلکہ جب زمانہ حج مین مکہ مین عرب کے تمام قبائل جمع ہوتے تھے تو آپ اُن کے پاس جاکر اسلام کی دعوت دیتے تھے، اور اس کا مختلف طریقون سے جواب دیا جاتا تھا بعض لوگ آپ سے بحث ومباحثہ کرتے تھے، بعض لوگ مہلت مانگتے تھے، بعض لوگ شریفانہ اور بعض لوگ غیر شریفانہ طور پر اس دعوت کو رد کر دیتے تھے، اور بعض لوگ قریش کے خوف سے مخفی طور پر اسلام قبول کر لیتے تھے، چنانچہ اسی طریقہ کے مطابق ایک روز آپ دعوت اسلام دے رہے تھے کہ عقبہ کے پاس قبیلہ خزرج کی ایک جماعت سے آپ کی ملاقات ہو گئی اور آپ نے اُن کو بھی حسب عادت اسلام کی دعوت دی، یہ لوگ اسلام لائے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہی بیعت ہے جو تاریخ اسلام مین بیعت عقبہ اولی کے نام سے مشہور ہے، یہ لوگ مکہ سے پلٹے تو آپ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اون کے ساتھ کر دیا اور اُن کو حکم دیا کہ ان لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم دین، حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہونچے تو حضرت اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر قیام فرمایا، اور مسلمانون کی ایک جماعت اُن کی ملاقات کو حاضر ہوئی، حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ کو اُن کے آنے کا حال معلوم ہوا تو حضرت اسید بن حضیرؓ محض انکشاف حال کے لئے اُن کی خدمت مین آئے اور انھون نے حسب معمول اونکو بھی اسلام کی دعوت

دی، اور وہ مسلمان ہوگئے، حضرت سعد بن معاذ نے بھی ان کی تقلید کی اور اُن کے ساتھ تمام قبیلۂ بنو الاشہل ایک ہی دن مین مسلمان ہوگیا، اس کے بعد حضرت مصعب بن عمیرؓ برابر دعوت اسلام مین مصروف رہے، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کے ہر گھر مین کچھ نہ کچھ مسلمان مرد اور کچھ نہ کچھ مسلمان عورتین پیدا ہوگئین، بیعت عقبۂ ثانیہ کے بعد جب رسول اللہ صلعم نے ہجرت فرمائی اور آپ کو انصار کی حمایت حاصل ہوئی تو قریش کا غصہ حد سے بڑھ گیا اور انھون نے باشندگان مدینہ و اطراف مدینہ مین یہود بنو قریظہ اور یہود بنو نضیر کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور اسلام مین جہاد کی مشروعیت کا سبب قریش و یہود کی یہی فتنہ انگیزیان ہوئین، لیکن جب متعدد لڑائیون کے بعد مخالفین اسلام کا زور ٹوٹ گیا اور اسلام کو دنیا مین ثبات و استحکام حاصل ہوا، تو مسلمانون کی تعداد مین خود بخود اضافہ ہونے لگا، اور آپ کی خدمت مین سرداران مکہ مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ وغیرہ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے، ایک مسلمان کی حیثیت سے حاضر ہونے لگے، بالخصوص صلح حدیبیہ کے بعد جب کافرون اور مسلمانون مین آزادانہ میل جول پیدا ہوا اور قریش کے تعصب نے جو موانع وعوائق پیدا کر دئے تھے وہ دور ہوگئے تو بکثرت لوگ مسلمان ہوئے، جن مین حضرت معاذؓ سرداری کی حیثیت رکھتے تھے اسی زمانہ مین رسول اللہ صلعم نے اطراف وجوانب کے سلاطین مثلاً قیصر، نجاشی، حارث غسانی اور مقوقس وغیرہ کو دعوت اسلام دی، اور ان اہل کتاب بادشاہون کے علاوہ، کسریٰ، منذر بن ساوی اور ہوذۃ الحنفی وغیرہ تک بھی اسلام کا پیغام پہنچایا، اس کے بعد آپ کی توجہ قریش کی طرف مبذول ہوئی اور مکہ مین ایک عظیم الشان جنگ کے ذریعہ سے اون کو شکست دی، اور ان کے تمام بتون کو پاش پاش کر دیا، اب وہ لوگ بھی بطیب خاطر مسلمان ہوگئے، اور چونکہ قریش کو تمام عرب پر مذہبی سیادت حاصل تھی اس لئے وہ لوگ اپنے اسلام کیلئے

قریش کے اسلام کا انتظار کر رہے تھے، لیکن جب قریش نے خود اسلام قبول کر لیا، اور اہل شر و فساد کا خاتمہ ہو گیا تو ہر طرف سے آپ کی خدمت مین وفود نے آ آکر قبول اسلام کا اعلان کیا اور مسائل شریعت کی تعلیم کا شوق ظاہر کیا، چنانچہ قبیلہ ثقیف کا وفد شمول حلات مثلاً عبدلیلی بن عمرو بن عمیر، حکم بن عمرو بن وہب شرجیل بن غیلان وغیرہ حاضر ہوا، اسی طرح وفد بلی، وفد اسد، وفد زارئین، وفد بنو تمیم وفد بنو فزارہ اور وفد بنو ثعلبہ وغیرہ حاضر خدمت ہوئے، سلاطین حمیر نے بھی اپنے قاصد روانہ کئے اور اُن کے ذریعہ سے بذریعہ خط کے اپنے اسلام کا اعلان کیا،

الغرض فتح مکہ کے بعد جیسا کہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہی،

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً الخ — جب خدا کی مدد اور فتح آگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین مین جوق در جوق داخل ہو رہے ہین تو الخ

نہایت کثرت سے لوگ خود بخود دائرہ اسلام مین داخل ہونے لگے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر قناعت نہین کی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کیطرف دعوت اسلام کیلئے روانہ فرمایا اور اُن کی تبلیغ ہدایت سے ہمدان کا پورا قبیلہ ایک ہی دن مین مسلمان ہو گیا اور اس کے بعد تمام اہل یمن نے اسلام قبول کرنا شروع کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے سجدۂ شکرانہ ادا فرمایا، اسلام کی یہ وسعت عرب ہی تک محدود نہ تھی بلکہ خود عہد رسالت ہی مین اسلام حبش اور افغانستان تک پہنچ گیا تھا، چنانچہ مورخین افغانستان[1] کا بیان ہو کہ وہان اسلام کی اشاعت عرب کے ایک یہودی مسلمان کے ذریعہ سے ہوئی جس کا نام خالد تھا، اس کے ساتھ افغانی امراء کا ایک وفد بھی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا،

[1] صاحب رسالہ نے اس واقعہ کے متعلق تتمۃ البیان فی تاریخ الافغان کا حوالہ دیا ہو لیکن اسلام کی قدیم تاریخون مین اس کا تذکرہ نہین ہو اور ہم کو کسی افغانی صحابی کا نام بھی معلوم نہین،

اور فتح مکہ مین نمایان بہادری دکھلائی، اس وفد کے رئیس کا نام قیس[1] تھا اور اسی وجہ سے افغانستان مین آج تک اس کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے،

عہد رسالت مین اور بہت سے با اقتدار لوگ مثلاً نجاشی، شاہ حبش، مقوقس، شاہ مصر، اور ہرقل شاہ شام، خفیہ و علانیہ اسلام لائے، اور یہ سب کچھ محض غیر جابرانہ تبلیغ و دعوت کا نتیجہ تھا، اگر اسلام مین جبری اشاعت جائز ہوتی تو اوس کے سب سے زیادہ مستحق یہود نبو نضیر تھے، کیونکہ وہ بالکل مدینہ کے متصل آباد تھے، رسول اللہ صلعم کو اذیتین دیتے تھے، بلکہ آپ کے قتل کی بھی ٹھان لی تھی، اور اسلام اوس وقت ان پر جبر کرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا، لیکن آپ نے اُن کے جان، مال اور مذہب سے کوئی تعرض نہین کیا بلکہ اون کو صرف جلاوطن فرمادیا،

اسلام کے غیر جابرانہ اشاعت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قریش صحابہ کو ہر قسم کی ایذائین دیتے تھے، ان کی تذلیل و تحقیر کرتے تھے، ان کی جان لینے سے بھی اون کو دریغ نہ تھا، لیکن با این ہمہ اُن مین کسی نے ترک اسلام نہین کیا، بلکہ وہ اور بھی شدت کے ساتھ اسلام کے پابند ہوگئے، اور رسول اللہ صلعم کی محبت اُن کے دلون مین اور بھی راسخ ہوگئی، چنانچہ جب حضرت زید ابن الدثنہ کو کفار قتل کرنے کے لئے چلے تو اون سے ابوسفیان نے کہا، "کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تمھارے عوض محمدؐ کی گردن مار دیجائے؟" اونھون نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم مین یہ بھی پسند نہین کرتا کہ مین اپنے گھر مین بیٹھا رہون اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک مین ایک کانٹا بھی چبھ جائے"، ابوسفیان نے یہ فقرہ سنے تو کہا کہ "محمدؐ کے اصحاب محمدؐ کی جس قدر محبت کرتے ہین مین نے ایسی محبت نہین دیکھی"، لیکن اگر ان لوگون نے بجبر اسلام قبول کیا ہوتا تو نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلتا،

عہد رسالت کے بعد جب دنیا مین مسلمانون کو غلبہ حاصل ہوا اور دوسری قومون کو

[1] یہ عربی نام ہے لیکن صاحب رسالہ کا خیال ہے کہ اسلام لانے کے بعد یہ نام رکھا گیا ہوگا،

اسلام کے فضائل نمایان طور پر نظر آنے لگے تو اسلام اور بھی سرعت کے ساتھ پھیلنے لگا، لیکن اس زمانہ مین بھی کسی قسم کے جبر و اکراہ سے کام نہین لیا گیا، بلکہ خلافت راشدہ کے زمانے سے خلفائے عباسیہ کے زمانے تک اگرچہ کڑوڑون اہل کتاب اسلام کے زیر اقتدار آئے، لیکن کسی اسلامی فاتح نے کسی قوم کو اسلام لانے پر مجبور نہین کیا، بلکہ ان قومون نے مختلف زمانون مین خود بخود بتدریج اسلام قبول کیا، مثلاً مشرق مین ایشیائے وسطی، شام اور مصر کے عیسائی تقریباً تیس برس کی مدت مین تدریجاً اسلام لائے، اور اون کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ اس وقت مشرقی عیسائیون مین اریوس کا مذہب پھیل گیا تھا، اور اسکندریہ کا یہ پادری حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا قائل نہ تھا اور اون کو خدا کے بجائے صرف ایک پیغمبر کہتا تھا، مسلمان بھی اسی عقیدہ کے ساتھ مشرق مین پھیلے، اور اریوسی مذہب کے عیسائیون کو اس اتحاد عقیدہ کے ساتھ اسلام کے اور فضائل بھی نظر آئے، تو وہ خود بخود مسلمان ہونے لگے، یہان تک کہ نصف صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ چار حصون مین مشرقی عیسائیون کا تین حصہ خود بخود مسلمان ہوگیا،

خراسان اور عام ایرانی ممالک کے باشندے ولید اور سلیمان بن عبد الملک کے زمانے مین مسلمان ہوئے، سندھ اور اوس کے قرب و جوار مین ترکستانی ممالک کے رہنے والے پہلی صدی کی ابتدا مین حضرت عمر بن عبد العزیز کی دعوت سے اسلام لائے، اور اون کے سلاطین کے نام عربی رکھے گئے، اسی صدی مین افریقہ کے بربرون نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے سیرت و اخلاق کی خبر سنکر اسلام قبول کیا، اور طرابلس اور تونس کے باشندون نے بھی اس مین اون کا ساتھ دیا، اندلس کے مسلمان بھی زیادہ تر مغرب ہی (افریقہ) سے نکل کر وہان آباد ہو گئے تھے، ان مین کچھ لوگ عرب کے قبائل سے بھی تعلق رکھتے تھے، اس بنا پر اندلس مین بھی اسلام اسی سرزمین (افریقہ) سے پھیلا، غرض مفتوحہ اسلامی ممالک مین اسی طریقہ سے بتدریج اسلام کی اشاعت ہوئی

اور وہ ہمیشہ دنیا کے تمام حصون مین اسی طرح پھیلتا رہا، مثلاً سائبیریا کی آبادی بارہ ملین ہے لیکن اس مین صرف تھوڑی سی تعداد بت پرستون کی ہے، جنکو سلطنت روس نے اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد چند مسلمانون کے ساتھ بجبر عیسائی بنالیا ہے، ان کے سوا بقیہ لوگ سب کے سب مسلمان ہین حالانکہ سائبیریا مین کسی اسلامی فاتح کا قدم تک نہین پہونچا ہے،

ایک عجیب بات یہ ہے کہ یورپ کے بعض جغرافیہ نویس چند سائبیرین مسلمانون کے سوا کسی اور مسلمان کا نام نہین لیتے حالانکہ وہ ایک اسلامی ملک ہے، اور تقریباً سات سو برس تک وہان اسلامی سلطنت قائم رہ چکی ہے، اور تقریباً دوہی سو برس سے اوس کا خاتمہ ہوا ہے، قرغیز چغتائی اور تاتاری قبائل جو چین کے اطراف مین پھیلے ہوئے ہین، اور جنکی تعداد چینی مسلمانون سے مل کر تقریباً ستر ملین تک پہونچ جاتی ہے، سب کے سب مسلمان ہین، حالانکہ یورپین جغرافیہ نویسون کے نزدیک چینی مسلمانون کی تعداد پندرہ ملین سے زیادہ نہین ہے،

جزائر محیط[1] اور آفریقہ کے سوڈانی باشندے جن کے متعلق تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ان مین تین ثلث مسلمان ہین، اور اب تک اُن مین اسلام نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اس کے علاوہ ہین ان مختلف قومون اور ان دور دراز ملکون مین کسی اسلامی فاتح نے قدم تک نہین رکھا ہے اسلیے ان کے اسلام کے متعلق ایک عقلمند آدمی کیا کہہ سکتا ہے؟ کیا یہ لوگ بجبر اسلام لائے ہین! یا اونھون نے بخوشی اسلام قبول کیا ہے؟ بہرحال اس وقت دنیا مین مسلمانون کی تعداد تین سو پینتالیس ملین ہے[2]، اور یہ کسی دلیل سے نہین ثابت ہوسکتا کہ ان لوگون نے اسلام کو جبراً قبول کیا ہے،

[1] چین مین اسلام پہلی صدی مین ان عربون کے ذریعہ سے پھیلا جو وہان تجارتی اغراض سے آئے تھے، جزائر محیط مین بھی اسلام انھین کے ذریعہ سے پھیلا جو ۶۲۲ھ مین جدید ممالک کے پتہ لگانے کے لئے قیوونہ سے نکلے تھے، شریف ادریسی کے جغرافیہ سے جسکا نام نزہتہ المشتاق ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جزائر امریکہ تک پہنچ گئے تھے، اور غالباً وہین سے محیط شرقی کی طرف پلٹے، بہرحال یورپین مورخین تک کا یہ خیال ہے، کہ جزائر محیط مین اسلام عربون کے ذریعہ سے پھیلا، [2] یہ اُس صحیح تعداد کے لحاظ سے کہ چین مین مسلمانون کی تعداد ساٹھ ملین ہے،

اربعینیات

از مولانا راغب جیلانی بدایونی

ہمارے دوست مولانا راغب بدایونی مشہور خانوادۂ علم سے ہین، اون کے بزرگون کا متروکہ کتبخانہ کسی زمانہ مین نوادر کتب کا عجائب خانہ تھا، مگر افسوس کہ گردش زمانہ سے اوس کا بہت کچھ حصہ کہین سے کہین پہنچ گیا، اور اب بھی اوس مین حدیث و رجال و تاریخ کی کچھ نادر کتابین موجود ہین، مولانا راغب کا علمی ذوق و شوق ہمارے لیے حوصلہ افزا ہے، اور امید ہے کہ وہ اپنے خاندان کے علمی مرتبہ کو اپنی علمی خدمات سے برقرار رکھینگے، آج وہ پہلی دفعہ ہماری بزم مین رونق افروز ہوئے ہین، لیکن اُمید ہے کہ وہ بار بار ہمین اپنی روحانی ملاقات کا شرف بخشا کرینگے،

عشق رسولؐ جب مسلمانون کا ایمان تھا، تو آنحضرت صلعم کی بات بات اور ادا ادا کی تتبع و اتباع پر مٹے ہوئے تھے، آج مجموعۂ کتب حدیث و خبر (جسے ہماری بربادی دین و ملت خلاصۂ بصائر و عبر کہتی ہے) ہم دیکھتے ہین، اور کثرت تبویب و احادیث مکررہ کا ہجوم سامنے آتا ہے، تو تعجب کرتے ہین، غالباً ہمین معلوم نہین، کہ نجد حدیث کے مجنون (سلف صالحین) ہمین بھی اپنا سا دیوانہ (مسلمان) جانتے تھے،

غلط ہو یا صحیح مگر تھا ان بزرگون کا حسن ظن، جس کے سبب آج ہمارے کتاب خانون مین نہسہی، کتب تاریخ مین حدیث کے دو ایک جز و نہین بلکہ ضخیم مجلدات ہر باب مین مذکور ہین، اگرچہ آہ! آنکھون کے سامنے موجود نہین جوامع و سنن، مسانید و معاجم، اجزاؤ امالی اور مشیخات کا نام تم نے سنا ہوگا، اور اون مین سے بعض تبرکات کی زیارت بھی کی ہوگی، اور باعتبار تعداد وردات ثلاثیات، رباعیات، خماسیات، سداسیات، سباعیات، ثمانیات عشاریات کا ذکر بھی (عشاریات سیوطی مین) پڑھا ہوگا، لیکن معلوم ہے کہ باعتبار تعداد حدیث

اربعینیات کے دفتر کا کیا عالم ہے؟

اختیار عدد اربعین (چالیس حدیثیں) وجمع اربعین کا کیا باعث ہے، کہا جاتا ہے یہ حدیث اس کا باعث ہے

من حفظ علی امتی اربعین حدیثا بعثہ اللہ یوم القیمۃ فی زمرۃ العلماء والفقہاء،　　جس نے ہماری امت کے لئے چالیس حدیثیں محفوظ کریں اسکا حشر علماء اور فقہاء کے زمرہ میں ہوگا،

گر یہ حدیث تو صحیح نہیں، اگرچہ کثرتِ طرق اور تعدد روایات کی حیثیت سے بہت مشتہر ہے، لیکن ان میں ایک طریقہ بھی محفوظ نہیں، ابن جوزی نے "العلل المتناہیہ" میں ہر طریقہ پر تنقید کی ہے، ورنا قدین حدیث کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ کوئی طریقہ ایسا نہیں جس میں کوئی کذاب، وضاع، متروک الحدیث نہو" ذیل الغمام" میں قاضی شوکانی نے اس حدیث پر بسیط تقریر کی ہے، اور ایک فقرہ قابل ذکر ہے، ان کل طرق منھا مظلمۃ محشوۃ بالضعفاء والکذابین والوضاعین فھی ظلمات بعضھا فوق بعض،

پھر لکھا ہے کہ "فضائل میں ضعیف پر عمل کا اصول ہی صحیح نہیں، پھر یہ حدیث تو ثابت ہی نہیں، تعدد طرق ورواۃ کا اعتبار کیا، ایک کذاب سے کیا یہ ممکن نہیں، کہ ایک جھوٹ کے لئے اس پر جھوٹ جوڑ دے"،

جب اس حدیث کا یہ حال ہے تو یقین نہیں ہوتا کہ علماء وفقہاء نے جان بوجھ کر سند علم وفقہ کی طمع بیجا میں اس قدر جد وجہد کی ہو، ممکن ہے بعض بزرگوں کو طرق حدیث کی کثرت نے دھوکے میں ڈال دیا ہو، مگر ہمیں تو اربعینیات کی یہ کثرت دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے زیادہ تدوین حدیث کے عشق وجذبۂ مسابقت اور سبقت الی الخیر کے ولولے نے اون کو اربعینیات کی تالیف پر آمادہ کیا ہے،

پہلی اربعین امام نووی اور ابن جوزی کی تصریح کے مطابق مجاہد اعظم حضرت عبد اللہ بن مبارک المروزی المتوفی سنہ۱۸۱ھ نے تالیف کی، اوس کے بعد عبد اللہ بن اسلم الطوسی المتوفی سنہ۲۴۲ھ، احمد بن حرب

---

[1] اربعینیات اس مجموعۂ احادیث کو کہتے ہیں جس میں چالیس حدیثیں کسی مناسبت سے یکجا کی جائیں، [2] حقیر کے کتبخانہ میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے، فالحمد للہ علی ذالک،

نیشاپوری المتوفی ۲۳۲ھ، امام دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ، ابو محمد بن الحسن بن سفیان المتوفی ۳۰۳ھ ابوبکر بن علی، اور حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ وغیرہ کی ہیں۔[۱]

محدثین نے **اربعینات** مختلف مقاصد کو پیش نظر رکھکر جمع کی ہیں، کسی نے اصول میں کسی نے فروع میں، کسی نے دونوں میں، احادیث جمع کی ہیں، حافظ ابن عساکر دمشقی نے فضائل جہاد میں اربعین لکھی علامہ ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۳ھ نے عدل و عادل کے باب میں چالیس حدیثیں جمع کیں، اور کتاب سلطان سلیمان خان اعظم (عثمانی) کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی، اور علامہ طاشکبری زادہ احمد ابن مصطفی الرومی المتوفی ۹۶۲ھ[۲] نے آنحضرت صلعم کے مطائبات اور مزاح کی روایتوں کی اربعین تالیف کی، کیا سبب تالیف اسکے سوا اور کچھ تھا؟ کہ ترک مجاہدین کو بتایا جائے کہ دشمنوں سے لڑنا اگر فرض ہے تو دوستوں سے ہنسنا بھی جائز ہے،

اربعینات میں سب سے زیادہ صحیح اور مشہور اربعین حضرت امام محی الدین یحیی ابن شرف (امام نووی) المتوفی ۶۷۶ھ کی ہے جس کی علمار نے بہ کثرت شرحیں لکھیں، اور بعض شارحین نے خود بھی اربعین تالیف کی مثلاً ملا علی قاری نے نووی کی اربعین کی دو شرحیں لکھیں، اور خود بھی اربعین جمع کی، ہمارے شعرا تعجب کرینگے، کہ مؤلفین اربعین ہی نہیں شراح "اربعین" میں مولنا عبدالرحمن **جامی** بھی ہیں، انھوں نے ہر حدیث کا ایک قطعہ فارسی میں ترجمہ اور شرح کی ہے، حدیث کفی بالموت واعظاً، کی شرح میں لکھتے ہیں:-

چند گیری مجلس واعظ پای منبر پے گرفتن پند
وعظ تو بس مرگ ہمسایہ نعرہٴ و نوحہ گویا بانگ بلند

حدیث لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، کا ترجمہ سنئے،

ہر کسے را لقب مکن مومن گرچہ از سعی جان وتن کاہد

---

[۱] اطل المتناہیہ جلد اول دار بعین نووی، [۲] کشف الظنون، نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اتحاف میں از قلم سہو طاشکبری زادہ کا سنہ وفات ۹۴۲ لکھدیا ہے، حالانکہ طاشکبری زادہ نے ۹۶۵ھ میں تو الشقائق النعمانیہ تصنیف کی ہے، دیکھو کشف الظنون بعد خود الشقائق،

تا نخواہد برادر خود را | آنچہ از بہر خویشتن خواہد

خاتمہ پر لکھتے ہین [1]:-

اربعینہائے سالکان جامی | ہست بہر وصول صدر قبول
بنود از فضل حق عجیب و غریب | کہ بدین اربعین رسی بوصول

بعض علمار نے اربعین کے عدد سے غیر معمولی **شغف** کا اظہار کیا ہی، علامہ ابی طاہر سلفی اصفہانی المتوفی ۵۷۶ھ نے چالیس حدیثین، چالیس شیوخ سے، چالیس شہرون مین جمع کین، اسکو اربعین بلدانیہ کہتے ہین، حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے اوس پر اور بھی جدت کی، کہ روایت مین چالیس صحابیون کا بھی التزام کیا،

ہندوستانی علمار مین مسند الوقت حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم، مولوی عبد الباسط قنوجی، مولوی اولاد حسن قنوجی، اور یورپی علمار نے تالیف اربعین مین حصہ لیا ہی،

نواب صدیق حسن مرحوم کی دو اربعین تالیف ہین، ایک مین احادیث متواترہ کا اہتمام ہی ان صحاح وضعاف کے علاوہ بعض اربعین دجالون اور کذابون نے بھی وضع کی ہین جن مین اربعین ابن ودعان المتوفی ۴۹۴ھ اپنی جامع وضاع کی طرح مشہور ہے [2]، اربعینیات کا مفصل بیان **کشف الظنون**، بستان المحدثین اور اتحاف وغیرہ مین مذکور ہے،

اہل سنت کے علاوہ اور فرق اسلامیہ مین، شیعہ علمار نے جو اربعینیات جمع کی ہین ان مین ایک اسوقت ہمارے پیش نظر ہی، یہ علامہ بہار الدین عاملی کی تصنیف ہی، ہمارے متصوفین، انھین **کشکول** کے مصنف کی حیثیت سے جانتے ہین، علامہ بہار الدین گیارھوین صدی کے آخر مین مذہب امامیہ کے بڑے عالم گذرے ہین، اونھون نے اپنے استاد سے چالیس حدیثین جمع کین ہین، اور ہر حدیث کی نہایت مبسوط محققانہ شرح کی ہے شرح سے اجتہاد فکر و نظر ظاہر ہی، (فقیر کے کتاب خانہ مین خود اون کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ نسخہ موجود ہی) خاتمہ

---

[1] اتحاف النبلار، [2] دیکھو تذکرۃ الموضوعات ابن طاہر فتنی،

کتاب پر لکھتے ہین۔ قد وقع الفراغ من مشقہ (ضحوۃ یوم الاثنین فی ...... علی ید مولفہ الفقیر الحقیر الی الغنی محمد المشتہر ببہاء الدین العاملی ...... بمحروسۃ اصفہان ۱۰۲۸ھ

شروع یون ہر ان احسن حدیث تحلی اللسان بجواہر حقائقہ وخیر خبر تحلی الانسان

فی زواہر حمد انّہ حمد اللہ سبحانہ،

(سبب تالیف) ان اعظم المطالب والمفاخر بعد الایمان باللہ والیوم الاخر ھو ما یتوصل بہ الی السعادۃ الابدیۃ وتیخلص بہ من الشقاوۃ السرمدیۃ ...... وما ھو الا الاقتداء بالملۃ النبویۃ والاقتفاء للسنۃ المحمدیۃ علی الصادع بھا من الصلوات افضلھا ومن التحیات اکملھا وذالک لا یستتب الا بنقل الحدیث وروایتہ .... ودرایۃ۔ وصرف الایام فی مدارستہ وافناء الاعوام فی ممارستہ فطوبی لمن وجہ الیہ ھمہ وبیص علیہ امتہ وجعل شعارہ ودثارہ وصرف فیہ لیلہ ونہارہ (۱)

ھذہ اربعون حدیثا من طرق اھل بیت النبوۃ والولایۃ،

مصنف تحقیق رجال نہین کرتا، کہتا ہی کہ اس کی ضرورت یون بھی نہین کہ کتاب مین اکثر احادیث مثلِ آداب مین ہین، اور حدیث مین "من سمع شیئاً من الثواب" مشہور ہی، یہ حدیث کتاب کی اکتیسوین حدیث ہی، اس پر شارح نے مفصل تبصرہ کیا ہی کہ فضائل اعمال مین ضعیف حدیث قابل اعتبار و احتجاج ہی یا نہین،

پہلی حدیث کے سلسلۂ اسناد مین ایک ایک سلسلہ کی کئی کئی تحویل دکھائی ہین، اور جا بجا تحویل سے اوسے ظاہر کیا ہی، محمد ابن مکی شہید امامیہ سے آگے سلسلہ مین قطب الدین رازی مذکور ہین، جو اپنے شیخ ابن مطہر حلی سے راوی ہین، حاشیہ پر قطب الدین کے متعلق لکھا ہی،

۱؎ ہم مصنف کی طرف سے آج کل کے سنی و شیعہ فقہاے اسکے (قولی نہین) فعلی ترجمہ کی امید کرتے ہین، آہ! کتنے ہین جن کا اوڑھنا بچھونا، کتب جدل و خلاف ہین، اور کتنے ہین جنھون نے آنکھ کھول کر حقیقت حدیث کا نظارہ کیا ہی؟

المراد به صاحب شرح المطالع والمحاکمات وغیرہ وکان ... من اکابر علماء الامامیۃ وقرع کتاب قواعد الاحکام علی مصنفہ العلامہ الحلّی ..... لہ علی ذلک الکتاب حواشی جیدۃ وھی موجودۃ عندی .... وھو .... من اولاد الشیخ الاعظم الصدوق محمد ابن بابویہ

(پہلی حدیث) من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً مما یحتاجون الیہ فی امور دینھم بعثہ اللہ عزوجل یوم القیمۃ فقیھا عالماً۔ جس نے میری امت پر چالیس ایسی حدیثین جمع کین جن کی اون کو اور اون کے مذہبی معاملات مین ضرورت ہو تو قیامت کے دن خدا اوس کو فقیہ عالم بنا کر اوٹھائیگا،

(شرح) "حفظ،، سے دل مین محفوظ رکھنا مراد ہے، جیسا کہ سلف کا قاعدہ تھا، نہ کہ کتابون مین درج کرنا بعض علماء نے حفظ روایت بغیر احتجاج واستدلال سے منع کیا ہی، کہاجاتا ہی کہ تدوین کتب حدیث دوسری صدی کے متوسطات مین ہی، "حدیث" کی تعریف مین کہتے ہین کلام خاص عن النبی اوالامام اوالصحابی اوالتابعی ومن یحذو حذوہ یحکی قولھم اوفعلھم اوتقریرھم، حاشیہ پر صحابی کی تعریف مین لکھتا ہے من لقی النبی مسلماً من غیر حجاب لقاءً عادیاً یقظۃ وکان لقاؤہ للنبی حیاً، پھر قید "لقاءعادی" کی تصریح کی ہے، لیدخل ابن ام مکتوم وامثالہ من العمیان ، تبصرہ حدیث مین لکھتا ہے " جزا کا ترتب محض الفاظ حدیث کے یاد کرلینے پر ہے، معرفتِ معنی شرط نہین، کیا دور ہے کہ محض الفاظ کے یاد کرلینے سے کوئی زمرۂ علماء مین محشور ہو کہ من تشبہ بقوم فھو منھم مگر ترجمۂ حدیث کے حفظ سے یہ بات نہین ہوسکتی کہ قرآن کا ترجمہ قرآن نہین، اور بے وضو کے اوس کا چھونا جائز ہے،

(آٹھوین حدیث کی شرح مین لکھتے ہین) علمائے اسلام اِس مسئلہ کی تاویل مین کہ قیامت کے دن اعمال تولے جائینگے مختلف الرائے ہین، بعض کا خیال ہی کہ یہ عدل انصاف سے کنایہ ہے، بعضون کی رائے ہی کہ تولنے سے حقیقی تولنا مراد ہی، جو لوگ اِس کے مجازی معنی لیتے ہین اون کا استدلال یہ ہی کہ اعراض کا وزن خلاف عقل ہی، لیکن جمہور کا مذہب یہی ہی کہ وزن سے حقیقی وزن مراد ہی، کیونکہ قرآن وحدیث مین اوس کی نصّ

وثقل کا وصف مذکور ہی، ایک اور جگہ لکھتے ہین کہ حق یہی ہی کہ وزن سے نفس اعمال کا وزن مراد ہی نہ کہ صحائف
ونامۂ اعمال کا، پھر خواص اہل تحقیق کی طرف سے ایک تقریر کی ہی کہ اس مین کوئی استبعاد عقلی نہین کہ ایک
شی کسی عالم مین عرض ہو اور کہین جوہر، دیکھو کسی چیز کو خارج مین دیکھتے ہو، خاص لباس تعین اور وضع
وہئیت مین ہی مگر حس مشترک مین وہی چیز کیا ہو جاتی ہی، علم بیان ایک کیفیت ہی لیکن خواب مین دودھ
کی شکل مین نظر آتا ہی، پس ظاہر ہی کہ صور تونکا اختلاف اختلاف نہین حقیقت ایک ہی ہی، ہر جگہ نئی تجلی اور
ہر مقام پر اوسکا خاص لباس اور مختلف نام ہی،

(بارہوین حدیث) مسعدہ ابن صدقہ حضرت صادق سے راوی ہین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، اللہ
اوس مومن ضعیف سے بغض رکھتا ہی جسکا کوئی دین نہو، کہا گیا، یا رسول اللہ ایسا مومن کون ہی جس کا دین
نہین، آپ نے فرمایا وہ جو برائی سے نہین روکتا، مسعدہ نے حضرت صادق سے پوچھا کیا امر بالمعروف و نہی
عن المنکر سب افراد امت پر واجب ہی؟ آپ نے کہا نہین، قوی، مطاع، عالم معروف و منکر پر واجب ہی، نہ
ضعیف پر کہ وہ خود راہ ہدایت نہین جانتا، پھر آپنے آیۂ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف
وینھون عن المنکر سے استدلال کیا، کہ یہ خاص ہی، عام نہین، کما قال تعالیٰ - ومن قوم موسیٰ امۃ
یھدون بالحق وبہ یعدلون (شرح) معروف سے فعل حسن اور منکر سے حرام قبیح مراد ہی، علمائے امامیہ کا
اس باب مین اختلاف ہی کہ امر بالمعروف فرض عینی ہی، یا کفائی، قدما مین شیخ الطائفہ، محقق، ابن ادریس، اور
متاخرین مین شیخ شہید و صاحب شرح ارشاد محقق شیخ علی، فرض عینی کے قائل ہین، اور سید مرتضیٰ علم الہدے
ابو الصلاح، علامہ اور متاخرین مین شہید ثانی وغیرہ کفائی جانتے ہین، اس کے بعد شارح نے ایک بسیط
تقریر کی ہی، پہلے مقام نزاع متعین کیا ہی، مثلاً ایک شہر مین ایک شخص تارک الصلوۃ اور شراب خوار ہی، اور
دس شخص ایسے ہین جو اپنے امر و نہی کی تاثیر کا یقین رکھتے ہین، اب اون مین ایکنے امر و نہی شروع کی پس
قبل حصول اثر اوسباقی نو شخصون سے وجوب امر و نہی ساقط ہوگا یا انھین بھی اوس ایک کے ساتھ شریک کار

ہونا چاہیے ہکہ اثر حاصل، اور غرض پوری ہو، وجوب عینی کے قائلین کا استدلال آغاز حدیث (رسول) سے ہی،
کہ ظاہر حدیث وجوب کو ثابت کرتا ہی، اور دوسری احادیث بھی اس کی مؤید موجود ہین، جیساکہ امیر المومنین سے
مروی ہی، من ترک انکار المنکر بقلبہ و یدہ و لسانہ فھو میت فی الاحیا جس نے زبان ہاتھ اور دل سے
برائی کا انکار چھوڑا وہ گویا زندون مین مردون کے برابر ہے،

حضرت صادق سے ایک روایت مین ہی، انہ قال لاصحابہ انہ قد حق لی ان آخذ البریٔ
منکم بالسقیم وکیف لا یحق لی ذلک وانتم یبلغکم عن الرجل منکم القبیح فلا تنکرونہ علیہ و
لا تھجرونہ ولا تؤذونہ حتی یترک، اس کی مثل اور بھی احادیث ہین، وجوب کفائی کے قائلین کا
استدلال آیۂ کریمہ اور امام کی اس حدیث کے آخری حصہ سے ہی،

شارح کہتا ہی" کہ آیۂ کریمہ و حدیث صرف اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ ان افراد امت پر جن مین
شرائط پورے نہین پائے جاتے، امر و نہی واجب نہین، اوس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ بعض کے ادا کرنے سے
دوسرے جامع الشرائط پر وجوب نہین رہتا، وجوب کی شرطین اگر کسی مین پوری نہین اس سے وجوب ساقط
ہوگا نہ وجوب کفائی ثابت جیساکہ فریضۂ حج ہی، ایک کے ادا کرنے کے سبب دوسرے سے کیون کر ساقط ہوجائیگا،

پھر کہتے ہین، علامہ نے تذکرہ مین وجوب کفائی پر یون استدلال کیا ہی کہ امر و نہی سے غرض وقوع معروف
اور ارتفاع منکر ہی، اگر یہ بات ایک شخص کے سبب حاصل ہوگئی تو دوسرون کی کوشش عبث ہے، مگر یہ دیکھنے
کی بات ہی کہ حصول غرض سے علامہ کا کیا مطلب ہی حصول فعلی، یعنی واقعی اچھائی کا واقع ہونا اور برائی
کا دور ہو جانا، تو یہ بحث سے خارج ہی، اس مین تو نزاع ہی نہین، حصول بالقوہ، تو اس پر منع وارد ہوتا
ہے، بعض، امر و نہی کے شرائط کو ذکر کیا ہی کہ چار ہین، اوس شخص کو امر و نہی کا علم اور منکر و معروف کی
تمیز ہو، ثانیاً حکم یا منع باثر ہو وہ اس پر بشدت قائم رہی، آپنے امر و نہی کے باثر ہونے کے متعلق اس کا خیال
ہو، کسی قسم کے ملی و جانی اور عزت و آبرو کے نقصان کے خطرہ کی طرف توجہ نہوئی پھر کہتے ہین کہ یہ چیا سدن

شرطین زبان اور ہاتھ سے احتساب کے لئے ہین، لیکن انکار قلبی کے واسطے ان کا وجود مشروط نہین، ہان پہلی
بات اوس کے لئے یہ ہے کہ وجوب ترک، تحریم فعل اور عدم رضا کے اعتقاد کا دل مین جوش ہو، دوسری یہ کہ مرتکب
معصیت کے ساتھ بغض وغصہ ہو کہ یہی بغض فی اللہ ہے، تیسری یہ کہ عملاً اظہار کراہیت ہو (اگرچہ زبانی نہ ہو)
مثلاً یہ کہ پاس بیٹھنا، اوٹھنا، اور بات چیت کا ترک کرنا، چوتھی یہ کہ جس طرح ہو انکار قلبی قائم ہو، یہ شرائط
اربعۂ علمائے مذہب کے کتب سے ثابت ہین، لیکن بعض علماء نے ایک پانچوین شرط اور لکھی ہے کہ آمر و ناہی خود
عادل ہو (یعنی خود بھی وہ اپنے امر و نہی پر عامل ہو) کہ آیۂ کریمہ اتامرون الناس... اور... کبر مقتا عند اللہ
اور حدیث اسری (متضمن عذاب خطباء) اس پر شاہد ہے، اس پانچوین شرط کے متعلق وہ کہتے ہین کہ حق یہ ہے کہ
امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے عدالت ہرگز شرط نہین، (۱) دیکھو ایک کار حرام کا کرنے والا غیر شخص
کو وہی بات کرتے دیکھتا ہے، اُس پر دو باتین واجب ہوتی ہین، ترک و انکار، اب ایک کے ترک سے
دوسرے کا وجوب کیون ساقط ہو جائیگا۔ (۲) وہ احادیث جن سے اس فعل کا واجب ہونا ثابت ہے وہ عادل
و فاسق دونون کو شامل ہین (۳) آیت کریمہ مین کہنے اور حکم دینے کے خلاف خود عمل کرنے پر زجر و توبیخ ہے اور
غضب کا اظہار ہے، نہ یہ کہ جس امر خیر پر اوسکا عمل نہو اوسکا دوسرون کو حکم دینے یا جس فعل بد کا وہ مرتکب ہو
دوسرون کو باز رکھنے سے ممانعت نہین ہے، (۴) وہ گناہ صغائر جو احیاناً سرزد ہو جائین وہ تمہارے نزدیک
عدالت کے مخل نہین اور ایسے شخص کو امر بالمعروف کرنا جائز ہے، یہ تم بھی مانتے ہو، حالانکہ ہماری تفسیر کے مطابق
یہ بھی اس آیۂ کریمہ کے ماتحت صحیح نہین، پس اب جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا ہوگا، (۵) اگر تمہاری بات مان لیجائے
تو چاہئے کہ معصوم کے سوا کسی پر امر و نہی واجب نہ ہو، یا صرف اس شخص پر ہو جس نے توبہ یا بلوغ کے بعد سے
کوئی گناہ نہین کیا ہے، تو اس صورت مین تو احتساب و نصیحت کا دروازہ ہی بند ہو جائیگا،

(تیرہوین حدیث کی شرح مین) یہ بحث ہے کہ حرام، رزق نہین ہو سکتا، معتزلہ نے اُس پر آیۂ "وممّا
رزقناھم ینفقون" سے استدلال کیا، شارح نے ابوجعفر طوسی کی تفسیر تبیان سے نقل کیا ہے کہ اوس آیت سے

ثابت ہو کہ حرام، رزق نہین، کہ خدانے خرچ کرنے والون کی مدح فرمائی ہے، اور مال حرام کا خرچ کرنا موجب مدح نہین ہو سکتا،

(پندرھوین حدیث)، کہ علی بن حمزہ راوی ہین، کہ اون کے ایک جوان دوست نے حضرت صادق سے عرض کیا کہ مین اس قوم (بنو امیہ) کے دفتر مین منشی ہون، مین نے اون کی دنیا سے بڑا فائدہ اوٹھایا، بہت مال جمع کیا، حرام و شبہات سے مطلق پرہیز نہین کیا، حضرت صادق نے فرمایا،

لو لا ان بنی امیہ وجدوا من یکتب لھم و	اگر بنو امیہ کو ایسے لوگ نہ ملتے جو (اون کے دفتر مین) کام کرین
یجبی لھم الفئ و یقاتل عنھم و یشھد	اور اون کے لیے مال وصول کرین اور اون کی طرف سے لڑین
جماعتھم لما سلبوا حقنا۔ لو ترکھم	اور اون کی جماعتون مین حاضر ہون، تو وہ ہرگز ہمارا حق
الناس و ما فی ایدیھم ما وجدوا شیئا	نہ لے سکتے، اور اگر لوگ اونھین اور اون کے پاس جو کچھ
الا ما وقع فی ایدیھم،	ہے ترک کر دیتے تو بنو امیہ کے جو ہاتھ آگیا اوس کے سوا اونھین
.. ..	کچھ نہ ملتا،

جوان نے کہا "حضرت! اب میرے بچاؤ کی کیا صورت"؟ آپ نے فرمایا "مین بتاؤن، کروگے؟ اچھا جو کچھ اون کی ملازمت مین کمایا، سب چھوڑ دو، جن جن کا مال لیا ہو اگر جانتے ہو تو اونھین واپس کر دو، اور نہین جانتے تو خیرات کر دو، اللہ کے یہان مین تمھارے لیے جنت کا ضامن ہون" علی بن حمزہ کہتا ہے کہ وہ جوان ہمارے ساتھ کوفہ گیا، اور اوس نے سارا بھرا پُرا گھر لٹا دیا، یہان تک کہ بدن پر چیتھڑا رہ گیا، ہم نے چندہ کرکے کپڑے مول لے دیے اور اوس کے خرچ کا انتظام کیا، تھوڑے دن گذرے وہ جوان سخت بیمار ہوا، ہم عیادت کو گئے تو نزع کی حالت تھی، مگر آنکھین کھولدین، اور یہ کہکر "اے علی تیرے دوست نے اپنا وعدہ وفا کر دیا"، جان دے دی، علی کہتا ہو کہ جب حضرت صادق کی خدمت مین حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا "ہم نے جو تمھارے دوست سے وعدہ کیا تھا پورا کر دیا"، مین نے عرض کیا

آپ کے قربان، آپ سچ فرماتے ہین، یہی اوس نے مجھ سے مرتے وقت کہا تھا" کیا حضرت نے اس حدیث مین **عدم موالات** کا پرانا نقشہ نہین کھینچ دیا ہے، شارح نے اِس کی شرح مین جو کچھ کہا ہو آج وہ حضرات شیعہ کے سننے کے قابل ہو، کہتا ہو کہ لولا من بنی امیہ سے یہ مستفاد ہوتا ہو کہ ظالمون کی اعانت قطعی حرام ہو، اگرچہ مباح کام ہی مین کیون نہ ہو، کہ حضرت صادق نے ظالمین کی جماعت مین حاضر ہونے تک کی مذمت فرمائی ہو، اور اس کی تائید مین اور احادیث بھی موجود ہین،

شیخ نے ابن یعفور سے روایت کی ہو کہ حضرت صادق سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نہایت تنگی و سختی مین مبتلا ہے، اوسے نہر کھودنے اور گھر بنانے کے لیے مزدوری ملتی ہو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ظالمون کے مددگار قیامت کے دن آگ کی قناتون مین اوس وقت تک رہینگے کہ اللہ بندون کا انصاف کرے"

صحیح مین یونس بن یعقوب سے مروی ہو قال قال لی ابو عبد اللہ لاتعنھم علی بناء المسجد یعنی "مسجد بنانے مین بھی ظالمون کی مدد نہ کر"

ابن بابویہ نے بطریق حسن ابن زید عن صادق عن آبائہ روایت کی ہو،

قال قال رسول اللہ من علق سوطا بین یدی سلطان جائر جعل اللہ ذلک السوط یوم القیمة ثعبانا من نار طولہ سبعون ذراعا سلط اللہ علیہ فی نار جہنم

جس شخص نے کسی ظالم بادشاہ کے سامنے کوڑا لٹکایا تو وہ کوڑا قیامت کے دن آگ کا سانپ بن جائیگا جس کا طول ستر ہاتھ ہوگا، اور جو اوس پر دوزخ مین مسلط کیا جائیگا،

اس معنی کی اور عام حدیثین ہین جن سے حرام ہی نہین مباح بلکہ مندوب کامون تک مین ظالمون کی اعانت حرام ثابت ہوتی ہے،

اس کے علاوہ آیہ

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار — ظالمون کی طرف میلان نہ کرو ورنہ آتش دوزخ تم کو چھوئیگی،

سے بھی یہ مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہو، بعض فقہائے امامیہ کے نزدیک مباح امور مین اعانت حرام نہین، شارح

کہتا ہو اگر یہ تفصیل اجمالی ہو تو غیر مدنہ محل نظر ہو، کہ اس کے خلاف مین متعدد نصوص موجود ہین، پھر اس حدیث مین (۱) ظالمین کی تخصیص کے کیا معنی، حرام کام مین ہر شخص کی اعانت حرام ہو اور فعل حرام تو فی نفسہ خود حرام ہو، اعانت کے لیئے ہو یا غیر اعانت کے واسطے پھر کہتا ہو، تعجب ہے علامہ نے تذکرہ مین اعانت حرام کی تخصیص کی اور روایات گذشتہ استدلال کیا ہو، وہ اون کے مدعا کے قطعاً خلاف ہین،

بعض اکابر فقہا سے منقول ہو کہ کسی نے پوچھا کہ "مین بادشاہ کے کپڑے سیتا ہون کیا مین ظالمون کے مددگارون مین داخل ہون"، اونھون نے کہا کہ "ظالمین کے مددگارون مین تو وہ شخص بھی داخل ہو جو تجھے سوئی دورا اوٹھا کر دے" پھر کہتے ہین اس حد تک احتراز بہت مشکل ہو، خدا ہمین تمھین سب کو بچاوے،

(بیسوین حدیث کی شرح مین) تقلید کی مذمت مین مفصل کلام کیا ہو، تذکرہ مین متعلق عذاب قبر و دوزخ وکیفیت بعث وغیرہ جو باتین لکھی وہ رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ناظرین کی دلچسپی کے قابل ہے، اختلاف عقائد کی تفصیل سے پیدا ہوتا ہے، ایک مسلمان کی نجات کے لیئے تصدیق اجمالی کافی ہو،

غرض علامۂ عاملی نے اسی طرح ہر حدیث کی شرح کی اور شرح مین نحوی، لغوی، ادبی، معقولی منقولی، ہر پہلو پر بحث ہو، ہر جگہ مجتہدانہ انداز ہو، بیچارے علامہ حلی کی بُری طرح خبر لی ہے، اشاعرہ اور معتزلہ مین جہان کہین اختلاف آپڑا ہو تو اکثر معتزلہ کی بیجا جانب داری کی ہو اور ہر جگہ اشاعرہ کو اپنا مخالف لکھا ہو، اگرچہ استدلال مین اکثر نمایان کمزوریان ہین، مگر چونکہ فقیر کا مقصد مناظرہ نہین، اسی لئے ذاتی اظہار رائے سے حتی الامکان احتیاط کی ہے،

ساری کتاب یکسان خط نسخ مین ہو، جو آٹھوین صدی کی شان رکھتا ہو، مگر حاشیہ پر قدیم ایرانی نستعلیق مین کہین مزید تفصیل اور کہین لغات کے معنی لکھے ہین، اور کہین غلط کی اصلاح کی ہو، کہین کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے، تو حاشیہ پر اوس کو لکھدیا ہو، کہین حسب موقع فارسی کے اشعار بھی لکھے ہین، مثلاً بیسوین حدیث کی شرح مین

(۱) یہ شرح حدیث کا وہ قابل دید مقالہ جس مین زیادہ اہل سنت کے عقائد، علم کلام کی بحث، تطبیق عقل و نقل کے متعلق متعلمین کا طریقہ لکھا ہو،

ایک جگہ آیۂ افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ کے حاشیہ پر یہ شعر لکھا ہے،

اے ہوا ہاے تو ندا انگیز　　　　اے خدا ہاے تو خدا آزار

سترھوین حدیث (حضرت رضا و مامون کے جواب و سوال متعلق عصمت انبیاء) کی شرح مین لکھتے ہین کہ

حضرت یونسؑ کو مچھلی کا نگل جانا معراج تھا، جیساکہ حدیث مین آیا ہے وقد نظمہ العارف الرومی نے

المثنوی پر حاشیہ پر مثنوی کے یہ تین شعر لکھے ہین،

گفت پیغمبر کہ معراج مرا　　　　نیست بر معراج یونسؑ اجتبا

آن من بر چرخ آن او نشیب　　　　زانکہ قرب حق برونست از حسیب

قرب نہ بالا و پستی رفتن است　　　　قرب حق از حبس ہستی رستن است

---

(۲) نفسیاتِ ترغیب

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دارالمعلمین حیدرآباد دکن

ترغیب مین ذہن کا عمل

اب تک ہم نے عملِ ترغیب مین جذبہ کے وجود سے بحث کی ہے لیکن عنصر جذبی کا وجود عنصر ذہنی کے عدم وجود کو مستلزم نہین ہے، اور یہ قیاس کرنا کہ عملِ ترغیب مین کسی ذہنی عنصر کا وجود نہین ہوتا، غلطی ہوگی، ہم بتا چکے ہین کہ ترغیب کے فیصلات مظہر رضامندی یا ناراضی ہوتے ہین، یہ کہنا ہی کسی نہ کسی ذہنی عنصر کی موجودگی کا پتہ دیتا ہے، آئندہ سطور مین ترغیب کے اس دوسرے ترکیبی جزو یعنی "عنصر ذہنی" سے بحث کیجائیگی، سردست اس کے وجود کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے،

مذہبی واعظون کی ترغیب مین "موجودہ لامذہبی" و بدکرداری، کی درستی کی طرف اشارہ ہوتا ہے، تارک موالات کی ترغیب مین (بقول ان کے) "ہندوستان کی موجودہ غلامی اور مفلسی" کا تصور موجود ہوتا ہے، تارک منشیات کی ترغیب مین شراب کے مضر اثرات اور موجودہ تباہ حالت کی تصویر موجود ہوتی ہے، غرضکہ ہر خواہش یا اعتقاد مین جس سے عملِ ترغیب کا آغاز ہوتا ہے کسی موجودہ صورت حالات کا ذہنی تصور لازمات سے ہے، جس کو کہ فاعل، اپنی ترغیب کے ذریعہ سے بدلوانا چاہتا ہے، اگر یہ ذہنی تصور واضح اور روشن ہے، تو ترغیب بھی واضح، اور مؤثر ہوگی، برخلاف اس کے اگر ترغیب دینے والے کے ذہن مین موجودہ حالت کا تصور مبہم اور گنجلک ہے تو اسکی ترغیب بھی اسی اعتبار سے مبہم اور پیچیدہ ہوگی، گویا کہ ترغیب کی کامیابی کا انحصار، صورت حالات، کے ذہنی تصور کے صاف اور واضح ہونے پر ہوتی ہے یعنی کامیاب ترغیب ہو یا ناکامیاب، اس عنصر ذہنی کا پایا جانا ضروری ہے، کیا ایک ایسے شخص کی ترغیب جس کے ذہن مین بائسکوپ یا اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے مضر اثرات کا تصور تک نہین ہے، ہم کو بائسکوپ دیکھنے سے روک سکتی ہے؟ یا ایک ایسے تنگ نظر

کی ترغیب جس نے محض ایک شب تعینہ دیکھ کر اس کو مذموم اور مخرب اخلاق قرار دے دیا ہو؛ واضح اور مفصل ہو سکتی ہی؛ ہمارا خیال ہے کہ اس کی ترغیب کو کامیابی نصیب نہین ہو سکتی، اور اگر اس کی ترغیب موثر ہو بھی تب بھی محض ان اصحاب کے لئے ہو گی جو پہلے سے اس مبلغ کے ہم خیال ہین اور اس کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہتے ہین،

ذاتی ترغیب مین عنصر ذہنی کا وجود "درک حالات" کی صورت مین ہوتا ہی، دوسرون کو جو ترغیب دیجاتی ہی اس مین وہی کام "طرز بیان" یا "گفتگو" سے لیا جاتا ہی، اس سے تو شاید کوئی انکار نہین کر سکتا کہ "طرز بیان" مین یا "گفتگو" مین عنصر ذہنی کی موجودگی لازمی ہی؛ "بیان" کا ترغیب مین ایک اہم حصہ ہی اس کے کرشمے عدالتون مین خاص طور پر دیکھنے مین آتے ہین، وکلا کا بیان ترغیب کا ایک زبردست آلہ ہی، جو خوبیان کسی قابل وکیل کے بیان مین پائی جاتی ہین، وہ جامعیت، صحت، تناسب تسلسل واقعات، اور رابطۂ خیالات ہین، ایک فاضل ایڈ وکیٹ اپنی ترغیب مین اس بات کا خیال رکھتا ہی کہ مقدمہ کے تمام اہم واقعات بیان کر دئے جائین کسی ضروری واقعہ کا اختصار بعض اوقات ناکامی کا باعث ہوتا ہی، پھر واقعات کی تفصیل کا ہونا بھی ضروری ہے، ظاہر ہی کہ مقدمات جرائم مین جب تک کہ واقعات کا بیان بلحاظ موقع و وقت واردات، بلا کم و کاست نہ کیا جائے، اندیشہ ہی کہ استدلال ناقابل قبول ہو اور مقدمہ کا فیصلہ مخالف ہو، مختلف واقعات مین صحیح تناسب کا لحاظ بھی ضروری ہی، اہم واقعات پر زور دیا ہوتا ہی، بیان مین ترتیب و تواتر کا خاص خیال رکھا جاتا ہی، اب غور کرو تو یہ سب باتین فی الحقیقت صفات ذہن سے متعلق ہین اور ہر عملی ترغیب مین ان کا کم و بیش وجود ہوتا ہی؛ پس معلوم ہوا کہ ہر ایسی ترغیب مین جو حقیقی معنون مین ترغیب کہی جا سکے جامعیت مضمون، توازن واقعات، صحت بیان، اور کسی صورت حالات کو اپنے (ترغیب ذاتی مین) یا دوسرون کے سامنے تسلسل و ربط کے

ساتھ پیش کرنے کی قابلیت کا ہونا لازمی ہے، اس سے عنصر ذہنی کی ترغیب مین موجودگی، لازماً ثابت ہوتی ہے،

مذکورہ بالا صورتون کے علاوہ یہ عنصر ذہنی کبھی ارتباطات کی شکل مین بھی ظاہر ہوتا ہے یہ اوس وقت ہوتا ہے جب ہماری تکمیلِ مقصد کی دو صورتین ہون، اور ایک کا انتخاب کیا جائے مثل کے طور پر فرض کرو کہ میری صحت خراب ہوتی جا رہی ہے، مین اُسکی ترقی کی کوشش کرتا ہون، بحالی صحت کے لئے میرے سامنے دو تجویزین پیش ہین، اولاً یہ کہ مین مدرسہ سے تعطیل لیکر دیہات چلا جاؤن، ثانیاً یہ کہ مین کسی مقامی شفاخانہ مین اپنا علاج کراؤن، اب دونون صورتون مین سے مین اُسی ایک کا انتخاب کرونگا جس مین میری مقصد کی تکمیل کی صلاحیت زیادہ ہو، اب مین استنباطِ عقلی سے کام لیکر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہون کہ چونکہ مین ضرورت سے زیادہ ٹینس کھیلتا ہون اور کھلے میدان مین ورزش کرتا ہون لہذا میری صحت خراب گئی ہے اور مین اپنا علاج مقامی ہسپتال ہی مین کرلونگا، دیکھو میری اس ترغیب ذاتی مین استنباط پایا جاتا ہے، اگر میری ترغیب دیہات مین چلے جانے کے لئے بھی ہوتی تو اس صورت مین بھی یہی ہوتا، غرضکہ اس مثال مین میرا ہر دو صورتون مین کسی ایک کا انتخاب، استدلال ذہنی کا نتیجہ ہے، ترغیب مین عنصر ذہنی کی موجودگی کا یہ دوسرا ثبوت ہے،

دوسرون کی ترغیب مین بھی یہی ذہنی عنصر پایا جاتا ہے، دلائل جن کی بنا پر ہم دوسرون کو ایک خاص طرزِ عمل کی پیروی کی ترغیب دیتے ہین، استدلالی پہلو لئے ہوتے ہین، کوئی سی مثال بھی ترغیب لفظی (تحریر و تقریر) کی لو، تم کو اس مین استقرائی استخراجی، دلائل نظر آئینگے، تشبیہات، توالی و تواتر، علاقۂ سببیت، ان کا وجود بھی اکثر ہوگا،

اس موقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ گو ترغیب مین ظاہر منطقی ترتیب، اور توالی و تواتر پایا جاتا ہے، اور منطقی اصولون سے کام بھی لیا جاتا ہے، لیکن ان کا استعمال سطحی ہوتا ہے نہ کہ حقیقی، ہم اس با

کے ابتدائی حصہ مین کہہ چکے ہین، کہ ترغیب مین فیصلون کے قبول یا رد کا انحصار ان مین تشفی جذبات کی صلاحیت کے وجود یا عدم پر ہی، اس کی کیا وجہ ہو کہ ترک منشیات کی ترغیب انگلستان کی آبادی کے ایک حصہ کو منطقی نظر آتی ہو، اور اس مین جن دلائل سے کام لیا گیا ہو وہ بھی کل و جز تشفی بخش معلوم ہوتے ہین، لیکن وہی ترغیب دوسرے حصہ آبادی کو غیر استدلالی بلکہ مہمل معلوم ہوتی ہو، یہ تو کہا نہین جا سکتا کہ ان ہر دو فریقون کی سمجھ اور غلطیون مین بہت کچھ اختلاف ہی، پھر کیا وجہ ہی؟ محض یہ کہ بحث کی ایک اہم کڑی (یعنی اس کی خواہشات یا جذبات سے ہم آہنگی) فریق اول کو صاف نظر آتی ہو، لیکن فریق ثانی کی نظر مین اس کڑی کا وجود ہی نہین اور اس لئے اُس کو کل بحث غیر منطقی اور غیر استدلالی معلوم ہوتی ہی،

عمل ترغیب مین ذہن اور جذبہ کا باہمی تعلق، ترغیب کے ان دونون عناصر ترکیبیہ (ذہنی و جذبی) کا عمل علحدہ علحدہ نہین ہوتا اصلیت یہ ہو کہ دونون ایک دوسرے مین ضم ہو جاتے ہین، اور ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہی، عنصر جذبی کا اثر عنصر ذہنی پر یہ ہوتا ہو کہ اول الذکر اپنی تشفی کے لئے استدلال کو اپنے قابو مین کر لیتا ہو، اور اس سے وہی فیصلے صادر کراتا ہی، جو اس کی تشفی کر سکین، اس کی مثال انگلستان کی ایک عورت کے رویہ سے دی جا چکی ہو، اسی طرح سے ذہن کا اثر بھی جذبات پر ہوتا ہی مثلاً خوش اسلوبی سے کسی نقطۂ خیال کا بیان کر کے، فصاحت و وضاحت سے اپنے حسب منشا ترغیب دیکر ہم دوسرون کے جذبات کو اپنا ہم نوا بنا لیتے ہین، اس کی مثال آجکل ہندوستان مین کثرت سے نظر آتی ہی، استدلال سے ہمین اپنے جذبات پر بھی قابو رکھنے مین مدد ملتی ہو، اور یہ اس طرح سے کہ ایک جذبہ کی مخالفت مین دوسرا قوی تر جذبہ کھڑا کر کے، اوّل الذکر کے اثر کو زائل کر دیا جاتا ہو، مثلاً جذبۂ غضب سے متاثر ہو کر اپنے دل کو اپنے دشمن کے قتل کرنے کی ترغیب دیتے ہین، لیکن استدلال اور تعقل اس جذبہ کی مخالفت مین جذبۂ خوف، کو سامنے لا کر کھڑا کر دیتا ہی، اور ہم قتل کے نتائج (یعنی

چانسی پانا) سے خوفزدہ ہوکر "غضب" سے باز آتے ہین، استدلال ایک دوسرا طریقہ جذبۂ غضب کو توڑنے کا بھی استعمال کرتا ہی اور وہ یہ ہی کہ شخص "مغضوب" کو قابل عزت و توقیر ثابت کرکے "غضب" کا جذبہ اس کی ذات سے منتقل کردیا جاتا ہی، اس کی مثال لارڈ چتھم کی تقریر سے ملتی ہی، جب جنگ آزادی امریکہ کے زمانہ مین پارلیمنٹ انگلستان مین امریکن آبادی کی طرف سے غصۂ و غضب کے جذبات موج زن تھے، اور مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ باغیون کو نیچا دکھانے کے لئے ممالک غیر سے فوجی مدد کی درخواست کیجائے، تو لارڈ موصوف نے جو صلح کی پالیسی کے مؤید تھے اپنے سامعین کے قلوب پر اول تو انگلستان کی شکست کی خیالی تصویر کھینچ کر خوف کا جذبہ طاری کیا، اور پھر حسب ذیل الفاظ مین ان کو جنگ سے باز رہنے، اور ممالک غیر سے فوجی امداد نہ طلب کرنے کی ترغیب دی،

"امریکن نوآبادیات اپنی آزادی کے لئے برسرپیکار ہین، آزادی ہر شخص کا قدرتی حق ہی، ہمین ان کے جذبۂ حب الوطنی کی قدر کرنا چاہئے، اور ان کی مثال سے سبق حاصل کرنا چاہئے ......"

ترغیب مین تخیلہ کا عمل

اب تک ہم ترغیب کے دو اہم عناصر ذہنی و جذبی سے بحث کرتے رہے اور انکا باہمی تعلق اور ترغیب مین ان کی اہمیت دیکھتے رہے، لیکن ان کے علاوہ ایک تیسرا عنصر بھی عمل ترغیب مین شریک ہی اور وہ "تخیل" ہی، یہ تخیلی عنصر بقیہ دو سے بہت کچھ مربوط ہی، اور اپنے اثر سے کبھی تو عنصر ذہنی کے عمل یعنی "درک صورت حالات" یا "بیان" کو بدل ڈالتا ہی، اور کبھی عنصر جذبی کو متاثر کرکے جذبات کی قوت محرکہ مین اضافہ کرتا ہی، آئندہ سطور مین ہماری بحث اس عنصر سے رہیگی،

ہر خواہش، یا اعتقاد جس سے عمل ترغیب کا آغاز ہوتا ہی، بالخاصہ ہمارے دماغ مین اپنے مناسب حال خیالی تصویرین پیدا کرتا ہی، ہمارا فرضی زید جو مہاتما گاندھی کی ترغیب کی وجہ سے تارک موالات ہوگیا ہی، اپنی متخیلہ کو کام مین لاکر، اپنے دماغ کے سامنے ملک کی موجودہ عسرت و فلاکت کی خیالی

تصادیر لاکر، یا حصول سوالاج کی صورت مین ملک کی سرسبزی، خوشحالی، آزادی کی خوشنما تصویر
اپنی متخیلہ کی بدولت کھینچکر اپنے عقیدہ یا خواہش کو زیادہ قوت دے سکتا ہی، اور پہلے سے بھی زیادہ
شد ومد سے تارک موالات بن سکتا ہی، اسی طرح سے اگر کوئی شخص تمھین نیک افعال کی تلقین کرے
اور ایک دوسرا شخص نہ صرف تلقین کرے بلکہ قصّون، روایات، اور دیگر خیالی تصویرون سے بھی
مدد ے، تو یقیناً تمہارے دل پر مؤخرالذکر کی ترغیب کا اثر بہ نسبت پہلے شخص کے زیادہ ہوگا، اس
کی وجہ یہی ہی کہ اس نے عنصر تخیلی سے بھی کام لیا، اس سے عنصر تخیلی کی ایک اہمیت تو تمہین معلوم
ہوئی اور وہ یہ ہی کہ خواہش و اعتقاد کو قوی تر کردیتا ہے،

ہر اعتقاد نہ صرف اپنے مناسب حال خیالی تصویرین پیدا کرتا ہی، بلکہ اس کا ایک اور
خاصہ یہ بھی ہی کہ ان تخیلات کا جو اس کے مخالف ہون، شعور کے سامنے گذر بھی نہین ہونے دیتا،
فرض کرو کہ ہمارا زید ترک موالات کے سلسلہ مین ترک تعیشات کا بھی حامی ہی، کیا تمھارا خیال
ہی کہ اس کے متخیلہ مین کسی ایسے متوسط الحال خاندان کی تصویر کا گذر ہوگا جو دن بھر محنت مزدوری
کرتا ہی اور روزانہ شب کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے بائسکوپ جاکر جائز طور سے دل بہلاتا ہی، مگر
زید کا اعتقاد ترک تعیشات اور اسی باعث ترک بائسکوپ کا مؤید ہی، لہذا اول تو یہ تخیل اس
کے دماغ مین آنے کا ہی نہین، اور اگر آئیگا تو فوراً ہی خارج کردیا جائیگا، بہ نسبت مذکورۂ بالا
خیالی تصویر کے زید کے لئے اس خاندان کی خیالی تصویر کھینچنا آسان ہوگا، جو شاید بائسکوپ کی
وجہ سے مفلس ہوگیا ہی، یا جس کے افراد بائسکوپ سے چوری، ڈاکہ وغیرہ کا سبق سیکھ لیتے ہین کیونکہ
یہ تصویر ان کے اعتقاد کے حسب حال اور اسے قوت پہنچانیوالی ہی،

قوۂ متخیلہ کا ایک خاصہ یہ کہ نہ صرف گذشتہ حالات کی تصاویر ہمارے دماغ مین پیدا کرتی ہی
بلکہ گذشتہ اور موجودہ کو ملاکر مستقبل کی تصویر بھی کھینچ سکتی ہی، متخیلہ کے اس خاصہ سے ترغیب مین

بہت کچھ مدد لی جاتی ہے، اور وہ اس طرح سے کہ ترغیب کنندہ اس کی مدد سے، اپنے سامعین کے سامنے ایک خیالی تصویران حالات کی کھینچ دیتا ہی جو اس کی ترغیب پر عمل کرنے کی صورت مین ظاہر ہونگے، اور اس خیالی تصویر کی مدد سے اپنی ترغیب کو کامیاب بناتا ہی، ذیل کے اقتباس سے اس کی مثال ملتی ہے، یہ اقتباس لارڈ بروگہم کی اس تقریر کا ہی جو صاحب موصوف نے دارالامرا مین ۲۰ فروری ۱۸۳۸ مین "انسداد رسم غلامی" کے متعلق کی تھی، مقرر صاحب انسداد رسم غلامی کے خوشگوار نتائج مستقبل کی خیالی تصویر بدین الفاظ کھینچتے ہین،

"جونہی کہ یہ مژدۂ فرحت اثر (کہ رسم غلامی موقوف ہوگئی) دنیا کے ہرگوشہ مین پہونچیگا، ایک نئے اور خوشنما مستقبل کا نظارہ، دنیا کے پیش نظر ہو جائیگا، کتنے ہی پژمردہ قلوب، جو انسان کے انسانون پر مظالم دیکھ کر، رنجور تھے، موسم بہار کے غنچون کی طرح کھل جائینگے، جہان کل کسی بے رحم آقا کے تازیانہ کی کرخت آواز اور اس کا درشت لب ولہجہ مظلومین کی آہ وبکا کو اپنے مین چھپائے ہوئے تھا، وہان آج آزادی اور امن وامان کے شادیانون سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیگی، بدقسمت افراد انسانی کے طوق وسلاسل کی جھنکارین موقوف ہو جائینگی، حرمان نصیب غلامون کے اعضا، زنجیر اور رسن کی سخت گیریون سے نجات پائینگے، زمانہ کا شفیق ہاتھ، رفتہ رفتہ، ان کے جسمون سے غلامی کے داغ مٹا کر دیگا، جملہ اقوام انسانی، بلا قید رنگ، و مذہب، ترقی کی دوڑ مین برابر کا حصہ لینگی، قدرت کا دست فیاض ان سرزمینون پر جو پہلے کسی حکومت پسند آقا کے جور وتعدی اور اس کے کوڑون کی مار کی بدولت کاشت کیجاتی تھین، اپنے خزانہ کے زر وجواہر برسائیگا، اور وہ زمینین اب محنت ومزدوری کے شیدائیون کے پسینہ سے سینچی جائینگی، امرا کے عالیشان محلون مین، دیہات کی لہلہاتی ہوئی کھیتیون مین، شہر کی سڑکون مین، زرخیز وادیون مین، غرضکہ تمام عالم مین امن و امان فرحت و انبساط، کی یکسان حکمرانی ہوگی، حضرات! کیا عالمگیر خوشحالی اور تمدن کی یہ خوشنما

تصویرین آپ کے قلوب کو متاثر نہین کرتین، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

اس قسم کے تخیل اختراعی کا اثر (جس کی مثال اوپر دی گئی ہی) عمل ترغیب پر بہت کچھ ہوتا ہی، گذشتہ و موجودہ حالات کی روشنی مین ہم تخیل کی مدد سے، مستقبل کی تصویرین کھینچتے ہین، حسب منشائے ترغیب، ان مین اُمید وبیم، خوف وہراس کی رنگ آمیزیان کرتے ہین، اور ان خیالی خاکون کو، اپنے پیش نظر رکھکر ایسی تدبیرین سوچتے ہین، جو موجودہ یا گذشتہ سے بہتر صورت حالات پیدا کرسکین، کتابون اور تقریرون مین، جتنی ترغیب کی مثالین نظر آتی ہین، ان مین کا بیشتر حصہ متخیلہ کی اس صفت اختراعی سے متصف ہوتا ہی، ناظرین اور سامعین کے سامنے ماضی، حال، اور مستقبل کے جامع اور معنی خیز نظارے پیش کئے جاتے ہین، دور تک پہونچنے والے اثرات کا درک دلایا جاتا ہی، اور علت حال اور معلول مستقبل مین رشتہ قائم کیا جاتا ہی،

جس طرح کہ جذبات اور ذہن ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہین، اور ایک سے دوسرے کو مدد ملتی ہی، اس طرح یہ تخیلی عنصر بھی ذہن اور جذبات پر اپنا اثر کرتا ہی، اور تینون باہمدگر، ہم آہنگی سے، اپنا عمل کرتے ہین،

(باقی)

علم الکلام

مولنا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بہ عہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل ومجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ ناپید ہوگئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہی، قیمت عہ/

منیجر

مترجمات

خلیفہ کا ایلچی غزنوی دربار مین

پانچوین صدی ہجری مین

مترجمہ جناب مولوی سید حسن صاحب برنی، بی اے

ابوالفضل بیہقی عہد غزنوی کا مشہور مورخ ہو وہ ۳۸۶ھ (۹۹۶ء) مین پیدا ہوا اور ۴۷۰ھ (۱۰۷۷ء) مین وفات پائی، ابوالفضل کی تاریخ مختلف نامون سے مشہور ہو مثلاً تاریخ بیہقی، مجلدات بیہقی، تاریخ ناصری، تاریخ مسعودی، اس تاریخ مین مصنف نے ۴۰۹ھ (۱۰۱۸ء) سے لیکر پچاس برس کے واقعات سلطان محمود غزنوی کے زمانے سے سلطان ابراہیم غزنوی تک کے عہد سلطنت تک لکھے تھے، اور یہ ایک نہایت ضخیم تاریخ تھی، میرخواند نے روضۃ الصفا مین لکھا ہو کہ یہ کتاب تیس جلدون مین ہو خود بیہقی نے بھی ایک جگہ لکھا ہو کہ مین نے پچاس برس کے واقعات کئی ہزار صفحون مین درج کئے ہین،

بدقسمتی سے اس کتاب کا بیشتر حصہ تلف ہو گیا ہو اور اب تک کسی جگہ دستیاب نہین ہو سکا صرف مسعود غزنوی کے عہد (۴۲۱ھ (۱۰۳۰ء) - ۴۳۲ھ (۱۰۴۰ء)) کے حالات دستیاب ہوئے تھے جو ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ نے ۱۸۶۲ء مین شایع کئے،

اس جزکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ تاریخ ایک نہایت اعلیٰ پایہ کی تصنیف تھی اور مصنف نے حالات بیشتر اپنے ذاتی معلومات کی بنا پر لکھے تھے، فارسی تاریخون مین یہ تاریخ نہایت مستند اور بیحد دلچسپ ہو،

تاریخ بیہقی سے ایک دلچسپ مقام انتخاب و ترجمہ کرکے ناظرین معارف کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے القائم بامراللہ عباسی خلیفہ بغداد کے تخت نشین ہونے پر مسعود غزنوی سے بیعت لینے کیلئے ایلچی آیا ہے اسلامی سلطنتون مین جو خلیفہ کی عزت و حرمت اس زمانے مین کیجاتی تھی اس کا اندازہ ان حالات سے ہوگا جو بیہقی نے اپنے چشم دید لکھے ہین،

"برنی"

منگل کا دن تھا اور ذیقعدہ ۴۲۲ھ مین دس دن باقی تھے خبر پہونچی کہ امیر المومنین قادر باللہ انار اللہ برہانہ کا انتقال ہوگیا، اور امیر المومنین امام ابوجعفر القائم بامراللہ ادام اللہ سلطانہ جو ولیعہد خلافت تھے تخت نشین ہوئے، سب لوگون نے بیعت کی، دونون خاندان کے بنی ہاشم یعنی علویون اور عباسیون نے اطاعت قبول کی، اور تمام اہالیان بغداد نے فرمانبرداری کا اظہار کیا، دنیا کے اس سرے سے اوس سرے تک خط لکھے گئے اور ایلچی روانہ ہوئے تاکہ اعیان دولت اور والیان مملکت سے بیعت لین، فقیہ ابوبکر بن محمد اسلیمانی الطوسی امیر مسعود کی خدمت مین نامزد ہوکر خراسان پہنچا، امیر کو اس خبر سے سخت افسوس ہوا اور خواجہ احمد (بن حسن میمندی وزیر) اور میرے استاد بونصر کو خلوت مین طلب کرکے دریافت کیا کہ اس بارہ مین کیا کرنا چاہئے، خواجہ نے کہا۔ خداوند کی زندگانی دراز اور دولت و بزرگی نصیب، ہرچند یہ خبر صحیح ہے لیکن مصلحت یہ ہے کہ ابھی اسے پوشیدہ رکھا جائے اور خطبہ قادر کے ہی نام پڑھا جاتا ہے، جیسا کہ معلوم ہوا ہے ایلچی اسی خبر کو لیکر آرہا ہے اور غالبًا جلد پہنچنے والا ہے، جب یہان پہونچیگا تو ستانے کے بعد خداوند کے سامنے مناسب طور پر پیش ہوگا تاکہ تعزیت کا خط اسے دیدیا جائے، دوسرے دن خداوند تین دن تک تعزیت کی رسم بجالائینگے اور جمعہ کے دن جامع مسجد جاکر تہنیت کی رسم ادا کرینگے، قائم کے نام پر خطبہ پڑھا جائیگا اور نذرین دیجائینگی،" امیر نے کہا یہی مناسب معلوم ہوتا ہے غرض اس خبر کو پوشیدہ رکھا گیا، . . . . . . ۱۵ ذی الحجہ کو خط پہنچا کہ سلیمانی شورستان پہنچ گیا،

اندر سے سو وہان تک امیر کے والیون، عاملون اور گماشتون نے نہایت اچھی طرح خدمت اور استقبال کی رسم ادا کی، امیر نے خواجہ علی میکائیل کو بلا کر کہا کہ "ایلچی آرہا ہی شرفا، علویین، قاضیون، عالمون، اور فقیہون، کو جمع کرکے پہلے سے استقبال کے لئے چلے جاؤ، اعیان درگاہ اور مرتبہ دار پیچھے سے پہنچینگے، ایلچی کو مناسب طور پر شہر مین لایا جائے" علی نے جو رئیس الرؤسا تھا اور ایسے کامون کے لئے نہایت موزون اس بارہ مین اندازہ سے بڑھکر تکلف کیا...... خواجہ علی استقبال کے لئے اس ترتیب کے ساتھ نکلا کہ اس کے پیچھے بوعلی رسولدار مع مرتبہ دارون اور سوارون کے تھا جب ایلچی شہر کے قریب پہنچا تو تین حاجب اور بوالحسن کرخی ندیم اور مظفر حاکم ندیم جو عربی نہایت اچھی بولتے تھے، اور دس سرہنگ ہزار منتخب سوارون کے ساتھ آئے اور سنیچر کے دن ذی الحجہ مین ۵ دن تھے کہ ایلچی کو بڑی تعظیم تکریم کے ساتھ شہر کے اندر لیکر پہنچے، محلہ سید باقلی مین ایک آراستہ و پیراستہ مکان مین فروکش کیا اور بڑے تکلف کے ساتھ دسترخوان بچھایا گیا،

جب ایلچی تین دن آرام کر چکا اور کافی خاطر و مدارات ہولی، امیر نے خواجہ سے کہا "ایلچی آرام کر چکا ہی اب اُسے ہمارے سامنے لانا چاہئے" خواجہ نے کہا "بیشک اب وقت آگیا ہی اس بارہ مین کیا حکم ہی؟" امیر نے کہا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ مین چند روز کے لئے کوشک عبد الاعلی چلا جاؤن یہ محل ایسے کامون کے لئے زیادہ موزون ہی اور پوری طرح آراستہ ہی، وہان دوہری عمارتین بھی ہین، غلام اور مرتبہ دار اوائے رسم کے لئے سہولت سے کھڑے ہو سکتے ہین، اور تہنیت و تعزیت کی رسم خوب ادا ہو سکتی ہی ان سے فارغ ہو کر باغ مین واپس چلے آئینگے، خواجہ نے کہا "خداوند کا یہ خیال بہت اچھا ہی ایسا ہی ہونا چاہئے"،

اس کے بعد خلوت کیگئی اور حاجب بزرگ، سالار غلامان، عارض ممالک اور صاحب دیوان رسالت طلب ہوئے امیر نے ایلچی، خط، لشکر، مرتبہ دارون، اور غلامان سرا کے متعلق جو

احکام تھے سب صادر کئے، یہ لوگ چلے آئے اور امیر ظہر کی نماز کے وقت سوار ہو کر کوشک عبدالاعلیٰ مین فروکش ہوا،

قرار یہ پایا کہ پہلی محرم کو جو سال کا پہلا دن ہے ایلچی پیش ہو، میرے استاد خواجہ بونصر مشکان نے حسب دستور بوعلی رسولدار کو حکمنامہ دیا وہ ایلچی سے خط لے آیا معلوم ہوا کہ تعزیت و تہنیت کا مضمون تھا، لشکر غلامون اور مرتبہ دار دن کا انتظام حاجب بزرگ اور سالاران لشکر نے انجام دیا،

یکم محرم ۴۲۳ھ کو یکشنبہ کا دن تھا، تمام انتظام پہلے کیا جا چکا تھا جب صبح ہوئی چار ہزار غلام سرائے امارت کے دونون طرف راستون پر پرے باندھے کھڑے تھے، دو ہزار کلاہ دو شاخ سر پر رکھے کمرہائے گران اور پرتلے باندھے ہر غلام کے ہاتھ مین عصائے سیمی، دو ہزار کلاہ چہار پر اوڑھے اور کیش (ترکش) اور بہنی کسے اور شمشیر و شغا (تیردان) اور نیم لنگ (قربان یا کیش) کمر پر کسے ہر غلام کمان اور تین چوبہ تیر ہاتھ مین لئے دیبائے ششتری کی قبائین پہنے، تین سو غلامان خاصہ امیر کے قریب صفہ کے ستون پر جامہائے فاخرہ پہنے کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے اور کمرہائے زر باندھے اور عمودہائے زرین ہاتھ مین لئے کچھ کمرہائے مرصع بجواہر باندھے کھڑے تھے، پانچسو ساٹھ سردار دروازے پر سرائے دلیمان کے درمیان ایستادہ تھے تمام اعیان درگاہ، ولایت دار اور حاجب کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے کمر زر باندھے دربار مین حاضر تھے دروازے کے باہر مرتبہ دار متعین تھے اور بہت سے ہاتھی مع نشانون کے موجود تھے،

ایلچی اس کوکبہ مین سے ہو کر گذرا، اور رسولدار سوار دن اور ایک انبوہ کے ساتھ ایلچی کو لایا اور آ کے دربار مین بٹھایا،

بوق و کوس اور دہل و کاسہ پیل کی آواز بلند ہوئی گویا قیامت کا دن ہے ایلچی ان تکلفہائے عظیم کو دیکھکر مدہوش و متحیر ہو کر رہگیا اپنی عمر مین اس نے یہ شان و شوکت کبھی نہ دیکھی تھی،

جب سفیر کوشک مین پہنچا تو امیر تخت پر بیٹھا تھا صفہ کے سامنے سلام کیا اور کھڑا ہو گیا، خواجہ بزرگ احمد حسن

نے سلام کا جواب دیا خواجہ کے سوا امیر کے سامنے کوئی بیٹھا ہوا نہ تھا سب لوگ کھڑے تھے صاحب بونصر نے ایلچی کو سہارا دیکر بٹھایا، امیر نے بآواز بلند کہا "خداوند امیر المومنین کو کس حالت مین چھوڑا" ایلچی نے کہا "اللہ تعالیٰ سلطان معظم کو مطلع فرمائے کہ امام القادر باللہ امیر المومنین انار اللہ برہانہ کا انتقال ہو گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون، سخت سانحہ ہے ایزد عز ذکرہ خلیفہ کو فردوس مین جگہ عطا فرمائے اور خداوند دین و دنیا امیر المومنین کو باقی رکھے" خواجہ بزرگ نے عربی مین ایک نہایت عمدہ تقریر اس بارہ مین کی، اور ایلچی کی طرف اشارہ کیا کہ خط پیش کرے،

ایلچی کھڑا ہوا خط دیبائے سیاہ کے خریطہ مین تھا تخت کے سامنے لیگیا اور امیر کے ہاتھ مین دیکر لوٹا اور اپنی جگہ پر آبیٹھا، امیر نے خواجہ بونصر کو آواز دی وہ تخت کے سامنے حاضر ہوا، اور خط لیکر پیچھے ہٹ آیا اور تخت کی جانب منہ کرکے کھڑا ہو گیا خریطہ کھولا اور خط پڑھکر سنایا جب پڑھ چکا تو امیر نے کہا کہ اس کا ترجمہ بھی سناؤ کہ سب سمجھ سکین بونصر نے اس کا ترجمہ اس خوبی کے ساتھ سنایا کہ سبنے اقرار کیا کہ دوسرے کو یہ دستگاہ نہین،

اس کے بعد ایلچی کو واپس کر دیا گیا اور توقیر کے ساتھ اس کے قیامگاہ پر پہنچا دیا گیا، امیر نے ماتم داری کا سامان کیا دوسرے دن جب دربار کیا تو دستار اور قبا پہنے ہوئے تھا تمام والی اور حشم اور تاجیک ماتم پرسی کے لئے آئے ایلچی کو بھی بلایا گیا تھا کہ اپنی آنکھون سے مشاہدہ حال کرے، بازار بند کر دئے گئے، رعایا کے لوگ جوق جوق آتے تھے تین دن اسی طرح گذر گئے ہر روز ایلچی حاضر ہوتا تھا، اور چاشت کے وقت جب امیر دربار سے چلا جاتا واپس ہو جاتا تھا، تین دن بعد لوگ بازار مین آئے گھریان کھلین اور ڈہل دمدمہ بجنے لگا،

امیر نے خواجہ علی کو بلا کر کہا "حکم دے کہ درگاہ سے لیکر مسجد جامع تک قبّے بنائین اور جو تکلف ممکن ہو کرین جمعہ آپہنچا ہے اور ہم خود جامع مسجد جائینگے تاکہ امیر المومنین کا خطبہ پڑھا جائے" خواجہ علی نے

کہا تعمیل ارشاد ہو گی اور چلا گیا اعیان بلخ کو بلا کر جو کہنا تھا کہا پیر کے دن سے جمعرات تک انتظام ہوتا رہا اور بلخ کو درِ عبد الاعلیٰ سے مسجد جامع تک ایسا آراستہ کیا کہ کسی کی یاد مین اس سے پہلے بلخ کی ایسی آرائش نہ ہوئی تھی، بہت سے قبے بازارون مین عبد الاعلیٰ تک اور وہان سے درگاہ سلطانی اور محتشمان بارگاہ کے محلون تک بنے ہوئے تھے، جمعہ کی رات کو پچھلے پہر تک لوگ آرائش مین لگے رہے،

جب دن نکلا سب تیاریان ہو چکی تھین، امیر نے جمعہ کے دن دربار کیا جب دربار ختم ہوا خواجہ علی میکائیل نے کہا "خداوند کی زندگی دراز ہو قبون کی تیاری اور آرائش وغیرہ کے متعلق جو کچھ فرمان عالی تھا پورا ہو گیا کوئی اور حکم ہے؟" امیر نے کہا "لوگون کو بتا دینا چاہئے کہ وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہین، ہر گروہ اپنی اپنی جگہ رہے اور اپنے قبون اور سامان کا خیال رکھے جس وقت ہم گذرین تو کسی کو داد اور گانا بجانا روک دیا جائے ایک آواز بھی سنائی نہ دے جب ہم گذر جائین جو جی چاہے کرین، نماز پڑھکر دوسری طرف شارستان ہوتے ہوئے باغ پہنچ جائینگے" خواجہ نے کہا "بہت بہتر ہے" اور لوٹ آیا، اور احکام جاری کر دئے، سیاہ پوش روانہ ہوئے اور سب لوگون سے تحریری وعدے لے لئے،

امیر چاشت کے وقت سوار ہوا، چار ہزار غلام اسی زیب و زینت کے ساتھ جس کا کہ ہم ایلچی کے آنے کے دن ذکر کر چکے ہین پیادہ پا آگے تھے سالار بکتغدی پیچھے تھا، غلامان خاصہ اس کے بعد سلطانی نشان اور مرتبہ دار اور حاجب آگے آگے حاجب بزرگ بلکاتگین پیچھے، سلطان کے پیچھے خواجہ بزرگ اور خواجگان و اعیان درگاہ خواجہ کے پیچھے خواجہ علی میکائیل، قاضی، فقیہ، علما، زعیم اور اعیان بلخ تھے، خلیفہ کا ایلچی اس جلوس مین علی میکائیل کے سیدھے ہاتھ پر تھا،

امیر اس ترتیب کے ساتھ نہایت آہستہ آہستہ مسجد جامع پہنچا، بجز مرتبہ دارون کے آہٹ اور بڑھو بڑھو کے کوئی دوسری آواز نہین سنائی دیتی تھی،

مسجد پہنچکر امیر سواری سے اترا اور ممبر کے نیچے جا بیٹھا منبر پر اوپر سے نیچے تک دیبائے زر بفت پڑا تھا، خواجہ بزرگ اور اعیان درگاہ بیٹھ گئے، علی میکائیل اور خلیفہ کا ایلچی ذرا فاصلہ پر بیٹھے، خطبہ اور نماز کو خطیب نے ادا کیا، جب فارغ ہوگئے تو سلطانی خزانچی آئے اور دس ہزار دینار، پانچ حریر کی تھیلیون مین منبر کے نیچے لا رکھے یہ خلیفہ کے لئے نذر تھی، اس کے بعد خداوندزادون، امیرون، فرزندون خواجہ بزرگ اور حاجب بزرگ کی نذرین آنی شروع ہوئین، بعد ازان دوسرے لوگون کی، آواز دیتے جاتے تھے یہ "نثار فلان نثار فلان اور رکھتے جاتے تھے،

جب نذرون کا سلسلہ ختم ہوگیا تو امیر اٹھا اور سوار ہو کر غلامون لشکر اور اہالیان درگاہ کے ہمراہ شارستان کے نیچے باغ کی طرف روانہ ہوا، خواجہ بزرگ اس کے ساتھ تھا خزانچی، دبیران خزانہ اور مستوفی نذرون کو بازار کے راستہ سے خزانہ مین لیگئے، خواجہ علی میکائیل مع ایلچی کے بازار کے راستہ سے گذرا، بلخ کے لوگون نے خوب خوشیان منائین اور بہت سے برتن اور طرح طرح کی چیزین نثار کین، درعبدالاعلیٰ تک پہنچتے پہنچتے شام کی نماز کا وقت ہوگیا، علی دوسری راہ سے ایلچی کو اس کو کہہ کے تھا اپنے گھر لے گیا، بڑی تکلف کی دعوت کی اور نہایت خاطر مدارات کے بعد اس کی قیامگاہ کو روانہ کیا، یہ بات امیر کی بڑی خوشنودی کا باعث ہوئی،

(۳) دوسرے دن امیر نے خواجہ بونصر مشکان کو حکم دیا کہ خواجہ بزرگ کے پاس جائے اور خلیفہ سے عہد و پیمان کرنے اور ایلچی کو واپس روانہ کرنے کی تدبیر کرے۔ بونصر دیوان وزارت پہنچا خلوت ہوئی ایلچی بلایا گیا اور بہت کچھ گفت و شنید کے بعد جو باتین طے کرنی تھین طے ہوئین قرار پایا کہ امیر اس مشورہ کے موافق جو بغداد سے آیا ہے عہد و پیمان کریگا اور جب یہ عہد نامہ بغداد پہنچے گا تو خلیفہ ایک نیا منشور امیر کے پاس روانہ کریگا، اس منشور مین خراسان، خوارزم، نیمروز، زابلستان، تمام ہند اور سندھ، چغانیان، ختلان، قبادیان ترمذ، قصدار، مکران، والستان، کیکانان، رے، جبال،

سپاہان، (اصفہان) حلوان، گرگان، طبرستان، کے تمام علاقے امیر مسعود کے نام لکھدیئے جائین اور اور خلیفہ خاقان ترکستان سے خط وکتابت نہ کرے، نہ انھین کوئی انعام یا خلعت دے بلکہ جیساکہ گذشتہ زمانہ مین خلیفہ القادر باللہ نے سلطان ماضی (محمود غزنوی) سے عہد کیا تھا، بغیر امیر کے وسیلہ کے کوئی خلعت ان کے پاس نہ بھیجا جائے، یہ بھی قرار پایا کہ یہی ایلچی یعنی سلیمانی اس کام کو انجام دیکر واپس آئے اور اپنے ساتھ امیر المومنین کی پسند کا ایک خلعت جس کے مانند اس سے پہلے کسی کو نہ ملا ہو لائے، اور ایک اجازت نامہ ہو کہ سیستان کے راستے سے کرمان پر حملہ کیا جائے اور مکران سے عمان پر، اور قرامطہ کو مغلوب کیا جائے امیر کی طرف سے ایلچی سے کہا گیا کہ لشکر بے انداز جمع ہو گیا ہی، اور سلطنت کی توسیع ضروری ہی، لشکر کو ناچار کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے اگر درگاہ خلافت کی حرمت پیش نظر نہ ہوتی تو یقیناً بغداد کا قصد کیا جاتا تاکہ حج کا راستہ کھل جائے، ہمارے باپ نے ہمین سے شہر رے مین اسی کام کے لئے متعین کیا تھا، اگر ہمین خراسان سے چلے آنے کی ضرورت پیش نہ آجاتی تو ہم آج مصر یا شام مین ہوتے، ہمارے فرزند مسند ہین اور ان کے حوالہ کچھ نہ کچھ کام ہونا چاہیے، آل بویہ کے ساتھ ہماری دوستی ہی اور ہم ان کو تکلیف پہنچانا نہین چاہتے لیکن چاہئے کہ وہ زیادہ ہوشیار رہین اور حضرت خلافت کی عزت کو ملحوظ رکھین، حج کے راستہ کو کھولدین ہم نے اپنی سلطنت کے لوگون کو حکم دے دیا ہی کہ وہ حج کے لئے تیار ہون ان کے ساتھ ہماری طرف سے ایک سالار حاج جائیگا ہم اس وقت حجت پوری کرتے ہین اگر اس بارہ مین کوشش نہوئی تو ہم آپ کوشش کرینگے، اس لئے کہ خداوند تعالیٰ باز پرس کریگا کہ ہمارے پاس حشمت اور قوت اور سامان اور لشکر بے اندازہ ہی، ایلچی نے کہا یہ سب باتین سچ ہین مجھے ان کی یادداشت لکھکر دے دو تاکہ میرے لئے سند ہو سکے، کہا ٹھیک ہی اور اسے رخصت کیا گیا،

بونصر نے یہ سب واقعات امیر سے جاکر کہے امیر بہت خوش ہوا جمعرات کے دن پندرہ

محرم کو فقہا اعیان بلخ اور سادات کو بلایا جب دربار ختم ہوگیا تو یہ لوگ امیر کے سامنے حاضر کئے گئے علی میکائیل بھی آیا اور رسولدار ایلچی کو اپنے ہمراہ لایا، خواجہ بزرگ عارض، بونصر مشکان، حاجب بزرگ بلکاتگین اور حاجب بکتغدی حاضر تھے، بیعت نامہ اور حلفنامہ (سوگندنامہ) کے نسخہ کا ترجمہ میرے استاد (بونصر) نے پوری احتیاط کے ساتھ فارسی مین لکھا تھا ایسا دلکش ترجمہ تھا جیسے دیبائے دورو، عربی نسخہ ایلچی کو دیدیا گیا تاکہ دیکھتا جائے، ترجمہ بآواز بلند بونصر نے پڑھا، سب حاضرین نے بغور سنا، ایلچی نے کہا "عین اللہ علی الشیخ" (خدا شیخ کو اپنی حفاظت مین رکھے) بالکل عربی کے موافق ہے اور کوئی چیز نہین چھوٹی، یہی امیرالمؤمنین اطال اللہ بقائہ سے عرض کردونگا" بونصر نے پھر عربی کا نسخہ پڑھکر سنایا، امیر نے کہا "مین نے سنا اور سب مضمون سمجھ لیا، فارسی کا نسخہ مجھے دیجئے" بونصر نے نسخہ حوالہ کیا، امیر مسعود نے پڑھنا شروع کیا، اس خاندان کے بادشاہون مین کوئی بادشاہ مسعود کی نظیر نہین ہوا، عہدنامہ کے نسخہ کو اخیر تک اس روانی کے ساتھ پڑھگیا کہ کہین نہ رکا اس کے بعد دوات خاصہ پیش ہوئی، عہدنامہ کے نیچے اپنے خط مین اُس نسخہ پر جو بغداد سے آیا تھا اور اس نسخہ پر جسے میرے استاد نے ترجمہ کیا تھا عربی اور فارسی مین کچھ عبارت لکھی، دوسری دوات دیوان رسالت سے لاکر رکھی گئی خواجہ بزرگ اور حاضرین نے اپنے اپنے خط مین شہادت تحریر کی، سالار بکتغدی لکھنا نہین جانتا تھا بونصر نے اس کی طرف سے لکھدیا، ایلچی اور اہل بلخ کو رخصت کردیا گیا، اور حاجب وہان سے چلے آئے امیر اور صرف تین شخص رہ گئے امیر نے خواجہ سے کہا، "ایلچی کو رخصت کرنا چاہئے" خواجہ نے کہا "بیشک"، بونصر کو خط کی یادداشت لکھکر فوراً رائے عالی کے لئے پیش کرنی چاہئے، اور ایلچی کو خلعت اور صلہ دے کر اور جو کچھ رسم ہے اس کے موافق حضرت خلافت کے لئے پیش کش حوالہ کرکے رخصت کردینا چاہئے"

امیر نے پوچھا کہ خلیفہ کو کیا بھیجنا چاہئے احمد نے کہا بیس ہزار من نیل کی رسم ہے خاصہ کے لئے اور پانچ ہزار من حاشیہ درگاہ کے لئے اور تمام نذرین جو خطبہ کے دن آئین ہین اور خزانہ معمورہ مین رکھی

ہوئی ہین اور جامہ و جواہر وعطر وغیرہ جو اس کے سوا دینا چاہین اور جو ایلچی کو مناسب سمجھین، مین نے عمر لیث کے حالات مین پڑھا ہو کہ جب اس کا بھائی یعقوب رہوانہ کے پاس سے گذرا اور وہان شکست پائی خلیفہ معتمد اس سے بوجہ جنگ کے ناراض تھا احمد بن ابی الاصبع سفارت پر یعقوب کے بھائی عمر کے پاس آیا، عمر سے وعدہ کیا کہ وہ واپس ہو جائے اور نیشاپور مین رہے، تاکہ اسے منشور عہد اور نشان وہان بھیجدیا جائے، عمر نے ایلچی کو ایک لاکھ درہم دئے اور فوراً رخصت کیا، جب ایلچی نیشاپور آیا اور اپنے ساتھ دو دو خادم مع خلعت کرامات، لوا اور عہد کے لایا تو سات لاکھ درہم اس خدمت کے معاوضہ مین دئے گئے، یہ ایلچی یعنی سلیمانی بڑی سفارت اور بڑے کام پر آیا ہو، اسے خلعت شایان شان اور ایک لاکھ درہم صلہ مین دئے جانے چاہئین، جب واپس آئیگا اور ہم جو کچھ چاہتے ہین سرانجام کر دیگا، اس وقت جو رائے عالی ہوگی دیدیا جائیگا، امیر نے کہا بہت ٹھیک ہو، قرار پایا کہ خلیفہ کے لئے جو اور کچھ بھیجنا مناسب ہو خواجہ کے اوپر چھوڑ دیا جائے، خواجہ نے لکھنا شروع کیا، ہر قسم کے قیمتی کپڑون کے سو تھان جن مین دس زربفت کے تھے، پچاس نافہ ہائے مشک، ایک سو شمامۂ کافور اور دو سو گز رشیمی تھان نہایت عمدہ قسم کے، اور پچاس تیغ ہندی، اور ایک زرین جام ہزار مثقال وزن کا موتیون سے بھرا ہوا دس پارہ یاقوت سرخ، بیس پارہ لعل بدخشی بنایۃ عمدہ، دس گھوڑے خراسانی ختلی (بدخشانی) مع جھول اور برقعہ دیبائے کے، اور پانچ غلام ترک قیمتی، جب یہ فہرست لکھ گئی تو امیر نے کہا ان سب کا انتظام کر دیا جائے خواجہ نے کہا بہت خوب اور رخصت ہو کر دیوان رسالت پہنچے خادمون کو بلایا احکام جاری کئے اور واپس چلے آئے، خزانچیون نے سب انتظام کر دیا امیر نے ملاحظہ کیا اور پسند کیا، میرے استاد خواجہ بو نصر نے خط لکھا نہایت عمدہ وہ اس مین بڑی مہارت رکھتا تھا، مجھ ابوالفضل نے اس خط کو تحریر کیا، حضرت خلافت اور خاقان ترکستان اور ملوک اطراف کے پاس جس قدر خط جاتے تھے مین ہی ان کی کتابت کرتا تھا، ان سب خطوط کے نسخے میرے پاس موجود تھے افسوس کہ انھین لوگون نے

تعداد گم کردیا، دریغ اور ہزار دریغ کہ وہ روضہ ہائے رضوانی اس وقت موجود نہین ورنہ یہ تاریخ ان سے نادر چیز بنجاتی، بہرحال فضل ایزدی سے نومید نہین ہون کہ مجھے یہ کاغذ پھر ہاتھ لگ جائینگے تاکہ درج کتاب ہوسکین اور لوگون کو اس صدر بزرگ کا حال معلوم ہو، وما ذالک علی اللہ بعزیز،

خواجہ بونصر نے خط کو وزیر کے سامنے پیش کیا اور بعدازان دونون کا فارسی اور عربی مین ترجمہ کرکے مجلس سلطان مین سنایا نہایت پسند کیا گیا، روز شنبہ بیسوین محرم کو ایلچی کو بلایا گیا، اور ایک خلعت فاخرہ مع استر جس مین پانچسو مثقال سونا لگا ہوا تھا اور فقہا کی خلعت کے مانند تھا اور دو گھوڑے دیکر رخصت کیا اور جو کچھ خلیفہ کے پاس بھیجا تھا اس کے پاس پہنچا دیا گیا، ایک لاکھ درہم صلہ اور بیس جامہ قیمتی مع استر اور حل اور برقعے ایلچی کو دئے گئے اور پانچسو دینار اور دس تھان خواجہ بزرگ نے اپنی طرف سے ایلچی کو بھیجے، میرے استاد خواجہ بونصر نے رسولدار کے ہاتھ جواب نامہ ایلچی کے پاس بھیجدیا پنجشنبہ ۲۲ محرم کو ایلچی بلخ سے روانہ ہوا، پانچ قاصد اس کے ساتھ بھیجے گئے تاکہ ایک ایک کو اخبار تازہ کے ساتھ راستہ مین سے واپس بھیجا جائے اور دو آدمیون کو بغداد سے واقعات کی اطلاع دیکر واپس کیا جائے کچھ مخبر مسافرون اور اسیرون کی جماعت مین پوشیدہ طور پر بھیجے گئے کہ جو کچھ ان قاصدون پر گذرے بے کم و کاست اس کی اطلاع دین، امیر مسعود اس بارہ مین بہت اہتمام کرتا تھا تمام اقطاع ملک مین جہان سے ایلچی ہوکر گذرتا تھا، خطوط ارسال ہوئے کہ استقبال شایان شایان طریقہ پر کیا جائے اور ایسی خاطر و مدارات کیجائے کہ وہ بہ خوشنودی تمام بغداد پہنچے،

(۴) خبر پہنچی کہ امیر المومنین القائم بامر اللہ کا ایلچی بوبکر سلیمانی شہر رے پہنچ گیا ہے اور اس کے ساتھ خلیفہ کا ایک خاص خادم ہے جس کے ہاتھ تبرکات بھیجے گئے اور باقی امور ایلچی کے سپرد ہین، حکم ہوا کہ ان کا استقبال شان و شوکت کے ساتھ کیا جائے ایک ہفتہ رے مین قیام ہوا جہان ان کی خوب مدارات کیگئی، بعدازان نیشاپور کی جانب تمام قافلہ اور وہ لوگ جنھین حکم ملا تھا،

روانہ ہوئے، امیر نے احکام جاری کئے اور لوگون نے تعجیل مضافات بیہق مین جاکر اسباب ضروری کی بہم رسانی کا سامان کیا،

چہارشنبہ ۸ ربیع الآخر کو فقہا قضاۃ اور اعیان نیشاپور مع مرتبہ دارون اور رسولدار کے ان کے استقبال کے لئے گئے، شہر کے کی طرف کے دروازہ سے جامع مسجد تک اور بازارون مین آئینہ بندی کیگئی، بہت کچھ درہم دینار شیرینی اور برتن خیرات ہوئے، ابو القاسم خیزانی کے باغ مین قیام کیا گیا،

..... جب ایک ہفتہ گذر گیا اور مہمانون نے آرام کر لیا تو باغ شادیاخ کے دروازے سے ایلچی کی قیامگاہ تک ایک جلوس کا انتظام کیا گیا، تمام لشکر اور اعیان اور سرہنگ سوار تھے اور نشان ہاتھ مین لئے ہوئے تھے، پیادے پورے ہتھیار لگائے سوارون کے آگے کھڑے تھے، مرتبہ دار دو رویہ ایستادہ تھے اور صفہ مین امیر تخت پر بیٹھا ہوا تھا، سالار اور حاجب کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے ہوئے تھے، نہایت شان و شوکت کا دن تھا، حاجب اور چند سپہدار اور پردہ دار اور سپر کش اور سوار اور میں اونٹ رسولدار کے ساتھ علی الصباح ایلچی کی قیامگاہ پر خلعت کے لانیکے لئے پہلے پہنچ گئے تھے، ایلچی اور خادم کو محل پر بٹھایا اور خلیفہ کی خلعتون کو اونٹون پر بار کیا شاگرد پیشہ تحائف کو اپنے سرون پر رکھے آٹھ گھوڑے زین اور سنہری ساز و سامان کے ساتھ سونے کے نعل پیرون مین پڑے آگے آگے نشان ایک سوار کے ہاتھ مین اور منشور اور نامہ دیبائے سیاہ مین لپٹا ہوا دوسرے سوار کے ہاتھ مین ایلچی کے آگے آگے اور حاجب اور مرتبہ داران سب سے آگے، اس ترتیب سے یہ جلوس روانہ ہوا،

بوق دہل کی آواز بلند ہوئی اور ایسا شور اور غلغلہ ہوا کہ گویا قیامت کا دن ہی، تمام سامان لشکر اور ہاتھیون کے جلوس کے ساتھ پیچھے سے آرہا تھا، ایلچی اور خادم کو دہلیز پر اتارا گیا اور امیر کے سامنے پیش کیا گیا، ایلچی نے ہاتھ کو بوسہ دیا خادم نے زمین چومی اور کھڑے ہو گئے، امیر نے

کہا کہ "خداوند ولی نعمت امیرالمومنین کو کس طرح چھوڑا" ایلچی نے کہا "تندرستی اور شادمانی کے ساتھ
تمام کام پُرمراد اور سلطان المعظم کی جو خلافت کا رکن عظیم ہے عمر دراز ہو آپ سے خشنود"، حاجب بونصر نے
ایلچی کا بازو پکڑا اور صفہ کے درمیان سے تخت کے نزدیک بٹھا دیا ایلچی نے کہا "خداوند کی زندگانی دراز
ہو جب مین حضرت خلافت مین پہنچا اور سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حال مجلس عالی
مین بیان کیا اور القادر باللہ کی تعزیت اور امیرالمومنین کے تخت پر جلوہ افروز ہونے کی تہنیت
بجالانے اور خطبہ ادا کرنے اور شرائط بیعت کو پورا کرنے کی کیفیت بیان کی تو امیرالمومنین نے جیسا کہ
اسکی ہمت بلند کے سزاوار ہے بندہ کو نہایت لطف کے ساتھ رخصت فرمایا، بعد ازان تخت خلافت
پر جلوس فرمایا اور اس ہفتہ مین عام دربار کیا جو کوئی تخت کے سامنے جاتا اور خلیفہ سے ملتا تھا سلطان
کی تعریف فرماتے تھے اور شکریہ کا اظہار کرتے تھے حتیٰ کہ فرمایا کہ ہمارا بزرگتر اور قوی تر حکم آج ناصر
دین اللہ حافظ بلاد اللہ المنتقم من اعداء اللہ ابو سعید مسعود ہے اور اسی مجلس مین سلطان
کے نام ملک ہائے موروث و مکتسب اور نو مفتوحہ علاقون کے عطا کئے جانے کے واسطے منشور
تحریر کئے جانیکا بر ملا حکم صادر فرمایا اور دوات طلب فرما کر خطِ عالی کے ساتھ توقیع کو آراستہ فرمایا
اور لفظ عالی سے مبارکباد فرمائی اور اسی وقت حکم دیا کہ مہر لگائین اور خط کو خادم دعا کے حوالے کرین
پھر ارشاد فرمایا کہ نشان لاؤ خود اپنے ہاتھ سے نشان کو باندھا اور طوق اور کمر اور کنگن اور تاج طلب
فرما کر ایک ایک کو خود سپرد فرمایا اور دعا فرمائی کہ خدائے عزوجل مبارک فرمائے، پھر سلے ہوئے
کپڑے طلب فرما کر ہر باب مین ایسی باتین فرمائین جو باعث فخر ہین اسی قسم کی باتین ان گھوڑون
کے پیش ہوتے وقت جو خاصہ سے ان چیزون کے بعد لائے گئے ارشاد فرمائین، بعد ازان
عمامہ اور شمشیر پیش ہونے پر زبان مبارک سے فرمایا "یہ عمامہ جو ہاتھ کا باندھا ہوا ہے اسی طرح جم
دین کے ہاتھ مین دیا جائے اور وہ اسے اسی طرح اپنے سر پر رکھے تاج کے بعد تلوار کھینچی اور کہا

زنادقہ اور قرامطہ کو مغلوب کرے اور اپنے باپ یمین الدولۃ والدین (محمود) کی سنت کو اس بارہ مین نگاہ رکھے اور اس تلوار کے زور سے دوسرے ملکون کو جو دشمنون کے ہاتھ مین ہین فتح کرے" یہ تمام باتین فرمانے کے بعد سب چیزین اسی مجلس مین میری سپردگی جنھین آج لیکر یہان حاضر ہوا ہون تاکہ جو کچھ سلطان کی رائے ہو عمل کیا جاوے،

امیر نے بونصر مشکان کی طرف اشارہ کیا کہ منشور نامہ لے لیا جائے بونصر صف سے باہر آیا اور عربی مین ایلچی سے کہا وہ فوڑا کھڑا ہو گیا اور منشور کو جو دیبائے سیاہ مین لپٹا ہوا تھا امیر کے سامنے تخت پر رکھدیا، بونصر وہان سے منشور کو اٹھا کر ایک طرف آ کھڑا ہوا،

ایلچی نے کہا اگر رائے ہو تو تخت سے نیچے تشریف لے آئے تاکہ مبارکی کے ساتھ امیرالمومنین کا خلعت پہنایا جائے، پھر کہا مصلّی بچھاؤ سلاح دار کے پاس مصلّی تھا اس نے فوڑا بچھا دیا امیر نے قبلہ کی طرف منہ کیا بوق ہائے زرین جو باغ مین رکھے ہوئے تھے بجنے لگے اور ان کی آواز دوسرے باجون کے ساتھ ملکر بلند ہوئی، دروازہ پر کوس بجنے لگا اور آئینہ پیل کو جنبش ہونے لگی گویا قیامت آپہنچی، بلکاتگین اور دوسرے حاجب دوڑے امیر کے بازو کو سہارا دیکر تخت سے نیچے اتار کر مصلّی پر بٹھا دیا ایلچی نے خلعت کے صندوق منگائے، سات پیراہن نکلے جنھین سے ایک دیبائے سیاہ کا تھا اور باقی دوسری طرح کے، جامہ ہائے بغدادی نہایت اعلی قسم کے تھے، امیر نے بوسہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور تخت پر آیا تاج مرصع بجواہر اور طوق اور کنگن مرصع پیش ہوئے سب کو بوسہ دیا اور امیر کے سیدھے ہاتھ پر تخت پر رکھدیا گیا، بندھا ہوا عمامہ خادم سامنے لے گیا امیر نے بوسہ دیا اور کلاہ کو اتار کر سر پر رکھا اور نشان سیدھے ہاتھ مین لیا شمشیر کو حمائل کیا اور چو کمر پہلو پر رکھا لوگون نے تکبیر شروع کی یہان تک کہ تمام صفہ زرین ہو گیا اور باغ کا میدان کیسہ ہائے سیم کی وجہ سے سپید تھا ایلچی کو رخصت کیا گیا اور اس قدر خیرات ہوئی کہ جس کی حد نہین عصر کے وقت ایلچی اپنی قیامگاہ پر پہنچا، شب و روز ایسی نشاط و شادی کیساتھ ایک مدت تک لوگ ایسی خوشیان مناتے رہے جنکی نظیر کبھی تاہنوز لوگون نے نہ دیکھی تھی "

تلخیص و تبصرہ

ادبیات ہند اور جرمن شعراء

پروفیسر زیلیسکی نے اپنی کتاب OURDEBTTOANTIQITY مین مشرق و مغرب کی ترقیون کو ایک تمثیل کے ذریعہ بیان کیا ہی، مشرق و مغرب دونون مردود فرشتے تھے لیکن چونکہ ان کے جرم سنگین نہ تھے، اس لئے ان کو اجازت دیگئی کہ "وہ اپنے ہاتھون مین ایک ایک عصا لیکر لاکھون میل کا سفر پیدل طے کرکے کفارہ ادا کرین"، مشرق نے رحم کی درخواست کرتے ہوے کہا "خدایا! میری راہ صاف اور ستھری ہو، اس مین نہ تو وادیان ہون اور نہ پہاڑیان، تاکہ مین اپنے منزل مقصود کو ہر وقت اپنے پیش نظر پاؤن"، خداوند تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی، مغرب نے کوئی مراعات نہ چاہی، دونون اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے، مشرق اپنی راہ دراز، سادہ اور مستقیم پاکر، منغص ہوگیا، اپنا عصا پھینک کر زمین پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا، "طے مسافت کے لئے یہ عہد عالم بہت کم ہی" اس کے بعد پڑکر سوگیا، اس وقت سے وہ ہمارے عہد تک سویا تھا، مغرب کا راستہ وادیون، اور ٹیلون سے غیر مسطح بنا ہوا تھا، اس لئے اس کی نظر دور تک نہ جاتی تھی، اس کے سامنے نئے نئے مناظر آتے جاتے اور وہ ایک پرامید دل لئے ہوئے بڑھتا جاتا، وہ اب تک بلندیون اور پستیون کو طے کر رہا ہی اور ایک روشنی اپنے سامنے پاتا ہی۔

چند سال قبل ادبیات کا بھی بالکل یہی حال تھا، ہندوستان کا موجودہ ذخیرۂ ادب وہ نہ تھا، جو عہد قدیم مین نظر آتا تھا؛ وہ تھکا ہوا اور پریشان معلوم ہوتا تھا دوسری طرف مغربی ادبیات مشرق سے بہت کچھ لینے کے بعد مسطح زمین پر چلنے کے بجائے نئی وادیون اور جدید راستون کو طے کر رہے ہین، یہ

نئے رنگ کچھ تو ہندوستان سے لئے گئے ہین اور کچھ ایران سے، اہل مغرب مین سے جنھون نے سب سے زیادہ اس فیض سے استفادہ کیا وہ جرمن تھے،

ابتدائے عہد قدیم سے، قدیم جرمنون اور قدیم ہندؤن مین بعض چیزین مشترک تھین، اور یہی وجہ ہو کہ آریہ قوم کے اس خاندان کو "انڈوجرمن" کا لقب دیا گیا ہو، مثلًا ان مین ذیل کے عادات و رسوم مشترک ہین،

(۱) قدیم جرمن اور قدیم ہندو دونون کے دونون فطرت کی ہر بڑی مرعوب کُن شے کے سامنے اپنا سر عبودیت جھکا دیتے تھے، اور شاید یہی چیز تھی جس نے ان کے خیالات کو فطرت سے خدائے فطرت تک پہونچایا ہو۔

(۲) دونون کے یہان بیوون کی شادیان ممنوع تھین،

(۳) دونون کے یہان رسم ستی جاری تھی،

(۴) دونون اپنے دنون کا شمار صبح کے بجائے رات سے کرتے تھے،

(۵) دونون کے یہان دیہاتی پنچایتین قائم تھین،

لیکن یہ سب کی سب قرون اولی کی باتین ہین، اب ہم ان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے اپنے عہد پر غور کرین کہ اسے ڈاکٹر ریمی (DR REMY) نے "ادبیات مین مشرقی تحریک" کے نام سے یاد کیا ہو،

کہا جا سکتا ہو، کہ بنگال ایسیاٹک سوسائٹی کے بانی سر ولیم جونس (SIR WILLIAM JONES) پہلے شخص ہین جنھون نے یورپ مین سنسکرت کی تعلیم کی بنیاد رکھی، لیکن مذکورۂ بالا "مشرقی تحریک" ان سے پہلے ہی سیاحون کے ذریعہ یورپ مین قدم جما چکی تھی، ان سیاحون مین گرسیا ڈی اورٹا (GRACI D'ORTO) پیٹرو ڈلا ویلی (PIETRO DELLA VALLA)

لارڈ (LORD) سرٹامس ہربرٹ (SIRTHOMASHERBERT) ٹیورنیر (TAUER
NIER) منڈیسلو (MENDDSLO) اولیریس (OBARIUS)
تھیونات (THERVNOT) شارڈن (CHORDIN) اوگلبی (OGILBY)
فرائر (FRYER) اونگٹن (OVINGTON) ہملٹن (HAMILTON) اودیس
(IVES) نیبہر (NIEBEHER) شارینیس (STARORINUS) ہیبر
(HEBR) وغیرہ قابل ذکر ہیں، سر ڈبلو جونس نے اس تحریک کو آگے بڑھایا، اور جو ممالک اس سے متاثر ہوئے ان میں جرمنی سب سے اول تھا، اور جرمن اصحاب علم میں جس شخص نے سب سے زیادہ اس اثر کو قبول کیا وہ گوئٹے (GOETHE) تھا،

مشہور فرانسیسی عالم و سیاح اور پارسیوں کی ژند اوستا کا پہلا مترجم انکیوٹل ڈوپرن ANQUETIL (DU PERRON) تھا جس نے جرمن فلسفی سوپن ہر (SCHOPENBAUER کی توجہ ہندؤں کے فلسفہ کی طرف متوجہ کی، انکیوٹل نے ۱۸ ویں صدی کے آخر میں افلنخت (OAPH NEPHAT) کے نام سے اونپنشد کا لاطینی ترجمہ شایع کیا، لیکن یہ ترجمہ بالواسطہ سنسکرت سے نہ تھا، بلکہ اس کے فارسی ترجمہ کا ترجمہ تھا، میکس مولر (MAXMULLER) اس ترجمہ کو "ایک خوفناک اختلاط" کے نام سے یاد کرتا ہے، چونکہ یہ ترجمہ کا ترجمہ تھا اس لئے اس کو فطرۃً ایسا ہی ہونا چاہئے تھا، نیز جیسا کہ میں نے اپنے مضمون متعلق " تراجم عہد اکبری" میں بیان کیا ہے، یہ سنسکرت کے لفظی ترجمے نہ تھے، بلکہ ان میں مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی گئی تھی، بہرحال جو کچھ بھی ہو، اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اس نے یورپین اصحاب علم کو ہندو فلسفہ کی طرف متوجہ کر دیا، اسکوفنہر انہی میں سے تھا، اپنشد کے متعلق کہتا ہے: "یہ میری زندگی کا فلسفہ تھا اور میری موت کے بعد دوسرے عالم میں بھی باعث تسکین ہوگا" ڈوین (DEUSSAN) اسکوفنہر کے فلسفہ کو بہترین عیسائی فلسفہ بتاتا ہے،

زمانہ کی بعض نیرنگیون نے گوئٹے کو سب سے پہلے مشرق کے سکون بخش ادبیات کی طرف متوجہ کیا، پہلے وہ ہندوٗن کی کتابون کی طرف مائل ہوا، لیکن اس سے اس کی تسکین نہ ہوئی، پھر وہ ایرانی شعرا کی طرف عموماً اور حافظ کی طرف خصوصاً متوجہ ہوا، اسے **جرمن حافظ** کے نام سے یاد کیا جاتا ہے،

ہرڈر (HORDER) دوسرا جرمن عالم تھا جو سر جونس کی پوئسز ایشیاٹیکو (POESES ASIATICO) "ایشیائی شاعری" کی وجہ سے مشرقی ادبیات کی جانب مائل ہوا، اس نے اپنی کتاب زرسٹرویٹ بلٹر (ZERSTEUTEBLATTER) "اوراق پریشان" مین بھگوت گیتا، اور بہت او پدیش کے بعض حصون کے ترجمے شایع کئے؛

ایک دوسرا بڑا جرمن شاعر شیلر (SEHCLLER) کالیداس کی شکنتلا کا ترجمہ پڑھکر مشرقی ادبیات کی طرف متوجہ ہوا،

اب تک اہل علم جرمن شعرا، ہندوستانی نفسانیت کو ان کے تراجم کے ذریعہ جانتے تھے، لیکن شیگل برادران (SCHEGELBROTHERS) نے بالواسطہ سنسکرت کی طرف رخ کیا، فریڈرخ شیگل (FRIEDIEHSEHLEGIG) نے اپنی کتاب "ڈائی ویسیٹ ڈر انڈیر" (DIESHEITDERMDIER) "ہندی عقل وفہم" مین مہابھارت، رامائن اور منو کے بعض حصون کے ترجمے شایع کئے، ڈاکٹر ریلی جن کی کتاب نے مجھے اس مضمون کا خیال پیدا کیا، اپنی اس کتاب مین لکھتے ہین،

"برطانوی تدبیر نے ہندوستان کے مادی فتوحات کو مکمل کر لیا ہے اور اب جرمن علوم اس کے روحانی قبضہ کی فکر مین مشغول ہین" (ڈاکٹر موڈی' انڈین ریویو)

سحر اور قانون

سحر اور جادوگری نے باین ہمہ علم و تہذیب اب تک دنیا کو مسحور کر رکھا ہے، ابتداے عہد آفرینش

مین وہ مذہب کے درجہ پر نظر آتی ہے، اس عجیب وغریب علم کا آغاز مصر سے ہوا، اور وہان سے چلکر اس نے اپنی تمام ہلاکتون اور تباہیون کے ساتھ پوری سطح یورپ کو ڈھانپ لیا، قدیم اقوام مثلاً کالڈی (CALDIAN) ہمارے موجودہ سفید وسیاہ سحر کی طرح علوی وسفلی جادو کے ماننے والے تھے، یونان نے مصر وبابل سے اس فن کو سیکھا، لیکن اس مین علوی کی جگہ سفلی جادو کا حصہ زیادہ تھا، رومہ نے فال عام اور اس قسم کے دوسرے شگون کو تسلیم کیا، لیکن ان کے ساتھ ہی سفلی جادو کے لئے سخت ترین سزائین مقرر کی گئین تھین، رومہ کے اصول دوازدہ نے فلکیات کی تعلیم کو ممنوع قرار دیا تھا، اور کبھی جادو کی کتاب کی ملکیت سزا کا مستوجب بنا دیتی تھی، اولین سزا جو عیسائیت نے اس فن کے خلاف نافذ کی وہ ۳۱۵ء مین انکیرا (ANCYRA) پر تھی، حالانکہ ۱۴۸۴ء مین ہم کو پوپ انوسنٹ ہشتم (INNOCENT VIII) کا بھی اپنا کام کرتا نظر آتا ہے، سکنڈ نیویا، اسپین، فرانس، جرمنی، اور جدید ریاستہائے انگلستان نے دی اکلٹ ریویو (THEOCCULT REVIEW) کے ایک نامہ نگار کے بیان کے مطابق اس کی سزائین مقرر کر رکھی تھین لیکن تعجب یہ ہے کہ آئرلینڈ مین اس قسم کے واقعات کی تعداد بہت ہی محدود ہے،

انگلستان مین، پہلے عام قانون کے ذریعہ اور مین حکومت کے قانون سے جادوگری ایک قابل سزا جرم تھا، لیکن ۱۵۶۲ء تک اس کو عظیم ترین جرم نہین سمجھا جاتا تھا، ۱۶۰۳ء مین جیمس اول (JAMES I) نے جادوگری اور سحر کے خلاف خود ایک قانون منظور کیا، یہ قانون ۱۷۳۶ء مین ایک دوسرے قانون کے ذریعہ منسوخ کیا گیا، اس دوسرے قانون مین اس شخص کیلئے جو آئندہ کی باتین بتائے، یا جادو کے ذریعہ لوگون کے مال غائب شدہ کا پتہ چلائے، ضمانت یا ایک سال کی سزا مقرر کی گئی تھی، یہ قانون اب تک کچھ ترمیم کے ساتھ رائج ہے"

۱۷وین صدی مین جادوگری کے خلاف ایک عام اور سخت ترین کوشش کیگئی تھی اور بکثرت لوگون کو جادوگر سمجھکر ان کے اعضا کاٹے گئے اور آگ مین جلا دئے گئے، (انڈین ریویو)

جبل طارق اور طنجہ

دمشق کا رسالۂ مجمع علمی عربی، اندلس کے گذشتہ اور موجودہ حالات پر ایک مسلسل مضمون شائع کر رہا ہے، اسی ضمن مین مسلمانون کے علمی احسانات اور تمدنی بے تعصبیان اور عیسائیون کا بالآخر مسلمانون کے ساتھ آخری شرمناک سلوک کی بھی تفصیل دکھا رہا ہے، بیروت کے مشہور مسیحی تبلیغی رسالہ مشرق نے جو علم کی خدمت کے ذریعہ سے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے سرگرم ہے، اس سلسلۂ مضمون پر تنقید ضروری سمجھی، مگر ان دونون مضمونون کو سامنے رکھکر پڑھنے سے سائل و مجیب دونون کی قوت و کمزوری کا راز عیان ہو جاتا ہے،

اس سلسلہ کا آخری مضمون جبل طارق اور طنجہ کی موجودہ حالت ہے، مسلمانانِ عالم کو یورپ اور افریقہ کے ان انتہائی گوشون سے صرف اس لئے محبت ہے کہ یہان ان کے کاروانِ رفتہ کے نشانِ قدم ملتے ہین، اور وہ اب جہانِ اسلام اور دنیائے مسیحیت کے مقطع اور سرحد ہین،

جبل الطارق جس کو اب اہل یورپ بگاڑ کر جبرالٹر کہتے ہین، اسپین کی انتہا پر افریقہ کے ملک مراکش کے سامنے بحر متوسط اور بحر محیط کا چوکیدار اور نگران ہے، یہی وہ مقام ہے جہان سے اندلس کا مسلمان فاتح طارق اپنی چند ہزار فوج لیکر مراکش سے نکل کر اسپین کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تھا، مراکش اور اسپین کے درمیان ایک پتلی سے آبی تحریر ہے جس کی ایک طرف یورپ کا کنارہ اور دوسری طرف افریقہ کی سرزمین ہے:

جبل طارق سمندر کی سطح سے ۴۲۵ میٹر بلند ہے، اور یورپ کے برّاعظم سے ایک ریگستان کے ذریعہ سے ملحق ہے، اس کے نیچے دنیا کی مختلف النسل قومون کی ایک چھوٹی سے آبادی ہے، عربون کے اخراج کے بعد اہل اسپین نے اس پر قبضہ کیا، اور اٹھارہوین صدی کے شروع تک اس کو اپنے قبضہ مین رکھا، سنہ ۱۷۰۴ء مین انگریزون نے اسس کو لے لیا، اور اس وقت سے آج تک وہ اس پر قابض ہین، سنہ ۱۷۸۰ء سے ۱۷۸۳ء

تک اسپینون نے فرانسیسون کی مدد سے اس کو انگریزون نے واپس لینا چاہا، مگر اس مین ان کو کامیابی نہ ہوئی اور اب وہ ایک چھوٹی سی انگریزی نوآبادی ہے، اور دنیا کا مضبوط و مستحکم ترین بحری قلعہ ہے جو یورپ، افریقہ اور امریکہ کے بر اعظمون کی ناکہ بندی کرتا ہے،

آجکل انگریزی محافظ فوج کے علاوہ، اس کی آبادی ۲۱ ہزار ہے، جو یورپ، امریکہ، ایشیا اور افریقہ کی قومون کا مشترک مسکن ہے، انگریزی اور اسپینی دو زبانین یہان رائج ہین، اور کسی غیر برطانوی رعایا کو یہان کی زمین خریدنے کا اختیار نہین ہے، آبادی مین صرف ایک تنگ سڑک ہے، جس کی تعمیر پر تقریباً دو صدیان گذری ہین، یہان کی عمارتین بھی یہان کی آبادی کی طرح مختلف طرز اور نمونہ کی ہین، جزیرۂ خضرا سے جو حکومت اسپین کی آخری سرحد ہے، جبل طارق کا راستہ صرف چند منٹون کا ہے جو کشتی کے ذریعہ سے طے ہوتا ہے،

جبل طارق سے چند میل کے فاصلہ پر افریقی ساحل پر شہر طنجہ واقع ہے جو مراکش کے حدود مین داخل ہے، اس شہر کی موجودہ آبادی چالیس ہزار ہے، جن مین غیر قومون مین سے اسپینی، پرتگالی، اٹالین، اور فرنچ زیادہ ہین، یہ شہر نہایت پرانا ہے، فنیقیہ والون نے اس کو پہلے آباد کیا تھا، اور باوجود اس کے کہ یہ مختلف قومون کا ہمیشہ گذرگاہ رہا ہے، مشرقی طرز پر بہ استواری کے ساتھ قائم ہے، مسلمانون کے انحطاط کے بعد ۱۴۷۱ء مین اس پر پرتگالیون نے قبضہ کیا، ۱۶۶۲ء مین اس کو ان سے انگریزون نے چھین لیا، ۱۸۴۴ء مین فرانسیسیون نے اس کا محاصرہ کیا، اس وقت سے دراصل تو یہ مراکش کی ملکیت ہے، مگر عملاً یورپ کی تمام سلطنتون کا یہ بین الاقوامی بندرگاہ ہوگیا ہے، اور اسی لئے یہان تمام سلطنتون کے نمایندے رہتے ہین، اور مراکش کے اکثر معزول سلاطین مثلاً مولائی عبد العزیز اور مولائی عبد الحفیظ یہان پناہ گزین ہین، یہان سے جزیرۂ خضرا صرف ۱۲ میل ہے،

اخبار علمیّہ

زراعت کی آب پاشی کیلئے یورپ نے مختلف طریقے ایجاد کئے ہیں، لیکن حال میں امریکہ میں ایک مشین ایجاد کی گئی ہی جو نہروں اور تالابوں کے وسیع اخراجات کو روک دیگی، اس کے ذریعہ پانی جڑوں میں پہونچایا جائیگا، اس کی صورت یہ ہی کہ مشین میں پانی بھر دیا جاتا ہی، وہ پانی برف کی صورت میں منجمد ہو کر گولیوں کی شکل میں نکلتا ہی، اور پودوں کی جڑوں کے پاس گرتا جاتا ہی، اور اس طرح تمام کھیت سیراب ہو جاتے ہیں،

سر ولیم ڈنس نے اکسفورڈ یونیورسٹی کو ایک لاکھ پونڈ (۰۰۰۰۰ ۱۵ روپے) اس لئے دئے ہیں کہ وہ علم الامراض کے لئے ایک مدرسہ قائم کرے، یونیورسٹی نے اس کی تعمیر کا کام شروع کر دیا ہی،

ٹیلیفون کی موجودہ صورت میں تاجروں اور مصروف آدمیوں کو یہ وقت محسوس ہوتی تھی کہ وہ جب تک اس کو استعمال کر رہے ہوں کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتے تھے، لیکن اب اس نقص کو دور کر دیا گیا ہی، یہ ایک نئی قسم کا آلہ ہی، اس میں آواز بہت زور سے سنائی دیتی ہی، اور انسان آلہ سے الگ رہکر اس میں گفتگو کر سکتا ہی، اس کی آواز تیس فٹ کی دوری سے نہایت صاف سنائی دیتی ہی، اور وہیں سے جواب بھی دیا جا سکتا ہی، ضرورت کے وقت صرف ایک بٹن دبانا ہوتا ہی، پھر اس طرح بات چیت شروع ہو جاتی ہی کہ گویا سائل و مجیب دونوں کمرے ہی میں ہیں،

ہمبرگ کے رصدخانہ نے اس سال کے تیسرے دمدارستارہ کا پتہ چلایا ہی، باقی دو ستاروں کو رصدخانہ کیپ نے معلوم کیا ہی، لیکن ابھی تک ادن نصف درجن دمدارتاروں کا پتہ نہین چل سکا ہی جو موسمی حالات کے اختلاف کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں،

انگلستان، ابتدائی تعلیم کو جو وسعت دے رہا ہی اس کا اندازہ اس کے اخراجات سے معلوم ہوسکتا ہی، ۱۳-۱۹۱۲ء میں ۲۱۵۰۰۷۸ پونڈ صرف ہوئے تھے اور ۲۲-۱۹۲۱ء میں اس کی تعداد ۴۶۷۴۹۱۱۱۳۸ پونڈ پہونچ گئی ہی،

سرائزک بیلی بالفور کی موت علمی دنیا کا حادثہ سمجھا جاتا ہی، سرمذکور ۲۴ سال تک اڈنبرا یونیورسٹی کے علم نباتات کے اعلیٰ پروفیسر رہے ہیں،

دی رائل اسکاٹش جیاگریفیکل سوسائٹی نے پروفیسر جے ڈبلو گرگری کو ان کے علمی خدمات کے سلسلہ میں اپنا طلائی تمغہ پیش کیا ہی، پروفیسر موصوف نے آسٹریلیا، مشرقی، آفریقہ اور جنوبی مغربی چین میں جو علمی تحقیقات کی ہیں، وہ علمی حیثیت سے نہایت ہی اہم نتائج پیدا کرنے والی ہیں،

ایام جنگ میں حکومت انگلستان کو اپنی تعلیمی اخراجات میں بڑی حد تک کمی کرنی پڑی تھی، لیکن اب پھر ان کو سابق درجہ تک پہونچانے کی کوشش کیجارہی ہی، ذیل کے اعداد اس کا ثبوت دینگے،

سنہ	ابتدائی تعلیم پر	اعلیٰ تعلیم پر	میزان پونڈ
۱۳-۱۹۱۲	۲۲۸۹۵۹۴	۸۴۴۰۵۳	۳۱۳۳۶۴۷

۱۹۱۸-۱۹	۸۵۲۳۳	۲۴۱۹۲	۱۰۹۴۲۵
۱۹۱۹-۲۰	۲۹۸۷۰۰	۴۹۸۵۳۳	۷۹۷۲۳۳
۱۹۲۰-۲۱	۸۴۳۷۴۹	۱۲۲۶۷۱۳	۲۰۷۰۴۶۲

انگلستان کے ابتدائی مدارس وطلبا مین جو اضافہ ہوا ہی وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو سکتا ہی،

تعداد مدارس   تعداد طلبا اسکول

۱۹۱۳ء،	سرکاری مدارس،	غیر سرکاری مدارس،	میزان،	طلبۂ سرکاری سکول،	طلبۂ غیر سرکاری اسکول،	میزان
انگلستان،	۷۶۰۳	۱۱۳۸۲،	۱۸۹۸۵،	۳۹۴۲۸۷۸،	۲۵۸۱۵۹۱،	۶۵۲۴۴۶۹
ویلز	۱۲۷۹	۶۲۷،	۱۹۰۶،	۴۵۸۶۲۶،	۱۰۳۲۷۵،	۵۶۱۹۰۱
۱۹۲۲ء انگلینڈ و ویلز،						
	۸۸۲۲	۱۲۰۰۹،	۲۰۸۹۱،	۴۴۰۱۵۰۴،	۲۲۶۸۴۸۶۶،	۷۰۸۶۳۷۰

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا پبلک اسکوس گولڈ مڈل اس سال ایس، ڈی لسنبری (اٹین کالج) کو دیا گیا ہی، یہ تمغہ ہندوستان کی تاریخ کے کسی موضوع پر بہترین مضمون لکھنے پر دیا جاتا ہی، امسال کے قابل انعام مضمون کا عنوان "حیات ٹیپو سلطان" تھا،

ذیلی میل نے پرندون کی ترقی کے لئے نمائش کی تھی، اس کے متعلق ایک ہزار پونڈ کے متعدد انعامات بھی تھے، اس مین ۵۲۰ امرغیان آئی تھین، اوّل انعام ان آٹھ مرغیون کے مالک کو ملا ہی جنھون نے ۱۹۲۹ انڈے دئے؛

تمام انڈون کی تعداد ۲۲۹۰۸۰۲ تھی یعنی اوسطاً فی مرغی نے ۱۹۴ انڈے دئے،

ڈاکٹر این، برگس نے برمنگھم یونیورسٹی کی انجمن معدنیات مین تقریر کرتے ہوئے بیان کیا ہو کہ ایک جرمن ماہر کیمیا نے نرم کوئلون سے تیل نکالنے مین کامیابی حاصل کی ہو، کوئلون کو دباکر اور ہائڈروجن ملاکر ۹۰ فیصدی تیل نکالا جاسکتا ہو، اسی سے مختلف صورتون سے پٹرول بھی بنایا جاسکتا ہو،

ایام جنگ کی بچی ہوئی اشیاء کو حکومت نے بیچنا شروع کردیا ہو اس مین ۳۰۰۰۰۰ گز ادنیٰ کپڑا ہو جس سے ۱۰۰۰۰۰ آدمیون کے سوٹ تیار ہوسکتے ہین، اور ۴۰۰۰۰۰ گز سوتی ہو، موجودہ نرخ کے لحاظ سے اس کی بکری مین صرف ۱۰۰۰۰ پونڈ یعنی ۱۵۰۰۰۰ روپئے کا نقصان ہوگا،

جے، لائنس اینڈ کمپنی یورپ کے سب سے بڑے ہوٹل کی تعمیر کی تیاری کر رہی ہو، یہ ہوٹل ماربل ارک کے قریب ہوگا،

انگلستان کے عجائب خانون کی رپورٹ حال ہی مین شایع ہوئی ہو اس سے پتہ چلتا ہو کہ جو لوگ امسال وکٹوریہ البرٹ موزیم کے دیکھنے کو گئے ان کی تعداد ۱۱۰۸۲۰۴ ہو، اس کے بعد کیوگارڈنس کا نمبر ہے جہان ۱۰۲۹۱۶۹ زائرین ایک سال مین آئے،

ٹیلیفون کا سب سے قدیم آلہ جو ایس، ایف بی مورس نے ۱۸۳۵ء مین ۳ فٹ بلند ۲½ عریض لکڑی کی شکل مین بنایا تھا، نیویارک سے نمائش کیلئے ریوڈی جینیرو لایا گیا ہو،

جرمنی ماہرین طیارہ نے حال مین ایک ایسی مشین ایجاد کی ہی جو ۰۰ ۱میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتی ہی اور ۱۵ منٹ مین اس کو پانچ تھیلون مین لپیٹ کر آسانی سے سمیٹ کر رکھدیا جاسکتا ہی،

آجکل پیرس مین ایک پرانا کوا نظر آیا ہی، جو ۱۵۰ برس کا ہی، پیرس کی توہم پرست آبادی اسے کسی آئندہ ہلاکت کا پیش خیمہ سمجھتی ہی، مگر یورپ کے "فلسفہ عمر" کے ماہرین نے اس کی عمر کا پتہ کیونکر لگایا؟

لندن کا شہر دنیا کا سب سے بڑا شہر ہی نہین ہی بلکہ اس کا بندرگاہ بھی دنیا کا سب سے بڑا معبر ہی، ۱۸۰۰ء مین ۰۰۰۰۰۰۰ ۱پونڈ کی چیزین آئی تھین اور ۱۹۲۱ء مین ۰۰۰۰۰۰۰ ۶پونڈ کی لائی گئی ہین، اس زمانہ مین ۶۵۰۰۰۰ ٹن کے جہاز لندن آئے تھے لیکن ۱۹۲۱ء مین یہ تعداد ۳۵۰۰۰۰۰ ٹن تک پہونچ گئی ہی،

انگریزی و فرانسیسی طیارون نے گذشتہ گیارہ مہینون مین تقریباً ۰۰۰۰۰ ۱میل کے سفر کئے، اور ۱۲۰۹۰ مسافر لے گئے، اس مین سے ۹۲۲۱ آدمیون نے برطانوی ہوائی جہازون سے اپنی مسافت طی کی ہے،

لارڈ کارنروَن نے مصر کے آثار قدیمہ کی تحقیقات مین بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہی، انھون نے علاقہ لکسر کے وادی الملوک مین بادشاہ ٹوٹن قیمن (۱۳۵۰ق م) کا مقبرہ کھود کر نکالا ہے، اس مین بہت سے جواہرات اور قیمتی اشیا ملی ہین، قانون کے مطابق ان چیزون کا نصف حصہ مکتشف کا ہوتا ہی، لیکن مصری حکومت نے اس مین یہ مراعات منظور نہین کی، بلکہ لارڈ موصوف کو ایک معتدبہ

ترسیم پیش کرنے کا وعدہ کیا ہی،

اٹین کالج نے جسے ہنری ششم نے قائم کیا تھا گذشتہ سال اپنی ۵۰۱ وین سالگرہ منائی،

جرمن مارک کی انحطاط سے جو نقصان ملک کو ہو رہا ہی اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہی کہ وہان کے محکمۂ ڈاکخانجات مین ۱۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ مارکس کی کمی واقع ہوئی ہی،

پیرس مین ایک مشین ایجاد ہوئی ہی جو ایک گھنٹہ مین ۳۰۰۰ شیٹ یا ۳۰۰۰۰ ٹکٹ چھاپتی، کاٹتی شمار کرتی اور پیکیٹ بنا کر نکالتی ہی،

اہل جرمن کی غربت و فلاکت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہی کہ وہ اپنے اعزا کی نعشون کیلئے لکڑی کے صندوق بھی بنوا نہین سکتے، اور یہ کام موٹے کاغذ کے تختون سے لیا جاتا ہی،

گرمیس بائی مین نصف شب کے قریب ایک شہاب ثاقب جو ایک بڑے آتشین گنبد کی شکل کا تھا شرقی جانب دیکھا گیا، اس کے غائب ہونے کے بعد ایک زور کا دھماکا ہوا، یہ آواز اتنی سخت تھی کہ لوگ اپنے بسترون کو چھوڑ کر گھر سے باہر نکل آئے،

---

۲۴ جنوری کو انڈین ہسٹریکل کمیشن کا جو اجلاس ہوا تھا اس مین ذیل کے اشخاص نے مختلف تاریخی مضامین پر تقریرین کین:

پروفیسر جدو ناتھ سرکار	عہد اورنگ زیب مین سورت کا کارخانہ
مسٹر جے کانن دی، سی، این،	مسٹر جی، ایف گرینڈ کا آخری وصیت نامہ
ڈاکٹر شفاعت احمد خان، الہ آباد،	موجودہ تاریخ ہند اور تحقیقات،
مسٹر بنی پرشاد، آگرہ،	مغلون کی علمی پالیسی،
پروفیسر کے، آر، قانون گو،	مرزا نجف خان اور جاٹ
رائے بہادر ڈی کی پرسینس	مرہٹون اور انگریزون کی اصلی مراسلت
مسٹر آر، بی رس ٹیم	حصول دیوانی کے بعد مالگذاری کی وصولیابی
" " " "	کے چند فوری طریقے،
مسٹر جے، این، سمادار	بعض غیر سرکاری کاغذات متعلق قبضہ رہتاس گڈھ ۱۶۶۴ء
مسٹر رام پرشاد تریپاٹھی	اکبر کا فوجی نظام
مسٹر بدرالدین احمد	ہائیکورٹ کے قدیم عدالتی کاغذات
مسٹر ایچ، ڈبلو، بی مورنیو،	بعض اینگلو انڈین ایجادات،
مسٹر بی سی نہر،	مرشد آباد کے جگت سیٹھ کا وصیت نامہ،
ریو ایچ نوسٹن ایس جے،	گوتھلس کی انڈین لائبریری کے چند ڈچ کاغذات
خان بہادر سید عبد اللطیف،	شائستہ خان کا آخری وصیت نامہ
مسٹر اے، الیف، ایم عبد العلی،	مین پور کی ابتدائی تاریخ،

اس ماہ مین عالم تاریخ کا سب سے بڑا حادثہ پروفیسر رائز ڈیوڈز کی موت ہے، پروفیسر مرحوم سنسکرت تاریخ ہند قدیم اور عہد بودھ کے مستند عالم تھے، آپکی Buddhist India حال وقت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے، ۱۸۴۳ء مین پیدا ہوئے

آثارِ علمیہ و ادبیہ

اردو یا فارسی کے ہندوستانی شعراء میں سے ہم زیادہ تران لوگوں سے واقف ہیں، جن کے دواوین چھپکر عام ہوگئے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابھی متعدد ہندوستانی سخنگو ایسے ہیں، جن کی جگر کاویاں بوسیدہ اوراق کے سینوں میں نگاہوں سے مستور ہیں، اور وہ گرانمایہ ہستیاں، اب تک قبول عام کی تحسین اور داد سے محروم ہیں، انہیں میں ایک **خواجہ امین الدین** امین عظیم آبادی المتوفی ۱۱۹۹ھ ہیں، ان کے فارسی کلام کے چند منتخب اشعار ہمارے دوست قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی نے ہمارے پاس بھیجے ہیں، ان کو دیکھکر اندازہ ہوگا کہ شگفتگی خیال، شیرینی زبان اور صحت محاورات میں ان کا درجہ کتنا بلند ہے،

نیست غمی زمرگ خویش تلخی غم چشیدہ را　　دل بہ سفر قوی بود رنج سفر کشیدہ را

ای کہ بہ سینہ تخم غم کاشتہ بہ یاد گل　　یاد نمی کنی چرا ایں دل داغ دیدہ را

خواہ بہ لطف پیش آ، خواہ بکینہ خون بہا　　ہر دو زتست خوشنما عاشق پاک دیدہ را

گر وا کنم از پردۂ دل داغ کہن را　　داغ جگر تازہ گذاریم چمن را

فارغ زدرد نیست دل غم سرشت ما　　چوں لالہ است داغ جنوں سرنوشت ما

افشاندہ ایم بس عوض دانہ اشک گرم　　جائے شگوفہ شعلہ برآید ز کشت ما

روئے شگفتہ تو گلستان آتش است　　زلف تو نخل سرکش بستان آتش است

بیتاب کرد روئے تو ہر چند شعلہ را　　داغ دگر ز خوئے تو در جان آتش است

مغز سرم ز سوز محبت ہمہ پر است　　این پنبہ را ببین کہ نگہبان آتش است

عاشق بدیدہ ناوک جاناں نگاہ داشت　　یعنی بچشم خاطر پنہاں نگاہ داشت

ہر کس کہ آشنا شدہ با چوں تو کافرے　　ایماں نداشت است گر ایماں نگاہ داشت

آخر با قفس وطناں رحم واجب است　　نتواں تمام عمر بہ زنداں نگاہ داشت

روشن دلاں بروئے کسی در نبستہ اند　　آئینہ کس ندید کہ درباں نگاہ داشت

در گلشن زمانہ کہ غیر از ملال نیست　　باید چوں غنچہ سر بگریباں نگاہ داشت

یارب چہ پیش آمدہ کز قطرہائے اشک　　جاریست در قلمرو مژگاں نگاہ داشت

ادبیات

شامِ غم اور صبحِ مسرت

از مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے ال ال بی، اعظم گڈھ،

اُف شبِ غم کا رنگ بھی، کتنا جنوں نواز تھا ۔۔۔ بزمِ جہان مین چارسو، نالۂ دلگداز تھا،

تھی وہ نگاہِ فتنہ گر، تفرقہ ساز ہمدگر ۔۔۔ دل کو جگر کی کیا خبر، اپنے سے بے نیاز تھا

دیدہ و دل مین ایک بھی بچ نہ سکا فریب سے ۔۔۔ کوئی اسیرِ زلف تھا، کوئی شہیدِ ناز تھا

آہوِ وحشیِ حرم، کر نہ سکا ذرا بھی رم ۔۔۔ کس کی کمندِ ناز کا، دستِ ستم دراز تھا

شورِ انا ہو یا نہو، حق سے لب آشنا نہو ۔۔۔ جس نے یہ لفظ کہدیا، دار پہ سرفراز تھا

کشورِ حسن مین نہ تھا، فرق یزید و بایزید ۔۔۔ اک درِ مجلسِ بلا، سامنے سب کے باز تھا

اہلِ وفا و بوالہوس، سب کی سزا تھی ایک بس ۔۔۔ زاغ و زغن کا ہم قفس طوطیِ نغمہ ساز تھا

جلوہ گہِ جمال مین، حکم تھا قتلِ عام کا، ۔۔۔ مجرم و بے گناہ کا، یان کسے امتیاز تھا

بزمِ مغان مین تھی حرام، اک مئے الفتِ وطن ۔۔۔ ورنہ برائے میکشی، مسئلۂ جواز تھا،

مشقِ ستم تھی ہر طرف، قدس سے لیکے تا نجف ۔۔۔ تیرِ نگاہ کا ہدف، روم سے تا حجاز تھا

زلف و نگہ مین تھا چھڑا قلب و جگر کا مسئلہ ۔۔۔ ایک طرف یہ سوز تھا، ایک طرف گداز تھا

دل مین کچھ اور آرزو، لب پہ کچھ اور گفتگو ۔۔۔ وعدہ شکن بہانہ جو، حسن فسون طراز تھا

ہر دلِ دردمند پہ چھائی تھی اک فسردگی ۔۔۔ یان تو یہ حال ادھر، ادھر دورِ غرور و ناز تھا

شیشۂ دل کی یہ شکست، لائی پیام آرزو ۔۔۔ اب یہ کھلا کہ درد خود، درد کا چارہ ساز تھا

غنچہ کی دل گرفتگی، خندۂ گل کی تھی نقیب ظلمتِ شام مین نہان، صبحِ طرب کا راز تھا

مژدۂ نصرت کمال باز بگوشِ جان رسید

طرۂ پرچمِ ہلال باز بر آسمان رسید

کیجئے شکر کس طرح، رحمتِ کردگار کا گلشنِ آرزو مین پھر، دور ہوا بہار کا

باطلِ فتنہ ساز کو حق سے شکست ہو گئی خیر سے آج سر ہوا، معرکہ نور و نار کا

خالدِ مرتضیٰ سلف، انورِ مصطفیٰ خلف اُچھلے نہ کیسے نام پھر، ضربتِ ذوالفقار کا

رافعِ پرچمِ ہلال، غازیِ مصطفیٰ کمال یعنی وہ اک مجسمہ، ہمتِ استوار کا

قلب فدائے مصطفیٰ، جانِ نثارِ مصطفیٰ ذات ہی جس کی آئینہ، رحمتِ کردگار کا

صلِّ علیٰ وحبّذا الطرہ، تیغِ مصطفیٰ پھیر دیا ہی جس نے منہ فتنۂ روزگار کا

جس نے بلند کر دیا، جذبۂ حریت کا نام خاتمہ جس نے کر دیا، غیر کے اقتدار کا

سبزۂ پائمال کو، جس نے نہال کر دیا جس نے سمان دکھا دیا گذری ہوئی بہار کا

بسمل جان بلب کو پھر جس نے حیاتِ تازہ دی حوصلہ پھر بڑھا دیا، قسمتِ دلِ نگار کا

ترکون ہی کی نہین یہ فتح بلکہ کل اشا کی ہی کیون نہ ہرا ہو داغ پھر ہر دلِ بے قرار کا

ہم تو ہین اس کے شیفتہ، جو بھی وطن پرست ہو روم کا ہو کہ چین کا، ہند کا یا تتار کا

ترک ہوئی ہین جس طرح، پنجۂ غیر سے رہا یون ہی نصیب جاگ اٹھی ہند کا اس دیار کا

چاہیئے راہِ شوق مین، ایک جنونِ آرزو میکدۂ وطن مین کیا، کام ہی ہوشیار کا

کیون نہ لبِ سہیل پر حبِ وطن کا راگ ہو بلبلِ نغمہ سنج ہی، ہند کی شاخسار کا

سبزہ و گل ز سرو مد باز بہ بوستانِ ما

یعنی بدست ما دہد دورِ فلک عنانِ ما

اوراق پارینہ

"جامع الاخلاق"

از قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی بی اے

انیسویں صدی کی ابتدا میں، نثر اردو کو ترقی دینے کے لئے ڈاکٹر گلکرسٹ اور ان کے ساتھیوں نے جو کوششیں کی تھیں اس کا تذکرہ آزاد نے آب حیات میں، اور مولوی عبدالحق معتمد انجمن ترقی اردو نے "گلشن ہند" کے مقدمہ میں کیا ہے، جو معلومات ان حضرات نے بہم پہونچائی ہیں قابل قدر ضرور ہیں لیکن تعجب ہے کہ اس عہد کی ایک ایسی کتاب جس کا ذکر اس لحاظ سے کہ کسی قدیم مستند علمی کتاب کو اردو میں منتقل کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی، سب سے مقدم ہونا چاہیئے تھا، سرے سے نظر انداز کر دیا، چونکہ اس کتاب کی اہمیت کے متعلق اختلاف رائے ناممکن ہے، اس لئے یقین ہے کہ یہ کتاب ان حضرات کی نظر سے نہیں گذری، میری مراد علم الاخلاق کی مشہور و معروف کتاب "اخلاق جلالی" کے اردو ترجمہ سے ہے جس کو ۱۸۰۵ء میں مولوی امانت اللہ نے کپتان جیمس موئٹ کے حکم سے مکمل کیا، اور اس کا نام "جامع الاخلاق" رکھا،

مترجم کا نام مولوی امانت اللہ ہے، ان کے مولد و وطن کا کچھ پتہ معلوم نہیں ہوتا، ان کی علمی قابلیت ضرور اچھی ہوگی ورنہ ایک دقیق علمی کتاب کے ترجمہ کی خدمت ان کے سپرد نہ کیجاتی، فورٹ ولیم کالج میں یہ منشی "تفریق ہندی" کے تھے، ایک کتاب "ہدایت الاسلام" بھی انھوں نے لکھی تھی جسکا ذکر وہ دیباچہ میں کرتے ہیں، شاعر بھی تھے اور شیدا تخلص کرتے تھے، چنانچہ خاتمہ اور دیباچہ میں ان کی طبعزاد مدحیہ اور دعائیہ نظمیں موجود ہیں، پایۂ شاعری بہت ادنی ہے، غالباً اسی وجہ سے کسی تذکرہ نگار نے ان کا حال نہیں لکھا، بلکہ نام تک درج کرنا غیر ضروری سمجھا، یہ ترجمہ انھوں نے ۱۸۰۵ء میں جبکہ مارکوس ولزلی گورنر جنرل تھے

کپتان جیمس موئٹ مدرس "تفریق ہندی" مدرسہ عالیہ "دام اقبالہ" کی تحریک سے تکمیل کو پہونچایا، دیباچہ میں مترجم نے ان دونوں صاحب بہادروں" کی نظم و نثر میں بیحد مبالغہ آمیز تعریف کی ہے،

اصل کتاب میں کیا کچھ ردوبدل انھوں نے جائز رکھا ہے، اور اصطلاحات کے متعلق کونسی روش اختیار کی ہے، اسکا بیان انھیں کے الفاظ میں مناسب ہوگا،

"یہ کتاب نہایت مغلق اور دقیق المضمون، اوّل سے آخر تک تمام مسائل حکمی اور تدقیقات علمی سے مشحون ہے، اور ترجمہ کرنا اس کا مستلزم تجرید مادۂ جسمانی، اور اسقاط قوائے انسانی کا ہے، لیکن بمقتضائے نمک خواری کے صورت انکار کی مناسب نہ دیکھی، اور فضال حقیقی پر توکل کرکے اس میں اقدام کیا، لیکن اس کے خطبے کے بدلے دوسرا خطبہ علیٰحدہ لکھکر ضمیمہ اس ترجمے کا کرکے حکمت عملی کی تقسیم سے شروع کیا، اور حتی المقدور اس کی تسہیل میں کوتاہی نہیں کی، مگر ان اصطلاحوں کا جنکا ترجمہ اس زبان میں ممکن نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ بعد اتمام کے ان اصطلاحوں کی تفسیر اشارے و کنائے سے کرکے جدا ایک فرہنگ مختصر تخمیناً مقدار دو تین جز کے آخر کتاب میں ملحق کیجائیگی، اور جا بجا کمی زیادتی کرکے ترجمہ لفظی چھوڑ سہل ہونے کیلئے مطلب بیان کر دیا ہے، ترتیب اس ترجمہ کی مطابق اصل کتاب کے باقی رہی"

فرہنگ جس کا ذکر انھوں نے کیا ہے، یا تو وہ حسب ارادہ مرتب نہ کر سکے، یا بعد میں طبع کرانے والوں نے غیر ضروری سمجھ کر علٰحدہ کر دیا، میرے پاس اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہے وہ مطبع احمدی کلکتہ میں اردو ٹائپ میں مولوی غلام حیدر ساکن ہج گلی کے اہتمام سے سنہ ۱۲۴۰ھ میں طبع ہوا تھا، صفحات کی تعداد ۲۶۰ ہے اور ہر صفحے میں ۱۷ سطریں ہیں، میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، لیکن قرینہ ہے کہ یہ اس کتاب کا پہلا مطبوعہ ایڈیشن ہے، اردو نثر کے اس ابتدائی زمانے میں ایک دقیق علمی کتاب کے ترجمہ کرنے میں کتنی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے، تاہم میں اپنی طرف سے یہ نہیں کہنا چاہتا کہ مترجم نے کس حد تک

کامیابی حاصل کی، میں چند اقتباسات پیش کرتا ہوں تاکہ ناظرین خود فیصلہ کرسکیں،

(۱)

حکمت طبیعی کی بحثوں سے علم نفس کی بحث میں مقرر ہوا ہی کہ نفس ناطقۂ انسانی میں دو قوتیں ہیں، ایک قوت ادراکی جس کے سبب سے ہر ایک شئی کو جان سکے، دوسری قوت تحریکی جس کے سبب ہر ایک طرح کا کاروبار کرسکے، پھر قوت ادراکی کے دو شعبے ہیں، پہلا عقل نظری وہ سبب ہے صور علمیہ کے قبول کرنے کا مجردات سے، دوسرا عقل عملی جس کے سبب سے ہر ایک آدمی اپنے بدن کو کاروبار میں مشغول کرتا ہی، پھر یہ شعبہ یعنی عقل عملی باعتبار علاقہ رکھنے اس کے قوت غضبی اور قوت شہوی کے ساتھ سبب ہوتا ہی فعل کا جیسا مارنا، کھانا، پینا، یا قبول فعل کا جیسے شرمندگی سے رونا، اور باعتبار اس کے کہ وہم وخیال اسے استعمال کریں سبب ہوتا ہی جزوی فکروں اور جزوی شغلوں کا، اور باعتبار نسبت کرنے عقل نظری کے ساتھ سبب ہوتا ہی اس فکر کلی کا جو سب کاموں سے علاقہ رکھے، جیسے معلوم کرنا اس کا کہ سچ کہنا اچھا، اور جھوٹھ کہنا برا ہی، اور مانند اس کے، پھر قوت تحریکی کے دو شعبے میں سے ایک قوت غضبی ہی اور وہ سبب ہی بری چیزوں کے دفع کرنے کا بطریق غلبے کے، دوسری قوت شہوی کہ وہ سبب ہی اچھی چیزوں کے لینے کا، لیکن قوت غضبی کو چاہئے کہ بدن کی سب قوتوں پر غالب رہے اس طور سے کہ ہرگز کسی سے کمزور نہ ہو بلکہ سب اس کے حکم کے تابع اور اس سے مغلوب رہیں، اور یہ قوت جس کو جس کام میں متعین کرے اس کو بخوبی انجام دیا کرے تاکہ آپس کی موافقت اور اس کی حکومت سے آفرینش انسان کی بادشاہت کا بندوبست اچھی طرح انجام پائے، اور کسی وجہ سے اس انتظام میں خلل وخلل نہ ہوئے اگر اسی طرح سے ہر ایک قوت اپنے کام میں جس طور سے کہ عقل کے موافق ہو اقدام کرے تو عقل نظری کی صفائی سے جو پہلا شعبہ قوت ادراکی کا ہی حکمت حاصل ہوئے، اور عقل عملی کی صفائی سے جو دوسرا شعبہ ہی اسی قوت کا عدالت پیدا

ہوئے، اور قوت غضبی کی درستی سے شجاعت، اور قوت شہوی کی صفائی سے پارسائی، اسی کا نام کمال قوت عملی ہے،"

(۲)

"حکمت کی نوعوں میں سے مشہور سات نوع ہیں، ذکا، سرعتِ فہم، صفائیِ ذہن، سہولتِ تعلم حسنِ تعقل، تحفظ، تذکر، یہ ذکا وہ قوت ہے کہ بہ سبب اس کے مقدموں سے نتیجوں کو بآسانی نکال سکے، لیکن یہ موقوف ہے ان مقدموں کی مشاقی پر جو منتج ہیں، سرعتِ فہم نام ہے اس قوت کا جس کے سبب ملزومات سے ان کے لوازم کی طرف انتقال ذہن کا ہوئے بلا توقف، پر ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ پہلی سرعت حرکات فکری میں ہوتی ہے اور دوسری ان کے غیر میں جیسے ملزومات تصوریہ سے ان کے لوازم کی طرف انتقال کرنا، یا قضایا سے ان کے عکوس مستویہ یا عکس نقیض کی طرف، صفائی ذہن، اس ملکۂ استعداد کو کہتے ہیں کہ بہ سبب اس کے بغیر رنج و تعب کے استخراج مطلب کر سکے، سہولت تعلم نام ہے استعداد کا جس کی وجہ سے توجہ کلی مطلوب کی طرف کھینچے تاکہ بخاطر جمعی آسانی سے اس کو حاصل کرے، حسنِ تعقل وہ ہے کہ بحث و مناظرے میں مطلب کی توضیح کرنے کیلئے حد لائق کو نگاہ رکھے تا بسبب غفلت کے کچھ اس پر واجب نہ ہو جائے اور نہ کسی شی زائد کو استعمال کرے، تذکر بے تکلیف یاد کرنا ان چیزوں کا جو قوت حافظہ میں ہیں جب چاہے تحفظ اس ملکے کا نام ہے کہ جس سے معقولات یا محسوسات کی صورتوں کو ضبط کرے۔"

(۳)

"میں نے عدالت کی تقسیم تین قسم پر کی ہے، ایک وہ ہے کہ جس پر اقدام کرنا اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کیا جاوے، کیونکہ اس کی مہربانی نے بے سابقہ استحقاق کے خلعت وجود کے تئیں ہر ایک موجود کو انعام فرمایا، اور اپنے خزانۂ افضال میں سے اس عالم امکان کی ہر ایک شی کو بے شمار نعمتوں سے نوازش کیا،

پس اقتضاء عدالت کا یہ ہو کہ ہر ایک متنفس اپنے اور اس کے حق کے درمیان جو لازم ہو اس کے بجا لانے میں طریق مستحسن کو نگاہ رکھے اور اوسکی بندگی کے چلن میں کسی طرح سے قصور نہ کرے، دوسری وہ جو متعلق ہو اپنی نوع کے شرکاء مثلاً بادشاہوں کی تعظیم یا علما اور ائمہ دین کی تکریم کرنی امانتوں کو سپرد کرنا معاملے میں انصاف کرنا تیسری وہ کہ جو گذرے ان کے حق سے ادا ہونا اس طور سے کہ ان کے اموال میں سے ان کے قرضوں کو ادا کرے، وصیتوں کو بجا لادے اور جو اس کی مثال سے ہو،

مطبوعات جدیدہ

تاریخ خلافت، جناب مولنا عبد الماجد صاحب بدایونی ہندوستان کے ان مستثنیٰ علماء میں ہیں جو زبان و قلم دونوں کے مالک ہیں، ملک کی جدید تحریکات کے ایام میں مولنا ممدوح نے نہ صرف اپنے زور تقریر اور جوش بیان سے دین و ملت کی خدمات انجام دیں، بلکہ انھیں مصروف زمانوں میں انھوں نے اپنی متعدد قابل قدر تصنیفات سے ملک و قوم کو اپنا ممنون بنایا، زیر نظر کتاب، ان کی ایک بسیط تصنیف تاریخ خلافت کا حصۂ اول ہی جس میں مصنف نے اپنے مخصوص انداز بیان میں سرنامۂ خلافت الٰہی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ لکھی ہی جس میں زیادہ تر حالات حاضرہ اور ضروریات موجودہ کو پیش نظر رکھکر واقعات و حالات ترتیب دئے گئے ہیں، اور آخر میں زمانۂ حال کی مناسبت سے احکام و اقوال نبوی حدیث کی کتابوں سے منتخب کرکے اردو ترجمہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں، اصلاحی نقطۂ نظر سے یہ کتاب عام مسلمانوں کے حق میں نہایت مفید ہوگی، طرز بیان سہل و رواں، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ضخامت ۲۲۸ صفحے، قیمت عہ، پتہ: دار التصنیف بدایوں، یا قومی دار الاشاعہ، میرٹھ،

تاریخ الامۃ، جامعہ ملیہ علی گڈہ نے اپنے دو سالہ دور حیات میں علمی حیثیت سے بھی جو خدمتیں انجام دی ہیں، وہ قوم و ملت کے شکریہ کی مستحق ہین، ان دو برسوں مین متعدد عمدہ تصنیفات اس کے زیر اہتمام نکل چکی ہیں، تاریخ الامۃ بھی، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہی، جامعۂ مذکور مدارس کے نصاب تعلیم کی ضرورت سے تاریخ اسلام کا سلسلہ مرتب کرانا چاہتا ہی، جامعہ مصریہ کے معلم تاریخ شیخ محمد خضری نے جامعہ میں تاریخ اسلام کے موضوع پر جو خطبات دئے تھے، وہ کتابوں کی صورت میں شایع ہو گئے ہیں، ہماری زبان کے لائق قدر اہل قلم مولنا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری استاذ تاریخ اسلام جامعہ ملیہ، شیخ خضریؔ

کساون تاریخی خطبات کو پیش نظر رکھکر جامعہ کے نصاب کے لئے تاریخ اسلام کا سلسلہ مرتب کر رہے ہیں،
بالفعل اس سلسلہ کے دو حصے، سیرۃ الرسول، اور خلافت راشدہ چھپکر شایع ہوئے ہیں، یہ دونوں حصے قومی
مدارس کے نصاب کیلئے نہایت مفید ہیں، لکھائی چھپائی، کاغذ اعلیٰ، ضخامت حصہ اول (سیرۃ الرسول) ۸۰
صفحات، قیمت عہ، ضخامت حصہ دوم ۲۰۴ صفحات، قیمت ۱۲؍ پتہ: شعبۂ تصنیف جامعۂ ملیہ علیگڈھ

بجلی کے کرشمے، انجمن ترقی اردو، ہماری زبان میں جدید سرمایۂ علمی کا جو اضافہ ہر سال کر رہی ہے
اس کی تحسین نہ کرنا، احسان فراموشی ہے، یہ رسالہ علم برقیات کے ابتدائی مسائل کے بیان میں ہے، لائق
مصنف مولوی محمد معشوق حسین خان بی اے نے آسان طرز ادا اور سہل انداز عبارت میں مبتدی طالبعلموں
کو بجلی کے کرشمے دکھائے ہیں، باوجود ایک ٹھوس علمی بحث کے کتاب میں کافی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور
اس لئے عام طالب علم اور کم استعداد اردو خوان بھی اس کو پڑھکر اپنے معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں،
لکھائی چھپائی اچھی، کاغذ ستھرا، ضخامت ۱۴۲ صفحے، قیمت عہ، پتہ: ترقی اردو، اورنگ آباد دکن،

انتخاب دواوین حسرت مع ترجمۂ انگریزی، مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی
کے سیاسی خیالات سے تو ہندوستان کی ہر زبان بولنے والے واقف ہیں، مگر ان کے شاعرانہ افکار،
صرف اردو دان طبقہ تک محدود تھے، غالباً اسی خیال کو مدنظر رکھکر چودھری محمد علی صاحب ہاشمی نے انکے
دواوین کا انتخاب اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، ہر صفحہ کے نصف بالا میں اصل اردو اشعار اور
نصف زیرین میں ان کا انگریزی ترجمہ ہے، یہ ترجمہ خود حسرت کی نظر ثانی اور اصلاح سے بھی فیضیاب ہے،
اس لئے اس ترجمہ کو بھی شاعر کی اصل تصنیف کا رتبہ دیا جا سکتا ہے، آغاز کتاب میں حسرت اور انکی
شاعری پر مترجم کے قلم سے انگریزی میں ایک مقدمہ ہے، کتاب ٹائپ میں چھپی ہے، ضخامت ۱۰۰ صفحے،
قیمت عہ، پتہ: بیگم حسرت موہانی، حسرت روڈ، کانپور،

الفرق بین اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان، جناب مولنا ابو الکلام صاحب نے اس نام ہے

الہلال یا البلاغ میں ایک طویل مضمون لکھا تھا جس میں قرآن مجید کی آیات کو پیش نظر رکھکران دونوں متقابل گروہوں کے خصائص اور اوصاف امتیازی دکھائے تھے، الہلال بک ایجنسی لاہور نے اس مضمون کو ایک رسالہ کی صورت میں شایع کیا ہے، اچھا ہوتا اگر اسی کے ساتھ علامہ ابن تیمیہ کا رسالہ الفرق بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان بھی ترجمہ کرکے شامل کردیا جاتا، تاکہ بحث زیادہ مستوعب ہو کر اردو دان ناظرین کے سامنے آجاتی، صفحات ۶۰، تقطیع خورد، قیمت ۶/، پتہ: الہلال بک ایجنسی، حلقہ نمبر ۱۴۲، شیرانوالہ گیٹ لاہور

کلید مراد، قرآن مجید اور احادیث کی بعض مختصر دعاؤں کا مجموعہ ہے، ساتھ ساتھ ترجمہ بھی درج ہے، آخر میں جامع جناب مولوی سید حسن مرتضیٰ صاحب شفق عمادپوری نے اپنا منظوم شجرۂ بیعت لکھا ہے، لکھائی چھپائی اچھی ۹۴ صفحات، قیمت ۸/، پتہ: خواجہ ڈپو نظامیہ دار الاشاعہ، دہلی،

تبلیغ، ایک نیا ماہوار علمی رسالہ لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہے، جس میں ممالک اسلامی پر مختلف النوع مضامین، عیسائی مشنریوں کی کوششوں سے باخبر اور مسلمانوں میں تبلیغی ذوق پیدا کرنے والے مقالات اور شذرات ہوتے ہیں، اب تک اس کے تین نمبر ہماری نظر سے گذر چکے ہیں، اور ہم کو اس کے اظہار میں خوشی ہے کہ رسالہ اپنے مقصد میں کامیاب ہے، مضامین کے انتخاب کے لئے ہم مشورہ دینگے، کہ اسلامک ورلڈ انگریزی اور فرنچ رسالہ دنیائے اسلام کو بھی سامنے رکھا جائے، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، ضخامت۔

قیمت سالانہ للعہ/ پتہ لاہور

ندیم، اس نام کا بھوپال سے ایک ماہوار ادبی رسالہ مولوی سعید صاحب رزمی کے زیر ادارت شایع ہونا شروع ہوا ہے، دو تین نمبر نکل چکے ہیں، بھوپال سے اس رسالہ کا اس حد تک کامیاب ہونا بھی غنیمت ہے، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت سالانہ للعہ/ پتہ: منیجر ندیم، بھوپال

الکمال، ایک نیا اردو روزانہ اخبار، کلکتہ سے مولوی نذیر احمد صاحب سابق اڈیٹر مساوات کی اڈیٹری میں جاری ہوا ہے، کلکتہ کی آب و ہوا میں کاش اس کے زندہ رہنے کی قدرت ہو، قیمت ع سالانہ، پتہ: نمبر ۱۳ چیت پور روڈ کلکتہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۹

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

یازدہم	ماہ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء	عدد سوم

مضامین

جلد یازدہم | ماہ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۲۳ء | عدد سوم

مضامین

شذرات

گذشتہ مہیب جہان سوز جنگ مین ہم سے کہا گیا تھا کہ یہ دنیا کی آخری خونی جنگ ہے، آیندہ آدمیٔ بیٹیون کا خون جنگ کی دیوی پر بھینٹ نہین چڑھایا جائیگا، لیکن قول و عمل مین کسقدر بعد عظیم ہے! برطانی رائل کمیشن نے ذیل کے حربی یعنی انسان کش ایجادات پر جو فیاضانہ انعامات تقسیم کئے ہین، وہ گذشتہ بلند آہنگانہ دعوی کی علانیہ تکذیب ہے؛

انعام متعلق تحت البحر	۲۷۰۰۰ پونڈ
" " لایم پہ گنیمٹ	۱۲۵۰۰ پونڈ
" " بم	۲۵۰۰ پونڈ
" " بڑے بم	۲۷۰۰۰ پونڈ
" " دو اور چار انجن کے طیارے.	۳۰۰۰۰ پونڈ
" " ہوائی جہاز	۴۸۰۰۰ پونڈ
" " رات کے اڑنے والے جہاز	۵۰۰۰ پونڈ

مغربی تمدن کے ثنا خوانون نے ہندوستان اور افریقہ کی وحشی نیم برہنہ آبادی پر نفرت اور حقارت کی نظر ڈالی ہے حالانکہ یہ محض غربت، افلاس اور جہالت کا نتیجہ ہے لیکن کیا یورپ کے متمدن، دولتمند، دانائے روزگار نیم برہنہ انسانون پر بھی ادن کی کبھی نظر پڑی ہے، جو محض تمدن، دولت، اور تعیش کے نشہ سے سرشار ہو کر جامۂ انسانیت

باہر ہین، غور کرو کہ ہندوستان و افریقہ کی ایک وحشی عورت اور لندن و پیرس کی ایک متمدن خاتون کے لباس برہنگی مین کیا فرق ہی؟ صرف یہ کہ ایک افلاس اور جہالت کا نتیجہ، اور دوسرا دولت اور تمدن کا!

جنگ عظیم نے یورپ کی عورتون کو مرد بننے پر مجبور کیا اس سے اور بھی زیادہ بعض عیوب مین ترقی ہوگئی ہے، اب یورپ جب انپو گذشتہ کابوسی دورہ سے نجات پانے کے لیے تڑپ رہا ہے تو اوس کو اپنی ڈراونی شکلین نظر آتی ہین، منجملہ اوس کے ایک لباس برہنگی ہے، چنانچہ اصلاح لباس کے لئے وہان ایک عام تحریک پیدا ہوگئی ہی وہان کلبون اور لھو ولعب کی انجمنون نے اعلان کیا ہی کہ آیندہ جو لڑکیان کھیلون مین شرکت کرین اون کو ایسا لباس اختیار کرنا چاہئیے جس سے اونکا جسم مستور رہے،

ہندوستان مین عیسائیون کی تعداد روز افزون ترقی پر ہے، دس سال کے عرصہ مین ۳۸ لاکھ چھہتر ہزار سے سینتالیس لاکھ ۵۴ ہزار ہوگئی، گویا نصف کرور کی تعداد تین سو برس کے اندر اونھون نے ہندوستان مین حاصل کرلی، ہندوستان کے ہندو اور مسلمان دونون سُن لین کہ ابھی تو ہندوستان کی تقسیم حقوق مین تنصیف یعنی آدھا ہندو آدھا مسلمان کا سوال ہی، لیکن اگر یہی لیل ونہار ہی تو تنصیف کی جگہ **تثلیث** لے لیگی یعنی ہندوستان کے ہندو، مسلمان اور عیسائی تین حصے کرنے پڑینگے، آریہ سماج مبلغین کے لیے غریب نومسلمون کی طرف توجہ کرنے سے بہتر، ان نو عیسائیون کی طرف توجہ کرنا تھا، جو اون کی قوم سے ہر روز نکل کر سینکڑون کی تعداد مین دوسری قوم مین داخل ہو رہے ہین، نومسلمون کی داستان تو غریب عالمگیر کے عہد کی پرانی ہوگئی ہے، اس پیش نظر عالمگیری عہد کی طرف اون کی توجہ کیون ملتفت نہین ہوتی،

ڈاکٹر ولیم ٹی ہارنڈے نے جو نیویارک کے زندہ عجائب خانہ کے مشہور ڈائرکٹر ہین حال ہی مین ایک

ایک کتاب جانورون کے اخلاقی و معاشرتی حالات کے متعلق لکھی ہے، اس مین اونھون نے بتایا ہو کہ خونخوار جانور اخلاقی و معاشرتی حیثیت سے انسان سے بدرجہا بہتر ہین، ان خونخوار جانورون مین صرف بھیڑیا اپنے ہمجنس پر حملہ کرتا ہے لیکن انسان، ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے کو تیار، ان مین بچون یا بڈھون کو مارنے کا رواج نہین، لیکن آدمی یہ سب کچھ کرتا ہے، یہ جانور آپس مین کبھی بھی نہین لڑتے، مگر اشرف المخلوقات کا آجکل مقصد زندگی یہی ہے، ان مین اخلاقی کمزوری نام کو نہین، لیکن بنی نوع انسان کے اندر یہی حالات حیاسوز ہین،

ہندوستان کے ان منتخب لوگون مین جن کو قلمی اور نادر کتابون کا شوق بلکہ عشق ہو جناب حکیم **محمد اجمل خان** صاحب کا بھی نام شامل ہے، رامپور کے نادر علمی خزانہ کی تنظیم اور ترتیب جناب موصوف ہی کے شوق علم کی ممنون ہے وہ خود بھی اپنی ذاتی ملکیت مین نوادر کتب کا بڑا ذخیرہ رکھتے ہین، جس مین طب کے علاوہ اور بعض علوم کی بھی اچھی کتابین ہین، ابھی اوائل فروری مین جمیعۃ العلماء کی تقریب سے دلی جانا ہوا، موصوف نے اپنے کتبخانہ کے بعض عجائبات دکھائے، صحیح بخاری کا بخط عرب عمدہ نسخہ نظر آیا جو امرائے یمن کے کتبخانہ کا تھا، اور جس پر مجدالدین فیروزآبادی صاحب قاموس کے ہاتھ کے دستخط ہین،

سب سے نادر تر جو چیز ہے، وہ مرحوم **نظامیہ بغداد** کی ایک علمی یادگار ہے، نظامیہ کا کتبخانہ خلفائے عباسیہ اور سلاطین سلجوقیہ کے شاہانہ عطیون کا گنجینہ تھا، جو کہتے ہین کہ کچھ تو حملۂ تاتارین نہر دجلہ کے نذر ہوا، اور باقی محقق طوسی کی معرفت تاتارستان کو منتقل ہو گیا، حکیم صاحب کے ہان ہندسہ، مناظر و مرایا، اور دیگر فروع ریاضیات کا ایک ضخیم مجموعہ ہو، جو محمد بن موسیٰ (خوارزمی) مدون جبر و مقابلہ، ثابت بن قرہ مترجم کتب یونانی اور محمد بن ہیثم بانی فن مناظر و مرایا وغیرہ جیسے اکابر روزگار کی تصنیفات و رسائل پر مشتمل ہو، اور اون کا کاتب و جامع خالباً اس عہد کا کوئی شائق طالب علم ہے [illegible]ھ مین وہ ان رسالون کو جمع کرتا ہو، لیکن کہان بیٹھکر، مدرسۂ نظامیہ

اور نظامیہ موصل، نظامیہ حلب وغیرہ مین، ہر رسالہ کے خاتمہ پر مقام کتابت کا وہ ذکر کرتا ہے، اور اس طرح یہ نادر مجموعہ نظامیہ یونیورسٹی کے پورے سلسلہ کی ایک زندہ یادگار ہے، اور طلبائے نظامیہ کے علمی ذوق و شوق کی پوری تصویر ہی، اور پھر یہ خرمن کن کن مدرسون مین پھر پھر کر ایک طالب علم نے جمع کیا ہی،

ہیچ گہ ذوق طلب از جستجو بازم نداشت
دانہ می چیدم من آن روزے کہ خرمن داشتم

مولوی ابوبکر صاحب جونپوری کے کتبخانہ کا اس سے پہلے ذکر آچکا ہی، چند مہینے ہوئے کہ اس کتبخانہ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، حسب ذیل کتابین اس مین اچھی نظر آئین،

۱۔ اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر، قاضی شوکانی، یہ کتابون کی سندون کا مجموعہ ہی، مولوی ابوالفضل عبدالحق صاحب مرحوم بنارسی نے یمن جا کر قاضی شوکانی سے تلمذ حاصل کیا تھا، اور وہی اس تحفہ کو ہندوستان لائے، ۱۲۳۳ھ کا یہ واقعہ ہے، جو کتاب کی تحریر کی تاریخ ہے،

۲۔ اعلام السنن امام خطابی بخط عرب، جزو اول،

۳۔ مشارق الانوار، قاضی عیاض، حدیث کے لغات و انساب اور اسمائے بلاد کی تحقیق مین بیش بہا تصنیف ہی،

۴۔ شرح قصیدۂ نشوان بن سعید حمیری، یہ یمن کی تاریخ ہی جو زمانۂ قدیم سے لیکر ائمۂ زیدیہ تک کے احوال پر مشتمل ہی، اس کا ایک نسخہ کتبخانۂ مشرقیہ پٹنہ مین بھی نظر سے گذرا ہی، جونپور کا نسخہ ۹۹۹ھ کا لکھا ہی اور خاقان یمن کے کتبخانہ کا ہے،

۵۔ حاشیۂ میرزا اشرف دانی بر شرح عقائد، عمدہ نسخہ

لیکن ان سب سے زیادہ جو چیز ہمین تعجب انگیز نظر آئی وہ اختبار نام فقہ حنفی کی ایک فارسی کتاب ہے غدر سے پہلے کمپنی کے عہد مین جب شاہ ہندوستان کے نام وتی کے ٹوٹتے ہوئے تخت پر شاہجہان اور عالمگیر کا ایک سایہ شاہ عالم اور بہادر شاہ وغیرہ نامون سے قائم تھا، ہندوستان کی عدالتون مین شرع محمدی کا نام بھی قایم تھا، اور عموماً فیصلے انگریزون کی نگرانی مین اسلامی قانون کے مطابق ہوتے تھے، یہ انگریز فارسی جانتے تھے اور کسی نہ کسی عالم کو اپنا مشیر رکھتے تھے، جو اون کو فقہ کے مسائل بتاتا اور فقہی کتابون کے مطالب سمجھاتا تھا، اختبار کا یہ نسخہ اسی عہد کی ایک داستان ہو، محمد آباد و بنارس کی عدالت مین مولوی سلامت علی خان مخاطب بہ صداقت خان، احکام شرعیہ کی تحریر پر مامور تھے اور نواب معین الملک اقتدار الدولہ مسٹر جان نیت بہادر صلابت جنگ" حاکم عدل تھے، مولوی صاحب نے مسٹر موصوف کی سہولت کے لئے فارسی مین فقہ حنفی کی یہ کتاب تالیف کی، تاکہ صاحب موصوف کو مقدمات کے فیصلہ مین آسانی ہو، یہ کتاب تعزیرات حدود، قصاص کے ۲۰۰ مسائل پر مشتمل ہے، ہر صفحہ پر دو کالم ہین، ایک کالم مین مسئلہ کی صورت لکھی ہو، اور دوسرے کالم مین کتب فقہ کے حوالون سے اوس کے جوابات لکھے ہین، ۱۲۱۲ھ اس کتاب کی تالیف کی تاریخ ہو، اور مؤلف نے اس کو لکھکر "امیر اعظم، حامی علمائے دین مسٹر جان ڈبن" کے نذر کیا،

کتاب کے خطبہ کی اصل عبارت یہ ہو،

"سلامت علی خان معروف صداقت خان در بلدۂ محمد آباد بنارس کہ در عدالت مرافعۂ ثانی بتحریر احکام شرعیہ بحضور نواب مستغنی عن الالقاب، حاتم دوران، فلاطون زمان، معین الملک اقتدار الدولہ مسٹر جان نیت بہادر صلابت جنگ مامور بود، بنا بر سہولت امر مسائل چند از باب حدود و قصاص کہ اکثر محتاج الیہ یافتہ، بزبان فارسی ترتیب دادہ، در ۱۲۱۲ھ آغاز تالیف نمودہ، بہ پیشگاہ نوشیروان مرتبت نصفت و عدالت و فرمانروائے کشور امارت، امیر اعظم، زبدۂ ارباب ہمم، حامی علمائے دین، مسٹر جان ڈبن"

ہمین یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ نواب وقار الملک مرحوم کی لائف کا جو بہت بڑا مواد جناب منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال نے سالہاسال کی محنت مین جمع کیا تھا، اونھون نے وہ تمامتر امانت ایجوکیشنل کانفرنس کے صیغۂ تالیف کے سپرد کردی ہے، اور اس طرح یقین ہے کہ **وقار حیات** پہلے سے زیادہ مکمل صورت مین ظاہر ہوگی،

"دنیائے اسلام کے ذہنی انقلاب" کی نئی نظیرین ہمیشہ سامنے آتی رہتی ہین، **بخارا اور ترکستان** کے چند طالب علم علوم جدیدہ کی تحصیل کے لیئے، برلن گئے ہین، مصر مین علوم دینیہ کی بطرز جدید درسگاہ، قاہرہ مین دار العلوم تھا، اب زقازیق مین ایک بڑا دینی مدرسہ قایم ہوا ہی جس کے افتتاح مین علمائے ازہر اور ارکان حکومت سب شریک تھے، دار العلوم کے طلبہ آجکل اس کوشش مین سرگرم ہین کہ "نئی آزاد حکومت" مین اونکا رتبہ کیا ہوگا؟ اور اون کے امتیازات کیا ہونگے؟

اسی سلسلہ مین ہم کو اہل ہند کے کانون تک ایک اور خبر پہنچانی ہی، ہندوستان کے علوم جدیدہ کے شائق جس طرح ہر طرف سے **جرمنی** کا رخ کر رہے ہین، اسی طرح علوم عربیہ کے شائق **مصر** جا رہے ہین، کئی طلبہ جا چکے ہین، اور کئی جانے کے لیئے تیار بیٹھے ہین، جو طلبہ مصر جا چکے ہین خوشی کی بات ہی کہ وہ وہان ہندوستان کا وقار قایم کر رہے ہین، ابھی ہمکو اسی فروری مین مصر سے ایک ہندی صاحب کا خط موصول ہوا ہے، جس مین اونھون نے مولوی ظہیر الدین حیدر آبادی کا ایک عربی قصیدہ بھیجا ہی، جس کو اونھون نے اپنے ایک استاد شیخ ذکی محمد مہندس کے مفتش عام (انسپکٹر جنرل) مقرر ہونے پر تہنیت مین لکھا ہے، دار العلوم قاہرہ کے اساتذہ کو طلبہ کے ایک جلسہ مین جب اوس کو ظہیر الدین صاحب نے پڑھا تو حاضرین نے بڑی داد دی اور ایک ہندی نژادئے اس عبارت عربی پر بہت تعجب ہوا، ہمارے نزدیک یہ ایک معمولی واقعہ ہی کہ ابھی تک

یہی مصر کے سامنے اہل ہند کی عربیت کی مثالین بہت کم ہین، المنار مین ہم دیکھا کرتے ہین کہ وہ علمائے ہند کے کساد ہی مدعربیت پر کبھی طنز سے نہین چوکتا،

ابھی چند ہی مہینون کا واقعہ ہے کہ بمبئی کے چند مولویون نے اسپرٹ جس سے لکڑیون اور عمارتون پر نقش و نگار بنانے مین کام لیا جاتا ہے اوس کی نجاست اور مسجدون مین اوس کے عدم جواز استعمال کا فتویٰ دیا، اور اسی پر بس نہ کیا، بلکہ عربی مین اوس فتویٰ کو لکھکر، مصر مین سید رشید رضا صاحب اڈیٹر المنار کے پاس شاید داد طلبی کے لئے بھیجا، سید موصوف نے المنار مین اوس فتویٰ کی خوب دھجیان اوڑائین اور علمائے ہند کی عقل و خرد کا اوس کو معیار بتایا، اور اس لہجہ مین لکھا کہ بیچارے ہندوستان کے علما فہم و اجتہاد مین حد درجہ ناکارہ اور پست ہین، حالانکہ آج سے ۱۲ برس پہلے الندوہ کے ایک ضمنی مضمون مین شراب کے عدم نجاست پر راقم نے کچھ لکھا ہے، اور اسپرٹ تو شراب بھی نہین یعنی مُسکر نہین، بلکہ از قسم سمیات ہے، قرآن مین شراب اور قمار کے متعلق ایک ساتھ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ کا لفظ ہے، جو ظاہر ہے کہ معنی مجاز مین ہے حقیقت مین نہین، ورنہ جوا کھیل کر بھی ہاتھ دھونے پڑینگے، آغاز اسلام مین شراب مدتون تک استعمال مین رہی اور ۳ھ مین حرام ہوئی، مگر احادیث مین کہین مذکور نہین کہ اوس کے چھو لینے سے یا لگ جانے سے دھونے کا حکم دیا گیا ہے، بیسیون جانور حرام ہین، مگر وہ نجس نہین، اور نہ اون کے چھونے سے ہاتھ دھونا لازم آتا ہے، فلیتدبر۔

مقالات

عیسائیت کی اشاعت

(۲)

عیسائی مذہب بھی ابتدامین اسلام ہی کی طرح ، ایک مظلوم مذہب تھا اور مسلمانون کی طرح شروع شروع مین عیسائی بھی اپنے مذہبی فرائض خفیہ طور پر ادا کرتے تھے اسلام کے تمام مصائب کا خاتمہ صرف چند سالون مین ہوگیا لیکن عیسائی مذہب پر تقریباً تین صدیان اسی مظلومیت کی حالت مین گذر گئین کہ ۳۲۳ء عیسوی مین شاہ قسطنطین اول نے عیسائی مذہب قبول کیا اور اس مذہب کے قبول کرنے کے بعد اس نے ایک عام فرمان کے ذریعہ سے تمام رومانی ممالک مین مذہبی آزادی کا اعلان کیا جس کا اصلی مقصد عیسائیون کو قدیم مظالم سے نجات دلانا اور عیسائیت کی اشاعت کے لئے زمین کو ہموار کرنا تھا، غرض ملکی اقتدار کی آمیزش کے ساتھ اس نے اس ذریعہ سے عیسائیون کی حمایت کی، اور بیت المقدس سے یہودیون کو جلاوطن کرکے پادریون کو اس کا متولی بنایا، اب عیسائی مذہب نے بھی قوت حاصل کرنا شروع کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیون نے گرجے تعمیر کئے، اور بلاخوف وخطر علانیہ اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے لگے،

قسطنطین کے عہد حکومت تک یہی حال رہا اس کے بعد جو رومن فرمانروا ہوئے ان مین بعض عیسائیون کی حمایت مین بت پرستون پر آفت ڈھاتے تھے، اور بعض بت پرستون کے طرفدار ہوکر مسلمانون پر مظالم کرتے تھے، لیکن ان کے بعد جب ۳۹۲ء سے شاہ یوقیانوس کا دور حکومت شروع ہوا تو اس نے قسطنطین کی تقلید کی اور عیسائیون کی حمایت مین اسی کے نقش قدم پر چلا، چنانچہ اب تک جو یورپین ممالک رومن سلطنت کے زیراثر نہ تھے اس نے ان کے

خلاف ایک عام صلیبی جنگ کا اعلان کیا، اس بنا پر اس کے بعد مین عیسائی مذہب کے قالب مین
ایک جان تازہ آگئی، اور عیسائیون کو غیر معمولی عظمت حاصل ہو گئی، تاہم اب تک تمام رومن
سلطنت مین عام طور پر عیسائی مذہب کی اشاعت نہین ہوئی تھی، لیکن جب چوتھی صدی کے
آخری حصہ مین شاہ تیوڈورس کا زمانہ آیا تو اس نے عیسائیت کی حمایت مین ایک ایسی عجیب
وغریب روش اختیار کی جس سے تمام مذاہب کی تاریخ خالی ہے، یعنی اس نے تمام رومن ممالک
مثلاً آفریقیہ، فرانس، برطانیہ، اٹلی، ٹرکی، مصر اور ایشیائی صوبون مین ایرانی سرحد تک ایک عام
حکم جاری کیا کہ جن لوگون نے اب تک عیسائی مذہب قبول نہین کیا ہے وہ جبراً عیسائی بنائے
جائین، اور جو لوگ اس حکم کی تعمیل نہ کرین وہ تہ تیغ کر دئے جائین، اور عیسائی مذہب کی عبادت
گاہون کے سوا تمام معابد وہیاکل منہدم کر دئے جائین جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام رومن ممالک مین
جن مین مصر[1] بھی شامل تھا لوگ مویشیون کی طرح ذبح کئے گئے، اسکندریہ کا ہیکل بھی اسی زمانہ
مین نذر آتش ہوا اور کتب خانہ اسکندریہ[2] جس کے جلانے کا الزام حضرت عمرو بن العاص پر لگایا
جاتا ہے، اسی ہیکل کے ساتھ جل کر خاک سیاہ ہوا، اسی زمانے سے تمام رومن ممالک مین عیسائی
مذہب کی عام اشاعت ہوئی، اور اس کے بعد بھی پادریون کے ہاتھ مین کئی صدی تک جو
سیاسی قوت رہی اس نے تلوار کے ذریعہ سے عیسائی مذہب کی حمایت کی، چنانچہ اس مدت
مین جن عیسائی بادشاہون نے عیسائی مذہب کی حمایت مین تلوار اٹھائی ہے اگر ہم ان کی فہرست
مرتب کرنا چاہین تو ہم کو اپنے اصلی موضوع کو چھوڑ کر ایک جدید تاریخ مرتب کرنا پڑیگی تاہم لیونڈ
مین ۱۸۵۲ء یعنی شورش فرانس سے پہلے کا جو زمانہ ہے وہ تمامتر اسی قسم کے مذہبی جبر و استبداد کی مثالون سے لبریز ہے،
عیسائی مذہب کی یہ جبریہ اشاعت ایک ایسی بدیہی چیز ہے کہ تمام یورپین تاریخین بھی اس

[1] تاریخ مصر جدید لجرجی زیدان، [2] خلاصہ تاریخ عرب موسیو سیدیو،

سے لبریز ہیں، اگر صرف تبلیغ و ہدایت سے عیسائی مذہب نے کام لیا ہوتا تو آج اس کے پیروؤں کی تعداد سے دنیا بھر جاتی، مثلاً جب سے عیسائی مذہب کی تبلیغ و دعوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے، صرف چار ابتدائی صدیوں مین تین سو ملین اشخاص نے اس مذہب کو قبول کیا، لیکن اس وقت سے آج تک عیسائی مذہب کی دعوت کا یہ سلسلہ متصلاً جاری ہے، دو صدیون سے اس مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے ذرائع بھی غیر معمولی حد تک وسیع ہو گئے ہین، عام لوگون سے میل جول مین بھی بہت سی آسانیان پیدا ہو گئی ہین، یورپین نو آبادیان بھی دنیا کے ہر حصے مین نہایت کثرت سے قائم ہین، اور ریل اور جہاز کے ذریعہ سے ایک عیسائی مبلغ حکومت کی تائید و حمایت کے ساتھ تمام دنیا مین اس مذہب کو آزادانہ پھیلا سکتا ہے، اس لئے اگر صرف تبلیغ و دعوت کے ذریعہ سے اس مذہب کی اشاعت ہوئی ہوتی تو چار صدیون کی نسبت سے آج زمین کے چپہ چپہ پر عیسائی ہی عیسائی نظر آتے حالانکہ ان دونون صدیون مین عیسائیت صرف افریقہ کی بعض نو آبادیون، اور جزائر محیط کی بربر قومون مین پھیلی ہے، اور اس مین بھی بہت کچھ قوت سے کام لیا گیا ہے، چنانچہ ۱۸۹۲ء مین اوگنڈا مین جو خونریزی اس مذہب کی تبلیغ کے سلسلے مین ہوئی ہے، اس کی خبر اس زمانے کے اخبارات کے ذریعہ سے تمام دنیا مین پھیل چکی ہے، اس کے علاوہ تمام مشرقی ممالک مین عیسائی مبلغین پھیلے ہوئے ہین، قوت اور مال دونون کی حمایت ان کے ساتھ ہے، اور ترغیب کے غیر محدود ذرائع ان کے ہاتھ مین ہین، لیکن بایں ہمہ ان کی کوششین اب تک بہت کم بارآور ہوئی ہین،

اس[1] سلسلے مین اندلس کی تاریخ بھی نہایت عبرت انگیز ہے، اہل عرب نے جب اندلس پر قبضہ کیا تو وہان کے اصلی باشندون کو اسلام لانے پر بالکل مجبور نہین کیا بلکہ نہایت بے توجہی

[1] ماخوذ از مجلۃ المجمع العلمی العربی دمشق جلد ۲ نمبر ۱

کے ساتھ ان کو مذہبی آزادی عطا کی، اس لئے اس دور مین اسپین کے جو لوگ اسلام لائے ان مین جبر و تشدد کا شائبہ تک شامل نہ تھا۔

مسلمانون نے عیسائی مذہب کی اشاعت مین بھی کوئی روک ٹوک نہین کی، البتہ جو عیسائی مبلغین حد سے تجاوز ہوکر مساجد و جوامع کے دروازون پر کھڑے ہوکر لوگون کو عیسائی مذہب کی دعوت دیتے تھے ان کو اس غیر معتدل طریقہ سے روک دیا، مسلمانون نے عیسائیون پر معمولی جزیہ تو لگادیا، لیکن اس کے سوا ان کے مال و جائداد سے کسی قسم کا تعرض نہین کیا، بلکہ تمام معاملات مین ان کو مسلمانون کے برابر حقوق عطا کئے، لیکن اسپین کے عیسائیون نے مسلمانون کو اسکا جو صلہ دیا اس کی نسبت شاہد العیان مین لکھا ہے کہ ۵۹۲ھ مین جب شاہ اندلس نے شہر بلنش پر قبضہ کیا اور بلنش کے آس پاس کے گانؤن جبل منتمیس کے دیہات اور قمارش کا قلعہ اس کے زیر نگین ہوگیا تو اہل بلنش امان لیکر اپنے شہر سے نکلے، اپنے مال و اسباب کو ساتھ لیا اور بعض ارض عدوۃ مین چلے آئے، بعض انھین دیہاتون مین رہ گئے، اور بعض مسلمانان اندلس کی بچی کھچی آبادی مین جاکر آباد ہوگئے،

ان فاتحین نے جب شہر ماسقہ، بلنش اور اندلس کے مغربی حصّون پر قبضہ کیا تو ان اطراف مین مسلمانون کا کہین ٹھکانا نہین رہا، شاہ اندلس مسلمانون کی جنگ مین اکثر مرتدین اور منافقین سے اعانت لیتا تھا اور جن شہرون اور دیہاتون کو فتح کرتا تھا ان کو ڈھاکر ان کے کھنڈر پر چار دیواریان تیار کراتا تھا، چنانچہ غرناطہ مین اس نے ایسا ہی کیا تھا، جن مسلمانون نے غرناطہ مین رہنا پسند کیا انھون نے اس بادشاہ سے یہ شرط کرلی کہ یہ لوگ صرف زکوٰۃ اور عشر کے بجائے ایک رقم بطور تاوان کے ادا کرینگے، اس کے علاوہ ان کی ذات، ان کی عورتین، ان کے بچے، ان کے مویشی ان کے مکانات، ان کے باغات ان کے کھیت وغیرہ محفوظ رہینگے، لیکن جن لوگون نے وہان

قیام کرنا پسند نہین کیا، انھون نے یہ شرط کی کہ وہ اپنے سرمایہ کو عیسائی یا مسلمان جس کے ہاتھ جس قیمت پر چاہینگے فروخت کر سکینگے، اور اس مین ان کو کسی قسم کا نقصان اٹھانا نہ پڑیگا، اور جو لوگ مغرب کی سرزمین مین نکل کر آباد ہونا چاہتے تھے ان کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ اپنے سرمایہ کو فروخت کر ڈالینگے، اور بغیر کرایہ کے اپنے اسباب کو لاد کر مسلمانون کے جس ملک مین چاہینگے جا کر آباد ہوجائینگے اور تین سال تک ان کو اس کے عوض مین کچھ دینا نہ پڑیگا، غرض یہ شرطین قرار پاگئین اور شاہ اندلس نے اس پر ایک تحریر لکھدی، اس کے بعد غرناطہ کی طرح مسلمانون نے شہر حمراء کو بھی خالی کردیا، اور جب اہل بشرہ کو یہ معلوم ہوا کہ غرناطہ کے لوگ عیسائیون کی ذمہ وحفاظت مین آگئے تو انھون نے شاہ روم سے بیعت کرلی، اور اس طرح اندلس مین مسلمانون کا خاتمہ ہوگیا،

شاہ اندلس نے حسب شرائط مسلمانون کو یہ اجازت دی تھی کہ جو لوگ یہان سے نکل کر جانا چاہینگے وہ اپنے مال جائداد، اور مکانات کو فروخت کرسکینگے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان بڑے بڑے وسیع مکانات کو نہایت کم قیمت پر فروخت کر ڈالتے تھے اور اپنے باغ، کھیت، اور انگور وغیرہ کو منافق مسلمانون اور عیسائیون کے ہاتھ نہایت معمولی قیمت پر بیچ ڈالتے تھے، چنانچہ بہت سے مسلمانون نے جن کو عیسائیون کے بادشاہ سے نظر لطف وکرم کی توقع تھی نہایت سستی جائدادین اور نہایت سستے اسباب خرید لئے، اور اندلس ہی مین قیام کیا،

لیکن چند ہی دنون کے بعد شاہ اسپین نے یہ تمام شرائط توڑ دئے، اور مسلمانون پر ٹکس اور محصول لگانا شروع کیا، ان کو مالی حیثیت سے زیربار کردیا، ان کی اذان بند کردی، اور غرناطہ سے نکل کر ان کو دیہاتون اور ویرانون مین جا کر آباد ہونے کا حکم دیا، اس کے بعد سنہ ۹۰۴ھ مین ان کو بجبر عیسائی بنانا شروع کیا، اور یہ لوگ مجبورًا عیسائی ہوگئے اور اس طرح تمام اندلس ایک عیسائی ملک ہوگیا،

اندلس کے بعض مسلمان باشندے مثلاً دیجر، نبیرہ، اندرس اور حمص کے مسلمانون نے عیسائی مذہب کے قبول کرنے سے انکار کیا تو شاہ اندلس نے ان کا محاصرہ کرلیا، ان کے مردون کو تہ تیغ کردیا ان کی عورتون اور بچون کو گرفتار کرلیا، اور ان کی مال و جائداد پر قبضہ کرکے ان کو عیسائی اور غلام بنایا، مغربی اندلس کے مسلمانون نے بھی عیسائیت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور ایک محفوظ اور دشوار گذار پہاڑ پر جاکر پناہ گزین ہوگئے، شاہ اندلس نے ان سے بھی جنگ کی لیکن جب ان پر قابو نہ پایا تو ان کو اس شرط پر امان دیکر کہ وہ اپنے بدن کے کپڑون کے سوا اپنی تمام مال و جائداد کو چھوڑ کر اندلس سے نکل جائینگے مغرب کی طرف جلاوطن کردیا، چنانچہ اس کے بعد اندلس مین اسلام کا کوئی اثر قائم نہ ہوسکا،

سلاوی کہتا ہے کہ ۸۹۷ھ مین جب شاہ اندلس نے غلبہ حاصل کیا تو اہل غرناطہ نے اس کی اطاعت قبول کرلی، لیکن جب اس نے ان تمام شرائط کو جن کی تعداد ۶۷ تھی اور انھی شرائط مین یہ بھی تھا کہ مسلمانون کا مذہب علی حالہ محفوظ و قائم رہیگا، انھی کی شریعت کے مطابق ان کے فیصلے کئے جائینگے، مسجدین بدستور قائم رہینگی، اور اوقاف کی حفاظت کیجائیگی، ایک ایک کرکے توڑ دیا، یہان تک کہ ان کو عیسائی مذہب کے قبول کرنے پر مجبور کیا تو تمام شہری اور بدوی مسلمان عیسائی ہوگئے، اگرچہ بہت سے اہل اندلس ہجرت کرکے اسلامی ممالک مین بھی چلے آئے لیکن عام طور پر مسلمان اسپینی رنگ مین رنگ گئے، یہان تک کہ جب ۱۰۱۶ھ شروع ہوا تو جن مسلمانون نے عیسائی مذہب قبول نہین کیا تھا سب کے سب مغربی ممالک مین آکر آباد ہوگئے، اور اسی زمانے مین اہل عرب کو عربی زبان بولنے کی بھی ممانعت کردیگئی،

مقری لکھتا ہے کہ اندلس مین عیسائیون نے عیسائی مذہب قبول کرنے کے لئے مسلمانون پر سخت جبر و تشدد کیا، یہان تک کہ اس کے لئے بہت سے مسلمانون کو آگ مین جلادیا، اور ان کو

اپنے ساتھ سونے چاندی تک رکھنے کی بھی ممانعت کردی مسلمانون نے بعض پہاڑون کے اوپر عیسائیون پر حملہ بھی کیا، لیکن اون کو اس مین ناکامیابی ہوئی، غرض عیسائیون نے اون کو ۱۶۱۰ء مین اندلس سے جلاوطن کردیا، اور وہان سے ہزارون مسلمان نکل کر فاس مین آباد ہو گئے، اور ہزارون مسلمانون نے تلمسان، اور وہران کا رخ کیا، لیکن عام طور پر مسلمان تونس مین آکر آباد ہوئے، متعدد گروہون نے تسطادین، اور سلا واکے جزائر مین اقامت اختیار کی اور وہان کے دیہاتون کو آباد کیا، اور ایک جماعت قسطنطنیہ، مصر اور شام وغیرہ کے اسلامی ممالک مین آکر سکونت پذیر ہوئی،

ابن ابی دینار لکھتا ہے کہ ۱۶۰۸ء اور ۱۶۱۰ء مین جن مسلمانون نے تونس کی طرف ہجرت کی اون کی تعداد بہت زیادہ تھی، چنانچہ عثمان والی نے اون کو مختلف شہرون مین پھیلا دیا، اون کے ضعفار کو لوگون پر تقسیم کر دیا، اور اون کو عام حکم دیدیا کہ جہان چاہین جاکر آباد ہو جائین، اب لوگون نے مکانات بنائے، اور تمام ملک مین پھیل گئے، ان لوگون نے بیس سے زیادہ شہر آباد کئے، درخت نصب کئے، مسافرون کے لئے راستے ہموار کئے، اور خود اس ملک کے باشندے شمار کئے جانے لگے،

علمائے تونس مین سید حسن حسنی عبدالوہاب نے ایک فرنچ رسالے مین لکھا ہو کہ ڈھائی صدی کے اندر جو مسلمان اندلس سے جلاوطن ہوکر تونس مین آباد ہوئے اون کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ ہوگی، ان مین جو متمول اور متمدن طبقہ تھا وہ تونس مین آکر وہان کے اصلی باشندون سے مل جل گیا، اور سلاطین بنو حفص نے قضاوت اور تعلیم وغیرہ کی خدمات اون کے متعلق کین،

خود یورپین مورخین کی تصریحات بھی عرب مورخین کے بیانات کی تائید کرتی ہین، چنانچہ لافیس اور رامبو اپنی تاریخ عام مین لکھتے ہین کہ اندلس کے مسلمان اوس مخصوص عنصر سے مرکب تھے جو اطاعت کرنے سے انکار کرتا تھا اور فیلپ ثانی کی جد وجہد کے بعد بھی اپنے قومی مشخصات اور ممیزات کا چھوڑنا اون کو گوارا نہ تھا، چنانچہ اس کوشش کے بعد اس بات پر اتفاق عام ہو گیا کہ ان کو ہر ممکن ذرائع سے تباہ و برباد کر دیا جائے

اب حکومت اپنے قانونی حدود سے باہر نکل آئی اور یہ حیلہ تراشا کہ وہ خود اپنی حفاظت کرنی چاہتی ہے، اسپین میں اتحاد پیدا کرنا چاہتی ہے، اور جو لوگ مخفی طور پر ترکون، انگریزون اور فرانسیسیون کے حلیف بنگئے ہین اونکے خطرات سے ملک کو محفوظ رکھنا چاہتی ہے، اس وقت بربر کے بحری ڈاکوؤن کو قوت حاصل ہو گئی ہے، اور ہنری رابع خفیہ طور پر ایک نظام عمل مرتب کر رہا ہے، ان خطرات کے خیال سے بلنسیہ کے لارڈ بشپ نے ملک کو عربون کی جلاوطنی کی دعوت دی اور یہ دعویٰ کیا کہ اس وقت مسلمانون میں نوّے ۹۰ ہزار لوگ ہتھیار اوٹھا سکتے ہین، اسلئے اگر اسپین پر دشمن نے حملہ کیا تو اوس کی حالت نازک ہو جائیگی، چونکہ اہل عرب کی اقتصادی ترقی نے غریب اور بیکار شاہ اسپین کی نگاہ مین اون کو اور بھی مبغوض بنا دیا تھا، اسلئے لارڈ بشپ نے یہ خطرہ بھی ظاہر کیا کہ یہ لوگ ملک کی تمام دولت کو سمیٹ کر عیسائیون کو تباہ و برباد کر دینگے، غرض اس مذہبی تعصب کے ذریعہ سے اسپین مین اہل عرب کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا، لیکن چونکہ اون کا عیسائی بنانا ناممکن تھا اسلئے اون کے مادی اور روحانی خطرات سے بچنے کا ذریعہ اون کی جلاوطنی کو قرار دیا گیا، اسپینی امرا کا روشن خیال طبقہ اہل عرب کو اس بنا پر اسپین مین آباد رکھنا چاہتا تھا، کہ یہ لوگ کاروباری آدمی تھے، اور ان سے اون کو معقول مالی فائدہ پہونچتا تھا، لیکن آخرکار پادریون نے اون کی رائے پر بھی غلبہ حاصل کر لیا، اور بلنسیہ، اندلس، مرسیہ، قشتالہ، دارغون اور کتلون کے بچے کھچے اہل عرب نے بھی مغرب کی راہ لی اور اپنے اسباب لاد پھاند کر افریقہ مین پہونچے، اور یہان پہونچکر اون کی ایک بہت بڑی تعداد ہلاک و برباد ہو گئی، اس حالت مین چالیس ہزار مسلمانون نے بغاوت کرکے بلنسیہ کے پہاڑون مین پناہ لی تھی، لیکن یہ لوگ بھی یا تو تہ تیغ کر دیئے گئے، یا اون کو غلام بنا لیا گیا، اور اس طرح اسپین نے کم از کم پانچ چھ ہزار عمدہ کاشتکار اور عمدہ صناع اپنے ہاتھ سے کھو دیئے، جو اوس کی عاجلانہ تباہی و بربادی کا سبب ہوا،

اگرچہ اسپین کے باشندون نے اس پر نہایت مسرت ظاہر کی، اس کو اپنے بادشاہ کا عظیم الشان کارنامہ خیال کیا، اور بعض لوگون نے اِس کو ایک آسمانی نعمت سمجھا، چنانچہ ایک اسپینی مورخ لکھتا ہے "کتنا سعادت مند

بادشاہ تھا جس کو عرب کی جلاوطنی کی توفیق عطا ہوئی، لیکن اور ملکون کے باشندون نے اس کو ایک مجنونانہ فعل خیال کیا، بلکہ ایشیائیون کے نزدیک تاریخی حیثیت سے یہ سب سے زیادہ مکروہ اور وحشیانہ فعل تھا،

تاریخ عام مین ہو کہ اسپین کے بادشاہون کو اہل عرب کے وجود نے سخت اضطراب مین مبتلا کردیا، اور اون کے سامنے ایک نہایت دقیق مسئلہ پیش کردیا، اون کو اپنے وحشیانہ عزم اور اس زمانہ کے مذہبی تعصب کی بناپر نظر آیا، کہ لاکھون یہودی اور عیسائی اون کے مخالفین کی تعداد کو بڑھارہے ہین، اس حالت مین مسلمان جن کی نسل نہایت کثرت سے ملک مین پھیلی ہوئی ہو، اور وہ لوگ متمول اور کاروباری آدمی ہین، اون کے لئے اور بھی خطرناک ہین، اس لئے اون تمام قومون نے جو تمدن، مذہب اور جذبات مین اسپینیون کے مخالف تھین، اون کو مضطرب بنادیا، اور اونھون نے اپنے مظالم کی ابتدا یہودیون سے کی، یہان تک کہ تشتالہ کے رئیس اعظم میکل لوکاس کو جیان کے باشندون نے ۱۴۷۳ء مین گرجا کی قربان گاہ مین اس الزام کی بناپر ذبح کردیا کہ وہ یہودیون کی جانبداری کرتا ہو، ۱۳۹۱ء کی قربانیون کا یہ نتیجہ ہوچکا تھا کہ تشتالہ کے شہرون مین ہزارون یہودی مجبوراً عیسائی ہوچکے تھے، جن مین بعض لوگ عیسائیت پر قایم رہ گئے، بعض نے پھر اپنا قدیم مذہب اختیار کرلیا، اور بعض نے منافقانہ روش اختیار کرلی،

۱۴۹۲ء مین یہودیون کو اختیار دیاگیا کہ یا تو عیسائی مذہب قبول کرلین، یا جلاوطن ہوجاءین، ان لوگون نے دوسری شق اختیار کی، لیکن محکمۂ تحقیقات مذہبی نے ان پر یہ مہربانی کرنا بھی پسند نہین کی، اس لئے جب اون کو نظر آیا کہ کرونیال کیمنس اون کو نہایت ناگوار طریقون سے یعنی قید، سختی، اور بچون کو گرفتار کرکے عیسائی بنانا چاہتا ہے تو اون لوگون نے بغاوت کردی، اور ہتھیار اوٹھالئے، اور اس حالت مین ان بادشاہون نے وہ تمام شرائط توڑ ڈالے جو غرناطہ کی حوالگی کے وقت کئے گئے تھے، اسلئے اگر وہ اس وقت جلاوطنی پر عیسائیت کو ترجیح دیتے تب بھی اون سے محفوظ نہین رہ سکتے تھے،

ریتا لکھتا ہو کہ اسپین نے مذہب کے نام سے جو مظالم کئے، جس قدر آدمیون کو آگ مین جلادیا یا قتل کیا،

اور اون کو سزائین دین، اوس نے صرف اسی پر قناعت نہین کی بلکہ لوگون کو اس وہم مین بھی مبتلا کرنا چاہا کہ اسپینی تمان یہودیون اور مسلمانون کی جلاوطنی کے بغیر قایم ہی نہین ہو سکتا، اس بنا پر کئی لاکھ آدمیون نے اپنے ملک کو چھوڑ دیا، جن مین کئی ہزار آدمی راستے ہی مین ہلاک ہوگئے، اس طرح اسپین نے اپنے بہترین مزدور، بہترین تاجر، اور بہترین اطبا کو کھو دیا، محکمۂ تحقیقات مذہبی کی وجہ سے تنہا اسپین مین تقریبًا ایک لاکھ آدمی قتل کئے گئے، اور ڈیڑھ لاکھ آدمیون کو جلاوطن ہونا پڑا، اسی وجہ سے ان خوبصورت ممالک کا تمدن برباد ہوگیا،

سیدیلیو کہتا ہے کہ اسپین سے عربون کی جلاوطنی اوس کے تنزل کا باعث ہوئی، مثلاً جب شہر نانت سے کیتھولک مذہب کے مخالفین جلاوطن کئے گئے تو فرانسیسی صنعت کو نقصان پہونچا، کردینال کسیمنس نے مسلمانون کے تمام آثار برباد کرئیے اور غرناطہ کے میدانون مین عربی کی اسّی ہزار قلمی کتابین جلاڈالین،

اشاعت یہودیت، موسی علیہ السلام کی دعوت کا آغاز مصر سے ہوا، جہان اون کی قوم کو مصریون نے اپنا غلام بنا رکھا تھا چونکہ یہ قوم ایک ہی نسل اور ایک ہی خاندان سے تھی اور اوس کے تمام افراد ایک ہی مصیبت یعنی ذلت آمیز غلامی مین مبتلا تھے، اسلئے خود اون کی قوم کے کسی فرد نے اون کی مخالفت نہین کی، البتہ فرعون نے ملکی خطرات کی بنا پر اون سے مزاحمت کی اور اون کو اور اون کی قوم کو اذیتین پہونچائین، اب خدا نے اون کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو لیکر ارض مقدسہ مین نکل جائین، اس ہجرت کا قصہ اپنی جگہ پر تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اور اس موقع پر اوس کے اعادہ کی ضرورت نہین، البتہ اجمالاً اس قدر کہنا ضروری ہے کہ بنو اسرائیل کے آباد ہونے کے لیے چونکہ وہان کوئی سرزمین نہ تھی اور یہ عظیم الشان قوم بغیر جنگ وجدال کے اوس ملک کے باشندون کی سرزمین مین قدم نہین رکھ سکتی تھی، اس کے ساتھ جب وہ قوم غلامی کے طوق کو اپنی گردن سے اوتار کر تیہ سے نکلی تھی تو سخت مفلوک الحال تھی، جس کی بنا پر یہ خطرہ تھا کہ اوس زمانے کی جنگجو قومین اون کو تباہ وبرباد نہ کر دین، اسلیئے اس قوم کی حفاظت واتحاد کے لیے خدا نے اوس پر جہاد فرض کر دیا، اور وہ ارض مقدسہ مین بزور شمشیر داخل ہوئی، اور ایک طویل جنگ کے بعد اوس سرزمین پر قبضہ کیا، لیکن خود موسی علیہ السلام کی مذہبی دعوت اس قوم کے دائرہ سے آگے نہ بڑھی، اور دوسری قومون مین

اون کی شریعت نہ پھیل سکی، بعد کو خود یہود بے شبہہ تمام دنیا مین پھیل گئے، لیکن اون کو اپنی قوم کے سوا کسی دوسری قوم کی طرف توجہ نہ تھی، اسلئے اونھون نے دوسری قومون مین اپنے مذہب کی تبلیغ نہین کی، بلکہ وہ اپنی مذہبی تعلیمات کو دوسری قومون سے مخفی رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے، اس بنا پر یہودی مذہب ایک ایسا مذہب تھا جو یہودیون ہی کے ساتھ مخصوص تھا، اور اوس کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ یہودیون کو مصریون کی غلامی سے نجات دلائے،

کتبخانۂ خدا بخش خان

کی

چند نادر کتابین

(۱)

از

مولوی سید نجیب اشرف صاحب ندوی

پاٹلی پتر، عظیم آباد، یا پٹنہ، ابتدائے عہد تاریخ سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہی، چندر گپتا، واشوک کی راجدھانی اسی کے اتحرائی (؟) سیاحان و سفراء یونان و چین کا بھی مرکز رہا ہی، اور عہد اسلامی مین صوبہ کے دار السلطنت کی عزت کے علاوہ مشاہیر کا وطن تھا، اس دور جدید مین بھی وہ دو صوبون (بہار واڑیسہ) کا صدر مقام اور علوم اسلامی کے بہترین کتبخانہ کی ملکیت کا شرف رکھتا ہی،

کتبخانہ خدا بخش خان، یا اورنینٹل لائبریری پٹنہ، (اس نام سے مالک کتبخانہ نے اپنی اور اپنے آباء و اجداد کی علمی تلاش وجستجو کے ثمرائے شیرین کو وقف عام کیا ہی) جو دنیا مین اپنی علمی دولت کے لیے بے نظیر و بے مثال ہی، اسی خطۂ پاک مین واقع ہی، اس طرف ایک ضرورت سے پٹنہ جانا ہوا اور اسی سلسلہ مین اس بے بہا خزانہ کی زیارت نصیب ہوئی، دس دن کے عرصۂ قلیل مین اس خرمن سے جو کچھ خوشہ چینی کر سکا اوسے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون،

خدا بخش خان کے خاندانی اور ذاتی حالات محتاج بیان نہین، کتابون کی تلاش اور حصول مین اون کی زرپاشی ضرب المثل ہی، ہندوستان کے علاوہ مصر، شام، عرب، ترکی اور دوسرے اسلامی ممالک مین

اون کے ایجنٹ موجود تھے، بہت سی کتابین عجیب پر اسرار طریقہ سے یہان پہونچی ہین اور اون کے متعلق اگر سوال کیا جائے تو آنکھون کی حرکت اور زیر لب تبسم اس کا جواب نہایت خاموشی سے دیدیتا ہی،

گذشتہ چند صدیون مین جس طرح اسلامی حکومتون کے شیرازے بکھر گئے اوسی طرح علمی دفتر کے اوراق بھی پریشان ہو گئے، اگر تاریخ کے صفحے شکستہ عمارتین اور منہدم کھنڈر ہم کو اونکی عظمت و جلالت کا پتہ دیتے ہین تو یہ کتبخانہ ہمارے علمی شان و شوکت اور وسعت و ہمہ گیری کا مرقع ہی، اِس مین وہ کتابین بھی ہین جو جامع ازہر کے ایک غریب طالب علم نے اپنے لئے لکھی تھین، اور وہ بھی جو **اکبر و شاہجہان** کے لئے لاکھون روپے خرچ کر کے برسون مین مذہب، مصور تیار کی گئین، ایک سمت اون کتابون کا ذخیرہ ہی جو امراء اور مقربین نے اظہار اطاعت کے لئے پیش کی تھین، تو دوسری سمت وہ اوراق پارینہ بھی ہین جو کسی قلعہ یا محل کے غارتگری و فتح کے وقت ہاتھ آئے تھے، اگرچہ وہ نسخے ہین جو غربا نے صرف طلب علم کے لکھے، تو وہ بھی ہین جو شاہان اسلام کے لئے باعث تسکین قلب و اطمینان خاطر رہے ہین، اور اگر بعض نسخے خاص اہتمام سے لکھائے گئے تو بعض ایسے بھی ہین جو خود مصنف کے ہاتھ کے مسودہ کی صورت مین رونق بخش کتبخانہ ہین، اور آج ہم انھین مین سے بعض نادر کتابون کے حالات و خصوصیات ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہین،

تاریخ خاندان تیموریہ[1] یہ کتاب تاریخی حیثیت سے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہی، فن مصوری و خطاطی کا بہترین نمونہ ہی، تیمور سے لیکر اوس کے جانشینان ایران، بابر، ہمایون، اور اکبر کے ۲۲ سنہ جلوس تک کے حالات پر مشتمل ہی، یہ کتاب شاہی حکم سے اکبر کے زمانے مین لکھی گئی تھی، کیونکہ مصنف اکبر کا ذکر صیغۂ حال مین کرتا ہے، نیز سرورق پر شاہجہان کے ہاتھ سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این تاریخ مشتمل است بر مجمل احوال حضرت صاحبقران گیتی ستان، واولاد و اجداد آنحضرت

[1] فہرست کتبخانہ جلد ۷ صفحہ ۹۴،

وسوانح ایام حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ تا سال بست و دوم در عہد دولت شاہ بابا

تصنیف شدہ در ۔۔ شاہ جہان بادشاہ بن جہانگیر پادشاہ بن اکبر پادشاہ"

شاہ جہان، اکبر کو ہمیشہ شاہ بابا کے نام سے یاد کرتا ہی،

اس کتاب مین ۲۱۰ تصاویر ہین، جو دہ مختلف مصورون کے مساعی کا نتیجہ ہین، ان مصورین مین سے تیرہ کا ابو الفضل نے آئین اکبری مین تذکرہ کیا ہی[1]، اور ان تیرہ کے علاوہ تین اور مصورین کے نام مسٹر ونسنٹ اسمتھ ای، سی، ایس (ریٹائرڈ) کی کتاب سے معلوم ہوتا ہی[2]،

ان تصاویر مین خلاف معمول ہر مصور کا نام لکھا اور جہان دو یا تین نے ملکر بنایا ہی وہان اون سب کے نام دیئے ہین، لیکن میرے خیال مین جہان ایک نام سے زاید درج ہین اس کے معنی یہ ہین کہ خاکہ ایک شخص کا ہی رنگ آمیزی دوسرے کی، اور اس کی دوسری خصوصیتین کسی تیسرے نے ظاہر کی ہین، چنانچہ ابو الفضل نے جہان ان مصورون کے کامون کی کثرت بتائی ہی وہین لکھتا ہی کہ

"نقاشان و مذہبان و جدول آرایان و صحافان را نیز بازار گرمی پذیرفت" (جلد اصفحہ)

اب سوال یہ رہتا ہے کہ نفس اس کتاب کی کیا وقعت و اہمیت ہی، جواباً عرض ہی کہ یہ کتاب جیسا کہ لکھا جا چکا ہی شہنشاہ اکبر کے زمانہ مین لکھی گئی ہی، اور چونکہ تمام تر مصوّر و مذہب ہے اسلیئے یقیناً بادشاہ کے یہان خاص اہتمام سے لکھی گئی، اب اس کے ثبوت کے لیئے ہم کو اوس وقت مؤرخ ابو الفضل کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، آئین اکبری مین اون کتابون کا ذکر کرتا ہوا جو اکبر نے خاص طور سے مصور کرائی تھی لکھتا ہی:-

فارسی نامہاے نظم و نثر را پیرایہ بستند و مجلسہائے دلکشا تصویر شد، قصہ حمزہ را دوازدہ دفتر ساختہ رنگ آمیز کردند و استادان سحر پرداز یک ہزار و چہار صد موقع را حیرت افزائے دیدہ وران

---

[1] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۔۔ ، مطبوعہ نولکشور پریس،

[2] V. A. Smith. History of fine Art in india and Ceylon (oxford university P.P 462, 488, 328

گردانید، چنگیزنامہ، ظفرنامہ، واین اقبالنامہ ورزم نامہ (مہابھارت)، ورامائن، و
نلدمن، وکلیلہ دمنہ، وعیار دانش، وجزآن بہ پیکرنگاری برآراستند،

ان کتابون مین سے چنگیزنامہ کے علاوہ تمام کتابین مشہور عام ہین، ہمارا خیال ہو کہ یہی چنگیزنامہ ہے
جس کو بعد مین کسی نے سرورق کے پھٹ جانے سے تاریخ خاندان تیموریہ کے نام سے موسوم کردیا ہے، مولوی
عبدالمقتدر خان صاحب کی بھی یہی رائے ہی، اور وہ تو یہان تک کہتے ہین کہ یہ وہی نسخہ ہو جس کا ابوالفضل نے
تذکرہ کیا ہو، اس کے ثبوت مین وہ اور دلائل کے علاوہ دو دلیلین یہ بھی پیش کرتے ہین کہ چنگیزنامہ کوئی کتاب نہین
دوسرے ابوالفضل والا نسخہ اگر اس نسخہ کے سوا کوئی دوسرا ہوتا تو کہین نہ کہین اوس کا پتہ ضرور ملتا، لیکن ایسا
نہین ہو (فہرست کتبخانہ جلد ۷ صفحہ ۴۲)

قابل ذکر تصاویر یہ ہین،

(۱) تیمور بچپن مین لڑکون کے ساتھ کھیلتا اور خود بادشاہ بنا ہے،

(۲) عمر شیخ کی موت،

(۳) تیمور کا حملہ بغداد، یہ تصویر بہت بڑا اور پُر عبرت ہو، تیمور پل پر کھڑا ہو، بغداد کا گورنر فرخ
اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ جو اس وقت بھی باین بے سروسامانی و وحشت برقعہ مین ہو، ایک کشتی مین چڑھ کر بھاگنا
چاہتا ہو، تیمور کے اوس پر حملہ آور ہوتے ہی، وہ اپنی بیٹی سمیت دریا مین کود کر جان دیتا ہو، ملاح اوسکی لاش
تیمور کے پاس لاتے ہین، اور وہ شہر کے لوٹنے اور قتل عام کا حکم دیدیتا ہو، تیمور اس واقعہ کو خود یون کہتا ہو،

"فرخ قلعہ دار در آب دجلہ غرق شد و من بہ شہر در آمدم و امر نمودم کہ جمیع مفسدان و اوباش
شہر را بقتل رسانند وقلعہ و عمارت شہر را انداختہ بخاک برابر سازند"[1]

(۴) وفات تیمور،

[1] ملفوظات تیموری مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۸۰

(۵) ہمایون کی پیدائش پر بابر کی خوشی اور ارکان دا عیان کی دعوت،

(۶) اکبر کی پیدائش، حمیدہ بانو بیگم، ایک کوچ پر سبز لباس پہنے پڑی ہی، نوزائیدہ اکبر کلاہ تتری سر پر رکھے ایک دایہ کی گود مین بیٹھا ہی، عورتین مختلف حرکات سے اظہار مسرت کر رہی ہین، اس تصویر کے زیرین حصہ مین یہ دکھایا گیا ہی، طرزی بیگ خان ہمایون کے پاس یہ مژدہ لا رہا ہی، ہمایون کا آفتابچی جوہر اس واقعہ کو یون قلمبند کرتا ہی،

"اس نے (جہانگر) ایک چینی کی رکابی و نافہ مشک مانگی، اسے توڑ کر تمام حاضرین کو تقسیم کرتے ہوئے کہا، میرے پاس آپ کے لیے، اپنے لڑکے کی پیدائش پر صرف یہی تحفہ ہی جو آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہون، (اور امید ہے کہ) اس لڑکے کی شہرت تمام دنیا مین اسی طرح پھیلے گی جس طرح اس مشک کی بو سے یہ خیمہ پر ہی"

(۷) اکبر کی مہم چتوڑ،

(۸) داتا شیخ فرید شکر گنج کے مزار کی زیارت کو جاتا ہے،

جس صفحہ پر شاہجہان کی عبارت ہی، دوسرے حسب ذیل امرائے دربار کی بھی مہرین اور دستخط مین،

(۱) عبداللہ چلپی ...... ۲۲ شوال ۲ھ جلوس مبارک

(۲) خواجہ سہیل

(۳) خواجہ ہلال

(۴) عبدالغفور

(۵) محمد باقر

(۶) نور محمد

ان دستخطون کے بعد انگریزی مین گلڈون (GLADWIN) کا دستخط ہی، یہ گلاڈون غالباً خود

مستشرق فرنسس گلڈون ہے،

گلڈون، بنگال کی فوج کا افسر تھا، وارن ہسٹنگز کی ہمت افزائی سے اس نے مشرقی زبانون مین بہت کچھ ترقی کر لی تھی، ابو الفضل کے آئین اکبری کے ایک حصہ کا ترجمہ بھی کیا تھا، (۱۷۸۴ء) ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا ممبر تھا، ۱۷۸۸ء مین ہسٹری آف ہندوستان لکھی، فارسی کی مختلف کتابون کا جس مین گلستان بھی ہے ترجمہ کیا ہے، ۱۸۰۹ء مین فارسی، ہندوستانی، انگریزی لغت لکھی، فورٹ ولیم کالج کا پہلا فارسی کا پروفیسر ۱۸۰۱ء مین مقرر ہوا، ۱۸۰۲ء مین پٹنہ کا افسر چنگی رہا، ۱۸۰۸ء مین پٹنہ کا کمشنری ریزیڈنٹ تھا اور تقریباً ۱۸۱۳ء مین مرا،[1] اسی صفحہ پر اس نسخہ کی قیمت آٹھ ہزار روپیہ لکھی ہے،

کتاب خوبصورت، صاف، نستعلیق مین لکھی ہے، کاغذ نہایت نفیس ہے، کتاب مین ۳۲۸ اوراق یا ۶۷۶ صفحہ ہین، اور ہر صفحہ مین ۱۲ سطرین ہین،[2]

بادشاہ نامہ، عہد شاہجہان کے حالات مین متعدد نایاب نسخے ہین، مثلاً

(۱) آثار شاہجہانی مصنفہ محمد صادق دہلوی،

(۲) شاہجہان نامہ، جو چار حصون مین منقسم ہے اور جس کے ہر حصہ کو معتمد خان، عبد الحمید لاہوری، محمد وارث، اور محمد صالح نے علی الترتیب لکھا ہے،

(۳) لطائف الاخبار، مصنفہ (شاید) رشید خان،

(۴) ملخص، مصنفہ محمد طاہر آشنا،

(۵) عمل صالح، محمد صالح کنبو،

(۶) تاریخ نبذہ، مصنفہ نامعلوم،

---

[1] Buckland, Dictionary of India Biography pp. 166, 167

[2] فہرست کتبخانہ جلد ۷ صفحہ ۹، [3] فہرست کتبخانہ جلد ۷ صفحہ ۸۰ - ۱۲۵

(۲) پادشاہ نامہ، حصہ اول، مصنفہ محمد امین قزوینی (حصۂ دوم از عمل صالح)

ان تمام تاریخوں میں موخر الذکر کتاب کا نسخہ خاص وقعت رکھتا ہے، کتاب ابتدا سے لیکر آخر تک مصوری و خطاطی کے محاسن سے پر ہے، ہر صفحہ مذہب جدولوں سے گھرا ہے اور عنوان و سرخیان بھی بہت دیدہ زیب ہیں، تاریخ خاندان تیموریہ کی طرح اس مین بھی ۹ تصاویر ہیں، پہلا حصہ مقدمہ، مقالہ اور خاتمہ پر مشتمل ہے، مقدمہ مین شاہجہان کے لڑکپن کے حالات ہین، مقالہ مین ۱۰ سالہ عہد حکومت کی تاریخ ہے، اور خاتمہ مین اس عہد کے مشاہیر کے حالات ہین،

اس حصہ کا مصنف محمد امین بن ابو الحسن قزوینی، عہد شاہجہان مین ہندوستان آیا، اور منشی مقرر ہوا، شاہجہان کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اکبرنامہ کی طرز پر اس کی تاریخ لکھے، لیکن کوئی نظر نہ آتا تھا، اس اثنا مین جیسا کہ اوس کا خود بیان ہے، اوس نے جنگ بندیلہ کی تاریخ پیش کی اور بادشاہ اس سے خوش ہوا، اور اوس کو اس کام کے لیے مقرر کیا، چنانچہ اس نے عہد طفلی سے دس سنہ جلوس تک کے حالات قلمبند کرکے سنہ جلوس مطابق ۱۰۴۶؁ھ مین پیش کیے، لیکن کچھ زیادہ پسند نہ آئے، اور کسی بہتر آدمی کی تلاش ہونے لگی، چنانچہ عبد الحمید کا پتہ چلا اور اسے ۱۰۴۶؁ھ یا ۱۰۴۷؁ھ پٹنہ سے بلاکر اسے اس کام پر مامور کیا گیا اس نے بیس سال کے حالات قلمبند کئے ہین، پھر کبرسنی کی بنا پر وہ علحدہ ہوگیا، اور محمد وارث جو ابو الفضل کا شاگرد تھا، اس کام پر مقرر ہوا، اس نے دس سال کی تاریخ مرتب کی اور بعد ازان محمد صالح نے پوری تاریخ لکھتے ہوئے بقیہ دو سال کے حالات بھی لکھکر تاریخ کو مکمل کر دیا، جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، محمد امین کی تاریخ صرف دس سنہ جلوس تک ہے، اسلئے بقیہ حصہ کی تکمیل کے لیے محمد صالح کی عمل صالح سے مدد لی گئی ہے،

ذیل کی تصاویر قابل ذکر، سبق آموز، اور غور طلب ہین،

(۱) شہزادہ خرم (شاہجہان) کی مرزا محمد حسین صفوی کی لڑکی سے شادی،

---

[1] فہرست کتبخانہ جلد ۱ صفحہ ۶۰، [2] شاہجہان نامہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۱

(۲) شکارگاہ، جہانگیر شیر پر گولی چلاتا ہی، نشانہ خطا ہوتا ہی، شیر حملہ کرتا ہی، راجہ انوپ رائے شیر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیئے اوس کے منہ مین ہاتھ دیدیتا ہی، شیر اوس کو چباتا ہی ہوتا ہی کہ خرم آکر تلوار سے وار کرتا ہی، اور شیر کا خاتمہ ہوجاتا ہی،

(۳) داراشکوہ کی شادی کا جلوس،

(۴) شاہزادہ اورنگ زیب ایک مست ہاتھی کا مقابلہ کررہا ہی،

(۵) شاہ جہان تخت طاؤس پر پہلی مرتبہ بیٹھا ہوتا ہی،

(۶) شاہ جہان کا جنازہ تاج جارہا ہے۔

(۷) نذر محمد خان والی بلخ کی حرم، لڑکیان اور دوسری رشتہ دار خواتین شاہ جہان کے محل مین آتی ہین، اور بیگم نہایت عزت واحترام سے اون کا استقبال کرتی ہی،

اِس کے علاوہ دہلی وآگرہ کی متعدد عمارتون، مثلاً، دیوان خاص، تاج، جامع مسجد، قلعہ وغیرہ کی تصاویر ہین،

یہ کتاب ایک افسراعلیٰ کی ہدایت سے ۱۹۱۱ء مین شہنشاہ معظم کی تخت نشینی کے وقت اون کے ملاحظہ کے لیئے گئی تھی، چنانچہ سرورق پر متعدد انگریزی عبارتون کے ساتھ شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ کے دستخط مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۱ء بھی اس پر موجود ہین،

جہان تک میرا خیال ہی یہ کتاب عہد عالمگیری مین کسی امیر نے اپنے کتبخانہ کے لیئے لکھوائی تھی،

واللہ اعلم بالصواب،

شہنشاہ نامہ، اِس کتاب کی کسی دوسری کاپی کا آجتک دنیا کے کسی گوشہ مین پتہ نہ چل سکا، یہ کتاب سلاطین عثمانیہ کے حالات مین ہی، حسینی اِس کا مصنف ہی، موجودہ نسخہ قسطنطنیہ مین سلطان محمد ثالث کے لیئے لکھا گیا تھا شاہ جہان کے زمانہ مین ایک غیر معمولی طریقہ سے ہندوستان پہونچا، اور یہان بھی کتبخانہ شاہی مین جگہ پائی،

اس پر جو مقدم و مہرین ہین اون مین سے ایک ممتاز محل بیگم (جو آج تاج مین میٹھی نیند سورہی ہے) کی پیاری بیٹی جہان آرا کی بھی ہی، جہان آرا کے حالات مولانا محبوب الرحمن صاحب کلیم اور ضیا ءبرنی نے رسالون کی صورت مین شائع کئے ہین،

اس کی تصاویر، ایران و ہندوستان کے طرز سے جداگانہ ہین، ان مین ترکی و یونانی اثر غالب ہے، اس کتاب کی بعض تصاویر تاریخ عالم کے اہم واقعات کو پیش کرتی ہین، مثلاً محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ مع فوج کے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہے، محمد فاتح آبنائے کو عبور کررہا ہے، سلطان سلیم، محمد متوکل باﷲ، آخری عباسی خلیفہ مصر سے لوازم خلافت لے رہا ہے، وغیرہ،

اپنی یکتائی کے وجہ سے یہ کتاب کتبخانہ کی بہترین کتابون مین ہی،

شاہنامہ، اس کا مصنف تعارف سے بالاتر ہے، یہ نسخہ نامکمل ہی، اور ۱۵۳۹ء سے قبل کا لکھا ہوا بھی نہین ہی لیکن اس کی اہمیت صرف اسلئے ہی کہ خاص اہتمام سے لکھا گیا، مصور ہوا اور ایک امیر نے ایک بادشاہ کے سامنے پیش کیا،

یہ نسخہ کابل و کشمیر کے گورنر علی مردان نے شاہجہان کے لیے لکھایا تھا، یہ وہی علی مردان خان ہی جس نے نہر بنوائی تھی اور جس کی قبر لاہور کی فصیل کے باہر آج بھی شکستہ و منہدم صورت مین موجود ہی،

تصانیف جامی، "تصانیف جامی کے لحاظ سے خدابخش خان کی لائبریری بہت امیر ہے، اور فہرست کے تقریباً ۴۲ صفحے ان کے اظہار محاسن کے لیے وقف ہوئے ہین"،

دار السلطنت روس سینٹ پیٹرس برگ مین ایک نامکمل حصہ حضرت جامیؒ کے تصانیف کا تھا، جو اپنی خصوصیات کے لیے قبل از جنگ تمام عالم مین مشہور تھا، یہ نسخہ اوسی نامکمل حصہ کا بقیہ نصف ہی، اس کتاب کی وقعت اس وقت اور بڑھ جاتی ہی جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلۃ الذہب خود مصنف کے ہاتھ کی

لکھی ہوئی ہے، اسی میں اپنے لڑکے کی پیدائش کی تاریخ بھی لکھی ہے، اس کا ایک فوٹو شیخ عبد القادر صاحب ایم، اے نے ایک مضمون کے ساتھ معارف کے ساتھ شایع کیا تھا، اور محفوظ الحق صاحب بی اے نے بھی اس پر اظہار رائے کیا تھا، اسلئے اس پر کچھ اور لکھے بغیر دوسری کتابون کی طرف متوجہ ہوتا ہون،

اسی سلسلہ کی ایک اور کڑی یوسف زلیخا ہے، یہ نسخہ خانخانان عبد الرحیم نے شہنشاہ خطاط امیر علی ہروی سے لکھا کر اپنے آقا شہنشاہ جہانگیر کے نذر کیا تھا، اس کی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی،

خانخانان، مشہور سپہ سالار بیرم خان کا بیٹا تھا، علمی مشاغل و کمال میں اپنا ہمسر نہ رکھتا تھا لیکن آج اس کا مزار مشکل سے ملیگا، وہ دہلی میں ہمایون کے مقبرہ کے قریب آرام کر رہا ہے۔

اس نسخہ کے علاوہ، مشہور کاتب میر عماد ایرانی کا لکھا ہوا بھی ایک نسخہ ہے، میر عماد اس نسخہ کے لکھنے کے سات سال بعد ۱۶۱۵ء میں قتل کیا گیا تھا،

ان علاوہ مذہب نسخون سے جو ہماری آنکھون کو کچھ دیر کے لئے اپنی چمک دمک اور ضیا پاشی سے خیرہ کر رہے ہیں، نظر ہٹا کر دوسری طرف دیکھنا چاہیئے،

دیوان حافظ، حافظ رحمۃ اللہ کا یہ دیوان کوئی ظاہری خوبی بجز اس کے نہیں رکھتا کہ خوشخط چھوٹی تقطیع پر لکھا ہوا ہے، لیکن اس کی اہمیت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دیوان متعدد شہنشاہ مغلیہ کا شریک و ہمدم، اور باعث تسکین رہا ہے، ہمایون، اپنی مشکلات میں اسی سے اطمینان حاصل کرتا ہے، جہانگیر کو بھی دیوان سکون و اطمینان بخشتا ہے اور بعض اوقات صرف اسی کی فال بے گناہون کو تختۂ دار سے اُتار کر آزادی زندگی بخشتی ہے،

ہمایون و جہانگیر نے جس جس جگہ فال سفر نکالی ہے اور جس جس وقت اس کو دیکھا ہے وہ اپنے قلم سے لکھدیا ہے، دیوان کے ان نوٹون پر آیندہ مستقل ایک مضمون لکھنے کا ارادہ ہے، یہ دیوان مولوی سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کا عطا کردہ ہے،

دیوان حافظ، ایک دیوان اور اسی قسم کی اہمیت رکھتا ہی، کہ شاہان گولکنڈہ مین سے ایک کے لیے لکھا گیا ہے،

دیوان کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہو کہ یہ دیوان ۱۰۲۳ھ مین قطب شاہ والی گولکنڈہ کے لیے حیدر آباد دکن مین

لکھا گیا، ایک دوسری عبارت مین لکھا ہے کتبخانۂ سلطان سے یہ نسخہ حاصل ہوا، یہ عبارت شاید فاتح گولکنڈہ

اورنگ زیب عالمگیر کے کسی ارکے کے ہاتھ کی ہی، اور دراصل یہ دونون دیوان ہمارے لئے بہت کچھ عبرت

بخش ہین، یہ نسخہ محمد محسن کاتب کا لکھا ہوا ہی،

دیوان مرزا کامران، لیکن ابھی اس سے بڑھ کر ایک اور دردناک واقعہ کی ہم کو یاد تازہ کرنی ہی، ہمارا

غم دیوان مرزا کامران دیکھکر دوچند ہو جاتا ہی،

مرزا کامران، فاتح ہندوستان ظہیر الدین بابر کا بیٹا اور ہمایون کا بھائی ہے، اس نے اپنے بھائی

سے وہی سلوک کیا جو برادران یوسف نے یوسف سے کیا تھا، ہمایون کے ہندوستان سے جانے کے بعد سے

اوس کے واپس آنے کے بعد تک وہ مختلف سازشون اور خفیہ و علانیہ مخالفانہ کارروائیون مین مشغول رہا

تا آنکہ اپنے بھائی ہندال کو قتل کروڈالا، لیکن قسمت اوس پہ ہنس رہی تھی، اس کے بعد خود گرفتار ہو کر آیا،

اور لوگون کے اصرار پر اندھا کر دیا گیا، یہان سے حج کو گیا، اور وہین مرا،

گلبدن بیگم، اپنی زنانہ طرز ادا مین، اس واقعۂ قتل کو لکھتے ہوئے کہتی ہین کہ ہندال اوس کی

دشمنی چشم تھا، اور اوسے قتل کر کے دراصل اوس نے اپنی بصارت کھودی، ہمایون اوس وقت بھی اوس کو

اندھا کرنا نہ چاہتا تھا، لیکن امرا اور رعایا کے متفق مطالبہ نے اُسے مجبور کر دیا، بیگم اس واقعہ کو مستقل لکھکے

یون لکھتی ہے:-

"عانبت الامر جمیع خوانان و سلاطین، و وضیع و شریف، صغیر و کبیر و سپاہی و رعیت و غیرہ

کہ از دست مرزا کامران، داغہا داشتند، درآن مجلس متفق شدہ، بعرض حضرت پادشاہ رسانیدند

کہ در پادشاہی و حکم رسم برادری منظور نمی باشد، اگر خاطر برادر میخواہید ترک پادشاہی بکنید، و اگر

بادشاہی بجز امید ترک برادری بکنید، و این ہمین مرزا کامران است کہ از سبب او در دشت قبچاق سر مبارک ایشان چہ نوع زخم رسیدہ بود و بہ افغانان کرو فریب دادہ یکے شدہ و متعلق شدہ مرزا ہندال را کشت و اکثر چغتائی از سبب مرزا نابود شدہ، و اہل و عیال بر دم بہ بند زیست و بے ناموس شد.......... این برادر نیست، این دشمن حضرت است، ع

رخنہ گر ملک سر افگندہ بہ[1]

مجبوراً ہمایون کو حکم دینا پڑا،

"اگرچہ این سخنان شمایان خاطر نشان من می کند اما دل من نمی شود، ہر دو چشمان مرزا کامران را میل کشند[2]"

ہمایون کا واقعہ نگار آفتابچی بھی اس کام پر مامور ہوا تھا، وہ اس واقعہ کو یون بیان کرتا ہے:-

"بعد حکم آمدیم پیش مرزا کامران، و غلام علی مرزا کامران عرض کرد کہ" مرزا! اگر این سخن از خود بگفتہ باشیم زبان ما را خدائے تعالیٰ از قفا بکشد اما از حکم شاہان چارہ نیست، حکم چنان ہست در چشمہائے شما نشتر زنند،"

مرزا گفت کہ مرا بکشید،

غلام علی جواب داد کہ "خداوند! آرہ کیست کہ شما را کشتن بتواند" پس تلاش در آمدند، در حال در دست داشت، غلو لہ بست، در دہن آن فراش زد کہ دست دراز کردہ بود، بگر فتن مرزا بعد از ان دست مرزا را گرفتہ از خرگاہ بیرون آوردند و مرزا را خوابانیدند و نشتر در چشمہائے مرزا زدند، آن مرد مردانہ ہیچ دم نزد، الا شخص کہ بالائے زانوئے نشستہ بود مرزا را برد،

---

[1] ہمایون نامہ گلبدن بیگم صفحہ ۹۵، [2] ہمایون نامہ گلبدن بیگم صفحہ ۹۶،

ہمین گفت کہ تو چرا بزانو ہائے من نشستہ، تا کہ دلاسائے شما نخواہد شد، نخواہند گذشت، بجز این سخن دیگر ہیچ دم نزد، مرواتہ وار باستقلال خود ماند و گروے بیہودہ دار، در چشمہائے ایشان نمک انداخت بیطاقت شد، نام اللہ بر زبان راند و بعد ازان ہمین سخن گفت،

"خداوندا! انچہ در دنیا کردہ بودم بجزائے خود رسیدم و در عقبیٰ امید وارم"

باز مرزا را سوار کردہ سو روان شدند[1]،

فاعتبروا یا اولی الابصار!

اس عہد کا بھی ایک واحد نسخہ ہے اور اوس وقت کے مشہور کاتب محمود بن اسحاق الشہابی ہروی کا جو ثانی میر علی تھا لکھا ہوا ہے، اس وقت خود مرزا کامران بھی زندہ تھا، اس پر جہانگیر اور شاہجہان کے ہاتھ کی عبارت ہے، نور جہان نے بھی اس کو پڑھا تھا، اور دیگر امرار کے پاس بھی رہا ہے، جن کے دستخط اور مہرین اس پر ثبت ہین،

جہانگیر کی عبارت یہ ہے،

"اللہ اکبر

دیوان مرزا کامران عم پدر بزرگوار

نسخ بخط محمود الحق شہابی

حررہ نورالدین محمد جہانگیر شاہ اکبر

سنہ جلوس موافق سنہ ہجری"

شاہ جہان کی عبارت یہ ہے،

[1] تذکرۃ الواقعات، جوہر آفتابچی نسخہ قلمی خدا بخش خان لائبریری نمبرہ صفحہ ۹۶،

ہو

الحمد للہ الذی انزل

علی عبدہ الکتاب

حررہٗ شاہ جہان ابن

جہانگیر شاہ بن اکبر شاہ

منعم خانخانان کی عبارت

اللہ اکبر

دیوان مرزا کامران بخط خواجہ محمود الحق شہامی

امانت منعم خانخانان

۲۴ زردشت مہر

نورجہان بیگم کی عبارت

قیمت اموال نواب نورجہان بیگم

مع مہر

اس کے علاوہ اس پر مختلف "عرض دیدہ ہین،

سفینۃ الاولیاء، یہ بھی ایک بدبخت شہزادہ کی تصنیف ہے، شہزادہ داراشکوہ بن شاہ جہان اِس کا مصنف ہے، مشہور فرانسیسی سیاح موسیو برنیر (Monsieur Bernier ۱۸۰) جس وقت راجپوتانہ کے دشت وصحرا کو طے کر رہا تھا کہ دربار دہلی مین پہونچے، بدنصیب شہزادہ وہان کی صحرانوردی کرتا ہوا اوس کو ملا، اس کے بعد جب وہ گرفتار ہوکر اپنی زندگی کے آخری دردناک خونی پارٹ کے ادا کرنے کے لیئے دہلی آیا تو اس وقت بھی وہان موجود تھا، اس واقعہ شہادت کو اوس نے

اپنے ایک دوست کے نام خط مین مفصل طور سے لکھا ہے ، اس کا لفظ لفظ درد و غم کی حکایت ہے،
اور ظالم سے ظالم شخص بھی دو آنسو گرائے بغیر نہین رہ سکتا ، ہم کبھی آیندہ اس خط کا ترجمہ پیش کرینگے
ان دردناک واقعات سے آپکی طبیعت منغض ہوگئی ہوگی، آئیے تھوڑی دیر کے لئے کسی دوسری
طرف متوجہ ہون ،

کلیات سعدی، مصلح الدین سعدی شیرازی کے تمام نظم و نثر کا مجموعہ ہے، پندرھوین صدی عیسوی
کا لکھا ہوا نسخہ ہے ، خط نہایت اعلیٰ اور رنگ آمیزی وگلکاری سے مملو ہے ، تصاویر بھی ہین، جو
اس عہد کے ایرانی فن تصویر پر کافی روشنی ڈالتے ہین ، شروع مین دو صفحہ کی سفید حروف مین
فہرست ہے ،

کلیات کا ایک اور نسخہ بھی ہے جو اس کتب خانہ کا قدیم ترین نسخہ ہے ، زر پاشیدہ کاغذ پر
نہایت خوشخط لکھا ہوا ہے ،

انتخاب بوستان، یہ نسخہ فن خطاطی و رنگ آمیزی کے بہترین نمونون مین ہے ،عنوان کے دونون
صفحے اس خوبصورتی سے مذہب و مطلا کئے گئے ہین "کہ کسی محل کے ایرانی قالین معلوم ہوتے ہین" اس سے
زیادہ خوبصورت اس کا آخری صفحہ ہے ، اس کا کاتب مشہور میر علی ہے ،

تذکرہ، یہ تذکرہ تیرہ شعرا نے سلطان قطب شاہ والی گولکنڈہ کے لئے لکھا تھا ،

کلیات خسرو، خسرو کی متعدد مثنویان ، نہایت خوشخط ، مطلا ، و مذہب موجود ہین ،

خلاصۃ الاخبار، خواند امیر (غیاث الدین بن ہمام الدین) کی تاریخ ایشیا، اس نے یہ کتاب
روضۃ الصفا[1] ماخوذ کی ہے ، نستعلیق مین ۹۶۶ھ ہجری کی لکھی ہوئی ہے ،

اس کے علاوہ فارسی کتابون مین عبد الرحیم خانخانان کا ترکی تزک بابری کا فارسی ترجمہ

1- A. Caesar An Eastern library P. 30

امیر حیدر حسین واسطی بلگرامی کی سوانح اکبری، تزک جہانگیری، اقبال نامہ جہانگیری مصنف کی لکھی ہوئی سیرۃ المتاخرین، سینٹ زیویر کی مراۃ القدس، جو اوس نے اکبر کی فرمایش سے حضرت عیسیٰؑ کے حالات مین لکھی تھی، اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے فوجی کاغذات خاص وقعت رکھتے ہین

اس کے علاوہ فارسی کی دوسری قابل بیان کتابین ذیل مین درج کی جاتی ہین، یہ فہرست کے ترتیب مین مسٹر اوکانر کی ایسٹرن لائبریری سے بھی مدد لیگئی ہے،

تاریخ

(۱) **تاریخ طبری** کا فارسی ترجمہ از بلعمی، مکتوبہ سنہ [illegible] ہجری،

(۲) **مجمل فصیحی** از فصیح الجوانی " سنہ ۹۹۲ ہجری،

(۳) **تاریخ ابوالخیر خانی** از مسعود بن عثمان کوہستانی مکتوبہ سنہ ۹۹۹ ہجری،

(۴) **تحفۃ الکرام** از میر علی شیر قانع مکتوبہ سنہ ۱۲۲۳ ہجری،

(۵) **ہشت بہشت** از حکیم الدین ادریس السبدلیسی مکتوبہ، مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے،

(۶) **تاریخ داؤدی**، از عبد اللہ، مودی اور سور سلاطین کی نایاب تاریخ،

(۷) **منتخبہ عبرتیہ** از شہاب الدین طالش، یہ نسخہ سنہ ۱۱۸۱ ہجری مین مصنف کے پوتے اعتصام الدین نے لندن مین لکھا تھا،

تذکرہ

(۱) **تذکرۃ الاولیاء**، از فریدالدین عطارؒ مکتوبہ سنہ ۸۲۴ ہجری

(۲) **آثار الانوار**، از سیف الدین حاجی سنہ [illegible] ھ کے وزراء کے حالات مین مکتوبہ سنہ [illegible] ھ

(۳) **رشحات**، شیوخ نقشبندیہ کے حالات از فخر الدین علی صفی، مکتوبہ ۹۶۶؁ھ

(۴) **مجالس العشاق**، ۷۶ صوفیا کرام کے مصور حالات ہیں،

(۵) **مآثر رحیمی**، از عبد الباقی،

(۶) **کلمات الصادقین**، دہلی میں دفن شدہ صوفیا رکے حالات از محمد صادق ہمدانی،

(۷) **گل رعنا**. یحییٰ نزائن شفیق مصنفہ ۱۱۸۰؁ھ

نظم

(۱) **دیوان الشیراد مانی**، اِس پر عبد اللہ قطب شاہ کی مہر ہے، شاعر کا سنہ وفات ۷۶۵؁ھ ہے مکتوبہ ۱۰۱۵؁ھ ہجری،

(۲) **مثنوی مولانا روم**، محمد بن حسن کرمانی نے خوبصورت نستعلیق میں ۸۱۴؁ھ ہجری میں لکھا تھا

(۳) **دیوان امامی**، از امام ہروی،

(۴) **شش رسالہ سعدی**، اس پر شاہ جہان اور عبد الرحیم خانخانان کی تحریرین ثبت ہین، یہ نسخہ باقر بن میر علی کا لکھا ہے،

(۵) **ہفت بند کاشی**، مکتوبہ ۱۲۰۰؁ھ ہجری،

(۶) **مطلع الانوار خسرو**، میر علی نے یہ نسخہ ۹۴۷؁ھ ہجری مین سلطان عبد العزیز بخارا کے لیے بخارا مین لکھا تھا،

(۷) **دیوان حسن**، حضرت حسن دہلوی کا کلام، اکبر کے سپہ سالار شیخ فرید بخاری کے لیے ۱۰۱۰؁ھ مین محمد حسین کشمیری نے لکھا،

(۸) **دیوان سلمان**، سلمان کے دیوان کا قدیم ترین نسخہ ہے، وہ ۸۰۰؁ھ ہجری مین مرا تھا

اور یہ دیوان ۱۱۰۰ھ کا لکھا ہوا ہے،

متفرقات

(۱) **کیمیائے سعادت**۔ امام غزالیؒ کی مشہور کتاب ہے، یہ کتاب شائد اس کتبخانہ کا قدیمی تاریخی فارسی نسخہ ہے، خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

(۲) **روح الجنان**، حسین محمد رازی کی تفسیر قرآن تین جلدون مین نامکمل مکتوبہ ۶۳۳ھ ہجری،

(۳) **انیس الطالبین**، مصنفہ صالح بن مبارک، حضرت جامیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے،

دوسرے نمبر مین انشاء اللہ کتبخانہ کے عربی نوادر ہدیۂ ناظرین کرون گا،

الکندی اور اُسکا فلسفہ

از

مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی،

الکندی، کے متعلق میرا ایک مفصل مضمون معارف مین جانے کے لئے طیار تھا کہ ہمارے محترم دوست مولوی معتمد ولی الرحمان صاحب ایم، اے، نے لاہور سے پیش قدمی کی (معارف ستمبر ۱۹۲۲ء) اس لئے اب مین اپنے دوست کے مضمون پر مندرجہ ذیل امور بطور استدراک واضافہ کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون:

الکندی کا سنہ پیدائش و وفات اسمین کوئی شبہہ نہین کہ مورخین عرب الکندی کا سنہ پیدائش و وفات تحقیق طور سے بتلانے سے قاصر ہین، البتہ اون مین کے بعض اس طرف گئے ہین کہ وہ تیسری صدی ہجری کے علمار مین سے ہی، لیکن مستشرقین یورپ نے اس کی تحقیق مین خاص طور سے کاوش کی ہی، ہمارے دوست نے صرف ڈی بوئر کا قول وفات کے متعلق نقل کیا ہی، ہم اُس پر دیگر مستشرقین کے مزید اقوال کا اضافہ کرتے ہین، ڈاکٹر فلوگل مشہور جرمنی مستشرق نے لکھا ہی کہ الکندی نوین صدی عیسوی کے اول نصف مین زندہ تھا، اور ۸۶۱ء کے بعد مرا ہے[1]، اٹلی کا مشہور مستشرق ناجی (جو روما کے کالج مین فلسفہ کا استاذ تھا اور جس نے انیسوین صدی کے اواخر مین وفات پائی ہی، منجملہ اُن مستشرقین کے ہی جنھون نے خاص طور سے عربی فلسفہ کی طرف توجہ کی ہی اور الکندی کی تصانیف کی لاطینی زبان مین نشر واشاعت کی ہی) لکھتا ہی کہ الکندی نے ۲۵۸ ہجری مین یعنی ۸۷۳ عیسوی مین وفات پائی اور یہ ثابت ہی کہ وہ ۱۹۸ ہجری مین زندہ تھا اس لئے گویا اُس نے تقریباً ستر سال عمر پائی،[2]

الکندی کا علم وفضل حقیقت یہ ہی کہ الکندی کو جو تبحر علمی حاصل تھا وہ مختلف علوم مین اُس کی جامعیت کو پوری طرح نمایان کرتا ہی، اُسے مختلف علوم وفنون مین جو دسترس حاصل تھی وہ اُس کے ماقبل علما اور

[1] المقتطف جلد ۵ جز ا صفحہ ۹، [2] ایضاً

معاصرین کو بہت کم حاصل تھی، اُس سے قبل اسلام میں کوئی ایسا فلسفہ دان نہیں گذرا کہ جس پر لفظ فیلسوف کا صحیح مفہوم میں اطلاق کیا جا سکے، اگرچہ یہ ضرور ہو کہ اُس کے بعد الفارابی اور ابن سینا کا پایہ فلسفہ میں بہت بلند رہا ہی لیکن ان دونوں نے بھی جس بنیاد پر اپنی عمارتیں بنائیں وہ دراصل الکندی کی ہی قائم کی ہوئی تھی، اس لئے سبقت و اولیت کا جو فخر اُسے حاصل ہو سکتا ہی وہ کسی کو نہیں پہنچا، چنانچہ یہی وجہ ہی کہ علمار اور فلاسفۂ اسلام اور مستشرقین یورپ اُسے "اولین فیلسوف اسلام" تسلیم کرنے میں متفق ہیں،

جمال الدین القفطی اور ابوالقاسم صاعد ابن احمد الاندلسی اور ابن عربی اوسکے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

لم یکن فی الاسلام من اشتھر عند الناس بمعاناۃ علوم الفلسفۃ حتی سموہ فیلسوفا غیر یعقوب ھذا[1]	سوائے یعقوب ابن اسحاق الکندی کے اسلام میں کوئی ایسا مشہور شخص نہیں گذرا کہ جس نے علوم فلسفہ کی جانب اتنی توجہ کی ہو کہ اسے "فیلسوف" کہا جا سکے،

سلیمان بن حسان المعروف با بن جلجل جو چوتھی صدی ہجری کے مشہور حکمائے اسلام میں سے اندلس (اسپین) میں گذرا ہی اور اندلس کے بادشاہ ہشام المؤید باللہ کے خاصہ کا طبیب رہ چکا ہی الکندی کے متعلق لکھتا ہی :۔

لم یکن فی الاسلام فیلسوف غیرہ احتذی فی توالیفہ حذو ارسطو طالیس[2]	اس کے سوا اسلام میں کوئی ایسا فیلسوف نہیں گذرا کہ جس نے اپنی تالیفات میں ارسطاطالیس کے قدم پر قدم رکھا ہو،

تاریخ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ابن جلجل کے اس قول کے متعلق الکندی کی مزید فضیلت

---

[1] اخبار الحکما رجال الدین القفطی صفحہ ۲۴۱ و طبقات الامم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵ تاریخ مختصر الدول صفحہ ۲۵۹.

[2] عیون الانباء لابن ابی اصیبعہ صفحہ ۲۰۰،

ثابت کرنے کے واسطے یہ مان لیا جا سکتا ہو کہ یہ اُس نے الفارابی کے انتقال کے بعد لکھا ہو، کیونکہ الفارابی ۲۵۹ھ ہجری مین پیدا ہوا اور ۳۳۹ھ ہجری مین فوت ہوگیا[1]، اور ابن جلجل ہشام المؤید باللہ کا طبیب تھا جو ۳۶۶ھ مین تخت نشین ہوا اور ۳۹۹ھ ہجری مین معزول کر دیا گیا، نیز یہ بھی ثابت ہو کہ ابن جلجل ۳۷۲ھ ہجری کے بعد تک زندہ رہا ہو کیونکہ طبقات الاطبا مین اوس کی ایک تصنیف کی تاریخ ۳۷۲ھ ہجری درج ہو[2]،

مشہور منجم **ابو معشر** جعفر بن محمد البلخی نے کہ جو ابتداءً اوس کے علم و فضل پر حسد کیا کرتا تھا لیکن بعد مین ۴۷ برس کی عمر مین علم نجوم مین اسی کا شاگرد ہوا اپنی کتاب المذکرات مین امور شاذہ کے تذکرے مین لکھا ہو کہ "اسلام مین حذاق مترجمین صرف چار گذرے ہین، حنین بن اسحاق، ثابت بن قرہ الحرانی، عمر بن فرخان الطبری، اور چوتھا اُن مین کا یعقوب ابن اسحاق الکندی تھا[3]"،

مستشرقین یورپ مین علاوہ مشہور اطالوی مستشرق ولیم کارڈنیو[4] المتوفی ۱۵۷۶ء کے کہ جس نے الکندی کو اُن دس غیر معمولی کمال و ذہانت رکھنے والون مین شمار کیا ہو جو ذکاوت و علوم مین ایسی اولین درجہ کی عقل رکھتے تھے کہ ابتدائے آفرینش سے سولھوین صدی عیسوی تک کوئی بھی اُس کا ہم پلہ نہین پیدا ہوا[5]، مشہور انگریز پادری راجر بیکن نے جو قرون وسطی کے مشاہیر مین سے ہو کہا ہو کہ "الکندی اور ابن الہیثم اپنی ان تصانیف کی وجہ سے کہ جو انھون نے علم المرایا مین کی ہین بطلیموس کے ساتھ اولین صف مین شمار کئے جا سکتے ہین"، نیز اٹلی کے مستشرق جیرارڈ آف کریمانو نے اُس کے اس علم کے بعض رسائل کا ترجمہ کیا ہو[6]،

---

[1] اگرچہ تمام تواریخ مین الفارابی کے سنہ وفات کے سوا سنہ پیدائش کا تذکرہ نہین ہو لیکن ابن خلکان نے لکھا ہو کہ اس نے اسّی برس کی عمر پائی، پس اس لحاظ سے اسکا سنہ پیدائش ۲۵۹ھ ہجری ہوتا ہو (دیکھو ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۷ مطبوعہ مصر)

[2] دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۴۸ [3] طبقات الاطبا جلد ۱ صفحہ ۲۰۷ [4] ہمارے دوست نے اپنے مضمون مین اس مستشرق کا نام "جیرون کارڈن" لکھا ہو جس مین انھین دھوکا ہوا ہو کیونکہ غالباً انھون نے یہ نام عربی کے معرب نام "غلیوم کردانو" سے قیاساً اخذ کیا ہو حالانکہ "غلیوم کردانو" در اصل معرب ہو "ولیم کارڈنیو" ۔

(بقیہ حاشیہ)

یورپین مستشرقین کی تحقیقات جہان قابلِ تحسین و آفرین ہین، وہان مضحکہ انگیز بھی ہین خصوصاً مشرقی علوم و معارف کے مسائل کی تحقیق کے میدان مین جو انھون نے جابجا ٹھوکرین کھائی نہین وہ نہایت تمسخر انگیز ہین، اوسکی وجہ یہ ہو کہ وہ یا تو مذہبی تعصب کی عینک چڑھا کر اس میدان مین قدم پیمائی کرتے ہین اور یا قلیل علمی زاد راہ کے ساتھ، جس کی وجہ سے ٹھوکرین کھاتے ہین بعض اُن مین کے ہر چند یہ چاہتے ہین کہ اس عینک کو علٰحدہ کرکے قدم بڑھائین اور تعصب کو ظاہر نہ ہونے دین لیکن پھر بھی چونکہ یہ تعصب اُن کی جبلت مین داخل ہوتا ہو باوجود دبانے اور پوشیدہ رکھنے کے کہین نہ کہین ضرور ظاہر ہو ہی جاتا ہو،

علوم و معارف کے مسائل کی یورپین تحقیق و تدقیق کا سب سے بڑا اور مستند ترین ذخیرہ اس وقت یورپ کے نزدیک "انسائیکلوپیڈیا" ہو اس مین **الکندی** کے حالات کے بیان مین لکھا ہو کہ "وہ پہلا شخص ہو جس نے مذہب اسلام کے ساتھ بغاوت کی[1]" شاید اس سے مضمون نگار کا مقصد مبتدع اور بعض جزئی عقائد مین اختلاف رکھنے والا ہو، کیونکہ جہانتک تواریخ وغیرہ مین اس کے حالات ملتے ہین ان مین اسکا ثبوت کہین نہین ملتا کہ اس نے مذہب اسلام کی مخالفت کی ہو یا اپنی تصانیف مین سے کسی کا موضوع اسلام پر حملہ یا مخالفت قرار دیا ہو، البتہ یہ ضرور ہو کہ وہ بعض جزئی عقاید مین خصوصاً واجب الوجود کے متعلق اختلاف رائے رکھتا تھا اور اس کے دشمنون کو جو اُس کی مخالفت کے لئے کوئی چیز ملی ہو تو وہ اسکا صرف وہی عقیدہ ہو کہ جس کی رو سے وہ ارسطو کی طرح واجب الوجود کا صفات مطلقہ کے ساتھ قائل نہ تھا[2]، صفات مطلقہ سے مقصود واجب الوجود کی وہ صفات ہین کہ جو اوسکی ذات سے علٰحدہ تمیز کیجا سکین، ارسطو حقیقتہً اس قسم کی صفات کا منکر تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ واجب الوجود کی ذات وصفات ایک ہی چیز ہے،

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ کا کہ جو الٰہی زبان کا نام ہو بزیرہ مستشرق بھی اطاوی تھا، [5] القفطی جزء صفحہ ۱، [6] ایضاً،

[1] دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین ... Philosophy عربی فلسفہ کا بیان [2] القفطی جزء صفحہ

بہرحال اگر مضمون نگار نے اوسکی اسی قسم کی بدعت اور اختلاف عقیدہ کو مذہب اسلام کی بغاوت و مخالفت کی اولیت کا درجہ دیا ہی تو مضمون نگار صاحب کی کوتاہ علمی پر ہزار حیف! کہ اس سے پہلے تو بہت سے باغی و مخالف مثل معتزوائل ابن عطار کے کہ جو دوسری صدی ہجری کے اوائل مین گذرا ہی، یا عمرو بن عبید، اور نظام اور ابوالہثیم اور جاحظ کے کہ جو الکندی سے پہلے ہوئے ہین، گذر چکے ہین،

الکندی کی تصانیف الکندی کے علم و فضل کی کیفیت افسوس ہم تک براہ راست نہین پہنچی بلکہ بالواسطہ پہنچی ہی یعنی خود اوسکی تصانیف ہم تک نہین پہنچین، بلکہ اوسکی تصانیف کی فہرستین اور تذکرہ ہم مورخین کے زبانی سنتے ہین، الکندی کیطرح ہزارون لاکھون علمائے اسلام کے نام ہمین تواریخ مین ایسے ملتے ہین جنکی تصانیف کا ایک سے لیکر سیکڑون تک شمار تھا لیکن آج اون کے ان بے بہا جواہرات مین سے ایک بھی موجود نہین سب واقعات و حوادث عالم کی نذر ہوگئے،

اس وقت الکندی کے تبحر و علمی جامعیت معلوم کرنیکا جو ذریعہ ہمارے پاس ہی وہ اس کی اُن کثیر تصانیف کی فہرست ہی جو اُس نے مختلف علوم مین کی ہین، ابن ندیم اور القفطی نے ہمین اوسکی تصانیف کی تقسیم کے لئے ۱۷ علوم کے نام گنائے ہین لیکن حقیقت یہ ہی کہ ان سترہ علوم کی تصانیف کے علاوہ دیگر علوم مین بھی اوس کی تصانیف تھین،

علم معدنیات مین اُس کے کئی رسائل تھے اور وہ یہ ہین:- رسالۃ فی انواع الجواھر والاشباہ، رسالۃ فی تمویہ الزجاج، اور رسالۃ فی انواع الحدید والسیوف وجیدھا و مواضع انتسابھا[1]

علم کیمیا مین بھی اوسکی متعدد تصانیف تھین اُن مین سے بعض یہ ہین:- رسالۃ فی العطر وانواعہ، رسالۃ فی کیمیاء العطر، رسالۃ فی التنبیہ علی خدع الکیمیائیین، رسالۃ فی الطبیعۃ رسالۃ فی الاجرام الغائصۃ فی الماء، رسالۃ فی الاجرام الھابطۃ اور رسالۃ فی عمل المرایا المحرقۃ[2]

---

[1] القفطی جزء صفحہ ۱۱، [2] ایضاً،

اخبار الحکماء مین القفطی نے اُسکی متذکرۂ بالا اٹھارہ علوم کی تصانیف کی طول طویل فہرست درج کرنیکے قبل لکھا ہی، "و لہ کتاب سماہ تسهیل سبیل الفضائل فی آداب النفس" بس اس کتاب کے نام سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ کتاب اُس نے علم اخلاقیات مین تصنیف کی تھی[۱]

نیز مندرجہ بالا جملہ کے بعد اسی مین ہی کہ "و لہ کتاب فی معرفۃ الاقالیم المعمورۃ و غیرھا" جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اوسکی یہ تصنیف علم جغرافیہ مین تھی[۲]،

افسوس کہ اسلام کے اس مایۂ ناز فیلسوف کے یہ سارے جواہر ریزے برباد ہو گئے اگر اُن مین سے بعض کا کہین وجود بھی ہی تو وہ دنیا کے مختلف کتب خانون مین قعر گمنامی مین ہین اور یا نہین تو اُن مین سے دو چار مستشرقین یورپ کی توجہات کی وجہ سے تبدیل ہیئت کے ساتھ آشکار ہوئے ہین لیکن "تبدیل ہیئت" کے نقاب نے اُنکا اصلی جمال ہم سے مستور کر دیا ہے،

بروکلمن نے اپنی فہرست مین لکھا ہی کہ اسکی بعض تصانیف یورپ کے کتب خانون مین قلمی موجود ہین[۳]، ہمارے دوست نے اس کی صرف تین تصانیف ایسی تبلائی ہین جنکا لاطینی ترجمہ یورپ مین شائع ہوا ہی لیکن ان کے علاوہ اُسکی دو تصنیفین اور بھی یورپ مین لاطینی زبان مین شائع ہوئی ہین، ایک تو اس کے پانچ رسائل کا مجموعہ ہی جس کا لاطینی ترجمہ مشہور اطالوی مستشرق ناجی نے ۱۸۹۷ء مین شائع کیا اور اس مجموعہ مین اول رسالہ ماہیت عقل ہی، نیز ارسطو کی ایک کتاب کا ترجمہ کہ جو ربوبیت کے متعلق رفافوریوس[۴] صوری کی تفسیر ہی عبدالمسیح بن عبداللہ ناعمہ الحمصی نے عربی مین کیا تھا اور اوسکی تصحیح خلیفہ معتصم باللہ کے لڑکے احمد کیلئے الکندی نے کی تھی برلن مین ۱۸۸۲ء مین طبع[۵] ہو چکا ہی،

الکندی اور فن موسیقی دنیا بھی ایک عجیب انقلاب زار ہے، ثبات و قیام اس مین کسی کو نہین حتی کہ

---

[۱] اخبار الحکماء مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴۱ [۲] ایضاً [۳] دیکھو فہرست مذکور مطبوعہ یورپ مین الکندی کا بیان [۴] یونان کا ایک حکیم جو بقراط سے پہلے گذرا تھا اور جالینوس کے بعد [۵] المقتطف جزء ۱ صفحہ ۱۱،

معنویات کو بھی نہین، اس مین ایک چیز بنتی ہی تو دوسری بگڑ جاتی ہی، ایک چراغ جلتا ہی تو دوسرا بجھتا ہی ایک کلیہ قائم ہوتا ہی تو دوسرا ٹوٹتا ہی، ایک خیال پھیلتا ہی تو دوسرا فراموش ہوتا ہی، ایک اصول درست ہوتا ہے تو دوسرا شکست ہوتا ہی، ایک فن رائج ہوتا ہی تو دوسرا مٹتا ہی،

ابتدائے آفرینش سے آج تک دنیا مین ہزارون ہی کلیون، اصولون، خیالون، نظریون، اور فنون کی ترویج ہوئی لیکن ہر آنیوالا زمانہ اپنے ساتھ ایک نئے کلیہ ایک نئے اصول، ایک نئے خیال، ایک نئے نظریہ ایک نئے فن کی علحدہ ایک نئی فوج لایا اور اپنے ماقبل کو شکست دیکر مٹادیا

ایک زمانہ تھا کہ خوشنویسی کے فن کی یہ قدر تھی کہ اگر کوئی مشہور خوشنویس میر عماد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک حرف لاتا تھا تو بادشاہ شاہجہان اُسے یکصدی منصب عطا کرتا تھا،[1] میر خلیل اللہ (مشہور عراقی خوشنویس) بادشاہ دکن ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پاس کتاب نورس لکھکر لیجاتا ہی تو وہ اسے اپنی برابری مین تخت شاہی پر جگہ دیتا ہی اور پھر تمام امرا و وزرائے دربار کو حکم دیتا ہی کہ وہ اُس کے جلوس مین اُس کے مکان تک جائین، نیز یہی خوشنویس جب سلطنت دکن کی جانب سے قاصد بناکر ایران بھیجا جاتا ہی تو خود شاہ ایران اوسکی تعریف مین اس طرح رطب اللسان ہوتا ہی،

خورشید عراق از دکن مے آید	کان لعل بکان خویشتن می آید
سر دفتر جملہ خوشنویسان جہان	یعنی کہ خلیل بت شکن می آید[2]

لیکن ایک زمانہ اب ہی کہ کسی کو اگر اس مین کچھ تھوڑا بہت کمال حاصل ہی تو اس غریب کے لئے سوائے اس کے چارہ نہین کہ وہ مطابع یا جرائد کے دفاتر مین ایک قلیل تنخواہ پر دیدہ ریزی کے ساتھ کاپی نگاری کرے اور بس۔

بالکل یہی حال علم موسیقی کا ہوا، اگرچہ اگلے زمانہ مین بادشاہون کے درباروں اور امرا کی

---

[1] تذکرۂ خوشنویسان مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۹۲ [2] ایضاً صفحہ ۹۰،

محفلون کو منقش اور کنیزین اپنی نغمہ سرائی کے کمال سے مست کیا ہی کرتی تھین لیکن بڑے بڑے فضلار و شعرار بھی اس مین مہارت تامہ رکھتے تھے، اور نہ صرف مہارت تامہ بلکہ اس کے اندر موجد و مخترع بھی ہوتے تھے، لیکن انقلاب زمانہ دیکھئے کہ اب یہی فن ایک خاص طبقہ کے ساتھ اس طرح مخصوص ہوگیا کہ شعرار اور فضلار کے لئے اب اس مین ہاتھ ڈالنا ننگ و عار ہی، اسی بعد و انقلاب کی وجہ ہی کہ اگر آج فضلائے سلف مثل الکندی، السرخسی[1]، الفارابی[2]، ابن سینا[3]، ابن فتحون[4] السرقسطی اور امیر خسرو[5] وغیرہ کی اس فن کی تصانیف مین سے خال خال کہین قلمی نوادر موجود بھی ہین، تو وہ ہم لوگون کی عقول و فہم کے لئے "راز سربستہ" بھی ہین، موجودہ درسیات کی مشہور و متداول کتاب اخلاق جلالی مین ملا جلال الدین نے "نغمہ" پر ایک باب باندھا لیکن آج تک وہ عقدۂ لاینحل ہی رہا،

الکندی کا شمار بھی اُن ہی فضلائے اسلاف مین ہے جنھین اس فن مین پورا عبور تھا افسوس کہ ہمارے دوست نے اپنے مضمون مین اس کے متعلق صرف چند ضمنی اشارات پر اکتفا کیا ہے حالانکہ اس مین اُنکی مہارت اس سے زیادہ تفصیل کی طالب تھی، اس لئے غالباً غیر مناسب نہو گا اگر ہم بیان پر بالاختصار اُس قصہ کو ہدیۂ ناظرین کرین جو اخبار الحکما مین اُس کے اس فن مین کمال رکھنے کے ثبوت مین مذکور ہے،

۔ایک عجیب حکایت الکندی کے متعلق یہ بیان کرتے ہین کہ اس کے پڑوس مین ایک بہت بڑا تاجر رہتا تھا جسکی تجارت کا کاروبار نہایت ہی وسیع پیمانہ پر تھا، اُسکا ایک لڑکا تھا جس کے

---

[1] احمد بن الطیب السرخسی الکندی کا شاگرد اور علم موسیقی مین صاحب تصنیف تھا، [2] اسلام کا مشہور فیلسوف ابونصر الفارابی جو ۲۶۰ھ مین پیدا ہوا اور ۳۳۹ ہجری مین مر گیا [3] اسلام کا مشہور فیلسوف و طبیب جو شیخ الرئیس کے لقب سے مشہور ۳۷۰ ہجری مین پیدا ہوا اور ۴۲۸ھ مین فوت ہوگیا، [4] سرقسط (سیراگوسا) اندلس کا ایک مشہور حکیم ہو جو علاوہ دیگر علوم کے فن موسیقی مین بھی صاحب تصنیف گذرا ہی، (طبقات الامم صفحہ ۱۰۶) [5] حضرت امیر خسرو ہندوستان

ہاتھ مین اُس کے لین دین، آمد و خرچ کی تمام نوشت و خواند تھی، یہ تاجر الکندی کی نہایت حقارت کرتا اور بغض و حسد کی وجہ سے ہمیشہ اُس پر طعن و تشنیع کیا کرتا تھا، اتفاق سے ایک مرتبہ اُس کے لڑکے کو یکایک سکتہ کا مرض ہوگیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کا سارا کاروبار رک گیا اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ از روی حساب کے لوگون پر اسکا کیا نکلتا ہی اور اُس پر اُن کا کیا باقی ہی؛ اور پھر بیٹے کے مرض کا صدمہ اُس پر مستزاد اس لئے اُس نے بغداد کے کسی طبیب کو نہین چھوڑا جس کے پاس دوا نہ گیا ہوا اور اُس سے مریض کو دیکھنے کی خواہش نہ کی ہو، لیکن تقریباً تمام اطبار نے مرض کے شدید و خطرناک ہوجانیکی وجہ سے انکار کردیا اور جنھون نے قبول کیا اونکا قبول کرنا چندان سودمند ثابت نہ ہوا، تب لوگون نے اُس سے کہا کہ تو تو ایک ایسے فیلسوف عصر کے جوار مین رہتا ہی کہ جو اس مرض کا سب سے بہتر علاج جاننے والا ہی اسلئے اگر تو اس کے پاس جاتا تو تجھے کامیابی ہوتی، بالآخر اس ضرورت نے تاجر کو مجبور کیا کہ وہ الکندی کے پاس اُس کے بھائیون مین سے کسی کو ساتھ لیکر جائے اگرچہ یہ جانا اس کے لئے نہایت شاق تھا، الکندی نے اُسکی استدعا کو قبول کرلیا اور تاجر کے مکان مین جاکر اس کے لڑکے کو دیکھا، اُسکی نبض دیکھی اور حکم دیا کہ اس کے علم موسیقی کے تلامذہ مین سے وہ حاضر ہون جو عود بجانے مین ماہر ہون اور بجانے کے اُن طریقون سے واقف ہون جو غم و بےچینی کو دور کرنے اور قلب و نفس کو قوت دیتے ہین، پس اُن مین سے چار شاگرد آگئے، الکندی نے انھین عود کے سرون کے مواقع پر اپنی انگلیان رکھکر بجانیکا طریقہ بتلا دیا اور حکم دیا کہ وہ اس کے سرہانے اسی طریقہ سے بجاتے رہین اور خود لڑکے کی نبض پکڑے رہا، اتنے مین لڑکے نے سانس لینا شروع کیا اور اس کی نبض بھی متحرک ہوئی، یہانتک کہ اُس نے حرکت کی، اٹھکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل) کے مشہور صوفی و شاعر گذرے ہین جو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے ہمعصر تھے، فن موسیقی مین ایسا کمال رکھتے تھے کہ ان کے قبل کوئی بھی اونکا ہمسر نہین گذرا، بہت سی جدید راگنیون کے موجد تھے، ستار بھی انھی کی ایجاد ہی، مفصل حالات کے لئے دیکھو "بیان خسرو" مؤلفہ مولنا شبلی مرحوم،

بیٹھ گیا اور بات چیت کرنے لگا، لیکن وہ لوگ عود کو بدستور اسی طریقہ سے بجاتے گئے، پھر الکندی نے اس کے باپ سے کہا کہ تو اپنے لڑکے سے جو کچھ اپنے لین دین کے متعلق پوچھنا چاہتا ہی پوچھ لے اور لکھ لے، اس نے اس سے پوچھنا شروع کیا، لڑکا اسے بتلاتا جاتا تھا اور یہ اسے لکھتا جاتا تھا یہانتک کہ جب اس نے سب لکھ لیا تو بجانے والے دفعتہ بجانیکا طریقہ بھول گئے اور لڑکے کا سکتہ مین پھر وہی حال ہوگیا اس پر اس کے باپ نے الکندی سے دوبارہ خواہش کی کہ وہ پھر انھین اسی طریقہ سے بجانیکا حکم دے جس طرح سے کہ وہ پہلے بجا رہے تھے تب اس پر الکندی نے جواب دیا کہ افسوس لڑکے کی زندگی اسیقدر باقی تھی، اب جو کچھ ہوگیا اس مین کوئی چارۂ کار نہین، اور نہ انسان کے لئے عمر پوری ہوجانے کے بعد اس مین کچھ بڑھانیکی کوئی سبیل،[1]

پس اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ الکندی کو علم موسیقی پر کس قدر مجتہدانہ عبور تھا، بہت ممکن ہو کہ ہمارے بعض ناظرین کو اس قصہ کی صداقت کے تسلیم کرنے مین تامل ہو لیکن کیا آج بھی جبکہ "عالم اصوات کے حقائق مستورہ سے روز بروز حجاب اٹھتا چلا جاتا ہی اس کی صداقت کے اعتراف مین تامل ہوسکتا ہی؟ اور اگر یہ ناقابل اعتراف ہو تو اس سے تو کہین زیادہ سینور مارکونی کا محیر العقول "لاسلکی ٹیلیفون" یا جرمنی کا وہ عجوبہ روزگار "مخبر صوتی" (لیبارٹیری آف ساونڈز) کہ جس کے اندر ہزارہا سال کے لئے دنیا کے اہم ترین قائدین و زعماء، فلاسفہ و علماء، خطیب و شعراء کی آوازین محفوظ کیجا رہی ہین ناقابل اعتراف ہی، بالمشاہدہ تو تاریخ کے گذشتہ واقعات و حوادث علم موسیقی کے حیرت انگیز اثرات پر پوری طرح شاہد ہین،

حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ کا جب اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے کا وقت قریب آیا تو وہ "جام موسیقی" ہی تھا کہ جس کے سرور نے انھین جلد سے جلد واصل باللہ کیا،[2]

---

[1] دیکھو اخبار الحکماء للقفطی صفحہ ۲۲۳ و ۲۲۴ مطبوعہ مصر، [2] جب حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اکبر نے تان سین کو ان کے نزدیک بھیج دیا تھا، اور اوس کے گانے پر اون کا وصال ہوگیا تھا (یہ واقعہ مین نے استاذی مولانا ابو الکلام آزاد مدظلہ کی زبانی رانچی مین سنی تھی جبکہ وہ علم موسیقی کے متعلق کچھ لکھ رہے تھے)

جہانگیر کے دربار مین مُلّا علی احمد مہرکن نے جب انتقال کیا تو وہ موسیقی ہی کے ترانے تھے کہ جن کے اثر سے مسور ہو کر اُنھون نے یکدم اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا[1]

حضرت[2] مولنا شاہ محمد حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جس فرط شوق سے بیتاب ہو کر دفعۃً کالبد خاکی کو اجمیر مین خالی کیا تو وہ موسیقی ہی کے دل آویز نغمون کا پیدا کیا ہوا تھا،

پس جو شے اپنے اندر اس قدر اثر رکھتی ہو کہ اُس کے اثر سے انسان کی روح تک پرواز کر جا سکتی ہو اس سے کیا یہ امر بعید خیال کیا جا سکتا ہو کہ وہ قلبی و روحانی امراض کا بھی علاج کر سکے؟ اور کیا ان عظیم الشان تاریخی شواہد و حقائق کے بعد بھی مذکورہ بالا قصہ کی صداقت مین شک وشبہہ کی گنجائش رہ سکتی ہے؟

الکندی کے اقوال حقیقت یہ ہو کہ آج صدیان گذر جانے کے بعد ہمارے نزدیک اپنے اسلاف کی ذہانت و فطانت اور کیفیت معیشت کے صحیح حالات معلوم کرنے کے علاوہ تاریخی سوانحات کے دو ہی ذریعہ ہین ایک تو تصنیفات دوسرے اقوال، تصانیف سے تو ہمین خاص خاص موضوعات علمیہ پر اونکی رائے، اس کے متعلق دلائل و براہین، اُن کی وسعت معلومات اور تبحر علمی کے حالات معلوم ہوتے ہین، اور اقوال سے اُن کے عادات و اخلاق، ذاتی معلومات و تجربات، کیفیت معیشت اور افتاد مزاج کا پتہ چلتا ہے،

پس اگر آج ہم اس قدر بدقسمت ہین کہ الکندی کی صدہا تصانیف مین سے ایک سے بھی متمتع

[1] یہ موت جب کہ بادشاہ جہانگیر کے دربار مین قوال گا رہے تھے اس کے سامنے ہوئی ہو، جہانگیر نے اوسکا مفصل قصہ تزک مین لکھا ہو اور لکھا ہو کہ اس قسم کی موت میری تمام عمر مین پہلی مرتبہ مین نے دیکھی مفصل حالات کے لیے تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۰۷ دیکھو،

[2] اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہین ہوا یہ ۱۰ رجب ۱۳۲۲ھ ہجری کا واقعہ ہو،

نہین ہو سکتے توکم سے کم ہم اُس کے اقوال سے تو بہرہ اندوز ہون کہ جنکو ہماری بلاکسی تلاش وجستجو کے تواریخ کے صفحات ہمین پیش کر رہے ہین،

تواریخ مین جو الکندی کے اقوال مذکور ہین وہ دو قسم کے ہین:

(۱) منظوم

(۲) منثور

(۱) منظوم مین اس کے دو قسم کے اشعار پائے جاتے ہین ایک تو وہ جو معشوق کے ساتھ اظہار اشتیاق مین ہین اور جنکو ابن قتیبہ نے اپنی کتاب فرائد الدر مین نقل کئے ہین اور یہ صرف دو ہین،

و فی اربع منی خلت منک اربع	میری چار چیزون مین تیری چار چیزین داخل ہو گئی ہین
فما انا ادری ایھا ھاج لی کربی	پس مین نہین جانتا اُن مین سے کس نے میری تکلیف
اوجھک فی عینی او الطعم فی فمی	کو برانگیختہ کر دیا ہے، آیا تیرے چہرۂ جمال نے میری آنکھون
ام النطق فی سمعی ام الحب فی قلبی[1]	مین یا ذائقہ (بوسہ) نے میرے منہ مین یا تیرے کلام نے
" " " " "	میری سماعت مین یا تیری محبت نے میرے قلب مین،

دوسرے وہ جس مین اُس نے زمانہ کی شکایت کرتے ہوئے اوسکی بے وفائی سے بچنے کے لئے نصیحت کی ہے، ان اشعار کو شیخ ابو محمد حسن بن عبد اللہ نے اپنی کتاب الحکم والامثال مین احمد بن الطیب السرخسی (شاگرد الکندی) کی روایت سے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہین:

اناف الذنابی علی الارؤس	فغمض جفونک او نکس
کمین دو ذیل سرون پر چڑھ گئے ہین	خواہ تو اپنی آنکھون کو بند کر لے یا سر جھکا لے (یعنی منہ چھپا لے)
وضائل سوادک واقبض یدیک	وفی قعر بیتک فاستجلس

[1] طبقات الاطبا، جلد ا صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ مصر،

تو اپنی شخصیت کو گم کر دے اور ہاتھون کو بند کر لے	اور اپنے مکان کے گوشہ مین بیٹھ جا،
وعند ملیك فابغ العلو	وبالوحدة الیوم استأنس
اور اپنے مالک (یعنی خدا) کے نزدیک بلندی طلب کر	اور تنہائی سے دل مین موانست کر (یعنی گوشہ نشین ہو)
فان الغنی فی قلوب الرجال	وان التعزز بالانفس
اس لئے کہ اصلی غنا لوگون کے دلون مین ہوا کرتا ہے	اور اصلی عزت نفس سے (یعنی خودداری سے) ہوا کرتی ہے
وکائن تری من اخی عسرة	غنی وذی ثروة مفلس
اور دیکھیگا تو بہت سے اپنے تنگ حال بھائیون کو	غنی اور دولتمندون کو مفلس
ومن قائم شخصه میت	علی انه بعد لم یرمس
اور بہت سے زندون کو کہ جنکی ذات مردہ ہے	اگرچہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ ابھی دفن نہین کئے گئے ہین؛
فان تطعم النفس ماتشتهی	تقیك جمیع الذی تحتسی[1]
پس اگر نفس کو اُسکی خواہش کے موافق کہانا کھلایا جائیگا	تو وہ اگلا پچھلا کہایا ہوا سب اگلوا دیگا

ان اشعار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود الکندی کی زندگی خوشحالی اور مسرت وفراغت سے نہین گذری کیونکہ ان سے حزن وملال ٹپک رہا ہے، اور یہ امر کچھ تعجب انگیز نہین اس لئے کہ تکلیف وحسرت اور رنج وغم جیسا کہ ایڈورڈ زیلر[2] نے اپنی تاریخ فلاسفہ مین کہا ہے، ابتدا سے حکمار وفلاسفہ یا بالفاظ دیگر "امم مفکرہ" کے مابہ الامتیاز رہے ہین۔ نیز باوجود اس غم آلود زندگی کے ان اشعار سے اُنکی علو نفس اور غنائے قلبی کا ترشح بھی ہوتا ہے۔

(۲) اُس کے منثور اقوال یہ ہین:

---

[1] طبقات الاطبار جلد ا صفحہ ۲۰۹۔ [2] ایڈورڈ زیلر (۱۸۱۴ء تا ۱۹۰۸ء) جرمن کاتب وفیلسوف برلن مین فلسفہ کا پروفیسر رہا ہے، "تاریخ فلاسفہ" یونان کا مصنف ہے۔

اطبا کو نصیحت ،

لیتق اللہ تعالی المتطبب ولا یخاطر فلیس عن الانفس عوض کما یجب ان یقال انہ کان سبب عافیۃ العلیل و برئہ کذالک فلیحذر ان یقال انہ کان سبب تلفہ وموتہ

نیز حکیم کو چاہئے کہ وہ (علاج کرنے مین) اللہ سے ڈرے اور یہ خیال کرے کہ جان کا کوئی عوض نہین جس طرح یہ ضروری ہو کہ یہ کہا جاوے کہ طبیب بیمار کی صحت کا سبب ہوا ہو اسی طرح اس کا خوف بھی ضروری ہو کہ یہ کہا جائے کہ وہ بیمار تلف کرنے اور موت کا سبب ہوا ہی ،

" " " "

طلبا کو نصیحت ،

العاقل یظن ان فوق علمہ علما فھو ابدا یتواضع لتلک الزیادۃ والجاھل یظن انہ قد تناھی فتمقتہ النفوس لذلک ،

جو عاقل ہو وہ خیال کیا کرتا ہو کہ اس کے علم کے اوپر اور بھی علم ہو اسلئے وہ ہمیشہ اس زیادتی کے لئے تواضع کیا کرتا ہو اور جو جاہل ہو وہ یہ خیال کرتا ہو کہ وہ منتہی ہو گیا ہو پس لوگ اُسے اس لئے دشمن جاننے لگتے ہین ،

ابن بختویہ نے اپنی کتاب المقدمات مین نقل کی ہو کہ اُس نے اپنے بیٹے کو مندرجہ ذیل نصیحت کی تھی

یا بنی الاب رب — اے میرے بیٹے باپ پرورش کرنیوالا ہو

والاخ فخ، والعم غم، والخال وبال — بھائی جال ہو، چچا غم ہو، خالو وبال ہو،

والولد کمد، والاقارب عقارب، — اولاد تکلیف ہو اور اعزا بچھو ہین ،

نیز مندرجہ ذیل نصیحت بھی اُس نے اپنے بیٹے کو کی تھی ،

قول "لا" یصرف البلاء — "نہین" کا لفظ بلا کو دفع کردیتا ہو ،

وقول نعم بزیل النعم	اور "ہان" کا لفظ نعمتون کو زایل کردیتا ہے،
وسماع الغناء برسام حاد لان	گانا سننا مہلک بیماری ہے اس لئے کہ انسان جب
الانسان یسمع فیطرب وینفق فیسرف	اُسے سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور انفاق کرتا ہے پھر
فیفتقر فیغتم فیعتل فیموت	فضول خرچی کرتا ہے پھر فقیر ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے
" " " " "	غم کرتا ہے پھر اس غم کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے اور
" " " " "	پھر مرجاتا ہے،

مزید اقوال:۔

الدینار محموم فان صرفتہ مات	دینار کو بخار چڑھا رہتا ہے پس تو اگر اُس مین تصرف
" " " " "	کرتا ہے تو وہ مرجاتا ہے،
الدرھم محبوس فان اخرجتہ فرّ	درہم قیدی کی طرح ہوتا ہے پس اگر تو اُسے نکالتا ہے
" " " " "	تو وہ فرار ہو جاتا ہے،

نفسیات ترغیب (۳)

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے، دار المعلمین حیدرآباد دکن

تخیل کا ترغیب کے بقیہ دو عنصر (ذہنی و جذبی) پر اثر

تخیل، اپنی صفت اختراعی کے ذریعہ سے جو اثر عنصر ذہنی (درک صورۃ حالات گفتگو نیاز) پر کرتا ہے اسے ہم زید کی مثال میں دیکھ چکے ہیں، لیکن اوسکا اثر عنصر جذبی پر بھی ہوتا ہے اور ان میں بھی متخیلہ کی وساطت سے ایک تازہ روح پھونکی جاتی ہے، اور تقویت دیجاتی ہے مثلاً لارڈ بروگھم کی تقریر کا آخری حصہ "حضرات! کیا یہ عالمگیر خوشحالی الخ . . . . . " ہمدردی انسانی، اور اخوت کے جذبات کو شہ دیکر، اُن کی ترغیب کو زیادہ موثر بنادیتا ہے، زید ایک ایسے خاندان کی خیالی تصویر کھینچکر جو بائسکوپ کی بدولت تباہ ہوا ہے، اپنے جذبات ترحم اور انسانی ہمدردی کو برانگیختہ کرتا، اور پہلے سے بھی زیادہ ترک تعیشات کا مؤید بنجاتا ہے، مختصر یہ کہ تخیل کی وساطت سے جذبات کا حلقۂ اثر وسیع ہو جاتا ہے ہمارے جذبات کو جوش دینے کے لئے کسی صورۃ حالات کی موجودگی لازم نہیں رہجاتی، اگر اصلیتاً اور واقعتاً بائسکوپ کی وجہ سے کوئی خاندان تباہ نہ ہوا ہو تو کیا حرج ہے؟ زید کا متخیلہ، خیالی دنیا میں اس تباہی کا منظر اس کو دکھا سکتا ہے، اور اُس کے اعتقاد کو زیادہ پختہ بنادیتا ہے، ترغیب پر وجدان کے اثر سے بحث کرتے وقت جس مقرر کا ہم نے ذکر کیا تھا اوس کی مثال بھی اس حقیقت کو واضح کردیتی ہے، دشمن کوسوں دور ہے، مگر اوسکے شہر میں آجانیکی خیالی تصویر جذبۂ خوف کو برانگیختہ کردیتی ہے، دشمن کی فتح امکانی حد سے گذر کر تیقن کے درجہ تک ابھی نہیں پہونچی ہے، مگر اس کی فتح کی خیالی تصویر سے ڈراکر لوگوں پر وہی جذبات طاری کئے جاتے ہیں جو اوس وقت ہوتے جبکہ دشمن کی فوجیں شہر کے دروازہ پر کھڑی ہوتیں، غرضکہ ترغیب میں متخیلہ کی بدولت، واقعات کی عدم موجودگی میں اونکی تصویر ہی سے مدد لی جاتی ہے،

جس طرح کہ تخیل کی بدولت، ہماری ترغیب، واقعات کے وجود کی محتاج نہیں رہتی، اسی طرح یہ بھی لازم نہیں رہجاتا کہ جب تک ان واقعات کے نتائج، کا اثر ہماری ذات پر نہو، اس وقت تک ترغیب موثر نہو نہیں اگر ہماری ذات کسی واقعہ کے مضر اثرات سے بری بھی رہے، تب بھی دوسرون کی ذات پر اس کے جو مضر اثرات ہوے ہین اُن کی خیالی تصویر کھینچے یا ہم مین جذبہ رحم وغضب، انتقام وغیرہ کو برانگیختہ کرسکتا ہے اور ہم اپنے آپ کو اس واقعہ کا مخالف بنا سکتے ہین، مثلاً لارڈ بروگم کی تقریرون کو دیکھو، حالانکہ رسم غلامی کے صحیح نتائج سے اہل انگلستان بالکل محفوظ تھے، تب بھی افریقہ کے غلامون کی تکالیف کا خیالی نقشہ کھینچکر، لارڈ موصوف نے اپنے ہموطنون مین جذبات ہمدردی، ترحم اور اخوت کو برانگیختہ کیا اور ان کو ایک معینہ طرز عمل (مثلاً چندہ دینا یا رزولیوشن پاس کرنا) کی ترغیب دی، اگر ہماری متخیلہ مین یہ تاثیر نہوتی تو اخوۃ کا وجود ہی نہ ہوتا، ہندوستان کے مسلمان ہمارے مظلوم مسلمانون کی تکلیف کے خیال سے بے چین نہوتے اور

چیست ہمدردی طپیدن از تب ہمسائگان — از سموم نجد در باغ عدن تڑپان شدن

کا مفہوم ہی نہ رہجاتا،

یہ تو تخیل کا اثر جذبہ اور استدلال پر ہوا، لیکن جذبات بھی تخیل پر اپنا اثر ڈالتے ہین، ایک خوفزدہ شخص (جس پر جذبۂ خوف طاری ہے) کسی خطرے کو آتے دیکھکر، یا کسی آنیوالے خطرات کے خیال سے، اُس کے روکنے اور اپنی حفاظت کے ذرائع کا تخیل کرتا ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ شبہ، بدگمانی، اور حسد کے جذبات سے متاثر ہوکر حضرت انسان کیا کچھ نئی ترکیبین سوچتے، اور جودت طبع کا ثبوت دیتے ہین، جس شخص کے دل مین آتش انتقام بھڑکی ہوتی ہے، اپنے دشمن کو نقصان پہونچانے کے لئے، اسکا متخیلہ کن کن نئی ترکیبون کو نہین سوچتا، زمانہ جنگ مین، دشمن کو غارت کرنے کے لئے جن حیرت انگیز ایجادون سے کام لیا جاتا ہے وہ دراصل جذبۂ خوف ہے جو متخیلہ کے ذریعہ سے اپنی حفاظت (اور دوسرون کی تباہی) کے عجیب وغریب طریقے سوچتا ہے، خلاصہ یہ کہ عمل ترغیب مین ہمارے جذبات تخیل اختراعی سے مدد لیکر، نئے نئے راستے، اور نئی نئی حکمتین اپنی تشفی

کی ڈھونڈ نکالتے ہین،

ترغیب کی نفسیاتی تشریح کا خلاصہ عمل ترغیب کے عناصر ثلاثہ کے متعلق جو کچھ تفصیل کی گئی، اس کا اجمال یہ ہے کہ تینون عناصر جذبی، ذہنی، تخیلی ساتھ ساتھ ترغیب مین کام کرتے ہین، ان تینون کے باہمی انضمام اور انکے متحدہ اثرہی سے "ترغیب" وجود مین آتی ہو اور ہر مکمل ترغیب مین یہ تینون کام دیتے ہین، عنصر ذہنی کی بدولت درک واقعات، یا "صورت حالات" کا صحیح بیان ہوتا ہی، اصول قائم کئے جاتے ہین، اور منطق سے کام لیا جاتا ہی (اگرچہ وہ غلط ہوتی ہی) عنصر تخیلی کی بدولت توضیحات، اور خیالی تصویرین پیش کی جاتی ہین جو ترغیب کو کامیاب بنانے مین مدد دیتی ہین، عنصر جذبی کی وساطت سے افعال پر اثر ڈالا جاتا ہو، اور مجوزہ طرز عمل کی پیروی کرائی جاتی ہی، اس عنصر (جذبی) کی ترغیب مین وہی حیثیت ہو جو بھاپ کی انجن چلانے مین، غرضکہ ایک دوسرے مین مخلوط ہوکر، باہم دگر ایک دوسرے پر اثر ڈالکر، آخر مین یہ تینون عناصر ایک لباس مین نظر آتے ہین، اور وہ "ترغیب" ہے،

ہمارے مذکورۂ بالا بیان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ترغیب کی ایک ہی قسم ہی، غلط ہے، عمل ترغیب کے اجزائے ترکیبی، نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو بے شمار ہین اور جن مختلف اسلوبون سے وہ آپس مین ملکر عمل پیرا ہوتے ہین ان کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہی، ہر عمارت کی اجزائے ترکیبی اینٹین ہوا کرتی ہین، لیکن مختلف ترتیب سے جب یہ اینٹین فراہم کی جاتی ہین، مکان، مسجد، گرجا، مندر، کہلاتی ہین، بعینہ یہی حال ترغیب کے اجزائے ترکیبی کا ہی، وہ اتنی ہی بے شمار ہین جتنے کہ مرد وزن کی اقسام،

لیکن بنظر سہولت ہم نے ترغیب کی تین بڑی قسمین بلحاظ اون کے اہم اجزائے ترکیبی کے قائم کی ہین اور ان مین بھی کمی و بیشی ممکن ہی، کبھی عنصر ذہنی کی زیادتی ہوتی ہی، مثلاً ایسے شخص کی ترغیب جسکی قوۃ استدلال بہت کچھ بڑھی ہوئی ہو، کبھی عنصر تخیلی کی کثرت ہوتی ہی، اور کبھی عنصر جذبی کا پلہ بھاری ہوتا ہی؛ ان تینون عناصر مین سے کسی ایک، یا دو کی زیادتی اور تیسرے کی کمی، یا تیسرے کی زیادتی اور کسی دو کی کمی، یا طریقۂ آمیزش

کا اختلاف، ترغیب کی اقسام مین بھی باہم گر اختلاف پیدا کر دیتا ہو اور یہی وجہ مختلف قومون مین طریقۂ ترغیب کے اختلاف کی ہو، اکثر اور اجڈ گڑھوالیون سے ہم مسلسل دلائل کی توقع رکھ سکتے ہین، ایرانیون، عربون اور بنگالیون کی ترغیب مین جذبی عنصر زیادہ پایا جاتا ہو، وعلیٰ ہذا صنف کے اعتبار سے بھی طریقہ ترغیب مین اختلاف پایا جاتا ہو، عورتون کی منطق بدنام ہی ہو، لیکن یہ اختلافات نظری اور سطحی ہین اور ان کو کلیہ نہین مانا جاسکتا، بہت سے گڑھوالی اکثر بنگالیون سے زیادہ جذبات کے زیر اثر ہو سکتے ہین، بہت سے بنگالیون مین اکثر گڑھوالیون سے زیادہ استدلال منطقی اور ارتباط خیالات پایا جاتا ہو۔ اسی طرح سے، بہت سی عورتین اکثر مردون سے زیادہ دلیل اور منطق عقلی کی اہل ہوتی ہین، غرضکہ ترغیب کو ان تین عناصر کے لحاظ سے مختلف اقسام مین تقسیم کرنا بنظر سہولت ضرور مستحسن ہو، لیکن ساتھ ہی یاد رکھنا چاہئے کہ ان تینون مین سے ہر ایک کی ذیل مین متعدد اقسام آسکتی ہین اور ہر حالت مین ترغیب کی ماہیت بلحاظ ترغیب کنندہ کی انفرادی شخصیت اور اس کے نفس کی حالت مختلف ہو سکتی ہو،

اکثر اوقات ایک ہی فرد مین بلحاظ اختلاف زمان ترغیب کے طریقون مین بھی اختلاف پایا جاتا ہو، کچھ ترغیبین (ایک ہی شخص مین) بہ نسبت دوسرون کے زیادہ مبہم اور غیر ارادی ہوتی ہین، رات کے وقت جب تم بستر پر لیٹے ہوئے نیند کی اُمید مین کروٹین لیا کرتے ہو تو تمہاری ذاتی ترغیبات کیا کچھ عجیب وغریب شکلین اختیار کرتی ہین، ابھی تھوڑی دیر پہلے، رات کے سناٹے مین تم کیا کیا دہشت ناک خیالات مین گھرے ہوئے تھے، تمہاری ترغیبات نفاقی نے تم کو عجیب افسردہ حالت مین ڈالدیا تھا، صبح ہوئی تو سب خیالات کافور ہوگئے، اور تم خوش آئندہ اُمیدین باندھنے لگے، اور اپنی خیالی دنیا کے ہیرو بن گئے، تھوڑی دیر بعد شہر جانیکا اتفاق ہوا تو دنیا ہی نئی تھی، نہ رات کی دہشت ناک باتین تھین، نہ صبح کے خوش آئند خیالی پلاؤ، شہر مین کسی پرانے بیوپاری سے ملاقات ہوئی تو تمام ترکوششین اوسے سمجھاتے، راہ راست پر لانے اور اپنے حسب منشا ترغیب دینے مین صرف ہونا شروع ہوئین، اب تمہاری ذات، تمہارا شعور

وامد ہی، اور ترغیبات کی گوناگونی کا یہ عالم ہی، لیکن باوجود اس قدر اختلاف کے بھی، ترغیب کی ماہیت وہی ہی اور اس کے اجزائے ترکیبی وہی عناصر ثلاثہ ہین، ہر ترغیب مین خواہ وہ کسی قسم کی ہو، یا کسی خاص شخص سے متعلق ہو ہمیشہ کسی نہ کسی مقصد کا وجود پایا جاتا ہی جس کے حصول کی بالارادہ یا نادانستہ طور پر تدبیر کی جاتی ہی، اور اس کے ساتھ ہی ہر ترغیب مین ذہن، متخیلہ، جذبہ، ان تینون کا مخلوط عمل لازمًا ہوتا ہی اب خواہ یہ اختلاط باہمی، غیر مکمل اور غیر موثر ہو یا مکمل اور موثر،

تلخیص و تبصرہ

مدرسۂ السنۂ مشرقیہ، لندن

گذشتہ ماہ مین ٹائمس (لندن) کے تعلیمی ضمیمہ نے "اسکول آف اورنیٹل سٹڈیز لندن" (مدرسۂ مطالعہ علوم مشرقی) کی سالانہ رپورٹ کی تلخیص شائع کی ہو، یہ اسکول اندنون ڈاکٹر (اب سرہین) دی، ڈی، راس سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ (کلکتہ) اور چیف کٹلگر اورنٹل لائبریری (پٹنہ) کے زیر اہتمام ہو، ذیل مین ہم اس رپورٹ کی تلخیص ہدیۂ ناظرین کرتے ہین تاکہ معلوم ہوسکے کہ ہماری السنہ عربی، فارسی، ترکی، اور اردو کیطرف اہل انگلستان کس قدر اعتنا کررہے ہین،

"موجودہ تجارتی حالات اگرچہ بہت کچھ مایوس کن تھے، لیکن پھر بھی اس اسکول نے ان موانع کے مقابلہ مین جو ترقی کی ہو وہ بہت کچھ تسلی بخش ہو، طلبہ کی تعداد ۵۰۴ تھی جو گذشتہ سال سے ۴۶ زائد ہو، ان مین ۳۲۲ مرد اور ۱۳۰ عورتین تھین :

"ان تمام طلبہ کی تعداد مین جنھون نے مستقل طور سے سال بھر تک تعلیم پائی ۱۰۰ کا اضافہ ہوا ہو، تقریباً ۳۰ نے درجۂ سند مین تعلیم حاصل کی، دو ہندوستانیون کو پی، ایچ، ڈی کی ڈگریان دی گئین اور ایک باشندۂ اسکاٹلینڈ نے عربی زبان مین امتیاز کے ساتھ ایم اے کی سند حاصل کی، دو طالب علمون نے اسکول ڈپلومے پائے، اور چار وظیفے دئے گئے"

گجرات وقف کے منتظمین نے ترکی اور چینی زبان کے لئے اپنے ۵۰ پونڈ کے وظائف پھر جاری کئے، اور ۲۵ پونڈ کے وظیفۂ خاص کا بھی اضافہ منظور کیا، اسکول کے ایک طالب علم نے سو پونڈ کا جو وظیفہ اس غرض سے دیا تھا کہ جو طالب علم اس ملک مین جاکر رہے جہان عربی مادری زبان ہو، اور مروج زبان کا مطالعہ

کرے، وہ مس سی، پیڈوک کو دیاگیا ہے، جو اندنون سعرین قصص عام کا مطالعہ کر رہی ہین، ۲۲ امیدوارون کو سرٹیفکیٹ دئے گئے،

"سر ڈینیسین اس کے قابلانہ ودور اندیشانہ انتظام نے مباحث مطالعہ کو بہت وسیع کر دیا ہے، گذشتہ سال ۴۰ زبانون مین تعلیم دی گئی، اور پشتو، فارسی اور موجودہ عبرانی کا اضافہ کیا گیا، برطانی فلسطین کی وجہ سے اس موضوع کی مانگ بھی ہوئی، اور ایک خاص لکچرر مقرر کیا گیا جس کے قیام کے لئے یہودیون نے نہایت فراخ دلی سے مالی امداد بہم پہنچائی، اس مین ۲۲ طلبہ ہین، ہمیشہ کی طرح اس سال بھی عربی کا سب سے زیادہ مطالعہ رہا اور ۵۰ طلبہ نے اس موضوع پر اسباق لئے، گذشتہ سال ان کی تعداد ۴۸ تھی، ایک مجلس عربی قائم کی گئی ہے جس کے ہفتہ وار جلسے ہوتے ہین اور لڑکے عربی مین تقریرین کرتے ہین، مصری، شامی اور عراقی مقررین نے بھی اپنے وسیع معلومات سے اس مجلس کو مستفید کیا، فلسفہ بدھ کے مطالعہ کے لئے بھی ایک انجمن ہے، اور روسی ماہر فلسفۂ ہند شسر بانسکوسی کے قیام انگلستان نے اس کو بہت کچھ فائدہ پہونچایا۔"

"چینی علوم والسنہ کے طلبہ مین بھی ترقی ہوئی ہے، اب ان کی تعداد ۵۵ ہے، گذشتہ سال ۴۲ تھی، جاپانی زبان کے شائق ۳۵ تھے، اور فارسی کے ۲۶، ہندوستانی زبانون مین اُردو سرفہرست ہے، اس کے سیکھنے والون کی تعداد ۵۲ ہے، اس کے بعد بنگالی کا درجہ ہے اس مین ۲۶ طلبہ تھے، ان مستقل درجون کے علاوہ، ان طلبہ کے مطالعہ پر جنکو فوراً دوسرے ممالک مین جانا تھا، عارضی درجے بھی قائم کئے گئے تھے، حکومت سوڈان مین جانے والے افسرون کو تین ماہ کے لئے عربی مین تعلیم دلانی پڑی،

رپوٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے کارخانون نے اپنے ملازمون کو اس مین تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا، ان طلبہ نے بہت زیادہ ذوق وشوق کا اظہار کیا ہے، مشنری طلبہ کی بھی تعداد ۱۰۸ تھی، ان کے علاوہ اکثر مبلغین نے جو رخصت پر آئے ہوئے تھے، اس مین حصہ لیا، ہندوستانی طلبہ بھی معقول تعداد مین موجود تھے، سر راس نے اسی سلسلہ مین لٹین کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے کہا کہ اسوقت جن

بنگالی ان کے مدرسہ مین اپنی مادری زبان کی تعلیم حاصل کر رہے ہین، آپنے اس بات پر زور دیا کہ اگر ہندوستانی طلبہ کو مشرقی تحقیقات کا کام سکھایا جائے تو وہ اس مین بہت کچھ مفید و کارآمد ثابت ہو سکتے ہین ان کا خیال ہے کہ لندن اس وقت ہندوستانی طلبہ کیلئے بہترین میدان عمل ہے"

"اسکول نے لائبریری کی حیثیت سے بھی بہت کچھ ترقی حاصل کی ہے، یونیورسٹی کالج نے اپنی ۰۰۰ ۵ کتابین جو چینی قلمی اور مطبوعہ کتابون پر مشتمل ہین عاریۃً اسکول کو دیدی ہین، اس کے ساتھ مسٹر الیٹ، انڈرسن، کی عطا کردہ چینی کتابون کو بھی ملا لیجئے اور اب یہ کتبخانہ اس حیثیت سے یورپ کی تمام لائبریریون سے بہتر ہوتا جاتا ہے، کنگس کالج سے، مارسڈن لائبریری بھی یہین منتقل کر دی گئی ہے اور بہت کچھ مفید ثابت ہوئی ہے، ان مطبوعہ کتابون کے لئے مشرق کی تمام زبانون کی لاتعداد قلمی کتابین بھی ہین جن سے ابتک باقاعدہ کوئی کام نہین لیا گیا ہے، اسی مین منول ڈی الیڈا کی اتھیوپیا ( ) کا بھی ایک نسخہ ہے، جس کے صرف ایک ہی اور نسخہ کا دنیا کو علم ہے"

لندن کے کتبخانے

لندن کی وسیع آبادی مین بہ کثرت عام کتبخانے، انجمن اخبارات اور مجالس علمی قائم ہین، لیکن اسی وسعت نے خود لندن کے باشندون کو ان چیزون سے ناواقف بنا رکھا ہے، اسی ضرورت کو محسوس کر کے لندن کے ایک اخبار نے عام کتبخانون مین سے چند اہم ترین کے حالات شائع کئے ہین، ہم دائرہ معارف کے ارکان کی واقفیت کے لئے اس کی تلخیص پیش کرتے ہین،

"وسعت لندن کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ وہان کے باشندے اکثر ان چیزون سے لاعلم ہوتے ہین جو شاید ان کے لئے بہت کچھ مفید ثابت ہون، انھین مین کتبخانے بھی ہین، ان کی ضرورت پر اکثر بحث کیجاتی ہے اور اگر شاید ان کے وجود کا علم ہو جائے تو وہ مفید بھی ثابت ہون،

سنٹرل لائبریری فار اسٹوڈنٹس | (طلبہ کا مرکزی کتبخانہ) یہ کتبخانہ طلبہ کو وہ ذخیرہ انسانہ کتابین مہیا کرتا ہے،

جن کی قیمت ۲ شلنگ سے زائد ہو اس کی کوئی مطبوعہ فہرست نہیں ہو سکتی ناظم سے اس کے متعلق ہدایت کی جا سکتی ہے، چونکہ اس کا دار و مدار قومی چندون پر ہے، اس لئے برنگٹ ڈاک کے طلبہ کو کوئی زائد فیس ادا کرنا نہیں پڑتی، اس مین ۰۰۰،۴۶ کتابین ہین ایک طالبعلم ایک کتاب ایک مہینہ تک رکھ سکتا ہے اور خاص اجازت حاصل کرکے یہ مدت ۲ ماہ تک بڑھائی جا سکتی ہے، "طالب علم" کا لفظ ہر اس شخص پر صادق آتا ہے جو سچا شائق علم ہو، چنانچہ ہر شخص چند معتبر آدمیون کی سفارش سے اس سے مستفید ہو سکتا ہے،

کتبخانۂ ڈاکٹر ولیم | اس کو ڈاکٹر ڈینیل ولیم نے ۱۷۱۶ء مین ابتداءً دینیات کی لائبریری کی حیثیت سے قائم کیا تھا، تاکہ وہ اشخاص جو مذہبی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہون اس سے مستفید ہو سکین، چنانچہ اوسوقت اس مین صرف دینیات، مذہبی تواریخ، اور مذہبیات کے متعلق کتابین تھین، لیکن اب تاریخ عامہ، فلسفہ، اقتصادیات، تاریخ السنہ، ادبیات اور قدیم و جدید کلاسک کا اضافہ ہوا ہے، ہر شخص جو ۲۰ سال سے زاید کا ہو وہان سے کتاب ایک ماہ کے لئے مفت حاصل کر سکتا ہے،

گلڈ ہال لائبریری | یہ کتبخانہ بھی بہت قدیم ہے، ۱۴۲۵ء مین ویٹر ڈوہیٹنگٹن اور ولیم بری نے قائم کیا، ۱۵۴۹ء مین لارڈ سمرسٹ کی حریصانہ نظر اس پر پڑی اور وہ اس مین سے تین گاڑی کتابین اپنے محل کی زینت کے لئے سٹرینڈ لیگیا، اس کی واپسی کا وعدہ کبھی بھی پورا نہ ہوا حتی کہ ۱۸۲۴ء مین باقی کتابون ہی کو پبلک کیلئے پیش کیا گیا، اور اس کے ساتھ سیسٹی آف لندن لائبریری کی ۰۰۰،۱ کتابون کو بھی ملا دیا گیا، ۱۸۷۲ء مین، سر ایچ، جونس کی تعمیر کردہ عمارت مین یہ کتب خانہ منتقل کیا گیا اور اس وقت ۵۵،۰۰۰ کتابین موجود ہین، ان مین بعض بہت ہی قیمتی و لاجواب چیزین بھی ہین،

برٹش میوزیم لائبریری | یہ کتبخانہ اس قدر مشہور ہے کہ اس کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے، ہم ناظرین مین اکثر حضرات واقف ہین ۱۸۴۲ء سے قانون کے ذریعہ ہر وہ کتاب جو برطانی حکومت مین شائع ہو اسکا ایک نسخہ اس مین بھیجنا لازمی ہے، ہر شخص یہان جا کر مستفید ہو سکتا ہے، پہلے عمر بھر کے لئے ٹکٹ ملجاتا تھا، لیکن اب

ہر شخص ماہی پر برائے نام اس کی تجدید کردیجاتی ہے،

سائنس لائبریری | سائنس میوزیم کی اس لائبریری مین تقریباً ۰۰۰۰ ۱۱ کتابین اور عام لوگون کے لئے ۱۰ بجے سے ۹ بجے تک کھلی رہتی ہے،

وکٹوریہ البرٹ لائبریری | اس مین ۰۰۰ ۵۰ ۴ کتابین ہین، ڈائس اور فارسٹر کی جمع کی ہوئی کتابین جو ۰۰۰ ۵ ۳ ہزار ہین، اسی مین شامل ہین،

نیو ارالینڈ ٹک لائبریری | یہ کتبخانہ صرف جدید خیالات و معلومات کیلئے قائم کیا گیا، غیر ممالک کے مصنفین کی کتابین بھی موجود ہین، ہر رکن بیک وقت دو کتابین لاسکتا ہے، اسکی فیس ایک گینی سالانہ ہے،

مجلس تعلیم کا کتبخانہ | بورڈ آف ایجوکیشن کا وسیع کتبخانہ بھی عام لوگون کو سفارش پر دیکھنے کی اجازت دیجاسکتی ہے، فروئبیل لائبریری اور مانٹیسری لائبریری مین تعلیم کے متعلق کتابون کا بہترین ذخیرہ ہے،

قومی مجلس صحت | قومی حفظان صحت کی مجلس نے بھی اپنا وسیع کتبخانہ پبلک کے سامنے پیش کر رکھا ہے، اور ہر شخص اس سے مستفید ہوسکتا ہے، البتہ کتابین باہر لانے کے لئے اس کی رکنیت ضروری ہے،

رائل سینٹری انسٹیٹیوٹ | اس کے کتبخانہ مین روزانہ کتابین دیکھی جاسکتی ہین، لیکن کتابون کو باہر لیجانیکا حق صرف ممبرون کو ہے،

کونسل آف چرچ | مذہبیات، تاریخ مذہب، نفسیات وغیرہ کے لئے اس کونسل کا کتبخانہ بہترین ہے، ہر شخص جو انگریزی چرچ کا رکن ہو اور ۵ شلنگ دیتا ہو، یہان سے کتابین لاسکتا ہے،

کرسچین ایویڈنس سوسائٹی | اس مجلس کا کتبخانہ صرف اراکین کے لئے مخصوص ہے، لیکن جو لوگ وہان جاکر پڑھنا چاہین، ان کو سکریٹری ہر قسم کی مدد پہونچانے کو تیار ہے،

اورنیٹل اسٹڈیز اسکول | اس اسکول نے بھی اپنا بیش قیمت کتبخانہ وقف عام کردیا ہے، اور ہر شخص روزانہ ۱۰ بجے سے ۸ بجے تک وہان کام کرسکتا ہے، جو اشخاص کتاب ساتھ لانا چاہین، ان کو ایک پونڈ ایک شلنگ

بطور فیس ادا کردینا پڑیگا،

اس کے علاوہ بہت سے ایسے تجارتی طریق کے کتبخانے ہین جو لوگون کو کرایہ پر کتابین پڑھنے کو دیتے ہین،

اس کے علاوہ خاص خاص سوسائٹیون اور محکمون کی لائبریان جنکو ایک شخص رکن بنکر یا اجازت لیکر استعمال کرسکتا ہی، ان مین انڈیا آفس، محکمۂ خارجیہ، انسٹیوٹ فرنس اور رائرکش سوسائٹی کے کتبخانے قابل ذکر ہین،

اخبار علمیۃ

عیسائی مبلغین جس منظم جوش سے اشاعت مذہب مین منہمک ہین، اس کا پتہ اس سے چلتا ہی، کہ اس وقت انجیل ۵۵۰ زبانون مین شائع ہوئی ہی، ۱۲ زبانون کا اضافہ گذشتہ سال کیا گیا ہی۔

گذشتہ نمائش حیوانات مین ۲۷۰۸ کتے بھی تھے، یہ تعداد گذشتہ تمام اعداد سے زاید ہی، خود بادشاہ سلامت نے بھی اپنے کتے بھیجے تھے اور تین انعامات حاصل کئے؛

اسی سلسلہ مین ہمارے برادران وطن یہ سنکر خوش ہونگے کہ موجودہ ولیعہد سلطنت برطانیہ کو گایون کے پالنے کا از حد شوق ہی، اور ان کی گائے کو اوّل نمبر کا انعام ملا؛

برطانوی حکومت نے گذشتہ عالمگیر جنگ کی مختلف تاریخین لکھوائی ہین، اب وزارت ہوا نے مشہور ماہر اثریات ڈاکٹر ڈی. جی. ہوگرت کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہی کہ وہ ہوائی معرکون کے مفصل حالات قلمبند کرین؛

لیورپول یونیورسٹی نے اپنے یہان ماسٹر آف آرکیٹکچر (ماہر تعمیرات) کی سند کا اضافہ کیا ہے،

گذشتہ ہفتہ مین لندن مین ولیم سوم، کی چاکلٹ کی تشتری جو ۱۶۹۰ء مین بنی تھی، اور آلو کھانیکا ایک پیالہ جو ۱۷۶۰ء مین بنا تھا، بیچا گیا، اوّل الذکر ۴۰ پونڈ مین اور مؤخر الذکر ۴۰ پونڈ مین فروخت ہوا،

حکومت متحدہ امریکہ کا محکمۂ ڈاک تاریک راتون مین ہوائی ڈاک کی آمد و رفت کے لیے، ۶۰ میل لمبے روشنی کی روشنی ڈالنے والے آلے استعمال کرتا ہی جس سے تمام فضا منور ہو جاتی ہی اور ہوائی جہاز نہایت اطمینان سے مشغول پرواز رہتے ہین؛

حال ہی مین لندن کے اسپتالون نے امداد کیلئے ایک متفق اعلان شائع کیا تھا، وہان کی ہمدرد و نبی نوع انسان آبادی نے پانچ لاکھ پونڈ کی مطلوبہ امداد سے ۴۴۰۰۰ پونڈ ادا کر دئے ہین۔ اس مین ۵۰۰۰ پونڈ صرف وہان کے اسکول کے طلبہ کی جمع کردہ رقم ہی؛

رائل انسٹیٹیوٹ آف برٹش ارکٹیکٹس نے تین عورتون کو اپنا رکن منتخب کیا ہی، ٹھیک ۲۲ سالون کے بعد یہ عزت پھر جنس لطیف کے ہاتھ آئی ہی،

گذشتہ ماہ مین دنیا کا سب سے بڑا اہم انداز ہوائی جہاز جو برطانوی ملکیت ہے، پہلی مرتبہ اڑایا گیا، اس کا انجن ایک ہزار گھوڑون کی طاقت رکھتا ہی، ۴۴ امیل فی گھنٹہ سفر کرتا ہی، کئی ٹن بم رکھ سکتا ہی، اور بیک وقت تقریبًا ایک ہزار میل کی مسافت طے کرتا ہی؛

لاسلکی تار برقی کے ذریعہ، تقریر اور موسیقی سے مستفید ہونے کے افسانے ہم سن چکے ہین، امریکہ سے بیٹھکر لندن مین دستخط کرنے کا حال معلوم ہی، لیکن اب اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہی، یعنی اس کے ذریعہ تصاویر بھی لی جاسکتی ہین، اگرچہ ابھی تجربات نے مسافت کا مسئلہ حل نہین کیا ہی، لیکن توقع کیجاتی ہی کہ یہ مشکل بھی دور ہو جائیگی؛

پونڈ یا سٹرلنگ، موجودہ عہد کا وہ واحد سکہ ہی جو ہر بازار مین نہایت آسانی سے چل سکتا ہی، اس کی ابتدا
مین انگلستان مین ہوئی، لیکن اس وقت یہ چاندی کا ایک بڑا ٹکڑا تھا جس مین $\frac{۹۲۵}{۱۰۰۰}$ حصہ خالص چاندی ہوتی تھی،
اڈورڈ ثانی نے آسانی کے لحاظ سے اُسے ۲۰ شلنگ کے حصون مین منقسم کر دیا، اس کے بعد ۴۸، ۹۶ اور ۲۰۰
شلنگ کے سکے بھی رائج ہوئے، برطانی پونڈ مین سب سے زیادہ خالص سونا ہوتا ہی یعنی $\frac{۱۱}{۱۲}$، اس کے بعد ترکی
کا درجہ ہی، اس مین بھی $\frac{۱۱}{۱۲}$ سونا ہی، لیکن امریکن پونڈ مین صرف $\frac{۹}{۱۰}$ ہی،،
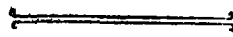
انگلستان نے خواتین کو وکالت کی اجازت دیکر قانون دانون کی ایک نئی جماعت قائم کی ہی، اس
وقت تک ۱۷ عورتین مختلف عدالتون سے سند حاصل کرکے اس پیشۂ شریف مین شریک ہو چکین ہین، ان مین
ہندوستان کی بھی ایک قانون دان مس تاتا ر وشید بھی ہین، یہ دنیا کی دوسری خاتون ہین جنکا لنکولن ان مین
داخلہ منظور کیا گیا ؛

نسوانی ترقی کا ایک قدم آگے بڑھتا ہی، اور مس الن کسٹ، دنیا کی پہلی رکن صنف نازک کی حیثیت سے
رائل کالج آف وٹیزی سرجنس (مدرسہ بیطاری) مین داخل ہوئی ہین، جانورون کو خوش ہونا چاہئے کہ اب
وہ بھی، اس دست مسیحائی سے مستفید ہونگے جن کے لئے ہمارے بہت سے مشرقی شاعر اپنے کو بیمار بنانا فخر سمجھتے تھے
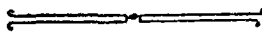
موٹرون نے جس سرعت کے ساتھ وسائل رسل ورسائل پر اپنا قبضہ کیا ہی، اس کا اندازہ اس سے
ہوسکتا ہی کہ کرائڈن مین اس وقت صرف ۴۰ گھوڑا گاڑیان ہین، ان کے مقابلہ مین موٹرون کی تعداد
۵۵۶۶ ہے ؛

تمدن جدید کے موجودہ مرکزون مین، اچانک موت کے لاتعداد واقعات نے اہل سائنس کو اس کے اصل اسباب کے دریافت کی طرف متوجہ کر دیا تھا، اور انھون نے تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہو کہ ٹین کے ڈبون مین بند کرتے وقت اگر ذرا بھی گنجائش رہجاتی ہو، تو اس خلا کی وجہ سے ایک زہر پیدا ہو جاتا ہو جس کے صرف چند قطرے تمام انسانون کو ہلاک کر دینے کے لئے کافی ہین؛

پروفیسر ایس، ڈبلو، پر نے الینائس یونیورسٹی کے دار تجربہ مین ایک ایسی دھات تیار کی ہو، جو بلیٹنیم کا بدل ہو سکتی ہو، یہ نئی شے، نو مختلف دھاتون سے ملکر بنتی ہو، اور اس قدر سستی ہو کہ اگر پہلے ۶۰۰ پونڈ پلیٹنیم مین خرچ ہوتے تھے تو اس مین صرف ۱۲ شلنگ لگینگے،

طباعت کی ارزانی نے کاغذ کے استعمال کو اس قدر بڑھا دیا تھا کہ خطرہ تھا کہ کہین کاغذ کم نہ ہو جائے، لیکن اب ایک خاص طریقہ ایجاد کیا گیا ہو جس کے ذریعہ پرانے اخبارات کی سیاہی دور کر کے ان کو دوبارہ استعمال کیا جا سکتا ہے

آج تک، آگ بجھانے کے لئے دو چیزین کام مین لائی جاتی تھین، پانی اور خاک، لیکن دونون کا ہر وقت اور ہر جگہ مہیا ہونا مشکل تھا جرمن سائنس دانون نے اسے بھی حل کر دیا ہو، انھون نے ایک خاص پوڈر کے کارتوس بنائے ہین جو معمولی کارتوسون کی طرح عام پستولون سے چھوڑے جا سکتے ہین اور ان کے اندر کا سفوف بہت جلد خود سے آگ پر حملہ آور ہو کر اس کی غضبناکی کو کم کر کے، اس کو سرد کر دیتا ہو،

ڈاکٹر برفت اور لسبرگ نے ایک ایسی دوا معلوم کی ہو جسکا استعمال، چیچک کے داغون کو بہت جلد دور کر دیتا ہو یہ دوا پچکاری کے ذریعہ بدن مین پہنچائی جاتی ہو اور اس کا اثر سب سے زیادہ آنتون پر ہوتا ہو،

بعض زمینون مین خاص قسم کے کیڑے ہوتے ہین، جو کاشت کو یکسر برباد کر دیتے ہین، اب ایک دوا معلوم ہوئی ہی جس کو تین مرتبہ سال مین زمین پر چھڑکنے سے یہ کیڑے مرجاتے ہین، ایک گیلن دوا ۸۶۰۰ مربع زمین کے لئے کافی ہی، اور اس کے استعمال کے تین مختلف اوقات، مئی، جون اور ستمبر ہین ؛

شرلاک ہومز کے افسانون مین، ہم سگرٹ کی راکھ کے ذریعہ مفید نتائج کے قصے پڑھ چکے ہین، لیکن اب ایک بڑے محقق جرائم نے بتایا ہی کہ یہ صحیح ہی اور اس سے واقعۂ جرم اور مجرم کے حالات کے یقین مین بہت مدد ملتی ہی،

یہودیون کے متعلق ہم سنتے آئے ہین کہ وہ بہت دراز عمر ہوتے ہین، اہل سائنس نے ان کے جو اسباب بتائے ہین وہ یہ ہین کہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہوتی ہی، ان کا طرز معاشرت، حفظان صحت کے اصول پر ہی اور ان کی غذا مضر صحت نہین، لیکن یہ خوبیان صرف ان یہودیون مین ہین، جو بنی اسرائیل کے خاندان سے ہین، ورنہ عام یہودی جو یورپین طرز تمدن مین رنگ گئے ہین، وہ بھی ہمارے ہی طرح تمام خرابیون کے شکار ہ

ان دنون صنعت و حرفت کی طرف ہر ملک نے خاص توجہ مبذول کی ہی، ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیان بھی، اس کی طرف مائل ہین، اس سلسلہ مین انگلستان کی ترقی کے اعداد ہمارے لئے سبق آموز ہونگے ؛

سنہ	تعداد طلبہ	تعداد اساتذہ
سنہ ۱۳-۱۹۱۲ء	۲۶۴۲۱۲	۲۰۰۰
سنہ ۲۲-۱۹۲۱ء	۲۸۶۴۶۰	۴۰۰۰۰

ن چالیس ہزار اساتذہ مین ۴۲۲۰۴ ایسے ہین جو اپنا تمام وقت انھین مدارس مین گذارتے ہین،

انگلستان کی ابتدائی تعلیم کا حال ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا،

	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۱۴ء	سنہ ۱۹۲۱ء
طلبا پبلک ابتدائی اسکول	۶۸۲۰۸۲۷	۷۰۱۷۴۰۸	۷۰۹۳۳۰۰
" مدارس خاص	۲۴۴۰۷	۲۵۵۱۱	۳۸۳۴۴
" مدارس دیگر	۸۱۶۵	۷۱۷۳	۵۱۶۴
میزان	۶۸۵۳۴۰۹	۷۰۵۳۰۹۲	۷۱۳۶۸۰۸

ڈاکٹر نکلسن کو اسلامی تصوف سے جو شغف ہے وہ ان کی مشہور کتاب کی صورت مین ہمارے سامنے ہے، گذشتہ
ماہ مین کیمبرج یونیورسٹی نے ان کی دوسری کتاب "دی آئڈیا آف پرسنلیٹی ان صوفی ازم" (The idea of personality in Sufism)
شائع کی ہے، یہ ان کے تین لکچرون کا مجموعہ ہے،

اس سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ یورپ نے بھی اپنے تصوف کی طرف توجہ کی ہے، اور حال ہی مین
"وسٹرن مسٹیسزم" (Western Mysticism) کے نام سے ایک ضخیم کتاب ہمارے سامنے ہے،

ایل یونیورسٹی عنقریب ابن عبد الحکم کی تاریخ فتوحات مصر و افریقہ و اندلس کو لندن، پیرس اور لیڈن
کے قلمی نسخون سے موازنہ کرکے شائع کرنے والی ہے، اس کامیابی کا سہرا یونیورسٹی کے استاد علوم سامیہ چارلس
ٹاری کے سر ہے، فتوح مصر، ابتدائی اسلامی تاریخ کے لحاظ سے اہم ترین کتاب ہے، تیس سال سے اس کے

شائع کئے جانے کی کوشش کیجارہی تھی، اور اب کہین جاکر یہ محنت ٹھکانے لگی ہی،

نیویارک کی آبادی جس سرعت سے بڑھ رہی ہی اس کو دیکھتے ہوئے، یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ اگر یہی رفتار قائم رہگئی تو ایک سو سال بعد اُس کی آبادی . . . . . . ، ہم تک پہنچ جائیگی، یہ تعداد تمام برطانوی جزائر سے زائد ہے،

عورتین جس استقلال و آہستگی سے مردون کے پیشون پر قبضہ کررہی ہین، اس کی بین مثال یہ ہے، تقریباً ۰۰ ۴ مختلف پیشون مین سے صرف ۲۳ ایسے رہ گئے ہین، جن کو جنس لطیف کی شمولیت کا فخر حاصل نہین ہے، اعداد ذیل یقیناً دلچسپی سے پڑھے جائینگے،

نام پیشہ	تعداد خواتین
قانون، وعدالت	۱۰۳۰
چرچ	۱۰۸۷
فنون لطیفہ	۱۴۹۱۷
طبابت	۷۲۱۹
دندان سازی	۱۰۲۹
تعمیر	۱۱۱۷
انجینیری	۴۱

صرف ممالک متحدہ امریکہ مین ۵۱۱۹۵۷۰۸ عورتین مختلف پیشون مین کام کرتی ہین،

غریب جرمنی کے مالی، معدنی اور علمی خزانہ سے جس طرح فاتح اقوام ایک ایک پائی وصول کر رہی ہیں اُس کی ایک عجیب صورت یہ ہے کہ اطالوی حکومت نے جرمنی سے معاہدہ کیا ہے کہ وہ تاوان کی رقم میں سے ۰۰۰۰۰ ۴ طلائی مارکوں کی کتابیں جرمنی سے لے لیگا، یہ خریداری تمام گذشتہ اعداد کو پس پشت ڈالدیگی،
اسی کے ساتھ، آسٹریا کے شہنشاہ فرانسس جارث کا مشہور قدیم و قیمتی کتبخانہ بھی جس میں دس ہزار کتابیں ہیں اطالیہ پہونچ جائیگا،

ہندوستان میں عیسائیت جس سرعت سے پھیل رہی ہے اس کا اندازہ گذشتہ مردم شماری سے ہو سکتا ہے، سنہ ۱۹۱۱ء میں ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد صرف ۰۰۰، ۷۰۶، ۳ تھی لیکن سنہ ۱۹۲۱ء میں ۰۰۰، ۸۰، ۴ ہوگی، یعنی ۰۰۰، ۸۷، ۰ یا ۲۲۰۰ فی صدی کا اضافہ ہوا، اگر یہی رفتار باقی رہگئی تو ان کی ترقی کا اندازہ خود کر لیجئے،

کناڈا کے اسپائن کلب نے طے کیا ہے کہ وہ وہان کی بلند ترین چوٹی مونٹ لوجن (۲۰۰۰۰ فٹ) پر ایک مہم روانہ کریگا،

بڑی گھڑیوں میں پنڈولم کو خاص درجہ حاصل تھا یہ گلیلیو کی ایجاد و یادگار تھی، لیکن موجودہ ماہرین نے اب اس کی ضرورت بھی باقی نہیں رکھی ہے، اور بجلی کے لہر سے یہ کام لیتے ہیں، ان گھڑیوں میں کنجی دینے کی زحمت بھی نہیں رہی، ہماری خادمہ بجلی اس فرض کو بھی انجام دیتی ہے،

ادبیات

حقائق حیات

غزل مسلسل حضرت شاد عظیم آبادی

نہ کر یہ دعویٰ عیان کہ معدوم محض تو ہوگا ۔۔۔ برنگ سبزۂ نوخیز پھر نمو ہوگا

زمین سے اُگتے ہین جیسے نبات مت منکر ۔۔۔ ترا ظہور یون ہی اسے خجستہ خو ہوگا

وہ جزو لاتجزّیٰ جو تخم ہے تیرا ۔۔۔ وہ تخم بڑھ کے یہی جسم ہو بہو ہوگا

ملیگا "حیات" تجھے اور یہ ہوگا اس کا فیض ۔۔۔ مقام جس کا قریب رگ گلو ہوگا

یہ "حیات" ہی جو حقیقت مین عکس روح الروح ۔۔۔ یہ تم مین ہو کے ہم، آیا تو تجھ مین تو ہوگا

وہ روح شمع بھی، خورشید بھی، سمندر بھی ۔۔۔ اسی کی لو ہو ضیا ہو کہ موج تو ہوگا

غرضکہ پھول سا یہ جسم جب ہوا تیار ۔۔۔ عیان یہ "حیات" بھی مانند رنگ و بو ہوگا

حریم قدس مین اس وقت ہوگا تو داخل ۔۔۔ ترا بھی مسکن و ماوا مقام ہُو ہوگا

اسی کی ذات مین ہو جائیگا فنا پھر تو ۔۔۔ ترا معاملہ تب جا کے ایک سو ہوگا

نہ پوچھ جبکہ تجھے ہوگا وصل یار نصیب ۔۔۔ مرقع دو جہان تیرے روبرو ہوگا

سرور محض و بقائے دوام و علم لدن ۔۔۔ صفات و ذات مین پیدا الصمد غلو ہوگا

وہ جا ملیگی تجھے جسپہ سو بہشت نثار ۔۔۔ کہین بہشت پہ فوق اے خجستہ خو ہوگا

اسی پہ ناز ہے زاہد بہشت مین ہے کیا! ۔۔۔ یہی کہ مجمع حوران ماہ رو ہوگا

خیال دل سے ہٹا ایسی مادیت کا ۔۔۔ دگرنہ مورد ایراد عقل تو ہوگا

غذا نہ کردہ رہا گر کثیف جامہ تن | لباس نفس بھی محتاج شست شو ہو گا
تعصب و حسد و کینہ و دل آزاری | اسی قبیل کا عصیان ترا عدو ہو گا
بچا نہ تو اگر اس قسم کے گناہون سے | تو یاد رکھ کہ معذب ضرور تو ہو گا
یہی گناہ مرض بن کے پھر ستائینگے | نہ وقت عذر نہ یارائے گفتگو ہو گا
یہ وہ گناہ ہین دل کو کثیف جو کردین | یہی برے تو بشر مر کے زاد رو ہو گا
یہی بنینگے ترے حق مین عقرب و افعی | خود اپنی آگ مین خاک ای کمینہ خو ہو گا
فرشتے یعنی قوی تیرے جو سعید ہین وہ | کبھی نہ ان کو ترا پاس آبرو ہو گا
گمان یہی ہو کہ ایک مدت طویل کے بعد | جو تو رہا بھی بصد شوق و آرزو ہو گا
انھین نجوم مین ہین بے شمار دنیائین | پہونچ کے تو وہین آوارہ کو بکو ہو گا
یہ اس لئے ہو کہ باقی کثافتین مٹ جائین | بغیر اس کے نہ انسان فرشتہ خو ہو گا
عجب نہین ہو جو تبدیلیان وہان بھی ہون | پس از زمانہ بسیار پاک تو ہو گا
سمجھ نہ اس کو تناسخ، یہ وہ مسائل ہین | کھلین گے اس پہ جو عرفان کا راز جو ہو گا
معاف کر دی تجھے پہلے ہی یہ د ممکن | کہ آخر اس کا کرم بھی تو حیلہ جو ہو گا
کہے پکار کے یون "آ گناہ گار مرے | کرون جو عدل تو رسوائے خلق تو ہو گا"
"کرم مرا ہی وسیع اس لئے ترے حق مین | معین و یاور امید و آرزو ہو گا"
"نہ کانپ خوف سے رہ مطمئن مرے پیارے | ترا مقام بھی اب سے مقام ہو ہو گا"
یہ سنکر اپنی خوشی کا جو کر اندازہ | کہ اپنے جامۂ تن مین نہ مین نہ تو ہو گا
جب اس بہشت مین ای یار ہو گا تو داخل | سرور محض کا مرکز جو ہو بہو ہو گا
بلند ہونگے کہین نغمہ ہائے خیل طیور | کہین ہجوم حسینان خوش گلو ہو گا

غرضکہ جتنے لذائذ ترے خیال مین ہین　　ہر ایک حاضر و موجود و پیش رو ہو گا

یہ استعارے ہین تاکہ تو سمجھ لے جلد　　کہ چکھ چکا، متاثر ضرور تو ہو گا

غرض بہشت کی کیا خوبیان بیان کرون　　علی الخصوص مکین جس مکان مین تو ہو گا

جو اپنے شاد کو ڈھونڈیگا تو وہین وہ بھی　　غزل سرا کسی گوشے مین قبلہ رو ہو گا

ٹھر ٹھر کے بصد درد دھن مین پیلو کے　　غزل یہ ورد لب اور پاک باوضو ہو گا

زندان احمد آباد مین ایک زبان حقیقت بیان

مرا ایمان عجب کیا ہی جو ایمان تصوف ہے　　تصوف جان مذہب، عاشقی جان تصوف ہے

گناہ اپنا نہین ثابت خطا کی پھر بھی ہین قائل　　ادب کا ہی یہی شیوہ یہی جان تصوف ہی

ادب اک دوسرا ہی نام عشق روح پرور کا　　جو رام عشق ہی جو زیر فرمان تصوف ہی

تعلق حسن[1] و حق مین بھی ہی "العشق ہو اللہ" کا　　یہی تو اصل دین و رمز پنہان تصوف ہی

گذر کر راہ پیچا پیچ قدر و جبر سے حسرت　　یقین اپنا مقیم شہر عرفان تصوف ہی

غزل عزیز

ہی ترے سایہ مین نازان رخ چمن پرور　　دراز عمر تری کاکل شکن پرور

نبھیگی حضرت ناصح سے کس طرح مجھسے　　مین اپنے عشق پہ مغرور وہ سخن پرور

فنا کے بعد بھی ہی احتیاج خلعت نو　　ضرورت کفن اب بھی ہی تجھکو تن پرور

نبھیگی آپ سے کیا حضرت عزیزان سے　　اگر ہین آپ سخنور تو وہ سخن پرور

---

[1] یعنی "العشق ھو اللہ" کی طرح "الحق ھو الحق" بھی رموز تصوف مین سے ہی۔　　"حسرت"

باب التقریظ والانتقاد

خلافت موحدین

مشرقی اسلامی ممالک یعنی بغداد، ہندوستان و ترکستان سے لیکر مصر تک جو ممالک تھے اور جن کا علمی اور سیاسی مرکز بغداد تھا، وہاں علوم عقلیہ کی اشاعت اور ترقی کے ساتھ ساتھ مذہبی عقائد کی رونگشتی اور بڑھتی رہی، اور اس کا زمانہ دوسری ہی صدی ہجری سے شروع ہوگیا، لیکن مغربی ممالک یعنی تونس، قیروان، مراکش اور اندلس میں جنکا علمی اور سیاسی مرکز قرطبہ، غرناطہ اور فاس تھا، وہ پانچ صدیون تک برابر اسلام کی سادہ تعلیم پر قانع رہے، اور حدیث و فقہ و تفسیر و قرآت کا وہان بیشتر دور دورہ رہا، امام مالک بن انس کے فقہی و کلامی مجتہدات و اصول ان میں جاری تھے، گویا فقہی حیثیت سے وہ مالکی اور عقائد کی حیثیت سے وہ محدثانہ علم کلام و عقائد کے پیرو تھے،

ادھر مشرقی ممالک مین محدثانہ کلام و عقائد کے بعد اعتزال پیدا ہوا، اس کو رونق رہی، پھر انھین معتزلہ مین سے چند معتدل خیالات کے علما نکلے جنھون نے ایک نئے کلامی فرقہ کی نیاد ڈالی، جو اپنے بانی اول امام ابوالحسن اشعری کی نسبت سے اشعری مشہور ہے، علامۂ باقلانی، امام الحرمین، استاذ ابن فورک، امام ابو اسحاق شیرازی وغیرہ اس فرقہ کے اپنے اپنے زمانہ مین علمبردار تھے، امام الحرمین کی درسگاہ سے امام غزالی پیدا ہوئے، جو خود تو بقول ابن رشد نہ اشعری تھے، نہ معتزلی تھے، نہ صوفی تھے نہ سلفی تھے، مگر تمام دنیا کو انھون نے اپنے زور قلم سے اشعری بنا دیا، اور اس اشعریت نے یہ رتبہ حاصل کیا کہ وہ اسلام کا مرادف ہوگئی اور سلف صالحین کا پرانا سادہ اور صاف اصول اعتقاد شرک و کفر قرار پایا کہ اس سے خدا کا جسم ہونا، متحیز ہونا، حادث ہونا اور خدا جانے کیا کیا لازم آتا تھا،

محمد بن تومرت، نام ایک بھولا بھالا سیدھا سادھا مغربی نوجوان ممالک مغربی سے نکلکر طلب علم کیلئے مشرقی ممالک مین آیا، اور امام غزالی کی درسگاہ مین داخل ہوا، اور یہان اشعری عقائد کے مطابق مسلمان بنا، اور اس نئے فرقہ کے جوش ایمان اور ولولۂ دین کو لیکر اپنے وطن کو واپس گیا، اور وہان مجدد و مہدی بنکر قدیم سادہ اسلامی خیالات کی تردید مین زور قلم کے ساتھ زور بازو بھی صرف کیا، اور بربری قبائل کو رام کرکے ایک نئی اسلامی حکومت کا سنگ بنیاد رکھا، ابن تومرت تو جلد مرگیا، مگر اس کا جانشین عبد المومن، اس سے زیادہ باہمت، باتدبیر اور منتظم کار نکلا، اس نے اس سلطنت کو اس طرح استوار اور مضبوط کیا، کہ صدیون تک اس کی دیوارین حوادث کے سیلاب وطوفان کا مقابلہ کرتی رہین، اور اشعریت اس سلطنت کا سرکاری مذہب قرار پایا، لیکن اس کا نام یہان توحید رکھا گیا، اور اس کے پیرو موحدین کہلائے،

عقائد کی بحث کو چھوڑ کر واقعہ یہ ہے کہ اس نئے فرقہ کے جوش و ولولے نے اور بربریون کی نئی اور تازہ دم سیاسی اور فوجی طاقت نے اسلام کو جو یہان اموی خلفار کی بربادی اور عربون کے ضعف سے کمزور ہوگیا تھا، از سر نو زندہ کردیا، اور پھر نئے طریقہ سے صدیون تک اسلام مراکش سے لیکر اسپین تک طاقتور ہوگیا،

علامہ عبد الواحد مراکشی جو چھٹی صدی کے اواخر مین یعنی ۵۸۱ھ مین مراکش مین پیدا ہوئے تھے، اور فاس اور اندلس مین علوم کی تحصیل و تکمیل کی تھی، انھون نے "المعجب فی تلخیص اخبار المغرب" کے نام آل موحدین کی حکومت کی تاریخ لکھی تھی، اور آغاز کتاب مین سلسلۂ سخن کے لئے اندلس کی ابتدائی اسلامی تاریخ بھی شامل کردی تھی،

ڈاکٹر ڈوزی، جو عربی ادبیات و تاریخ کے عالم تھے اور اپنے عہد کے سب سے بڑے مستشرق تھے، اور متعدد اسلامی کتابون کے مصنف ہین ان کو المعجب کا ایک قلمی نسخہ لائیڈن کے کتبخانہ مین اتفاق سے مل گیا، جس کو انھون نے بڑی محنت اور عرقریزی سے ۱۸۴۷ء مین یعنی اس وقت جب ہندوستان مین عام مسلمان اندلس کے نام سے بھی شاید واقف نہ تھے، اس کو ٹائپ مین چھاپکر شائع کیا، آخر مین اسمار اور

اعلام کی فہرست بڑھائی، نامون کی تصحیح کی، اس کے بعد اس نسخہ سے نقل ہوکر مصر مین اس کے دوسرے نسخے شائع ہوئے اور اب یہ دونون اڈیشن مصر و یورپ اور ہندوستان مین بھی ملتے ہین،

شاید دسمبر کے معارف مین ہم نے لاہور کے "عاشق اندلس" خاندان کا تذکرہ کیا تھا، جو اردو زبان مین اندلس و مغرب کی تمام علمی یادگارون کی تاریخ کو منتقل کرنا اپنا فریضۂ زندگی جانتا ہی، آج اسی خانوادہ کے ایک اور رکن مولوی نعیم الرحمان صاحب ایم اے پروفیسر عربی مدراس یونیورسٹی کا ذکر کرنا ہی، پروفیسر صاحب نے دو برسون کی محنت مین ڈوزی کی شائع کردہ تاریخ معجب کا اردو مین ترجمہ کیا، اور **خلافت موحّدین** کے نام سے اس کو ٹائپ مین شائع کیا ہی،

کتاب مین عربی اشعار بکثرت ہین، مگر مترجم نے ان کا ترجمہ نہین کیا، اور مقدمہ مین اس کیلئے معذرت کی ہی، لیکن میرے خیال مین اگر ان کا بھی ترجمہ کر دیا جاتا تو اردو خوانون کو عربی شاعری کا نمونہ بھی نظر آجاتا اور شاید ان بلا ترجمہ عربی اشعار کے جابجا آجانے سے جو ان کو الجھن ہوتی وہ دور ہو جاتی،

ترجمہ تمامتر سلیس، با محاورہ اور دلچسپ ہی، کتاب کی ترتیب اور اشاعت مین خاصی خوش مذاقی کا ثبوت دیا گیا ہی، ٹائپ کی وجہ سے کتاب بھی بارونق اور مرعوب کن نظر آتی ہی، ابواب اور فصول کے بنانے مین اور پارے (پیراگراف) کے توڑنے مین بھی سلیقہ سے کام لیا گیا ہی، غرض یہ ترجمہ بہمہ وجوہ قابل قدر ہی اور اردو ادبیات مین عمدہ اضافہ ہی،

عربی نامون مین الف لام کا استعمال گو اہل یورپ کی تقلید ہی، مگر اردو مین وہ ثقیل معلوم ہوتے ہین، مترجم نے دوزی صاحب کے نسخہ سے نقل کرکے اپنی تجدید محنت کے ساتھ آخر کتاب مین نامون کے اعراب کا ضبط، اشخاص و بلاد اور کتابون کے نامون کی فہرستین بھی الحاق کی ہین، مگر ایک دو جگہ تلاش کرنے سے ہمین معلوم ہوا کہ صفحات کے اعداد مین کہین کہین غلطیان ہین، مثلاً صفحہ ۱۹۰ مین المسالک و الممالک ابوعبید بکری، المسالک والممالک ابن خردازبہ، المسالک والممالک ابن حوقل کے حوالے ہین، مگر صفحہ ۱۹۰ مین

صرف پہلی کتاب کا تذکرہ ہو اور بس!

اُمید ہو کہ اسلامی تاریخ کے قدردان، اور اردو ادبیات کی ترقی کے خواہان پروفیسر نعیم الرحمان صاحب کی اس پہلی علمی محنت کی عملی تحسین کرینگے، لکھائی چھپائی صاف عمدہ، ضخامت تقریباً ۱۰۰ صفحہ، موزون متوسط تقطیع، مجلد، قیمت عہ، پتہ: مولوی معتقد ولی الرحمان صاحب، نصیر کالج، ربانی روڈ لاہور،

مطبوعات جدیدہ

تاریخ القرآن، مولنا حافظ محمد اسلم جیراجپوری، استاذ تاریخ جامعہ ملیہ نے کئی سال ہوئے قرآن مجید کے نزول اور جمع و ترتیب کی تاریخ لکھی تھی، وہ اڈیشن ختم ہوگیا تھا، اب انھون نے اپنی اسی کتاب کو جدید اضافون اور حذف و تہذیب کے بعد دوبارہ شائع کیا ہے، اس دفعہ انھون نے اول اور آخر مین کئی ابواب بڑھائے ہین، عربی خط، وحی و الہام، قرآن و حدیث کا فرق، نزول قرآن، کفار اور استہزائے قرآن، ترتیب قرآن ربط آیات، حفاظت قرآن، جمع قرآن، مصحف عثمان، شیعہ اور قرآن، اختلافات قرأت، اعجاز قرآن، حروف مقطعات، بحث نسخ، دیگر کتب آسمانی، تراجم قرآن، قرآن کا پایۂ علمی، مقبولیت و اشاعت قرآن، مدنیت قرآن اس کتاب کے فصول و ابواب ہین، اور ہر ایک پر مختصر گفتگو کی ہے، پہلے اڈیشن کی طرح اس اڈیشن کے متعلق بھی ہم جناب مؤلف سے عرض کرینگے کہ ہر فصل پر اس سے زیادہ مفصل اور مدلل بحث کی ضرورت ہے، شاید مولنا نے اس کے نصاب تعلیم مین داخل ہونے کے خیال سے اختصار کلام کو مناسب سمجھا ہے، کتاب بہرحال اردو مین مفید ہے، اور عام طلبہ کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، ۲۶۰ صفحات، قیمت عہ، پتہ: شعبۂ تالیف جامعہ ملیہ، علی گڈھ،

آیات خلافت، مولوی مفتی محمد حبیب الرحمان صاحب بدایونی نے اس نام سے قرآن مجید کی ان آیتون کی تفسیر لکھی ہے جن مین خلافت کا ذکر ہے، مقدمہ مین خلافت اسلامیہ کی مختصر تاریخ اور شرائط خلافت کی نسبت لکھے ہین، عام مسلمانون کو خلافت کا مفہوم سمجھنے کے لئے یہ رسالہ مفید ہوگا، ۷۵ صفحات، قیمت ۸ر، پتہ: دار التصنیف بدایون،

بادل کے بچے، علم کائنات جویہ یعنی برق و باد و ابر و برف وغیرہ طبعی مسائل کو بچون کے سمجھانے کے لئے افسانہ کی صورت مین ایک انگریزی کی ابتدائی کتاب کا ترجمہ، پروفیسر فیروز الدین صاحب مراد

استاد دینیات مسلم یونیورسٹی نے کیا ہے، اور بادل کے پیچھے، اس کا نام رکھا ہے، اصل کتاب مین صرف اس قدر دق کیا ہے کہ نام اسلامی اور طرز گفتار ہندوستانی کر دیا ہے چودہ بابون مین مسائل کی تشریح کی ہے، اسلوب بیان سہل اور بچون کے لئے دلپسند ہے، چھوٹی تقطیع، ۱۰ صفحات، قیمت ۴ر مترجم صاحب سے ملیگی،

آزادی ہند، سی، ایف، انیڈریوز کے ایک انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ، سہیل نگینوی صاحب رکن دار الترجمہ جامعہ ملیہ علی گڈھ نے اس نام سے کیا ہے، جس مین بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کی قومی آزادی کا کیا مفہوم ہے اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے، ۲۰ صفحات قیمت شاید ۱ر شعبۂ تالیف جامعہ ملیہ علی گڈھ،

ٹریڈ یونین، لاہور مین مزدور پیشہ طبقات کو باقاعدہ منظم کرنے کا خیال چند صاحبون کو ہوا ہے، جن مین پیش پیش جناب غلام نبی خان اور غلام حسین صاحب ایم اے ہین، جو اپنے قلم و دماغ سے اس تحریک کو پھیلانا چاہتے ہین، انقلاب نام ان کا اخبار، رسالہ بھی ہے اور متعدد رسائل بھی انھون نے اس باب مین لکھے ہین، پیش نظر رسالہ مین ہندوستانی مزدورون کو متحد کرنے کی دعوت دی ہے، اور جابجا اپنی انجمنین بنانے کا مشورہ دیا ہے، قیمت ۱ر

جمہور کا سوراج، یہ رسالہ بھی، جناب غلام نبی خان صاحب کی تحریر ہے اس مین یہ دکھایا ہے کہ مزدوری پیشہ لوگ کیسا سوراج چاہتے ہین، اور ملکی حکومت کا نظام کیا ہونا چاہئے؛ قیمت ۱ر یہ دونون رسالے "اصلاح بک ڈپو" لاہور سے ملینگے،

جامعہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ کے طلبہ کا ماہوار رسالہ ہے، ابھی صرف پہلا نمبر نکلا ہے، اس کو دیکھکر امید ہوتی ہے کہ یہ اردو رسائل کی صف مین اچھی جگہ حاصل کریگا، لیکن ہم کو یہ مشورہ دینا ہے کہ جامعہ کے رسالہ کو نہ صرف کیف ما اتفق چند مضامین نظم و نثر کا مجموعہ ہونا چاہئے بلکہ کسی خاص مطمح نظر اور نصب العین کو پیش نظر رکھکر اس کے مطابق اور اسی معیار کے ساتھ رسالہ کو چلانا چاہئے، ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ طلبائے جامعہ کی اس قلمی جد و جہد کی قدر کرینگے، ۵۶ صفحات ۲۰×۲۶ تقطیع، قیمت للعہ سالانہ، شعبۂ تصنیف جامعہ ملیہ علی گڈھ

دیوان حمید، مولٰنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامہ منظوم، خاص نادری زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ ۸ر

مولٰنا سید سلیمان ندوی،

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے بنی اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحات ۲۵۱ عہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۲ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ عمر

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکوں اور کتبوں سے اسکا ثبوت ۸ر

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ۱۴ر

مولٰنا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۴۵۰ قیمت ہے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کرام کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارناموں کی تفصیل صفحات ۵۰۰ قیمت للعہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عہ غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلز آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد عہ

مذہب و عقلیات، اس میں پرزور دلائل اور مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے،

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عہ

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی ارتقا کی تشریح کی ہے

قیمت جلد اول سے، جلد دوم عہ

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نایاب تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ [illegible]

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

کتبخانہ دار المصنفین اعظمگڑھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ سے للعہ

الیضاً حصہ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ سے عہ

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ر

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ عہ

سیرۃ النعمان، امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہادات و مسائل عہ

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز وعہد کا ذکر

الیضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور ر

الیضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور عہ

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

الیضاً حصہ پنجم فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ عہ

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو ۸ر

سفرنامہ مصر و شام، مطبوعہ معارف پریس عہ

موازنۂ انیس و دبیر، میرانیس کی شاعری پر ریویو عہ

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات عہ

سفرنامہ دوم مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات، عہ، عہ، ۱۲ر

علم الکلام، مسلمانون کے علم کلام کی تاریخ، اسکی عہد بعہد کی ترقیان، اور علمائے متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ

رسائل شبلی، مولنا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ قیمت عہ

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء مین مولنا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین والے، مطبع نامی کانپور، ۲ر

مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲ر

مثنوی صبح امید، ۴ر

کلیات، مولنا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات قطعات کا مجموعہ جواب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل، برگ گل کے نامون سے چھپے تھے اس مین سب یکجا کر دئے گئے ہین، ۲۸ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے قیمت عہ

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴ر

تفسیر سورۂ قیامہ، " " ۴ر

تفسیر سورۂ والشمس، " " ۴ر

تفسیر سورۂ والکافرون، " " ۴ر

تفسیر سورۂ والعصر " " ۴ر

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پرزور رسالہ ۱۰ر

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵ر

مجلد یازدہم	ماہ شعبان ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۳ء	عدد چہارم

مضامین

شذرات

ہندوستان نے گذشتہ سالون مین آستانۂ **خلافت** سے اپنے ہر قسم کے تعلقات قائم کرنے پر بہت زور دیا ہے، اب اس کے امتحان کا وقت آگیا ہے، دولت انگورہ نے شیخ عبدالعزیز شاویش کے زیر سیادت ایک محکمۂ اسلامیہ دینیۂ علمیہ قائم کیا ہے، جسکا مقصد دنیائے اسلام کو علمی، تبلیغی اور تعلیمی کوششون مین باہم ایک دوسرے سے پیوستہ کرنا ہے، اسی سلسلہ مین شیخ شاویش نے ایک دائرۃ المعارف الاسلامیہ کی ترتیب کا اعلان کیا ہے، جس مین موجودہ عالم اسلامی کی تاریخ اور اس کی موجودہ علمی و اصلاحی کوششون کی تفصیل ہوگی، اسی تقریب سے وہ یہ چاہتے ہین کہ محکمۂ مذکور کے احاطہ مین موجودہ مسلمان قومین مختلف ملکون کے اندر اپنی مختلف زبانون مین علم و فن کا جو سرمایہ جمع کر رہی ہین، اس کو یکجا کیا جائے، یعنی اسلامی زبانون مین جو تالیفات اور تصنیفات اور کتابین ہین ان کو فراہم کرکے اسلامی زبانون کا ایک مشترک کتبخانہ آستانۂ خلافت مین جمع کیا جائے، شیخ موصوف نے اس غرض کیلئے عربی و ترکی اخبارات مین دنیا کی مسلمان قومون سے درخواست کی ہے، اور اسی سلسلہ مین **ہندوستان** کا نام بھی اونکی زبان پر آیا ہے،

ہندوستان کا علمی حلقہ جو سیاسی کاروبار سے عموماً الگ ہے اس کیلئے یہ پہلا موقع ہے کہ اس شاندار اور عظیم الشان تحریک مین حصہ لے، کہ اسلامی دنیا مین جوش و خروش اور ولولۂ سیاسی کی جو بلندی اس ملک کو نصیب ہوئی ہے، وہ علمی حیثیت سے پست نہونے پائے، اور اسلامی قومون کی برادری مین اپنی علمی کوششون کے عدم اظہار سے رسوائی نہ ہو، اور اسلامی ملکون کی علمی و دماغی جد و جہد کا جو مرقع انگورہ کی عمارت مین تیار ہو رہا ہے، اس مین ہندوستان کی جگہ خالی نہ رہجائے،

چونکہ شیخ مذکور کا یہ اعلان عربی اخبارات مین شایع ہوا ہی اس لئے مکہ مکرمہ کے ایک ہندوستانی تاجر نے جنکو علمی ذوق ہی اور ہزارون کوس دور رہکر بھی ان کو اپنی زبان نہین بھولی ہے، اونھون نے یہ اعلان پڑھکر اپنے دل مین غیرت محسوس کی کہ اس عظیم الشان اسلامی کتبخانہ مین ہندوستان کے نام کی الماریان خالی پڑی رہین، اونھون نے ایک خط مین ہم کو لکھا ہی کہ اگر آپ اس کام کو اپنے ہاتھ مین لین اور خود اردو کی عمدہ کتابون کو منتخب کرنیکی تکلیف اٹھائین تو مین دو سو روپئے اس مد مین دیتا ہون، اونھون نے اپنے چندہ کے بقدر اردو کتابین منتخب کرکے اونکی فہرست بھی بھیجدی ہے۔

ہمارے خیال مین اردو کی اعلیٰ اور منتخب کتابون کی فراہمی اور جلد بندی مین ڈھائی ہزار روپئے خرچ ہونگے، دو ہزار کی کتابین اور ۵۰۰ کی جلد بندی ہوگی، اس لئے علم دوست حضرات اور اکابر مصنفین سے درخواست ہی کہ وہ اس کار خیر مین شرکت فرمائین، ارباب مطابع اگر اپنے ہان کی عمدہ کتابین مجلد عنایت فرمائین اور مصنفین اپنی تصنیفات کا ایک ایک نسخہ عنایت کرین اور اہل استطاعت روپئے سے شرکت کرین تو ہندوستان کا یہ ایک بڑا کارنامہ انجام پائے، اہل مطابع اور مصنفین صرف وہی کتابین بھیجین جو عمدہ لکھی اور چھپی ہون، اور جن کا کاغذ اچھا ہی، اور جو کسی بلند موضوع پر ہون، عام ردی کتابین درکار نہین، کتابون کی جلدین عمدہ ہون، اور ان کے پہلے صفحہ پر صاف اور خوش سلیقگی کے ساتھ دستخط بھی کردین، انگورہ تک براہ راست کتابون کے پہنچنے کا انتظام کرلیا گیا ہی۔

ہمارے ایک دوست اور معارف کے قدردان آصف فیضی کیمبرج سے لکھتے ہین کہ "معارف نے ڈاکٹر نکلسن پر جو کچھ لکھا تھا، ڈاکٹر صاحب موصوف نے اوسکو پسند کیا، اور معارف کے ناقدانہ مباحث علمی مقالات، مستشرقانہ معلومات، اور شرقی و مغربی علوم و خیالات کی آمیزش

کی اونھون نے داد دی اور اس حیثیت سے ہندوستان کی ترقی پر اپنی خوشی کا اظہار کیا، ہمارے ایک دوست کرم فرما اور معارف کے قدرشناس مولوی معین الدین صاحب نصاری نے کیمبرج سے معارف کے شائع شدہ مضمون "وحدۃ الوجود" پر تنقید لکھکر بھیجی ہو، اور اسی کے ساتھ، تصوف پر ڈاکٹر نکلسن کا ایک تازہ خطبۂ علمیہ اُن سے معارف مین اشاعت کی اجازت لیکر ارسال کیا ہو، جو آئندہ شائع ہوگا۔ ابھی برلن سے بھی ایک قدردان معارف کا خط آیا ہو کہ وہ جرمنی کے علمی و تعلیمی حالات سے ناظرین معارف کو آگاہ کرنیکا فرض انجام دے سکتے ہین، سفارت افغانستان مقیم لندن بھی معارف کی قدردانی کا ثبوت دے رہی ہے،

یہ تو مغرب کا حال تھا مشرق مین بھی اس کی قدردانی کا سامان ہو رہا ہو، ہندوستانی طلبہ مقیم مصر بھی معارف ہی کو اپنے ملک کا علمی نمایندہ سمجھ رہے ہین، اور ہر ہفتہ ان مین سے کسی نہ کسی کا خط آتا رہتا ہو، اسی سلسلہ مین یہ خبر بھی مسرت سے سنی جائیگی کہ معارف کے مضمون نگار مولوی ابوالنصر سید احمد صاحب بھوپالی تکمیل تعلیم کی غرض سے مصر گئے ہین، اور بھی کئی طلبہ کے جانیکی امید ہو، ہمارے عربی خوان طلبہ مین یہ ولولہ و ہمت جناب نواب حافظ عبیداللہ خان صاحب بالقابہ (بھوپال) کے دست کرم کی ممنون ہے،

ہندوستان کے فارسی گو شعرائے متاخرین مین ایک ملا **غنیمت** ہین، جو بیدل وغیرہ کی صف مین ہین، ہندوستان کے فارسی گو متاخر شعرا، بیدل، غنی، واقف، غنیمت، قتیل ہی لوگ ہین، ان مین بیدل کے بعد غنیمت، غنیمت ہین، غنیمت پنجاب کے باشندہ تھے، ان کا مزار شہر گجرات (پنجاب) کے قریب واقع ہو، گجرات کے علم دوست اصحاب چاہتے ہین کہ ان کے مزار کی درستی و مرمت کیجائے،

خان بہادر محمد اشرف خان (گجرات) اپنے ایک عنایت نامہ مین معارف کو ادھر متوجہ فرماتے ہین اور اس کیلئے مالی اعانت چاہتے ہین، انکی اطلاع سے یہ سنکر افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ اس مدمین سب سے پہلے ایک ہندو علم دوست رائے صاحب لالہ کدارناتھ رئیس گجرات نے سبقت کی، افسوس اس کا ہوا کہ مسلمانون سے زیادہ دوسری قومین اُن کے اکابر کی قدر کو پہچانتی ہین، اور خوشی اس کی ہوئی کہ ہندو علم دوست اب تک ایک فارسی نغزگو شاعر کے مرتبہ شناس ہین،

مارچ ۲۲ء، (رجب ۱۳۴۱ھ) کے معارف کے سلسلۂ شذرات مین فقہ حنفی کی ایک قلمی کتاب **اختیار** کا ذکر آیا تھا، نواب صدر یار جنگ مولنا **حبیب الرحمن** خان شروانی اس کے متعلق اپنے ایک رقیمۂ کریمہ مین ارقام فرماتے ہین،

"رجب سنۂ حال کے معارف مین جونپور کے کتاب خانہ کے تذکرہ کے ضمن مین ایک فقہ کی کتاب اختیار نامی کا ذکر ہے، اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مجھکو بھی یہان ملا ہے، اس مین کتاب کا تاریخی نام **اختیار** ہے، جس سے ۱۲۱۲ھ برآمد ہوتے ہین، جو سنۂ تالیف ہے، چنانچہ مولوی سلامت علی خان معروف حذاقت خان دیباچہ مین لکھتے ہین،

"چون سال یکہزار و دو صد و دوازدہ از ہجرۃ النبی صلعم آغاز تالیف این کتاب است لہذا بہ اختیار موسوم گشت" اس نسخہ مین جان نیف اور ذبن کا ذکر نہین ہے، نسخہ پورا ہے،

مولنا موصوف کا استدراک صحیح ہے، کتاب کا نام اختبار نہین، اختیار ہے، جس سے سنۂ تالیف نکلتا ہے، اس کے علاوہ چونکہ یہ کتاب مسائل کا انتخاب ہے اس لئے مناسب نام اختیار ہی ہو سکتا ہے،

خلیفہ مامون الرشید نے جب قیصر روم پر فتح پائی تو شرائط صلح مین یہ بھی تھا کہ قیصر قسطنطنیہ کے

کتبخانون سے یونانی فلسفہ کی کتابین مہیا کر دیگا، چنانچہ لکھا ہے کہ گاؤنٹون پر فلسفہ کی کتابین لدکر قسطنطنیہ سے بغداد آئی تھین، تاریخ واقعات کا اعادہ کر رہی ہے اٹلی نے جرمنی سے تاوان جنگ کے سلسلہ مین یہ قرار داد کرائی ہے کہ جرمنی زر نقد کے معاوضہ مین اپنے ہان کی کتابین اٹلی کو دیگی، تاوان جنگ کی یہ علمی قسط سنا ہو کہ اس قدر عظیم الشان ہوگی کہ اب تک دنیا کی کسی قوم نے اتنی کتابین کسی دوسرے ملک سے نہین لی ہین، معلوم نہین کتبخانۂ اسکندریہ کا مؤرخ اس واقعہ کو سنکر اپنی تاریخ مین کیا لکھتا؟

حال مین مصر سے قدمائے فن کی جو نئی کتابین چھپکر شایع ہوئی ہین، ان مین دو کتابین الاحکام علامۂ آمدی، اور الموافقات علامۂ شاطبی اصول فقہ مین عجیب وغریب ہین، جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ فن درحقیقت قدماء کے عہد مین کس قدر مرتب اور صحیح حالت مین تھا، نور الانوار اور توضیح وتلویح کے عشاق دیکھین کہ اصول فقہ کا اصلی فن وہ ہے جو ان کتابون مین ہے وہ نہین ہے جس پر وہ اپنے اوقات عزیز کو ضائع کر رہے ہین،

اس وقت کابل اپنے جوان عمر پر عقل حکمران کی کارفرمائیون سے وسط ایشیا کا اسلامی مرکز بن رہا ہے اور وہ اس وقت صحرائے ایشیائے وسطی مین ایک نخلستان کی حیثیت رکھتا ہو جدید مدارس کھل رہے ہین، مکاتب قائم ہو رہے ہین طلبہ یورپ جا رہے ہین، اصلاحات اور تنظیمات جاری ہو رہے ہین، یہ سب کچھ ہو رہا ہو مگر جو منظر ہماری آنکھین ڈھونڈھتی ہین وہ نہین ملتا، ہمارا یقین ہو کہ مسلمانون کی ترقی جدید تعلیم کے فروغ سے زیادہ قدیم تعلیم کی اصلاح سے ہوگی، عام مسلمانون مین جدید تعلیم یافتون کے فیض اثر سے زیادہ کامیابی نہ ہوگی، بلکہ علما اور ملاؤن کی قدیم تعلیم وتربیت کی اصلاح سے ہوگی، ہمارے دل کی آرزو تھی کہ کابل مین جدید طرز کا ایک عربی کا ملتابی جامعہ (یونیورسٹی) قائم ہو جس مین حالات مناسبت سے با خبر علوم عصری کا

آگاہ، موجودہ ضروریات اسلامی سے آشنا، سیاسیات عالم سے واقف علما پیدا ہون، جن مین وسعت نظر ہو، اسلام کی موجودہ مشکلات کا جدید طرز پر مقابلہ کرنیکی جن مین قوت ہو، اگر کوئی ایسی مذہبی یونیورسٹی دارالملک کابل مین قائم ہو جائے تو وہ یقیناً ایشیائے وسطی کے مسلمانون کیلئے سرچشمۂ حیات ثابت ہو،

یہ تخیل چند سال سے ذہن مین قائم تھا، اتفاق سے لندن کے سفارت خانۂ افغانی کے ایک روشن خیال کانسلر سید **قاسم خان** کا ایک خط موصول ہوا، جواب مین اپنے خواب شیرین کا بھی تذکرہ زبانِ قلم پر آگیا، موصوف نے اپنے مکرمت نامہ مورخہ ۲۹ مارچ ۳۲ء مین اس کے متعلق جو اطلاع دی، وہ ہماری بیحد خوشی و مسرت کا باعث ہوئی ہم چاہتے ہین کہ ہمارے برادران معارف بھی اس خوشی مین شریک ہون، موصوف لکھتے ہین :۔

"آپ نے اپنے خط مین نوازش فرما کر کابل مین ایک عربی درسگاہ کی ضرورت جتلائی تھی، تاکہ وہ وسط ایشیا کے علمی پیاسون کی پیاس بجھا سکے، آپکی تجویز نہایت مبارک ہے، مین آپ کو خوشی سے اطلاع دیتا ہون کہ پنج سال پہلے یہ خیال تھا کہ ایک ایسی درسگاہ قائم کیجائے اور مین اس تجویز کے طرفدارون مین سے ایک تھا، اب افغانستان کے اس روشن دور مین اس خیال کو خاص اہمیت دیجاتی ہے، امید ہے کہ اس مبارک تجویز کو عنقریب عمل مین لایا جائیگا، اور اس کیلئے کابل مین کوشش ہو رہی ہے"

یاد ہوگا کہ گذشتہ سال **نوائے کیمبرج** کے نام سے کیمبرج (انگلینڈ) کے ہندی طلبہ نے اردو کا ایک ششماہی رسالہ نکالا تھا، مگر ایک ہی نمبر نکل کر رہ گیا تھا، اب کیمبرج اور آکسفورڈ دونوں درسگاہوں کے

ہندوستانی طلبہ نے مل کر **نوائے ہند** کے نام سے دوسرا رسالہ جاری کیا ہے، اور جس کا اہتمام ہندوستان مین انجمن ترقی اردو نے اپنے ذمہ لیا ہی، اور اس وقت اوسکا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہی جو نظم و نثر کا قابل قدر مجموعہ ہی،

ایک زمانہ تھا جب نہ صرف یورپ کے دیر و کلیسا مین بلکہ واپس آکر وطن کے حریم پاک مین بیٹھکر بھی اپنی مادری زبان مین اظہار مدعا، حرام مطلق تھا، دیسی زبان کا بولنا ایک مقیم انگلینڈ ہندوستانی کے لئے غایت درجہ توہین سمجھی جاتی تھی، مگر لیل و نہار کا یہ انقلاب دیکھو کہ آکسفورڈ اور کیمبرج کے ہندوستانی فرزند اب اپنی ہندوستانی مادری زبان پر نازان، اور اس کی اصلاح و ترقی مین کوشان ہین، اور وطن سے ہزارون کوس دور بیٹھکر اپنے وطن کی علمی و ادبی مساعی کے لئے سرگرم عمل ہین، امید ہے کہ اب ولیتی صاحب لوگون کیلئے دیسی زبان مین باتین کرنا، کسر شان کا موجب نہ ہوگا،

تمام دنیا کی جنس نسوانی کا جو جلسہ سوئیزرلینڈ مین آئندہ ہونیوالا ہی، اس کی شرکت کے لئے نمایندہ خواتین مشرقی ممالک سے بھی جاری ہین، مصر سے مسلمان خواتین گئی ہین اور ہندوستان سے بھی خواتین کی ایک جماعت عازم ہی، جلسہ مذکور مین جو مباحث پیش ہونگے ان مین دو مسئلے سب سے زیادہ اہم ہین، اول یہ کہ جنس نسوانی، مردون سے مستقل بالذات ہوکر اپنے ذریعۂ معاش کی آپ متکفل اور خود مختار جنس انسانی ہو، دوم یہ کہ ناجائز اولاد کے حقوق کو محفوظ و متعین کیا جائے واقعہ یہ ہی کہ یورپ معاشرتی حیثیت سے نزع کی حالت مین ہی، اس کی اخلاقی زندگی تن بیجان ہی، اس مردہ لاش مین قانون و حفاظت حقوق کے نام سے جان ڈالنے کی کوشش غلط "مسیحائی" کا دعوی ہی، افسوس ناک امر یہ ہی کہ مشرقی اور مسلمان خواتین جنکو ان کے رسوم معاشرت اور مذہب نے ان مصیبتون سے محفوظ رکھا ہی وہ بھی اس گمراہ کن صدائے مغرب کے پیچھے چل رہی ہین، مصر کے ایک مشہور اہل قلم نے مصری خواتین کو ان کی غلط روی پر سچائی سے ٹوکا ہی لیکن آہ یہ ورت کی مقدس دیبیونکو کون ٹوکے ؟

مقالات

سلطان زین العابدین کشمیر

(ماخوذ از فرشتہ)

از مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی

سلاطین تیموریہ اور ان مین بھی شاہنشاہ اکبر و جہانگیر کی اس خوش قسمتی کو کیا کہیے کہ اندنون جب کبھی ملک کے اسلامی عہد حکومت پر کچھ لکھا یا کہا جاتا ہے تو ہندوستان مین مسلمان بادشاہون کی سیاسی، رواداری کی تاریخ انھی کے عہد حکومت سے شروع کیجاتی ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ ہندو اور مسلمانون کے ساتھ عدل و انصاف مین مساوات تیموریون نے قائم کی، ہندو قوم پر ملکی مناصب کا دروازہ تیموریون سے پہلے بند تھا، فوجی اور لشکری خدمات مین سلاطین اسلام تیموریون سے پہلے صرف مسلمانون پر اعتماد رکھتے تھے، اور مذہبی معاملات مین ہندؤن کے ساتھ تعصب و نارواداری تو اکبر و جہانگیر سے پہلے ہندوستان کے مسلمان بادشاہون کی عام اور مسلم پالیسی تھی، یہ ایک خیال ہے جو ملک مین اعتقاد عام بنکر شایع ہوچکا ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ اعتقاد عام صحیح اور درست بھی ہے؟ کیا تیموریون سے پہلے ہندو ملکی مناصب سے واقعۃً محروم تھے؟ کیا ان سے پہلے فوجی و لشکری معاملات مین سلاطین اسلام کو ہندؤن کی وفاداری پر بھروسہ نہ تھا؟ کیا عدل و انصاف مین ہندو اور مسلمانون کے ساتھ مساویانہ برتاؤ نہ کیا جاتا تھا؟ اور کیا اکبر و جہانگیر سے پہلے شاہان اسلام ہندؤن کے مذہب کے ساتھ درحقیقت تعصب رکھتے تھے؟

تاریخ ہند کی خاموش زبان اس عام عقیدہ کے ہر حصہ کی تکذیب کرتی ہے، وہ بتاتی ہے کہ یہان اسلامی عہد حکومت مین اول سے آخر تک صرف دو اصول حکمرانی پر عمل کیا گیا ہے، سلاطین اسلام کا ایک گروہ وہ تھا جو ملکی سیاسیات کو اپنے مذہبی جذبات و عقائد کے زیر اثر رکھتا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ قرآن مجید، احادیث و فقہ کے احکام اور خلفائے اسلام کے طرز حکومت کی پیروی کیجائے، دوسرا گروہ وہ تھا جو ضرورت وقت

ترقی سلطنت اور اقتدار سیاست کے لئے جو کچھ مناسب سمجھتا تھا اسی پر عمل کرتا تھا، یہ دو اصول تھے لیکن ان مین سے کسی ایک کا بھی مقصد و مطلب یہ نہ تھا کہ رعایا کے ساتھ مذہبی اور قومی تعصب برتا جائے، اس سے انکار نہین کہ نو سو برس کی وسیع تاریخ مین کچھ نہ کچھ ایسے واقعات ضرور نکالے جا سکتے ہین جن کے اصلی علل واسباب پر غور کئے بغیر ان کو قومی منافرت و تعصب کی مثال مین پیش کیا جا سکے لیکن یہ قطعًا ناممکن ہو کہ اس قسم کے واقعات کو اسلامی حکومت کی مسلم اور عام پالیسی ثابت کیا جا سکے،

مسالمت، رواداری اور غیر متعصبانہ روش سیاست تیموریون سے بہت پہلے بارہا ہندوستان مین ظہور پذیر ہو چکی ہو، میرے نزدیک تیموریونکو صرف اس قدر فضیلت حاصل ہو کہ یا تو انھون نے قصدًا مسالمت اور روادارانہ طرز عمل کو اپنے ہر ولیعہد حکومت کے لئے لازمی قرار دیا یا بخت واتفاق سے ان مین پے درپے ایسے مدبر سلاطین پیدا ہوئے جنھون نے حالات کا صحیح اندازہ کرکے روادارانہ روش سیاست کی سختی سے پابندی کی، آج تیموریون کی دستار فضیلت مین فخر واعزاز کا جو طرہ لگایا جارہا ہو وہ دراصل اسی واقعہ کا نتیجہ ہو، غور کرو اکبر اور جہانگیر نے پے درپے کم وبیش پچھتر برس کی طویل مدت تک ایک ہی طرز و روش کی حکومت کی، اس طویل مدت مین ملک نے اس طرز حکومت کے واقعات کو کس قدر خوبی کے ساتھ اچھی طرح یاد کرلیا ہوگا، بخلاف اس کے جو سلاطین ان سے پہلے گذرے، ان کا یہ حال تھا کہ ایک بادشاہ ایک خاص طرز حکومت کو اپنے عہد تک قائم رکھتا تھا، مگر اس کے بعد جب دوسرا آتا تھا تو وہ بالکل پہلے سے مختلف طرز حکومت کی بنیاد ڈالتا تھا، یہ اسی کا نتیجہ ہو کہ آج لوگون کو تیموریون سے پہلے روادارانہ طرز حکومت کا کوئی واقعہ یاد نہین آتا حالانکہ تاریخ کے اوراق ان واقعات سے خالی نہین ہین،

علاء الدین خلجی کا طرز حکومت یہی تھا کہ وہ سیاسی معاملات مین تمام رعایا کو ایک نظر سے دیکھتا تھا، وہ ضرورت وقت اور ترقی وتحفظ سلطنت کے لئے جو کچھ مناسب سمجھتا تھا خواہ وہ موافق شرع ہو یا نہو، وہی کرتا تھا اور اپنے معاملہ کو بالکل خدا پر چھوڑ دیتا تھا، چنانچہ قاضی مغیث الدین بیانوی کو خطاب کرکے ایک

موقع پر اس نے یہ جملے کہے تھے،

آنچہ تو میگوئی حق است لیکن جہات دنیا خصوصاً ہندوستان بمحض شریعت نظام و رونق نمی یابد و تا سیاستہائے عظیم بظہور نرسانم ملک آرام نمی پذیرد و تعزیرات شرعی مردم زمان براہ مستقیم نمی آیند۔ .. .. .. و از آنکہ قصد و نیت من رفاہیت عامۂ خلق اللہ است، امیدوارم حق سبحانہ تعالیٰ گناہم بہ بخشد و در توبہ نیز کشادہ است (ذکر خلجی)

جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے لیکن دنیا اور خصوصاً ہندوستان کے معاملات ملکی محض شریعت کے مقرر کردہ نظام پر چل نہیں سکتے جب تک بڑی اور موثر کاروائیاں نہ کیجائیں ملک میں سکون و آرام نہیں پیدا ہو سکتا اور محض شرعی احکام کے مطابق اس زمانہ کے لوگوں کو راہ راست پر نہیں لایا جا سکتا.. .. ..اور چونکہ جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے میری نیت عامۂ خلق اللہ کی رفاہیت اور خیر طلبی ہے اس لئے خدا سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کو بخشدیگا اور توبہ کا دروازہ ابھی تک بند نہیں ہوا

" " " "

رفاہیت عامۂ خلق اللہ کے اس طالب بادشاہ نے جو قوانین حکومت مرتب کئے اور جن پر سختی کے ساتھ اس کے عہد حکومت میں عمل کیا گیا وہ آج بھی تاریخ ہند کے اوراق میں ثبت و مسطور ہیں کیا اس میں کوئی دفعہ ایسی بھی نکالی جا سکتی ہے؟ جس کا مقصد و مفاد یہ ہو کہ ہندو اور مسلمان رعایا کے درمیان ان قوانین کے تعمیل و تنفیذ میں ایک کے ساتھ سختی اور دوسرے کے ساتھ نرمی سے کام لیا جائے،

محمد تغلق نے ہندو راجاؤں کو اعلیٰ جنگی مناصب اور دوسرے قابل ہندوؤں کو اعلےٰ ملکی خدمات پر فائز کیا، اس نے ہندو قوم کی دولت و ثروت میں کسی طرح دست اندازی کرنا کبھی روا نہیں رکھا اور اس نے عدالتی کاروائیوں میں ہندو اور مسلمان، امیر اور غریب سب کے ساتھ مساوات پر سختی سے عمل کیا، شیر شاہ نے جہانگیر کی طرح زنجیر عدل آویزاں نہیں کی تاہم اس کے عدالت خانے کے دروازہ پر حاجب و دربان متعین نہ تھے وہ عدل و انصاف میں قومیت مذہب اور شخصیت کا کچھ بھی لحاظ نہیں کرتا تھا اکبر سے بہت پہلے ابراہیم عادل شاہ نے اپنے تین ہزار غیر ملکی شتر سواران لشکر میں سے صرف چار سو ضروری اشخاص کو اپنے منصب پر باقی رکھکر

بقیہ تمام لوگون کو جو نوکرخاصہ مین داخل تھے اور برابر اس کے ہمرکاب رہاکرتے تھے معزول کرکے ان کی جگہ پر ملکی امرا، وسرداران لشکر مقرر کئے، اس نے ہندؤون پر اعتماد کیا اور سلطنت کے اعلیٰ و ذمہ دارانہ مناصب ان کو عطا کئے، اس نے دفتری زبان تک فارسی کے بجائے دکنی ہندی کردی، یہ اور اس قسم کے بہت سے واقعات اس سلسلہ مین پیش کئے جا سکتے ہین اور واقعہ یہ ہو کہ رواداری و مسالمت کی یہ داستان بہت طویل ہو لیکن میرا مقصد اس موقع پر اس داستان کو چھیڑنا نہین بلکہ انہی سلاطین مذکور کی طرح ایک مسالمت خو در دا دار سلطان کے حالات و واقعات زندگی کو پیش کرنا ہو جس نے مذہب، عدالت، علم وفن کی ترویج واشاعت اور ملکی مناصب غرض ہر چیز مین اپنی رعایا کے ہر فرقہ اور ہر گروہ کے ساتھ رواداری و مساوات کو اپنا اہم مقصد اور بنیادی طرز عمل قرار دیا یہ سلطان، فرمانروائے کشمیر سلطان شاہی خان تھا جو تاریخون مین عام طور پر سلطان زین العابدین کے نام سے مشہور ہو،

پیدائش وآغاز حکومت

شاہی خان ۸۰۰ھ مین پیدا ہوا باپ کا نام سلطان سکندر تھا جس نے بائیس سال نو مہینے[1] حکومت کرنے کے بعد ۸۱۹ھ مین انتقال کیا، باپ کے بعد شاہی خان کے بڑے بھائی سلطان علی شاہ نے چھ برس نو مہینے حکومت کی، علی شاہ کے بعد شاہی خان ۸۲۶ھ مین سریرآرائے حکومت ہوا، اس کا تخت حکومت پر جلوہ فرما ہونا بھائی کی موت یا جانی کی عنایت وکرم کا نتیجہ نہین بلکہ اس کی ذاتی شجاعت وجوہر قابلیت اور اہل کشمیر مین اسکی عام ہردلعزیزی کا نتیجہ تھا، واقعہ یہ ہوا کہ اول اول جب سلطان علی شاہ نے سیر دنیا[2] کے عزم سے کشمیر چھوڑنا چاہا تو اپنے منجھلے بھائی شاہی خان کو اپنا جانشین مقرر کیا اور چھوٹے بھائی محمد خان کو اس کی اطاعت وانقیاد کی نصیحت کی، حکومت اور گھر کے معاملات کو یکسو کر چکنے کے بعد وہ اپنے خسر راجہ جمون کے پاس وداعی ملاقات کے لئے آیا، یہان راجہ جمون اور راجہ راجوری نے اس کو تخت حکومت چھوڑنے اور شاہی خان کو اپنا جانشین مقرر کرنے پر سخت ملامت

---

[1] بروایت آئین اکبری نو مہینے چھ دن [2] بروایت آئین اکبری سفر حجاز،

کی بیان ہلک کہ وہ اسنے اس فعل سے پشیمان ہوا اور تخت حکومت پر قابض ہو جانیکی خواہش کی، ظاہر ہے کہ ملک و
مال اور لشکر اس کے قبضہ سے نکل چکا تھا وہ پھر ان پر قابض ہو سکتا کسی قوی یار مددگار کے بغیر ناممکن تھا اس لئے
خود راجہ جموں اور راجہ راجوری مددگار بن گئے اور اب پھر عالم کا یہ آرزومند وتارک سلطنت بادشاہ پھر کشمیر اور
اس کے چھوڑے ہوئے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے لئے اس پر حملہ آور ہوا، شاہی خان جو تخت حکومت پر قدم
رکھنے کے بعد ابھی اچھی طرح اس پر بیٹھ بھی نہ سکا تھا یہ حالت دیکھکر کشمیر سے نکلا اور سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوگیا
یہ وہ زمانہ تھا جب جسرت کھکر جس کو تیمور ہندوستان سے قید کرکے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تھا لیکن یہ بہادر قید ی
کسی طرح وہاں سے نکلکر پنجاب چلا آیا اور یہاں آکر پھر اپنا اقتدار دوبارہ حاصل کر چکا تھا، شاہی خان نے اسی کے
دامن میں پناہ لی سلطان علی شاہ نے کشمیر کی حکومت ملجانے پر قناعت نہ کی اور بھائی کو وہاں سے نکال دینے
ہی پر بس نہ کیا بلکہ وہ اس کی گرفتاری کے خیال سے جسرت کھکر پر حملہ آور ہوا، جسرت اور شاہی خان نے ملکر
مقابلہ کیا اور دامن کوہ میں طرفین کی فوجیں صف آرا ہوئیں نتیجہ جنگ یہ تھا کہ علی شاہ نے شکست کھائی اس موقع
پر سلطان علی شاہ کی ذات کی نسبت دو روایتیں ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ وہ زندہ گرفتار ہوا دوسری
یہ کہ وہ میدان جنگ سے کسی طرف بھاگ گیا، بہرحال فاتح شاہی خان اب پھر کشمیر کی طرف چلا اور سارے
ملک کو اپنے قبضہ میں لے آیا، پایہ تخت میں آکر جب تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوا تو تمام کشمیر مسرت کے ترانوں
سے گونج اٹھا، خود حکومت کی طرف سے جشن مسرت کے لئے جو سروسامان کیا گیا اس کی تفصیل تو معلوم نہیں لیکن
رعایا اور ملک نے اس میں جس طرح حصہ لیا اس کو فرشتہ لکھتا ہے،

و مردم کشمیر کہ خواہان او بودند خوشحال شدہ	کشمیر کے لوگ جو اس کے خواہان تھے اسکی کامیابی
نقارہائے شادیانہ نواختند،	سے خوشحال ہوکر مسرت اور خوشی کے شادیانے
	بجانے لگے۔

آغاز سلطنت | شاہی خان نے تخت نشین حکومت ہونے کے بعد اپنا نام سلطان زین العابدین رکھا

اور وہ آج تک اسی نام سے مشہور رہی، سلطان زین العابدین نے اپنے چھوٹے بھائی محمد خان کو اپنا معتمد و وکیل السلطنت مقرر کیا، اور محمد خان کے انتقال کے بعد اسی کے لڑکے حیدر خان کو اسکا جانشین کیا، ملکی نظم و نسق اور تمام کلی وجزوی انتظامات وکیل السلطنہ کے قبضہ و اختیار مین دیدئے، سلطان نے تخت نشین ہوتے ہی ان تمام قیدیون کو جو سلاطین سابق کے عہد سے اس وقت تک قیدخانہ کی مصیبتین برداشت کر رہے تھے بیک وقت آزاد کر دیا، اس لطف و مہربانی کی بنا پر جو وہ تمام رعایا کے ساتھ رکھتا تھا اس نے گزارہ جریب مین جو چھوٹی ہوتی تھی، اضافہ اور زیادتی کر دی،

لشکر کشی اور توسیع مملکت

فتح پنجاب و تبت سلطان زین العابدین جب تمام کشمیر پر اچھی طرح قبضہ کر چکا تو اس نے مزید فتوحات کی طرف توجہ کی، سب سے پہلے جسرت کھکر کے ساتھ کثیر التعداد لشکر بھیجا تاکہ اس کی مدد سے ولایت دہلی و پنجاب پر تسلط حاصل کرے، جسرت کا شاہ دہلی کے مقابلہ مین آنا اور کامیاب ہونا تو دشوار تھا تاہم اس نے تمام پنجاب پر قبضہ کر لیا، اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد سلطان زین العابدین نے تبت کی طرف فوجین روانہ کین، اس فوج نے تبت کے کچھ حصے اور اس تمام آبادی کے جو دریائے گشنہ گنگ کے کنارہ واقع تھی اکثر حصہ پر قبضہ کر لیا[1]، تبت کا بقیہ حصہ جو نامفتوح رہ گیا تھا سلطان نے اس وقت کچھ دنون کے لئے اس کی طرف سے توجہ ہٹا لی اور ملکی نظم و نسق مین مشغول ہو گیا لیکن اندرونی انتظامات کو مکمل کر لینے کے بعد اس نے اپنے بڑے بیٹے شاہزادہ آدم خان کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ اس کی طرف روانہ کیا، اس زبردست لشکر مین پیادہ سوار، تیرانداز اور توپچی غرض ہر قسم کی جمعیتین شامل تھین اور یہ لشکر اپنی تعداد کے لحاظ سے کثیر اور اسباب و آلات جنگ کے لحاظ سے ہر طرح مکمل اور بہت بڑا لشکر تھا، شاہزادہ آدم خان اس سر و سامان سے تبت پر حملہ آور ہوا اور بہت جلد آسانی کے ساتھ تمام ملک پر قابض ہو گیا، شاہزادہ کو اس فتح مین بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا

[1] آئین اکبری کی روایت ہے کہ سلطان نے تبت کے ساتھ سندھ پر بھی قبضہ کر لیا۔

اور اس نے وہ مفتوح ملک اور مال غنیمت سلطان زین العابدین کی خدمت مین پیش کر کے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کی اور باپ کی شاہانہ نوازشون سے بہرہ اندوز ہوا،

فرشتہ کے بیان کے مطابق سلطان زین العابدین نے فتح ممالک و توسیع مملکت کے لئے ان مہمات کے سوا اور کوئی لشکر کشی نہین کی، اگرچہ اس کے عہد حکومت مین ان کے سوا اور بھی چند لڑائیان ہوئین جنمین خود سلطان شریک ہوا لیکن یہ لڑائیان توسیع مملکت و کشور کشائی کی غرض سے نہین تھین بلکہ شاہزادون کی باہمی مخالفت و خانہ جنگی کی وجہ سے پیش آئین، ان خانہ جنگیون اور ان کے اسباب و وجوہ کی تفصیل آگے آتی ہی،

طرز و آئین حکومت

یہ تو اوپر معلوم ہو چکا کہ سلطان نے ملکی نظم و نسق اور تمام کلی و جزوی انتظامات وکیل السلطنہ کے قبضہ و اختیار مین دیدئے تھے لیکن عدالت اور فصل خصومات کا تعلق خود اپنی ذات سے رکھا، ممکن ہے کہ جس عدل و انصاف اور رواداری کے ساتھ وہ حکومت کرنا چاہتا تھا اس کے لئے وہ دوسرون کے طریق عدل و انصاف سے مطمئن نہ ہو یا یہ کہ زیادہ محتاط طرز عمل اختیار کرنے کی غرض سے اس نے ایسا کیا بہرحال خواہ کسی وجہ سے بھی ہو اس نے عدالتی معاملات اور فصل خصومات کے لئے اپنی ہی ذات کو عدالتگاہ قرار دیا،

اس زمانہ مین مطابع نہ تھے کہ ملک کے قوانین، حکومت کے آئین نظام، حکام کے حدود و اختیارات اور رعایا کے حقوق چھاپکر شایع کر دئے جاتے تاکہ رعایا اپنے حقوق کو پہچان لیتی اور حکام ظلم و ستم کی ہمت نہ کر سکتے، یہی ایسی مشکل تھی جس کی وجہ سے گذشتہ زمانہ مین ماتحت حکام کے لئے رعایا کو ستانے اور دبانے کے بیشمار مواقع پیدا ہو جاتے تھے، سلطان زین العابدین نے اس مشکل کو حل کرنے کی ایک بے نظیر ترکیب نکالی، فرشتہ لکھتا ہی،

قواعد و ضوابط خود را بر تختہائے مس کندہ در ہر	سلطان نے اپنی حکومت کے قواعد و ضوابط
شہرے و دیہے گذاشت تا رسوم ظلم	کو تانبے کی تختیون پر کندہ کرایا اور ہر شہر اور ہر گاؤن

از ولایت کشمیر برانند. گویند بر تختہ	مین ان کو رکھوایا، کہ ظلم و ستم کی نشانیان مملکت
مس نوشتہ بود کہ ہر کہ بیایہ و بدین دستور کار	کشمیر سے مٹ جائین، کہتے ہین ان تختیون پر
نکند بلعنت خدا گرفتار باد،	لکھا ہوا تھا کہ جو یہان آئے اور اس دستور و قاعدہ
" " " "	کی پیروی نکرے وہ خدا کی لعنت مین گرفتار ہو،

اس طرز عمل سے حکام کے ظلم و ستم اور جبرہ دستیون کا بڑی حد تک سد باب ہوگیا، افسوس ہے فرشتہ نے ان منقوش قواعد و ضوابط کی لفظ بلفظ نقل درج نہین کی جن سے آج ان کی پوری تفصیلات معلوم ہوسکتی تھین، تاہم سلسلۂ بیان حالات مین کچھ نہ کچھ ان کے اجزا آگئے ہین، گو یہ چند جزوی باتین ہین لیکن ان سے ان ضوابط کی روح کا پتہ چلتا ہے، وہ چند ضوابط حسب ذیل ہین،

(۱) سلطان نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو نیا شہر یا خطۂ ملک فتح ہو وہان کے سرکاری خزانے لشکریون مین تقسیم کردئے جائین اور وہان کی رعایا پر اتنا ہی خراج مقرر کیا جائے جتنا پایۂ تخت کی رعایا سے لیا جاتا ہے،

(۲) پیشکش، گوناگون جرمانے اور دوسرے طرح طرح کے مصادرات جو شقہ دار و حکام رعایا سے لیتے تھے ان کا لینا ممنوع قرار دیا،

(۳) سوداگرون کو حکم دیا کہ ولایت سے جو مال لائین ان کو گھر مین چھپا کر نہ رکھین، تجارت مین اصل قیمت پر تھوڑا نفع لین غبن و خیانت اور بہت زیادہ قیمت لینے کے مرتکب نہ ہون،

(۴) جہان کہین چوری ہو اس قصبہ یا گاؤن کے رئیس اس کا تاوان ادا کرین، فرشتہ لکھتا ہے اس قانون کا یہ اثر پڑا کہ تمام ملک مین چوری کی وارداتین قطعًا بند ہوگئین،

(۵) تاریخ نویسی کی رسم جو پہلے کبھی کشمیر مین نہ تھی، اسیہ بٹ وزیر سلطان سکندر نے اس کو جاری کیا تھا سلطان نے اس کو بند کر دیا اور اس کا عام اعلان کر دیا،

یہ تو عام قوانین تھے جن کا تعلق مسلمان اور ہندو سب سے تھا، خاص ہندوؤن سے متعلق جو قوانین

سلطان نے نافذ کئے وہ ان سے الگ ہین لیکن ان کی تفصیل سے پہلے یہ بتادینا ضروری ہو کہ سلطان زین العابدین کے باپ سلطان سکندر کے وقت مین ایک برہمن سمیہ بت نام اس کا وزیر سلطنت تھا سلطان سکندر کو اس پر بڑا اعتماد تھا جس کی بناپر وہ جو کچھ چاہتا تھا سلطان سکندر سے منظور کرالیتا تھا، اس وزیر نے اسلام قبول کیا اور اس طرح سلطان سکندر کے اعتماد سے بڑھکر اس کے اخلاص و محبت کو بھی حاصل کرلیا، اس نومسلم وزیر نے ہندو رعایا پر سخت مظالم کئے ستی ہونے کی رسم قانوناً بند کر دیگئی، قشقہ لگانا ممنوع قرار پایا، ہندؤن کو حکم دیا گیا کہ یا تو وہ اسلام قبول کرین یا کشمیر سے باہر چلے جائین، بتخانے منہدم اور ویران کر دئے گئے اور سونے اور چاندی کے بتون کو توڑ کر ان کے سکے ڈھالے اور جاری کئے گئے اسی نومسلم وزیر کے ان متعصبانہ کارنامون کا یہ ثمرہ ہو کہ سلطان سکندر کے نام کے ساتھ "بُت شکن" کا لقب تاریخون مین عام طور پر درج نظر آتا ہی،

عدل گستر زین العابدین کا عہد حکومت آیا تو اس نے دفعۃً ان تمام حالات کو بدل دیا اس نے اعلان کر دیا کہ،

(۱) مذہب مین ہر شخص آزاد ہے وہ جس دین و مذہب کی چاہے پیروی کرے،

(۲) ہندو اپنے مذہبی و قومی شعار قشقہ لگانے اور زنار باندھنے کے لئے مجاز و مختار ہین،

(۳) ستی ہونے کی رسم سے حکومت مانع نہین،

(۴) ہندؤن سے جزیہ کی رقم وصول نہ کیجائے،

(۵) تمام قلمرو مین کہین گاؤکشی نہ کیجائے،

سلطان کے ان اعلانات نے ہندو قوم کو مطمئن کر دیا اور اب وہ لوگ جو کچھ دن پہلے اپنا گھر بار چھوڑ کر کشمیر سے باہر چلے گئے تھے یہان آنے لگے اور خود کشمیر مین جن ہندؤن نے محض جان و مال کے خوف اور ترک وطن نہ کرسکنے کے باعث بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا وہ بھی اس بار سے سبکدوش

ہونے لگے، جو برہمن اور پنڈت سلطان سکندر کے زمانۂ حکومت میں سیاسی سختگیریوں کے باعث کشمیر سے باہر چلے گئے تھے سلطان زین العابدین نے سری بھٹ (یہ ایک مشہور ہندو طبیب تھا اس کی طبی تربیت و ترقی سلطان زین العابدین کے شاہانہ کرم و نوازش کا نتیجہ تھی اور سلطان نے اس کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا تھا) کے التماس کے مطابق ان کو بھی بلوا بھیجا، چنانچہ وہ آئے تو سلطان نے ان کو جاگیریں بخشیں اور ہندوؤں کے مقدس و مشہور معابد کیلئے وقف کے طور پر جائدادیں عطا کیں، سلطان زین العابدین نے بڑے بڑے پنڈتوں برہمنوں اور بااثر ہندوؤں کو بلا کر ان سے عہد لیا کہ ہرگز کبھی جھوٹ، فریب، دغا اور بیوفائی سے کام نہ لینگے، اور ان کی مذہبی کتابوں میں جو احکام ہیں ان کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرینگے اس قول و قرار اور عہد و پیمان کے ساتھ اس نے ان کو آزادی و مساوات کی نعمت و برکت سے متمتع ہونے کا ہر طرح موقع دیا، سلطان سکندر کے زمانہ میں سونے اور چاندی کے تنوں سے جو سکے ڈھالے اور جاری کئے گئے تھے ان میں کھوٹ تھا اس لئے سلطان زین العابدین نے ان کی بجائے خالص تانبے کے نئے سکے ڈھالنے اور جاری کرنیکا حکم دیا یہ تانبا اس کان سے لیا جاتا تھا جس سے سلطان کے "مصارف خاصہ" کی رقم حاصل کیجاتی تھی، فرشتہ نے اس کی تشریح نہیں کی کہ پرانے سونے اور چاندی کے باقیماندہ کھوٹے سکوں کی داد و ستد کو قانوناً بند کر دیا گیا تھا یا نہیں،

تعزیرات اس میں شبہہ نہیں کہ سلطان زین العابدین ایک رقیق القلب اور رحم دل فرمانروا تھا لیکن اس کی رحم دلی کبھی تعزیرات میں ناجائز مراعات کا سبب نہیں ثابت ہوئی افسوس ہے فرشتہ نے اس بارہ میں اسکے طرز عمل پر کچھ زیادہ نہیں لکھا جس سے اس کے قوانین تعزیرات کی تفصیل و تشریح معلوم ہوتی تاہم جو کچھ لکھا ہے اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قصاص و تعزیرات کے معاملہ میں رورعایت یا اپنی بے موقع رحم دلی سے کام نہیں لیتا تھا سلطان کے دو کوکہ (رضاعی بھائی) مسعود اور شیر نام تھے جن کو وہ بیحد عزیز و محبوب رکھتا تھا ان دونوں میں باہم شدید مخالفت و خصومت تھی جو بالآخر رفتہ رفتہ ایک کے ہاتھ سے دوسرے

کے قتل پر ختم ہوئی، شیر نے مسعود کو قتل کیا سلطان زین العابدین نے باوجود فرط محبت و اعتبار شیر کے قصاص میں قتل کئے جانیکا حکم دیا، اس واقعۂ قتل کا سلطان کے دل پر سخت اثر پڑا، یہ بہت ممکن تھا کہ اس اثر سے بچنے کیلئے وہ قتل قصاص کے حکم مین کسی قسم کی ترمیم وتبدیل کی صورت پیدا کرتا، لیکن اس نے ایسا نکیا کیونکہ ایسا کرنا شیوۂ عدل وانصاف کے خلاف تھا جس روز شیر مقتول حکم قصاص ہوا سلطان نے اس کے لئے استحصال ثواب کی غرض سے ایک کرور زرکشمیری فقیرون اور محتاجون مین تقسیم کیا،

چورون کے متعلق اس زمانہ مین عام طرز عمل یہ تھا کہ ان کو مختلف قسم کی سخت ترین جسمانی سزائین دیجاتی تھین مثلاً کوڑے، درّے لگانا یا ان کے جسم کے کسی حصہ کو داغ دینا وغیرہ سلطان نے اس مین یہ ترمیم کی کہ وہ کبھی چورون کے لئے اس طرح کی جسمانی سزاؤنکا حکم ندیتا تھا بلکہ یہ حکم تھا کہ پاؤن مین زنجیر ڈال کر تعمیرات کے سلسلہ مین ان سے کام لیا جائے، اس طرح سزا نے مجرم اور حکومت دونون کے لئے ایک مفید چیز کی حیثیت اختیار کرلی،

اعمال رفاہیت عامہ

عہد حاضر سے پہلے رفاہیت عامہ کے کامون مین علما پروری، توسیع علوم اور سلسلۂ تعمیرات خاص طور سے اہمیت رکھتے تھے، سلطان زین العابدین نے ان مین سے ہرایک مین نمایان حصہ لیا، اس نے علماء وفضلاء کی تربیت وپرورش کی طرف خاص توجہ کی توسیع وترویج علوم کے مختلف طریقے اختیار کئے تعمیرات کے ساتھ اس کو خاص شغف وانہماک تھا صنعت وحرفت کی ترقی کے لئے ارباب صنایع کی بیحد ہمت افزائی کی اور اس نے ارباب فن وکمال کو اپنے شاہانہ انعام واکرام سے مالامال کردیا، یہ سب کچھ صرف اس لئے تھا کہ رعایا کی رفاہیت وفائدہ رسانی کے لئے بہتر سے بہتر صورتین پیدا کیجائین فرشتہ کے طرز بیان سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ سلطان نے ان تمام شعبہ ہائے رفاہیت عامہ کے سلسلہ مین بہت کچھ کیا لیکن اس کے تصنیفی بخل کا یہ نتیجہ ہو کہ آج اس بہت کچھ" مین کے" بہت تھوڑے

معلومات ہم تک پہنچے ہین بہرحال جو کچھ بھی ہین ان کو علٰحدہ علٰحدہ درج کیا جاتا ہی،

تصنیف و ترجمۂ کتب سلطان زین العابدین تعلیم یافتہ شخص تھا اس کی مجلس علماء و فضلاء سے بھری رہتی تھی فرشتہ لکھتا ہی کہ اس کی مجلسون مین مسلمان علماء اور ہندو فضلا دونون شریک ہوتے تھے، وہ اپنی شاہانہ نوازشوں سے دونون کو بہرہ یاب کرتا تھا، اس کی علم دوستی و علم پروری دیکھکر لوگون مین علمی ذوق و شوق پیدا ہوگیا مصنفین کی ہمتین بڑھین اور تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ سوم نام ایک شخص نے جو کشمیری زبان کا شاعر تھا اور ہندی علوم مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا زین حرب نام ایک کتاب لکھی جو سلطان کے حالات و واقعات زندگی پر مشتمل تھی کتاب نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی تھی، ایک اور شخص جس کا نام بودی بت تھا اس کی قابل ذکر خصوصیت یہ ہی کہ اس کو شاہنامہ فردوسی زبانی یاد تھا خود سلطان کے نام پر زین نام کتاب فن موسیقی مین لکھی اور یہ کتاب سلطان کی مجلس مین پڑھی گئی، اسی سلسلہ مین سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر کتاب راج ترنگنی ہے جو فرمانروایان کشمیر کے نہایت مفصل حالات اور نہایت قدیم[1] زمانہ کے واقعات پر مشتمل تھی یہ بھی سلطان زین العابدین ہی کے عہد حکومت مین لکھی گئی

تراجم کیلئے سلطان زین العابدین نے خود حکم دیا فرشتہ[2] لکھتا ہی

و فرمود تا اکثرے از کتب عربی و فارسی	سلطان نے فرمایا اور بہت سی فارسی و عربی کی
بزبانِ ہندی ترجمہ کردند و بدین دستور	کتابین ہندی زبان مین اور اسی طرح ہندی زبان
کتاب ہندی بفارسی ترجمہ کردند	کی کتابین فارسی مین ترجمہ کیگئین،

چنانچہ مہابھارت جو ہندوؤن کی مشہور و معروف کتاب ہی اس کا ترجمہ کیا گیا چونکہ مہابھارت کا یہ سب سے پہلا ترجمہ تھا اس لئے بہت کچھ بدعبارت ترجمہ تھا، شہنشاہ اکبر کے عہد مین اس ترجمہ پر نظرثانی

[1] آئین اکبری کی تصریح کے مطابق اس عہد سے پہلے کم و بیش چار ہزار سال کے واقعات و تاریخ شاہان کشمیر پر مشتمل ہے،

[2] آئین اکبری مین لکھا ہی: "و فراوان نامہ را از عربی و فارسی و کشمیری و ہندی ترجمہ کرد،"

گیگئی اوراس کی زبان فصیح کردیگئی، اور تاریخ کشمیر راج ترنگنی کا بھی اکبر کے عہد حکومت مین فارسی زبان مین ترجمہ کیاگیا،

ارباب ہنر کی تربیت | سلطان نے تصنیف و ترجمہ کے علاوہ اور دوسرے قسم کے فنون و ہنر کی ترویج واشاعت کے لئے بھی اپنی شاہانہ توجہ سے کام لیا، چنانچہ اس کے عہد حکومت مین کشمیر اطراف وجوانب کے ہنرمندون کا قبلۂ آرزو بنگیا، سری بہت طبیب کا ذکر اوپر گذرچکا ہی جو اس عہد کا ایک مشہور و معروف طبیب گذرا ہی، یہ تمامتر سلطان زین العابدین کا آغوش پروردۂ کرم تھا جس کو اس نے اپنا طبیب خاص بھی مقرر کرلیا تھا، اس عہد مین حبب نام ایک آتشباز پیدا ہوا جس کے کمال فن کی شہادت فرشتہ ذیل کے الفاظ مین دیتا ہے،

کہ چشم روزگار مثلش ازان ندیدہ بود، — زمانہ نے اس سے پہلے کبھی اسکی مثال و نظیر کو نہ دیکھا تھا

اس نے فن آتشبازی مین عجیب عجیب کمالات دکھائے جن کو دیکھکر لوگ حیران رہجاتے تھے کشمیر مین بندوق اسی نے بنائی اور اس کو رواج دیا، یہ خود سلطان کے حضور مین دواسازی بھی کیا کرتا تھا ان فنون کے علاوہ اس کو اور بہت سے فنون مین کمال حاصل تھا اور وہ اپنے فنون و ہنر عام طور پر لوگون کو سکھاتا بھی تھا،

سلطان کو فن موسیقی سے بڑی دلچسپی تھی۔ بلکہ وہ خود اس فن سے اچھی طرح واقف تھا فرشتہ لکھتا ہی،

وعلوم موسیقی نیک ورزیدہ بود، — علم موسیقی سے اچھی طرح واقف تھا،

چنانچہ اس دلچسپی و واقفیت کی بناپر

وآوازہ جود او چون انتشار یافت سازندہ	جب سلطان کے جود وکرم کا شہرہ ہوا تو گانیوالے
وگویندہا کہ درعلم موسیقی یگانہ زمان بودند	بجانیوالے جو فن موسیقی مین یگانہ روزگار تھے
از اطراف ونواحی روئے بکشمیر نہادند	ہر چہار جانب سے کشمیر مین آنے لگے اور کشمیر
چنانکہ کشمیر از کثرت ہندویان این فن رشک	اس فن کے ماہرین کی کثرت سے ملک فرنگ

ملک فرنگ شد (فرشتہ) کیلئے سرمایۂ رشک بن گیا،

چنانچہ خراسان سے ملا عودی نام ایک مشہور و معروف موسیقی دان آئے جن کو عود نوازی میں ید طولیٰ حاصل تھا، سلطان زین العابدین نے ان کو اپنے دامنِ دولت سے وابستہ کرلیا، اس عہد میں ایک اور شخص ملا جمیل بھی گذرے ہیں جو موسیقی میں کمال رکھنے کے علاوہ بہت اچھے شعرخوان و حافظ قرآن بھی تھے بزم سلطانی میں ان کو تقرب خاص حاصل تھا اور سلطان کے فیض کرم سے یہ سب سے زیادہ فیضیاب ہوتے تھے، ملا جمیل کے راگ کشمیر میں مدتوں ضرب المثل کی طرح مشہور و معروف رہے، اسی عہد میں ایک صاحب کمال شاعر ملا محمد نام پیدا ہوئے جنکی پرگوئی کا یہ حال تھا کہ جس بحر و قافیہ میں فرمائش کیجاتی بیک مجلس تھوڑی دیر میں فی البدیہ اشعار و قصائد کہتے تھے، ان کی عام علمی قابلیت اس درجہ بلند تھی کہ فرشتہ لکھتا ہے،

"و بہان وقت ہر مسئلہ مشکل راکہ می پرسیدند جواب میداد" اور اسی وقت (شعر گوئی) میں جس مشکل سے مشکل مسئلہ کو پوچھا جاتا برجستہ جواب دیتے تھے۔

شاہانہ انعام و حوصلہ افزائی سلطان زین العابدین ان مختلف قسم کے ارباب کمال کی حوصلہ افزائی کیا کرتا تھا۔ اس عہد میں آج کی طرح ہر فن کیلئے علحدہ علحدہ درس گاہوں کے قیام اور حکومت کی طرف سے ان کے لئے تعیین وظائف کا دستور نہ تھا، بلکہ یہی طریقہ رائج تھا کہ ارباب کمال کو شاہانہ وظائف و عطایا ملتے تھے اور وہ فارغ البال ہوکر اپنے فن کی ترقی و توسیع اور اشاعت و ترویج کرتے اور دوسروں کو ان کی تعلیم دیا کرتے تھے، فارسی تاریخی کتابوں میں اس قسم کے انعاموں کی تفصیل بہت کم ملتی ہے ان مواقع پر قدیم مورخین بالعموم اجمال سے کام لیتے ہیں، چنانچہ سلطان زین العابدین کے ان انعامات کے متعلق فرشتہ نے بھی اجمال ہی سے کام لیا ہے، مثلاً سوم اور بودی بٹ کے کارناموں کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے، "نوازشہا یافت" ملا عودی کی نسبت لکھتا ہے،

"سلطان نوازشہا فرمودہ انعام بسیار داد" سلطان نے بہت نوازش کی اور بڑا انعام دیا،

ملا جمیل کے متعلق لکھتا ہے:

بہرسال چندان تد بیلا جمیل می داد کہ شرح ان مقدور نیست سلطان ملا جمیل کو ہر سال اتنے روپیہ دیتا تھا کہ اسکا بیان کرنا آسان نہیں،

اور بھی چند عبارتین اسی مجمل طرز بیان کی مسطور ہین جنکو اس موقع پر نقل کرنا ضروری نہیں معلوم ہوتا،

تعمیرات وزراعت | سلطان زین العابدین کو تعمیرات وزراعت سے خاص شغف اور دلچسپی تھی فرشتہ لکھتا ہے

واکثر اوقات او بہ تعمیر ولایات وتکثیر زراعات وبرآمدن آبہا مصروف میگشت اس کا زیادہ وقت شہرون اور عمارتون کی تعمیر زراعت کی ترقی وتکثیر اور نہرون کے کھدوانے مین ״ ״ ״ ״ ״ ״ صرف ہوتا تھا،

چنانچہ اس نے اپنے عہد حکومت مین شہر اور قصبے بسائے، عمارتین بنوائین، پل بندھوائے، کنوئین کھدوائے اور سرائین قائم کین، فرشتہ لکھتا ہے،

وسلطان نزدیک کوہ ماران جوئے آوردہ شہر نو بنا کردہ آبادانی تا پنج کروہ راہ بود ودہ برین قیاس شہرہائے دیگر معمور ساخت سلطان نے کوہ ماران کے قریب نہر نکلوائی اور ایک نیا شہر آباد کیا جسکی آبادی کا سلسلہ کم وبیش دو کوس تک پھیلا ہوا تھا اس کے علاوہ اسی ״ ״ ״ ״ طرح کے اور دوسرے شہر بھی آباد کئے،

کشمیر کے مشہور تالاب مین جسکا نام اولر ہے سلطان نے ایک عظیم الشان عمارت بنوائی، تالاب کے وسط مین یہ عمارت اس طرح بنائی گئی کہ پہلے لکڑی کے چوکھٹے بھاری بھاری ترشتے ہوئے پتھرون سے بھر کر تالاب مین ڈالے گئے اور جب اس طرح یہ پتھر کی زمین سطح آب سے قریب قریب دس گز بلند ہو گئی تو اس پر عمارت قائم کی گئی، پانی کی سطح پر اس سنگی چبوترے کا طول وعرض دو دو سو گز تھا، سلطان نے اس عمارت کے ساتھ ایک مسجد بنوائی اور باغ لگایا اور اس عمارت کا نام زین لنکا رکھا اور کل مسجد

اور دوسری عمارتون کے لئے کچھ جائداد وقف کردی،

سلطان نے دوسری عمارت پایۂ تخت مین بنوائی، یہ عمارت بارہ منزل کی تھی، اس بلند ورفیع عمارت کی بعض منزلون مین بڑے ہال، پچاس متوسط کمرے اور چھوٹی چھوٹی کوٹھریان تھین، یہ پوری عمارت صرف لکڑی کی تھی، فرشتہ لکھتا ہے کہ اس وقت اس پایہ کی عمارتین مشرقی ممالک مین صرف چند تھین مثلاً سلطان یعقوب کا محل تبریز مین جسکا نام ہشت بہشت تھا یا کوشک باغ سفید ہرات مین،

سلطان زین العابدین نے اپنے حدود سلطنت مین بکثرت نہرین کھدوائین اور ان پر پل بندھوائے زراعت کی ترقی و تکثیر کے لئے بہترین کوششین صرف کین، جو نئے شہر یا قصبے آباد کرائے وہان بے وطن اور غریب الدیار لوگون کے رہنے سہنے کا تمام سروسامان کردیا، وہان علماء و فضلاء متعین کئے ان مقامات پر مسافر اور نووارد لوگون کے قیام وطعام کا انتظام بھی حکومت کی طرف سے ہوتا تھا فرشتہ لکھتا ہے،

و در کالپور و غیر آن، آبہا از دور آوردہ جویہا
می کند و پلہای پست و زراعتہا بسیار بیفزود
و در مواضعیکہ خود آبادان کردہ بود علماء و
فضلاء و غربا را متوطن می ساخت تا مردم
آئندہ و روندہ را طعام می دادہ باشند و ہر چہ
محتاجان را در کار باشد از نقد و جنس از ان
جنس صرف می کردہ باشند

کالپور اور اس کے علاوہ دوسرے مقامات مین نہرین
نکلوائین پل بندھوائے اور زراعت کو بیحد ترقی
دی سلطان نے جو نئے مقامات آباد کئے وہان
علماء و فضلاء اور دوسرے طبقہ کے لوگون کو بسایا
اس کا بھی انتظام کیا کہ اس رستہ سے آنیوالے
جانیوالے مسافرون کو وہان کھانا دیا جائے،
اور غریبون محتاجون کو نقد یا جنس جس چیز کی
ضرورت ہو برابر دی جائے،

اس قسم کے انتظام کا اثر ملک کی آبادی و خوشحالی پر کیا پڑا ہوگا، اس کا کسی قدر اندازہ فرشتہ کے ان الفاظ سے ہوسکتا ہے،

ودر مملکت کشمیر ہیچ زمینے بے آب و زراعت نماند مگر جائیکہ علم سلطان بآن نرسید

ملک کشمیر کا کوئی حصہ بے آب و زراعت نرہا مگر ہان شاید وہ حصہ جسکا علم بادشاہ کو نہ ہوا ہو،

قحط مین رفع مصائب

سلطان زین العابدین کے آخری عہد حکومت مین سخت قحط پڑا، تمام مملکت کشمیر مین زراعت اور پیداوار کا نام ونشان تک نہ تھا، لوگون کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ سونے اور چاندی کی بڑی بڑی مقدار کے مقابلہ مین غلہ کی تھوڑی سے تھوڑی مقدار کو لینا غنیمت سمجھتے تھے، غریب اور کم استطاعت طبقہ کے لوگ کچے اور بدترین قسم کے پھلون کو بھوک کی تکلیف رفع کرنے کے لئے کھاتے اور ان کی پیدا کردہ خرابیون کی وجہ سے اپنی جانین دیتے تھے اور بہت سے لوگ ایسے تھے جو اس قسم کے پھل بھی نہ پاتے تھے اور بھوک کی شدت اور تکلیف سے بالآخر مرجاتے تھے، سلطان ان حالات کی وجہ سے بیحد ملول وغمگین رہتا تھا، اور جو کچھ تدبیرین اس مصیبت کے دفعیہ کے لئے اس کے قبضۂ واختیار مین تھین سب کو کام مین لاتا تھا، چنانچہ اس نے عام حکم دیا کہ شاہی وسرکاری غلہ کے انبار جس قدر اور جہان کہین ہین وہ سب رعایا مین تقسیم کردئے جائین، سلطان نے اس سال اصل خراج ملکی مین سے بھی بڑی مقدار رعایا کو معاف کردی یہانتک کہ بعض حصہ ملک مین اصل خراج مین سے صرف ایک چوتھائی اور بعض حصون مین صرف اس کا ساتوان حصہ وصول کیا گیا بقیہ خراج بالکل معاف کردیا گیا،

شہزادونکی مخاصمت وخانہ جنگی

سلطان کے تین لڑکے تھے، بڑے کا نام آدم خان، منجھلے کا حاجی خان اور چھوٹے کا بہرام خان تھا، انمین حاجی خان سب سے زیادہ ماں باپ کو عزیز ومحبوب تھا اور آپس مین بڑے اور منجھلے بھائی کے درمیان سخت نزاع واختلافات تھے، جس زمانہ مین آدم خان نے تبت فتح کیا سلطان کی نگاہ مین اسکی محبوبیت بڑھگئی تھی چنانچہ اس کو اپنے ساتھ پایۂ تخت مین رکھا اور باہمی اختلافات کی وجہ سے منجھلے شہزادہ حاجی خان

کو وہان رکھنا مناسب خیال کیا اور اس کو لوہر کوٹ کا حاکم مقرر کرکے وہان بھیجدیا کچھ دنون بعد بعض ناعاقبت اندیش مشیرون کے مشورہ مین آکر حاجی خان سلطان کی طلب واجازت کے بغیر لوہر کوٹ سے کشمیر کے لئے روانہ ہوگیا یہ دیکھکر پہلے سلطان نے اس کو آنے سے منع کیا اور نصیحت آمیز طریقہ پر اس حرکت سے روکا لیکن اس کا کوئی اثر نہوا، اب سلطان نے فوجی طاقت سے کام لیا اور اس کو روکنے کے لئے فوجین روانہ کین، یہ دیکھکر حاجی خان اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور پشیمان ہوکر عذر خواہانہ سلطان زین العابدین کی خدمت حاضر ہونا چاہا لیکن چند خود غرض و واقعہ طلب اشخاص نے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ باپ بیٹے مین جنگ چھڑگئی، شاہزادہ آدم خان اس جنگ مین باپ کا دست و بازو تھا، دن بھر کی سخت لڑائی کے بعد حاجی خان نے شکست کھائی۔ اور وہ مغلوب ہوکر بھیرہ پور کی طرف بھاگ جانے پر مجبور ہوا، آدم خان نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے لشکر کے بہت سے سپاہیون کو قتل کیا اور چاہتا تھا کہ جب تک حاجی خان کو گرفتار نہ کرے اس وقت تک دم نہ لے لیکن خود سلطان نے اس کو تعاقب کرنے سے روک دیا، سلطان نے اس فتح وکامیابی کے بعد حاجی خان کی فوج کے قیدی سپاہیون، اپنے دربردہ مخالفون اور دزدان کے قتل کئے جانے کا حکم دیا، سلطان نے علاقہ کامراج بھی آدم خان کے سپرد کیا اور اس کو اپنا ولیعہد متعین کیا اور اس کے بعد مسلسل چھ برس تک آدم خان کا جاہ واعتبار سلطان اور رعایا کی نظر مین ترقی کرتا گیا، لیکن پھر خود اسکی ظالمانہ حرکتون نے اس کو اس پایۂ اعتبار سے نیچے گرادیا اور وہ اس طرح کہ ولایت کامراج مین آدم خان نے طرح طرح کے ظلم وفساد شروع کئے اور جو کچھ جس کے پاس پایا چھیننے لگا، لوگون نے اس کے مظالم سے تنگ آکر سلطان زین العابدین کے دربار مین دادخواہی کی، سلطان نے پہلے اسکو بہت کچھ نصیحتین کین لیکن موثر نہوئین، اب اس کے ظلم وتمرد کی یہ حالت ہوگئی کہ خود سلطان جو احکام بھیجتا ان کی بھی پروا نہ کرتا، ان سب سے بڑھکر یہ کہ اس نے قطب الدین پورہ کو اپنا مستقر قرار دیا اور کثیر التعداد لشکر جمع کرکے سلطان زین العابدین کی مخالفت شروع کی، سلطان نے اول اول تو بلطائف الحیل اسکو

اس کے ارادون سے باز رکھنا چاہا، اور اسی درمیان مین اسکی حرکتون سے متوہم ہوکر منجھلے شہزادہ حاجی خان کو اطمینان وتسلی دیکر جلد سے جلد اپنے پاس آجانیکی ترغیب دی، چنانچہ جب وہ آرہا تھا تو اس کی خبر آدم خان کو لگ گئی اس نے فوراً ولایت کامراج سے نکلکر سر راہ اس سے جنگ کی اور حاجی خان کو شکست دیکر سوپور کو بہت بری طرح غارت و برباد کیا، سلطان زین العابدین کو جب ان حالات کی اطلاع ملی تو اس نے اس فتنہ کو مزید ترقی سے روکدینے کے لئے ایک کثیر التعداد اور جرار لشکر آدم خان کی سزا وتنبیہ کی غرض سے روانہ کیا، آدم خان نے بھی اس لشکر کا مقابلہ کیا اور سخت لڑائی شروع ہوگئی لیکن اس جنگ مین آدم خان کی فوج کے بہترین جوانان جنگ آزما کام آئے اور آخرکار وہ مغلوب ہوکر بھاگ جانے پر مجبور ہوا، بدقسمتی یہ کہ جب وہ اور اس کا لشکر بھاگ رہا تھا تو دریائے بہت کا وہ پل جو سوپور کے سامنے واقع تھا، ٹوٹ گیا یا سلطان نے توڑ وا دیا جسکی وجہ سے تقریباً تین سو اس کی فوج کے بہترین سپاہی غرق ہوگئے سلطان زین العابدین نے اس کامیابی کے بعد سوپور پہنچکر وہان کی رعایا کو بہت کچھ تسلّی وتشفی دی، اس وقت دریائے بہت کے اس جانب سوپور مین سلطان زین العابدین اور اسکا لشکر مقیم تھا اور دوسری جانب کنارہ پر آدم خان اور اس کا لشکر اسی موقع پر سلطان کے حکم کے مطابق موضع نچہہ کی راہ سے حاجی خان بارمولہ پہنچا، سلطان نے حاجی خان کی پیشوائی کے لئے چھوٹے شہزادہ بہرام خان کو بھیجا، ان دونون بھائیون مین باہم بہت محبت والفت تھی، جب آدم خان کو حاجی خان کی آمد کی خبر ملی تو سخت خائف وغمگین ہوا، اور اب اپنی ناکامی کا یقین کرلینے کے بعد وہان سے نیلاب کی طرف بھاگ نکلا، اس کے فرار کے بعد سلطان زین العابدین شہزادہ حاجی خان کو لیکر پایۂ تخت کو لوٹا اور اس کے ساتھ بیحد التفات ومحبت ظاہر کرکے اس کو ولیعہد حکومت مقرر کیا، شہزادہ حاجی خان نے بھی بہت اخلاص وادب کے ساتھ خدمتگذاری کی اور پچھلی تقصیرات کی تلافی کردی، سلطان نے ایک مجوہر درمرصع تلوار اس کو عنایت کی اور اس کے ساتھیون، خادمون اور سپاہیون کو منصب اور جاگیرین عطا کین لیکن آخر آخر مین سلطان شاہزادہ حاجی خان

سے بھی ناراض ہوگیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ بکثرت شراب پیتا اور سلطان کی پدرانہ نصیحتوں پر عمل نہ کرتا
تھا۔ اسی زمانہ مین سلطان زین العابدین کو اسہال دموی کا مرض لاحق ہوگیا جو بعد کو برابر بڑھتا ہی رہا اور اسکی
وجہ سے سلطنت کے کاروبار مین بڑا خلل پڑگیا بعض امرائے حکومت نے دربردہ آدم خان کو آنے اور سلطان
سے ملنے کا موقع دیا وہ سلطان کی خدمت مین حاضر ہوا لیکن اس نے اسکی طرف کوئی توجہ نہین کی۔ آدم خان
نے یہان اپنے بھائیون سے ملکر صلح کرلی اور امرا و اعیان حکومت سے عہد و پیمان لیا، ان امرا نے سلطان
کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کی کہ سلطنت کے تمام کاروبار معطل پڑے ہین ملک تباہ و برباد ہورہا ہے
آپ شاہزادون مین سے جسکو پسند کرین اپنا جانشین مقرر فرمائین سلطان نے ان کے اس مشورہ کو قبول نہ
کیا بلکہ معاملہ کو تقدیر و رضائے الٰہی پر چھوڑ دیا، اتفاق یہ کہ اسی زمانہ مین ایک مرتبہ تینون شہزادے ایک
مجلس مین جمع ہوئے، چھوٹے شہزادہ بہرام خان نے اس موقع پر کچھ ایسی گفتگو کی جسکی وجہ سے آدم خان
اور حاجی خان مین سخت اختلاف پیدا ہوگیا اور دونون نے پچھلی صلح و مصالحت اور عہد و پیمان کو بالائے
طاق رکھدیا، آدم خان نے سلطان سے اجازت رخصت لیکر اسی وقت قطب الدین پورہ کی راہ لی ادھر
آدم خان کی روانگی کے بعد حاجی خان اور بہرام خان نے ملکر اسکی بیخکنی کا تہیہ کرلیا چنانچہ اب باقاعدہ آدم خان
سے جنگ شروع ہوگئی اس درمیان مین آدم خان ایک رات کو تنہا سلطان کی عیادت کے لئے اپنی
فوج کو شہر کے باہر چھوڑکر محل سلطانی مین داخل ہوا اور رات بھر دیوانخانہ مین رہا، اسی رات کو حسن خان کچی
جو کشمیر کے سربرآوردہ و مقتدر امرا و اعیان سلطنت مین سے تھا اس نے حاجی خان کیلئے دوسرے
امرا و ارکان سلطنت سے بیعت لی چنانچہ اب باقاعدہ حاجی خان دیوانخانہ مین داخل ہوا اور نیز سلطانی
تولیہ پر قابض ہوگیا، اس نے کثیر التعداد فوج مہیا کرلی اور قلعہ کے باہر اپنا لشکر جمع کردیا، اس طرح حاجی خان
کی کامیابی دیکھکر آدم خان بالکل مایوس ہوگیا اور اب اس نے بارہمولہ کی راہ سے کشمیر چھوڑکر ہندوستان
کی راہ لی، اسی زمانہ مین اس کے نوکرون نے بھی اس سے بیدل ہوکر اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور حاجی خان کے

کے امراء مین سے ایک امیر زین لاڑک نام نے اس آخری موقع پر بھی اس کا تعاقب کیا لیکن اس بہادر جنگجو نے اس کا خوب خوب مقابلہ کیا اور اس کے بہت سے عزیزون اور بھائیون کو تہ تیغ کرتے ہوئے کشمیر کو خالی کر دیا،

سلطان کی موت

سلطان زین العابدین بستر علالت پر تھا، اسکی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی۔ شاہزادون کی باہمی مخاصمت و مخالفت کی خبرین اسکی روح کو اور زیادہ صدمے پہنچا کر مرض کی تقویت و استیلاء کا ذریعہ بنگئی تھین، امراء و اعیان سلطنت مستعدی کے ساتھ اسکی خدمت گذاری مین مشغول تھے، وہ شاہزادون کے فتنہ و فساد کے خیال سے ان کو اسکا موقع نہ دیتے تھے کہ سلطان کی عیادت کیلئے جائین، رعایا کی تسکین و تسلی کی غرض سے کبھی کبھی سلطان کو کسی بلند و نمایان مقام پر بٹھاتے تھے تاکہ سب لوگ دور سے اس کو دیکھ سکین، اور اس طرح ملک کی حفاظت و صیانت کیلئے مناسب تدبیرون کو کام مین لاتے تھے سلطان کا مرض جب اور زیادہ ترقی کر گیا تو یہ حالت ہو گئی کہ وہ مطلقاً کوئی غذا نہ کرتا تھا اس کے حواس معطل ہو گئے تھے اکثر بے ہوش و حواس رہتا تھا چنانچہ کبھی تمام تمام رات اور تمام تمام دن بیہوش پڑا رہتا یہانتک کہ بالآخر ۸۷۷ھ مین انہتر برس کی عمر اور ۵۲ برس کی مدت حکمرانی کے بعد اس جہان فانی کو چھوڑ کر عالم بقا مین پہنچ گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون،

عادات و اخلاق اور دوسرے عام حالات

باوجود فراوانی اسباب عیش و نشاط سلطان زین العابدین اپنی اخلاقی حیثیت سے ایک پارسا مزاج و زاہد خو شخص تھا فرشتہ لکھتا ہے،

در پارسائی او بحدے بود کہ عورت بیگانہ را	اس کی پارسائی اس حد تک تھی کہ غیر کی عورت
بجائے مادر و خواہر خویش تصور مینمود و ہیچ	کو اپنی مان اور بہن تصور کرتا تھا اور کبھی طرح

ہرگز چشم صورت نداشت کہ بزنے نامحرم و یا در مال غیر بنظر خیانت طمع کند،	بھی جائز نہ رکھتا تھا کہ کسی نامحرم عورت یا غیر کی دولت و ثروت کو خیانت اور بدی کی نگاہ سے دیکھے اور اسکا لالچ کرے،

دنیا اور اسباب دنیا سے اسکی وارستگی کی شہادت فرشتہ ان لفظون مین دیتا ہے،

وگذشتگی و وارستگی او از دنیا بمرتبہ بود کہ باآن علو شان و حشمت و شوکت اصلا تعلق باسباب سلطنت نداشت و در مقام جمع نمودن خزائن نبود،	دنیا سے وارستگی اس درجہ تھی کہ باوجود حشمت و شوکت اسباب سلطنت سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا اور وہ کبھی خزانون کے جمع کرنے کی فکر مین نہ پڑا،

وہ نرم خو اور رحم دل تھا اس لئے اگر کبھی کسی سے خفا اور ناراض ہوتا تو یہ ضرور نہ تھا کہ اس کی سزا کرتا اس کا طرز عمل یہ تھا کہ جب کسی پر غضب و غصہ کرتا تو اس کو کسی بہانہ سے دور دراز ملک مین بھیجدیتا تھا اور اس طرح جس شخص سے وہ ناراض ہوتا اس کو اسکی ناراضی کی خبر تک نہ ہونے پاتی، اس کی نرم خوئی و رحم دلی انسانون ہی تک محدود نہ تھی بلکہ حیوانات پر بھی وہ مہربان تھا فرشتہ لکھتا ہی،

وبمہربانی کہ داشت مردم را حکم بمنع شکار فرمود تا جانوران کشتہ نشوند،	مہربانی کی وجہ سے اس نے ممانعت کردی تھی کہ کوئی شکار نہ کھیلے تاکہ جانور مارے نہ جائین

اس کی ایک عجیب عادت یہ تھی کہ

در ماہ مبارک رمضان گوشت نمی خورد (فرشتہ)	رمضان المبارک کے مہینے مین گوشت نہین کھاتا تھا

وہ طبعاً مسالمت پسند اور روادار تھا، اس لئے ہر مذہب اور ہر گروہ کے اشخاص کی عزت و محبت کرتا تھا۔ اس کی مجلس مین مسلمان اور ہندو دونون جماعت کے تعلیم یافتہ اور باکمال افراد شریک بزم ہوتے تھے، فرشتہ لکھتا ہی:

"دبا جمیع طوائف مردم صحبت میداشت و
چون کسب علوم و فنون کرده بود همیشه
مجلس او پر از دانایان مسلمان و ہندو
می بود۔"

ہر گروہ کے افراد کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اور
چونکہ اس نے علوم و فنون سیکھے تھے اس لئے
اسکی مجلس مسلمان اور ہندو تعلیم یافتہ و ارباب
کمال اشخاص سے ہمیشہ بھری رہتی تھی،

وہ جس طرح علماء اسلام کے ساتھ خلوص و عقیدت رکھتا تھا اسی طرح ہندو قوم کے جوگیون کی عزت و محبت بھی کرتا تھا، فرشتہ لکھتا ہی،

"و سلطان در تعظیم او و جمیع علمائے اسلام
تقصیر نمی کرد و می گفت کہ اینہا مرشد
و قبلۂ ما اند و ما را از ضلالت برآوردہ
بہدایت رسانیدہ اند و ہمچنین احترام جوگیان
نیز می نمود کہ اینہا مرتاض و غریب اند
و تقریب عیب ہیچ طائفہ نمی کرد کہ ہمین منظور او بود"

تمام علمائے اسلام کی تعظیم کرتا تھا اور کہتا تھا
یہ ہمارے قبلہ و مرشد ہین گمراہی سے بچاکر انھون نے
ہمین ہدایت کی راہ پر لگایا ہی، وہ جوگیون کا
بھی احترام کرتا تھا اور کہتا کہ یہ لوگ بے نفس
و مرتاض ہین، کسی گروہ کی عیب جوئی نکرتا
تھا کہ اس کو یہی دل سے پسند تھا،

اس کی فراست و دانائی کے متعلق فرشتہ لکھتا ہی کہ

"فراست و بزرگی بمنزلہ داشت کہ ہر نوع
قضیہ و مشکلے را کہ عاقلان از حل آن عاجز
می شدند سلطان در بدیہہ تفصیل می ساخت"
" " "

اس درجہ عاقل و دانا تھا کہ جس مشکل کے حل
اور جس قضیہ کے فیصل سے تمام عقلمند و تجربہ
کار لوگ عاجز رہجاتے سلطان آن کی آن
مین فیصل کر دیتا تھا،

اس کے بعد فرشتہ نے استشہاداً یہ واقعہ نقل کیا ہی کہ ایک عورت نے اپنی سوت کو بدنام و رسوا کرنے اور اس طرح اپنے دل کے آتشِ حسد کو بجھانے کی غرض سے خود اپنے ننھے سے بچہ کو مار ڈالا اور

اس کا الزام اپنی سوت کے سر رکھا، جب یہ مقدمہ دربار سلطانی مین آیا تو پہلے سلطان نے اس کو عقلائے دربار کے سپرد کیا لیکن سب کے سب اس کو فیصل کرسکنے سے عاجز رہے بالآخر سلطان نے اس کو خود اس طرح فیصل کیا کہ پہلے اس نے سوت کو جس پر الزام لگایا گیا تھا طلب کیا اور الگ لیجا کر اس سے کہا کہ اگر تو نے واقعاً اس بچہ کو قتل کیا ہو تو سچ سچ مجھ سے اقرار کرلے اگر تو نے صحیح اقرار کرلیا تو یقین رکھ کہ تجھکو معاف کردونگا ورنہ ذرہ بھی غلط بیانی سے کام لیا تو سخت ترین سزا دونگا، عورت نے جواب دیا کہ آپ جو چاہین سزا دین لیکن سچ یہ ہو کہ مین اس بچہ کے قتل کرنے والے کو نہین جانتی، دیر تک ترغیب و ترہیب کے بعد سلطان نے آخر مین اس سے کہا کہ اچھا، اگر تو نے قتل نہین کیا اور تو اس تہمت سے بری ہو تو چل اپنے تمام کپڑے اتار دے اور ننگی تمام آدمیون کے سامنے سے ہو کر اپنے گھر کو چلی جا، تاکہ تمام لوگ جان لین کہ تو اس خون کی تہمت سے بری ہے، عورت نے یہ سنکر شرم سے سر جھکا لیا اور عرض کی اگر مجھکو قتل کردیا جائے تو یہ اس بیحیائی سے ہزار درجہ بہتر ہے کیا قتل و خون کی یہ جھوٹی تہمت میری رسوائی کے لئے کافی نہین ہو؟ کہ مین اس بیحیائی و بے شرمی کے فعل کا ارتکاب کرون، یہ جواب پاکر سلطان نے اس کو چھوڑ دیا، اور مدعیہ کو بلوایا اور بالکل یہی گفتگو اس سے بھی کی اس نے کہا اگر میری سوت اس بچہ کی قتل کرنیوالی نہو تو اس کے عوض مجھے قتل کردیا جائے، سلطان نے اس سے کہا کہ اگر تو اپنے دعوے مین سچی ہو تو تمام اہل مجلس کے سامنے ننگی ہوجا، یہ سنتے ہی وہ فوراً ایسا کرنے کے لئے امادہ ہوگئی اور چاہتی تھی کہ اپنے کپڑے اتار ڈالے، یہ دیکھکر سلطان نے ایسا کرنے سے منع کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ جرم اسی مدعیہ کا ہو اس نے صرف اپنی سوت کے استیصال کی غرض سے ایسا کیا اور اس کا الزام اس کے سر رکھا اس فیصلہ کے بعد سلطان کے حکم سے چند کوڑے اس کو لگائے گئے اب اس نے قتل کا اقرار بھی کیا اور اس اقرار کے بعد وہ آخر اپنے جرم کی اس سزا کو پہنچی جسکی وہ مستحق تھی،

ایک عجیب واقعہ سلطان زین العابدین کے سلسلہ واقعات زندگی مین یہ واقعہ خاص طور پر عجیب و قابل

ذکر ہے، کہ ایک مرتبہ سلطان کو ایک سخت مرض ہو گیا جس مین نقاہت اور کمزوری اس حد تک ہو گئی تھی کہ بستر پر جنبش و حرکت کر سکنے سے بھی معذور تھا، تمام لوگ سلطان کی زندگی و صحت کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے، اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک جوگی آیا، اس نے سلطان کی بیماری کا حال سنکر امراء و اعیان حکومت تک رسائی حاصل کی اور ان سے کہا کہ آپ سب لوگ سلطان کی زندگی سے مایوس ہو چکے ہین مین ایک ایسا علم جانتا ہون جس کے ذریعہ سے سلطان کی بیماری کو اپنی طرف منتقل کر سکتا ہون اور اس کے بعد سلطان کو بالکل صحت ہو جائیگی، آپ لوگ مجھے پہلے سلطان کے پاس لیچلین تاکہ مین دیکھون اور کوشش کرون، یہ سنکر امرائے دربار اس کو سلطان کے پاس لے گئے، جوگی نے اس کو دیکھکر کہا کہ بیماری بہت سخت ہے تاہم مین اپنا عمل کرونگا مجھے کامیابی کی امید ہے آپ حضرات میرے ایک چیلہ کو میرے پاس رہنے کی اجازت دین اور کمرہ کو بالکل خالی کردین اور جب تک مین عمل کرتا رہون کوئی ادھر نہ آنے پائے، امرانے چیلہ کو آنیکی اجازت دی، کمرہ کو بالکل خالی کر دیا جوگی نے اپنا عمل شروع کیا جس کے ذریعہ سے سلطان کی بیماری جوگی کی طرف منتقل ہو گئی اب سلطان صحیح تھا اور جوگی بیمار، اس کی بالکل وہی حالت ہو گئی جو سلطان کی تھی، جوگی نے اسی حالت مین اپنے چیلہ سے کہا کہ امرا کو خبر دو سلطان کو صحت ہو گئی اور مجھے نہایت احتیاط کو ساتھ اٹھا کر میری قیامگاہ کو لیچلو، اور وہان اثنائے علالت مین کتّے، بلی اور دوسرے حیوانات کے صدمہ و آسیب سے میری حفاظت کرتے رہو، تاآنکہ مین بھی بالکل صحیح و تندرست ہو جاؤن، یہ سنکر جوگی کے چیلہ نے امرا کو خبر کی اونھون نے آکر سلطان کو صحیح و تندرست پایا تو سب کے سب حیران و ششدر رہگئے، جوگی کو اٹھا کر اس کا چیلہ اوسکی قیامگاہ کو لیگیا اور سلطان اور اس کے امراء و اعیان حکومت نے صحت کی بیحد خوشی منائی اور بہت کچھ صدقات اور خیرات محتاجون اور فقیرون مین تقسیم کی

ہمعصر سلاطین و امراسے تعلقات

سلطان زین العابدین کی نیکنامی اور حسن شہرت نے اس کے معاصر سلاطین و امرا کو اسکا مشتاق

کو دیدیا تھا چنانچہ فرشتہ نے تصریح کی ہے کہ وہ اس کے ملنے کے آرزومند رہتے تھے، اس کے تعلقات اخلاص و دوستی کے دائرہ مین ہندوستان کے باہر کے سلاطین و امرا بھی داخل تھے اور ان مین سب سے زیادہ مخصوص و استوار روابط معاصرت خاقان سعید ابو سعید شاہ سے تھے ان دونون کے درمیان ہدایا و تحائف کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا خاقان ابو سعید خراسان سے عربی گھوڑے، عمدہ خچر اور قوی ہیکل اونٹ بھیجا کرتا تھا اور ادھر سے سلطان زین العابدین اس کے مقابلہ مین زعفران، کاغذ، مشک، عطر و گلاب، سرکہ، کشمیری شالین اور شیشے کے برتن خاقان کے پاس بھیجا کرتا تھا،

اس قسم کے تحائف مین سے وہ دو جانور خاص طور پر قابل ذکر ہین جو راجہ تبت نے سلطان زین العابدین کو بھیجے تھے، یہ جانور تبت کے ایک مشہور تالاب مین پائے گئے تھے، جس کی یہ خصوصیت تھی کہ اس کا پانی کبھی خراب و متغیر نہین ہوتا تھا ان جانورون کا نام راج ہنس تھا وہ نہایت خوشنما و خوبصورت تھے اور ان کی یہ عجیب و غریب خصوصیت تھی کہ ان کو دودھ مین پانی ملاکر جب کھانے کے لئے دیتے تھے تو وہ اپنی چونچ کے ذریعہ اس مین سے دودھ کے تمام اجزا کو کھا لیتے تھے اور خالص پانی کو چھوڑ دیتے تھے،

نظریۂ اضافیت

(۲)

از جناب مولوی نصیر احمد صاحب بی، ایس، سی، استاذ طبیعات جامعہ عثمانیہ

نظریۂ اضافت پر جو عظیم الشان لٹریچر مغرب مین پیدا ہوگیا ہو اس کی ادنیٰ سی مثال ایک یہ ہو کہ دو برس ہوئے امریکہ کے رسالہ "سائنٹفک امریکن" نے اس نظریہ کو انعامی قرار دیکر اس پر متعدد مضمون لکھوائے، امریکہ کے ایک علم دوست مخیر نے .... ۵ ڈالر (تقریباً ۱۵۴۲۵ روپیہ) کا انعام بہترین مضمون لکھنے والے کو دیا، مضمون کا انتخاب ماہرین فن کی ایک مختصر سی جماعت نے انجام دیا، نظریہ کی اس اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوے گذشتہ مضمون[1] "مشتے نمونہ از خروارے" ہے، اس صحبت مین ارادہ ہے کہ نظریہ کے مختلف پہلوؤن پر اور مختلف حیثیتون سے نظر ڈالی جائے،

گذشتہ صحبت مین ہم نے یہ ذکر کیا تھا کہ پروفیسر **آئنسٹین** جاپان مین مدعو کئے گئے تھے، چنانچہ اسی دعوت کی بنا پر وہ ہندوستان ہوتے ہوئے جاپان تشریف لے گئے، ایبنٹی مین اونھون نے اتنا قیام کیا تھا کہ وہان ایک لکچر اس نظریہ پر دے سکے، جاپان مین جب پہونچے تو ان کا نہایت پرجوش خیرمقدم کیا گیا، جس جاپانی عالم نے مناظرہ کا ارادہ کیا تھا وہ ایک نوجوان شخص ہے، اوس نے بالآخر اپنے ایک معمر استاد کی فہمایش پر مناظرہ سے احتراز کیا اور پروفیسر موصوف کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، کہ اوس کے دلائل خود اوس کے استاد کی نگاہ مین یکسر بازیچۂ اطفال سے زیادہ نہ تھے، اور اس کے مقابلہ مین پروفیسر موصوف کے دلائل زیادہ تر مستحکم اور قوی ہین، اس تمہید کے بعد ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہین،

---

[1] دیکھو معارف دسمبر ۱۹۲۲ء،

اضافیت،[۱] اضافیت کا مفہوم جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا تھا کوئی نیا مفہوم نہین ہے، فلسفی مدت سے مانتے آئے ہین، لیکن ان سب کی نظر مسئلہ کی کیفیت پر رہی کمیت پر صرف آئنسٹین نے توجہ کی اور بالآخر ہر طرح سے مکمل کرکے اس کو ایک نظریہ کی صورت مین پیش کیا، یہی اس کا اصل کارنامہ ہی،

ہر مشاہدہ مین دو فریق ہوتے ہین، ایک مشاہد یعنی دیکھنے والا اور دوسرا مشاہد یعنی جو کچھ دیکھا جائے،

جو کچھ کہ ہم دیکھتے ہین وہ محض شئے مرئی پر منحصر نہین ہی بلکہ خود ہمارے حالات پر بھی منحصر ہے، یعنی ہمارے مقام، ہماری حرکت، اور ہمارے ذاتی خبط پر بھی بہت کچھ اس کا انحصار ہے، قبسا اوقات محض بہ تقاضائے فطرت یا بعض اوقات بالارادہ ہم اس بات کی کوشش کرتے ہین کہ کسی طرح مشاہدہ مین سے اپنی انانیت حذف کردین اور اس ربع مسکون کا ایک ایسا نقشہ کھینچین جو جملہ مشاہدین مین مشترک ہو جیسے کبھی کبھی سمندر کے افق پر ایک چھوٹے سے داغ کو ہم ایک عظیم دخانیہ سمجھنے لگتے ہین، یا ریل گاڑی مین بیٹھے ہوئے کھڑکی سے ایک گائے کو اپنے پاس سے پچاس میل فی گھنٹہ کی شرح سے حرکت کرتے دیکھتے ہین، اور کہتے یہ ہین کہ وہ ساکن ہی، ہم تارون والے آسمان کو حرکت کرتا دیکھتے ہین اور فیصلہ یہ کرتے ہین کہ فی الحقیقت گردش زمین کر رہی ہے، اس طرح سے گویا ہم ایک ایسا نقشہ پیش کرنا چاہتے ہین جو کسی دوسرے سیارے پر رہنے والے مشاہد کے نزدیک بھی صحیح ہو،

اگر ہم اپنے معلومات کو ایک ہمہ گیر شکل مین پیش کرنا چاہتے ہین تو سب سے پہلا کام ہمارا یہ ہونا چاہیئے کہ جملہ انفرادی حیثیات کو مٹاکر کسی خاص مشاہد کو معیار قرار دیکر اس کی اضافت مین ان حیثیات کو تحویل کرلین، دنیا کا نقشہ جو اس طرح سے حاصل ہوگا وہ بھی اضافی ہی ہوگا کیونکہ ہم نے مشاہد کا حصہ حذف نہین کیا ہی بلکہ صرف اس کا تعین کردیا ہے،

---

[۱] Idiosyncracy

کسی مشاہد کے حصے کو معذرت کرنے میں سب سے بڑی دقت جو پیش آتی ہے وہ حرکت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اگر مشاہد کو مطلقاً سکون ہو تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے لیکن یہ امر ممکن نہیں، ہر وہ مشاہد جس کو ہم ساکن سمجھتے ہیں زمین کی حرکت میں شریک ہے، اور اس لئے متحرک ہے، حرکت کے اس عجیب و غریب اثر کو ہم چند مثالوں سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔

حرکت کی وجہ سے شے میں انقباض زید و بکر دونوں کسی دریا میں الگ الگ تیر رہے ہیں، اگر بالفرض دریا شرقاً غرباً بہہ رہا ہے اور زید شرقاً غرباً ۔۔ اگز آئے جائے اور بکر شمالاً جنوباً اسی طرح ۔۔ اگز طے کرے، تو بتلایئے کہ دونوں میں کس کو زیادہ وقت درکار ہوگا،

جاتے وقت دریا کی لہر زید کے خلاف عمل کرتی ہے اسی لیئے زید کو زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے، لوٹتے وقت لہر زید کے موافق ہو جاتی ہے اس لیئے وہ جلد تر واپس آجاتا ہے، بکر کے راستے میں بھی لہر حائل ہو جاتی ہے کیونکہ اس کو بھی کسیقدر قوت لہر کے ساتھ ساتھ جانے سے بچنے کے لیئے صرف کرنا پڑتی ہے لیکن ہر تیراک یہی کہے گا کہ زید کو زیادہ مزاحمت پیش آتی ہے،

اس کو ایک عددی مثال سے یوں سمجھئے کہ تیراک کی رفتار ۵۰ گز فی دقیقہ ساکن پانی میں ہے اور اور لہر کی رفتار ۳۰ گز فی دقیقہ ہے، تو زید کی رفتار لہر کے خلاف صرف ۲۰ گز (۵۰ - ۳۰) اور لہر کی سمت میں ۸۰ گز (۵۰ + ۳۰) گز فی دقیقہ ہے، جاتے میں زید کو ۵ دقیقے لگتے ہیں اور آتے وقت ۱½ دقیقہ، پس کل مدت ۶½ دقیقہ،

اب بکر کا حال سنئے، فرض کیجئے کہ وہ نقطہ الف سے چلتا ہے اور اس کا مقصود نقطہ ب پر پہنچنا ہے تو اس مقصد کے حصول کے لیئے اس کو نقطہ ج پر نظر رکھنا چاہیئے تاکہ لہر اس کو ہٹاتے ہٹاتے نقطہ ب پر لے آئے گویا اگر پانی ساکن ہوتا تو بکر فاصلہ ا ج طے کرتا، اب
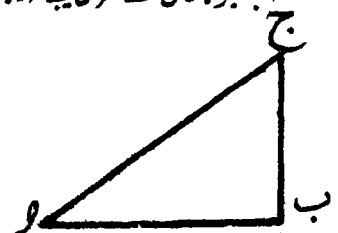
اس نے اوب طے کیا ہے، تو لہر کی وجہ سے جتنا فاصلہ زیادہ طے کرنا پڑا وہ ج ب ہے، اب اگر حسب سابق بکر اور دریا کی رفتار ۵۰ اور ۳۰ گز فی دقیقہ ہو تو وج اور ج ب مین ۵۰ اور ۳۰ کی نسبت ہونا چاہئے اب چونکہ مثلث او ب ج قایم الزاویہ ہے اس لئے اقلیدس مقالہ اول شکل ۴۷ کی رو سے اوب مساوی ۴۰ گز کے ہوگا، چونکہ بکر ۱۰۰ گز طے کرتا ہے اس لئے اوج کا طول ۱۲۵ گز ہوا، اور اس فاصلہ کے لئے مدت ۲½ دقیقے ہوگی، واپسی کے لئے بھی ۲½ دقیقے درکار ہونگے، پس کل مدت ۵ دقیقہ ہوئی،

پانی اگر ساکن ہوتا تو مدت ۴ دقیقے ہوتی،

پس زید اور بکر ہر دو کی مسافت مین نسبت ۶¼ اور ۵ کی ہے،

یعنی نسبت = ۶¼ : ۵

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{۳}{۵}\right)^۲}}$$

کیونکہ

$$۶\tfrac{1}{۴} : ۵$$

$$= \frac{۲۵}{۴} : ۵$$

$$= \frac{۲۵}{۴} \times \frac{1}{۵}$$

$$= \frac{۵}{۴} = \frac{1}{\frac{۴}{۵}}$$

$$= \frac{1}{\sqrt{\frac{۱۶}{۲۵}}} = \frac{1}{\sqrt{1-\frac{۹}{۲۵}}}$$

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\frac{۳^۲}{۵^۲}}} = \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{۳}{۵}\right)^۲}}$$

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{۳۰}{۵۰}\right)^۲}}$$

نسبت کو اس طرح لکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس نسبت کا انحصار دریا کی رفتار اور تیراک کی رفتار

کی نسبت یعنی $\frac{۱}{۲}$ پر ہے،

انہی اصولون کی بنا پر ۱۸۸۷ء مین امریکہ مین ایک بہت ہی مشہور تجربہ ترتیب دیا گیا، اس تجربہ مین تیراک نور کی ایک لہر تھی اور ہم جانتے ہین کہ مادہ اثیر مین نور ۱،۸۶،۳۳۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے تیرتا ہے، اثیر معمل مین اس طرح جاری تھا جیسے کوئی دریا ساحل کے کنارے کنارے بہتا ہوا ایک ملکی مجلّا سطح سے جزئی انعکاس کے ذریعہ سے موج نور کے دو حصے کر دیے گئے تھے، ایک حصہ زید کی طرح سمت دریا مین حرکت کرتا تھا، اور دوسرا بکر کی طرح شمالاً جنوباً جب ہر دو امواج اپنے اپنے منتہی تک پہونچ گئین تو وہ آئینون کی مدد سے مقام آغاز پر واپس کر دی گئین، اس مسابقت کا نتیجہ معلوم کرنے کے لئے خاص خاص مناظری آلات ترتیب دیے گئے تھے، چونکہ نور موجون کا نتیجہ ہی اور ہر موج مثل آبی لہر کے اپنے اندر ایک اوج اور ایک حضیض یا ایک نشیب اور ایک فراز رکھتی ہی اسلئے دو موجون کے ملنے سے پتہ لگ سکتا تھا کہ کون جلد پہونچی اور کون دیر مین یعنی اگر دیر مین پہونچی ہو گی تو ایک کا اوج دوسرے کے اوج سے مطابق ہونے کے بجائے اس کے حضیض پر منطبق ہوگا،

مائی کلسن اور **مارلے** انہی دو عالمون نے تجربہ کیا تھا، جب انھون نے یہ نتیجہ دیکھا کہ دونون موجین ایک ساتھ پہنچین تو اون کو بہت تعجب ہوا یہ صحیح ہے کہ اون کو اثیر کی سمت حرکت معلوم نہ تھی لیکن وہ اسی تجربہ کی مدد سے اس کو دریافت کر لینا چاہتے تھے، اس مشکل کو انھون نے اس طرح دفع کیا کہ سمتین بدل بدل کر تجربے کیے، یہ بھی ممکن تھا کہ کسی خاص لحظے مین کوئی لہر ہو ہی نہین لیکن زمین کی رفتار ۱۸½ میل فی ثانیہ ہے جو سورج کے گرد اپنے سفر مین لحظہ بہ لحظہ سمت بدلتی رہتی ہے، پس سال بھر مین کسی وقت بھی اثیر مین ارضی معمل کی رفتار ۱۸½ میل فی ثانیہ سے کم نہین ہو سکتی۔

اس تجربہ مین اس رفتار کی لہر سے بھی ایک موج کی تاخیر کا پتہ لگ جانا چاہیئے تھا، اور ۱۹۰۵ء مین **مارلے** اور **ملر** نے جب اس تجربہ کو دہرایا تو اس وقت صرف ۲ میل فی ثانیہ ہی کی اثیری لہر کافی تھی

سوال یہ ہے کہ جب دو دوڑنے والے ایسے ہون جن مین سے ایک دوسرے سے سمت رفتار ہوا اور اس پر بھی دو آخری منزل پر ایک ساتھ پہونچین تو ظاہر ہے کہ ان دونون نے برابر کے فاصلے نہ طے کیے ہونگے، اس مشکل کو دور کرنے کے لیے تجربۂ بالا مین آلات کو ایک زاویہ قایمہ مین گھما دیا تاکہ جو حصہ شرقاً غرباً تھا وہ شمالاً جنوباً ہو جائے اور جو شمالاً جنوباً تھا وہ شرقاً غرباً ہو جائے، اب دوڑنے والی چیزون (یعنی ہر دو حلقۂ مواج) نے راستہ بدل دیا اس پر بھی نتیجہ وہی رہا۔ یعنی مقام آغاز دونون ایک ساتھ پہونچین

واضح رہے کہ آیندہ ہم شرقاً غرباً کو طولی سمت کہین گے اور شمالاً جنوباً کو عرضی، مذکورۂ بالا عجیب و غریب نتیجہ کی سیدھی سی تاویل یہ ہے کہ ہر راستہ جب عرضی سے طولی وضع مین رکھا جاتا ہے تو خود بخود سمٹ جاتا ہی، پس آلات کا جو حصہ بھی طولاً رکھا جاتا ہی وہ فوراً چھوٹا ہو جاتا ہی،

ہم کو یہ فرض کرنا پڑتا ہی کہ آلہ کا کوئی سا حصہ جب اثیری رو کے لحاظ سے مختلف سمتون مین گھمایا جاتا ہی تو اِس کے طول مین فرق آجاتا ہی، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مادہ کی نوعیت کا اِس تجربہ پر اثر نہین پڑتا، خواہ دھات ہو، پتھر ہو یا لکڑی ہر قسم کے مادے کے لیے ایک ہی انقباض پیدا ہوتا ہے، جو دیر ہوتی ہی وہ اثیری رو کی رفتار اور نور کی رفتار کی نسبت پر منحصر ہے، اِس سے وہ انقباض بھی جو اِس دیر کی تلافی کر دیتا ہی متعین ہو جاتا ہے، سب سے پہلے اِس توجیہ کو **فٹجرال**[1] نے پیش کیا تھا، بعد مین **لارمر** اور **لورنز** کی تحقیقات نے اِس کی کافی تصدیق کی،

بہت سی صورتون مین یہ انقباض بہت ہی قلیل ہوتا ہی،

ہم دیکھ چکے ہین کہ جب رو کی رفتار تیراک کی رفتار سے ۱۳ اور ۵ کی نسبت مین ہو تو تعویق کی تلافی کے لیے $\sqrt{1-(\frac{5}{13})^2}$ کے انقباض کی ضرورت ہی، زمین کی مداری رفتار نور کی رفتار کا $\frac{1}{10000}$ ہے، پس اِس سے $\sqrt{1-(\frac{1}{10000})^2}$ یا $1-\frac{1}{200000000}$ (۲۰ کروڑ مین ایک حصہ) انقباض پیدا ہوتا ہے، اِس کے

[1] انگریزی مین Fitzgerald ہے۔

معنے یہ ہوئے کہ زمین کا قطر سمت حرکت مین ۲ پ انچ کم ہوجاتا ہی،

مائی کلسن اور **مارلے** کا تجربہ اثیر مین ہماری حرکت کا پتہ لگانے مین ناکامیاب رہا، کیونکہ جس اثر کی امید تھی یعنی نوری موج کی تعویق وہ آلات کے مادے کے خودبخود انقباض سے پوری ہوگئی، اس سے بہتر برقی اور مناظری تجربات کیے گئے لیکن ان مین بھی اس تعویق کا پتہ نہ لگا، کیونکہ کہین نہ کہین اس کی تلافی ہوجاتی ہی، ہمارا اب یہ عقیدہ ہو کہ اشیار کی ماہیت ہی کچھ ایسی ہو کہ یہ تلافی خودبخود ہوجاتی ہی، بس اثیر مین ہماری حرکت کا پتہ لگانا امر محال ہی خواہ ہم ساکن ہون یا روشنی کی رفتار جیسی رفتار سے متحرک ہون ہمارے مشاہدات پر اس کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا،

چند تجربات جو کئے گئے ہین ان سے اس عام نتیجہ کا اخذ کرنا جسارت معلوم ہوگا، بالخصوص اس وجہ سے کہ ہم محدود رفتارون سے تجربہ کرسکتے ہین، اگر رفتارین عظیم ہون تو اختلاف بیّن طور پر معلوم ہوسکتا ہے لیکن اس تلافی کو تقریبی خیال کرنے کے بجائے قطعی خیال کرنے کے دیگر دلائل بھی ہین، نظری حیثیت سے اس تلافی کا پتہ برقاطیسی اصولون مین لگتا ہے جہان یہ بالکل صحیح ہی، جو کلیہ اوپر بیان ہوا اوس کو محدود اصول اضافیت " کہتے ہین جو حسب ذیل ہے،

"کسی تجربہ سے اثیر کی اضافت سے یکسان رفتار کا پتہ لگانا ناممکن ہی" اصول اضافیت کے لوازم بہت ہی انقلاب انگیز ہین، ایک مثال لیجئے، اگرچہ یہ مثال مبالغہ معلوم ہوگی، لیکن ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ مبالغہ ہی یا واقعہ ہی، فرض کیجئے آپ اوپر کی جانب اثیر مین ۰۰۰ ، ۱۶۱ میل فی ثانیہ کی رفتار سے چڑھ رہے ہین، اگر آپ اس بات کا دعویٰ کرین کہ یہی آپ کی رفتار ہو تو کسی شخص کو بھی اس کے خلاف کبھی کوئی شہادت نہ ملیگی، اس رفتار پر فرجرالی انقباض پ یعنی نصف ہی، بس ہر شے جب انتصابی وضع مین رکھی جائیگی نصف رہ جائیگی،

آپ پلنگ پر لیٹتے ہین، آپ ۶ فٹ ہین، اب سیدھے کھڑے ہوجانے سے آپ ۳ہی فٹ

رہ گئے، آپ اس پر یقین نہین کرتے، آئیے ہم ثابت کرین، ایک گز لیجئے جب اس کو انتصابی وضع مین رکھین گے تو نصف منقبض ہو کر نصف گز رہ جائیگا، اب اگر آپ اس سے ناپین تو آپ کی پیمایش ۲ نصف گز ہوگی، لیکن آپ کہین گے کہ جب مین گز کو گھماتا ہون تو اوس کے طول مین فرق نہین آتا ہو تو یہ ہو کہ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہین وہ آپ کی آنکھ پر گز کا خیال ہے، آپ یہ تصور کرتے ہین کہ یہ خیال ہر دو وضع مین ایک ہی جگہ لیتا ہی، لیکن آپ کی آنکھ کا شبکیہ[ف] بغیر آپ کے علم کے انتصابی وضع مین منقبض ہوگیا تھا، پس انتصابی طولون کا اندازہ آپ کی نگاہ مین پہلے سے دگنا ہوگیا، جو آلہ بھی آپ استعمال کرین گے سب مین یہ حال ہوگا، چونکہ ہر شئے اسی انداز پر بدل رہی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہی کہ کوئی چیز بھی نہین بدلتی،

یہ ممکن ہے کہ برقی اور مناظری طریقے ایجاد کیے جائین، لیکن اِس صورت مین دلیل بہت پیچدار ہوجائیگی، کیونکہ برقی قوتون اور نوری موجون پر اثیر کی ایک تیز رو کے اثر کا لحاظ کرنا پڑیگا، لیکن ان سب کا ایک ہی انجام ہوگا، یعنی ان سے پتہ کچھ نہ چلیگا، اس کی ایک مثال لیجئے، آنکھ کے شبکیہ کی تبدیلی سے بچنے کے لیے فرش پر چت لیٹ جاؤ، اور ایک مناسب وضع مین رکھے ہوئے آئینہ کی مدد سے کسی کو دیکھو کہ وہ ایک سلاخ کو افقی حالت سے بدلکر انتصابی حالت مین کھڑا کر رہا ہے تم کو طول مین کوئی تبدیلی نظر نہ آئیگی، اِس صورت مین شبکیہ کا کوئی تصور نہین ہے، لیکن آئینہ مین تم جو کچھ دیکھ رہے ہو کیا وہ اصل حقیقت ہے؟ ایک مستوی ساکن آئینہ مین تو رویت ٹھیک ہوتی ہی، نور کی شعاعین آئینہ پر جس زاویہ پر پڑتی ہین اوسی زاویہ پر واپس جاتی ہین، لیکن اگر آئینہ تیزی سے حرکت کرے تو یہ کلیہ بدل جائیگا، صحیح حسابات سے پتہ لگتا ہی کہ متحرک آئینہ خیال مین پیچ و خم پیدا کر دیگا، جس سے طول کے تغیرات بالکل چھپ جائینگے،

ایک ریاضی دان کو اِن تمام تفصیلات کی ضرورت نہین وہ جانتا ہے کہ قوانین فطرت ہمیشہ اپنے اندر تلافیان پنہان رکھتے ہین، اس لیے ہر صورت مین تلافی ہونی چاہیئے، پس اگر ان اثرات کے دریافت کرنے کا

[ف] آنکھ کا وہ حصہ جس پر عکس کا خیال مرتسم ہوتا ہی، انگریزی مین اوس کو (Retina) کہتے ہین،

اشارۃً بھی ذکر کیا جائے تو وہ اس مغالطہ کو معلوم کرنے کی کوشش کرے گا جو یقیناً اس مین موجود ہے، ممکن ہے کہ اثیر مین ہماری حرکت اس قدر تیز نہ ہو جتنا کہ ہم نے فرض کیا ہے اور ممکن ہے کہ طولی تغیرات بہت ہی کم ہون لیکن اصلی منشاء یہ ہے کہ یہ امور مشاہدہ مین نہین آتے، اس وجہ سے نہین کہ یہ بہت قلیل ہین (اگر وہ فی الواقع قلیل ہون) بلکہ اس وجہ سے کہ محسوس ہونا ہی ان کی فطرت مین نہین۔

حرکت کے اثرات طول پر دو طرفہ ہین جس کی توضیح کے لیے فرض کرو کہ آلہ پرواز مین اسقدر ترقی ہو جائے کہ انسان ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے حرکت کرنے لگے، ہم یہ فرض کرین گے کہ وہ کسی آرام دہ سواری مین ہے جس مین وہ اِدھر اُدھر حرکت کر سکتا ہے اور جملہ امور انجام دے سکتا ہے، نیز یہ کہ اس کا طول پرواز کی سمت مین ہے کیونکہ وہ اوپر جا رہا ہے، اگر ہم چڑھتے وقت اس پر ایک اڑتی نظر بھی ڈال سکین تو ہم کو تین فٹ کا ایک انسان نظر آئے گا جس کی چوڑائی اور موٹائی معمولی انسان جیسی ہوگی، لطف یہ کہ اس کو مطلق خبر نہ ہوگی کہ اس کی ہیئت کذائی ایسی ہو گئی ہے، اگر اس وقت وہ کسی آئینہ مین اپنے آپ کو دیکھے تو اس کو اپنی صورت حسب معمول نظر آئیگی، اس کا سبب یہ ہے کہ شبکیہ مین انقباض پیدا ہو گیا ہے یا سریع السیر آئینے نے اس کو بگاڑ دیا ہے لیکن جب وہ نیچے کی طرف ہمارے اوپر نظر ڈالتا ہے تو اس کو ایک عجیب الخلقت انسانی نسل نظر آتی ہے، جن کو اس کے خیال کے مطابق گویا کسی نے چپٹا کر دیا ہے،

ایک آدمی کو وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ ۱۰ انچ سے بھی کم نظر آتا ہے اگر دوسرا آدمی پہلے آدمی کے ساتھ زاویہ قایمہ پر کھڑا ہے تو اس مین "طول اور عرض بغیر عمق" کے نظر آتا ہے جب وہ گھومتے ہین تو ان کی ہیئت بدل جاتی ہے جیسے پرانے زمانے کے محدب آئینون مین دیکھنے والون کی صورتین بگڑ جاتی ہین،

ان ہیئتون (Appearances) کی یہ دو طرفگی یعنی ہر ایک دوسرے کو منقبض سمجھے، بہت مشکل سے ذہن نشین ہو سکتی ہے، یہ پوچھئے یہ ایک اجتماع ضدین (Paradox) ہے زید بالشتیون کو بہت ہی پستہ قد سمجھتا ہے اور بالشتئے زید کو دیو سمجھتے ہین، یہ فطرتی بات ہے، اگر زید کو بالشتے

پست قد نظر آئے تو باشیتون نے بھی زید کو پستہ قد سمجھا، یہ خیال پرلنے زمانے مین ماننے کے قابل نہین تھا، اس کو موجودہ سائنس ہی نے جائز قرار دیا ہے، یہ دوطرفگی اصول اضافیت کا ایک لازمی نتیجہ ہے طیارچی کو ان اشیاء مین جو اس کی اضافت سے تیزی سے حرکت کر رہی ہین، ایک انقباض نظر آئیگا جیسے ہم کو ہماری اضافت سے متحرک اشیا منقبض نظر آتی ہین، اور جیسے ایک اثیر مین ساکن مشاہد اثیر کی اضافت سے حرکت کرنیوالی اشیاء مین ایک انقباض پاتا ہے،

اب بتلائیے کون سچا ہے؟ ہم یا کہ طیارچی؟ یا دونون مغالطے مین ہین؟ یہ معمولی معنون مین مغالطہ نہ ہوگا کیونکہ دونون مشاہدات کی تصدیق ہر طبیعیاتی آزمایش یا علمی حساب سے ہو سکیگی، کوئی شخص نہین جانتا کہ کون سچا ہے؟ اور نہ کوئی کبھی جانے گا، کیونکہ ہم یہ نہین معلوم کر سکتے کہ اگر دونون مین سے کوئی ساکن ہے تو کون؟

نہ صرف حیز یعنی مکان بلکہ زمان مین بھی یہ تغیرات واقع ہوتے ہین، اگر ہم غور سے طیارچی کو دیکھین تو ہم یہ نتیجہ اخذ کرینگے کہ اس کی حرکات بہت ہی سست ہین اور اس کے ساتھ متحرک سواری کے واردات مین اسی طرح کی دیر ہوگی، گویا کہ زمانہ اپنی رفتار بھول گیا، اگر وہ اور ہم دونون سگار پی رہے ہون تو اوس کا سگار ہمارے دو سگارون کے برابر چلے گا، یہان پر اخذ کا لفظ عمداً استعمال کیا گیا ہے، زمان مین اس سے بھی زیادہ تعویق نظر آئیگی، جس کی تاویل آسان ہو کیونکہ ہمارے اور طیارچی کا درمیانی فاصلہ نہایت تیزی سے بڑھ رہا ہے اور روشنی کے اثرات کو ہم تک پہنچنے مین زیادہ عرصہ درکار ہوتا ہے۔

لیکن یہان پھر دوطرفگی پیدا ہو جاتی ہے، طیارچی کی رائے مین ہم ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے رواں ہین اور تمام باتون کا لحاظ کرکے وہ ہم کو سست بتلاتا ہے، ہمارا ایک سگار اوس کے دو سگار کے برابر جلتا ہے، اچھا اب دیکھنا چاہیئے کہ ان ہر دو خیالات مین کیونکر تطبیق ہو سکتی ہے۔ فرض کرو کہ جب طیارچی ہمارے پاس سے گذرتا ہے تو ہم دونون ایک طرح کے سگار ایک ہی وقت مین جلاتے ہین،

۴۰ منٹ کے بعد ہمارا سگار ختم ہوجاتا ہے، اس واقعہ کی اطلاع نور کے ذریعہ ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے طیارچی تک پہنچیگی جو ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے متحرک ہے، اور جسکو ۴۰ منٹ کا وقفہ بھی مل چکا ہے، اس تک پہنچنے کیلئے ۸۰ منٹ درکار ہونگے جس سے کل مدت سگار جلانے کے بعد ۱۲۰ منٹ ہوئی، اسکی گھڑی بھی دوسری چیزوں کی طرح نصف رفتار پر چل رہی ہے، جس کی وجہ سے اطلاع پہنچنے تک ۱۲۰ منٹ صرف ہوئے طیارچی کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ سگار ختم ہونے کا یہ وقت صحیح نہین ہے، اس کو روشنی کے ذریعے اطلاع پہنچنے تک کی مدت کا لحاظ کرنا چاہیئے، اِس کے سامنے اِس مسئلہ کی صورت یون ہے کہ ایک طیارچی ایک مجہول مدت کے لئے ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے ہم سے دور جارہا ہے تب وہ ایک اطلاعی اشارہ بھیجتا ہے، جو اسی رفتار سے واپس آتا ہے، کل مدت ۱۲۰ منٹ ہے، توسوال یہ ہے کہ مجہول مدت کیا ہوگی؟ حساب کا جواب یہ ہے کہ وہ مدت ۶۰ منٹ کی ہوگی، پس وہ فیصلہ کرتا ہے کہ ہمارا سگار ۶۰ منٹ تک جلتا رہا یا اس کے سگار کی مدت سے دونی مدت تک، اس کا سگار گھڑی کی رو سے ۳۰ منٹ تک جلتا رہا اور وہ ہماری رائے مین ہمارے سگار سے دونا جلا کیونکہ اس کی گھڑی نصف رفتار پر چل رہی تھی،

یہ تحلیل ہمارے نقطۂ نظر سے ہے نہ کہ طیارچی کے لحاظ سے، کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نتیجہ نکالنے مین غلطی پر تھا اور ہم صحیح نتیجے پر تھے، لیکن حقیقت کس کو معلوم،

اِس تضاد کا اصلی سبب یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہین کہ ایتھر مین ہم ساکن ہین اور طیارچی یہ سمجھتا ہے کہ وہ ساکن ہے چنانچہ ہماری نظرون مین تو اشارہ روشنی اس تک ۱۸۶۰۰۰ میل اور ۱۶۱۰۰۰ میل کے فرق یعنی صرف ۲۵۰۰۰ میل کی رفتار سے جارہا ہے لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ تقریبًا ساکن ایتھر مین وہ نور کی طبعی رفتار سے متحرک ہے، یہ لحاظ رہے کہ ہر مشاہد کے پاس انہی دلائل کی صحت کے لیئے کافی آلات موجود ہین، اگر ہم طیارچی سے یہ کہین کہ اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے نور کی رفتار اس کے لئے صرف ۲۵۰۰۰ میل فی ثانیہ ہوگی، تو وہ جواب دے گا کہ مین نے اپنی سواری کے دو مقامات مقررہ سے نور کے گذرنے کی

مدت دریافت کی ہے، جس سے مجھ کو نور کی رفتار ۰۰۰ ۶۰ ۱ میل فی ثانیہ معلوم ہوئی۔ پس میرا وقت صحیح ہے"

اس کی گھڑیان اور پیمانے ہمارے نقطۂ نظر سے خلاف معمول کام دے رہے ہین، پس کوئی تعجب نہین کہ اس کے مطابق نور کی رفتار ہمارے نتیجے سے مختلف ہو، لیکن اس کو ہم یہ کسی طرح باور نہین کرا سکتے کہ ہمارا طریقہ قابل ترجیح ہے،

اگرچہ عملاً ایک فضول سا مسئلہ ہے، تاہم یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جب طیارچی کی رفتار نور کی رفتار کے مساوی ہو جائے تو اوس کے واردات کیا ہون گے، سمت پرواز مین طول اور بھی چھوٹے ہو جائینگے، یہان تک کہ جب نور کی رفتار حاصل ہو جائیگی تو وہ کچھ بھی نہ رہین گے، اس وقت طیارچی اور اوس کے ساتھ کی تمام اشیاء کے لئے صرف دو ہی بعد رہ جائینگے، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ صرف دو ہی بُعدون مین اعمال حیات کیونکر انجام پا سکتے ہین، اس کے جواب کی زحمت گوارا کرنے کی ضرورت نہین کیونکہ کوئی عمل وہان ہوتا ہی نہین زمانہ بالکل اپنی حرکت روک دیتا ہے، یہ ارضی مشاہد کا خیال ہے، طیارچی خود کوئی غیر معمولی امر محسوس نہین کرتا، اس کو بھی پتہ نہین لگتا کہ اس کی حرکت بند ہوگئی ہے، وہ تو صرف گویا اس لمحہ کا انتظار کر رہا ہے جبکہ وہ ایک دوسرا قدم اٹھائیگا، زمانہ کی حرکت بند ہو جانے کے معنے صرف یہی ہین۔ کہ اس کو اس امر کا احساس نہین ہوتا کہ اس لمحہ کے آنے کے لئے کوئی طویل مدت بھی درکار ہے،

ثوابت وسیارون کے نہایت ہی دور و دراز فاصلون کا مفہوم قائم کرنے کے لئے یہ مثال اکثر قائم کی جاتی ہو کہ ایک سیاح کو جنہین نور کی رفتار سے روان مانا جائے، نوجوان سیاح تخت طلسمی پر بیٹھتا ہو اور پوری ایک صدی کے لئے سامان خورد و نوش رکھ لیتا ہے، اب وہ مثلاً کلب الجبار[1] تک پہونچتا ہے تو

---

[1] ایک ستارہ کا نام،

...۱۰ برس کا ایک مرضیعت ہو جاتا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، یہ درست ہے کہ ارضی حسابات کی سے تو وہ دامی ...۱۰ برس تک سفر کرتا رہیگا لیکن وہ سیاح جب اپنی منزل مقصود پر پہنچیگا تو اس کی وہی عمر ہو گی جو قبل از سفر تھی، یہان تک کہ اس کو کھانے کی خواہش بھی نہ پیدا ہو گی، جب تک کہ اس مین نور کی رفتار ہے اس کو حیات ابدی اور فنا سرمدی حاصل ہے، اب کسی صورت سے اسکی سمت حرکت بدلجائے اور وہ زمین پر واپس آئے تو یقیناً وہ دیکھیگا کہ یہان صدیان گزر گئی ہین اگرچہ اس کیلئے تو ایک دن بھی نہین گذرا، اس نے تو محض لمحہ بھر سفر کیا،

چونکہ سیاح کی اضافت سے ہماری زمین کی رفتار نور کی رفتار کے مساوی ہے، اسی لئے اس بنا پر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ارضی شنا بد ہمیشہ جوان رہیگا اور سیاح بوڑھا ہوتا جائیگا، ظاہر ہے کہ اگرچہ یہ دونون مل سکین تو ہر دو اشکال مین سے کبھی ایک کی تصدیق یا تردید ہو سکتی ہے، لیکن ایک دوسرے سے ملنے کیلئے لازمی ہے کہ ایک کی رفتار کی سمت کسی مافوق الفطرت طریقہ پر یا نہایت ہی زبردست جاذبیت کے تحت بدلی جائے تاکہ دو طرفگی قائم نہ رہے، پس اوپر جو ہم نے دلیل قائم کی وہ صحیح ہے،

ہم نے ان دور از کار باتون مین جو اتنا وقت صرف کیا اس کا منشا صرف یہ تھا کہ ان خیالات کو ہم عام فہم صورت مین پیش کر سکین، ورنہ لازم آئیگا کہ اس فن کی جو مخصوص اصطلاحات ہین ان کو استعمال کیا جائے بسا اوقات اضافیاتی کی نسبت لوگ یہ قیاس قائم کرتے ہین کہ اس کو اجتماع ضدین کا خاص شوق ہے لیکن یہ خیال ایک غلط فہمی پر مبنی ہے، تضاد اسی وقت لازم آتا ہے جبکہ تجرباتی انکشافات کو طبعیات قدیمہ کا جامہ پہنایا جاتا ہے، ایسے ہی موقع پر اضافیاتی انگشت نمائی کرتا ہے، خود اس کی کوششون کا ثمرہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک طبعیات کا ایک ترمیم شدہ نظام قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے جب وہ قائم ہو جائیگا تو تمام واقعات اپنی اپنی جگہ بغیر کسی تضاد کے بیٹھ جائینگے،

مختصراً یہ کہ جب کسی سیارے کی رفتار اثیر مین بہت عظیم ہو تو نہایت غیر معمولی تغیرات اشیاء کے

طول مین پیدا ہوتے رہتے ہین اور جملہ فطری اعمال مین ایک طرح کی سستی پیدا ہو جاتی ہی گویا کہ زمانہ ساکن ہونیوالا ہی یہ امور سیارے پر رہنے والے کسی مشاہد کو معلوم نہ ہونگے لیکن اگر کوئی خارجی مشاہد ہو جسکی رفتار اس سیارے کی اضافت سے بڑی ہو تو وہ ان اثرات کو محسوس کر سکیگا۔ اور پھر کامل دوطرفگی پیدا ہو جائیگی یعنی ہر مشاہد سمجھیگا کہ دوسرے سیارے پر اس قسم کے تغیرات عمل مین آرہے ہین لیکن ہمارے پاس ایسی کوئی دلیل نہین جس سے ہم ایک کو سچا قرار دین اور دوسرے کو غلط،

غالباً جو شخص بھی ان نتائج پر غور کریگا وہ یہی خیال کریگا کہ یہ انوکھاپن اور یہ اعجوبگی ہمارے ہی نقطۂ نظر مین کسی نقص یا ستم کا نتیجہ ہی ایک سیارے پر تغیرات ہوتے رہتے ہین اور فطری قوانین کے بموجب تلافی مافات ہوتی رہتی ہی، اس طرح پر کہ سیارے پر رہنے والا شخص ان کو محسوس نہین کر سکتا تو کیا ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ان مظاہر کے پردے مین کوئی حقیقت ہی جو ان تغیرات کا باعث ہی؟ یا کیا یہ ممکن نہین ہے کہ یہ پیچیدگی ہماری ہی پیدا کردہ ہو، کیونکہ ہمارے طرز بیان مین وہ خوبی نہین ہی جس سے ہم واقعات کی ایک سادی اور فطری تصویر کھینچ سکین۔

خلاصہ اس بحث کا یہ ہی کہ اب تک انسان یہ سمجھتا تھا کہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے اس کے راستے مین خارجی اشیاء حائل ہین لیکن اس کی نظر اس پر نہ پڑی کہ اس مستوری کا باعث خود اس کی ذات ہی، یہان تک کہ اگر وہ خودی کا پردہ اٹھا سکے تو حقیقت عریان ہو جائے، گویا موجودہ سائنس کے اس نظریہ نے ہم کو یہ بتلایا کہ حقیقت ہمارے ہی اندر پوشیدہ ہی اور ہم کو ایسے وسائل اختیار کرنے چاہئین کہ جن سے ہم اس تک پہنچ سکین، اس مقصد کے حصول کیلئے اب تک جتنے وسائل بھی اختیار کئے گئے ان مین یہ خامی تھی کہ وہ واقعات زیر بحث کا پورا پورا نقشہ نہین کھینچ سکتے تھے نظریہ اضافیت اسی خامی کو دور کرنے کے لئے معرض وجود مین آیا ہی، اب زمانہ خود بتلادیگا کہ آیا یہ خامی دور ہوئی یا نہین یا ہنوز روز اول است کا مضمون ہے،

(باقی آیندہ)

فلسفۂ ترغیب

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی کی ابلہ فریبیان

از مولوی ریاض الدین احمد صاحب بی اے دارالمعلمین حیدرآباد دکن

خود ترغیبی مین جذبات کا حصہ | گذشتہ صحبت مین ہم عمل ترغیب کی نفسیاتی تشریح کر چکے ہین، اور یہ ثابت کر چکے ہین کہ ہر عمل ترغیب کے عناصر ترکیبی تین ہوتے ہین، یعنی جذبہ، ذہن (استدلال) اور تخیل اس باب مین یہ دیکھنے کی کوشش کیجائیگی کہ ترغیبات ذاتی مین ان تینون کا کیا حصہ ہوتا ہے اور تالیف قلب "خود فریبی" "تشفی ضمیر" وغیرہ مین ان سے کیا کام لیا جاتا ہے، سب سے پہلے ہم "جذبات" سے بحث کرتے ہین،

جذبات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر صورت اپنی تشفی چاہتے ہین، اس مقصد کے لئے وہ ہمارے نفس پر اتنے حاوی ہو جاتے ہین کہ اس مین ان کے خلاف استدلال پیش کرنے کی تاب نہین رہتی، اور نہ یہ اختیار ہی باقی رہتا ہے کہ جذبات کے تائیدی خیالات و افکار کو اپنے سامنے سے ہٹا کر مخالف خیالات سامنے لائے. جذبہ کی اس خصوصیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات ایک ہی شخص کی ترغیب دو متضاد جذبات کے زیر اثر ہوتی ہے، لیکن وہ اس تضاد کو نہین دیکھ سکتا. بالفاظ دیگر یون کہو کہ محال اجتماع ضدین جو منطق و معقولات کا ایک اہم اصول ہے، جذبات و وجدانات کیلئے کوئی اہمیت نہین رکھتا یہ دونون اس اہم منطقی اصول کی پابندی سے بالکل مستغنی رہتے ہین، اس کی تشریح آگے آتی ہے،

اگر تم اپنے گرد و پیش نظر ڈالو، اور لوگون کے جذبات کا بنظر غائر مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ وہ لوگ جو فنون لطیفہ کی ایک خاص حس رکھتے ہین یعنی بعض اوقات ایسے ارذل اور ادنی درجہ کے

جذبات کے زیر اثر ہوتے ہین جو باہم متضاد ہین، تاریخ شاہد ہو کہ عیسائی اقوام سے، جو کل بنی نوع انسان کی محبت کی دعویدار ہین بدترین مظالم سرزد ہوئے ہین، انقلاب فرانس کے وقت جو قتل عام ماہ ستمبر مین ہوا، اور جس سے تاریخ یورپ کے صفحات آج تک خونین ہین، اس مین انقلاب پسندون کے جذبات دو متضاد صورتون مین ظاہر ہوئے تھے، فاضل مصنف تمدن عرب موسیو لی بان اپنی کتاب "نفسیات جماعات" مین اوسکا یون بیان کرتے ہین:-

"ایک طرف جذبۂ انتقام اس قدر مشتعل تھا کہ محبوسین بلا تفریق عمر وحیثیت تہ تیغ کئے جارہے تھے، تو دوسری طرف جذبۂ ہمدردی بھی کچھ کم نمایان نہ تھا، فوجی عدالتین قائم کی جارہی تھین، مقدمات کی سماعت ہوتی تھی، اور اگر کوئی شخص بری الذمہ قرار دیا جاتا، تو مجمع مین عجیب منظر ہوتا تھا، ہر شخص اس سے بغلگیر ہوتا تھا، تالیان بجا کر اظہار مسرت کیا جاتا تھا، اور فرط انبساط سے بیخود ہو کر مجمع مبارکباد کے نعرے لگاتا تھا"

اس مثال مین تم دیکھتے ہو کہ ہمدردی اور انتقام کے جذبات جو بالاصل ایک دوسرے سے متضاد ہین، ایک ہی وقت مین حاوی ہو سکتے ہین، اسی طرح سے انکسار اور عجب کے جذبات بھی ایک ہی وقت مین لوگون کے دلون مین موجزن ہوتے ہین، لیکن وہ ان کے فرق کو نہین سمجھ سکتے، اس کی مثال عیسائی راہبون، اور ہمارے ہندوستانی سنیاسیون مین اکثر ملتی ہے، ایک طرف تو یہ افراد سخت سے سخت ریاضت جسمانی کرتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہو کہ انکسار مجسم ہین، لیکن دوسری طرف انکے قلوب کو ٹٹولو تو اس مین ایک خاص افتخار کا جذبہ پایا جاتا ہے، اپنی قوت باطنی اور تقدس کے متعلق خیالات پائے جاتے ہین، اور تمام افراد انسانی اور اپنی ذات کے درمیان کسی خاص فرق کے وجود کا احساس ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی کا متباین جذبات کے زیر اثر ہونا، لیکن اس تباین کو نہ دیکھنا، کم و بیش فطری ہے "خلوت" اور "جلوت" کا فرق صرف طبقہ "زہاد" سے مخصوص نہین ہے، بلکہ عام طور پر

حیات انسانی مین بھی یہی دیکھنے مین آتا ہی، طبقۂ اوسط سے قطع نظر، خود طبقۂ اعلیٰ کے نیک اور نامور افراد
مین بھی متضاد جذبات کے یہی کرشمے نظر آتے ہین، یہ اور بات ہو کہ سوانح نگار کا حسن ظن یا جذبۂ حرص
و آز، تصویر کے تاریک رخ کو عمداً یا سہواً نظر انداز کر دے، لیکن پھر بھی بعض منصفانہ تصانیف و سوانح
ایسے ہوتے ہین کہ جن مین مصنف کا فطری تجسس کبھی کبھی پردہ اٹھاکر ہمارے سامنے واقعات کو
اصلی رنگ مین پیش کر دیتا ہو اور ہم دیکھتے ہین کہ اکثر نامی گرامی لوگون کے قلوب کس قدر مختلف جذبات
کے آماجگاہ رہ چکے ہین، یاد رہے کہ اس انکشاف حقیقت سے مشاہیر عالم کی شہرت پر داغ نہین آسکتا
متضاد جذبات کے زیر اثر رہکر افعال کرنا، اور ان مین کوئی تضاد محسوس نہ کرنا کسی فرد کیلئے باعث
شرم نہین ہوسکتا، یہ نفس انسانی کی جبلی بیچارگی ہی، اس سے کوئی بری نہین،

حضرت انسان کی ان دورخی ترغیبات کی مثالین دیکھنے کیلئے قدیم صحائف اور سوانح کی
ورق گردانی کی ضرورت نہین، خود حال کے واقعات اس کے شاہد ہین، جن لوگون نے قیصر جرمنی
کی زمانہ جنگ سے قبل کی تقریرین پڑھی ہین اور پھر ان کے افعال کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے وہ جانتے
ہین کہ ان کے اقوال اور افعال کس قدر مختلف جذبات کے زیر اثر سرزد ہوتے تھے، کہین ایثار و ہمدردی
کا دعویٰ تھا، تو کہین جبر و استبدادیت پر فخر کا اظہار، ایک موقع پر خود کو نعوذ باللہ خدا کا قائم مقام
کہتے ہین، تو دوسرے موقع پر اسی خدائے بزرگ و برتر کے روبرو ہر فعل کی جوابدہی اپنے اوپر فرض
خیال کرتے ہین، یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ قیصر کا مقصد اس سے دھوکہ دینا تھا اس سے آئندہ سطور مین
بحث کیجائیگی، یہ تو محض ایک مثال تھی ورنہ عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہو کہ بہت کم انسان ایسے ہین جنکے
نفوس ان مختلف الماہیت کیفیات کے مورد نہ رہ چکے ہین،

ہم ابھی کہہ آئے ہین کہ اگر کوئی شخص متضاد جذبات سے مغلوب ہو کر متضاد افعال کرے تو
اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ بالارادہ دھوکہ دینا چاہتا ہے، خود فریبی بے شک ہوتی ہی لیکن یہ

قریب وہی ہو مستلزم نہین ہو ایسی صورتون مین نفس کی حالت نیم شعوری ہوتی ہو، اس باب کے شروع مین
ہم بتا چکے ہین کہ جذبات کا خاصہ یہ ہو کہ وہ محض اپنی تشفی چاہتے ہین، اور ان خیالات کو جو کسی طرح اس
تشفی مین مانع ہون، سرے سے نفس کے سامنے آنے ہی نہین دیتے، بس جب نفس پر جذبات کا اس قدر
زبردست تسلط ہو تو کسی شخص کا قبیح افعال کے ارتکاب کے باوجود اپنے آپ کو نیک تصور کرنا مقام تعجب
نہین ہو سکتا، اگر ایسا نہ ہوتا، تو کوئی شخص بھی مغلوب الجذبات ہو کر ایسے افعال نہ کرتا جن کا مذموم ہونا فہم سے
استدلال سے ثابت ہو جاتا ہو، اور کم از کم "خودکشی" اور "قتل عمد" تو انسانی جرائم کی فہرست سے بالکل ہی خارج ہو جاتے،

متلون المزاجی یہ حقیقت کہ بعض اوقات ہم پر ایسے جذبات حاوی ہوتے ہین جن سے ہم ناواقف ہوتے
ہین، یا جن کی قوت کا اندازہ ہم صحیح طور پر نہین کر سکتے، ایک دوسری حقیقت کو بھی بے نقاب کرتی ہو
یعنی اتنا سمجھ لینے کے بعد متلون المزاجی کی توجیہ بہت آسانی سے کیجا سکتی ہے، ہماری ترغیبات کی کایا پلٹ
کیون ہوتی ہو؟ محض اس وجہ سے کہ ہم کسی خاص جذبہ سے متاثر ہو کر کوئی نیت کرتے ہین یا کوئی کام
ہم سے سرزد ہوتا ہو، لیکن دوسرے موقع پر کسی دوسرے جذبہ کے زیر اثر ہم اپنی نیت بدل ڈالتے
ہین یا سابقہ طریق عمل کے خلاف جاتے ہین، جب ایک مسرف شخص لوگون کے کہنے سننے سے اسراف
سے دست بردار ہوتا ہو، اور چند روز تک کفایت سے کام لیتا ہو، تو اس کا فعل غالبًا شرم وندامت
یا پھر محبت خاندانی کی وجہ سے ہوتا ہو، لیکن دوسرے وقت جب یہی شخص اپنی وسعت سے زیادہ خرچ
کرتا ہو اور ایک بیش قیمت لباس فدیہ کرتا ہو، تو اس صورت مین اسکا فعل جذبۂ عیش پسندی، یا تفوق
کی وجہ سے سرزد ہوتا ہو، یہ تلون کی صریح مثال ہو، اور تم دیکھتے ہو کہ تلون کا باعث صرف مختلف
جذبات کا تسلط ہو، تائب ہونا، اور توبہ کا توڑنا، دونون صورتین ایک ہی ہونے سے ظاہر ہوتی ہین،
اور وہ "ہیولیٰ" کیا ہو؟ یہی مختلف جذبات کی ہنگامہ آرائی،

نیت اور اعمال کے اس فوری انقلاب کو اکثر ناول نویس و ڈراما نویس دلچسپ "پلاٹ" کی

شکل مین ظاہر کرتے ہین، کسی ناول کا ہیرو (لجل) مان باپ کے تشدد سے عاجز ہوکر ترک وطن کرنیکا ارادہ کرتا ہوا نظر آتا ہی، ضروری سامان فرار بھی مہیا کر لیا جاتا ہی، لیکن عین وقت پر جب گھر کے باہر نکل کر وہ درو دیوار پر ایک الوداعی نگاہ ڈالتا ہی، تو یہ سب منصوبے ٹوٹ جاتے ہین، اور وہ اپنا عزم فسخ کر دیتا ہی، ڈرامون مین بھی اکثر یہی کیفیت نظر آتی ہی، ہمارے سامنے قاتل اپنے جذبات تنفر، حقارت، اور انتقام کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہی، اور خنجر بکف دشمن کی خوابگاہ مین داخل ہوتا ہی تاکہ اس کا کام تمام کر دے جب پردہ اٹھتا ہی تو ہم اسے خوابگاہ مین موجود پاتے ہین، دشمن سو رہا ہی، اور پوری طرح اس شخص کے قابو مین ہی، لیکن عین موقع پر کسی دوسرے جذبہ سے متاثر ہو کر یہی "قاتل" اپنا خنجر پھینکدیتا ہی، اور دشمن کے قدمون پر گر کر اس کے احسانات کا اعادہ کرتا ہی، اپنی شرمندگی کا اظہار کرتا ہی اور خود کو سچا اور جان نثار خادم ثابت کرتا ہی، ناولون اور ڈراما سے تمثیلات تلاش کرنے کی ضرورت نہین، اگر تم اپنے قلوب کو ٹٹولو تو یہی حالت نظر آئیگی، اکثر اوقات رات کے سناٹے مین تم کیا کیا منصوبے نہین باندھتے ؟ کن کن باتون سے توبہ نہین کرتے کن کن کامون کا عزم بالجزم نہین کرتے، ایسا کرتے وقت تمھاری نیت صادق اور تمھارا ارادہ پختہ ہوتا ہی، لیکن روز روشن مین جب واقعات کا سامنا ہوتا ہی، تو یہ سب منصوبے خواب فردا کی طرح تشریف لیجاتے ہین،

گفتی کہ چہ شد قاعدۂ مہر و محبت رسم کہنے بود، بعہد تو در افتاد

جب لوگ اس طرح کسی صریح ترغیب کے خلاف عمل کرین . تو تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے جذبات کو تحریک دینے والی قوت کوئی بہت زبردست قوت ہی جس سے وہ خود واقف نہین ہین، یہ تمام فعل تقریباً نفس کی لاعلمی، یا پھر یون کہو کہ نیم شعوری حالت مین ہوتا ہی، یہ نیم شعوری تحریکات افعال انسانی پر بہت کچھ اثر ڈالتی ہین، انہی کی وساطت سے انسان وحشیانہ اور متنوع افعال کرتا ہی، اور پھر ان کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہی. تم کو یہ سنکر شاید تعجب ہو کہ بغض و حسد کے جذبات سے

متاثر ہو کر اکثر مائین اپنی بیٹیون کے ساتھ ظلم و تشدد سے پیش آتی ہین، لیکن چونکہ یہ اندرونی، نیم شعوری جذبات ان کے ادراک ذہنی سے بہت دور ہوتے ہین، اس لئے وہ اپنی زیادتی و ظلم کی توجیہ یون کرتی ہین کہ ایسا کرنا آگے چل کر دُلھنی کے کام آئیگا"۔

خود ترغیبی مین استدلال کا حصہ، حیلہ و مکائد نفس

ہم دیکھ چکے ہین کہ اکثر اوقات ہمارے قلوب پر غیر مشخص اور ناقابل تشخیص جذبات کا غلبہ ہوتا ہے؛ نیز یہ کہ ہمارے طرز عمل کی محرک اکثر اوقات دو متضاد قوتین ہوتی ہین لیکن چونکہ یہ قوتین شعوری نہین ہوتین، اس لئے ہم ان کا تضاد نہین دیکھ سکتے، اور نادیدہ و نادانستہ انھین کے حسب حال فعل کرنے لگتے ہین، ممکن ہے کہ تمھارے دل مین یہ شک پیدا ہو کہ جب ہمارے اکثر افعال، بالخصوص قابل اعتراض افعال نفس کی لاعلمی مین ہوتے ہین، تو پھر انسان پر اس کے افعال کی مسئولیت عائد کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ غالباً یہی خیالات تھے جو خیّام کے دل مین پیدا ہوئے اور اس رباعی کی شکل مین ظاہر ہوئے،

عشق ارچہ بلاست۔ آن بلا حکم خداست ۔۔۔ بر حکم خدا ملامت خلق چراست

چون نیک و بد خلق بتقدیر خداست ۔۔۔ پس روز پسِ حساب بر بندہ چراست

اس مین شک نہین کہ اگر نفس انسانی کی حالت واقعی اس بیچارگی اور بے بسی کی ہوتی جیسا کہ اکثر لوگ فرض کرتے ہین، تو یقیناً زمانہ مین خیر و شر کا موجودہ معیار نہ قائم رہتا اور اخلاقیات کا منشا ہی سرے سے فوت ہو جاتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نفس کی حالت قطعاً لاعلمی کی نہین ہے، خود ترغیبی کی جو مثال ہم نے سطور بالا مین دین وہ خود فریبی کے ذیل مین بخوبی آتی ہین، لیکن یاد رہے کہ اس قسم کی نادانستہ خود فریبی شاذ ہے، اکثر صورتون مین جب ہم اپنے آپ کو حالت نیم شعوری مین کسی فعل کے کرنے پر مائل پاتے ہین، تو ہمارا نفس اس سے تھوڑا بہت واقف ضرور رہتا ہے، باوجود فطرت انسانی کی خامی، اور نفس کی جبلی بیچارگی ہم اس کو کامل طور پر دھوکہ کبھی نہین دے سکتے، اور نہ ہمیشہ اس کی آنکھون پر پٹی باندھ

سکتے ہین، اگر تم اپنے آپ کو نیک خیال کرتے ہو، اور پھر بھی کوئی برا فعل کرو تو (خواہ اس فعل کا محرک کیسا قوی سے قوی جذبہ کیون نہو) تمھارے قلب مین آغاز فعل سے قبل، دوران فعل مین، اور اتمام فعل پر ایک قسم کی "خلش" ضرور ہوتی ہے، "نفس لوامہ" کی یہ چٹکیان محسوس تو ضرور ہوتی ہین، لیکن ان کا علاج، اور اس باطنی "ناصح" کا منہ بند کرنے کی تدبیرین بھی فوراً سوچ لی جاتی ہین، اور یہین سے خود "فریبی" یا "خود فریبی" مین استدلال کا حصہ شروع ہوتا ہے، مکائد نفس کے آغاز کی حد یہی ہے،

دیکھو جب کبھی ایسا موقع پیش آتا ہے تو تم اپنے شکوک کو رفع کرنے اور عقائد اور اعمال مین جو تخالف پایا جاتا ہے اوس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اپنے دل مین بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع کر دیتے ہو، صاف لفظون مین یون کہو کہ بہر نوع اور بہر نہج اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کر دکھاتے ہو خواہ یہ تصفیہ تمھارے ضمیر کے خلاف ہی کیون نہ ہو، اور ظاہر ہے کہ ضرور ہوگا اس لئے کہ فیصلہ کا عمل یکطرفہ ہے اور بجائے منصفانہ استدلال کے، ایک معینہ نتیجہ نکالا جا رہا ہے اس کی مثال بھی ہم کو اپنے قلوب سے مل سکتی ہے، جب ہم خود غرضانہ جذبات سے اندھے ہو کر کسی فعل کی نیت کرتے ہین، اور اس کی مخالفت ہمارا ضمیر کرتا ہے، تو اس وقت ضمیر کو کن کن طریقون سے مطمئن نہین کیا جاتا؟ کیا کیا جھوٹی منطقین پیش نہین کیجاتین، "واقعی وہ اسی کا مستحق تھا" "اگر اس کو نقصان ہوا تو میرا کیا قصور" "اگر اس نے دیدہ و دانستہ میرا کہنا مان لیا تو میری کیا خطا" یہ اور اسی قسم کے دوسرے جملے استعمال کرکے ہم اپنے "باغی" ضمیر کو اطمینان دلاتے ہین اور بالآخر فرض کر لیتے ہین کہ اب اس کی تشفی ہوگئی،

جتنا زیادہ کسی شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہے اسی قدر زیادہ اُسے کسی منافی ضمیر فعل کے کرتے وقت سمجھانا پڑتا ہے، یہ سمجھانا "استدلال" کی وساطت سے ہوتا ہے، ایک عام ترین طریقہ ایسے موقعون پر اپنے نفس کو سمجھانیکا یہ ہوتا ہے کہ "مقصد یا نتیجہ" کی بھلائی کو "وسائل" کی خرابی کے لئے بطور سند جواز کے پیش کیا جاتا ہے، اس سے آئندہ سطور مین بحث کیجائیگی اور اسی موقع پر یہ دیکھنے کی کوشش کیجائیگی

کہ لوگون کا یہ خیال کہ نتیجۂ خیر کے حاصل کرنے کیلئے وسائل و افعال بد بھی جائز ہین کس حد تک درست ہی دوسرا طریقہ اپنے نفس کو دھوکہ دینے کا یہ اختیار کیا جاتا ہی کہ دوسرون کی نظیرین پیش کیجاتی ہین غرضکہ مکائد نفس مین عجیب وغریب دلائل کا استعمال کیا جاتا ہی جو بسا اوقات متزلزل بنیاد پر قائم ہوتے ہین، اور اس طرح اپنی نظرون مین اپنی وقعت کو برقرار رکھا جاتا ہی، ایک کہنہ مشق جعلساز کا ضمیر دھوکہ دیتے دیتے کمزور ہوجاتا ہی، اور اسے سمجھانا آسان ہوتا ہی، ایک ہمیشہ کے متدین شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہی، اور اس کو بددیانتی کی طرف راغب کرنے کیلئے طرح طرح کی جھوٹی ترغیبات سے کام لیا جاتا ہی یہی وجہ ہی کہ اول الذکر نڈر ہوکر بددیانتی کرتا ہی، اور مؤخر الذکر پہلی بد دیانتی کے وقت بہت کچھ پس وپیش کرتا ہی جب ہم ان بے شمار باطل ترغیبات پر نظر ڈالتے ہین جو ضمیر کی تشفی اور اپنے افعال بد کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے انسان اپنے نفس کو دیتا ہی تو ہم اس خیال سے باز نہین رہ سکتے کہ قدرت نے نیک کرداری کا نقش قلوب انسانی پر کتنا گہرا بیٹھایا ہی، کہ اس کو مٹانے کے لئے ہزار ترکیبین کرنا پڑتی ہین، ہزارہا جھوٹی دلیلین پیش کیجاتی ہین، تب کہین جاکر ہم اپنے ضمیر کو افعال بد کی طرف راغب کرسکتے ہین جرمنون نے دوران جنگ مین اپنے افعال کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے جو بے شمار ترغیبات اپنے قلوب کو دین، اور جو متعدد طریقے اختیار کئے اس سے کم از کم اتنا پتہ چلتا ہی کہ بحیثیت مجموعی ان کا ضمیر نہایت پختہ ہی کہ جس کو تشفی دینے کیلئے اس قدر طول عمل کی ضرورت لاحق ہوئی اگر جرمن قوم فطرۃً دغاباز ہوتی، تو کم از کم اپنی نظرون مین اپنے افعال کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اوسے اس قدر اجتہاد کی ضرورت نہوتی،

افعال بد کے ارتکاب کے بعد اپنی اخلاقی کمزوریون کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرنا، اپنے ضمیر کو ترغیب دینا کہ کوئی فعل ہم نے قابل اعتراض نہین کیا ہی، زندگی مین جدھر دیکھو یہی نظر آتا ہی، حکمائے سو، اور علمائے حیل اپنے مطلب کے لئے کلام الٰہی کی بھی غلط تاویلین کرنے لگتے ہین سوداگر اپنی گران فروشیون کے متعلق ضمیر کے اعتراض کو یہ کہکر رد کرتے ہین کہ ہم کو بھی تو مالک دکان، کارخانہ دار،

چکی والے لوٹتے ہین، پھر ہم خریدارون سے زیادہ قیمت کیون نہ وصول کرین؛ بدچلن اشخاص اپنے ضمیر کی تسکین بدین الفاظ کرتے ہین کہ "دنیا مین بہت سے آدمی ہم سے بھی خراب حالت مین موجود ہین" قزاق اپنے مال غنیمت کی حلت کا فتوی یون دیتا ہو کہ "یہ مال اونہی سے لیا گیا ہو جن کو یہ خفیف نقصان گران نہین گذر سکتا"

مکاید نفس مین زیادہ تر اس عقیدہ سے مدد ملتی ہو کہ "انجام خیر کے حصول کیلئے وسائل شر بھی جائز ہین" اور گذشتہ سطور مین اشارۃً یہ ذکر کیا جاچکا ہو کہ اکثر باطل ترغیبات اور افعال بد کے جواز مین اس خیال کو پیش نظر رکھا جاتا ہو کہ "انجام خیر کے حاصل کرنے کیلئے وسائل شر بھی جائز ہین، مکائد نفس کی جتنی مثالین ہماری نظر کے سامنے آتی ہین، ان مین غالب حصہ اسی خیال کے معتقدین کا ہوتا ہو جو بقول شاعر،

"انجام مین ہو اگر "بھلائی" ہو پہلے "بدی" تو کیا برائی؟

پر ایمان لائے ہوئے ہین، اس عقیدہ کی صحت کو جانچنا ہمارا مقصد ہوگا، غور کرو اور بتاؤ کہ کیا اکثر ایسا نہین ہوتا کہ لوگ دنیا کو دکھانے کیلئے ایک کار خیر کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہین، اور اس پردہ مین دل کھولکر برائیان کرتے ہین، اور اگر کوئی اعتراض کرے تو جواب یہ دیتے ہین کہ جس کو تم افعال بد کہ رہے ہو، وہ ایک اعلیٰ نصب العین تک ہماری رہبری کرتے ہین، اور چونکہ نصب العین اعلیٰ ہو لہذا یہ وسائل کیونکر برے ہو سکتے ہین"، انفرادی حیثیت سے قطع نظر، ہمارے ہندوستان کی قومی زندگی مین اس قسم کی مثالین کثرت سے ملتی ہین کیا کچھ برس قبل "آور ڈے" (our day) کے موقع پر ہندوستانی طلبا اور "طالبات" کو یہ کہکر ناٹک کرنے کی ترغیب نہین دی گئی کہ "اس ذریعہ سے جو روپیہ حاصل ہوگا وہ مجروحین جنگ کی امداد مین صرف ہوگا، اور چونکہ یہ مصرف نہایت اچھا ہے اس لئے وسائل حصول زر سے بحث نہ کرنا چاہئے"؟ کیا وطن کے شیدائیون نے یہ کہکر ہندوستانی خواتین کو "ترک پردہ" کیلئے آمادہ نہین کیا کہ "یہ ہماری آئندہ ترقی، اور روشن خیالی کا ایک زینہ ہو، اور چونکہ "انجام نیک ہو" لہذا یہ ذریعہ "بھی مستحسن ہو"؟ کیا تمدن جدید کے ہوا خواہون نے "ترک تقلید"

کے جواز کا فتوی یہ کہکر نہین دیا کہ یہ ارتقائے قومی کا ایک زبردست آلہ ہو" ہم یہ نہین کہتے کہ نفس کو دھوکہ دینے کا طریقہ صرف ہندوستان تک محدود ہی خود یورپ کی اقوام متمدنہ بھی زمانہ جنگ مین دشمن کی لہلہاتی ہوئی کھیتیون کو تاراج کرتی ہین، ان کی عورتون کے ناموس پر حملہ کرتی ہین، اور تشفی ضمیر کیلئے اس ناپاک خیال سے مدد لیتی ہین کہ "دشمن کو ہرطرح ذلیل کرنا شیوۂ حب الوطنی ہو لہذا یہ افعال بھی قابل اعتراض نہین" کسی انگریز نے دوران جنگ مین جرمنون کی منطق ان الفاظ مین بیان کی ہو کہنے کو تو "جرمنون کی منطق" ہے، لیکن

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبران   گفتہ آید در حدیث دیگران

کا اطلاق اس مقولہ پر کما حقہ ہوسکتا ہی بہرحال وہ منطق یہ ہی:

"تم کو ہروقت اپنے وطن کی فکر رکھنا چاہئے، اصل سعادت یہی ہی، قتل کرو، چوری کرو، جاسوسی کرو، غرضکہ جو کچھ جی مین آئے کرو، اگر وطن کی خاطر ہو، تو ہرگز قابل اعتراض نہین ہوسکتا، انجام کی بھلائی پر نظر رکھو، وسائل کے شر و خیر سے بحث نہ کرو"

(باقی آیندہ)

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام

مصنفہ

مولنا سید سلیمان ندوی

اس مین تاریخی اور اثری حوالون، اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہو خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہو اور دنیائے اسلام نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہی، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین، قابل دید رسالہ ہی، قیمت ۴ر "منیجر"

تلخیص و تبصرہ

ہندوستان کی تعلیمی ترقی،

مسٹر جے مارٹن نے ایک مضمون رائل سوسائٹی آف آرٹس کے لئے لکھکر بھیجا تھا اس مین ہندوستان کی تعلیمی ترقی کے متعلق بحث کی گئی تھی،

ہندوستان کی مردم شماری کے اعداد مین جن اعداد کا نہایت شوق سے مطالعہ کیا جاتا ہے ان مین ایک ترقی تعلیم کا عدد بھی ہے صوبون کی حکومتون نے اس طرف خاص توجہ کی ہے اور جب جب موقع ملا ہے ادھر اپنا التفات بڑھایا ہے، ابتدائے صدی مین فی میل ۹۷ تعلیم یافتہ تھے ۱۹۱۱ء مین ۱۰۶ ہوئے اور اب ان کی تعداد ۱۲۱ ہے، عورتون کی تعلیم مین بھی ترقی ہے چنانچہ ۹ سے ۱۳ اور ۱۳ سے ۲۲ ہو گئی ہے، برطانوی ہند مین ۱۹۱۱ء مین تمام طلبہ کی تعداد ۶۲۵۰۰۰۰ تھی لیکن اب ۸۲۷۰۰۰۰ ہے، ۱۹۱۸-۱۹ء کے عام وبائی مرض انفلوئنزا کی وجہ سے جس مین تقریباً ۱۲۵۰۰۰۰ آدمی ضائع ہوئے اور نوجوانون کی بڑی تعداد تھی اس ترقی مین بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے، مختلف صوبون مین ان کے حالات کے مطابق ترقی کم یا زیادہ ہوئی ہے برما جہان تقریباً بکثرت مدارس ہین، اس حیثیت سے اول ہے، یہان تقریباً ۵۰ فیصدی مرد تعلیم یافتہ ہین، بنگال و مدراس مین ۱/۴ ہے اور بمبئی مین اس سے بھی کم :

بڑودہ کی لازمی تعلیم نے جو ۲۰ برس سے وہان جاری ہے کچھ زیادہ نمایان کامیابی حاصل نہین کی ہے؛ ۱۹۰۱ء مین بڑودہ مین فی میل مین ۱۶۲ مرد اور ۸ عورتین تعلیم یافتہ تھین اور گجرات کے برطانوی اضلاع مین ۲۰۷ مرد اور ۱۶ عورتین اب بڑودہ مین ۲۱۰ مرد اور ۴۰ عورتین اور برطانوی گجرات مین ۲۲۲ مرد اور ۴۰ عورتین ہین؛

سب سے زیادہ تشفی بخش حالت تعلیم نسوان کی ہے جس مین ۱۳ سے ۲۲ کا اضافہ ہوا ہے، لیکن پس ماندہ صوبے ابھی تک بہت پیچھے ہین، چنانچہ صوبہ متوسط، بہار واڑیسہ، راجپوتانہ ایجنسی، کشمیر، حیدرآباد اور شمالی ہندوستان مین جہان مسلمان زیادہ تر آباد ہین یہ تعداد بہت کم ہے، اس حیثیت سے بڑودہ نے خاص کامیابی حاصل کی ہے، پہلے ہر ۱۰۰۰ عورتون مین ۵۰۲ تعلیم یافتہ تھین لیکن اب ۲۰۴ ہین۔ اس سلسلہ مین میسور اور کوچین کی ریاستون نے بھی ترقی کی ہے۔

قومی حیثیت سے نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ بیس سالون مین عیسائی عورتون نے ۲۰۳ سے ۱۰۰ تک ہندو عورتون نے ۵ سے ۱۶ تک اور مسلمان نے ۴ سے ۹ تک ترقی کی ہے،

کیا تعلیم نسوان کے مسلمان حامی اس طرف توجہ کرینگے؟

بالشوزم اور اسلام

حال ہی مین فرانس کی تبلیغی جماعت نے جو مراکش مین کام کر رہی ہے، اس نام سے دو جلدون مین ایک کتاب شائع کی ہے، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ترکون کو اشتراکیت کا حامی بنا کر ان کی خونخواری وظلم کے غلط افسانہائے ماضی کی اشاعت کیجائے، تاہم اس سلسلہ مین بہت سی باتین ضمنی طور پر آگئی ہین، جو بزم معارف مین یقیناً دلچسپی سے پڑھی جائینگی اور ان سے اشتراکی تبلیغ کی سرگرمیون کا بہت کچھ حال معلوم ہوگا،

"بالشوکون نے جس منتظم و مستقل طریقہ سے تبلیغ کے کامون کو مشرق کے ایک بڑے حصہ مین انجام دیا ہے، ان کو دیکھکر کوئی شخص داد دئے بغیر نہین رہ سکتا، دو سال قبل انھون نے مبلغین کے لئے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی، یہ جامعہ مشہور روسی اشتراکی برانڈ و کے ماتحت ہے، گذشتہ سال اس مین ۱۰۰۰ لڑکے تھے، یہ طلبہ، ۵۰ مختلف قومون کے، ۵۰ مختلف زبان والے لوگ ہین، ان کی محدود قومیت کو مٹانے کے لئے ۱۵ یا ۲۰ قومون کے لڑکون کو ایک ساتھ رکھا گیا ہے، ۴ یا پانچ سال کی تعلیم کے عرصہ

مین اون کو عملی تعلیم کے لئے مختلف حصوں مین بھیجا جاتا ہے۔ جامعہ نے مختلف زبانون مین کتب و رسائل شائع کئے ہین جو طلبہ اور عام پروپگنڈا کے کام مین آتے ہین، جامعہ کی شاخین تاشقند، باکو اور اوکسنک (سائبیریا) مین قائم ہین ان مین تاشقند کی شاخ سب سے زیادہ کامیاب ہے، جہان اس وقت ۲۰۰۰ لڑکے ہین عورتون کے لئے بھی خاص انتظام ہے اور اس مین ۵۰ عورتین تعلیم پاتی ہین اس کے علاوہ فوج کیلئے ہر جگہ مدارس ہین،

اس کے ساتھ ہی مستشرقین روس کی علمی انجمن ہے، یہ اشتراکیین کا مرکز ہے، اور اس کا اخبار نووی وسٹک (مشرق جدید) نہ صرف ایشیا بلکہ افریقہ اور جنوبی امریکہ کی تمام نوآبادیات اور مظلوم اقوام کی حمایت کرتا ہے تاشقند مین ایک مجلس منتظم کی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ایشاء وسطی، خیوا، بخارا، ایران، افغانستان اور ہندوستان کے حالات کا مطالعہ کرے،

السنۂ شرقیہ کا لزراف انسٹیٹیوٹ، اب مطالعہ مذاہب کے مباحث کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے، ماسکو کے مدرسۂ حربی مین، ترکی، فارسی و ہندوستانی کی تعلیم کے لئے ایک شاخ قائم کیگئی ہے اس سلسلہ مین تقریباً ہر دیہات و شہر مین مدرسہ قائم کئے جا رہے ہین،

روس مین اخبارات نہایت کثرت سے شائع ہوتے ہین اور ان مین باہمی کچھ بھی اختلاف ہو لیکن مغربی تمدن کے خلاف سب متحد اللسان ہین؛"

ہم اب تک جانتے تھے کہ صرف ماسکو ہی مین بالشوک حکومت ہے لیکن اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل ریاستون مین بھی اسی کے اصول پر حکومت ہوتی ہے، جمہوریۂ تاتار، جمہوریہ کریمیا جسکا دارالسلطنت سمفروپول ہے، جمہوریہ داغستان، جمہوریہ شمالی کوہ قاف، جمہوریہ اذربائجان، جمہوریہ بشکر، جمہوریہ قرغیز، جمہوریہ اشکباد، جمہوریۂ خوارزم، جمہوریۂ بخارا، اور جمہوریہ ترکستان"

ماہرین نجوم ستاروں کی پیمائش میں مشغول ہیں، حال میں تین ستاروں کی پیمائش کی گئی ہے، ان میں سے ایک ۳۰۰۰۰۰۰۰ میل ہے دوسرا ۲۰۰۰۰۰۰ میل اور تیسرا ۳۰۰۰۰۰۰۰ میل،

امریکہ میں ایک انجمن جراثیم کی تحقیقات کے لئے قائم کی گئی ہے، اس انجمن نے تقریبًا ہر قسم کے جراثیم جمع کر لئے ہیں جن کی تعداد ۷۶۵ ہے اور تمام ممالک کے طلبہ وہاں جاکر تجربہ کرتے ہیں،

اسی سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ انفلوئنزا کے جراثیم بھی دریافت ہو گئے ہیں اور یہ مہلک مرض اب شاید اس قدر خوفناک اثر نہ پیدا کر سکے،

مختلف رنگوں سے مختلف عوارض کے علاج کے تجربے کئے گئے تو ان میں بہت کامیابی ہوئی، ایک سپاہی جو شیل سے زخمی ہونے کی وجہ سے دماغی امراض کا شکار ہو گیا تھا ایک زرد رنگ کے کمرے میں رکھا گیا اور چند دنوں بعد اسے کامل صحت ہو گئی،

انگلستان کے ۲۱۴۵ مشاہیر میں ۱۲۷۰ پادریوں کے لڑکے ہیں، اسی طرح امریکہ کے ۱۲۰۰۰ ممتاز لوگوں میں ۱۱۰۰ کو مبلغین کی اولاد ہونیکا شرف حاصل ہے،

جنگ کے بعد سے پشمینہ اس قدر کثرت سے استعمال ہونے لگا ہے کہ بہت سے جانوروں کے

معدوم ہو جانیکا خطرہ پیدا ہوگیا ہے، چنانچہ گذشتہ تین سالون مین، ۷۴۹۹۲، ۱۰ جانورون کی کھال صرف امریکہ مین بکی ہین،

الکزنڈر ابرہم بیل نے اپنی زندگی کا آخری حصہ بندرون کو گفتگو کی تعلیم دینے مین صرف کیا اور اس مین بہت کچھ کامیابی حاصل کی، اس کا خیال تھا کہ بندر اب ہمارے بہترین خادم ہو سکتے ہین،

افریقہ کے سرکاری کمیشن کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہان قلت آب کی یہی حالت رہی تو اس براعظم کا ایک بڑا حصہ انسانی آبادی کے ناقابل ہو جائیگا،

فرانسیسی محکمہ تحقیقات جرائم نے انگوٹھون کے نشانات کو صحیح تر و جلد تر دریافت کرنے کے لئے ایک نیا آلہ ایجاد کیا ہے، اس کا نام ایپی ڈکٹیلیسکوپ ہے،

حال کے تین غبارون کے اڑانے مین جو ہیلیم گیس استعمال کی گئی ہے، وہ ۴۵ برس پہلے، آفتاب مین دریافت ہو چکی تھی،

مسٹر جی، ایچ، جے، کنگڈن نے دوران تقریر مین بیان کیا کہ صابون کی تاریخ ۲۵۰۰ برس سے شروع ہوتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ صابون سازون نے تمام دنیا کو اس کے ضروریات کے لیے چھان مارا ہے اور اب مجبور ہو کر مضر چیزین ملا رہے ہین،

انگلستان مین، آلو چھیلنے کی ایک مشین ایجاد ہوئی ہی، جس مین بہت جلد آلو کے چھلکے الگ ہو جاتے ہین،

فرانس مین اسباب تعمیرات کی گرانی سے تنگ آکر لوگون نے گھاس کے مکانات بنانے شروع کئے ہین، پہلے ان کو چٹائی کی طرح بنایا جاتا ہی، پھر ان پر پلاسٹر کرکے سفیدی کی جاتی ہی، اور وہ کوٹھی کی طرح نظر آتے ہین،

فرانسیسی اطبار، آجکل دق کے لئے علاج شمسی پر زیادہ زور دے رہے ہین، ڈاکٹر ارمنڈ ڈلیسلی کا بیان ہی کہ جنوبی فرانس کے مختلف شفاخانون مین اس علاج سے بہت سے مریض شفایاب ہوئے ہین

۱۹۱۷ء سے ایک نئی بیماری یعنی مرض خواب کی شکایت سنی جا رہی ہی، اس سنہ مین یہ مرض آسٹریا مین نمودار ہوا، ۱۹۱۸ء کے بہار مین، انگلستان و فرانس پہونچا، ۱۹۱۹ء مین اطالیہ و امریکہ مین نمودار ہوا، اور اب تمام دنیا مین پھیلا ہوا ہی،

فرانس کے ایک نوجوان ماہر کیمیا نے ایک دھات بنائی ہی، جو اپنی خصوصیات اجزا کے لحاظ سے سونا معلوم ہوتی ہی،

موجودہ علم جراحت کے معجزہ کی خبر وائنا سے آئی ہی، یہان ایک ماہر حیوانات نے ایک کیڑے کا سر کاٹ کر اسی جنس کے دوسرے کیڑے کے سر پر لگا دیا، اور دونون کیڑے زندہ ہین،

ایک مشہور فرانسیسی ماہر حیوانیات، کا بیان ہی کہ گذشتہ مہیب جنگ مین مدافعت وحفاظت کی جتنی صورتین پیدا کی گئین تھین وہ کسی نہ کسی جانور مین موجود ہین، چنانچہ ایک قسم کی مچھلی کے منھ سے دھوان نکلتا ہے اور وہ اس کے پردہ مین دشمنون سے چھپ جاتی ہے،

ڈاکٹر کریچٹ نے دعویٰ کیا ہی کہ انھون نے حال مین جانور کا خون آدمی کے بدن مین پہونچا کر بہت کچھ کامیابی حاصل کی ہی حالانکہ عام خیال یہ تھا کہ دونون کے خونون مین بہت فرق ہی اور جانور کا خون انسانی خون کے جراثیم کو برباد کر دیتا ہی،

ارنج فری اسٹیٹ کے جنگلون مین ایک قسم کا جنگلی سیب پیدا ہوتا ہی اب اس کے عرق سے پٹرول کے قسم کا تیل نکالا جانیوالا ہی، یہ تیل بہت سستا ملیگا،

حال مین فاسل پتھرون مین ایک دیوزاد جانور کی صورت کا پتہ چلا ہی جو دو پیرون پر چلتا تھا اور اس قدر خوفناک تھا کہ انسانی آبادی کا اس سے بچنا ایک امر محال معلوم ہوتا ہی، یہ فاسل پٹیگونیہ مین نکلا اور اساتذہ طبقات الارض کا خیال ہی کہ ۵۰۰۰۰ سال کا ہی،

جرمن ڈاکٹر فریسی نے ۲۳۱ مختلف امراض کے بیمارون پر الکحل کی قوت ہاضمہ کے متعلق تجربہ کیا اوس کا خیال ہی کہ الکحل اس حیثیت سے بہت مفید ثابت ہوئی ہی،

دنیا کا سب سے تیز رو دریا ستلج ہی، جو ابتدا ءً سمندر سے ۱۵۰۰۰ فٹ بلند ہی لیکن ۱۸۰ میل کی

مسافت میں ۱۲۰۰۰ فٹ نیچا ہوگیا ہے؛

امریکہ کے قدیم باشندون کے متعلق جتنی چیزین امرکن انڈین عجائب خانہ مین ہین، شاید کہین نہین ہین ان کی مجموعی تعداد ۸۰۰۰۰۰ تک پہونچ چکی ہو؛

اب تک ہم جس شخص کے متعلق سنتے کہ وہ دل کی بیماری مین مبتلا ہو، اس کی حیات سے تقریباً مایوس ہو جاتے لیکن اب ڈاکٹر جے، ایچ، ہونان نے دعویٰ کیا ہو کہ وہ دل کی ہر قسم کی بیماری کو اچھا کر سکتے ہین؛

تحقیقات سے معلوم ہوا کہ انسان اور پھیپھڑے سے سانس لینے والے جانورون کا اولین مسکن براعظم ایشیا تھا؛

مسٹر سی، این ہیکاک نے انجمن متعلق حفاظت اسنہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اگر ہم اسی طرح اپنے دانتون سے بےخبر رہے تو دو ہزار برس بعد ایک آدمی کے منہ مین بھی دانت نہ رہینگے

جانورون مین سب سے زیادہ عمر کچھوے کی ہوتی ہے، مارسلیز کے عجائب خانہ حیوانات مین ایک کچھوا ہے جو نپولین کے زمانہ قید مین جزیرہ ہلنا سے لایا گیا تھا، ایک اور کچھوا ابھی موجود ہو جس کی عمر کا اندازہ ۵۰۰ سال کیا جاتا ہو،

مسز مین سنز انگلستان کی معمر ترین خاتون ہو اس نے حال ہی مین اپنی ۱۰۷ وین سالگرہ منائی ہو،

انگلستان نے گذشتہ تین سالون مین مندرجہ ذیل پونڈون کا سونا اپنے افریقی مقبوضات کی کانون سے حاصل کیا ہی،

سنہ ۱۹۲۰ء	۳۸۶۶۲۹۲۳	پونڈ
سنہ ۱۹۲۱ء	۳۶۵۰۰۰۰۲	"
سنہ ۱۹۲۲ء	۳۲۴۶۳۴۶۱	"

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا کہ انگلستان نے ان تین سالون مین مندرجہ ذیل قیمتون کا سونا امریکہ روانہ کیا ہی،

سنہ ۱۹۲۰ء	۵۲۸۳۳۴۲۳	پونڈ
سنہ ۱۹۲۱ء	۵۵۴۵۶۳۴۰	"
سنہ ۱۹۲۲ء	۲۶۶۳۲۶۴۵	"

انگلستان کے ذمہ امریکہ کا جو قرض ہو اوسکی تعداد مع سود ۹۰۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ ہے اور یہ قرض ۶۲ سال کی مدت مین اس طرح ادا ہوگا کہ ۱۰ سال تک ۳۱۵۰۰۰۰۰ پونڈ دئے جائینگے اور پھر ۵۲ سالون تک ۳۶۰۰۰۰۰۰ پونڈ،

ڈیلی میل لندن، کی تعداد اشاعت دنیا کے تمام اخبارات سے زائد ہو گذشتہ سال کے اعداد ہمارے بیان کی تصدیق کرینگے،

جنوری ۲۲ء . . . . –	۱۵۲۲۷۰۹
فروری " – – – – – – – – –	۱۶۲۰۲۷۷
مارچ " – – – – – – – – –	۱۶۶۹۴۱۴
اپریل " – – – – – – – – –	۱۷۰۲۶۹۴
مئی " – – – – – – – – –	۱۷۵۵۴۹۸
جون " – – – – – – – – –	۱۸۱۷۹۴۷
جولائی " – – – – – – – –	۱۸۶۷۷۹۷
اگست " . . . . –	۱۹۱۰۱۱۷
ستمبر " . . . . –	۱۹۰۷۳۳۵
اکتوبر " – – – – – – – –	۱۹۰۷۹۵۵
نومبر " – – – – – – – –	۱۸۶۹۲۵۰
دسمبر " . . . . –	۱۸۳۶۵۶۸

اس مین وہ پرچے شامل نہین ہین جو مفت دئے گئے یا بچ رہے، کیا کبھی ہمارے اردو صحائف کی مجموعی تعداد اتنی ہوگی،

گذشتہ سال امریکہ مین آتشزدگی سے جو نقصانات ہوئے اون کی تعداد ۱۰۷۰۰۰۰۰۰ پونڈ ہے، اس مین سے ۷۵۰۰۰۰۰ پونڈ کے نقصانات صرف سگریٹ کے بے پرواہی سے پھینک دینے سے ہوئے،

میڈم کولنتائی دنیا کی پہلی خاتون ہے جو روس کی طرف سے ناروے کی سفیر مقرر ہو کر گئی ہے،

لندن مین ۱۹۲۱ء مین ۸۰۵۵، آتشزدگیان ہوئین، ۳۰، جانین ضایع گئین، اور ۱،۳۲۰۶۱ پونڈ کا نقصان ہوا، ۱۹۲۲ء مین، ۷۰۳، آتشزدگیان ہوئین ۸۹ آدمی مرے اور ۰۸۸،۶، پونڈ کا نقصان ہوا،

میڈم ہرسین باشندۂ ارگنٹائن، دنیا کی سب سے زیادہ تیراک خاتون ہے، وہ مسلسل ۲۱ گھنٹہ ۴ منٹ پانی مین رہی :

اندنون اگرچہ ریڈیم کی قیمت یک بیک ۱۶۰۰ پونڈ فی گرین سے ۹۰۰ پونڈ ہوگئی ہے، پھر بھی ایک اونس کی قیمت ۵۳۰۰۰۰۰ پونڈ ہے،

گذشتہ مردم شماری مین خاص لندن شہر کی آبادی ۴۴۸۴۵۱۶ تھی اور یہ تعداد نواح شہر کو ملا کر ۷۴۸۰۲۰۱ تک پہونچ جاتی ہی، اس کے مقابلہ مین دنیا کے دوسرے شہرون کی آبادی یہ ہے،

نیویارک	۵۶۲۰۰۴۸
برلن	۳۸۰۱۲۳۵
پیرس	۲۹۰۶۴۷۲
چیکگو	۲۷۰۱۷۰۵
ٹوکیو	۲۱۷۳۱۶۲

گذشتہ جنوری مین لندن مین ۱۷۹۷ غیر ممالک کے آدمی آئے اور ۱۵۱۲۱ گئے،

فکرِ سلیم

جناب مولنا وحید الدین صاحب سلیم پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ

جناب مولنا وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی، ہماری زبان کے ان استادان فن سے ہین، جنکی کوشش وہمت سے اردو زبان، سادہ انشاپردازی کی زبان بنی ہے،

سرسید مرحوم کے ادبی پرتو فیض سے انھون نے بہرہ مندی حاصل کی تہذیب الاخلاق اور حسن کے بعد اردو کا تیسرا قابل ذکر اردو رسالہ معارف علی گڈہ انھین کی کوششون کا ثمرہ تھا اور اس کے بعد علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ اور مسلم گزٹ کی ادارت یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھ آئی اور اب وہ جامعہ عثمانیہ مین اردو کے پروفیسر ہین۔

جب مرحوم بچہ کے والدین کو اس کے ہمنام بچون سے محبت ہونا فطرت ہے، تو ہم کو مدت سے شکایت تھی کہ معارف علی گڈہ کا اڈیٹر معارف اعظم گڈہ کو کیون بھولا ہے ؟ بارے سالہا سال کے بعد آج یہ شکایت رفع ہوتی ہے،

مدت ہوئی ہے مدحِ حسینان کئے ہوئے — نورِ سخن سے دل کو چراغان کئے ہوئے

عرصہ ہوا ہے وصف بہار جمال سے — روئے ورق کو رشکِ گلستان کئے ہوئے

برسون ہوئے ہین تذکرہ سوزِ عشق سے — بزم سخنوری کو درخشان کئے ہوئے

آتا ہے کس شکوہ سے وہ رشکِ آفتاب — ظلمتکدے دلون کے چراغان کئے ہوئے

جاتا ہون کوئے یار سے (دیکھو اد کھنا مجھے) — برپا ہجومِ اشک سے طوفان کئے ہوئے

بیٹھا تھا رات مین بھی کسی جلوہ گاہ مین ہر دیدۂ مسام کو حیران کیے ہوئے
کرتا تھا رات وہ مرے دل کا مطالعہ شیرازۂ وفا کو پریشان کیے ہوئے
بیٹھے ہین ہم تصورِ گیسوئے یار مین اس زندگی کو خواب پریشان کیے ہوئے
خون کرکے لیچلا ہون دل و جان کو اپنے ساتھ دیدارِ روئے یار کا سامان کیے ہوئے
اشکون کو میرے چشمِ حقارت سے تو نہ دیکھ پنہان یہ آستین مین ہین طوفان کیے ہوئے
مر مٹیے اس ادا پہ کہ کچھ لوگ جل بجھے سینے مین سوزِ عشق کو پنہان کیے ہوئے
کر لو زیارت ان کی کہ یہ زاہدانِ خشک آبادیان ہین حسن کی ویران کیے ہوئے
سن نغمہ گوشِ ہوش سے، گزرے جو بادِ صبح تارِ شعاعِ مہر کو لرزان کیے ہوئے
کس حسنِ دلفریب کا ہے یہ نشہ کہ ہے، عالم کے ذرہ ذرہ کو رقصان کیے ہوئے
ہے کون شہسوار کہ چوگانِ نور سے لاتا ہے گوئے مہر کو غلطان کیے ہوئے
بجلی کی طرح وہ مرے دل سے گذر گیا اپنے سمندِ ناز کو جولان کیے ہوئے
سچ مانیے کہ یہ سر و سامان کا ہے خیال یارون کو ہے جو بے سر و سامان کیے ہوئے
کیا لوگ ہین جو ہین درِ دلدار پر پڑے حرمان کو اپنے درد کا درمان کیے ہوئے
کیا لوگ ہین وہ جن کی جبین پر شکن نہین اور دل مین حسرتون کو ہین مہمان کیے ہوئے
تلوارین کھاکے ہنستے ہین وہ حق پرست جو ہین دل کو مستِ جلوۂ ایمان کیے ہوئے
وہ نوبہارِ حسن ابھی اس راہ سے گیا ہر نقشِ پا کو روضۂ رضوان کیے ہوئے
اعجازِ عشق کا ہے کہ ہے اس جہان مین وہ لب تشنگی کو چشمۂ حیوان کیے ہوئے
نئے سر جھکا تسلیم کہ وہ نوبہارِ حسن آتا ہے تیغِ ناز کو عریان کیے ہوئے

عائشہ صدیقہؓ

خدا کے محبوب کی حبیبہ ترا ہے پیارا لقب حمیرا
وہ حسن صورت وہ نور سیرت جہان مین تجھ سا نہوگا پیدا

گواہ عصمت ہے رب اکبر یہ سورۂ نور سے ہے اظہر
کیا ہے تطہیر نے مطہر خطاب "طیبات" پایا

مثال آئینہ صاف سینہ علوم دین کا تھا اک خزینہ
رموز واسرار کی امینہ، بڑا ہی لاریب تیرا رتبہ

یہ رنگ لائی تری محبت نبیؐ کی ہوگی جلیس جنت
ہے مغفرت کی تجھے بشارت ہے تو تو "رزق کریم" پایا

وہ اجتہادی خطا کا قصہ جمل کا ناگفتہ بہ قضیہ
جو چشم باطن سے ہم نے دیکھا سپند تیرے کمال کا تھا

نہ لوم لائم کا کچھ خطر تھا نہ سر مین سودائے مال و زر تھا
یہ حب مولا کا سب اثر تھا، کہ تھی نہ دنیا کی تجھکو پروا

ترا تفقہ ترا تبحر، ہے جس کا مشکل بہت تصور
حسود کو اس کا ہے تحسر، عنود کو رنج روح فرسا

نہ تھی جو اولاد تیرے کوئی کہ جس سے ہوتی تھی سرخروئی
تو حق نے دلجوئی تیری یون کی لقب دیا ام مومنین کا

خموش نواب اب کہ کیونکر ہو وصف محبوبۂ پیمبر
خدا اور اس کا رسولؐ بہتر ہے جانتا اور رقم کرنا

([illegible])

حیات امام مالک

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین، صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق وسیرت اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئینگی۔ قیمت عہ/

"منیجر"

سرگذشت الفاظ

از

مولوی ابو الجلال ندوی

ابن جنی نے عربی زبان کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام خصائص ہے، ابن جنی کا زبان کے متعلق یہ خیال تھا کہ الفاظ اپنے معانی پر ایک خاص مناسبت سے دلالت کیا کرتے ہین، معانی اپنی دماغی شکل مین صرف ان کیفیات کا مجموعہ ہین جو کسی شے سے عالم منتزع ہو کر دماغ مین جمع ہین، الفاظ کے حروف کو ان کیفیات کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہے، ابن جنی کا یہ بھی خیال ہے کہ دنیا بھر کے الفاظ کی اصلین سنی ہوئی آوازون سے منقول ہین، خصائص الفاظ و معانی کی مناسبت پر اوس نے ایک خاص باب باندھا ہے، جس مین اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ اس فن کی ابتدا خلیل و سیبویہ نے کی اور جماعت نے قبول کیا، خصائص مین ابن جنی نے ثابت کیا ہے، کہ الفاظ کے اصلی حروف کی ترتیب اُلٹ دو، تب بھی کچھ کچھ فرق کے ساتھ معانی مین یگانگت رہے گی، لفظ کے حروف کو مشابہ حروف سے بدل دینے مین یگانگت باقی رہے گی، حروف کی خاصیتین، ان معنوی فروق کی وجہ ہوا کرتی ہین،

ابن جنی کی یہ کتاب اب ہمارے کتبخانون مین موجود ہے، آج سے چند سال پہلے صرف اس کے قلمی نسخے ملجاتے تھے مگر نواب عماد الملک بہادر کی عنایت سے یہ چھپکر شائع ہو چکی ہے،

عربی مین فن اشتقاق کے موجد درحقیقت معتزلہ ہین، حدوث و قدم قرآنی کے متعلق گفتگو نے طول کھینچا تو زبان کا مسئلہ آگیا، زبان کے متعلق، معتزلہ کا خیال ہے کہ الفاظ کو آدمیون نے باہم ملکر

---

[1] مصنفہ جناب احمد دین صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل لاہور قیمت ۸؍

اور اصطلاح کے طور پر وضع کیا، اس پر سخت اعتراضات وارد ہوئے، اہم ترین اعتراض یہ تھا کہ آخر پہلے واضع نے لفظ اور معنے کے تعلق کو کیونکر جانا، لفظ اور معنے کا تعلق اسقدر گہرا ہے کہ عام حالتون مین ایک انسان کے ذہن مین جب تک لفظ کا تصور نہ ہو معنے کا تصور ہوتا ہی نہین، اس بنا پر عباد بن سلیمان نے راے قایم کی کہ لفظ اور معنے مین طبعی مناسبت ہوتی ہی اور وہی مناسبت باہمی وضع کا باعث ہی،

اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے طرفداران عباد نے عربی زبان کو بنیاد قرار دیکر الفاظ اور معانی کی مناسبتون پر غور کرنا شروع کیا تو اونھون نے یہانتک ترقی کر لی تھی کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مین تمام الفاظ کی وجہ مناسبت بتا سکتا ہون، چنانچہ ایک عجمی لفظ اذغاع کے معنے پوچھے گئے (علامہ سیوطی فرماتے ہین یہ لفظ پتھر کا مرادف ہی) معتزلی عالم نے جواب دیا کہ مین اس لفظ مین انتہائی یبوست جانتا ہون، اسکا مفہوم میرے خیال مین پتھر ہے،

ابتدا زمن کے مباحث صرف کی کتابون مین لکھے جاتے تھے، امام رازی فرماتے ہین کہ اشتقاق کی تین قسمین ہین" اشتقاق صغیر یعنے صرف (۲) اشتقاق کبیر جس مین الفاظ کے ترتیبی انقلابات سے بحث ہوتی ہی (۳) اشتقاق اکبر جس مین لفظ کے حروف اور اون کی نوعیتون کے اعتبار سے یگانگت معنوی ظاہر کی جائے،

علم اللسان کو اہل مغرب کی ایجاد بتایا جاتا ہی مگر عربی ادب ولغت کے ماہرین بدلائل بتا سکتے ہین کہ علم اللسان کا بنیادی پتھر اسی اشتقاق کبیر اور اشتقاق اکبر کو سمجھنا چاہیے، جس کا نام اہل فارس کی زبان مین علم اصول اللغہ ہے،

اُردو زبان کا خزانہ اس قسم کے جواہرات سے خالی ہے، حالانکہ یہ فن ہمارے آبا و اجداد کا دماغی ترکہ ہے، جسے ہمارے قبضہ مین ہونا چاہیے، اُردو دان جاعت کو اس فن سے پہلے شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے سخندان فارس لکھکر واقف کیا،

حال مین مذکورہ بالا عنوان سے اسی فن پر ایک کتاب شایع ہوئی ہے، مصنف کتاب نے خود

تسلیم کیا ہے کہ انکا اخذ زیادہ تر پادری ٹرینچ کی مطالعہ الفاظ ہے" اصول اسی کتاب سے اخذ کیے ہیں، مثالوں کے لیے لاطینی، فرانسیسی انگریزی الفاظ کے بجائے اردو فارسی، عربی الفاظ لیے ہیں، لیکن کہیں کہیں آزاد مرحوم کی تحریر و ں سے بھی استناد کیا ہے،

کتاب ۷ حصون پر منقسم ہے، پہلی فصل میں الفاظ کی پیدایش کے طریقون سے بحث کی گئی ہے، دوسری فصل میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ الفاظ انسان کی نازک خیالیون کا خزانہ ہیں" اس مفہوم کو مصنف نے ان الفاظ مین ادا کیا ہے، "زبان مخزن نازک خیالی ہے" تیسری فصل مین زبان مخزن اخلاق اور چوتھی فصل مین الفاظ کو مخزن تاریخ قرار دیا ہے، پانچوین فصل مین جدید الفاظ کی پیدایش کے طریقے بیان کئے، چھٹی فصل مین مترادف الفاظ کی بحث، ساتوین مین عام اصولی باتین ہین،

مصنف نے شروع صفحہ مین لکھا ہے "بلکہ ہمین یہ بتانا ہے کہ صرف الفاظ مین بلا لحاظ کسی فقرہ بندی یا عبارت کے اخلاقی اور تحریری حقائق، انسانی جذبات اور ولولون کے بیشمار ذخیرے پڑے ہن،، صفحہ ۲ مین فرماتے ہین" الفاظ بجائے خود ایک کتاب کا مضمون لیئے ہوتے ہین"

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ جناب مصنف صرف ان الفاظ سے بحث کرنا چاہتے ہین جو منفرد ہین، لیکن دوسری فصل مین اپنے دعاوی کے اثبات کے لیے جو الفاظ پیش کیے ہین وہ سب مفرد نہین ہین، اکثر دبیشتر مرکب الفاظ ہین، جن کا ہر جزو اپنے معنے پر الگ الگ دلالت کرتا ہے، مثلاً منہ نو ہن، گلعذار گل اندام، مہ لقا تاج خروس، بستان افروز، چھوئی موئی "

لیکن اس فصل کے علاوہ دوسری فصلون مین منفرد الفاظ سے بحث کی گئی ہے، یون تو کتاب اردو سے دلچسپی رکھنے والون کے لیے سرتاپا مفید ہے بلکہ ۳، ۴، ۵ فصلین خاص دلچسپی رکھتی ہین، تیسری فصل مین مصنف نے ثابت کیا ہے کہ الفاظ مین علاوہ ان معانی کے جنکو ہم روزمرہ کی بول چال مین مراد لیتے ہین، ہماسے اخلاقی عروج و زوال کی تفسیرین بھی مضمر ہین، شاطر، عیار، غلام، لونڈی، چھوکرا، چھوکری،

عدارت وغیرہ الفاظ اچھے معانی سے بُرے معانی کے لیے مخصوص ہو گئے، اس سے مصنف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بولنے والے کے اخلاقی انحطاط کے ساتھ ان الفاظ کے معانی مین بھی ذلت پیدا ہو جاتی ہو، دیانت، شرارت سلامت روی کے الفاظ علاوہ معانی معہودہ کے کچھ اخلاقی حقائق ظاہر کرتے ہین، شیخ، سادہ، منطقی، حجت کو اب جن معانی مین استعمال کیا جاتا ہو، ان سے ہمارا اخلاقی زوال ظاہر ہوتا ہے، عیش، طیش، ہمت، انسانیت کے الفاظ مین ان کے معانی کی حقیقت مضمر ہے،

غرض دعاوی کی صحت اور طریقۂ بیان کی دلچسپی کے لحاظ سے پوری کتاب قابل تعریف ہو، آزاد سیدھی سے سیدھی بات کو استعارات کے رنگ مین شرح بنا دیتے ہین، مصنف نے اس طرز ادا کو اڑانے کی کوشش کی ہو، اور کامیاب کوشش کی ہے مثلاً کہنا یہ ہے کہ "امرتسر" دو لفظون سے بنا ہے، امرت، اور "سر" اس مفہوم کو وہ اس طرح ادا فرماتے ہین،

"امرتسر مین دربار صاحب کے زرین مندر کا تقدس آب تالاب (سر) اپنے امرت (آب حیات) سے تاریخ مین شہر امرتسر کے بقائے دوام کا کفیل ہے"

مہر النسا کی ترکیب اس طرح ظاہر کی ہے،

اور عورتون مین مہر النسا کی نور افشانی کی طرف ہم نے کبھی رخ نہ کیا،

انسان کے اخلاقی انحطاط کا ثبوت ان الفاظ مین دیا ہے،

"غلام ابتدا مین لڑکا تھا، ایسا ہی آزاد جیسا کہ ہم اور تم لیکن انقلاب زمانہ نے آزادی چھین کر اسے ذلیل وخوار کر دیا ہے"

ساری کتاب اسی قسم کے دلچسپ انداز مین لکھی گئی ہے، لیکن آزاد کی صحیح تقلید نہ ہو سکی، مثلاً امرتسر کی تشریح مین "دربار صاحب کے زرین مندر کا تقدس آب تالاب" کی بھاری ترکیب اس نازک طریقۂ ادا سے میل نہین کھاتی،

مجموعی حیثیت سے مصنف کی تلاش و محنت قابل داد ہی، اردو جیسی زبان کے معروف الفاظ کو لیکر علم اللسان کے دقیق مسائل کو پر لطف بنا کر پیش کرنا بہت قابل تعریف ہی، لیکن ہمکو چند باتون مین مصنف کے ساتھ اتفاق نہین خسیس (بخیل) کی تشریح مین آپ فرماتے ہین،

اور اس طرح روپیہ جمع کرنے والے کو بتایا کہ اوس کی ہستی ایک خس سے زیادہ حقیقت نہین رکھتی ۔"

گویا خسیس فارسی لفظ خس (تکا) سے بنا ہے، حالانکہ یہ لفظ خالص عربی زبان کا ہے، جسے ایرین زبانون سے تعلق نہین، مادہ خسّ ہی جس کا ترجمہ ہو (کمی کرون)، یہ لفظ ہمارے اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے کہ بخل مین برکت نہین،" فرماتے ہین" پیالہ کو عربی مین کاس کہتے ہین یہ وہی کاسہٗ فارسی ہے" یہ عبارت بول رہی ہے کہ کاس فارسی لفظ کاسہ سے ماخوذ ہی، حالانکہ یہ لفظ خالص عربی ہے، عربی علم الاشتقاق نے طے کر دیا ہے کہ ایک سے الفاظ یکسان معانی ظاہر کرتے ہین، چنانچہ کاسٌ ۔ پیالہ ۔ یا آبخورہ کو کہتے ہین ۔ بشرطیکہ اوس مین پانی یا شراب ہو، کاسٌ ۔ بہت کھانا ۔ بہت پینا ۔ کاسٌ (کھانا کھانا)

غلام کا لفظ اپنے معروف معنے مین اخلاقی تنزل کا ثبوت نہین ہو بلکہ ہماری بلند خیالی کا ثبوت ہی، غلام کا اصلی مفہوم بالغ ہے، پھر کثرت استعمال نے اس لفظ کو لڑکے کے لیے مخصوص کر دیا، اہل عرب غلام کو غلام نہین کہتے تھے بلکہ عبد کہتے تھے، اسلام نے اس انسانی توہین کو گوارا نہ کیا، آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ اپنے خادمون کو عبد نہ کہو غلام (بیٹا) کہا کرو، تو اس لفظ کی ابتدا پیار کے جذبہ اور بنی نوع کی مساوات کے خیال پر مبنی ہی،

آپ نے فرمایا کہ "جب عبارت مین پانی کی سی روانی ہو اسے تسلسل عبارت کہتے ہین" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ تسلسل مین پانی کی روانی پاتے ہین ۔ یہ خیال درست نہین، البتہ "عبارت" کے لفظ مین روانی موجود ہی، کیونکہ حرف حلقی اور ب م کا مجموعہ بشرطیکہ اسمین کوئی حرف شدید نہو، محبت یا پانی پر دلالت کرتا ہے (ع ۔ ب ۔ د) کا مجموعہ ہمیشہ حرکت اور پانی جیسی حرکت پر دلالت کرتا ہے، تسلسل کو شاید آپ نے دماغ سلسل کا

سے ماخوذ قرار دیا ہے، حالانکہ یہ لفظ سلسلہ یعنے زنجیر سے مشتق ہے، تسلسل کا لفظ روانی عبارت ظاہر نہین کرتا، بلکہ ایک بات سے دوسری بات کا تعلق بتاتا ہی،

آپ نے دعویٰ کیا ہو کہ مفرد الفاظ مین تاریخی واقعات کا ذخیرہ ہوتا ہے، اس کے ثبوت مین، مدینہ مہاجرین، انصار، ہجرت کے الفاظ پیش کئے ہین، حالانکہ یہ الفاظ دعوی کی دلیل نہین، اِن الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھنا تاریخ جاننے پر مبنی ہی، یہان ایسے الفاظ کی ضرورت تھی جن کا اشتقاق تاریخ ظاہر کرتا، مثلاً اسی لفظ مدینہ کو لو، اس سے تاریخ تمدن ظاہر ہوتی ہے، جتنے الفاظ کا پہلا حرف م دوسرا حرف (ت۔ط۔د) جو تیسرا حرف کوئی بھی ہو۔ امتداد اور کھواؤ ظاہر کرتے ہین چنانچہ مد۔مط۔مت تینون لفظ کشید گی ظاہر کرتے ہین، مدن۔ (طول قیام کو کہتے ہین) اسی لفظ سے مدون (کسی جگہ ایک مدت تک بسنا) نکلا، اسی مدن سے لفظ (مدینہ) اور تمدن نکلا ہے، تو اب معلوم ہوا، مدنیت اور تہذیب کی اصل یکجائی بودوباش ہی،

آخر مین ہم جناب مصنف کی ایک شکایت کرینگے، اُردو دان طبقہ کو انجیل سے زیادہ قرآن کے ساتھ دلچسپی ہی، آغاز زبان۔ اس کی ترقی اور تنزل کی حقیقت آپ نے انجیل کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے زیادہ بہتر قرآن اور حدیث تھی، جس سے ہمارے نوجوانون مین مضمون کی وقعت زیادہ ہو سکتی تھی، زبان دلچسپ ہی لیکن بعض مواقع پر پنجابی صینون اور ترکیبون نے بہت کچھ کمی کر دی ہے،

کتاب چھوٹی تقطیع کے ۱۰۴ صفحات پر ہی لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ۸ر پتہ مولوی احمد دین صاحب بی اے وکیل لاہور،

مطبوعات جدیدہ

ریاض الناظر فی احوال سید البشر حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب بنگلور نے مولوی محمد باقر صاحب مرحوم کی مذکورہ بالا نام کتاب کو حضرت سیماب اکبرآبادی سے اردو مین منظوم کراکر شایع کیا ہے، یہ کتاب منظوم سیرت رسول صلعم ہے، آنحضرت صلعم کے ولادت سے وفات تک کے حالات مع غزوات وغیرہ نہایت ہی صاف وشستہ نظم مین ادا کئے گئے ہین، یہ ریاض ۱۲ چمنون پر منقسم ہے، انوار رسالت، نوید رسالت، طلوع رسالت، نسیم نبوت، شمائل نبوت، تکمیل نبوت وغیرہ، میلاد کے لئے اچھی کتاب ہے، ضخامت ۱۵۰ لکھائی چھپائی اچھی، قیمت مجلد عا رپتہ:- حاجی محی الدین تاجر کتب نمبر ۲۹۹ موچی بازار بنگلور،

انتخاب مخزن حصہ دوم، مخزن مرحوم اردو کی زمانہ تک خدمت انجام دینے کے بعد سانس توڑ چکا ہے، یہ مجموعہ اسی کے دور آخر کے منتخب مضامین کا گلدستہ ہے، اسکا حصۂ اول اس کے عروج ہی کے زمانہ مین چھپ چکا تھا، اس حصہ کو شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ نے شائع کیا ہے، انتخاب نظم ونثر دونون اچھا ہے، قیمت عہ ضخامت ۲۰۰ صفحہ شیخ سے طلب کیجئے،

انتخاب مضامین جوہر، جامعہ ملیہ کے طلبہ نے تعلیم صحافت کے لئے ستمبر ۱۹۲۱ء مین ایک قلمی ہفتہ وار اخبار الرشید نکالا تھا اس کے بعد بہ تقاضائے حسن عقیدت اس ذات گرامی کے نام پر جو آج بیجاپور مین ہے، اس کا نام بدل کر جوہر رکھا گیا، جوہر نے مقبولیت حاصل کی اور طلبہ واساتذہ کے علاوہ بیرونی اصحاب نے بھی اس مین حصہ لیا، اب وسکے مضامین کا انتخاب شایع کیا گیا ہے، یہ مضامین مختلف علمی، تاریخی، اور سیاسی موضوع پر ہین، آخر مین نظم کا دلچسپ حصہ بھی ہے، لکھائی چھپائی اعلے ضخامت ۱۸۰ صفحات قیمت عہ

فرسٹ ایڈ ٹو دی انجرڈ، ڈاکٹر مرزا کریم خان خدیو جنگ بہادر کی مذکورہ بالا نام کی

کتاب کا دوسرا اڈیشن ہے، اس مین جنگ یا ہنگامی صدمات کے لئے ضروری علاج و ہدایات ہین، یہ رسالہ اسکاؤٹ یا دوسری امدادی انجمنون کے اراکین کے لئے بہت مفید ہے، چھوٹی تقطیع کے تقریباً ۵۰ صفحون پر چھپی ہے، آخر مین انگریزی الفاظ کے معنی بھی دئے ہین، مصنف سے یہ سکہ عثمانی یا چہر کلدار ہر پل سکتی ہے،

قبضۂ فجی، مشہور اشتراکی روسی حکیم ٹالسٹائی کا ایک رسالہ ہے جسے مرحوم مدرلینڈ کے پریس نے انگریزی مین شایع کیا ہے، قیمت ۳ر، صداقت پریس پٹنہ سے مل سکتا ہے،

اعظم ترین انسان مسٹر عبدالسلام خان سی پی کے ایک نوجوان انگریزی دان مسلمان ہین، انھون نے مختلف غیر مسلم مورخین کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم کی ذات سب سے اعظم ترین تھی، ایک نوجوان کی یہ محنت ضرور قابل ستائش ہے، لیکن کاش کہ خود ان کے دل مین بھی اپنے پیمبر کی کچھ عزت ہوتی، کہ نام کے بعد درود و سلام کا کوئی لفظ لکھ دیتے، رسالہ انگریزی زبان مین ہے، ضخامت ۱۶صفحات قیمت ۸ر مسٹر عبدالسلام خان، مدرس انجمن اسلامیہ اسکول ناگپور،

سرسید کی دینی برکتین، عرصہ ہوا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر نے حیدرآباد کے ایک مجمع کے سامنے اس مضمون پر ایک تقریر کی تھی اور وہ رسالہ کی صورت مین چھپ گئی تھی، اب حافظ قمرالدین اینڈ سنز تاجران کتب موچی دروازہ لاہور نے اسے چھوٹی تقطیع پر شایع کیا ہے، قیمت ۴ر

شاہین و درّاج مولوی ابو الشاد الخیری صاحب کی فسانہ نگاری تعارف سے مستغنی ہے، دارالاشاعت پنجاب لاہور نے سلسلۂ کہکشان کی ساتوین کڑی کے طور پر اسے شائع کیا ہے، فسانہ دلچسپ، عبرت انگیز اور سبق آموز ہے، تکرار و کثرت ترادف کا عیب اس مین بھی موجود ہے، کتاب چھوٹے سائز کے ۱۰۰ صفحات پر ہے، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸ر دارالاشاعت سے طلب کیجئے،

روداد انجمن اردو جامعہ الہ آباد، الہ آباد یونیورسٹی مین انجمن اردو کے قیام کا ذکر آچکا ہے، یہ رپورٹ اسکی افتتاحیہ کاروائی کے حالات پر مشتمل ہے، اسکا بہترین حصہ مسٹر اے یوسف علی صاحب کا اردو پر عالمانہ خطبہ ہے،

دیوان حمید، مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲/

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸/

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ قوم ایوب، بنو اسمعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۴۵۱ عہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲/

" دوسری ریڈر طبع دوم ۴/

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقۂ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۳/

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ عہ

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبون سے انکا ثبوت ۸/

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتون کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ۴/

مولنا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ، صحابۂ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۳۵۰ قیمت ہے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارنامون کی تفصیل، صفحات ۵۰۸ قیمت للعہ/

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عاء غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جسمین حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد عاء

مذہب وعقلیات، اس مین پر زور دلائل اور مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب وعقل مین تصادم کا امکان ہی نہین، ۶/

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، ۱۲/

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عاء

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس مین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے قیمت جلد اول سے، جلد دوم عاء

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین، برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ وعہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی)، معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی

سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کیے گئے ہین، عمدہ ٹائپ
مین چھپی ہے، قیمت عـ۸/

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات
اور عام صحابیات کی سوانح عمریان اور ان کے علمی
و اخلاقی کارنامے، قیمت عـ۴/

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف
اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عـہ/

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع
و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے
اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ہے/
دوم ۸/

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ
نظمون کا مجموعہ ۱۰/

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی
کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جسمین انسانی جماعت کے
اخلاق، پبلک رہنماؤن کے خصوصیات، اور جماعتون
کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کیے گئے ہین
صفحہ ۲۳۲، ۵/

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عـہ/

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عـہ/

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس عام فہم
زبان مین، ۸/

رموز فطرت، طبیعیات طبقات الارض ہیئت اور
جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت
مین عـہ/

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ے/

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی ۸/

نعت پیمبر، عربی، فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸/

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اسمین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ
سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین، صفحہ ۲۰۱، ے/

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات
طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۲، قیمت عـ۴/

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت
اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ے/

حکمت عملی، یعنی اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب قیمت عـہ/

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبد الحلیم صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے اس کتاب مین گجرات
کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امراء، وزراء، علماء و مشائخ
کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی ہین عـہ/

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی خواہش سے خواجہ سید رشید الدین
صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامۂ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے عـہ/

بدیہہ گوئی، جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی
فارسی اور اردو کے شعراء اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ
واقعات یکجا کیے ہین، قیمت عـہ/

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۱

معارف

مجلس دارالمصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دارالمصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

کتبخانہ دار المصنفین اعظمگڈہ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ للعہ

الیضاً حصہ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ معہ

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ستے

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ عہ

سیرۃ النعمان، امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور انکی اجتہادات و مسائل عہ

شعر العجم حصہ اول شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز و قدمائے کا ذکر

الیضاً حصہ دوم شعرائے متوسطین کا دور ستے

الیضاً حصہ سوم شعرائے متاخرین کا دور عہ

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

الیضاً حصہ پنجم فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ عہ

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو ۸

سفرنامہ مصر و شام مطبوعہ معارف پریس عہ

موازنہ انیس و دبیر، میرانیس کی شاعری پر ریویو سے

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات سے

سفرنامہ روم و مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات، عہ، عہ ۱۲

علم الکلام، مسلمانون کے علم کلام کی تاریخ، اسکی عہد بعہد کی ترقیان، اور علمائے متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ

رسائل شبلی، مولنا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ قیمت عہ

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما، مین مولنا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین واعلے، مطبع نامی کانپور، ۰۲

مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲

مثنوی صبح امید، ۴

کلیات، مولنا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات مثنویات قطعات کا مجموعہ جواب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل برگ گل کے نامون سے چھپے تھے اس مین سب یکجا کردئے گئے ہین، ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے قیمت عہ

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قران مجید کی تفسیر ۴

تفسیر سورۂ قیامہ، " " ۴

تفسیر سورۂ والشمس، " " ۴

تفسیر سورۂ والکفرون، " " ۴

تفسیر سورۂ والعصر " " ۴

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ ۱۰

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵

فہرست مضمون نگارانِ معارف

(جلد یازدہم جنوری ۱۹۲۳ء تا جون ۱۹۲۳ء)

بہ ترتیب حروف تہجی

نمبر شمار	اسماء گرامی	صفحہ
۱	جناب آزاد	۳۴۵
۲	مولوی ابوالجلال صاحب ندوی	۴۱۴
۳	مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی	۵۵، ۲۴۵
۴	مولوی ابونصر سید احمد صاحب	۱۹۰
۵	مولانا راغب صاحب جیلانی	۱۰۰، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۴۲-۱۴۸، ۱۸۰، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۳۱، ۲۴۴، ۲۹۹، ۳۰۰
۶	مولوی سعید صاحب انصاری	۴۵، ۳۰۲-۳۰۹، ۳۷۶، ۳۸۳-۳۹۰، ۴۱۵، ۴۴۵، ۴۴۹، ۴۶۱-۴۶۴، ۴۶۵
۷	مولوی سید حسن صاحب برنی، بی اے	۱۲۱
۸	مولانا سید سلیمان صاحب ندوی	۶، ۲۹-۴۷، ۸۲، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۹۱، ۲۳۵، ۲۴۸، ۲۴۴، ۲۸۰، ۳۲۲، ۳۸۰، ۳۸۱، ۴۰۲، ۴۰۳
۹	ڈاکٹر محمد شفیع صاحب، پی ایچ ڈی،	۳۹۵
۱۰	صاحبزادہ ظفر حسن خانصاحب،	۳۴۷
۱۱	مولانا عبدالحی صاحب مرحوم	۱۰
۱۲	مولانا عبدالسلام صاحب ندوی	۸۷، ۹۹، ۱۹۰، ۳۴۹
۱۳	قاضی عبدالودود صاحب بی اے،	۱۵۴
۱۴	مولوی محفوظ الحق صاحب ایم اے	۳۶۴
۱۵	مولوی معین الدین صاحب انصاری	۳۹۶
۱۶	مولوی سید مقبول احمد صاحب	۴۶۵
۱۷	سید نجیب اشرف صاحب ندوی۔	۲۷، ۵۹، ۶۱، ۶۱-۶۴
۱۸	پروفیسر نصیر احمد صاحب بی، ایس، سی،	۲۷۵
۱۹	پروفیسر نکلسن	۴۰۴
۲۰	مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے	۳۵۵، ۳۴۱-۳۴۳، ۲۱۳، ۲۸۹

شعراء

نمبر شمار	اسماء گرامی	صفحہ
۱	مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے ایل ایل بی،	۱۵۱
۲	جناب سجاد انصاری صاحب بی اے	۳۹۱
۳	جناب شبیر حسن صاحب جوش،	۷۳
۴	خان بہادر سید علی محمد خانصاحب شاد	۷۲، ۲۳۲

فہرست مضامین

جلد یازدہم جنوری ۱۹۲۳ء جون ۱۹۲۳ء

مجلد یازدہم | ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۳ء | عدد ششم

مضامین

اطّلاع

جن خریداروں کی میعاد جون میں ختم ہوتی ہے وہ اپنا چندہ براہ کرم بذریعہ منی آڈر مع نمبر خریداری دفتر میں بھیجدیں، ورنہ جولائی کا پرچہ بذریعہ ویلو ارسال ہوگا،

"منیجر"

شذرات

فرانس کے مشہور مستشرق موسیو ئوئز ماسینان کا ایک عربی خط ناظم دارالمصنفین کے نام مراکش سے آیا ہی، موصوف آجکل مغرب اقصی مین مصروف سیاحت ہین، وہ آیندہ سال پیرس کی یونیورسٹی مین اسلام مین پیشہ کی اجتماعی (سوشل) حیثیت پر لکچر دینے کی تیاری کر رہے ہین، دریافت کیا ہی کہ کیا اس موضوع پر دارالمصنفین نے بھی کچھ سرمایہ فراہم کیا ہی؟ قوم کے لئے یہ مسرت اور انبساط کا موقع ہی کہ اوس کے ایک حقیر دارالعلم کا دوسرے ممالک مین یہ اعتبار پیدا ہو رہا ہی؛

انگورہ کی علمی مجلس، "ہیئت تدقیقات وتحقیقات علمیہ اسلامیہ"، کو ہندوستان سے کتابون کے بھیجنے کی تحریک آگے بڑھ رہی ہے، اکثر مصنفین نے اپنی کتابون کا ہدیہ بھیجنا دل سے منظور کیا ہی، کتابون کی پہلی قسط غالباً دارالمصنفین، جامعۂ ملیہ، اور ترقی اُردو کی مطبوعات ہونگی، ہم چاہتے ہین کہ تمدن عرب اور تمدن ہند کا بھی ایک ایک نسخہ بھیجین، کیا کوئی صاحب دل اس کی ہمت کرینگے؟ اس سلسلہ مین ایک اطلاع ابھی اور موصول ہوئی ہی کہ یہ مجلس ہندوستان کے ایسے فضلاء کا بھی خیر مقدم کرنے کو تیار ہے جو مشرقی ومغربی علوم مین دستگاہ رکھتے ہون،

دنیا مین سامان آسایش کی کثرت جس افراط کے ساتھ بڑھ رہی ہی، اوس کا سرسری اندازہ اس سے ہوگا، کہ اس وقت رکفیلڈ کے بعد دنیا کا سب سے بڑا دولتمند امریکہ کا ایک موٹر دن کا تاجر فورڈ ہے، بیس برس پہلے جب اوس نے اپنے کارخانہ کا آغاز کیا تھا، تو اوس کے پاس مطلق سرمایہ نہ تھا، بمشکل

چھہ ہزار پونڈ قرض لیکر اپنا کاروبار شروع کیا، گذشتہ فروری مین اس کارخانہ کے پاس ۳۶۶۹۰۰۰۰ نقد موجود تھا، اور اب اوس کا نقد سرمایہ چار کرور پونڈ ہی، پچھلے سال کی اوس کی خالص آمدنی ۵۰۰۰۰۰ پونڈ ہوئی ہی، لیکن یہ تمامتر دولت کس کے پاس آئی؟ اونھین قارون زمانہ کے ہاتھون مین آئی جن کے پاس سربمہر خزانے پہلے سے موجود تھے، شہر کے غریبون اور گداگرون، مسکینون، اور مفلسون کو اس مین سے کیا ملا؟ اگر یہ دولت کسی مسلمان کی ہوتی تو تقریباً ساڑھے چھہ لاکھ سالانہ اس مین اُن غریبون اور مفلسون کا حق ہوتا جن کے پاس روزی کا کوئی ذریعہ نہین،

ہندوستان مین سندھ کا صوبہ اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ یہان کی سرزمین کو تصوف کی آب وہوا سے ہمیشہ ایک مناسبت خاص رہی ہے، اور اب بھی فقرا اور صوفیا کا جو استیلا یہان ہے، شاید کسی دوسرے صوبہ مین نہین، ان مسلمان صوفیا کا اثر و اقتدار ہندو مسلمانون دونون پر برابر ہوتا ہے، ہندو بڑی خوشی سے اون کے مرید ہوتے ہین، شاہ لطیف، ساچل، سامی، دلپت، بیدل اور بیکس وغیرہ اپنے اپنے زمانہ مین یہان سلاطین کی حیثیت رکھتے تھے،

سندھ قومی کالج صوبہ کی اس خصوصیت کو شاید پیش نظر رکھکر دو سال سے اپنے سالانہ جلسہ کے موقع پر صوفیون کی بھی ایک مجلس ترتیب دیتا ہی، اس مجلس کا نام "صوفی سنگم" ہی ۱۹۲۱ء مین یہ مجلس بڑی دھوم دھام سے سندھ کے مشہور عالم اور شاعر مرزا قلیچ بیگ کی صدارت مین ہوئی، ہندو مسلمان دونون قومون نے اس سنگم کا نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا اور تمام صوفیون نے اس مین شرکت کی، دوسرے سال ۱۹۲۲ء مین اس سنگم نے اور زیادہ کامیابی حاصل کی، اور ہندو مسلمانون کے دلی میل ملاپ مین اس سے بڑا فائدہ پہنچا، اس مختصر تجربہ کے بعد سندھ کے مشہور

ہندو مسلمان رہنماؤن کے نام سے ایک درخواست ملک مین پیش ہوئی ہو کہ ہندو مسلم اتحاد کا صحیح ذریعہ صوفیانہ خیالات ہین، کہ اس سنگم مین آکر ہندوستان کی یہ دونون عظیم الشان قومین گنگا اور جمنا بنکر مل جاتی ہین، اسلئے اگر اس سنگم کی تحریک کو تمام ملک مین وسعت دی جائے تو یہ قومون کے سیاسی اتحاد سے زیادہ مضبوط اتحاد ملک مین قائم کر دے گا، اسلئے آیندہ سال دہلی، اجمیر، سکھر، حیدر آباد سندھ یا کسی دوسرے صوفیانہ مرکز مین اس کا اجلاس منعقد ہو، اور اوس مین ملک کے تمام ہندو مسلمان صوفی شریک ہون،

اس تحریک کے پیش کرنے والون مین مسلمانون مین جناب غلام محمد صاحب بھرگری (سندھ کے مشہور بیرسٹر اور زمیندار) اور ہندوؤن مین جٹھمل پرسرام گلراجنی (اڈیٹر بھارت داسی) حکم چند کمار (پروفیسر سندھ نیشنل کالج) شامل ہین، لیکن جہان تک ہم کو معلوم ہو ان مین سے کوئی صاحب بذات خود صوفی نہین ہین، بلکہ صوبہ کے سیاسی کارکن اور رہبر ہین، اور اونکا منشا اس صوفیانہ اتحاد کی نمایش سے درحقیقت سیاسی اتحاد کے سوا کچھ اور نہین، اس تحریک کے علمبردارون نے یہ تو دیکھا کہ یہ ذریعہ دونون قومون کے درمیان اتحاد، رواداری اور بےتعصبی پیدا کرنے کا بہترین ہو، مگر یہ خیال نہین کیا کہ اس کے لئے ضروری ہو کہ اس تحریک کے کارکنون اور بانیون کے پاس بےریا دل ہون، بےغرض ارادے ہون، صحیح اور خالص نیتین ہون، جب مقصد اصلی للّٰہیت، خلوص، اور بےنفسی ہوگی، تو ضروری لوازم کے طریق پر اس کے اثرات، بےتعصبی، اتحاد، اور یگانگت کی صورت مین ظاہر ہونگے، لیکن پہلے ہی سے صوفیانہ خیالات کی آڑ مین، للّٰہیت، خدا پرستی، انسانی اخوت نہین، بلکہ سیاسی اتحاد، مساوات حقوق، اور ایک بیرونی دشمن کے مقابلہ کے لیے ایک متحدہ صف کا قیام مقصد ہوگا تو اوس روح دجوہر کی تلاش بیکار ہے، جو معین الدین اجمیری، نظام الدین دہلوی، یا کبیر داس اور

بابا نانک کے چکرون مین جلوہ نما تھا، اور جن کی منور آنکھون کو یہ نظر آتا تھا کہ

ازیک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است

گذشتہ مہینہ اٹلی مین خواتین عالم کی جو کانفرنس منعقد ہونیوالی تھی، بخیر و خوبی منعقد ہوگئی، تمام دنیا کی چالیس قومون کی طرف سے تین سو نمایندہ خواتین جلسہ مین شریک تھین، ان ۴۰ قومون مین ۱۵ قومون کی نمایندون کو رکنیت کا شرف حاصل ہوا، تقریر کی زبان زیادہ تر انگریزی تھی، ہر انگریزی تقریر کے ساتھ ساتھ فریخ مین بھی ترجمہ ہوتا جاتا تھا، مصری وفد بہت خوش و خرم اپنے سفر سے واپس آگیا ہے اور ملک کے اخبارون مین اپنی کامیابی کا راگ گا رہا ہے، کامیابی یہ ہوئی کہ صدر مجلس نے اپنی تقریر مین مصری وفد کا نام لیا، مصری وفد کے صدر کی تقریر دلچسپی سے سنی گئی، مصری خواتین کی کوشش سے کسی قدر سرگرم مخالفت کے بعد جو انگلش خواتین نے سیاسی مصالح کی بنا پر کی تھی یہ تجویز منظور ہوئی، کہ مصری حکومت نے ۱۹۱۰ء سے زنانہ اور مردانہ مشترک تعلیم کو جو بند کر دیا ہے اس کو سر نو جاری کیا جائے، حیف ہے اگر مسلمان مذہب کے اکسیر کو چھوڑ کر یورپ کے زہر آلود تمدن سے اپنے مرض کا ازالہ چاہین،

ایک سال کا عرصہ ہوا کہ **معارف** نے یہ اطلاع شایع کی تھی کہ ڈاکٹر اقبال آج کل جرمن شاعر کے مغربی دیوان کے جواب مین ایک مشرقی دیوان مرتب کر رہے ہین، ایک سال کے انتظار کے بعد "ماہ عید" **پیام مشرق** بنکر نظر آیا، پیام مشرق مختلف اوزان و بحور مین مواعظ و حکم اور حقائق و معارف کا ایک بحر زخار ہے، یقیناً یہ ڈاکٹر اقبال کے دماغ و قلم کا شہکار (ماسٹرپیس) ہے اور شاید اقبال بھی اس سے بہتر کبھی نہ کہہ سکینگے، کبھی موقع سے اس کے متعلق ہم اپنے مفصل خیالات پیش کرینگے،

مقالات

اسلامی تصوّف

ڈاکٹر نکلسن، پروفیسر کیمبرج کا خطبہ

یورپ مین مستشرقین (اورنٹیلسٹ) کا علوم مشرقیہ کی طرف شوق و ذوق، تاریخ وادب سے شروع ہوکر اب ہمارے دینی اور روحانی علوم تک پہنچ چکا ہی، فرانس مین پروفیسر مسینان اور انگلستان مین ڈاکٹر نکلسن دو ایسے مستشرق ہین، جنھون نے اپنے مطالعہ کا موضوع اسلامی تصوف کو قرار دیا ہے، ڈاکٹر نکلسن نے اس موضوع پر متعدد کتابین لکھی اور شایع کی ہین، انکا صوفیہ کے احوال اور صوفیائے سخنور کے کلام کو بھی اونھون نے یورپ مین روشناس کیا مثنوی معنوی کے فیض و اثر کو وہ اب مغربی دنیا کے حلقہ تک پہنچانے کے لیے کوشان ہین انھون نے اپنی عمر کے پورے تیس برس اس موضوع پر صرف کیے ہین،

ڈاکٹر صاحب نے ابھی حال مین (۲۵ فروری ۱۹۲۳ء کو) مسلم ایسوسی ایشن کیمبرج مین اسلامی تصوف پر اپنا ایک مضمون پڑھکر سنایا تھا، جسکو ہمارے دوست مولوی معین الدین صاحب انصاری نے ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے معارف مین اشاعت کی غرض سے بھیجا ہے، اور جو آج مقالات کے زیر عنوان شایع ہو رہا ہے،

ہم مسلمان ڈاکٹر صاحب کے اس خیال کے ممنون ہین کہ "اسلامی تصوف" دوسرے

مذاہب کا سرقہ نہیں جیسا کہ عام طور پر ناآشنائے تحقیق علمائے یورپ کا بیان ہے بلکہ وہ اسکو اسلام کی ذاتی ملکیت سمجھتے ہیں، اور اس کا ماخذ وہ قرآن وحدیث کو خیال کرتے ہیں لیکن اتنا مانتے ہیں کہ بعد کو اس اسلامی تصوف میں دوسرے مذاہب کے تصوف کے بھی کچھ اجزا شامل ہوگئے ہیں، یہ خیال صحیح ہے، لیکن افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس نظریہ کے اثبات کے لیے پورے مواد کو استعمال نہیں کیا، بانی تصوف علمائے اسلام کی کتابیں، مثلاً امام قشیری کا رسالۂ قشیریہ، ابوطالب مکی کی قوت القلوب، امام غزالی کی احیاء العلوم، شیخ عبدالقادر جیلانی کی غنیۃ الطالبین، شیخ سہروردی کی فتوح الغیب، شیخ ابونصر سراج کی کتاب اللمع، شیخ احمد سرہندی کی مکتوبات وغیرہ کتابوں کا ایک ایک حرف اس نظریہ کے اثبات کے لیے دلیل و برہان ہے، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں بذیل باب الاحسان اس باب میں جو کچھ لکھا ہے، وہ مطالعہ کے لائق ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس خطبہ میں کسی قدر اوس مشہور غلطی کا ارتکاب کیا ہے، جو علمائے کلام وفلسفہ سے زیادہ مسیحی مشنریز کا پھیلایا ہوا ہے، کہ اسلام کا خدا پیار اور محبت کے جذبہ سے معرّا، ایک قاہر وجابر ہولناک خدا ہے، اسلامی تصوف اور مسیحیت کے باہمی قرب کی نسبت ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کچھ قابل تنقید ہے، بعض آیات و احادیث کی صوفیانہ تشریح پر بھی ہمیں اعتراض ہے، ان کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی چند اور باتیں بھی مسلمانوں کو کھٹکینگی، لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بالآخر عقیدۃً مسلمان نہیں ہیں، مسلمانوں کو تو بااین ہمہ اس امر کے لیے اونکا مشکور ہونا چاہیے کہ وہ اونکے اسلاف کے کارناموں کو مغرب میں منظر عام پر لا رہے ہیں اور اسلام کی روح کی تصویر کشی

(روح کی تصویر کشی اگر ممکن ہو تو) وہ ان ممالک مین کر رہے ہین جنکو مادیت کے مناظر طبعی کی سیر سے ہنوز فرصت نہین،

مجھے بڑی مسرت ہو کہ آج مین آپ حضرات کو اس موضوع پر مخاطب کرنے کا شرف رکھتا ہون جس پر مین نے تقریباً اپنی عمر کے بہترین تیس سال صرف کیے ہین، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ موضوع بہت ہی وسیع و پیچیدہ ہو، اس لیے مجھے اس کے کسی ایک خاص جزء تک اپنے کو محدود رکھنا چاہیے، پس آج میرا ارادہ ہو کہ آپ حضرات کے سامنے ایک طرف تو اسلامی تصوف کا اسلام سے تعلق بتاؤن اور دوسری طرف تصوف کا موجودہ خیالات سے واسطہ ظاہر کرون؛ اس موضوع کی ایک تیسری صورت، یعنی خود اسلام اور خیالات جدید کا رابطہ، بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اس وقت مین اس پر کچھ کہنا نہین چاہتا،

جیسا کہ میرا یقین ہے کہ اگر اکثر حیات بخش، وسیع اور ذاتی مذہبی تجربہ ہمیشہ ایک حد تک صوفیانہ ہوتا ہے، تو یہ کہنا شاید بیجا نہ ہو کہ اسلام کو ایک روحانی قوت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے تصوف کا مطالعہ کرین، یہ دیکھکر سخت تعجب ہوتا ہے کہ گذشتہ صدی تک کے یورپین مصنفین اسلام ایک ایسے اہم اور نتیجہ بخش عنصر کو نظر انداز کر جاتے ہین اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ اونکی اس بدترین مثال کی ایک ممتاز مسلمان مسٹر سید امیر علی نے اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام کی پہلی اشاعت مین تقلید کی، اس کے دوسرے اڈیشن مین جو گذشتہ سال شایع ہوا ہے مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ اسلام کے صوفیانہ دلکشی موضوع پر ایک چھوٹے سے باب کا اضافہ کیا گیا ہے، اور اس سے اس بات کا بالکل اندازہ نہین ہو سکتا کہ اسلام ابراہیم بن ادہمؒ اور بایزیدؒ سے لیکر غزالیؒ و جلال الدین رومیؒ تک کس قدر تصوف کا ممنون احسان ہے،

کہا جاتا ہے کہ تصوف کے خیالات غیر اسلامی عقائد سے ماخوذ ہین، مثلاً مسیحی رہبانیت یونانی مذہب و فلسفہ، ہندی ریاضت وغیرہ؛ اس مین کچھ صداقت ضرور ہے، لیکن یہ سرتاپا صحیح نہین ہے

میرے خیال مین تصوف ابتداءً واصولاً اسلامی ہی، البتہ اثنائے ترقی مین جن جن چیزون سے ملا، اون سے متاثر ضرور ہوا، اولین صوفیائے کرام کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی دوسری کتاب نہ تھی، اور اس کا نہایت ہی غور وفکر سے مطالعہ کرتے، اوس کو حفظ کرتے، دن رات اوسکی تلاوت کرتے اور ہر سورہ، ہر آیت بلکہ ہر لفظ کے اندرونی معنی پر غور کرتے رہتے، اگرچہ ہم سرسری طور سے یہ نہین کہہ سکتے کہ قرآن شریف ایک صوفیانہ صحیفہ ہے تاہم جو شخص بھی اوس کو غور سے پڑھیگا اوس کو ایسی متعدد آیتین ملینگی جنکو نہایت آسانی سے صوفیانہ معنی کا جامہ پہنایا جا سکتا ہے،

نحن خلقناہ و نعلم ما توسوس	ہم نے اسکو پیدا کیا، ہم جانتے ہین کہ اوسکی روح
بہ نفسہ، و نحن اقرب الیہ من حبل الورید	نے اس کے کان مین کیا کہا اور ہم اس کے رگ
اینما تولوا فثم وجہ اللہ	جان سے بھی قریب تر ہین، جس طرف بھی مڑو
کل من علیہا فان و یبقی وجہ	ادھر خدا کا چہرہ موجود ہے،
ربک ذی الجلال و الاکرام،	دنیا کا ہر وجود فانی ہے (البتہ) صرف
" " " "	تمھارے مالک، حاکم و خدا کا چہرہ باقی ہے،

اس قسم کے الفاظ ایک صوفی کو خدا کی قریبی موجودگی کا خیال دلاتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ عقاید مذہبی کچھ بھی بتائین، جس خدا کی وہ پرستش کرتا ہے نہ وہ دور ہے اور نہ اوس تک پہنچنا مشکل، اولین صوفیہ کی اکثر عبادات اسی اصول پر قرآن سے ماخوذ ہین، اونھون نے دنیاداری کی عالمگیر وسعت کے مقابلہ مین عزلت کی زندگی بسر کی، اور صرف خدا پر اعتماد رکھا، رفتہ رفتہ اونھون نے عبادت خداوند کو ایک ضروری فرض ہی نہین بلکہ ذاتی ضرورت کی تسکین کے لیے لابدی سمجھا، اور یہین پہنچکر رہبانیت، تصوف ہو جاتی ہے، ـــــ خوف خدا کی جگہ "حب اللہ" اور "خواہش وصل الی اللہ" لے لیتی ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ جب مشہور اہل دل خاتون حضرت رابعہ بصریؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو رسول اللہؐ سے محبت ہے؟ تو آپ نے کیا جواب

دیا تھا، آپنے کہا، یا رسول اللہ! آپ کے عشق نہین، لیکن عشق الہی نے میرے دل کو اس قدر بھر دیا ہے کہ اوس مین اب کسی کی محبت یا نفرت کی جگہ باقی نہین"۔ صوفیون کے نزدیک حبُّ اللہ کامل عزلت و ترک خودی کا نام ہے، اور یہ اسلام کا نیا اصول ہے، قرآن شاذ و نادر ہی خدا کو دوجود محبت بتاتا ہے تاہم وہ اکثر اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ خدا اپنے صابر، عاجز، متقی اور اسی قسم کے دوسرے بندون سے محبت کرتا ہے؛ یہ صوفیہ ہی ہین جنھون نے اسلام کو مذہب عشق و محبت بتایا ہے، اونکی تعلیم ہے کہ محبت بھی علم کی طرح عطیۂ الہی ہے، محبتِ خداوندی سب سے آگے ہوتی ہے، جنکو وہ اس کے لیے چن لیتا ہے، وہ اپنے سینون مین ایک آگ مشتعل پاتے ہین، اور جیسے جیسے ریاضت عبادت اور جذبۂ شوق بڑھتا جاتا ہے، یہ آگ زیادہ روشن ہوتی جاتی ہے، ہر وہ چیز جس سے ذرا بھی لگاؤ ہو، یا ہر وہ آرزو جو ماسوی اللہ ہو دل سے نکال ڈالنی چاہیے، تاکہ حبُّ اللہ اس پر کامل طور سے قابض و محیط ہو جائے، اور چونکہ خدا ہر جگہ موجود ہے اسلئے صوفیہ صرف انسان ہی نہین بلکہ ہر جاندار شے سے محبت کرتے ہین، اس کی انتہائی مثال اوس درویش کا قصہ ہے جو سینکڑون میل صرف اس لئے گیا تھا کہ چونٹیون کو جو غلطی سے اوس کے ساتھ چلی آئی تھین، اُن کی اصلی جگہ پر پہنچا دے۔

حب و علم الہی کا قانون جو رہبانیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے، ایک خوفناک اصول ہے، کیونکہ اُس کے ذریعہ نہایت آسانی سے مذہبی قوانین کے حدود کو توڑا جا سکتا ہے، اور اگرچہ ضروری نہین ہے کہ کثرت کی طرف انسان رجوع ہو جائے لیکن یہ اسکا دروازہ خود کھول دیتا ہے، تیسری اور چوتھی صدی ہجری مین یہ شے بہت عام ہو گئی تھی، اور اس نے تصوف و اسلام کے درمیان خلیج کو وسیع تر کر دیا قشیری نیشا پوری نے پانچوین صدی کے وسط مین اپنے رسالہ کے ذریعہ صوفیون کی طرف سے ان متضاد خیالات کو متحد کرنے کی کوشش کی تھی، اور اس مین یہ دکھانے کی کوشش کی تھی بلکہ کی ہے کہ اولین صوفیہ کے تمام اصول قرآن و سنن پر مبنی تھے؛ لیکن جس شخص نے تصوف کو

صرف اسلام مین ایک محفوظ جگہ ہی نہین دی بلکہ تصوف کی بہترین تعلیمات سے اسلام مین نئی زندگی پیدا
کرنے کی کوشش کی، وہ امام غزالیؒ تھے، قبل اس کے کہ وہ صوفیانہ زندگی بسر کرین جن سے اونکی تمام
حیات متاثر تھی، اونھون نے اسلامی دینیات و فلسفہ کے تمام مباحث پر کامل عبور حاصل کر لیا تھا، —
بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ بغداد مین دینیات کے استاد تھے، اس لئے جس کام کا اونھون نے بیڑا اٹھایا
تھا اس کے لیے وہ موزون ترین شخص تھے، اونھون نے صرف صوفیہ ہی کے لیے نہین لکھا بلکہ تمام مسلمانون
کو اپنی تحریرات کے ذریعہ مستفید کرنا چاہا، اور وہ ناقدانہ و حکیمانہ اصول اختیار کیا جو ہر دماغ پر یکسان
اپیل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد والے صوفیہ غزالی کو جنکی کتابین تصوف کے مباحث سے
بھری ہوئی ہین صوفی نہین سمجھتے اور مشکل ہی سے کوئی اُن کا نام لیتا ہے، لیکن اس کے باوجود انھون
نے وہ سب کچھ کیا جو دوسرے کبھی بھی نہ کر سکتے تھے، اور ان کے زمانہ سے اسلام، مسیحیت سے زیادہ
ایک صوفیانہ مذہب ہے، وہ صوفیون کے اس اصولی عقیدہ کو تسلیم کرتے ہین کہ روح خدا سے متحد ہے
اور خداوند تعالیٰ اُن کے سامنے اپنے کو ظاہر کرتا ہے جو اپنی روحون کو پاک کر لیتے ہین، اُن کے خیال
مین مذہب، ظاہری فرائض کی ادائیگی، اور چند عقاید پر ایمان رکھنے کا نام نہین ہے، بلکہ ذاتی ایمان
جذبات و تجربات پر مبنی ہے، تاہم وہ خیال کثرت سے اپنے کو بچانیکی پوری کوشش کرتے ہین اور اسنے
در روایات سے اپنے کو مسلح رکھتے ہین،

اپنی حالت جذب مین اونھون نے دل سے سوال کیا، کہ صداقت کیا ہے"؛ اور عالم رویا مین
ن کو جواب ملا کہ " وہ وحی جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی"- اُن کا دعویٰ ہو کہ تمام مذہبی علم قرآن سے
ماخوذ ہے؛ رسل و انبیاء بنی نوع انسان کے مستند اساتذہ ہین- ذہنی علم یا بدیہی ہوتا ہے، یا نظری،
اور اس دنیا کے متعلق ہوتا ہے یا آئندہ دنیا کے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ عقلی و مذہبی علوم متضاد ہین، ہر ایک کو
دوسرے کی ضرورت ہے، اور جو دونون کو متحد کرے عقلمند ہے، بہرکیف یہ سچ ہے کہ عقلی و نظری علوم

خواہ اس دنیا کے متعلق ہون یا آئندہ کے حقیقۃً متضاد ہین۔ جو ایک کا ہو رہتا ہے وہ دوسرے کو فراموش کر دیتا ہے۔ عقلی قوت دونون پر مساویانہ طریقہ سے حاوی نہین ہو سکتی صرف انبیا کو تمام علوم حاصل ہین، محمدؐ جمیع علوم پر کادر ہین، کہ وہ بنی نوع انسان کے ہر شعبۂ حیات کے رہبر و ھادی ہین، اس حیثیت سے آپ دیکھین گے کہ غزالی نے اسلام کی ذہنی ترقی کے متعلق جو کچھ پایا تھا، اُس سے کہین زیادہ چھوڑا ہی؛ اگرچہ اونھون نے اپنی عقل سے کام لیا ہے تاہم وہ عقلیین مین نہ تھے، اونھون نے اشعریہ کے عقاید کا ساتھ دیا اور اوسکی مردہ ہڈیون مین نئی روح پھونک دی، لیکن ان کے پاس غیر معمولی اخلاقی قوت تھی، اور وہ ان کے مذہبی جوش اور عجیب طاقت تحلیل نفسی کے ساتھ مل کر تمام چیزون کو بہا لے گئی اور ایک مرتبہ پھر اسلام کو نہ صرف ان کے لیے بلکہ ہر شخص کے لیے جس کے دل و ضمیر نے اون کی دعوت پر لبیک کہا زندگی بخش و حیات آفرین بنا دیا، غزالی کا تصوف، راہبانہ، فدایانہ اور الٰہیانہ قسم کا تصوف ہے اور اُسکا مقصد حقیقی، روح کی تربیت و تکمیل ہے، وہ کبھی بھی اس قسم کے فلسفیانہ مباحث مین جن سے ہم ابن عربی مین دوچار ہوتے ہین، داخل نہین ہوتے اُن کے اصول کا ڈھانچہ ایک حد تک عہد وسطیٰ کا ہے، اور اوس کا بیشتر حصّہ اب متروک و منسوخ ہے، لیکن اون کی تصنیف عہد ماضی کی داستان پارینہ نہین معلوم ہوتی، اس کے برخلاف حال مین یورپ کے طلبائے مذہب نے اس کی طرف خاص توجہ کی ہے، اُسکی خاص وجہ، اس مین کوئی شک نہین، یہ ہے کہ وہ مذہبی مسائل کے بیان مین جدید اصول استعمال کرتے ہین اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اس قسم کے مباحث کو نفسی اصول کے ماتحت رکھکر فطرت انسانی کے ابتدائی واقعات سے شروع کرتے ہین، اس حیثیت سے ہم انکو قرون وسطیٰ کی جگہ عہد جدید مین پاتے ہین،

اسلام کی ترقی مین، صوفیہ کی کوششون کو چند الفاظ مین بیان نہین کیا جا سکتا، میرا خیال ہے کہ ہم کہہ سکتے ہین کہ صوفیون نے اس بات پر اصرار کر کے کہ مذہب کی غائت وصول الی اللہ ہے

اس یقین کے بغیر تمام اعتقادات و مذاہب بیکار ہین اور کہ تمام ظاہری عبادات دراصل اندرونی محسوسات و تجربات کا اظہار ہین، ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے صفائے قلب کے حصول ہین اون کی ساعی ان کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ اپنے الہیانہ خیالات اور اسلامی اصول کو زیادہ وسیع و پراز روحانیت بنائین۔ اور اس سے جو قابل تعریف نتائج پیدا ہوتے ہین، وہ ہر شخص شبیہہ للغزالی ہین دیکھ سکتا ہے، صوفی کسی خاص فرقہ کا رکن نہین ہوتا، بلکہ وہ ایک عام برادری کا ممبر ہے، اُس کے پاس مخصوص عقاید و عبادات کے طریقے نہین ہین، بلکہ اُس کو بھی وہی فرائض انجام دینے پڑتے ہین جو عام مسلمانون کو، وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے اوتنے ہی طریقے ہین جتنی انسانی ارواح ہین۔ بہترین اہل طریقت نے نہایت ہی وفاداری سے اپنے اپنے فرائض ہی انجام نہین دئے بلکہ ان سے کہین کچھ زیادہ کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی انھون نے اپنی روحانی آزادی کا بھی دعویٰ کیا، اور کہا کہ صداقت جماعتون کے تعصب سے بالاتر شے ہے اور اللہ عقاید و رسوم کے جھگڑون مین پڑنے سے نہین ملتا۔ قرون وسطی مین دنیا مسیحیت مین مذہبی آزادی شاذ تھی، اور اگر عالم اسلامی مین کچھ نظر بھی آتی ہے تو یہ صرف صوفیہ کے اثر کا نتیجہ ہے،

تمام اعلیٰ ترقی یافتہ مذاہب مین تصوف اس قدر لازمی عنصر ہے کہ میرا خیال ہے کہ اسلام مین اس کا ہمیشہ ایک اہم درجہ رہیگا، لیکن کیا یہ ہمیشہ اپنے ساتھ یہ معنی بھی رکھیگا جو آجکل اس مین سمجھے جاتے ہین، یعنی دنیاوی کامون سے علٰحدگی؟ کیا منتظم صوفیانہ زندگی جس کے رہبر درویشی فرقے ہین ہمیشہ اسلام کی خصوصیت بنی رہیگی، یا مسلمان ہمیشہ کے لئے یہ طے کر دینگے جو آجکل تصوف کے موجودہ معنی ہین، یعنی یہ طریقہ ہے تمام مذاہب مین داخل ہو کر دنیا کے متعلق اپنے ذاتی رویہ کو طے کرنے کا

سید امیر علی غلط کہتے ہین، جبکہ وہ فرماتے ہین کہ "یہ وہ طریقۂ زندگی ہے جو سوسائٹی کی بنیاد کو کمزور اور انسانی قوت کو مفلوج کرتا ہے"، ہان یہ بات عام صوفیہ کے متعلق صحیح ہو لیکن انفرادی حیثیت سے

سرمست ہین، ہر ملک اور ہر زمانہ مین بعض ایسے غیر معمولی وجود ضرور ملتے ہین جو اپنی زندگی صرف خدا کے لئے رکھنا اور اسی پر قربان کر دینا چاہتے ہین۔ انھین مین انبیاء و اولیاء، اور بنی نوع انسان کے روحانی پیشوا ہین۔ لیکن اس نشۂ خداوندی کے مست بہت ہی کم ہین، لیکن ان کی اکثریت جس نے اسکو اپنا پیشہ بنالیا ہے وہ یقیناً دنیاوی حالت کو نقصان پہنچا رہی ہے، اور ہم کو اس مین بھی شک ہے کہ آیا وہ مذہبی حیثیت سے بھی اپنا وقت صحیح طور سے گذارتے ہین، دوسری طرف یہ برادریان ہین جن مین اکثر عام اشخاص شریک ہین، اسلام کی مذہبی جماعات ہین، اور ایک حد تک مفید اثر بھی قائم کرتی ہین؛ ممکن ہے کہ مستقبل قریب مین موجودہ ضروریات کے مطابق اونکو قریب تر کیا جاسکے،

مین آپ حضرات کو بہت دیر تک مشغول رکھ چکا ہون، لیکن مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس مسئلہ پر کہ تصوف، اسلام و مسیحیت مین ایک اہم رابطہ ہے کچھ بولنے کی اجازت دینگے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ جدید خیالات ـــ (مغربی مسیحی خیالات، اسلام کے دینیات عقائد اور قوانین کے بہ نسبت) اسلامی تصوف کی طرف زیادہ ہمدردانہ طریقے سے رجوع ہین، موخر الذکر چیزین عہد وسطی کے افکار کے نتیجے ہین، اس لیئے یورپ کے لیے ایک علمی دلچسپی رکھتی ہین، لیکن تصوف قرون وسطی کے خیالات ہی سے جواب تک عالم مسیحیت مین موجود ہین مشابہت رکھتا ہے، بلکہ ہر انفرادی قسم کے تجربات سے یگانگت رکھتا ہے جس سے مسیحی تصوف کا ہر طالب علم واقف ہے، مثلاً صوفی شہید **حلاج** کا اصول اس عقیدہ پر مبنی ہے کہ خدا نے آدمی کو اپنا ہمشکل پیدا کیا، ـــ یہ بیان انجیل مین بھی موجود ہے؛ انسان و خدا کے اتحاد کو دکھانے کے لیے وہ لاہوت، وناسوت کی اصطلاح استعمال کرتا ہے، اور یہی الفاظ شامی مسیحیت مین حضرت عیسیٰ کے مادی و روحانی حالات کو ظاہر کرتے ہین، مسیحیت کے اس اعتقاد کو کہ "حضرت عیسیٰ خدا کے فرزند ہین" عام مسلمانون اور صوفیون نے یکسان جھٹلایا ہے، لیکن بعض صوفیون نے اسلام مین ایک تثلیثی اصول قائم کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ابن عربی لکھتے ہین کہ خدا کے

اصلی نام "اللہ" "الرحمٰن" اور "الرب" ہین اور باقی سب اس کے ماتحت ہین جیلی خدا کے وجود کو تثلیث سے کرب بتاتا ہے، "جوہر، خالق اور مخلوقات" یہ نظریہ ہم کو ایک اہم نتیجہ تک لیجاتا ہے، کہ وجود ایک فانی غیر مخصوص ہستی ہے بلکہ اس کے اندر خود تخصیص کا اصول موجود ہے، مسیحیت خدا کی ذات کے اختلاف کا دعویٰ کرتی ہے، جیلی کا دعوی ہے کہ اختلاف وجود کا ہے، یعنی خدا مین موجودات کے مختلف طبقات و مدارج ہین، اسی لیے یہ اصول اسلام و مسیحیت کے بین بین ہے، دوسری جگہ جہان تصوف و مسیحیت خطوط متوازی کی طرح چلتے ہین، حضرت محمد صلعم اور حضرت عیسیٰؑ کی ذات کا تعلق ہے حضرت محمد صلعم کے متعلق، صوفیہ کا خیال (جو قرون وسطیٰ کے عام خیال کو ایک حد تک پیش کرتا ہے) مسلمانون کے ابتدائی خیال رسول سے بالکل متضاد ہے، اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق تمام عیسائیون کا زمانۂ حال تک جو خیال تھا اوس سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے، رسول اللہ صلعم اپنے اصحاب یا ابتدائی مسلمانون کے نزدیک وہی تھے جس نام سے قرآن شریف آپ کو یاد کرتا ہے، "بشر مثلکم" "البتہ یوحی الیہ"[1] ضرور تھے، لیکن فطرۃً انسان ہی تھے، یہ عجیب و سبق آموز بات ہے کہ کس طرح رفتہ رفتہ ان کا وجود فضائے تقدس سے بالاتر ہونے لگا تا آنکہ آجکل ایک بڑی جماعت آپ کے متعلق وہی پاک خیالات رکھتی ہے جو مسیحی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رکھتے ہین مین اس پر مفصل گفتگو کرنا نہین چاہتا لیکن آپ اس مسئلہ کو میری کتاب (Idea of personality in Sufism) مین دیکھ سکتے ہین، صوفیہ پیغمبر کو اس رنگ مین پیش کرتے ہین کہ وہ کامل ترین انسان ہین جن مین تمام صفات الہیہ ظہور پذیر ہوتی ہین۔ اور ان کے بیان کے مطابق رسولؐ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے خدا[2] کو دیکھا" بالکل اسی طرح حضرت عیسےؑ نے فرمایا کہ "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا" اسلام مین انسان کامل کا وہی اصول ہے، جو مسیحیت مین لاگس کا ہے یہ صرف صوفیون ہی تک محدود نہین ہے شیعون کے بیان یہی چیز دوسری صورت مین جلوہ گر ہے اور اس کے آثار تو اون سنیون کے بیان بھی موجود ہین جنکا خیال ہے کہ خداوند

[1] معارف: قرآن مجید مین اس موقع پر یوحی الیّ ہے، [2] معارف: حدیث مین حق (ح) کا لفظ ہے،

اولین چیز جو پیدا کی وہ رسول اللہ کی روح مقدس تھی، مسیحیت کا موجودہ رجحان لاگس اصول کے لئے چندان مفید نہین معلوم ہوتا، اور بعض مسیحی اب حضرت عیسیٰؑ کو اسی قدر سمجھنا چاہتے ہین جتنا اولین مسلمان رسول اللہ صلعم کو سمجھتے تھے، تاہم یہ صداقت قائم رہتی ہے کہ مسلمانون کی ایک بڑی جماعت مسیحیون کے اس اصول کو تسلیم کرتی ہے کہ خدا اور انسان کے بیچ مین ایک واسطہ ضروری ہے اور وہ ایسا ہونا چاہئے جس مین الوہیت بھی ہو اور انسانیت بھی، اور اصول کے سوالات کو برطرف کرکے ہر غیر متعصب مسیحی کو اون اخلاقی و روحانی خیالات کی پاکی و شرافت کا اقرار کرنا چاہئے جو صوفیہ رسول اللہ کی ذات سے منسوب کرتے ہین اور جو ہم کو اکثر حضرت عیسیٰؑ کے تعلیمات کو جو اونھون نے وعظ کوہ زیتون مین پیش کیا تھا یاد دلاتے ہین، مزید برآن تصوف کے مقدس اصول مسیحیت کی طرح قانونی شکل مین محدود نہین کردئے گئے ہین کہ ناقابل ترقی و اضافہ ہون؛ مذہب سخت گیر اور ناقابل تغیر ہوسکتا ہے لیکن جس مذہب مین تصوف زندہ ہے، اس مین سے ترقی و آزادی معدوم نہین ہوسکتی،

مجھے اس مین کچھ بھی شک نہین کہ **اسلام** ترقی و حریت کی طرف بڑھ رہا ہے، اور مجھے نظر آتا ہے کہ اسلامی تصوف، مغرب و مشرق، درمیانی خلیج کے ہمدردی و مفاہمت کے پل کا ایک اہم ترین تیمر ہے، اور یہ پل ایک دن یقیناً طیار ہو کر رہیگا؛

علم الکلام

دیوان حافظ اور سلاطین مغلیہ

از

سید نجیب اشرف صاحب ندوی، ایم آر، اے، ایس

خدا بخش خان مرحوم کی اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ مین دیوان حافظ کا ایک چھوٹا سا خوشخط نسخہ ہے اوس مین بظاہر کوئی ایسی شے نہین کہ انسان کو اپنی طرف متوجہ کرلے، کیونکہ اِس سے قدیم تر ،زیادہ خوشخط، اور مذہب و مطلّا نسخے بھی موجود ہین، لیکن باطنی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ انمول نسخہ ہے، اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمایون، جہانگیر، شاہجہان، اور نورجہان جیسے سلاطین روزگار کے لیئے یہ اطمینان، سکون، اور ہدایت کا باعث ثابت ہوا ہے، جب کبھی کوئی مصیبت، کوئی مشکل، یا کوئی وہم پیدا ہوا، تو لسان الغیب نے فوراً اپنی خاموش زبان سے اون کی تسلی کر دی یا حل کر دیا،

حافظ کے متعلق مختلف گروہون کا جو خیال بھی ہو، لیکن اس مین شک نہین کہ اون کی بزرگی، ولایت اور خدا رسی کا ایک زمانہ اون کی زندگی ہی مین معترف ہو چکا تھا، مشہور ہے کہ جب لوگون نے اون کی وفات کے بعد اون کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کیا تو اون کے معتقدون نے اپنے اعتقاد کی بنا پر، یہ فیصلہ پیش کیا کہ خود اون کے دیوان سے فال نکالی جائے، چنانچہ جیسا کہ تمام تذکرون مین متفقہ طور پر درج ہے، یہ شعر نکلا

قدم دریغ مدار از جنازۂ **حافظ** — کہ گرچہ غرق گناہ ست می رود بہشت

اگر یہ واقعہ بازاری افسانہ نہو تو شائد دیوان **حافظ** سے فال نکالنے کی یہی ابتدا ہے، کہ اس سے پہلے کے کسی واقعہ کا کسی اور تذکرہ مین ذکر نہین،

فال کی رسم عہد لا معلوم سے چلی آتی ہو، مختلف اوقات مختلف حالات مین مختلف ممالک مین،
مختلف اشیاء سے فال نکالی جاتی تھی، پرندون، جانورون، پھلون، یا کسی اہم غیر متوقع واقعہ سے بھی
فال نکالی جاتی تھی، جب کتابین عالم وجود مین آئین، تو الیڈ، اڈیسی و رجل Sartes vagae
قرآن، انجیل و توراۃ سے فال نکالی جانے لگین، بعد ازآن لوگون نے مختلف اعتقادات کی بنا پر مختلف
کتابون کو مقرر کر لیا، لیکن عالم اسلامی مین قرآن کے بعد جس کتاب کو یہ عزت ملی، وہ **دیوان حافظ**[1]
اسی بنا پر شائد ان کو لسان الغیب، اور ترجمان الاسرار کے خطاب بھی ملے ہین،

دیوان حافظ سے فال نکالنے کے مختلف طریقے ہین، ایک طریقہ یہ ہو کہ ایک بہت بڑا مربع
بنایا جاتا ہو اور اس مربع کو (۲۲۵=۱۵×۱۵) چھوٹے مربعون مین تقسیم کیا جاتا ہو، اس کے بعد ۹ ایسے اشعار
جن کا ہر مصرعہ ۲۵ حروف کا ہو چنے جاتے ہین، اور پھر ہر مصرعہ کے ایک ایک حرف کو ان خانون مین
رکھا جاتا ہو، تاآنکہ ان سے (۲۲۵=۹×۲۵) خانے پُر ہو جاتے ہین، فال نکالنے والا بلاتعیّن ان حلقون
مین سے ایک پر ہاتھ رکھدیتا ہو، اور پھر اس مصرعہ کو پورا کرکے، اس مکمل شعر سے فال لیتا ہے،

مثلاً ایک شخص ایک شہر سے ہجرت کرکے دوسرے شہر مین جانا چاہتا ہے، وہ پہلے نو مصرعے
۲۵ حروف کے جمع کرتا ہو،

(۱) ما آزمودہ ایم درین شہر بخت خویش،

(۲) مرحبا طائر فرخ پے وفرخندہ پیام،

(۳) گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم،

(۴) طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف،

(۵) روئے بنما ؤ وجود خودم از یاد ببر،

1- Persian Literature under Tatar Dominion p.p 312

(۶) گفتم غم تو دارم گفتا غمت سرآید،

(۷) یارب آن نوگل خندان کہ سپردی بمنش،

(۸) بر نیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز،

(۹) خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم،

اب اگر اوس نقشہ کے مطابق ایک مصرعہ نکلا تو مکمل شعر اس کے سوال کا جواب ہوگا،

مکمل اشعار یہ ہین،

(۱)	ما آزمودہ ایم درین شہر بخت خویش	بیرون کشید بائد ازین ورطہ رخت خویش
(۲)	مرحبا طائرِ فرخ پیٔ فرخندہ پیام	خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام
(۳)	گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم	دگر آنجا کہ روم، عاقل و فرزانہ روم
(۴)	طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف	گر بکشم زہے طرب ور بکشد زہے شرف
(۵)	روے بنما و وجودِ خودم از یاد ببر	خرمن سوختگان را ہمہ گو باد ببر
(۶)	گفتم غم تو دارم، گفتا غمت سر آئد	گفتم کہ ماہِ من شو، گفتا اگر بر آید
(۷)	یارب آن نوگل خندان کہ سپردے بمنش	من سپارم بتو از چشم حسود چمنش
(۸)	بر نیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز	بر امیدِ جامِ لعلت دُردی آشامم ہنوز
(۹)	خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم	در رہِ دوست نشینیم و مرادی طلبیم

لیکن یہ طریقہ بہت طویل ہی اور اشعار کی تعداد بھی محدود ہو جاتی ہی، اسلئے اس سے آسان تر صورتین بھی نکالی گئی ہین، یعنی حافظ پر فاتحہ پڑھنے کے بعد دیوان حافظ کھولا جائے، اور اس صفحہ کا پہلا شعر، یا آخری شعر، یا ساتوان شعر، یا اس غزل کا ساتوان شعر فال کے طور پر لیا جائے،

لطائف الغرائب مصنفہ محمد بن شیخ محمد دارابی مطبوعہ طہران ۱۳۰۴ سنہ ہجری، کے صفحات ۲۲-۲۷ ...

اون قانون کا تذکرہ ہی، جو لوگون نے کالین دریبح ہوئین، اسی قسم کی ایک اور کتاب کا مصطفیٰ حاجی خلیفہ[1] المتوفی ۱۰۶۵ھ نے تذکرہ کیا ہے جو کفوی مولا حسین المتوفی ۱۰۱۰ھ نے اسی موضوع پر ترکی مین لکھی ہی[2]،

ڈاکٹر براؤن Dr. Brown نے مذکورہ کتاب کا کچھ حصہ اپنی کتاب مین نقل کیا ہے، ان چند واقعات کے لیئے وہی ہمارے ماخذ ہین، لیکن وہ مصنف کا نام محمد بن محمد دارابی لکھتے ہین اور حاجی خلیفہ، محمد بن الشیخ الہروی لکھتا ہے[3]،

(۱) دولت صفویہ کا بانی، شاہ اسمٰعیل اعلم سخت متعصب شیعہ تھا، اوسی وقت سے حکومت کا بھی یہی مذہب ہوا، اس نے تمام مشہور سنی علماء و فضلا کی قبرون کو کھدوا کر پھکوا دیا، اور آج اونکا کہین نشان دبتہ بھی نہین، ایک دن ملا گس نام ایک متعصب ملا کے ساتھ **حافظ** کی قبر پر گیا، ملا نے کہا کہ یہ شخص بالکل غیر مذہبی زندگی بسر کرتا تھا، اسلیئے اس کے مقبرہ کو بھی برباد کر دیا جائے، شاہ نے تامل کیا، دیوان حافظ سے تفاؤل ہوا تو یہ شعر نکلا،

جوز اسحر نہاد حمائل برابرم ۔۔۔ یعنی غلام شاہم وسوگند میخورم

بادشاہ نے اس شعر کو حافظ کی اطاعت سمجھا، اور اس خیال کو دل سے نکال دیا، لیکن ملا گس مصر رہا، مجبوراً شاہ نے دوبارہ فال نکالی تو یہ شعر نکلا،

اے گس: حضرت سیمرغ نہ جولانگہ تست ۔۔۔ عرض خود میبری و زحمت ما میداری

گس بہت خفیف ہوا،

(۲) شاہ طہماسپ صفوی ایک دن اپنی انگوٹھی سے کھیل رہا تھا، اتفاقاً گر کر ایسی اوجھل ہوئی

1- Clement Huart Arabic Literature, p.p 382 - 83.

[2] کشف الظنون، جلد ۱ صفحہ ۵۰۰، [3] کشف الظنون، جلد ۱ صفحہ ۵۰۰، [4] میرا خیال ہو کہ یہ شاہ طہماسپ اول ۱۵۲۴-۷۶ ہے کیونکہ دوسرا شاہ طہماسپ ۱۷۳۲ء مصنف لطائفیہ سے صدیون بعد پیدا ہوا تھا،

نہ تلاش کے بعد بھی نہ ملی، شاہ نے فال نکالی تو یہ شعر نکلا

دلے کہ غیب نمائست و جام جم دارد — ز خاتمے کہ دمے گم شود چہ غم دارد

تھوڑی دیر بعد انگوٹھی مل گئی،

(۳) شاہ عباس ثانی (۱۰۵۲ھ - ۱۶۴۲ء) نے جب آذربائجان پر فوج کشی کرنی چاہی تو فال نکالی، یہ شعر تھا

عراق و فارس گرفتی بشعر خود حافظ — بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

شاہ نے اِس کو نیک فال سمجھ کر حملہ کیا اور کامیاب ہوا،

[مہدی علی خان مصنف تاریخ نادری نے ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ء) کے حال میں لکھا ہو کہ نادر شاہ نے جب فال نکالی تھی اوس وقت بھی یہ دو شعر نکلے تھے، ایک یہ

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیز است — بہانگ چنگ مخور مئے کہ محتسب تیز است

اور دوسرا غزل کا ساتوان شعر اوپر لکھا جا چکا ہے]

(۴) یہ واقعہ بھی شاہ عباس ہی کے متعلق ہو، اس کے پاس سیاوش نام ایک غلام تھا، دوسرے نوکر حسد سے اس کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے، اور بادشاہ سے اوس کے قتل کے لئے مصر تھے، بادشاہ نے فال نکالی، حافظ کا فتویٰ یہ تھا،

شاہ ترکان سخن مدعیان می شنود — شرمے از مظلمہ خون سیاوشش باد[2]

(۵) یہ حکایت خود مصنف کا ذاتی مشاہدہ ہو، وہ ۱۰۳۲ھ ہجری مطابق ۱۶۲۳ء مین احمد آباد دار السلطنت گجرات گیا، وہان کے ایک امیر کنعان بیگ سے مراسم دوستانہ پیدا ہو گئے، اس امیر کے ایک بھائی یوسف بیگ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ احمد آباد کے قریب ایک جنگ مین کام آیا ہے، کیونکہ

---

[1] فہرست کتبخانۂ خدا بخش خان مرحوم جلد اول (شعراء ایران)، [2] سیاوش، کیکاؤس کا بیٹا، کیخسرو کا باپ اور افراسیاب کا داماد تھا، دیکھو شاہنامہ فردوسی،

جنگ کے بعد سے اس کی کوئی خبر نہ تھی، امیر بھائی کے خیال شہادت سے ملول تھا، بالآخر حافظ کی طرف رجوع کیا گیا اور اونھون نے اِن الفاظ مین تسلی دی،

یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعان، غم مخور کلبہ احزان شود روزے گلستان غم مخور

چنانچہ کچھ دنون کے بعد یوسف بیگ صحیح و مع الخیر احمد آباد آگیا،

(۶) چھٹا قصہ فتح علی سلطان بن امام قلی خان کے متعلق ہی، یہ ایک وجیہ و حسین نوجوان تھا، رجب کے آخری ہفتہ مین جبکہ حافظ کے مزار پر ہر سال عرس ہوتا ہی، یہ نوجوان بھی متوالا سبز قبا پہنے وہان پہونچا، جب فال نکالی تو یہ شعر نکلا،

سر مست با قبائے زرافشان چو بگذری یک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کن

فتح علی نے کہا کہ ایک بوسہ کیا ہی، مین دو کا وعدہ کرتا ہون، ایک ہفتہ بعد پھر مزار پر گیا اور فال نکالی،

گفتہ بودی کہ شوم مست و دو بوست بدہم وعدہ از حد بشد و مانہ دو دیدیم و نہ یک

فتح علی نے کہا کہ دو بوسے کیا ہین مین تین کے لیئے تیار رہون، اور پھر بغیر ایفائے وعدہ چلا گیا، ایک ہفتہ کے بعد آکر پھر فال نکالی تو یہ شعر تھا،

سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ حوالتِ من اگر ادا نکنی قرضدارِ من باشی

اس پر فتح علی، حافظ کی قبر سے لپٹ گیا، اور پے در پے سیکڑون بوسے دیئے،

مجھے صرف شاہانِ مغلیہ کا حافظ سے شغف دکھلانا تھا لیکن بات مین بات پیدا ہوگئی،

لطیف بود حکایت دراز تر گفتم

جہانگیر کی بہترین تاریخ خود اوس کی اپنی لکھی ہوئی تزک ہی، اور بہت سے ایسے واقعات جو دوسری عام تاریخون مین نہین ملتے اِس مین موجود ہین، سر سید مرحوم نے علی گڈھ سے اس کا ایک نہایت

1- Brown persian Literary History pp 315-319

صحیح اڈیشن ۱۸۶۴ء مین شایع کیا تھا، میجر ڈیوڈ پرائس[1] (Major David price) نے ۱۸۲۹ء مین لندن سے اس کا ترجمہ شایع کیا اور سید احمد علی صاحب رامپوری نے ۱۲۹۱ھ مین نظامی پریس کانپور مین اس کا اُردو ترجمہ طبع کرایا، اسلئے ہم کو جہانگیر کے خانگی معاملات مین اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے دیوان حافظ سے فال نکالنے کے متعلق لکھتا ہی،

"دربسیاری از مطالب بدیوان خواجہ رجوع نمودہ ام، وحسب اتفاق آنچہ برآمدہ، نتیجہ مطابق ہمان بخشیدہ، وکم است کہ تخلف نمودہ[2]"،

ہمایون کی عمر ایسی پریشانی مین گذری کہ اوس کو خود کبھی لکھنے کا موقع نہ ملا اور اگر اوس کی بہن گلبدن بیگم، اور اوس کا آفتابچی جوہر، ہمایون نامہ اور تذکرۃ الواقعات نہ لکھتے تو اوس کے عہد کے یہ واقعات بھی نہ معلوم ہوتے، تاہم اس دیوان کے علاوہ دوسری تاریخون سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہی کہ وہ فال نکالتا تھا، چنانچہ جب ہندوستان پر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ ہوا تو اوس نے فال نکالی، مآثر رحیمی لکھتا ہی

"درین حال حضرت جہانبانی (ہمایون) وخانخانان (بیرم خان) بتاریخ سنہ نہصد وشصت ویک (۹۶۱) از کابل متوجہ ہندوستان شدند، .... درین باب بدیوان لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی تفأل نمودند، این بیت برآمد،

ہمت از مرغ ہمایون طلب وسایۂ او
زانکہ بازاغ وزغن شہپر ہمت بنود[3]"

اب ہم اس خاص دیوان کی طرف متوجہ ہوتے ہین، اس مین دو آدمیون کے خط ہین،

1- Buckland - Dictionary of Indian Biography p343.

[2] تزک جہانگیری صفحہ ۱۰۹، [3] مآثر رحیمی، مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال صفحہ ۶۰۴،

ان مین بعض پر نام ہین، اور بعض پر نام نہین، جہانگیر نے جہان جہان خالی نکالی ہے، اوس کا سبب تیجہ اور اپنا نام لکھدیا ہے، جہانگیر نستعلیق مین لکھتا ہے، کتاب کی دوسری قلمی عبارتین خط نسخ مین ہین، اس سے ہم فوراً معلوم کر سکتے ہین کہ وہ اُس کی نہین، بلکہ ہمایون کی ہین، اس مضمون مین واقعات تاریخی حیثیت سے مرتب کرکے دکھائے نہین گئے ہین، بلکہ دیوان کے صفحات کے لحاظ سے اون یادداشتون کو پیش کیا گیا ہے،

کسی ناقدر جلد بند کے تغافل سے بعض الفاظ کٹ گئے ہین، خان بہادر مولوی عبد المقتدر صاحب نے اون عبارتون کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے، اور ہم جو مکمل عبارت لکھین گے وہ انھین کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہوگی،

(۱) ورق الف ۲۴ یا صفحہ ۲۸

"...... لے نور چشمی شاہ .... شادیم امید کہ از تفرقہ امان آید"

مکمل عبارت یہ ہوسکتی ہے،

"برائے نور چشمی شاہ خرم کشادیم امید کہ از تفرقہ امان آید"

اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ یہ عبارت کس وقت اور کس حالت کی ہوسکتی ہے، شہزادۂ خرم کے نام کے پہلے "شاہ" کا لفظ ہم کو یہ بتاتا ہے کہ یہ تحریر شوال ۱۰۲۵ھ (۱۶۱۶ء) کے بعد کی ہے، کیونکہ معتمد خان، اقبالنامہ جہانگیری مین لکھتا ہے،

"چون مہم دکن از شاہزادہ پرویز متمشی نشد......... تاگزیر شاہزادہ جوان بخت جہان کشاے سلطان خرم را کہ مجدداً فتح رانا (امیر سنگھ والی اودے پور) نمودہ آنچنان سیع دیو خصلت را بدام اقبال در آوردہ بود ند بفتح دکن نامزد فرمودند بخطاب والا شاہی کہ در زمان حضرت صاحبقران گیتی ستان (تیمور) تا حال ہیچ

شاہزادہ تجویز نشدہ، لطف فرمودند و بشاہ خرم ممتاز ساختند ....

.... روز دوشنبہ نوزدہم شوال ....

بصوب دکن شرف ارزانی داشتند[1]"

شہزادۂ خرم سے اکبر و جہانگیر دونوں کو غائت محبت تھی، خافی خان لکھتا ہے،

"شاہزادۂ عالی نژاد بلند اقبال محمد خرم کلان بود، نظر بر عنایات و توجہات جد بزرگوار

و پدر نامدار کہ نسبت بخسرو در حق آن غرۂ جاہ جلال زیادہ بند دل می گردید[2]"

جہانگیر کی محبت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ جب کبھی خرم کو کہین روانہ کرتا ہو تو خاص اہتمام سے بھیجتا ہو، اور اوس کی واپسی پر اس جوش محبت سے ملتا ہو کہ آپے سے باہر ہو جاتا ہے، اوس کو گلے لگاتا ہے، پاس بٹھاتا ہو، انعام و اکرام دیتا ہو خطابات کی بارش کرتا ہے، اور کیا کچھ نہین کرتا،

شاہجہان اسی اثنا مین جہانگیر سے دور رہا، اور ایک سال ۲ ماہ بعد ۱۱ شوال ۱۰۲۶ھ کو فتح دکن کے بعد واپس آیا، ایک سال کا عرصہ عاشق باپ کے لیئے ایک مدت طویل تھی. چنانچہ جس بے خودانہ طریقہ سے اوس نے خرم سے ملاقات کی اوس کو معتمد خان یون لکھتا ہو،

بتاریخ روز مبارک شنبہ ہشتم مہر ماہ الٰہی سنہ دوازدہ جلوس مطابق یازدہم شہر شوال ۱۰۲۶ھ، در قلعہ شادی آباد ماندو در دو کوکب مسعود اتفاق افتادہ و ادراک سعادت ملازمت پدر عالیقدر بمبارکی و فیروزی نصیب در وزی شد، بعد از اداے مراسم کورنش و آداب زمین بوس بالائے جھروکہ طلبیدہ از غائت محبت و افراط شوق بے اختیار از جائے

---

[1] اقبالنامہ جہانگیر مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال حالات سنہ جلوس مطابق ۱۰۲۵ھ ہجری صفحہ ۹۰-۹۱

[2] خافی خان منتخب اللباب، جلد اول صفحہ ۲۴۷،

خود برخاستہ دو سہ قدم پیش نہادہ در آغوش عاطفت گرفتند، چندانکہ ازینجانب در آداب

و فروتنی مبالغہ شد، از ان طرف در اعزاز و احترام افزودہ نزدیک بخود حکم نشستن فرمودند

.... اکنون بجلدوئی این خدمت شائستہ منصب سی ہزاری

ذات و بست ہزار سوار و خطاب شاہجہانی عنایت شد، و مقرر فرمودند کہ بعد ازین در مجلس

بہشت آئین بہت نشستن آن شاہ والا قدر صندلی متصل تخت می نہادہ باشند، و این

عنائتےاست مخصوص شاہ فلک شکوہ کہ از زمان امیر صاحبقران تا حال درین سلسلہ

علیہ رسم نبودہ............ و خود از جھروکہ پایان آمدہ خوانچہ از جواہر

خوانے از زر برفرقدان سائے آن درۃ التاج خلافت و جہانگیری نثار فرمودہ، فزونی

عمر و جاہ آن برگزیدہ دین و دولت از درگاہ حضرت رب العزت مسالت نمودند،[1]

جس وقت **نورجہان** سے فتح دکن کا مژدہ سنتا ہی، بے اختیار ہو جاتا ہی، فوراً جواب

خط لکھتا ہی، اور اوس کے ساتھ یہ بات طے کر دیتا ہی کہ آیندہ سے شاہجہان کے نام کے ساتھ تمام کاغذات میں

"فرزندی" کا لفظ بھی لکھا جایا کرے اور شاہجہان کے خط پر فی البدیہ یہ شعر موضوع کر کے لکھتا ہی،

شدے از التماس شاہ خرم   بفرزندی ما مشہور عالم[2]

پس ہم ان واقعات سے جہانگیر کی تحریر پر یہ رائے قایم کر سکتے ہین کہ یہ اسی زمانہ کی ہی،

جبکہ خرم مہم دکن پر اس سے دور تھا، وہ ایک ایک دن اس کی غیبت کا گنتا، چنانچہ خرم واپس آکر

اس سے ملا ہے تو اس واقعہ کو تزک مین خود یون لکھتا ہی،

"بتاریخ روز مبارک شنبہ ہشتم مہر ماہ الٰہی سنہ ۱۲ جلوس موافق یازدہم شہر شوال

سنہ ۱۰۲۶ھ بعد از گذشتن سہ پہر و یک گھڑی در قلعہ ماندو بمبارکی و فرخی سعادت ملازمت دریافت

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۳-۱۰۴، [2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۱،

مدت مفارقت یازدہ ماہ و یازدہ روز کشیدہ، بعد از تقدیم کورنش و زمین بوسی بالائے جھروکہ طلبیدم، و از غایت محبت و شوق بے اختیار از جائے خود برخاستہ، در آغوش عاطفت گرفتم، چندانکہ او در آداب و فروتنی مبالغہ نمودمن در عنایت و شفقت افزودم و نزدیک خود حکم نشستن فرمودم[1]......"

وہ شعر یہ ہے،

چشم بد دور کز آن خوش باز آورد طالع نامور و دولت مادرزادت

اسی سلسلہ میں یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ فتح دکن کی خبر سننے سے پہلے جہانگیر نے فال نکالی تو تو یہ شعر نکلا،

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد زدم این فال گذشت اختر و کار آخر شد

اوس کو حافظ پر اس قدر یقین ہو کہ اس فال کے نکلنے کے بعد ہی لکھتا ہو کہ

"چون لسان الغیب حافظ چنین املا نمود، مرا امید واری تمام دولت داد (تزک صفحہ ۱۸۹)

(۲) ورق ۸۳ صفحہ ۷۶

"این غزل خاصہ این بیت تفاؑل ہمایون شد چند بار"

غزل مذکور کا مطلع یہ ہو،

بیا کہ رائت منصور بادشاہ رسید زقعر چاہ برآمد، باوجِ ماہ رسید

اور خاص شعر یہ ہے،

عزیز مصر برغم برادران غیور زقعر چاہ برآمد، اوج ماہ رسید

یہ عبارت نسخ میں ہو، اسلئے ہمایون کی ہو، اب دیکھنا یہ ہو کہ یہ شعر کس موقع پر نکلا تھا،

---

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۹۵،

عام قاعدہ ہی کہ جب ایک اہم واقعہ کے متعلق کوئی بات کسی بڑے آدمی کی زبان سے نکل جاتی ہی تو فوراً مشہور ہو جاتی ہی[1] چنانچہ اس شعر کے متعلق صراحتاً فال نکالنے کا حال تو اگرچہ کسی تاریخ مین نہین لکھا ہی، لیکن فرشتہ اس شعر کا ایک خاص موقع پر زبان زد عام ہونا بتایا ہے،

"زمانہ بدین ترانہ مترنم گردید" بیت

"عزیز مصر برغم برادران غیور ز قعر چاہ برآمد باوج ماہ رسید"[2]

ہمایون، شیرشاہ سے شکست کھا کر ۹۴۷ھ ہجری (۱۵۴۳ء) مین بھاگتا ہے، اوس وقت اس کے تین بھائی مرزا عسکری، مرزا کامران، مرزا ہندال، کچھ نہ کچھ طاقت و حکومت رکھتے ہین، لیکن اون مین سے کوئی بھی اوس کی مدد نہین کرتا، بھائیون کی بد اخلاقی و بے مروتی بلکہ خفیہ سازشون کو دیکھ کر ایران جاتا ہی، وہان برسون رہنے اور شاہ ایران سے فوجی امداد کے بعد ساتوین محرم ۹۵۲ھ ۱۵۴۹ء کو قندھار کی طرف روانہ ہوتا ہی، مرزا عسکری، آمادۂ جنگ ہو جاتا ہی، اکبر کو کامران کے پاس روانہ کرکے خود قلعہ بند ہو جاتا ہی اور ہمایون کو تقریباً چھ مہینے اس کی تسخیر مین لگ جاتے ہین، عسکری عاجز ہو کر مطیع ہوتا ہی، لیکن موقع پاکر نکل بھاگتا ہی، اور پھر عداوت شروع ہو جاتی ہی، کابل مین مرزا کامران مخالفت پر آمادہ نظر آتا ہی، ہمایون اس طرف روانہ ہوتا ہی، کامران تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ جاتا ہی، اور دسوین رمضان ۹۵۲ھ کو قلعہ پر ہمایون کا قبضہ ہو جاتا ہی، فتح کابل کی یہ تاریخ ہی،

"بے جنگ گرفت ملک کابل از وے"

اس کے بعد بھی بھائیون نے چین نہ لینے دیا، اور اسی خانہ جنگی کی بدولت ۹۶۲ھ ۱۵۵۴ء تک ہندوستان فتح نہ کر سکا،

ہمارا خیال ہی کہ ہمایون نے یہ فال ایران سے رخصت ہوتے وقت، یا قلعۂ کابل کی مہم پر

---

[1] معارف ماہ نومبر ۱۹۲۲ء، [2] تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ دوم صفحہ ۲۳۸،

روانہ ہونے کے خیال سے نکالی تھی،

(۴) ورق ۶۷ ب صفحہ ۱۳۵

"از فال مصحف کہ ایک بر آمد از دیوان، این شاہ بیت آمد و چندین بار ابیات مناسب آمدہ کہ اگر شرح آنہا شود کتابے شود، انشاء اللہ تعالیٰ چون فتح ولایت شرقی و مبارزان آن دیار بامر کردگار شود و نذر خوبی بخواجہ لسان الغیب فرستادہ شود و جمع ان تفاؤلات نیز رقم کردہ شود، بمنہ و توفیقہ، شب دوشنبہ بیجدہم ذی حجہ ۹۶۲ ہجری در شہر ذیبنیاد تحریر یافت، والسلام"

یہ عبارت بھی نسخ مین ہے، اور ہمایون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے،

ہمایون اپنے بھائیون سے اطمینان حاصل کرکے ذی الحجہ ۹۶۱ ہجری (۱۵۵۳ء) کو کابل سے روانہ ہوا، اس کے متعلق بھی فرشتہ نے عجیب قصہ لکھا ہے، اور چونکہ وہ بھی فال کے متعلق ہے، اس لئے شائد دلچسپی سے خالی نہ ہو، جب ہندوستان کے لوگون نے ہمایون سے دوبارہ حملۂ ہند کی درخواست کی تو اوس نے کہا کہ مین حملۂ ہندوستان کے متعلق فال نکالتا ہون، تین آدمیون سے اون کے نام دریافت کرون گا، اور اگر اون کے نام سے فال نکلی تو مین حملہ کرون گا، چنانچہ سب سے پہلے جو شخص ملا، اوس کا نام دریافت کیا گیا، اوس نے جواب دیا، دولت خواجہ، آگے بڑھ کر دوسرا آدمی ملا، اوس کا نام مراد خواجہ تھا، ہمایون نے دل مین کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ تیسرے شخص کا نام سعادت خواجہ ہوتا، حسن اتفاق سے تیسرے آدمی کا یہی نام تھا، ہمایون نے اس کو شگون نیک سمجھ کر حملۂ ہند کا ارادہ کر لیا،[1]

ہمایون کابل سے روانہ ہو کر محرم ۹۶۲ھ مین بگرام وہان سے نیلاب، ۲ ربیع الثانی کو لاہور،

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ دوم صفحہ ۲-۱۴۱،

، رجب کو سرہند اور ۲ شعبان کو سکندر شاہ کو شکست دیکر ابتدا رمضان مین دہلی مین داخل ہوا[1]
محض دہلی کی فتح اور آگرہ کے قبضہ سے ہمایون کو کوئی اطمینان و قوت نصیب نہین ہوئی تھی،
شکست خوردہ دشمن کے سینہ مین آتش انتقام بھڑک رہی تھی، عادلیون نے بہار و جونپور پر قبضہ
کر لیا تھا، سلطان محمد خان سور ادن کے مقابلہ کے لئے بنگال سے بڑھا، لیکن عادلیون نے ہیمون
کی مدد سے اوسے شکست دیٰ[2]

شاید انھین حالات کے سلجھانے مین ہمایون مصروف تھا کہ اوس نے یہ فال نکالی تھی، لیکن
افسوس کہ اس فال کے تین ہی ماہ بعد اسکا انتقال ہوگیا اور اپنی منت پوری نہ کرسکا، ہمایون نے جس
شاہ بیت کی طرف اشارہ کیا ہی وہ یہ ہی،

نظر بر قرعۂ توفیق و یُمنِ دولت شاہ است بدہ کام دلِ حافظ کہ فالِ بختیاران زد

(۴) ورق ۶۷ ب صفحہ ۱۳۵

اوسی صفحہ پر جہانگیر کے ہاتھ کی یہ عبارت ہی، ظالم جلد بند نے اِس عبارت کے بہت سے حصے
کاٹ دیئے ہین، اس عبارت کو بھی مولوی عبد المقتدر صاحب نے مکمل کیا ہے،

"............ حمر بر سر را ما رسه بود م در سکار

.... مد الماس را سیده ارسه من افتاد

.... سکون اس را حوب مد السه نعال

.... دیوان حواحه بمودم این عرل بر آمد ر دره دیگر لعو مد مد السد

حرره نور الدین جهانگیر ابن اکبر بادشاه غازی فی ماه محرم ۱۰۲۴ "

مکمل عبارت یہ ہوگی"

[1] فہرست کتبخانہ متعلق شعرا ایران، جلد ۱
[2] O.P. Library Catalogue vol I

"در اجمیر بر سر رانا رفتہ بودم، در شکار تعویذ الماس تراشیدہ از سر من افتاد و من شگون این را خوب ندانستہ تفاؤل بہ دیوان خواجہ نمودم، این غزل بر آمد، روز دیگر تعویذ پیدا شد، حررہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ غازی فی محرم ۱۰۲۳ھ ہجری"

اکبر نے تمام راجپوتون کو کسی نہ کسی صورت سے اپنا بنا لیا تھا، لیکن اودے پور کا غیور راجہ اس کے ہاتھ نہ آتا تھا، اوس کے لئے اوس نے مہین بھیجین، خود گیا، لیکن بے سود، جہانگیر نے بھی تخت نشینی کے بعد اس طرف توجہ کی لیکن ۸ سال جلوس مطابق ۱۰۲۲ھ تک کوئی نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا خود اس طرف روانہ ہوا، اور اجمیر مین قیام کرکے شاہجہان کو اس مہم کے سر کرنے کو بھیجا، اقبالنامہ لکھتا ہے،

"چون ہموارہ عساکر فیروزی آثر............ انتظام شائستہ و نسق پسندیدہ

بپذیرفت رای جہان کشای چنان اقتضا فرمود کہ خود بسعادت و اقبال متوجہ استیصال

آن سیاہ بخت وخیم العاقبت شدہ روزے چند اجمیر را معسکر اقبال بادساخت[1]"

چنانچہ دوسری شعبان ۱۰۲۲ھ کو اجمیر کی طرف روانہ ہوا، ۵ رشوال کو اجمیر مین داخل ہوا اور

"در ساعت فیض اشاعت ششم دی ماہ مختار انجم شناسان یونانی و ہندی بود، نواب قدسی القاب جہانبانی و کشورستانی بادشاہزادۂ عالم و عالمیان سلطان خرم را با لشکر آراستہ ہمعنان فتح و فیروزی بدان صوب دستوری فرمودند[2]"

۱½ سال کی سخت کوششون کے بعد رانا امر سنگھ نے اطاعت قبول کی، اور شاہجہان ۲۰ محرم ۱۰۲۴ھ ہجری[3] کو اجمیر پہونچا، بادشاہ کو فتح کی خبر پہلے ہی معلوم ہو گئی تھی، اور شاید اسی مژدۂ جانفزا کے جوش مین وہ اوس دن خوب شکار کھیلتا رہا، اور اسی بے خبری مین الماس کا تعویذ ٹوٹ کر گر پڑا،

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۶۱، [3] شاہجہان نامہ صفحہ ۹۶ مطابق چہاردہم ذی قعدہ ۱۰۲۳ھ،
[2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۰، [4] تزک جہانگیری مین ورود اجمیر کی تاریخ ۱۲ محرم ہے،

شعر یہ ہے،

ستارہ بدرخشید و ماہ مجلس شد دلِ رمیدۂ ما را انیس مونس شد

اس شعر کے بائیں طرف حاشیہ پر جہانگیر کے ہاتھ کی یہ عبارت لکھی ہے،

"فال کرہجت الماس کشودہ بودم"

(۵) ورق الف ۱۳۲ صفحہ ۱۴۶

یہ عبارت بھی جلد بند کی دست درازی سے نہ بچ سکی،

"فرزند خرم را بر سر رانا تعین .... خود در اجمیر نزول اجلال داشتم .... کار بر وتنگ شد اختیار ...... مدگی .... ہنوز خبر دیدن او برسیدہ بود .... بہ لسان الغیب حافظ نمودم ۱،،،،،،،،، غزل برآمد و بعد از ۔ ..... روز خبر رسید کہ رانا خرم ...... ملازمت کرد، درمحرم ۱۰۲۳ھ حررہ نورالدین جہا ......"

مکمل عبارت یہ ہے،

"فرزند خرم را بر سر رانا تعین نمودہ خود در اجمیر نزول اجلال داشتم چون کار بر و تنگ شد، اختیار بندگی نمود، ہنوز خبر دیدن او نرسیدہ بود کہ تفأل بہ لسان الغیب حافظ نمودم، این غزل برآمد وبعد از دوروز خبر رسید کہ رانا خرم را ملازمت کرد، درمحرم ۱۰۲۳ھ، حررہ نورالدین جہانگیر"

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شہنشاہ جہانگیر نے خرم کو امرسنگھ رانا ئے اودے پور کی تنبیہ و تادیب اور اس کی ریاست کے تسخیر کے لئے روانہ کیا تھا، امرسنگھ اگرچہ مشہور رانا پرتاب کا بیٹا تھا لیکن اتنی ہمت وجرأت اور ضبط و نفس کشی نہ رکھتا تھا، پہلے تو باپ کی طرح اودے پور چھوڑ کر پہاڑیوں میں

جا چھپا اور مقابلہ پر آمادہ ہوگیا، لیکن جب ابتدا ۱۰۲۳ھ ہجری مین شاہجہان نے اودے پور پہونچکر اپنی فوجین تمام علاقہ مین پھیلا دین اور جب،

"رفتہ رفتہ کار براو تنگ شد، و روزگار بعسرت و دشوار کشید و ہمراہان جدائی گزیدند و معدودے کہ ماندند، از شدت بیماری وضعف قدرت بر نقل و حرکت نداشتند[1]"،

تو مجبوراً اوس نے،

"توبہ کرن نام خالوے خود را با ہرداس جھالہ کہ نوکر عمدۂ او بود بخدمت شاہزادۂ بلند اقبال فرستاد و عجز و انکسار را شفیع ساختہ بندگی و فرمان پذیری اختیار نمود[2]"،

شاہجہان نے فوراً قاصد روانہ کیئے، وہ ابتدا محرم ۱۰۲۴ھ ہجری مین اجمیر پہونچے، اور حافظ کی پیشین گوئی کی تصدیق کی، چنانچہ جہانگیر خود اپنی تزک مین لکھتا ہے،

"اواخر این ماہ کہ در بیرونہاے اجمیر بشکار مشغول بودم، محمد بیگ ملازم فرزند بلند اقبال سلطان خرم رسید و عرضداشت آن فرزند گذرانید و معروض داشت کہ رانا باپسران، شاہزادہ را ملازمت نمود[3]"،

میرا خیال ہی کہ یہ دونون تحریرین ایک ہی دن لکھی گئی ہین، کیونکہ دونون واقعے محرم کے لکھے ہوئے ہین، اس تحریر سے تعویذ کے متعلق میرا جو خیال ہو وہ بھی صحیح ہی،[4] غزل کا مطلع یہ ہی،

"گنونکہ در چمن آمد گل از عدم وجود بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود"

اور دوسرا شعر یہ ہے،

"بنوش جام صبوحی بنالۂ دف و چنگ بوس غبغب ساقی بنغمۂ نے و عود"

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۰، [2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۰، [3] تزک جہانگیری، [4] مفصل حالات کے لیئے شاہجہان نامہ صفحہ ۲۹-۷۰ دیکھو،

(۹) ورق ب ۸۱ صفحہ ۱۶۲

".... بہت کس خان عالم کہ حافظ

..... نام داشت کشادہ بودم

...... ن عالم پیش دارای

...... بالچی گری فرستادہ بودیم"

مکمل عبارت یہ ہے:

"بجہت کس خان عالم کہ حافظ حسن نام داشت کشادہ بودیم، خان عالم را پیش دارائے ایران بالچی گری فرستادہ بودیم"

یہ عبارت نستعلیق میں ہے، اور یقیناً جہانگیر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نشہ کی حالت میں اوس وقت لکھی گئی ہے، جبکہ قلم ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑا نہ جاسکتا تھا، اور ہاتھ کانپ رہا تھا، جہانگیر اپنی تزک میں خود اپنی اس حالت کا ان الفاظ میں اقرار کرتا ہے،

"کار بجائے کشید کہ در خمارہا از بسیاری رعشہ ولرزیدن دست پیالہ خود نمی توانستم خورد، بلکہ دیگران میخورانندند"[1]

"دیوان حافظ والی تحریر میں کس خانعالم" میں کس کے معنی نوکر کے ہیں،

"جہانگیری عہد میں حافظ کے نام سے بہت کم لوگ یاد کیے جاتے ہیں، البتہ تزک میں ایک جگہ آیا ہے،

"درین تاریخ حافظ حسن ملازم خانعالم با مکتوب مرغوب گرامی برادرم شاہ عباس و عرضداشت آن رکن السلطنت بدرگاہ پیوست، و خنجر قبضہ دندان ماہی جوہردار سیاہ ابلق

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۱۵۲،

کہ برادرم، بخانعالم لطف نمودہ بودند، چون نفاست تمام داشت، بدرگاہ فرستادہ بود از نظر گذشت[1]،،

یہ حافظ حسن ۱۰۲۵ھ ہجری مین خانعالم تقریبًا کچھ دنون پہلے آیا تھا اوس سے خانعالم کے آنے کا ارادہ معلوم ہوا ہوگا اور اپنے دوست قدیم کی یاد تازہ ہوگئی ہوگی، اور اسی پر اوس نے فال نکالی ہوگی، دونون کے دوستانہ تعلقات کے متعلق جہانگیر کا خاص مورخ معتمد خان لکھتا ہے،

"از التفاتے کہ شاہ بخانعالم داشت، اگر بشرح وبسط رقمزدۂ کلک سوانح نویس گردد سواد خوانان صفحہ ہستی حمل بر اغراق خواہند فرمود وہموارہ در محاورات خان جہان خطاب میفرمودند وزمانے از خدمت خود جدا نمیداشتند وحسب اتفاق اگر روزے یا شبے بضرورت در کلبہ خویش خواستے بسر برد، بے تکلفانہ بمنزل او تشریف آوردہ، عواطف ومہربانی را پایہ برتری نہادند[2]"

فال مین یہ شعر نکلا اور اس کے چند دنون بعد ہی خانعالم جبکہ جہانگیر کشمیر جارہا تھا، ایران سے آکر سعادت قدمبوسی سے مشرف ہوا،

شعر یہ ہے،

"حافظ از بہر تو آمد سوئے اقلیم وجود قدمے نہ بوداعش کہ روان خواہد شد"

(۷) ورق الف ۱۱ صفحہ ۲۲۲

"بحب خلاصی بیع اللہ بسر حکیم ابوالبیع بر امد کناہ اور الحشدم"

اس عبارت پر کہین پر بھی کوئی نقطہ نہین ہے، اسلئے نقطہ کے بعد یہ عبارت یون پڑھی جاسکتی ہے،

"بجہت خلاصی فتح اللہ پسر حکیم ابوالفتح بر آمد گناہ او را بخشیدیم ۱۰۱۵"

---

[1] فہرست اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ جلد اول شعراء ایران مرتبہ مولوی معتمد خان [2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱۹۲

حکیم فتح اللہ، حکیم مسیح الدین ابو الفتح بن مولانا عبدالرزاق گیلانی کا بیٹا تھا، ابو الفتح اپنے دو بھائیون حکیم ہمام اور حکیم نورالدین کے ساتھ سنہ جلوس اکبری آکر نوکر ہوا،

اکبر کی وفات کے بعد جب جہانگیر تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا، تو خسرو نے بغاوت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا، شکست کے بعد گرفتار ہو کر آیا، اور اکبر آباد (آگرہ) مین قید کر دیا گیا، جہانگیر نے حکم دیا کہ ایک دن امیرالامراء کے سپاہی اور ایک دن آصفخان کے آدمی پہرا دیا کرین، آصفخان نے اپنے ابن عم نورالدین محمد کو اس کام کے لیے مقرر کیا، وہ تنہا خسرو کے یہان آتا جاتا رہا تا آنکہ دونون نے باہم حلفیہ وعدہ کیا کہ جب موقع ملیگا علم بغاوت بلند کر دینگے، فتح اللہ اور نورالدین محمد سے دوستانہ تعلقات تھے، جب نورالدین نے اوس سے کہا تو وہ بھی راضی ہو گیا، اعتماد الدولہ کا لڑکا محمد شریف بھی اس سازش مین شریک تھا، اعتبار خان کا ایک ہندو نوکر بھی شریک ہو گیا، اور تقریبًا چار سو آدمیون نے خسرو کی حمایت مین اظہار رضا کیا، اور طے یہ ہوا کہ بادشاہ کو واپسی کابل کے وقت راہ ہی مین شہید کر کے خسرو کو تخت پر بٹھایا جائے، لیکن جہانگیر کی خوش قسمتی سے ان لوگون مین سے ایک شخص آزردہ خاطر ہو کر اون سے الگ ہو گیا، اور اوس نے جا کر خواجہ ویسی دیوان خرم سے سارا حال کہہ سنایا، اوس نے خرم سے کہا، خرم نے فورًا آکر جہانگیر کو اطلاع دی، واقعہ کی تحقیقات شروع ہوئی، اور

بعد از ثبوت نورالدین محمد ولد آصفخان مرحوم و محمد شریف پسر اعتماد الدولہ و ہندوے اعتبار خان و بداغ خان ترکمان را بر دار کشیدند[1]

حکیم فتح اللہ کے متعلق حکم ہوا

کہ تشہیر کردہ بر خر واژگون سوار سازند و منزل بمنزل باین رسوائی می آوردہ باشند[2]

یہ اقبال نامہ کے الفاظ ہین لیکن خود جہانگیر لکھتا ہے کہ

---

[1] اقبال نامہ جہانگیری صفحہ ۲۹-۱۳۰ [2] اقبال نامہ صفحہ ۳۰،

"دفع اقتضا مقید و محبوس ساختہ بہ معتمدان سپردہ"

اور ہمارے خیال میں اس کے بعد لوگوں نے اوس کے لئے سفارش کی ہوگی، جہانگیر نے حافظ سے تفأل کیا اور اوس کی بنا پر اوسے آزاد کر دیا،

شعر یہ ہیں،

"آنکہ پامال جفا کرد چو خاک راہم | خاک می بوسم و عذر کرمش میخواہم
من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا | چاکر معتقد و بندۂ دولت خواہم"

(۸) ورق الف ۱۱۵ صفحہ ۱۳۰

"وقتے کہ از الہ باس بعد......حضرت والد بزرگوار مل.... ..اکرہ بودم، در اثنائے راہ......رسید کہ تفأل بدیوان حا.....بالا نمود، این غزل برآمد وہم سعادت خدمت و رضا جوی و حاضر بو........در واقعہ ناگزیر دست د....
.....وہم دولت مورو........روزے گشت کہ بعینہ مضمون .....غزل بود، در جمید الثانی کشودہ شد راقمہ نورالدین حما........ابن اکبر"

مکمل عبارت یہ ہوگی،

"وقتے کہ از الہ باس بعقد ملازمت حضرت والد بزرگوار خواہشمند آگرہ بودم، در اثنائے راہ بخاطر رسید کہ تفأل بدیوان حافظ بالا نمود، این غزل برآمد وہم سعادت خدمت و رضا جوئی و حاضر بودن واقعہ ناگزیر دست داد وہم دولت موروثی روزی گشت کہ بعینہ مضمون این بود، در جماد الثانی کشودہ، راقمہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر"

سنہ ہجری میں اکبر مہم دکن پر تھا، اور جہانگیر مہم چیتور پر، بد اندیشوں نے سمجھایا کہ یہ اچھا موقع ہے، اکبر دار السلطنت سے کئی صوبے پرے ہے، آپ چلکر آگرہ میں جلوہ آرائے سریر حکومت ہو جائیے

نشہ مین مست، جوانی کے خمار سے متوالا جہانگیر آگرہ کی طرف روانہ ہوا، جب آگرہ پہونچا تو قلیج خان قلعہ دار نے ظاہر اطاعت کی، لیکن جہانگیر نے قلعہ کو اوسی کے حوالہ کردیا، اکبر کی مان مریم مکانی نے جو جہانگیر کو

"زیادہ از فرزند ارجمند خود دوست می داشتند"

جب یہ سنا تو قلعہ سے باہر نکل آئی کہ جہانگیر کو سمجھائے، جہانگیر کو اس کی خبر ہوگئی اور قبل اس کے کہ دادی سے ملے کشتی پر سوار ہو الہ آباد کی طرف بھاگ گیا، پھر اکبر نے خود جاکر اوس کو راضی کیا، جہانگیر کی طبیعت روبہ اصلاح ہوئی لیکن ۱۰۱۲ھ مین پھر اس کا خیال بدلا، شراب مین مست رہتا، اور شاہانہ زندگی بسر کرتا، بادشاہ نے بلا بھیجا لیکن وہ نہ آیا، اس پر بادشاہ خود روانہ ہوا، لیکن اوسکی کشتی بیچ دریا مین ایک ریت کے ٹیلے مین پھنس گئی اور ملاحون کی کوشش کے باوجود نہ نکل سکی، لوگون نے اس کو شگون بد سمجھا اور اکبر کو اس ارادہ سے باز رکھا، اسی اثنا رمین مریم مکانی کے مرض الموت کی خبر پہونچی اور اکبر آگرہ چلا آیا، مریم مکانی نے جہانگیر کو خط لکھا یا کہ اس وقت اگر مجھ سے ملنا ہی تو آؤ، لیکن اسی اثنار مین مریم مکانی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد جہانگیر نے آگرہ آکر معافی چاہی پھر باپ کے پاس گیا، اکبر کا دل بھر آیا، اور اُسے دیکھ کر بہت رویا، پھر پدرانہ شفقت سے ان الفاظ مین نصیحت کی

"از افراط بادہ پیمائی دا ثر ہمنونی ہمراہان بد عاقبت خلل در دماغ و مزاج شاہزادہ یافتہ

بہتر آنست کہ چندگاہ در خلوت خانہ بآرام بسر برند تا حکما بعلاج مزاج بہم خوردۂ آن

فرزند بپردازند"

چنانچہ جہانگیر نے شراب چھوڑدی، اور نہایت سنجیدہ ہوگیا، اور باپ کی وفات تک آگرہ ہی مین رہا، وہ غزل یہ ہے،

چرا نہ در پئے عزم دیار خود باشم ۔۔۔ چرا نہ خاک کف پائے یار خود باشم

۱؎ خافی خان منتخب اللباب جلد ۱ صفحہ ۲۳۰،

غم غریبی و محنت چو بر نمی تابم ۔۔۔ بشہر خود روم و شہریار خود باشم"

یہ عبارت جہان تک کہ ہمارا خیال ہے، جہانگیر کے بادشاہ بننے کے بعد کی ہے، کیونکہ وہ "واقعۂ ناگزیر اکبر کی وفات اور "دولت موروثی روزی گشت" سے اپنے بادشاہ بننے کی طرف اشارہ کرتا ہے، اسلئے یہ عبارت جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ ہجری کی ہوگی،

(۹) ورق الف ۱۲۱ صفحہ ۲۴۲

"بجہت کسہ سدں عماں ا ...... تعال نمودم اں ست ...... دو رد ربعد اراں ...... ںل المھور رسد حرره بورالدیں جہانگیر ں اکبرشاہ"

مکمل عبارت یہ ہو گی،

"بجہت کشتہ شدن عثمان از حافظ تفاؤل نمودم، این بیت بر آمد، و دو روز بعد ازان خبر قتل آن مقہور رسید، حررہٗ نور الدین جہانگیر ابن اکبر شاہ"

عثمان افغان بنگال کا سرکش سردار تھا، جہانگیر کے جلوس کے ساتوین سال ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) جہانگیر قلی خان کی موت پر اسمٰعیل خان بنگال کا گورنر مقرر ہوا، اس نے ڈھاکہ سے شجاعت خان کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، ۹ محرم ۱۰۲۲ھ ہجری کو لڑائی ہوئی اور عثمان افغان مارا گیا،

فال کا شعر یہ ہے،

خوردہ ام تیر نظر بادہ بدہ تا سر مست ۔۔۔ عقد در بند کمر ترکش جوزا فگنم

اقبالنامہ لکھتا ہے،

"درین جشن خسرو اوزبک کہ در ادز بکیہ بخسرو فرنگی اشتہار داد و از عمدہا سے آن دولت بود بقدسی آستان آمدہ سعادت زمین بوس دریافت و مقارن اینحال عرضداشت

اسلام محال شتمل بر قتل عثمان و پاک شد آن مرز و بوم از لوث افغان رسید"

جس دن اس کو یہ خبر معلوم ہوئی وہ اس کے ساتوین سال حکومت کا دن تھا، یعنی سہ شنبہ ۱۶ محرم ۱۰۲۲ھ ہجری اسلئے اس حساب سے اس نے یک شنبہ ۱۴ محرم ۱۰۲۱ھ ہجری کو یہ فال نکالی تھی، اور شاید ۱۰ یا ۱۱ محرم کو یہ عبارت لکھی ہوگی،

(۱۰) ورق الف صفحہ ۳۵۶

"روز سہ شنبہ دولت ۱۳ محرم انتخاب برین بیت کرد تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت بادکام ۹ صور (ت) یافت و السلام در موضع منگہ (منگیر)

یہ عبارت نسخ مین ہی، اور ہمایون کے حرف سے ملتا ہوا حرف ہی، ہمایون آخر مین "والسلام" لکھتا ہے،

تخت نشینی کے بعد شیر شاہ کے مقابلہ کے لئے بہار ہوتا ہوا بنگال تک بڑھ گیا تھا، اور یہ عبارت منگیر کی لکھی ہوئی ہی، اسلئے اوسی زمانہ کی ہی، یہ ۹۴۴-۹۴۵ھ ہجری (۱۵۳۷-۳۸ء) کے واقعات ہین،

شعر یہ ہی،

"تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت بادکام این دعا برانس و جانست از دل و جان

اس دیوان مین یہی دس عبارتین ہین، جن پر مین نے تاریخی حیثیت سے نظر ڈالی ہی پس اگر کوئی اس سے بہتر اور صحیح تر واقعہ معلوم ہو تو ناظرین ضرور اطلاع دین،

---

[۱] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ،

فلسفۂ ترغیب

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی

کی

ابلہ فریبیان

(۲)

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دار المعلمین حیدرآباد دکن

گذشتہ مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہمارے تخیلات متعلق بہ دیگرافراد، بھی اپنی ذات سے متعلق تخیلات کی طرح نفس کے علم سے باہر ہوتے ہین اور انکی اصلیت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب حقیقت اور واقعات کا سامنا ہوتا ہے، یہ سچ ہے لیکن یاد رکھو کہ متخیلہ مین حقیقت اور اصلیت کے مقابلہ کی بھی اچھی خاصی صلاحیت ہوتی ہی۔ ایک مرتبہ، دو مرتبہ، تین مرتبہ، بلکہ دس مرتبہ بھی اگر تمھاری ترغیبات کی لغویت تم پر منکشف ہو جائے، تب بھی تم ادنیٰ خیالات باطل کی طرف رجوع کروگے، اور اپنے آپ کو مثل سابق ترغیب دوگے، ہمارے قوائے عقلیہ مین سب سے زیادہ متخیلہ کے قائم کردہ نقوش دیرپا ہوتے ہین اور مٹ کر دوبارہ قائم ہو جاتے ہین۔ ہر شخص جانتا ہے کہ شکی مزاج آدمیون کی اصلاح کرنا، اور بدگمان، لوگون کی بدگمانی دور کرنا کتنا دشوار ہے جن لوگون نے اتالیق بیوی (مسز کاڈل کے کرٹین لکچرز کا اردو مین ترجمہ) کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس کی کافی شہادت دے سکتے ہین، بیوی کی شوہر کی طرف سے بدگمانیان ہر موقع پر غلط

ثابت ہوتی ہین جب کبھی واقعات کا انکشاف ہوتا ہے تو ان کے شبہات کو مہمل اور بے سروپا ثابت کرتا ہے
لیکن شوہر کی طرف سے اونکی بدگمانی کسی طرح کم نہین ہوتی، یہ توخیر ایک مثال تھی، ورنہ زندگی مین تخیلات کے
یہی کرشمے روزانہ نظر آتے ہین، جو خود فریبی کا ایک زبردست آلہ ثابت ہوتے ہین، کسی جذبہ یا مخفی خواہش
سے مغلوب ہوکر، شک وشبہہ، خوف، نفرت، محبت یا اسی قسم کے دوسرے جذبی اثرات کے زیرنگین ہوکر
ہم خفیف ترین وحقیر ترین واقعات کی غلط تعبیرین کرتے ہین، ان مین مبالغہ سے کام لیتے ہین، کبھی کبھی
تصرف، اور ردوبدل بھی کرڈالتے ہین اوران نتائج کی بناپر عجیب وغریب نظرئے اور اصول قائم کرتے
ہین جو مضحکہ خیزی مین زعفران زار کشمیر سے کم نہین ہوتے،

تخیل جس طرح خود فریبی کا ایک دوامی چشمہ ہے، اسی طرح اس کا استعمال دوسردن کو دھوکہ دینے
مین بھی کیا جاتا ہے، اس قسم کے واقعات عدالتون کے سامنے برابر پیش ہوتے رہتے ہین، پرانے فریبئے
اور جعلساز، بے وقوف لوگون کے تخیل اور اس ذریعہ سے اون کے مال پر قبضہ کرکے چل دیتے ہین،
مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کی خیالی "اکبری" اور پرفطرت "حجن" محض خیالی نہین ہین، اکبری کی طرح
بے وقوف مرد وزن، اور حجن کی طرح عیاری سے ترغیب دینے والے، دنیا مین آج بھی موجود ہین
تخیل پر قبضہ کرکے، دھوکہ دینے کی مثالین اکثر اخبار مین نظر آتی ہین، دغاباز لوگ بڑی بڑی دکانون
مین جاتے ہین اور اپنے آپ کو رئیس ظاہر کرکے قرض مال وصول کرتے ہین، قصبات کے ملّا اور
سیانے، دیہات کی کم سمجھ عورتون کے سامنے مستقبل کی وحشتناک تصویرین کھینچتے ہین، اور صدقہ کے
طور پران کا زیور اور روپیہ لیکر چل دیتے ہین،

تحریری اور تقریری ترغیبات مین بھی قوت متخیلہ کی فریب دہی سے کام لیا جاتا ہے، ایسے مواقع
پر غلط تشبیہات، ناقص تمثیلات اور بے بنیاد موازنون سے کام لیا جاتا ہے، اشتہاری دوافروشون
اور طابع مشتہرون سے قطع نظر بعض متین اور سنجیدہ تحریرون اور تقریرون مین بھی اسکی جھلک نظر آتی ہے

کسی صاحب ثروت کو ملعون قرار دینے کے لئے اوسے شداد یا فرعون سے تشبیہ دینا، کسی شاعر کی ہجو کرنے کے لئے اُسے قصیدہ خوان کہنا، کسی طریق عمل کو بدنام کرنے کے لئے اوسے مائل بہ استبدادیت یا غلامی کے نام سے یاد کرنا، یہ سب اسی کی مثالین ہین، عمل ترغیب مین غلط تشبیہات و نظائر کا استعمال ہر ملک کے سیاسی مقررون اور مصنفون مین پایا جاتا ہے۔ اس قسم کی ترغیبات کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ سطحی یا لفظی مناسبت کو حقیقی اور معنوی بنا کر پیش کیا جاتا ہے، مثالین جو پیش کیجاتی ہین ایسی ہوتی ہین جن مین جذبات کو برانگیختہ کرنے، یا تخیلہ پر قابو پالینے کی صلاحیت تو ضرور ہوتی ہے، لیکن اگر چاہو کہ مثل اور ممثل لہٗ کے درمیان کوئی علاقہ پایا جائے، یا ایک دوسرے پر صحیح انطباق کیا جاسکے، تو یہ نہین ملتا۔ ان ہی بنیادون پر استنتاج کیا جاتا ہے، جو ظاہر ہے کہ بعید از صداقت ہوگا، لسان وکلا، بازاری زعما، اشتہاری دوافروش، ان کی تقریرین ایسی ہی ہوتی ہین، جن مین استدلال کے خشک ٹکڑون کے بجائے، مبالغہ آمیز تخیلات کی چاشنی ہوتی ہے، ناسمجھ افراد اس دھوکہ مین آجاتے ہین اور ترغیب دہندہ کی حسب خواہش فعل کرنے لگتے ہین،

فریب آمیز ترغیبات کی جو مثالین ہم نے اس باب مین بیان کی ہین، اون سے اس امر کی توضیح ہوجاتی ہے کہ اکثر اوقات ہماری ترغیبات پر خواہ ذاتی ہون یا صفاتی، متضاد جذبات، غلط استدلالات اور بے سرو پا تخیلات کا کتنا گہرا اثر ہوتا ہے۔ یہ تینون مؤثرات، ایک دوسرے مین ضم ہوکر اور ایک دوسرے کی مدد سے ہماری ترغیبون کو غلط رُخ پر لیجاتے ہین جس کا انجام خود فریبی یا فریب دہی ہوتا ہے،

ہماری توضیحات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ باطل ترغیبات، خفیہ طریقہ پر، بغیر ہمارے وقوف کے عمل کرتی رہتی ہین، اکثر اوقات تو ہم ان اندرونی محرکات سے بالکل ہی واقف نہین ہوتے، جو اندر ہی اندر ہم کو تحریک دیتے رہتے ہین، لیکن اکثر جب اون کا تھوڑا بہت علم ہمارے نفس کو ہوجاتا

اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا اظہار دنیا کے سامنے ہمارے تمسخر کا باعث ہوگا، یا خود ان کا خیال تک کرنا ہمارے ضمیر کے منافی ہے، تو اس وقت استدلال اور متخیلہ کی ریشہ دوانیاں شروع ہو جاتی ہیں ان دونوں کی مدد سے ہم اپنے ناگوار محرکات اور خیالات کی ہیئت کذائی کو تبدیل کرکے، اون کو اپنے یا دوسروں کے ضمیر کے لئے قابل قبول بنا دیتے ہیں، کسی انسان میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ برملا، اون خود غرضانہ اور متضاد جذبات، بے سروپا تخیلات اور غلط دلائل کو برہنگی کے ساتھ دنیا کے روبرو پیش کرے، جو بیداری یا خواب کی حالت میں اوس کے نفس کے سامنے آتے ہیں، اور اسکی ترغیبات کے لئے فریب آموز ثابت ہوتے ہیں،

چونکہ ترغیب کا عمل اس طرح پردۂ خفا میں رہتا ہے، اس وجہ سے جو افعال اوسکی بدولت سرزد ہوتے ہیں، اون پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کیجاتی ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے اس لئے کہ جب تم ایسے محرکات کے زیراثر ہو جن کا برملا اظہار تم نہیں کرسکتے، حتی کہ خود اپنے نفس کے سامنے اون کا اقبال کرتے ہوئے تم نادم ہوتے ہو، تو ظاہر ہے کہ تمھارے افعال بھی (خصوصاً جب اون سے دوسرے بھی متاثر ہوتے ہیں) ضرور پردۂ راز میں رکھے جائیں گے، اکثر اوقات یہی مخفی عمل ترغیب بڑھتے بڑھتے ایک سازش کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ مثال کے طور پر فرض کرو کہ کسی لڑکی کی شادی ایک کم استطاعت شخص کے ساتھ ہوئی ہے۔ اب یہ لڑکی جذبۂ حسد کی تحریک سے اپنی چھوٹی بہن کے خلاف سازش کرتی ہے، کیونکہ اس کا آئندہ شوہر ایک ذی ثروت شخص ہے۔ جذبہ تو حسد کی شکل میں نمودار ہوا، اب اس بڑی بہن کا متخیلہ چار سال بعد کا منظر اس کے سامنے پیش کرتا ہے، اس خیالی دنیا میں وہ اپنی چھوٹی بہن کو عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھتی ہے اور خود اپنے آپ کو قلت آمدنی کی مصیبتوں میں گرفتار پاتی ہے، جذبہ کی اس تحریک، اور متخیلہ کی فریب دہی سے متاثر ہو کر وہ اپنی بہن کے خلاف سازش شروع کرتی ہے۔ چھوٹی بہن کی موجودگی میں اس کی آئندہ جدائی کے خیال سے مغموم

نظر آتی ہے، والدین کے سامنے اپنی حیثیت سے بڑھکر رشتہ کرنے کے نقصانات بتاتی ہے، خفیہ طریقہ سے اپنی چھوٹی بہن کی برائیاں فریق ثانی تک پہنچاتی ہے، اور اُن کو ترغیب دیتی ہے کہ اُس کے ساتھ رشتہ کا خیال ترک کر دین"

تم شاید یہ اعتراض کرو کہ مذکورہ بالا مثال مین استدلال کا ترغیب پر کوئی اثر نہین پایا جاتا، اور اور یہ کہ کوئی عقلمند بہن اپنی چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ ایسا سلوک روا نہین رکھ سکتی۔ یہ اعتراض بالکل بجا ہے، بڑی بہن قوت استدلال سے عاجز نہین ہے، لیکن وہ استدلال بجائے اس کے کہ اسکی خواہشات کی مخالفت کرے، اُس کے جذبات کا ہم آہنگ بن گیا ہے، اور اوسکی حرکات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، "میرے کرنے سے کیا ہوگا؟" "اگر چھوٹی بہن کی قسمت اچھی ہے، تو میری تدبیر کارگر ہی نہ ہوگی"۔ اگر میری تدبیر کارگر ہوگئی، تو یہ سمجھنا چاہئے کہ شادی اوسکی قسمت مین نہ تھی، بہرحال میرا کیا قصور ہے" اس طرح کی خود فریبیون یا یون کہو کہ تشفی ضمیر کے لئے وہ استدلال استعمال کیا جارہا ہے، ہم یہ دعوی نہین کرتے کہ مذکورہ بالا مثال صحیح ہے، ممکن ہے کہ یہ راقم کے پرفریب متخیلہ کا نتیجہ ہو، اور کسی خواہش سے مجبور ہوکر یعنی دوسرون کو مسئلہ ترغیب کے متعلق اپنا ہمخیال بنانے کے لئے، وہ استدلال کر رہا ہو، بہرحال کوئی صورت کیون نہو، اتنی بات مسلمہ ہے کہ حضرت انسان کے گوناگون جذبات کو دیکھتے ہوئے، ایک بہن کا دوسری بہن کے خلاف اس طرح سازش کرنا ناممکن نہین ہے۔

مختصر یہ کہ جس طرح عمل ترغیب کے عناصر ترکیبی نہین ہوتے ہین، یعنی جذبہ متخیلہ، استدلال اوسی طرح سے خود ترغیبی، خود فریبی، اور باطل ترغیبات مین بھی یہی تینون علحدہ علحدہ عامل رہتے ہین۔ ہمارے جذبات وجدانات، اور جبلی خواہشات ہماری ترغیبون پر حاوی رہتی ہین، اونکی تشفی کے لئے، کبھی ہم غلط استدلال کرتے ہین، اور کبھی فضول اور مبالغہ آمیز تخیلات سے کام لیتے ہین، اب تک ہماری بحث باطل ترغیبات اور اُن کے مضر نتائج سے اسی حد تک رہی جہان تک افراد کا تعلق ہے، لیکن افراد کی طرح جماعات کو

ملی باطل ترغیبات دیجا سکتی ہین، یا جماعات خود اپنے آپ کو اس قسم کی ترغیب دے سکتی ہین، جب باطل ترغیبات کا اثر کسی ذی اقتدار ہیئت اجتماعیہ پر ہوتا ہے جس کے افراد وحدت مساعی اور مقاصد کے رشتہ مین منسلک ہوتے ہین، تو اس صورت مین ان کے مضر اثرات تعداد افراد کی مناسبت سے اور زیادہ ہو جاتے ہین، اور انکا دائرہ بھی وسیع ہو جاتا ہی، اُن کی وساطت سے طاقتور جماعتین اپنے افراد اور دوسری کمزور جماعتون کو اپنے قابو مین رکھنے کی کوشش کرتی ہین، تہدید، عدمیت (Nihilism) فوضویت (Anarchy) انتفاع ناجائز، اور بہت سے دوسرے مضر اثرات رونما ہوتے ہین اور حیات اجتماعیہ کے ہر شعبہ پر اپنا مضر اثر ڈالدیتے ہین پس اس قسم کی ترغیبات کا تجزیہ قومی اور جماعتی اعتبار سے نہایت مفید ہو سکتا ہے، اور آئندہ باب مین اسی سے بحث کیجائیگی،

تلخیص و تبصرہ

"اسلامی تعلیم و تمدن"

سر عبد الرحیم نے حال ہی مین مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ایک مبسوط اصلاحی خطبہ اسلامی تعلیمات، تمدن اور توقعات پر دیا، اس خطبہ کے بعض حصص قابل مطالعہ ہین،

"میرا اعتقاد کامل ہو کہ اسلام کو ابھی دنیا مین بہت کچھ کرنا ہی، اسلام کی صداقت کے لیے نہ تو ہم کو تصوف کے عالم خیال کی سیر کرنیکی ضرورت ہو، نہ یہ فریب وہ بلیغ جلوون مین مستور رہی، اور نہ شاعرانہ بلند پروازی اور خیالی چمک کے پردے مین اس کو چھپانے کی حاجت۔ اس کو ہر شخص اس کے اصول اس کے ارکان اور اس کے پیرودن کی تاریخ مین تلاش کر سکتا ہی، ہر وہ شخص جسکا دماغ ذرا بھی قوت فہم کا مالک اور تعصب سے خالی ہو، اس کو پا سکتا ہی، جہان ایک مرتبہ تم نے اس صداقت کو جان لیا پھر تم کو اس بات کی ضرورت نہین رہتی، مشرق و مغرب کے اصول پر جس کا کہ آجکل اس قدر چرچا ہے غور کرو

اسلام کا اصل الاصول توحید ہے، اس کے معنی اس بڑے رحیم، قوی، رب العلمین و مالک الکل کی برتری و یکتائی کے اقرار کے ہین۔ اسلام کا یہ دعوی نہین ہو کہ اسی نے یہ اصول دنیا کے سامنے پہلی مرتبہ پیش کیا ہے، مسلمان فقہا و صحابہ اسے اس کو ضمیر انسانی کی آواز بتاتے ہین، ہمارے ایمان کا یہ اولین رکن ہو، اسلام اس پر تمام مذاہب سے بہت زیادہ زور دیتا ہے اور اپنے احکام کے ذریعہ اس صداقت کو ہر وقت زندہ و قائم رکھنا چاہتا ہے، اس کا سب سے بڑا رکن نماز ہے، اس کے معنی یہ ہین کہ ہم دن بھر مین پانچ مرتبہ اگرچہ چند لمحون ہی کے لیے اُس قادر مطلق کے سامنے

عجز و انکسار کے ساتھ حاضر ہو کر اپنے معاشرتی و دنیاوی فرائض کے لیے توفیقِ عمل کی دعا کریں؛

یہ قرآن کریم کی تمام تعلیمات کی روح ہے، اور یہی چیز اس کے عالمگیر برادری کی مظہر ہے، یہ دعوت و تبلیغ کا مذہب ہے، وہ ہر رکن انسانی کو خواہ وہ سفید ہو، سیاہ ہو، یا گندمی، خواہ وہ سامی ہو، آریہ ہو، تورانی ہو، یا حبشی، اپنے حلقہ مین شرکت کی دعوت دیتا ہے اور اس طرح ایک روحانی، مضبوط، اور منتظم زندگی کی تعلیم دیتا ہے، مجھے اس بات کے بتانے کی ضرورت محسوس نہین ہوتی کہ یہ خیال کہ اسلام نے بزورِ تبدیلِ مذہب کو جائز رکھا ہے ایک بالکل ہی غلط خیال ہے، ہم کو صرف ظالمون کے مقابلہ مین استعمالِ قوت کی اجازت ہے، اسلامی قوانین غیر مسلم اقوام کو جو اسلامی ممالک مین رہتی ہون ہر قسم کے شہری حقوق دیتے ہین، اتنا ہی نہین ہے بلکہ ذمیون کو عام اجازت ہے کہ وہ نہایت آزادی سے اپنے رسوم، عبادات، مذاہب اور تمدن کی پیروی کرین، حقیقۃً اسلام کا یہ ایک اہم اصول ہے کہ تمام انسان (صرف مسلمان یا کسی خاص مذہب و ملک کے آدمی نہین) اشرف المخلوقات ہین، اور ان کو اختیار ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ قوتون سے جس طرح بھی چاہین، اس دنیا مین متمتع ہو سکتے ہین، اسلام مین شریف و رذیل، اور چھوت اچھوت کی کوئی تفریق نہین ہے،

اسلام اپنی تعلیمات کی روح ہی کے ذریعہ نہین، بلکہ اپنے قوانین، و ارکان کے ذریعہ ایک عام انسانی اخوت و جمہوریت کے قیام کی کوشش کرتا ہے، اور حصول مقصد کے لیے ہر شخص کو وہ تمام حقوق و مواقع دیتا ہے جس سے وہ مستفید ہو سکے، اس مین ذہین و غبی، جاہل و عالم اور امیر و غریب کا امتیاز نہین اسلام کا پہلا قانون یہ ہے کہ ہر شخص جو کچھ کماتا ہے وہ اس کا مالک اور اپنی کمزوریون کا ذمہ دار ہے اسلام مین بالشوزم کا کوئی عنصر نہین ہے، ذاتی و شخصی حقوق و ملکیت تسلیم ہی نہین کیجاتی، بلکہ ان مین کوئی خلل انداز نہین ہو سکتا، دوسرے مذاہب کے مقابلہ مین اسلام ہی ایسا دین ہے جو انفرادی و جماعتی ارتقاء و ارتفاع کا حامی اور ان کے لئے ساعی ہے، اسلام مین سرمایہ داروں اور مزدورون

مین کوئی اختلاف پیدا نہین ہو سکتا، اس لیے کہ دونون آزاد ہین، رنگ، ملک وقت کی کوئی خلیج اونکو ایک دوسرے سے الگ نہین کرتی، اسلام کی اقتصادی عمارت کا یہ سنگ بنیاد ہو اور تاریخ کا کوئی واقعہ اس کی کمزوری کو ظاہر نہین کرتا، لیکن جہان اسلام، سرمایہ دارون اور مزدورون کو کامل آزادی دیتا ہو وہان معاشرتی تخریب، وابتری کو بھی نہین دیکھ سکتا اور اس مین بھی کسی قسم کا امتیاز قائم نہین۔

یہی وہ حالات تھے جنھون نے صدیون تک مسلمانون کو تمدن کا علمبردار اور علوم وفنون کا مالک رکھا، اور اگرچہ زمانہ کے ہاتھون اونکا زوال شروع ہو گیا، تاہم اون کے لگائے ہوئے درخت اب تک بار آور ہین، انیسوین صدی کی ابتدا تک وہ تمام اقوام سے قوی تر تھے، اور اسلامی تاریخ، رجال عظام علما، اور اونکی حیرت انگیز کامیابیون سے اس قدر مملو ہے کہ بہادران اسلام پر متعدد ضخیم سبق آموز و ولولہ انگیز جلدین لکھی جا سکتی ہین، عربی علوم مین مجھے صرف قانون (فقہ) کے متعلق کچھ جاننے کی عزت حاصل ہو، اور مین کہہ سکتا ہون، کہ قسم و تعداد دونون حیثیتون سے وہ بہترین ہو، عالم تاریخ مین صحت بیان، طریقہ ادا، اور انداز نقد کا مقابلہ بہت کم قومین کر سکتی ہین، ان کے لغات، دائرۃ المعارف، اور نحوی کتابین علمی نقطۂ نظر سے بالکل صحیح، واضح اور مرتب ہین، انھون نے کیمیا، ریاضیات، اور فلکیات کے علوم کو بہت بڑھا دیا، عربون، ایرانیون اور دوسرے اسلامی اقوام کا شاعری اور دوسرے فکری علوم مین بڑا حصہ ہے، اس علمی و تمدنی محبت نے شاہان اسلام کے دلون مین ایک خاص ولولہ پیدا کر دیا تھا، اونھون نے کتابون، تحریرون اور عالمون کی تلاش مین دنیا کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا، اور جہان کہین جو گوہر مل گیا اوسے حاصل کیا، علما، فضلا، فلاسفہ اور صناعون پر جواہرات کی بارش ہوتی تھی، یہی چیز تھی جس نے تمام علوم و فنون اور صنعتون کو عام کر دیا، عروج اسلام کے وقت لاتعداد جامعے (یونیورسٹیان) کلیے (کالج) مدرسے اور مکاتب قائم ہو گئے تھے، اور لڑکے اساتذۂ علوم کے پاس آکر مستفید ہوتے یہی ذوق علم نے صدیون ایشیا، یورپ اور افریقہ مین وہ زندگی پیدا کر دی تھی جس کا موجودہ یورپ

[illegible]عیات علمی سے مقابلہ کیا جاسکتا ہو مسلمانون کا علمی سرمایہ اتنا بڑا تھا کہ ہر کتبخانہ کی فہرست متعدد جلد ون
پر مشتمل ہوتی تھی، اسلام اس حیثیت سے کسی حق مخالفت کا قائل نہین بلکہ ہر شخص اس آب حیات سے
مستفید ہو سکتا ہو تمام علمی مذہبی موضوع پر آزادی سے بحث کیجا سکتی تھی، چنانچہ خود اس حلقہ مین ۲ ے مختلف
عقاید کی جماعتین شریک تھین. فن عمارت، نقاشی، اور خطاطی مین ان کے ذوق سلیم، جدت پسندی اور حسن پسندی
کا کوئی مقابلہ نہین کرسکتا، یہ بھی ایک قابل ذکر واقعہ ہو کہ مسلمانون نے جن سے جو کچھ سیکھا ان کے ہمیشہ ممنون
منت رہے. اونھون نے ریاضیات کی تعلیم ہندؤن سے پائی، اور اسکا نام ہندسہ[1] رکھا، اونھون نے
لاکھون قلوب مین یونانی فیلسوفون، عالمون اور صناعون کی عزت پیدا کردی، حتّی کہ ایک معمولی لڑکا
بھی ارسطو و فلاطون کا نام جانتا ہے، اور اسی وجہ سے ان پر فقدان جدت کا الزام لگایا جاتا ہے،

اس جملہ مین بڑی صداقت ہو کہ آسمان کے نیچے کوئی چیز نئی نہین ہو" ارتقائے انسانی قدم بقدم اس
درجہ تک پہنچی ہے، عربون، عبرنیون اور مغلون نے اپنے زمانہ کے تمام علوم کو از سر نو زندہ کرکے بڑھایا،
ان مین اضافہ کیا اور نئے مباحث پیدا کئے، یہ ایک نہایت ہی افسوسناک حقیقت ہو کہ اسلام کے علمی و
تمدنی خدمات کا اعتراف نہین کیا جاتا، لیکن کیا اگر مسلمان یورپ کے تاریک خطون مین اپنی روشن مشعل
علمی نہ لیجاتے تو کیا اس کے علمی ظلمکدہ کا چراغ جل سکتا تھا، لیکی کا بیان اس کا شاہد ہے. وہ کہتا ہے
جب تک کہ علوم معابد سے، جوامع مین منتقل نہ ہوئے اور جب تک اسلامی علوم و فنون کی آزاد تعلیم
مسیحی مذہبی کڑیون کو نہ توڑدیا، یورپ مین علمی بیداری نہ پیدا ہو سکی،

ہندوستان بھی اپنی گوناگون ترقیون کے لئے اپنے مسلمان حکمرانون کا احسان مند ہو، اسلامی
کارنامون کی نشانیان صرف تاج اور دوسری وہ تمام عمارات ہی نہین ہین جو سارے ملک مین ہین،

---

[1] معارف: یہ فیلالوجی یعنی تشریح معنوی غلط ہے، "ہندسہ" فارسی لفظ اندازہ کی تعریب ہو جس کے
معنی انجنیرنگ کے ہین، اور اس کو ہند سے تعلق نہین،

ہین، بلکہ وہ قالین، قالیچے، شال، مل مل، چکن، زردوزی کے کپڑے، لکڑی ہاتھی کے دانتون اور دستکاریون کے منقش سامان بھی ہین جو یورپ و امریکہ کے بعض گھرون کی رونق بڑھا رہے ہین مسلمانون کی علمی نخل بندیون کا ایک بہترین ثمرہ اردو ہے اور اگر بعض متعصب مدبرین اس کی راہ ترقی مین رکاوٹ پیدا نہ کرین تو اس مین ہندستان کی لنگوا فرانکا و عام زبان بننے کی پوری صلاحیت موجود ہے؛"

جرمنی اور لسانیات ہند

ماڈرن ریویو کی ایک قریب کی اشاعت مین جرمن مضمون نگار ہر جے، نوبل نے ایک مضمون مین یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ جرمن ہندوستان کے علم الالسنہ سے کس قدر دلچسپی و اعتنار کا اظہار کرتے ہین فاضل مضمون نگار لکھتا ہے:۔

"دنیا کے کسی خطہ مین ہندوستان کی لسانیات، اثریات، تاریخ، اور مذاہب کا اس وسعت و دلچسپی سے مطالعہ نہین کیا جاتا، جتنا کہ جرمنی مین، لسانیات کے پروفیسرون مین اکثر سنسکرت کے اساتذۂ کامل ہین اور کوئی بھی ایسا جامعہ نہین ہے جس مین طالب علم سنسکرت کی تعلیم نہ حاصل کرسکتا ہو، لسانیات ہند کے طلبار کو صرف سنسکرت ہی پر اکتفا نہین کرنا پڑتا بلکہ اوستا، اور تبتی اور چینی کی سنسکرت تصانیف کی کافی تعداد کا مطالعہ بھی لازمی ہے، برلن نے اے، دبر، الیف، بپ، آر، پشیل، اور پروفیسر لیوڈرس جیسے ماہرین باکمال پیدا کئے ہین، بپ لسانیات کا بانی تھا، ویبر کی تاریخ ادبیات ہند (History of Indian Literature) اب تک اسی طرح وقیع ہے اور پشیل کی ویدی مطالعہ Vedische Studien) اور پراکرت گرامر اس کے تبحر کو ظاہر کرتی ہین، گوٹنگن، اپنے پروفیسر ایچ، اولڈن برگ پر نازان ہے، پروفیسر موصوف نے ویدی اور پالی زبانون کا وسیع مطالعہ کیا ہے، اس کی مشہور ترین تصنیف (Buddha, sein Leben, seine Lehre, seine Gemeinde) ہے اولڈن برگ کے پیشرو کیل ہارن نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ہندوستان مین کتبات اور قواعد نحو کے پڑھنے

تک بسر کیا تھا، ان دو کو پیش کرتا ہے، ان مین سے ایک اوفرخت، رگ وید اشاعت اور اپنے مشہور (Catalogus catalogorum) کے لئے شہرت حاصل کر چکا ہے، اور دوسرا پروفیسر ایچ جیکوبی جینی مذہب کے متعلق سند ہی لیپسک نے پروفیسر برد ک ہاس اور پروفیسر ونڈس پیدا کئے ہین، اوّل الذکر نے کتھا سرت ساگر کو اڈٹ کر کے ترجمہ کے ساتھ شایع کیا ہے، اور موخر الذکر بدھ مذہب وید اور ہندوستانی تمثیلات کا استاد ہے، برسلو سے سنسکرت کالی داس کی تصانیف شایع کین، اور پروفیسر ہلبرنیڈ وہان تعلیم دیتا ہے، وہ ویدی ادبیات اور ہندی صنمیات کا ماہر کامل ہے، کے۔ ایف۔ گلڈنیز، جو ویدی ادبیات کے بہترین ماہرین مین ہے، ماربرگ مین درس دیتا ہے، پروفیسر ہلنزش، اڈیٹر کتبات جنوبی ہند (The South Indian Inscriptions) جو کچھ ہندوستان مین بھی گذار چکا ہے، اشوک کے کتبات شایع کرنے کی کوشش کر رہا ہے، پروفیسر الیف سی، شیر نڈ کیل مین ہین، یہین پروفیسر الیف۔ ڈیوسن بھی تھا، جو اپنشد اور ویدانت کا بڑا مداح رہا ہے، ورزبرگ مین، پروفیسر جالی ہندی ادویہ وفقہ کا بڑا ماہر موجود ہے، اور میونشن کا پروفیسر جیگر، پالی اور ایرانی السنہ کا مستند عالم ہے، ٹوبنجن کا پروفیسر گاربے، سنکھیا اور یوگ کے مذاہب فلسفہ مین مہارت تامہ رکھتا ہے،

اُن اشخاص کا جو عملاً ہندی السنہ و تاریخ کے مطالعہ مین مشغول ہین، حلقہ، جوامع کے اساتذہ و کارکنون سے کہین وسیع تر ہے،

جمعیۃ نسائیہ مصر

گذشتہ مہینہ مین یہ خبر آچکی ہے کہ روما مین تمام دنیا کی جنس نسوانی کا جلسہ منعقد ہونیوالا ہے اور اسکی شرکت کے لیے مصر و ہندوستان کی خواتین بھی جانیوالی ہین، مصری خواتین اس سلسلہ مین زیادہ سرگرم عمل نظر آتی ہین، چنانچہ الاخبار مصر سے یہ معلوم ہوا کہ وہان قاہرہ مین جمعیۃ نسائیہ مصریہ کے نام سے مصری خواتین کی ایک انجمن قائم کیگئی ہے۔ ابھی حال مین وفد روما کے تعلق سے اس جمعیۃ نے ایک بیان وہان کے اخبارات

مین شائع کیا ہی جو خود اس جمعیۃ کے اغراض و مقاصد کی تفصیل و تشریح پر بھی مشتمل ہے، چنانچہ اس بیان مین لکھا گیا ہی کہ

روما مین منعقد ہونیوالی مجلس نسوان کے لیے جو دعوت نامہ مصر کے تمام اخبارات مین شائع ہو چکا ہے اس کے ذریعہ سے تمام لوگ ایک حد تک اس کے اغراض و مقاصد سے واقف ہو چکے ہین، یہ دعوت نامہ ان تمام اہم مسائل پر مشتمل ہے جو وہان مجلس مین زیر بحث آنیوالے ہین،

روما کی مجلس مین پیش ہونیوالے مسائل کی جو تفصیلی فہرست شائع ہو چکی ہی وہ نہایت کثیر و متنوع مسائل پر مشتمل ہی اور اُن مین کا بڑا حصہ ایسا ہی جو مصر کے عالم نسوانی کی ضروریات و مقتضیات سے کوئی تعلق نہین رکھتا اس بنا پر جمعیہ نسائیہ مصریہ مرتب کیگئی ہی جو وفد روما کے ساتھ بھیجی جائیگی، لیکن اس جمعیۃ کے اغراض و مقاصد صرف ذیل کے ۷ مسئلون تک محدود رہینگے اور اوسکی ساری کوششین انہی پر صرف ہونگی،

(۱) عورتون کی عقلی و ادبی ترقیون کی تحصیل کیلئے کوشش کرنا۔ تاکہ وہ اجتماعی و سیاسی زندگی مین مردون کے برابر اپنا حصہ کر سکین،

(۲) اس حق کا مطالبہ کرنا کہ جو عورتین چاہین مردون کے برابر اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکین،

(۳) منگنی کے لیے ایسے طریقے اختیار کیے جائین جن کے ذریعہ سے ہونیوالے زن و شو قبل از عقد ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہو سکین،

(۴) تعلقات زوجیت کے عملی قوانین کی اصلاح اور ان قوانین کو دینی و شرعی تعلیمات کی روح پر منطبق کرنیکی کوشش کرنا، مصری خواتین کو ان مظالم سے جو اُن پر بغیر حسن معاملت کے تعدد زوجات اور بغیر کسی صحیح سبب کے جلد جلد طلاق دیکر کیے جاتے ہین بچانا،

(۵) ایسا قانون بنائے جانے کا مطالبہ کرنا جس کے ذریعہ سے قبل از سن بلوغ یعنی ۱۶ برس سے کم عمر میں لڑکیون کی شادی ممنوع قرار پائے،

(۶) مختلف وسائل سے ترقی و تحسین صحت کی کوشش کرنا،

(۷) بدعات، خرافات اور اوہام کے خلاف جو علم صحیح کی راہ مین سدراہ ہین جنگ کرنا،

(۸) محاسن و فضایل اخلاق کی ترقی و توسیع کی کوشش اور رذائل سیئات کے خلاف جنگ کرنا،

(۹) جائز اور صحیح وسائل سے ان اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے موثر طرز عمل کی تعلیم کرنا،

مجلس کی اعضا ارکان خواتین جو ان مقاصد کو عملی طور پر حاصل کرنے کے لیے رہنمایانہ جدوجہد کرینگی ان کی حسب مدارج و مراتب تفصیل یہ ہے،

عہدہ دار خواتین۔(۱) محترمہ ہدی شعراوی رئیسۂ مجلس (۲) شریفہ ریاض وکیلہ۔ (۳) عطیہ فواد خزانچی (۱) احسان احمد ناظمہ (سکرٹری)

ارکان مجلس عاملہ خواتین محترمہ وجیدہ خلوصی، فردوس کستا، ناجیہ راشد عزیزہ فوزی۔ جمیلہ عطیہ

ارکان اعزازی خواتین۔ محترمہ خدیجہ عبدالسلام، فردوس عقیقی۔ احسان ہیکل، رجینا خیاط، فاطمہ حبیب وجیدہ ثابت۔ نعیمہ ابو اصبع۔ استرفہمی ویصا، نبویہ موسی۔ نکرچینی۔ لبیبہ احمد۔ فاطمہ سامی۔ جلیلۃ الجزائری

مجلس روما مین اس جمعیۃ کی نمایندگی وہ وفد کریگا جس کے ارکان محترمہ ہدی شعراوی رئیسۂ مجلس اور محترمہ نبویہ موسیٰ اور زین النبراوی ارکان مجلس ہین،

سب سے بڑا اور اہم مقصد اس وفد کا یہ ہے کہ وہ مصری خواتین کے متعلق یورپ مین ان پھیلے ہوئے اور عام خیالات کی تردید کرے کہ مصری عورتین زاویۂ خمول مین پڑی ہین، اور وہ عملی زندگی سے بہت دور ہین، ان کے لئے اپنے گھر کی چار دیواری کے باہر کوئی جولانگاہ عمل نہین ہے اور قوم وملک کے عام شئون وحالات مین ان کا کسی طرح پر بھی اثر نہین ہے،

روما کی مجلس نسوان مین شریک ہونا، اور ان مسائل پر جنکا تعلق عورتون کی ترقی سے ہے وہان بحث مباحثہ اور تبادلۂ خیالات کرنا یقیناً اس وقت قومی اتحاد و ترقی

کی خدمت کا مناسب ترین اور بہترین ذریعہ ہے،

یہ جمعیۃ اپنے اہل وطن مرد و عورت سے ان افکار و خیالات کی صورت مین معاونت چاہتی ہے جو اس کے اغراض و مقاصد کو عمل مین لانے اور عورتون کو ان کے اس مناسب درجہ تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہون جس کے بعد وہ اپنے کنبہ و وطن کے فرائض و واجبات کو اچھی طرح ادا کر سکین،

اور یہ جمعیۃ ہر وقت آمادہ ہے کہ جو خواتین اس سے وابستگی اور اسکی شرکت قبول کرین انکو اپنے حلقہ رکنیت مین داخل کرے۔ اس سلسلہ مین ضروری خط و کتابت کے لئے پتہ یہ ہے،

حرم شہزادی پاشا ، شارع قصر نیل نمبر (۲) مصر

اِن مقاصد بالا پر ایک نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ خواتین مصر نے اپنے مطالبات کی فہرست تیار کرنے مین یورپ کی انجمن خواتین کی کورانہ تقلید نہین کی ہے، بلکہ اپنے مشرقی تمدن اور شرع اسلامی کو ملحوظ رکھا ہے، البتہ جو بنیادی غلطی اس تعمیر مین ہے وہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ اوس کو مذہب کی چٹان پر قایم کیا جائے، تمدن جدید کے ریگ پر اِس کو کھڑا کیا گیا ہے، اِن مطالبات مین کوئی شئے ایسی نہین جس کو شریعتِ غرّا کامل طور سے پورا نہ کر سکتی ہو، اگر اصلاح مذہبی کے رنگ مین اِس کو جلوہ نما کیا جاتا تو بآسانی یہ مطالب انجام پاتے، اور دیگر ممالک کی خواتین کے لیئے اِس مین شریک ہونا ممکن ہوتا، ورنہ

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست
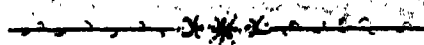
اخبارِ علمیہ

دنیا موجودہ سائنس کے عجائبات کے سننے کی عادی ہوگئی ہے، مشہور فرانسیسی سائنس دان اذورڈبیلن نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ گھر بیٹھے بہت جلد سمندرون اور دنیا کے بعید ترین خطون کو دیکھ سکے گا،

اگر یہ دعویٰ صحیح ثابت ہوا، تو یہ ایجاد عمومی اور قومی حیثیت سے بہت ہی دلچسپ واہم ثابت ہوگی، اُس وقت ہم اپنے کمرہ مین ایک لاسلکی ریسیور کان پاس اور ایک آئینہ کو سامنے رکھکر نہایت اطمینان سے سپاہیون کا ہنگامۂ رستخیز اور دیکھ سکین گے خواہ یہ معرکے قسطنطنیہ مین ہون، ہندوستان مین یا چین مین، ہمارے سامنے غیر سلکی متحرک تصویرین ہونگی، لیکن یہ وہ تصاویر نہ ہونگی جو ہفتون پہلے کرون کے ذریعہ معکوس ہوئی ہین، بلکہ زندہ اور اصلی تصاویر ہونگی جو ہم کو یہ بتا سکین گی کہ اس وقت دور دراز ممالک مین کیا ہو رہا ہے، کیا جام جم اور آئینۂ جہان نما کی حکایت درست تھی؟

ہم اب تک قوت ذائقہ ہی کو ہر قسم کی اکل و شرب کی لذتون کا موجب سمجھتے تھے، لیکن اب پتہ چلا ہے کہ اس قوت سے ہم صرف چار قسم کے مزے دریافت کر سکتے ہین۔ شیرین، ترش، تلخ اور نمکین، دوسرے نازک ذائقے صرف قوت شامہ کی مدد سے معلوم ہو سکتے ہین، جام کھاتے وقت اپنی ناک بند کرکے آپ اسکا ثبوت پا سکتے ہین۔ ان حالات مین پھلون کی مخصوص خوشبو کے ذائقہ سے آپ محروم رہینگے،

اس سے زیادہ عجیب تریہ ہے کہ قوت ذائقہ اپنے حصول مقصد کے لئے ایک بڑی حد تک قوت باصرہ کی مرہون منت ہے، مے نوشون مین بہت ہی کم لوگ ایسے ملین گے جو آنکھین بند کرکے بیر اور سٹوٹ کے ذائقون مین فرق معلوم کرسکتے ہون، خود ہم لوگون مین بعض ایسے آدمی ہین، جو بلا دیکھے کافی اور چار کے ذائقہ مین تمیز نہین کرسکتے،

جنگ کے نابینا سپاہیون مین سے اکثر اس بات کے شاکی ہین کہ اب وہ ذائقۂ تمباکو سے محروم ہین، اور اس لذت کے حصول کے لیے بہت سخت قسم کا تمباکو استعمال کرتے ہین جو اس کمی کو ایک حد تک پورا کرتا ہے، ایک امریکن سائنس دان، اس دعویٰ کے ثبوت کے لیئے یہ آسان صورت پیش کرتا ہو کہ جب آپ سگرٹ یا تمباکو پینے لگین تو آنکھین بند کرلین، اور اس سے آپ کو وہ فرق معلوم ہوجائیگا، جو آپ کو دود پیچان کو دیکھکر ہوتا ہے،

ان تمام باتون سے پتہ چلتا ہو کہ قوت شامہ اور باصرہ ہماری قوت ذائقہ کے لئے کسقدر ضروری ہین،
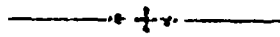
حال ہی مین دنیا کی قدیم ترین عورت کا پتہ چلا ہو، یعنی اوسکا کاسۂ سر اور کچھ ہڈیان عجیب طریقہ سے فرانس مین ملی ہین،

ماہرین اثریات کا خیال ہو کہ وہ ..... ۲۰ سال قبل فرانس کے شہر بورڈو سے چند میل کے فاصلہ پر رہتی تھی اسکے قیام کے قریب ہی ایک چھوٹا سا نالہ ہے جو اوسکی آبی ضروریات کو پورا کرتا تھا، ایک دن وہ اس مین کودی یا گرگئی، اور ماہرین جو وہان پر ایک ایسی قوم کے آثار تلاش کررہے تھے جو ....۵ سال پہلے وہان آباد تھی، غیر متوقع طریقہ پر اس قدیم ترین عورت کی ہڈیون کے پانے مین کامیاب ہوسے،

اب تک موٹرون کے مالکون کے پاس یہ معلوم کرنیکا کوئی طریقہ نہ تھا کہ ڈرائیور نے کتنا وقت بیکار ضایع کیا، یا کتنی دیر تک خود متمتع ہوتا رہا، لیکن اب ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جس سے مالک صحیح حالات دریافت کر سکتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایک منٹ کی موٹر کی حرکت کو ظاہر کرتا ہے، عام موٹر میٹر کی خصوصیات کے علاوہ یہ آلہ ہر سفر کی ابتدا، و انتہا، مسافت، موٹر کی رفتار، اثنائے راہ مین قیام، اور عرصۂ قیام کے متعلق معلومات مہیا کرتا ہے، اسی طرح اگر موٹر بلا کسی مسافر کے چلی ہے تو اوسکا بھی مکمل حال اس سے معلوم ہوتا ہے، غرض یہ موٹر کے لئے کرانا کاتبین ایجاد ہوا ہی،

بورن دل کا مشہور کارخانہ کڈبری برادرس ان دنون ایک میل میٹر (ٹکٹ کا آلہ) اپنے دفتر مین استعمال کر رہا ہی جو عنقریب تمام صوبون مین رائج کیا جائیگا۔ یہ آلہ ایک منٹ کے اندر ۱۰۰ خطوط پیکٹ یا کارڈون پر ٹکٹ اور مہر لگاتا ہی، بورن دل اور دوسرے علاقون مین اوس کا استعمال اُمید ہے کہ ٹکٹون کی قیمت کی کمی کا سبب ہوگا کیونکہ اس سے ڈاکخانہ والے بڑی محنت سے جو اون کو خطوط کو سیدھا کرنے اور ٹکٹون پر مہر لگانے مین کرنی پڑتی ہی بچ رہینگے،
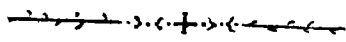
یہ بات عام طور سے معلوم نہین ہے کہ اگر لیمون کو نچوڑنے سے پہلے گرم کر لیا جائے تو اس سے دوگنا عرق نکلے گا، جو لیمون فوری ضرورت کے لیئے نہ ہون، اُن کو ٹھنڈے پانی مین سرد مقام پر رکھنا چاہیئے تاکہ وہ اپنی تازگی قائم رکھ سکین،

حلق کی بعض بیماریون مین، ایک چمچہ شہد اور ایک چمچہ عرق لیمون کو ملا کر استعمال کرنا بہت مفید ہے، ایک انڈے مین تھوڑی سی شکر اور ایک چمچہ عرق ملا کر کھانا، مقررین کے حلق کے لیے بہت سودمند ہے،

بعض اشخاص کا تجربہ ہو کہ شدت درد سر کے وقت تیز چاے مین اس عرق کو ملا کر پینے سے فوری سکون حاصل ہوتا ہے، اگر گرم کیا ہوا دودھ استعمال کرنا ہو اور وہ ذائقہ کام ودہن کے لائق نہ ہو تو جوش دیتے وقت اس مین اوسکی ایک قاش ڈال دی جائے، لیکن پینے سے پہلے اسے نکال دینا چاہئے۔

خانگی ضروریات کے لیے بھی یہ بہت مفید ہے، میز پوش پر سے سیاہی کے داغ اس کے ذریعہ آسانی سے دور ہو سکتے ہین، پہلے ان دھبون پر نمک چھڑک دیجئے اور پھر اس کے عرق سے رگڑ کر صاف کر لیجئے؛ رومال، بنیائن یا دوسرے سفید کپڑون مین دھونے کے لیے گرم کرتے وقت اگر اوسکی چند قاشین ڈالدی جائین تو کپڑے بہت صاف ہونگے،

منھ دھونے مین بھی یہ کار آمد ہی، نصف لیمون، جسکا عرق تقریباً نچوڑا جا چکا ہو، چہرے پر اسپنج کی طرح رگڑنے سے اون کو صاف، و نرم کرتا اور جھریون کو مٹاتا ہے،
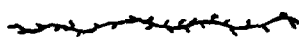
تقریباً ۸۰ سالون سے ایک پہیہ کی سائیکل کی طرف اہل ایجاد کا خیال رجوع تھا۔ ہم کو یاد آتا ہی کہ ہم نے عرصہ ہوا اس قسم کی ایک سائیکل کا حال سنا تھا، لیکن اس وقت ہم اس کے فوائد پر توجہ ڈال سکے کیونکہ اوسی زمانہ مین بائسکل اپنی موجودہ شکل اختیار کر رہی تھی، گذشتہ چند سالون سے یہ خیال از سر نو پیدا ہو گیا تھا اور اب اس مین ایک بڑی حد تک کامیابی نظر آتی ہے، اس موجودہ سائیکل کا موجد ایک امریکن پروفیسر ای، جے کرسنی ہے؛ یہ سائیکل موٹر کی خصوصیات رکھتی اور ۲۵۰ میل فی گھنٹہ چلتی ہے

انگور کے شکری اجزا، پر موسم کا بہت اثر ہوتا ہے اگرم دن اور سرد راتین سب سے زیادہ شکر پیدا کرتی ہین،

ڈاکٹر میکائل ڈیوڈ کا بیان ہو کہ جرمنی کے اعداد شمار ظاہر کرتے ہین کہ نوزائیدہ بچون کی جماعت نہایت سرعت سے گھٹ رہی ہی، جنگ کے آخری تین سالون مین یہ کمی اور بڑھ گئی اور اسکا اثر سب سے زیادہ لڑکون پر پڑا ہے.

ایک ڈاکٹر ڈیلی میل مین عورتون کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ دستانون، اور رنگین زیرین پوشاک استعمال نہ کرین کیونکہ اون سے مختلف جلدی امراض پیدا ہوتے ہین،

السکا مین ۱۸۹۱ء مین صرف ۱۰ بارہ سنگھے تھے ۱۹۰۲ء مین ۱۲۸۰ ہوے اور اب اونکی تعداد ۳۰۰۰۰ سے ۲۵۰۰۰ تک بتائی جاتی ہے، ان کے علاوہ ۱۰۰۰۰۰ جانور گوشت و چمڑے کے لیے ذبح کیے گئے ہین،

جرمنی مین ایک ۱۲ سالہ فوق الفطرۃ ذہانت کی ایک لڑکی ہی اس نے اپنے دماغ پر کامل قبضہ کی مشق پیدا کرلی ہی، وہ بیک وقت ایک جرمن گانا گاتی، داہنے ہاتھ سے ایک انگریزی جملہ اور بایین سے فرانسیسی لکھتی ہی،
ایک ہی وقت مین وہ ایک زبان کا ایک جملہ الٹا اور دوسری زبان کا سیدھا لکھتی ہے وہ ایک ہاتھ سے گنتی اور دوسرے ہاتھ سے اولٹا املا لکھتی ہے،

ٹیورزا (ہنگری) مین دنیا کی سب سے بڑی المونیم کی کان دریافت ہوئی ہے.

[illegible] میں ہر عمر کے ہر قسم کے نمونے لباس جمع کئے گئے ہین

جنوبی ناروے، مین ایک مقبرہ کا پتہ چلا ہے جس کے متعلق ماہرین اثریات کا خیال ہو کہ ملکہ دننگ کا ہو، اس مقبرہ مین وہ تمام چیزین ہین، جن کو کہ اس زمانہ کا اعتقاد، آئندہ زندگی کے لیے ضروری سمجھتا تھا، مثلاً باورچی خانہ، پلنگ، بستر ے، چرخے وغیرہ،

بلجیم کے افریقی علاقہ کانگو مین، پرسونائٹ نامی ایک دھات کا پتہ ہے، جس سے ریڈیم حاصل کیا جا سکتا ہے،

حال مین ایک ایسا تصویر کشی کا آلہ (کمرہ) ایجاد ہوا ہے، جو ذرات کی تصویر کھینچ سکیگا،

بہتر وتیز روشنی سے کوئلون کی کانون مین زیادہ کام ہو سکتا ہو، حال کی تحقیقات نے یہ بات ثابت کی ہے کہ بڑے لیمپون کا استعمال تقریباً ۱۰ فی صدی کوئلون کا اضافہ کرتا اور کانون کو زیادہ صاف بناتا ہے،

امریکہ مین ایک موٹر نما نئے قسم کا ٹنک بنایا گیا ہے، جو زمین پر اور پانی مین یکسان ایک رفتار سے چلتا ہے، اس کے ذریعہ توپین، ذخائر جنگ، اور دوسری جنگی اشیا، نہایت آسانی سے منتقل کیجا سکتی ہین

جیرم فن (سویڈن) مین ایک کپڑا ملا ہے، جس کے متعلق خیال ہے کہ یورپ کی قدیم ترین پوشاک

انگلستان کے آخری عدالتی اعداد ظاہر کرتے ہین کہ وہان مے نوشی اور قمار بازی کی وارداتون مین کمی ہوئی ہے، ذیل کے اعداد اس کی تصدیق کرینگے۔

	سنہ ۱۹۲۱ء	سنہ ۱۹۲۰ء	سنہ ۱۹۱۳ء
شراب نوشی	۸۱۳۸۳	۹۸۶۰۷	۲۰۴۰۳۸
قمار بازی	۱۴۴۷۴	۲۴۳۲۳	۲۹۳۸۴

سنہ ۱۹۲۱ء مین ۲۷۸۲۴۴ آدمی پیش ہوئے۔ ان مین سے ۵۲۵۷۱۴ پر جرمانہ ہوا ۲۶۰۱۷۰۱ کو کوڑون کی سزا دیگئی۔

بورڈو کے ڈاکٹر ایم بولرڈ نے مقامی طبی مجلس کو اطلاع دی ہے کہ اس کے شہر مین توام لڑکے پیدا ہوئے ہین، جن مین سے ایک کے سب دانت نکلے ہین۔ اور دوسرے کو ۱۲ دنون کے بعد نکلنے شروع ہوئے، اس قسم کا واقعہ بہت کم ہوتا ہے چنانچہ طب کی کتابون مین اس قسم کے صرف ۰۰ واقعات درج ہین، اس کے متعلق خیال تھا کہ ایسا لڑکا جسمانی یا دماغی حیثیت سے بہتر ہوتا ہے، رچرڈ سوم، لوئس چاردہم مشہور فلسفی بیکاٹ اور ممتاز شاعر بالزبھی دانت کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔

اٹالیہ کا مشہور مغنی کروسو اپنی حیرت انگیز دولت کے لئے مشہور ہے، ۲ اگست سنہ ۱۹۲۱ء کو نیپلس مین مرا۔ اس نے گرامافون کے ریکارڈس کے گانون کے سلسلہ مین جو معاوضے

پائے مرتب ہوئے، کل تعداد ۰۰۰ ۸۸۸ پونڈ ہے،

انگلستان کا محکمۂ جنگ اعلان کرتا ہو کہ گذشتہ جنگ سے اس وقت تک تقریباً

۲۶۰۰۰۰ ۱۹۱۴ء کے ستارے،

۱۴۵۰۰۰۰ ۱۹۱۴ء کے ستارون کی پٹیان،

۱۷۸۰۰۰۰ ۱۹۱۴-۱۵ء کے ستارے،

۴۷۰۰۰۰۰ برطانوی جنگی تمغے،

اور ۴۵۵۰۰۰۰ وکٹری مڈل، تقسیم کیے گئے ہین، ان کے علاوہ

۲۲۰۰۰۰ ۱۹۱۴-۱۵ء کے ستارے،

۶۰۰۰۰۰ برطانوی فوجی تمغے،

اور ۴۵۰۰۰۰ وکٹری مڈل،

نوآبادیات کو بھیجے گئے ۱۱۰۰۰۰ معمولی تمغے دیسی مزدورون مین منقسم ہوئے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ ذیل کے تمغے نمایان خدمات و شجاعت کے لئے عطا کیے گئے.

۴۲۰۰۰ فوجی صلیبین (میلٹری کراس) ۳۲۰۰۰ بہترین اخلاق کے تمغے، ۱۲۹۰۰۰ فوجی تمغے، ۶۹۰۰۰ نمایان خدمات کے تمغے، ۱۲۶۰۰۰ تمغے ان لوگون کو دیے گئے جن کا فوجی مراسلات مین تذکرہ تھا، اور ۱۱۵۰۰۰ چاندی کے تمغے زخمیون کو ملے

ادبیات

مردانِ خدا، قدس اسرارہم

مثنوی ہمائے ہمایون خواجوئے کرمانیؒ

مکرمی ـــــــ السّلام علیکم

مثنوی ہمائے ہمایون کے مطالعہ مین چند اشعار خاص طور پر پسند آئے دل چاہا کہ آپ کو بھی سنا دون ملفوف ہین، مناسب ہون تو معارف کے ادبیات مین چھاپ دیجئے،

۱۳رجب ۱۳۵۰ھ نیازمند حبیب الرحمٰن

خوشا سر فرازانِ کوتاہ دست ۔۔۔ بزرگانِ خُرد و بلندانِ پست

مقیمانِ سیّاح و مردانِ راہ ۔۔۔ گدایانِ عامی و خاصانِ شاہ

سلاطین نشانانِ خلوت نشین ۔۔۔ اقالیم گیرانِ عزلت نشین

کواکب شناسانِ برجِ اَمل ۔۔۔ جواہر فروشانِ دُرجِ ازل

صبوحی کشانِ شرابِ اَلَست ۔۔۔ امیرانِ مامور و ہشیار مست

ہمہ نامدارانِ گم کردہ نام ۔۔۔ ہمہ کامگارانِ نادیدہ کام

ہمہ بخت یارانِ بے بخت و رخت ۔۔۔ ہمہ تاجدارانِ بے تاج و تخت

نخوردہ مے و سرگران از شراب ۔۔۔ درون کردہ معمور و بیرون خراب

جگر تشنہ و غرقِ آب آمدہ ۔۔۔ زبان بستہ و در خطاب آمدہ

چو سوسن زبان آور، اما خموش | چو بے خویش نفس لیک پشمینہ پوش
منزہ ز حشمت - ولے محتشم | مبرا ز حرمت ولے محترم
ہمہ دور نزدیک و نزدیک دور | شدہ ایمن از نار و آئین ز نور
ہمہ شاہ خود را گدا ساختہ | ز خود رفتہ و با خدا ساختہ
خراب از شراب الست آمدہ | برون رفتہ ہشیار و مست آمدہ
گدایان و فارغ ز سلطان و شاہ | امیران و ایمن ز خیل و سپاہ
منازل شناسان راہِ عدم | ترنم نوازان بزم قدم
چو یوسف بزندان و لیکن عزیز | نہ در دست چیزے نہ محتاج نیز
سر افگندہ چون شمع در زندگی | سرافراختہ در سر افگندگی
زدہ ناوک و تیر در شست نہ | فگندہ سر و تیغ در دست نہ
بہ شام آمدہ چاشت از نیم روز | بہ چین رفتہ از شام در نیم روز
خدایا چو ہستم برین در غلام | در دوم بریشان رسان و السلام

صدائے حسرت

نوشتہ اپریل ۱۹۱۱ء

ترے درد سے جس کو نسبت نہیں ہے | وہ راحت مصیبت ہے راحت نہیں ہے
جنون محبت کا دیوانہ ہوں میں | مرے سر میں سودائے حکمت نہیں ہے
ترے غم کی دنیا میں اے جانِ عالم | کوئی روح محروم راحت نہیں ہے
مجھے گرم نظارہ دیکھا تو ہنس کر | وہ بولے کہ اسکی اجازت نہیں ہے
جھکی ہے ترے بار احسان سے گردن | نہیں سر اٹھانے کی فرصت نہیں ہے

یہ سب ہے اُن کے اک روئے رنگین کا پرتو
بہار طلسم لطافت نہین ہے

تہ سے سر فرد شون مین ہے کون ایسا
جسے دل سے شوق شہادت نہین ہے

تغافل کا شکوہ کرون اُن سے کیونکر
وہ کہدینگے "تو بہر وَاللّٰہ نہین ہے"

وہ کہتے ہین شوخی سے ہم دلربا ہین
ہمین دلنوازی کی عادت نہین ہے

شہیدان غم این سبکدوش کیا کیا
کہ اُس دل پہ بار ندامت نہین ہے

نمونہ ہے تکمیل حسن سخن کا
گہرباری طبع حسرت نہین ہے

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی

ہمین کیا ہوا جو بدل گئی بڑی حیرتون کا مقام ہے
کہ وہی فلک ہے وہی زمین ہے وہی صبح ہے وہی شام ہے

مین نثار اپنے خیال پر، کہ بغیر مے کے ہین مستیان
نہ خم ہے پیش نظر کوئی، نہ سبو ہے پاس نہ جام ہے

بڑی مشکلون سے ہوا ہے حل یہ کتاب عمر کا مسئلہ
انہین وصل غیر حلال ہے، ہمین خواب کی نیند حرام ہے

کسی خود پسند کے ہاتھ مین پڑے کوئی یہ دعا کرو
شب عمر اپنی بسر ہوئی، وہان صبح کی ابھی شام ہے

وہ کرے ذلیل کرے خجل، ہون بلا سے اس سے خرابیان
کہو شوق کو نہ کلام ہو، دل عاشق اوسکا مقام ہے

کوئی مرگیا تو یہ کہتے ہین کہ فلان نے نقل مکان کیا
یہی قول مان لین ہم اگر تو وجود صرف دوام ہے

اسی پیچ مین ہے دل حزین کہ قیامت آنیکو آئی ہے
ہو ئی اُن سے طالب دید ہم دکھینگے جو صبح عام ہے

کہین بے دہن ہے ترا لقب کہین کم سخن کا خطاب ہے
غرض التفات یہ کھل گئی کہ سکوت ہی مین کلام ہے

مین غلام اے ساقی سرلقا یہی میکشی کا ہے مسئلہ
وہی حکم دے تو حلال ہے، وہی روک دے تو حرام ہے

سنون مین نصیحت بر محل کرون شاد ترک شراب کی
نہ خدا ہے واعظ ہرزہ گو نہ رسول ہے نہ امام ہے

ملہ (کہنا ہے لطائف کی شکایت کرتا ہے)

اوراقِ پارینہ

جامع الاخلاق

پر

نظرِ ثانی

نوشتہ، مولوی سید مقبول احمد صاحب، ایم، اے، ایس: الیف، آر، ایس اے

یہ ہیچ میرز عرصہ سے خاموش اور عزلت گزین تھا لیکن ماہ رجب کے رسالہ مین عنوان بالا (جس کو رعایت زمن سے **پارینہ اوراق** لکھنا بہتر ہوگا) سے **جامع الاخلاق** کا تذکرہ (یا زیادہ وسیع المعنی لفظ مین رپورٹ) دیکھ کر سطور ذیل تحریر کرنے پر مجبور ہوا،

مولوی قاضی عبد الودود صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ اون کا نسخہ جامع الاخلاق کا پہلا اڈیشن ہے جو اردو ٹائپ مین مطبع احمدی کلکتہ سے ۱۸۴۶ء مین مولوی غلام حیدر ساکن ہوگلی کے اہتمام سے شایع ہوا تھا جس کے صفحات کی تعداد ۴۰۲ ہے اور ہر صفحہ مین ۱۰ سطرین ہین،

مولانا حکیم سید منظور احمد صاحب طاب ثراہ کا کتب خانہ واقع قصبہ تمدن ضلع فرخ آباد جو بیشمار علمی و ادبی دفائن[1] و خزائن کو اپنے دامن وسعت اور آغوش عنایت مین لیے ہوئے ہے بجا فخر کر سکتا ہے

[1] دفائن وہ نام کتابین جن کے اوراق باہم دگر پیوست و چسپیدہ یا کرم خوردہ و بوسیدہ ہو چکے ہین خزائن جواب تک محفوظ اور اچھی حالت مین ہین کیا کوئی صاحب براہ کرم بتا کر مجھے شکر گذار فرمائین گے کہ (۱) پرانی قلمی کتابون کے حفظ و بقا کے واسطے کیا عمل مین لانا چاہیے (۲) چھاپہ و سیاہی یا کیڑون کی خاطر ی[illegible] کتابون کے ورق چپٹ کے ہو گئے ہین ان کو [illegible]

ہیں جن میں بھی یہی جواہر ریزہ مگر ایک دوسری قطع و تراش کا موجود ہے۔ یہ اسی جامع الاخلاق یعنی اخلاق جلالی کے ترجمہ کا دوسرا اڈیشن ہے۔ اصل کتاب لوامع الاخلاق فی مکارم الاخلاق سے موسوم تھی اسی مناسبت سے ترجمہ کا نام جامع الاخلاق رکھا گیا۔ دوسرے اڈیشن کے سرورق پر جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے،

هُوَالاَوَّل

نام اس کتاب سعادت انتساب کا جامع الاخلاق ہی اور یہ ترجمہ ہی لوامع الاشراق فی مکارم

الاخلاق عرف اخلاق جلالی کا اردو زبان مین ۱۲۲۰ بارہ سو بیس ہجری قدسی مین مطابق ۱۸۰۵ اٹھارہ

سو پانچ عیسوی کے مولوی امانت اللہ مرحوم نے جو فورٹ ولیم کالج کے درمیان منشی تفریق ہندی

تھے اسکو ترجمہ کیا تھا، اب ۱۸۴۵ مین حسب ارشاد فیض بنیاد صاحب والا مناقب علیا مناصب

قدردان علم و ہنر ابر جود و سخا گستر جناب معلی القاب مسٹر ٹنڈلن صاحب بہادر پرنسپل مدرسہ آگرہ

کے سید اشرف علی واسطی مہتمم مطبع العلوم متعلقہ مدرسہ دہلی نے اسکو مطبع العلوم مین باہتمام اپنے

چھپوایا

اسی سرورق کو جو جدول و گل کاری سے تمام تر معرا ہے لوح کتاب بھی سمجھ لیجئے۔ کیونکہ ورق الٹنے

پر پہلا صفحہ اور دیباچۂ مترجم شروع ہو جاتا ہے۔

یہ نسخہ لیتھو یعنی پتھر پر طبع ہوا ہے تقطیع بارہ انگشت لمبی اور سات انگشت چوڑی۔ تعداد صفحات ۲۶۱

ہے ہر صفحہ مین بیس سطرین ہین، چارون طرف اکہری جدول۔ کاغذ سفید گندہ جس کی سفیدی باوجود مرور ایام

(بقیہ حاشیہ) کرنے اور کار آمد بنانے کا کیا محفوظ طریقہ ہے (۳) آہنی حروف سے پرانے قسم کے کاغذ پر چھپی ہوئی کتابیں قطعاً بے کار اور روز بروز ردی ہوتی جاتی ہین ان کا کاغذ خودبخود گلتا اور چھونے سے الگ ہوتا جاتا ہے۔ ان کی اصلاح و نگہداشت کس طرح کیجائے۔ دور حاضر کی ضرورت ہے کہ اس موضوع پر ایک مستقل مقالہ بلکہ رسالہ لکھا جائے۔

سے ختم ترجمہ کی تاریخ ۲۰ جولائی ۱۸۴۵ء روز دوشنبہ ہے۔

دست گردانی مزاولت سے اب تک قائم ہے۔ قلم متوسط خط صاف نستعلیق جیسا آج کل علیگڈہ یونیورسٹی
پریس کی مطبوعات کا ہوتا ہے۔ اغلاط مین بھی کمی نہین۔ کاتبون کا طریق عمل خوردہ بین کی گرفت سے یون ہی کم
محفوظ رہتا ہے لیکن توقعات کو میدان تخیل پو یہان فراخ تر ملے گا۔ اٹھارہ سو پانچ (۱۸۰۵) کو ہر جگہ "۱۵۰۸" (بجائے
صفر) لکھا ہے۔ یہ غلطی یا تو اس زمانہ مین علم حساب سے عام بے شعوری و کمی واقفیت کی بنا پر ہوئی ہے یا اس فرد فرید
(خوشنویس) کی علم ہندسہ سے ناآگاہی و عدم مہارت سے، طابع نے صحت کا اسی قدر التزام فرمایا ہے کہ جو
سطرین کہین کہین چھوٹ گئی تھین ان کو حاشیہ پر طول مین لکھا دیا ہے، اکثر فقرون کے ختم پر نقاط سے چلیپا بنایا ہے
اس خطاط کے قلم نے علیہ السلام کا املائے مخفف "عم" اختیار کیا تھا یہ بھی یاد رکھنے کی چیز ہے۔ فی زماننا صرف
"ع" یا "عم" لکھتے ہین،

فرہنگ اصلاحات جس کے آخر کتاب مین الحاق کا ارادہ بلکہ وعدہ مترجم نے فرمایا تھا طبع ثانی مین
بھی مفقود ہے۔ غالباً کسی وجہ اتفاقی سے وہ باکمال اس کا تکملہ نہ کر سکا ورنہ قرین قیاس نہین ہے کہ طبع کرانیوالے
مطلوبہ اضافہ کو اعتبار و اعتنا کی نگاہ سے نہ دیکھتے اور ترقی پذیر زبان کے شیدائی ایسے گنجینہ معلومات سے
اردو کو محروم رکھنا گوارا فرماتے۔

مترجم نے کتاب کے ترجمے اور مصنف کے احوال کا بیان" تو ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے مگر اس مین
مصنف (یعنی مترجم) نے اپنے نسبت اس سے زیادہ ایک حرف نہین لکھا کہ "یہ دولت خواہ سرکار فیض آثار
کمپنی بہادر دام اقبالہ کا شیخ امانت اللہ مترجم تفریق ہندی مدرسے کا ہے"۔ واقعہ یہ ہے اور اس کی تصدیق گذشتہ
صدی کے شروع کی تصانیف و تراجم سے ہوتی ہے کہ انگریزی عملداری کے ابتدائی دور مین رسمی (سرکاری)
طور پر اردو اور ہندی بھاشا مین کوئی فرق یا امتیاز نہین مانا گیا تھا، ملک کی عام زبان کا نام ہندوستانی
بھی اس وقت تک وضع و تجویز نہین ہوا تھا۔ مروجہ زبان عموماً ہندی کہلاتی تھی جو بعد کو دفتری اور عدالتی
زبان قرار دیے جانے پر اصل نام یعنی اردو سے شہرت پا گئی۔ تفریق کو بجائے سیکشن یا ڈیپارٹمنٹ کے

[illegible] صاحب مدرس تفرقی ہندی مدرسہ عالیہ دام اقبالہٗ ”خدایگانی کپتان جیمس مونٹ تھے اور
یہ صاحب فورٹ ولیم کالج کلکتہ مین اس صیغہ کے افسر اعلی یا کوئی بڑے استاد تھے اور شیخ صاحب ان کے تحت
جو بروایت خود زبان ریختہ مین ترجمہ کرتے تھے۔ اس وقت تک اس تعلیم گاہ کا شعبۂ السنۂ شرقیہ صرف مدرسہ یا مدرسہ
عالیہ لکھا جاتا تھا، فورٹ ولیم کالج کے پرشوکت نام سے شرف اندوز نہین ہوا تھا۔ شیخ صاحب غایت تواضع و
انکسار سے اپنے کو ”بندہ“ یا ”بندے“ لکھتے ہین۔ لیکن سادہ دل کاتب نے ہائے ہوز اور یائے معروف و مجہول کی تمیز
ملحوظ نہ رکھنے سے بیچارے کو ہر جگہ ”بندی“ لکھا ہے۔ سنجیدہ سے سنجیدہ پڑھنے والا جب روانی اور تیزی سے مطالعہ کرتا
ہوا ان مقامات پر گذرتا ہے تو کاتب کی ستم ظریفی اور شوخ مزاجی پر بے اختیار متبسم ہو جاتا ہے۔ انھون نے اپنے مولد و
موطن یا آبا و اجداد کا ذکر نہین کیا نہ اپنی سرگذشت لکھی ہے۔ ترجمہ کی زبان بتاتی ہے کہ بالائے ہند کے باشندے تھے،
نعت شریف کے انداز نگارش سے پایا جاتا ہے کہ مذہب شیعہ امامیہ رکھتے تھے لیکن کمال خوبی و قابلیت یہ ہے کہ
ترجمہ مین معتقدات کا اظہار کسی پیرایہ سے نہین ہونے پایا، اکابر دین و سلف کرام کے نام نامی اور ذکر گرامی
ادبی شان ادب اور پرداز عظمت سے لکھے ہین۔ جیسے محقق علامہ کے قلم سے نکلے تھے۔ اس ترجمہ سے پہلے
ہدایت الاسلام کی پہلی جلد سے فارغ ہو چکے تھے خدا معلوم دوسری جلد لکھنے کی نوبت بھی پہنچی یا نہین۔ مثنوی کے
خاتمہ مین اپنا تخلص شیدا درج کیا ہے،

محقق دوانی کے دیباچہ اور ”دعائے دولت حضرت خاقانی“ اور ”ذکر القاب ہمایون بادشاہزادۂ
اسلام“ وغیرہ کا ترجمہ فضول یا خلاف رضائے خدایگانی سمجھکر چھوڑ دیا گیا ہے لیکن آگے چل کر جہان جہان
(تقریبا چھ سات مقام پر) مصنف نے اپنے بادشاہ اور اسکی معدلت پیرائی و نصفت پروری کی تحسین و
آفرین کی ہے مترجم نے بے کم و کاست تمام اس کا ترجمہ کر ڈالا ہے، یعنی عدم توجہ و التفات سے اوسکو
خیر باد نہیں کہا وہ اوراق جو دعا و القاب کے قلم انداز کرنے سے سادہ رہ جاتے تھے مترجم نے صاحب
دام اقبالہٗ ”مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر، دام ظلہٗ ابداً ابداً“ اور صاحب جیمس تفرقی ہندی صاحب

علیہ وسلم متبرک کی وجہ سے الفاظ نظر آتے ہین آیات قرآنی یا احادیث و اقوال و امثال عرب کو بھی نقل نہین فرمایا ہو صرف اون کے ترجمہ پر اکتفا و قناعت کی ہو، البتہ ادعیا ثورہ اس کلیہ سے مستثنیٰ رہے۔ فارسی والا نامہ جو چار صفحے لیا تو ترجمے سے معاف رہا۔

شیخ صاحب نظم و نثر ریختہ دونون پر قدرت بلیغ رکھتے تھے۔ انکی شاعری محض سادہ، علمی، اخلاقی اور پند آموز تھی اس لیے ان مین وہ شوخی اور مقبولیت نہین پائی جاتی ہو جو اُن کے معاصر شعرا کے حصے اور لوکی داستانہاے عشق افزا کے صلے مین آئی تھی، اُن کے کلام پر نگاہ ڈالتے وقت یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ ایک سرکاری کالج کے ذمہ دار استاد اور مترجم تھے پیشہ ور نغز گو نکتہ سنج، سخن طراز نہین۔ اسی کتاب مین مشہور اشعار فارسی یا مقولون کے ترجمے مین انھون نے بلا کد و کاوش اظہار کمال کیا اور جہان گنجائش پائی ہو رنگین نگاری و نشانی سے بھی کام لیا ہو چند مثالین ملاحظہ ہون،

ترجمہ	اصل
(۱) غلام اپنے غلامون کا تو نہ ہو زنہار	بندۂ بندہ خود تا نشوی خیر بکش
جہان تیرا غلام اور تو ہو شاہ جہان	زانکہ دنیاست ترا بندہ و تو سلطانی
(۲) ع تا بہ دم جگ مین ہو تو جان جانا چشم ہے	اَلنَّارُ وَلَا عَارُ
(۳) ہم پر آسان ہو کہ کرین نہ بڑائی کا جو فخر	یھون علینا فی المعالی نفوسنا
جو کہ چاہے دلہنون کو اس پر بھاری کب مہر	ومن خطب الحسناء لم یغلھا المھر
(۴) ای ہوئی عشق کہن سے ملی تو ہر دم نو ہے	بلاے عشق کہن سال کہ ہر روز نوی
تیرے فرمان کے تلے ہو ہر اک پیر و جوان	زیر فرمان تو ہر با ضعیف است قوی
(۵) مغرور مت ہو کہ حال و جمال سے ہان	بمال و جمال خویشتن غرہ مشو
کہ شب مین ایک ہلکی ہوا سے کیا تھا مین	کان را بشبی برند و این را بہ تبی

(۶) میں چھپا ہوں اپنا میری یہ کنیت

انا ابن نفسی وکنیتی ادبی

ادب میں عجم کا ہوں یا ہیں عرب کا

من عجم کنت او من العرب

جواں ہے وہی جو کہے ہاں کہ میں ہوں

ان الفتی من یقول ها انا ذا

نہ وہ ہے جو بولے کہ تھا باپ میرا

لیس الفتی من یقول کان ابی

(۷) سکنجبین نے قضارا بڑھایا صفرا کو

از قضا سرکنگبین صفرا فزود

عجب کہ روغن بادام سے ہو خشک دماغ

روغن بادام خشکی می نمود

(۸) مرتا ہی کب وہ جو کہ ہوا زندہ عشق سے

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق

ثابت ہے جاودانی ہماری کتاب میں

ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما

(۹) خوب وہ دن ہے کہ اس منزل ویران سے چلوں

خرم آن روز کزین منزل ویران بروم

ساتھ جاناں کے چلوں، راحت جانی پاؤں

راحت جان طلبم وز پی جانان بروم

ذرہ سا رقص کناں راہ طلب گاری میں

بهوای رخ او ذره صفت رقص کنان

پہنچوں طلب کو گر اس چشمۂ خور تک پہنچوں

تالب چشمهٔ خورشید درخشان بروم

(۱۰) سچ اس سے بہتر اور کیا ارشاد ہے

ازین خوشتر چه باشد حسن ارشاد

(۱۱) کون ایسی جا ہے، وہاں نہیں اسکے جمال سے

جائے نتوان یافت کلا عکس جمالش

پرتو چمک جھلک، جو کہو کائنات میں

بالا شجرے دل بجرے لب شکری نیست

(۱۲) عشق کے خم سے دیا اسکے ازل میں اک علم

در ازل از خم عشقش قدحے درداند

چرخ کھاتے ہیں فلک اور زمیں مست مگر

زان فلک چرخ زنان گشت و زمین مست بماند

(۱۳) تری چاہ سب کے دلوں میں بھری

قد دب حبک فی الاشیاء اجمعها

نہیں کوئی تیرے ہی غم سے بری

مافی الوجود سوی من شفه الحزن

(۱۴) ع کیا جانے ہی ہر کوئی آئینہ بنانے کو

ہر بوسنا کے نماند جام و سندان باختن

(۱۵) غبارِ تن کا مرے ہی حجاب چہرۂ جان
خدا کرے کہ مین اس چہرہ سے نقاب اٹھاؤن

حجاب چہرۂ جان می شود غبار تنم
خوشا دمے کہ ازان چہرہ پردہ بر فگنم

نہ یہ قفس ہی سزاوار مجھ خوش الحان کا
ارم کا طائر قدسی ہون، اس چمن مین جاؤن

چنین قفس نہ سزای من خوش الحان ست
روم بگلشن رضوان کہ مرغ آن چمنم

(۱۶) جو کچھ کہ ہی سو ہی عشق کہتا ہون اور کہا ہے
دکھلاوے عشق تجھکو باغ وصال جانان

عشق است ہر چہ ہست بگفتیم و گفتہ اند
عشقت بوصل دوست رساند بصد بدا ست

(۱۷) وہ یار جو تھا پردۂ اسرار مین نہان
اب کشش عشق سے آغوش مین آیا

آن یار کہ در پردۂ اسرار نہان بود
از عالم بیچون آمد و از گوش بہ آغوش

(۱۸) جو اس میخانے مین لاوے تو خم بھر کے پیو
اگر جام ایک ہی لا دی سوا اس کے نہین پاوے

درین میخانہ گر آری خمی پر سازی از نفسش
وگر پیمانہ آری، بہ تو پیمانہ پیما یہ

۱۹ زندہ رکھتی جان و دل کو اسکی خوبی کی بہار
رنگ سے ظاہر بین کو اور بو سے دل آگاہ کو

بہار عالم حسنش دل و جان زندہ می دارد
برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی

(۲۰) اے دوست اگر گذر ہو عدو کے جنازے پر
شادان نہ ہو کہ تجھ پہ بھی گذرے یہ ماجرا

ای دوست بر جنازۂ دشمن چو بگذری
شادی مکن کہ بر تو ہمین ماجرا رود

مجھے اعتراف ہی کہ مین نے ان ابیات و قطعات کے نقل کرنے مین مطبوعہ جامع الاخلاق کے املا کی پیروی نہین کی اور رفع الالتباس کے لئے ک، گ، ے، ی، ن، ن، س اور ص کا فرق کر دیا ہے۔ کاتب کے بے راہہ روی قلم کے بدولت بعض بعض جگہ مفہوم کی غلطی سے بال بال بچا ہون۔

زن اور سندان کا ترجمہ رندی اور رندیان فرمایا ہی اور شعر کا خصم ممکن ہی کہ یہ الفاظ اس دور مین ثقیل

معیوب نہ سمجھے جاتے ہوں اور مقبول ہندی مرحوم آج بھی پنجاب میں یہ لفظ (رنڈی) بیوی یا عورت کے معنون
مین استعمال ہوتا ہے لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ ثقاۃ کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہوا اور سراپردگیان عصمت
وعفات کی شان ایسے فصیح وشایستہ کلمات سے ہمیشہ بلند وبرتر رہی ہے،

زبان کی سلاست، بیان کی روانی، اور کلام کا زور دکھانے لئے ترجمہ سے ایک حکایت نقل کرونگا

اس مقام کے مناسب ایک نقل ہے کہ منصور بن نوح کو جو والی خراسان کا تھا وجع مفاصل عارض ہوا
اور اس زمانہ کے بڑے بڑے طبیب دوا کرنے سے عاجز ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم سے اسکی تدبیر نہیں
ہوسکتی۔ تب ارکان دولت کی رائے اس پر ٹھہری کہ محمد ذکریا رازی سے جو ماہر دان قوانین طب
کا ہے مشورت کیجئے اور کسی کو اسکے لانے کے واسطے بھیجا جس وقت دریائے شور کے کنارے پر
آیا۔ ناؤ کی سواری سے ڈرنے لگا آدمیوں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کشتی میں ڈال دیا۔ بہر
صورت دریا سے پار ہوکر حضور تک لائے۔ اگرچہ ہر طرح کی تدبیر کرنے میں کچھ قصور نہ کرتا تھا لیکن نتیجہ
مراد کا حاصل نہ ہوتا۔ فردہ سکنجبین نے قضا اثر عایا صفرا کو عجب کہ روغن بادام سے ہو خشک دماغ
بعد اس کے بادشاہ سے عرض کی کہ ہر چند میں نے معالجہ جسمانی کئے پر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب تدبیر
نفسانی باقی رہی ہے، اگر اس سے آرام ہوا تو بہتر نہیں تو کچھ بھروسا نہیں دیکھتا ہوں۔ یہ کہکر
بادشاہ کو تنہا حمام کے درمیان لے گیا اور کہدیا کہ یہاں کوئی نہ آوے، آخر جب حمام کی گرمی
نے بادشاہ کے بدن میں تاثیر کی تب ایک چھڑی لیکر سامنے آیا۔ اور دشنام مغلظ دینے لگا
اور کہا تونے حکم دیا تھا کہ میرے ہاتھ پانوں باندھ کر پانی میں ڈال دیں اور بے حرمت کرکے کہسوں
کی راہ سے لادیں۔ اب میں اس چھڑی سے انتقام اوس کا تجھ سے لونگا۔ یہ بات سنتے ہی سلطان
کی آتش غضب بھڑکی اور بے اختیار وہاں سے اچھلا۔ محمد ذکریا نے جلد باہر نکلکر ایک پرچے کاغذ
مین لکھکر بادشاہ کے کسی خواص کو دیا اور کہا کہ شاہ کو باہر لاؤ جو اس میں لکھا ہے اسی تہہ سے

عمل کرو۔ اور وہین تیز قدم گھوڑے پر سوار ہو کر خراسان سے باہر نکلا۔ آخرالامر بادشاہ اسی طریق سے تدبیر کرنے لگے کہ شفائے کلی حاصل ہوئی، سبب اس کا یہ ہے کہ مواد بلغمی کو جو موجب مرض کا تھا حرارت غضبی نے گرمی حمام کی مدد سے تحلیل کر دیا۔ پھر بادشاہ نے ہر چند اُسے بلوایا۔ پر اُس نے ملاقات نہ کی اور عذر کر بھیجا کہ بندے نے خدمت سلطانی مین جو بے ادبی کی ہے وہ مصلحت علاج کے لیے تھی۔ شاید بادشاہ کبھی اسکو یاد فرما دے اور خاطر مبارک مین گرانی آئے تو بادشاہون کے قہر سے کسی طرح جان بر ہونا متصور نہین۔

اخلاق جلالی، مین علاج افراط شہوت کے ذیل اشراق مین علم الاعداد کی ایک اصطلاح آگئی تھی

اسی واسطے اعداد متحابہ مین کہ وہ عبارت ہے ان دو عددون سے جنہین ہر ایک کے کسور مل کر دوسرے کے عین ہوتے ہین جیسے دو سو بیس اور دو سو چوراسی، حکیمون نے کہا ہے کہ اگر دو شخصون کو کسی امر مین اتفاق ہو ان دونون عددون پر کھانے کی چیزون مین سے یا ان کے غیر مین سے یا ہر ایک ان مین سے، ان دونون عددون سے کسی کے وفق عدد کو تختی مین لکھ کر اپنے پاس رکھے تو البتہ ان کے درمیان محبت اور دوستی پیدا ہو۔ چھوٹے عدد کو عاشق کے لئے اور بڑے کو معشوق کے واسطے مقرر کیا ہے،

اس مسئلہ کے سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کے لیے کہ کسور سے یہان مراد کسر صحیح ہے بارہ سطرون کا نوٹ اور اس کے ساتھ یہ تحریر ہے:۔

اخلاق جلالی، اور ترجمے مین اس کے اعداد متحابہ کا حساب نہ تھا اور اکثر طالب علم یہان گھبراتے تھے اس لیے خادم الطلبہ غلام حیدر نے اس حساب کو بیان وضاحت کے ساتھ لکھ کر لاحق کر دیا تاکہ شایقون کو نفع پہنچے اور اس گنہگار کو ثواب،

بجائے حاشیہ یا آخر صفحہ پر لکھے جانے کے یہ اضافہ مین کتاب مین داخل و شامل ہو گیا ہے۔ یہ بزرگ

غالباً وہی مولوی غلام حیدر باشندہ ہو گئے تھے جن کے اہتمام سے مطبع احمدی مین طبع اول کی نوبت پہنچی تھی اور اسی وقت اس نکتہ رسی اور عقدہ کشائی کی احتیاج ہوئی تھی۔

ترجمہ کتاب کو صفحہ ۲۵۸ پر دائرہ کے بعد ہی ختم کر دیا ہے۔ باقی صفحات ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ کی تزئین خاتمہ و مثنوی و قطعہ تاریخ اتمام (منجانب مترجم علام) سے کیگئی ہے۔ شیخ صاحب فرماتے ہین کہ "جولائی کی بیسوین دوشنبہ کے دن ۱۸۵۵ء اٹھارہ سے پانچ عیسوی مطابق ۱۲۷۱ھ بارہ سے بیس ہجری کے بہت محنت و جانفشانی اور فضل یزدانی کی مدد اور صاحبان عالی شان کے اقبال کی برکت سے اس ہیچدان نے ۔۔ ۔۔۔ ترجمے سے فراغت کی" یا للعجب! کیا آج سے سوا سو برس پیشتر بھی یہی کیفیت تھی کہ شرفا صرف انگریزی تاریخ و ماہ کو جانتے اور لکھتے تھے۔ ایک مسلمان اہل علم کو سال ہجری کے سوا دن اور مہینہ سے آگاہی نہ تھی،

خاتمہ کے ان اشعار مین روئے سخن اپنے ممدوحین و اولیائے نعم کی طرف ہے:-

ہوا ہے دور مین اب ان کے اعتبار سخن	اور ان کے عصر مین ہے رشد اقتدار سخن
نہ ہووین کیون وہ اہل سخن کے قدر شناس	ہے جنکا باب کرم دھر مین مدار سخن
دُر کلام نہ لے جاؤن کیون نہ اُن کے در	کہ جن سے پاوے جلا، دُرّ آب دار سخن
ہمیشہ اہل سخن کیون وہان نہ ہون سرسبز	ہو جس مکان مین زر و سیم سے وقار سخن
جو مست بادۂ شیرین کلام ہے، لیوے	ہے میرے ہاتھ مین یہ جام خوشگوار سخن
زبان طعن نکالے جو مدعی اس پر	ہے اسکے واسطے کافی یہ ذوالفقار سخن

مولوی سید منظور احمد صاحب مرحوم جنکی ژرف نگاہی مہمات امور اور جزئیات مین یکسان کام کرتی تھی پہلے ورق پر اپنے دستخط کرنے اور آخر کے سادہ صفحہ پر قلمبند فرماتے ہین کہ عبدہ سید منظور احمد در شہر دہلی ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء عصر خریدم اس قیمت پر ایسی اچھی اور اچھی چھپی ہوئی

کتاب کو کون گران کہہ سکتا ہو۔ کیا اجناس و غلات اور تمام لوازم حیات انسانی کے ساتھ اسباب تمدن و تعلیم اور سامان طباعت و تہذیب بھی ارزان اور سہل الحصول تھا۔

اسی مجلد مین (جس مین شکست جلد سے اجزائے متفرق و اوراق منتشر کی شان پیدا ہو گئی ہے) اصل کتاب یعنی اخلاق جلالی کا فارسی نسخہ بھی شامل تھا جس کے بلا شمار و بے ترتیب اوراق بھی موجود ہین۔ یہ بھی اسی تقطیع۔ اسی کاغذ پر، اسی مطبع کا چھپا ہوا ہے مگر لکھائی گنجان ہے صفحات پر جو شمار ڈالا گیا ہو اوس کا عدد صفحہ آخر پر ۲۰۰ لکھا ہو لیکن صورت حال یہ ہے کہ ختم کتاب یعنی دائرہ تک شمار ۱۹۲ تک پہنچکر صحیح قلمبند ہو چکا تھا۔ پچھلے چار صفحات پر بجائے ۱۹۳ لغایتہ ۱۹۶ کے سہو پسند کاتب ۱۰۵ لغایتہ ۲۰۰ لکھ گیا۔ اسی طرح ایک جگہ اور بھی مسامحہ ہوا ہے ص۲۷ پر ۵۷ لکھ ڈالا ہے، اس مین بھی ہر صفحہ مین بیس سطرین ہین اور بلا جدول کے اس طرز پر لکھا گیا ہو جیسے اگلے زمانہ مین قلمی کتابین تحریر کی جاتی تھین حاشیہ پر کج سطرون مین لغات غریبہ کو حل کر دیا ہے اور آیات و اقوال و اشعار عربیہ کے معنے لکھ دئے ہین عربی کے ترجمون کا حواشی پر حوالہ دینے مین کوئی پابندی یا ترتیب ملحوظ نہین رکھی ہے نہ کوئی تسلسل پایا جاتا ہے۔ نمبر سلسلہ جو صرف آیات پر ڈالا گیا ہے کہین تو متعدد صفحات تک علی الاتصال چلا جاتا ہے حتی کہ ۲۲۵ تک کہین نیا سلسلہ (یا) نمبر سے چھیڑ دیا جاتا ہو اور ایک لغایتہ پانچ حساب سے خارج رہتے ہین۔ اقوال و امثال کے ترجمہ پر نمبر حسب سلسلہ یا لحاظ سے ڈالے گئے ہین کم از کم و میرے فہم و ادراک سے باہر ہے لغات چونکہ معانی سے پہلے بلفظہا درج کر دئے گئے ہین اس لئے وہ حوالہ و شمار کی ترچھ اندازی سے معاف و سلامت رہے، متن کتاب سے اگر کوئی سطر کتابت مین چھوٹ گئی تھی تو اسکو حاشیہ پر طولانی جگہ دیدی گئی

افسوس ہے کہ اس کے چند اوراق (صفحہ ۴ لغایتہ ۲۴) گم ہین۔ سر ورق یا تو سرے سے تھا ہی نہین یا کسی مستغرق فی الذات پڑھنے والے کی ادائے استغنار و سعادت پر نثار یا بزرگان جاوید دولت یعنی کتبخانہ کے نگران اعزہ کی شان بے نیازی و سوء التفات پر تصدق ہو گیا۔

خاتمہ مین فارسی مین تحریر ہے کہ فقیر نثار علی کے اہتمام سے ۲۰، ماہ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۳ر جنوری ۱۸۵۰ء کو مطبع العلوم مدرسہ دہلی مین چھاپی گئی۔ ان بزرگ کے روبرو چار پانچ صحیح نسخے موجود تھے مگر ایک دوسرے سے متفاوت و مختلف۔ ناچار خود تصحیح کی اور جہان ضرورت پیش آئی باخبر حضرات یا بقول اون کے "اہل بلاغت" سے مشورہ و تحقیق کر کے درست کر لیا۔ چنانچہ حاشیہ پر ایک موقع پر حوالہ دیے ہین کہ افصح الفصحا مولوی امام بخش صاحب صہبائی سے یہ تقریر خاکسار نثار علی نے سنی تھی" بظاہر یہ نسخہ فارسی بہتر اور جامع الاخلاق اردو کے نسخے سے زیادہ مکمل اور صحیح ہے،

اس کتاب کی تاریخ طبع بھی بتا چکا ہون لیکن یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مولوی سید منظور احمد صاحب نے اس نسخہ کو دہلی مین بماہ دسمبر ۱۸۴۹ء مطابق ربیع الاول ۱۲۶۶ھ دو روپیہ قیمت پر خریدا تھا۔ میرے بھائیون کو حیرت ہے کہ جب ۱۳ر جنوری کو ختم طبع کی نوبت پہنچی تھی تو دسمبر ما قبل مین حضرت مرحوم کی خریداری کیا معنی رکھتی ہے۔ میرا قیاس یہ ہے کہ یا تو اجزا جیسے ہی مطبع سے نکلتے گئے حضرت علیہ الرحمۃ اون کو لیتے اور بہ ترتیب رکھتے گئے ہین یا کسی دستور و معاہدہ کے بنا پر پیشگی قیمت مطبع کو ادا کر دی تھی جسکی یہ یادداشت ہے۔

تمہیدات و ستایش و نیایش چھوڑ کر ترجمہ کے صفحات ۱۵۱ اور اصل کے ۱۸۹ ہوتے ہین، دونون کی ضخامت کا مقابلہ کرنے سے واضح ہوگا کہ باوصف ایجاز و اختصار ترجمہ کا حجم اصل سے بہت بڑھ گیا ہے اور بایں ہمہ اردو کتاب کی قیمت فارسی سے نصف رکھی گئی ہے۔ اس گران ارزی و محبوبیت کی وجہ کچھ تو عوام الناس اور جماعت شرفا کا ذوق فارسی و شغف تعلم تھا مگر زیادہ تر طبقہ فرمانروا اور اہل حل و عقد کا رجحان اور ایسی کتابون کو داخل درس و نصاب امتحان کرنا۔

یہ ۱۲×۷ انگشت کی متوسط تقطیع خوشنما اور یسیر الحفظ معلوم ہوتی ہے اسی پیمانہ پر چند کتابون کا چھاپا جانا شاہد ہے کہ پون صدی پیشتر بھی سرکاری کالجون اور تعلیم گاہون کی درسی کتابون کے لئے ایک متناسب تقطیع قرار دیدی گئی تھی۔

سمدن کے اس عجائب زار علم و ادب مین اخلاق جلالی کے متعدد نسخے موجود ہین، قلمی بھی پرانے مطبوعہ بھی اور جدید الطبع بھی۔ لیکن میرے تفحص و موازنہ مین سب سے صحیح اور قابل قدر نسخہ، آہنی چھاپا خانہ دار الامارۃ کلکتہ کا مطبوعہ ۱۱ شوال ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۸۱۰ء کا ہے۔ مطبع یا مہتمم کا نام مندرج نہین۔ ختم پر ایک پھول کے اندر انگریزی حروف مین FINIS لکھا ہوا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۷۶ ہے اور ہر صفحہ مین ۱۹ سطرین ہین۔ تقطیع کلان پندرہ انگشت لمبی گیارہ انگشت چوڑی۔ اس کے بہت سے درمیانی اوراق جابجا سے غائب تھے۔ اونکو دیرپا کاغذ اور دلکش خط سے لکھا کر نسخہ کو مولوی صاحب مرحوم نے مکمل و مجلد کرالیا تھا۔ لیکن مطبوعہ اوراق اب گل گئے اور سریع الفنا ہوتے جاتے ہین یعنی برگ خزان دیدہ کی طرح انگلیون کے ادنی حرکت سے پارہ پارہ ہوجاتے اور بکھر جاتے ہین۔

مطبع العلوم کس مدرسہ کے متعلق تھا؟ مدرسہ دہلی مین کہان واقع تھا؟ اور دیگر قدیم مطابع کے بارہ مین بعد کو گزارش کرونگا اور ان کمیاب مطبوعات و نوادر قلمی کی نسبت بھی جو سمدن کے سرچشمۂ علوم و فنون مین مخزون و محفوظ ہین۔

مطبوعات جدیدہ

نیرنگ خیال، شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد کو حقائق کی طلسم بندی کا جو ملکہ تھا اوسکی بہترین مثال اونکی نیرنگ خیال ہی جس مین مولانا نے چند اخلاقی نصائح اور حکیمانہ مواعظ کو خیالی انسانون کا لباس پہنا کر نمایان کیا ہے، نیرنگ خیال لفظون کا ایک عالم مثال ہی جس مین ہمارے اعمال کی جیتی جاگتی تصویرین چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہین، اگرچہ یہ طرز بیان، مغربی لٹریچر سے اخذ کیا گیا ہی مگر مولانا کی جدت طرازی کا کمال یہ ہے کہ اونھون نے اس رنگ کو ہر حیثیت سے مشرقی مذاق کے مطابق بنا لیا ہے،

نیرنگ خیال کا پہلا حصہ مصنف کی حیات ہی مین شایع ہو چکا تھا، حال مین آغا محمد طاہر نے اس کا دوسرا حصہ شایع کیا ہے، اس حصہ مین مولنا کے پانچ مضمون ہین، جنت الحمقا، خوش طبعی، نکتہ چینی، مرقع خوش بیانی، سیر عدم، آخر مین بقائے دوام کے عنوان سے آغا صاحب نے ایک مضمون اپنا بھی شامل کر دیا ہے۔ اس مین آپنے اردو کے ہر ادیب کا رتبہ اور درجہ، استعارات کی زبان مین بتایا ہے، بقائے دوام کے دربار مین، کرسی صدارت پر مولانا آزاد کو بٹھایا ہے، تو یہ اُن کا حق تھا۔ مگر کیا" استاد علیہ الرحمۃ کی بلند نظری سے اس کی امید ہو سکتی ہے، کہ

"مولانا شبلی نے کچھ ایسی چشمک سے نظر لڑائی کہ مولانا مسکرا دئے"

اس مضمون کو دیکھکر آغا صاحب کے متعلق امید ہوتی ہے کہ آپ اپنے مرحوم دادا کی نقل اتارنے مین کامیاب ہو سکتے ہین، قیمت کتاب ۱۲ ار پتہ:۔ آزاد بک ڈپو۔ اکبری منڈی لاہور،

لغات اردو جلد اول، خواجہ محمد عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی ایک مدت سے لغات اردو کی تدوین مین مصروف ہین، آپ کی محنتون کا ثمرہ ۱۹۲۰ء کے طوفان لکھنؤ مین غرقاب ہو گیا لیکن ان کی محنت برابر جاری رہی، اور اب وہ نحوی ترتیب پر پھر سے لغات اردو مرتب کر رہے ہین، جسکا پہلا حصہ حال مین شائع ہوا ہے، اس حصہ مین صرف مفرد مصادر جمع کیے گئے ہین، دوسری جلد مین مرکب مصادر کا بیان ہوگا، اردو مصادر مین ایک خاص خوبی یہ ہے کہ بعض الفاظ کے ساتھ ان کے معانی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہین، عام بول چال مین جو معنی مراد لیے جاتے ہین وہ کچھ اور ہی ہوتے ہین، اس لیے مصدر کا بیان اردو مین بہت نازک ہوتا ہے، خواجہ صاحب نے اختصار کے باوجود نہایت آسانی سے اس دشواری کو حل کر لیا ہے ابتدا مین چند صفحون مین ضروری قواعد بھی بتائے ہین، فارسی آمدنامہ کی تقلید مین آپنے تصریفات دکھانے کے لئے (آنا) کو ترجیح دی ہے، آمدنامہ پر بھی اعتراض ہے کہ سب سے پہلے شدن - بودن، است وغیرہ ان افعال کی تصریفات دکھانا چاہئے تھین، جو اکثر صیغون کی ساخت مین کام آتے ہین، اسی طرح لغات اردو مین ضروری تھا کہ "آنا" سے پہلے "جانا" اور "ہونا" کی تصریفات دکھائی جاتین، جو زبان مین کثیر الاستعمال ہین دوسرے قواعد نویسون کی طرح خواجہ صاحب نے بھی قواعد کے بیان مین عربی صرف و نحو کی تقلید کی ہے، مثلاً مفعول بہ کے علاوہ اردو مین چار قسم کے مفعول اور قرار دئے ہین، مفعول معہ، مفعول لہ، مفعول مطلق، مفعول فیہ، ان چارون کو متعلقات فعل کے نام سے موسوم کیا ہے، بہتر ہوتا کہ متعلق فعل کی اصطلاح مین صرف وہ فقرے داخل ہوتے جو حروف ربط اور کسی اسم سے مل کر بنے ہون۔ اردو مین مفعول معہ کی کوئی علٰحدہ قسم قرار دینے کی ضرورت نہین، مفعول لہ کی مثال مین مصنف نے ایک جملہ پیش کیا ہے "مین زید کے سبب آیا"۔ اس جملہ مین زید کو مفعول لہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ پورے فقرہ "زید کے سبب" کو متعلق فعل قرار دینا زیادہ بہتر ہے، مفعول لہ اردو مین انھین الفاظ کو بتانا چاہئے۔ جنکے آخر مین (ا) ہو، وہ سبب فعل ظاہر کرتے ہون جیسے مین ادا

چپ سا، یا مین قطعیاً کھڑا ہوگیا"

اس کتاب مین صرف ان مصادر کو جمع کیا گیا ہے، جو فصحائے حال کی زبانون پر مستعمل ہین، متروک اور عامیانہ مصادر کو ترک کر دیا گیا ہے، ہندوستان کے دوسرے صوبون اور عام طلبہ کے لیے یہ کتاب مفید ہے، قیمت ۱۲ر پتہ:- خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت، احاطۂ خانساماں لکھنؤ

مکتوبات فرنگ، نانا صاحب پیشوا خاندان کے آخری فرمانروائے تھے، جسے انگریزون نے ولیعہدی سے محروم کر دیا تھا، ۵۷ء کے غدر مین جب کانپور پر باغیون نے حملہ کیا تھا تو نانا صاحب ان کے ساتھ مل گیا مگر شکست کھا کر کہین مفقود الخبر ہوگیا، نانا صاحب کو انگلستان کی ایک سیاسی خاتون نے اپنی محبت مین مبتلا کر لیا تھا، ایام بغاوت مین ایک انگریز افسر کو نانا صاحب کے چند اسباب مین وہ خطوط بھی مل گئے، جو اس انگریز خاتون نے بھیجے تھے، ان خطوط کو "مکتوبات محبت" کے نام سے ایک انگریزی خاتون مسز شان ٹون نے لندن مین شایع کرایا، "مکتوبات فرنگ" انھین خطوط کا اردو ترجمہ ہے جسے ڈاکٹر عبد الغفور صاحب بسمل نے بریلی سے شائع کیا ہے قیمت لکھی نہین،

معیار، اسلام کے اسماعیلی مذہب کے پیرو جو ہندوستان مین پائے جاتے ہین اور جو زیادہ تر سندھ، ممالک متوسط، گجرات، اور بمبئی مین آباد ہین، وہ عموماً دو فرقون پر منقسم ہوئے ہین، سلیمانیہ اور داؤدیہ، ان کے درمیان بعض امور مین اختلافات ہین، ابھی حال ہین داؤدیہ فرقہ کے بعض ارباب دولت اور علمبرداران مذہب کے درمیان بھی کچھ نزاعین پیدا ہوگئی تھین، مولوی قمر الحسن صاحب بجنوری نے معیار کے نام سے فرقہ داؤدیہ کے حالات اور جدید مناقشات کی روداد لکھی ہے، اس مناقشہ کی جہان تک ہماری تحقیق ہے صرف اس قدر اصلیت ہے کہ پہلے فرقہ کے سیاہ وسپید کے مالک تمامتر داعی یا نائب امام ہوتے تھے، اب جدید روشنخیال واہل دولت اس کو رانہ پیروی کے لیے تیار نہین، رسالہ کی لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہے قیمت ۱۰ر پتہ۔ اے، آر، احمد علی اینڈ سنس، کوتوالی، بازار۔ جبلپور

دیوان حمید، مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸ر

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القران جلد دوم، اقوام قران مین سے مدین اصحاب الایکہ قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ عہ آٹھ آنہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہر

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

" دوسری ریڈر طبع دوم ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقۂ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ عہر

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبون سے انکا ثبوت ۸ر

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتون کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ۴ر

مولنا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابیہ، صحابیکرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، صفحات ۳۵۰ قیمت ۴ر

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارنامون کی تفصیل، صفحات ۵۰۴ قیمت للعہ ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا غیر مجلد عہر

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جسمین حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد عار

مذہب و عقلیات، اس مین پرزور دلائل اور مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین، ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے،

فلسفۂ [illegible] ۱۲ر

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عہ ر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس مین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے قیمت جلد اول سے ر جلد دوم عہ ر

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین، برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ و عہر

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابومسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قران کے اجزاء جو نہایت دیدہ

سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہین، عمدہ ٹائپ
مین چھپی ہے، قیمت عـ۸ر

سیر الصحابیات، ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ
اور عام صحابیاتؓ کی سوانح عمریان اور ان کے علمی
و اخلاقی کارنامے، قیمت عـہ ر

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف
اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عـہ ر
تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع
و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے
اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ۱۲ ر
دوم ۳ ر
شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ
نظمون کا مجموعہ ۱۰ ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی
کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جسمین انسانی جماعت کے
اخلاق، پبلک رہنماؤن کے خصوصیات، اور جماعتون
کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہین
صفحہ ۲۳۲، عـہ ر

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عـہ ر
تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عـہ ر

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال،
الانسان علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس عام فہم
زبان مین، ۸ ر
رموز فطرت، طبیعیات طبقات الارض ہیئت اور
جغرافیہ طبیعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت
مین ۸ ر

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ۳ ر
گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی ۸ ر
نعت پیمبر، عربی، فارسی اور اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸ ر

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اسمین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کے ساتھ
سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہین، صفحہ ۱۴۱ سے ۳ ر
الانسان، اسمین انسان کے تمام قواء نفسانی و جسمانی اور خصوصیات
طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۲، قیمت عـہ ر
تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت
اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ۳ ر
حکمت عملی یعنی اخلاق پر جدید و قدیم علما کی جامع کتاب قیمت عـہ ر

متفرق کتابین

یاد ایام، مولنا عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلما [illegible] کتاب جسمین گجرات
کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو [illegible] مشائخ
کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت [illegible]
سیاحت قسطنطنیہ، مولنا شبلی مرحوم کی [illegible]
صاحب نے مشہور پروفیسر [illegible] کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے
بدیہہ گوئی، جناب جوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی
فارسی اور اردو کے شعرا اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ
واقعات یکجا کئے ہین، قیمت عـہ ر

مجلد دوازدہم | ماہ ذیحجہ سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء | عدد یکم

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

انگورہ کی اسلامی اکاڈیمی یعنی "ہیئت تدقیقات تالیفات اسلامیہ علمیہ" کے صدر شیخ عبدالعزیز شادیش اپنے تازہ مکتوب مین رقم فرماتے ہین، کہ ہیئت مذکورہ نے اپنا کام شروع کردیا ہے، اور بالفعل ترکی زبان مین چند مذہبی تالیفات شائع ہوئی ہین، ان تالیفات کے جو عنوان اور نام انھون نے لکھے ہین اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مجلس صحیح طریق پر مسلمانون کی علمی و مذہبی خدمات انجام دیگی، سردست جو کتابین وہان تیار ہوئی ہین وہ حسب ذیل ہین،

تاریخ الاسلام، علم کلام جدید، مبادی فلسفۂ اخلاق، نقصانات مسکرات، القول السدید فی بیان دین التوحید، تاریخ فلسفۂ اسلام وغیرہ، ہندوستان سے اس مجلس کو انگریزی اور اردو کتابون کے بھیجنے کا سامان ہو رہا ہے،

خبر ہے کہ اسکاٹلینڈ کے قدیم پایہ تخت اڈنبرا کی یونیورسٹی کو ایک گمنام علم دوست فیاض نے بیس ہزار پونڈ یعنی تین لاکھ روپئے اس غرض سے عطا کئے ہین کہ یونیورسٹی انسانون کو حیوانات کا علم سکھائے، تین لاکھ کوئی بڑی رقم نہین، ہمارے بمبئی کے تاجر اس سے بھی زیادہ بڑی بڑی رقمین حیوانون کو انسان بنانے کے لیے دیتے ہین، مگر کس کو؟ قومی تعلیم گاہون اور یونیورسٹیون کو نہین، بلکہ حکومت کو تاکہ وہ اونکی طرف سے اس فریضہ کو انجام دے، غور کرو کہ اسکاٹلینڈ اور

انگلینڈ مین قومی حکومت قائم ہے، حاکم و محکوم مین مصالح سیاسی کے اختلافات نہین ہین تاہم اس باب مین ملک کے علم پرور اور تعلیم دوست ارباب فکر، اپنی قومی حکومت پر بھی اعتبار کرنا نہین چاہتے، کیونکہ وہ جانتے ہین کہ حاکم و محکوم کے درمیان مصالح سیاسی ایک ہون تو ہون، مگر مصالح تعلیمی کا ایک ہونا ضروری نہین، پھر ان ملکون کو کیا کرنا چاہئے جہان حاکم و محکوم کے ہر قسم کے مصالح ایک دوسرے سے تمامتر مختلف ہین؛

یورپ کی تباہی و بربادی کی پشینگوئی، نہ صرف اہل ایشیا از راہ دشمنی کر رہے ہین، بلکہ خود یورپین سیاست دان، از راہ دوستی و حب الوطنی کر رہے ہین، کچھ زمانہ ہوا کہ اٹلی کے ایک سابق وزیر جو زمانۂ جنگ مین اتحادی سلطنتون کے محرم راز رہ چکے ہین، اس موضوع پر ایک مدلل تصنیف، دنیا کے سامنے پیش کر چکے ہین، جس مین اقتصادی، علمی، تعلیمی، اخلاقی، ہر حیثیت سے یورپ کے زوال کو ثابت کیا ہی، یورپ کی یونیورسٹیون کی بربادی و پستی کا افسانہ اوس مین خصوصیت کے ساتھ مذکور ہی، اب ایک فرانسیسی اہل قلم نے اسی بحث پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہی، جس کی تلخیص کلکتہ کے ماڈرن ریویو نے شائع کی ہی،

مورخ موصوف ایک معزز چینی سے جو یورپ کی بنظر غائر سیاحت کر چکا تھا، سرگرم مکالمہ ہے، چینی صاحب فکر کہتا ہی "مین نے تمام یورپ کو دیکھا، اوس کی مادی ترقیون نے میری آنکھون کو خیرہ کر دیا، لیکن جب مین نے یہ خیال کیا کہ یہ تمام عمارت کسی مضبوط اور مستحکم بنیاد پر قائم نہین ہی، تو مجھے یقین ہو گیا کہ اس کی بربادی بہت قریب ہی، مین نے اوس ملک مین دولت حشمت، تجارتی رونق، بازاری، عیش و تنعم کے مناظر دیکھے، جو اوس مسیح کی پرستش کا مدعی ہی، جس کی دعوت اور پکار

یہی تھی کہ یہی چیزین آسمانی بادشاہت کی راہ کے پتھر ہین، تم شب و روز جس مقصد کی خاطر پریشان اور سرگردان ہو، مسیح کی بعثت ٹھیک اوسی مقصد کی تخریب اور شکست کے لیے ہوئی تھی، مین یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ موجودہ یورپین تمدن اور عیسائیت دونون چیزین یکجا کیونکر ہو سکتی ہین! اس کے صاف معنی یہ ہین کہ اگر ایک چیز تمھارے پاس ہے تو دوسری نہین ہے، اور یہی تمھارے خرمن وجود مین اصلی چنگاری ہے جو تم کو ایک دن جلا کر خاکستر کر دیگی، مین نے بہت کچھ سیر و سیاحت کی ہے، مسلمانون اور بدھ والون کو بھی دیکھا ہے، مگر ہر جگہ یہی دیکھا کہ اون کے تمدن، معاشرت اور اخلاق مین اون کے پیشواؤن کی تعلیمات کے آثار ہین، لیکن عیسائی ملکون کو اس اصول سے بالکل بے بہرہ پایا،

وہ مذہب جس کی تعلیم یہ ہو کہ لوگ ایک دوسرے سے محبت کرین، ایک دوسرے کی مدد کرین، اگر کوئی اس کے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے، وہ مذہب جس کی تعلیم یہ ہو کہ لوگ کل کا خیال نہ کرین اور یہ بھی نہ سوچین کہ وہان رات کو اپنا سر کہان رکھینگے، اور قناعت کو اپنا راس المال بنائین، اسی کے پیرو آج سب سے زیادہ مضطر، سب سے زیادہ خودغرض، سب سے زیادہ دولتمند، سب سے زیادہ تعلیم یافتہ، سب سے زیادہ متمدن، سب سے زیادہ محنتی، سب سے زیادہ ذہین، چالاک، آمادہ بغاوت و فساد، اور ذاتی فائدہ و تمتع کے لیے بیقرار، ذاتی عزت کے سب سے زیادہ دلدادہ، سب سے زیادہ انتقام پسند ہین،

فرنچ صاحب دماغ جواب دیتا ہے: یقیناً ہماری اصلی بیماری یہی ہے کہ ہمارا مذہب اور ہمارا تمدن ہم کو دونون دو راستون پر لے جانا چاہتے ہین، اسی لیے یورپ جھوٹی مصالحون کی تہ

بن گیا ہے، یورپ کا ہر ملک یہ چاہتا ہے کہ وہ خود تنہا اپنے ہمسایہ ملکون سے الگ ہوکر ترقی کرے بلکہ دوسرون کی ترقی کی راہ روک دے، اور جب تک یہ پالیسی رہیگی، سب کی تباہی یقینی ہے مسیح نے کہا تھا "جو خدا کا ہو وہ خدا کو دو، اور جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو،" مگر ہم چاہتے ہین کہ دونو کو ایک جگہ کردین، یورپ ایک دوسرے کو اوسی مسیح کے نام ذبح کر رہا ہے جس نے اپنے حواری سے کہا تھا کہ "اپنی تلوار تو نیام مین کرلے" اس وقت یورپ کے محرکات عمل مین سب سے بالاتر قوت سیاست ہے اور یہی قوت ہماری معاشرت اور اخلاق سب پر چھاگئی ہے، اگر ہم باقی رہنا چاہتے ہین تو ہماری سیاست کو ہماری معاشرت کے ماتحت اور معاشرت کو اخلاق کے زیر حکم ہونا چاہئے "

کیا یہ مصلحانہ آواز یورپ کے ایوانہائے وزارت تک پہنچ سکتی ہے، کیا یورپ کو اس پر عمل کی توفیق مل سکتی ہو؟ نہین اور ہرگز نہین! اہل یورپ کی طرح دنیا کے تماشاگاہ مین سینکڑون اور ہزارون قومین اپنے اپنے وقت پر آئین اور چلی گئین، مصلحین وقت اور مجددین زمانہ ان کو پکارتے رہے کہ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ وَاتَّقُوا الَّذِيْ	خدا سے ڈرو، اور میرا کہا نو، اور میری یہ پکار کسی ذاتی منفعت کے لیے نہین، میرا معاوضہ تو عالم کے پروردگار خدا کے ذمہ ہے، ہر اونچے مقام پر بیفائدہ نشانیان بناتے ہو، عمارتین کھڑی کرتے ہو، شاید تم سمجھے کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے، جب تم کسی قوم کو پکڑتے ہو تو بہت سختی کے ساتھ مثل جابرون کے پکڑتے

اَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (شعراء)	خدا سے ڈرو، اور میرا کہا مانو، اس سے ڈرو جس نے تم کو ان احسانات سے سرفراز کیا جنکو تم جانتے ہو مویشی، اولاد، باغ، اور چشمے، مین ڈرتا ہون کہ تم پر سخت دن کا عذاب نہ آئے،

عہد کے جبارون اور نمرودون نے جواب بھی وہی دیا جو آج بھی دیا جارہا ہے،

قالوا سوآء علينا اوعظت ام لم تكن من الواعظين ان هذا الا خلق الاولين وما نحن بمعذبين (شعراء)	انھون نے کہا کہ خواہ تم وعظ و نصیحت کرو یا نہ کرو ہم کو سب برابر ہے یہ اگلے لوگون کی معمولی عادت ہے، (یعنی یہ اگلے لوگون کے فرسودہ خیالات ہین) ہم پر کبھی کوئی عذاب نہین آسکتا،

نتیجہ بھی آج سے مختلف نہ ہوگا،

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً،	انھون نے جھٹلایا تو ہم نے اون کو ہلاک کردیا، اس واقعہ مین عبرت کی نشانی ہے،

جاپان کی صنعت وحرفت کے نتائج تو اہل ہند نے دیکھے ہین اور اس وسیع ملک کے ہر بازار مین دیکھے جاسکتے ہین لیکن دہلی مین ۲۲ جولائی کی شام کو اندرپرستھ گرل اسکول کے ایوان تعلیم مین سب سے پہلی دفعہ جاپان کی علمی صنعت کاری کے نتائج دیکھنے اور سننے مین آئے، جاپان کے ایک فاضل فلاسفر نے ہندوستان کی قدیم تہذیب و تمدن پر ایک خطبہ دیا، جس کے آخر مین اس نے کہا :-

" آج دنیا تباہی اور ہلاکت کے غار کے کنارے کھڑی ہے ضرورت ہے کہ دنیا کی قومین
باہمی اخوت اور برادری کا رشتہ قائم کیا جاوے، آج زخم خوردہ اور خستہ اور خاک و خون
مین لتھڑی ہوئی دنیا اس منزل مقصود کے تذکرہ سے معمور ہے، اس کو بھولنا نہ چاہیئے کہ
اس عالم ارضی مین مستقل امن کی بنیاد صرف اسی پر قائم ہو سکتی ہے کہ دنیا کی ہر قوم دوسری
قوم کی تہذیب کو صحیح سمجھے، عالمگیر جنگ کے بعد سوئٹزرلینڈ نامی کسی ملک مین نمایندگان
اقوام کے اجتماع سے یہ مقصد حاصل نہین ہو سکتا، بلکہ اس سے حاصل ہوگا کہ ہر قوم دنیا کی
خدمت کے لیے اپنی ہمدردی اور طاقت و قوت کو پیش کرے،

جاپان مشرقی ممالک مین یورپ کے تمدن کا سب سے پہلا شاگرد ہے، اس لیے مغرب
پرست ہندوستان کو اپنی تعلیم کے دوران مین ان الفاظ کو بار بار پڑھنا چاہیئے،

تصحیح

معارف کی غلطیون کا ہمیشہ افسوس رہتا ہے۔ مگر جون کے پرچہ مین ایک فاش
غلطی ہے، صفحہ ۴۰۰ کی سطر ۹ مین "شیخ سہروردی کی فتوح الغیب" کے بجائے یون عبارت
پڑھی جائے "فتوح الغیب، شیخ سہروردی کی عوارف"

" اڈیٹر "

مقالات

محبتِ الٰہی
اور
مذہبِ اسلام

منجملہ اُن اعتراضات کے جو نہایت فخر و غرور اور طعن و طنز کے ساتھ، مسیحی مبلغین اور یورپین مستشرقین اسلام پر کیا کرتے ہین، ایک یہ ہے کہ اسلام نے خدا کا جو تخیل اپنے پیرؤن کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک جبّار، قہّار، پُرغضب، صاحبِ جلال و جبروت شاہنشاہ ہے جس سے ہمیشہ بندون کو ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے اور اسی کا اثر اس کے تمام احکام مین نمایان ہے، برخلاف اس کے عیسائی مذہب اُس کو محبت، پیار، رحمت اور شفقت کے پیکر مین جلوہ گر کرتا ہے، اور اسی لیے اُس کو "باپ" کے نام سے پکارتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اوسکی نصیحتون مین نرمی۔ اور رحم و کرم کا جذبہ غالب ہے،

مستشرقین اسی اعتراض کو اس صورت مین پیش کرتے ہین، کہ چونکہ اسلام ایک جنگجو مذہب ہے، اس لیے اس کے تخیل مین خدا کی جبّاری قہّاری اور غیظ و غضب کا تصوّر سب سے زیادہ ہے، اور اسلام کی یہی کمی تھی جس کو تصوّف نے آکر پورا کیا، اور بجائے اس کے کہ فقہا کی طرح خدا کی اطاعت کا مبنیٰ خشیتہ اور خوفِ الٰہی کو قرار دیا جائے، انھون نے خدا کے عشق و محبت کو قرار دیا،

ناآشنایانِ اسلام کو، اسلام کے متعلق بحث و کاوش کرتے ہوئے یہ نکتہ ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے

کہ وہ محض تخیلی اور خیال آرا مذہب نہین ہے، بلکہ وہ اس عملی دنیا کا عملی مذہب ہے، دنیا مین کروڑون انسان
ہین، ہر انسان کے پیچھے ہزارون کام ہین، اور انسان کے ہر کام کا تعلق دوسرے انسان سے ہے
ان دونون انسانون مین کوئی باہمی تعلق ایسا ہونا چاہئے جو ایک کو دوسرے سے پیوستہ کردے، ایک
کو دوسرے کی طرف جھکا دے، اور ایک کا رشتہ دوسرے کے ساتھ جوڑ دے، اس تعلق، اس پیوستگی
اور اس رشتہ کو جو چیز پیدا کرتی اور قائم رکھتی ہے، وہ محبت اور خوف کا جذبہ ہے، اسی کی تعبیر دوسرے
الفاظ مین یہ ہے کہ وہ نفع کی طرف رغبت اور ضرر سے نفرت ہے،

غرض انسان کی تمام تحریکات کا سرِ بنیاد محبت و خوف اور رغبت نفع و نفرت ضرر ہی،
خدا اور اُس کے صفات کے متعلق انسان کے جو خیالات اور تصورات ہین وہ بھی اسی اصول کے
ماتحت ہین، وحشی اقوام کے مذہبی خیالات پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ وہ مناظر و موجودات فطرت
کی پرستش اسی اصول کے مطابق کرتے ہین، بعض چیزون سے وہ ڈرتے ہین، تو وہ ان کی پوجا
کرتے ہین، کہ ان کے ضرر سے محفوظ رہین بعض دوسری اشیاء کے لطف و کرم کے متوقع ہوتے
ہین کہ وہ ان کے منافع سے بہرہ اندوز ہو سکین،

اب عام انسانی معاملات، اور کاروبار پر غور کرو کہ انسان کی موجودہ فطرت کو پیشِ نظر
رکھتے ہوئے یہ ممکن ہے کہ دنیا کا یہ نظام، صرف محبت اور رغبت کے جذبات سے چل سکے ؟ اگر
ایک دن بھی، دنیا کے بازارون، سلطنتون کے دفاتر اور قومون اور جماعتون کی مجلسون اور سوسائٹیون
مین تنہا اس پر عمل ہو، تو نظام عالم درہم و برہم ہو جائے، اور اطاعت و فرمانبری جس پر تنظیم اور
ضابطہ داری (ڈسپلن) کا دار و مدار ہے خاتمہ ہو جائے، اسی طرح اگر صرف نفرت و عداوت اور خوف
و خشیت تمام تر عالم کے کاروبار مین دخیل ہو جائے، تو یہ دنیا جہنم کا طبقہ بنجائے اور دلون کی
شگفتگی اور انبساط جو ہماری سرگرمیون اور ولولون کا مایۂ حیات ہے دفعۃً فنا ہو جائے، اس لیے

دنیا کا نظام ان دو گونہ جذبات کے بغیر کبھی قائم نہین رہ سکتے، اور انسان اپنے ہر عمل مین ان دونون کے سہارے کا محتاج ہے،

اسلام سے پہلے جو آسمانی مذاہب قائم تھے ان مین افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی، اور صراطِ مستقیم سے وہ تمام تر ہٹ گئے تھے، یہودی مذہب کی بنا سرتاپا خوف، خشیت، اور سخت گیری پر تھی، اُس کا خدا، "فوجون کا سپہ سالار" اور باپ کا بدلہ پشتہا پشت تک بیٹون سے لینے والا تھا، یہودیت کے صحیفون مین خدا کے رحم و کرم اور محبت و شفقت کا ذکر شاذ و نادر کہین نظر آئیگا، اس کے برعکس عیسائیت تمام تر خدا کے رحم و کرم اور محبت و شفقت کے تذکرون سے معمور ہے، اس کے "اکلوتے بیٹے کا باپ" تمام انسانون کا باپ ہے، وہ اپنے "فرزندون" کے جرم و خطا سے غضب ناک نہین، بلکہ پشیمان اور متاسف ہوتا ہے،

اس افراط اور تفریط کا نتیجہ یہ ہے کہ یہودیت ایک خشک اور بے لذت مذہب بن گیا، اور عیسائیت اس قدر تر ہے کہ تر دامنی اس کے نزدیک عیب نہین، ایک گنہگار عورت کو یہودیت سنگسار کرنیکا حکم دیتی ہے، لیکن عیسائیت صرف اسی قدر کہتی ہے کہ جو گنہگار نہ ہو وہ اس عورت کو پتھر مارے اور اے عورت! جا، پھر ایسا نہ کرنا، اسلام تفصیل کرتا ہے، مجبور و مجنون و مدہوش وغیرہ مستثنیٰ ہین، بے شوہر عورت اور بن بیوی کے مرد کو کوڑے مارے جائین، شوہر والی عورت اور بیوی والا مرد سنگسار ہوگا، یہودی مذہب کسی بازپرس کے بغیر ہر حال مین مرد کو طلاق کی اجازت دیتا ہے، ملت عیسوی کسی حال مین طلاق کا فتویٰ جاری نہین کرتا۔ اسلام اس کے متعلق تفصیلی احکام رکھتا ہے، غرض یہی حال اسلام کا تمام دیگر مسائل مین ہے کہ وہ عیسائیت اور یہودیت کے درمیان ہمیشہ بیچ کی راہ اختیار کرتا ہے،

یہی حال اعتقادیات کا ہے، وہ نہ تو خدا کو محض جبار، قہار، ربُّ الافواج اور صرف

بنی اسرائیل یا بنی اسمٰعیل کا خدا مانتا ہے، اور نہ اس کو مجسم انسان، انسانون کا باپ، یا محمد صلعم کا باپ سمجھتا ہے، اور تنہا رحم وکرم اور محبت وشفقت کے صفات سے متصف کرتا ہے، وہ خدا کی نسبت یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اپنے بندون پر قاہر بھی ہے، اور رحمان وکریم بھی ہے، وہ منتقم اور شدید العقاب بھی ہے اور غفور ورحیم بھی ہے، وہ اپنے بندون کو سزا بھی دیتا ہے، اور پیار بھی کرتا ہے، بگاڑتا بھی ہے اور نوازتا بھی ہے، نفع اور نقصان دونون اوسی کے ہاتھ مین ہے، اس سے ڈرنا بھی چاہئے، اور اس سے محبت بھی کرنی چاہئے،

کسی حسین اور محبوب چیز کی نسبت اگر اس کے عاشقون اور محبت کرنیوالون سے پوچھا جائے کہ اوسکی کون سی ادا تم کو پسند آئی، اس کے کس حصہ مین تم کو حسن وجمال کا مظہر نظر آتا ہے، اس کے کس حسن وخوبی نے تم کو فریفتہ کیا ہے؛ تو یقیناً پوری جماعت کا ایک ہی جواب نہ ہوگا، کوئی کسی حصہ کا نام لے گا، کوئی کسی ادا کی تعریف کریگا، کوئی کسی خوبی کا اپنے کو شیدا بتائیگا، اسی طرح دنیا مین جو پیغمبر آئے وہ کئی قسم کے تھے، ایک وہ جن کی آنکھون کے سامنے خدا کے صرف جلال وکبریائی کا جلوہ تھا، اور اس لیے وہ صرف خدا کے خوف وخشیت کی تعلیم دیتے تھے، مثلاً حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ دوسرے وہ جو محبت الٰہی مین سرشار تھے اور وہ لوگون کو اسی خمخانۂ عشق کی طرف بلاتے تھے، مثلاً حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ،

لیکن پیغمبرون مین ایک ہستی آئی جو برزخ کبریٰ، مجمع کمال، اور جامع مستی وہشیاری تھی، یعنی محمد رسول اللہ صلعم، ایک طرف آپ کی آنکھین خوف الٰہی سے اشک آلود رہتی تھین، دوسری طرف آپ کا دل خدا کی محبت اور رحم وکرم سے مسرور رہتا، کبھی ایسا ہوتا کہ ایک ہی وقت مین یہ دونون منظر لوگون کو نظر آجاتے، چنانچہ جب راتون کو آپ شوق وولولہ کے عالم مین نماز کے لیے کھڑے ہوتے قرآن مجید کی لمبی لمبی سورتین زبان مبارک پر ہوتین، آیتین گذرتی جاتین، جب کوئی خوف وخشیت

کی آیت آتی، پناہ مانگتے، اور جب کوئی مہر و محبت اور رحم و بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دعا مانگتے [1]،

الغرض اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ خوف و خشیت اور رحم و محبت کے بیچ کی شاہراہ مین انسانون کو کھڑا کرے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ "الایمان بین الخوف والرجاء" ایمان کامل خوف اور امید کے درمیان ہی" کہ تنہا خوف خدا کے رحم و کرم سے ناامید بنا دیتا ہے اور محض رحم و کرم پر بھروسہ لوگون کو خود سر اور گستاخ بنا دیتا ہے، جیسا کہ اس عملی دنیا کے روزانہ کے کاروبار مین ہم کو تم کو اور سب کو نظر آتا ہے، اور مذہبی حیثیت سے عملاً اس کے نتائج کا مشاہدہ یہودیون اور عیسائیون مین کیا جا سکتا ہے، ایک ناامید محض اور دوسرا سرتاپا امید ہے،

عیسائیون نے خدا سے اپنا رشتہ جوڑا، اور اپنے کو "فرزند الٰہی" کا لقب دیا، بعض یہودی فرقون نے بنی اسرائیل کو خدا کا خانوادہ اور محبوب ٹھہرایا، اور حضرت عیسیٰ کے جوڑ پر حضرت عزیر کو "فرزند الٰہی" کا رتبہ دیا، لیکن اسلام یہ شرف کسی مخصوص خاندان یا خاص قوم کو عطا نہین کرتا، بلکہ وہ تمام انسانون کو بندگی اور اطاعت کی ایک سطح پر لا کر کھڑا کرتا ہے، مسلمانون کے مقابلہ مین یہودیون اور عیسائیون دونون کو دعویٰ تھا،

نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاؤُهٗ (مائدہ) — ہم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہین،

قرآن مجید نے اس کے جواب مین کہا:

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ (مائدہ) — اگر ایسا ہی تو خدا تم کو تمھارے گناہون کے بدلہ تم کو عذاب کیون دیتا ہی، اس لیے تمھارا دعویٰ صحیح نہین بلکہ تم بھی انھین انسانون مین سے ہو جنکو

[1] مسند ابن حنبل، جلد ۶ صفحہ ۲۴

دوسری جگہ قرآن نے تمام یہودیوں کے جواب مین کہا،

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا اِنْ زَعَمْتُمْ	اے وہ جو یہودی ہو، اگر تم اپنے اس خیال مین
اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ	سچے ہو کہ تمام انسانون کو چھوڑ کر تم ہی خدا کے
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ	خاص چہیتے ہو تو موت (یعنی خدا کی ملاقات)
(جمعہ)	کی تمنا کیون نہین کرتے،

اسلام رحمت الہی کے تنگ دائرہ کو کسی خاندان اور قوم تک محدود نہین رکھتا بلکہ وہ اس کی وسعت مین انسانون کی ہر برادری کو داخل کرتا ہے، ایک شخص نے مسجد نبوی مین آکر دعا کی کہ "خدایا! مجھکو اور محمدؐ کو مغفرت عطا کر" آپنے فرمایا "خدا کی وسیع رحمت کو تم نے تنگ کر دیا"[1]، ایک اور اعرابی نے مسجد مین دعا مانگی کہ خدایا! مجھ پر اور محمدؐ پر رحمت بھیج، اور ہماری رحمت مین کسی کو شریک نہ کر، آپنے صحابہ کی طرف خطاب کرکے فرمایا "یہ زیادہ گمراہ ہے، یا اس کا اونٹ"[2]،

اسلام کے متعلق عیسائیون نے جو یہ غلط فہمی پھیلا رکھی ہے کہ اوس کا خدا رحم و کرم اور محبت اور پیار کے اوصاف سے معرّا ہے، اس غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ اسلام عیسائیت کی اس اصطلاح اور طرز ادا کو سخت ناپسند کرتا ہے، جس کے ذریعہ سے وہ خدا کے ان اوصاف کو نمایان کرتی ہے یعنی باپ اور بیٹے کا لفظ کہ اس سے گمراہی پھیلتی ہے یہ گمراہی کچھ عیسائیون ہی کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ اور دوسرے فرقے بھی اس غلطی مین مبتلا ہین،

اصل یہ ہے کہ خدا اور بندہ کے باہمی مہر و محبت کے جذبات کو یہ فرقے اپنی بولی مین نمایان کرنا چاہتے ہین، یہ جذبات انسانون کے اندر باہمی رشتون کے ذریعہ سے نمایان ہوتے ہین، اس بنا پر بعض کوتاہ اندیش فرقون نے اس طریقۂ ادا کو خالق و مخلوق کے ربط و تعلق کو ظاہر کرنے کیلئے

[1] صحیح بخاری کتاب الادب، [2] ابوداؤد کتاب الادب،

بہترین اسلوب سمجھا چنانچہ کسی نے خالق اور مخلوق کے درمیان باپ اور بیٹے کا تعلق پیدا کیا، دوسرے نے ماں کی محبت کا بڑا درجہ سمجھا، اس لئے اس تعلق کو، ماں اور بیٹے کی اصطلاح سے واضح کیا، اور درمیان انسانون کی ماتائین نہین، خاص ہندوستان کی خاک مین زن وشو کی باہمی محبت کا امتیازی خاصہ ہے، جس کی نظیر دوسرے ملکون مین نہین مل سکتی ہے، اس کی نگاہ مین محبت کا اس سے زیادہ پراثر منظر اور ناقابل شکست پیمان کوئی دوسرا نہین، اس لئے ہیان کے بعض فرقون مین خالق ومخلوق کی باہمی محبت کے تعلق کو زن وشو کی اصطلاح سے ادا کیا جاتا ہے سدا سہاگ فقرا اس تخیل کی مضحکہ انگیز تصویر ہین،

دیکھو، یہ تمام فرقے جنھون نے خدا اور بندہ کے تعلق کو جسمانی اور مادی رشتون کے ذریعہ ادا کرنا چاہا، وہ کس قدر راہ سے بھٹک گئے، اور لفظ کے ظاہری استعمال نے نہ صرف ان کے عوام کو، بلکہ خواص تک کو گمراہ کر دیا، اور لفظ کی اصلی روح کو چھوڑ کر جسمانیت کے ظاہری مغالطون مین گرفتار ہو گئے، اسی لیے اسلام نے جو توحید خالص کا مبلغ تھا، ان جسمانی اصطلاحات کی سخت مخالفت کی، اور خدا کے لیے ان الفاظ کا استعمال اس نے ضلالت اور گمراہی قرار دیا، لیکن وہ ان الفاظ کے اصلی معنی اور منشا کو، اور اس مجاز کے پردہ مین جو حقیقت مستور ہے، اس کا انکار نہین کرتا، بلکہ وہ ان جسمانی معنون کو خالق ومخلوق اور عبد ومعبود کے ربط وتعلق کے اظہار کے لیے ناکافی، اور غیر مکمل سمجھتا ہے، اور ان سے بھی زیادہ کا طالب ہے،

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (بقرہ)　　تو خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپون کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔

بہرحال رحم ومحبت کے اس جسمانی طریقۂ تعبیر کی مخالفت سے یہ لازم نہین آتا کہ اسلام

سرے سے خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے درمیان محبت اور پیار کے جذبات سے خالی ہو،
اتنا کون نہین سمجھتا کہ مذہب کی تعلیمات انسانون کی بولی مین اتری ہین، ان کے تمام خیالات
اور تصورات اسی مادّی اور جسمانی ماحول کا عکس ہین، اس لیے ان کے ذہن مین کوئی غیر مادّی اور
غیر جسمانی تصور کسی مادّی اور جسمانی تصور کی وساطت کے بغیر براہ راست پیدا نہین ہو سکتا، اور نہ
اس کے لیے اون کے لغت کا کوئی ایسا لفظ مل سکتا ہے جو اصل غیر مادّی اور غیر جسمانی مفہوم کو
اس قدر منزہ اور بلند طریقہ سے بیان کرے جس مین مادّیت اور جسمانیت کا مطلق شائبہ نہ ہو، انسان
ان دیکھی چیزون کا تصور، صرف دیکھی ہوئی چیزون کی تشبیہ سے پیدا کرتا ہے، اور اس طرح اُن ان دیکھی
چیزون کا ایک دھندلا سا عکس ذہن کے آئینہ مین اتر جاتا ہو،

اُس ان دیکھی ہستی کی ذات و صفات کے متعلق، جس کو تم خدا کہتے ہو، ہر مذہب مین ایک
تخیل ہے، غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ تخیل بھی اس مذہب کے پیروون کے گرد و پیش کی اشیا سے
ماخوذ ہے، لیکن ایک بلند تر اور کامل تر مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ اوس تخیل کو مادّیت جسمانیت اور
انسانیت کی آلائشون سے اس حد تک پاک و منزہ کر دے جہان تک بنی نوع انسان کے لیے
ممکن ہے، خدا کے متعلق باپ، ماں اور شوہر کا تخیل اس درجہ مادّی جسمانی اور انسانی ہو کہ اس تخیل
کے معتقد نا ممکن ہو کہ خالص توحید کے صراط مستقیم پر قائم رہ سکین، اس لیے اسلام نے یہ کیا کہ
ان مادّی تعلقات اور جسمانی رشتون کے الفاظ کو، خالق و مخلوق کے اظہار ربط و تعلق کے باب
مین یکقلم ترک کر دیا، بلکہ ان کا استعمال بھی شرک و کفر قرار دیا، تاہم چونکہ حقائق روحانی کا اظہار
بھی انسانون ہی کی مادّی بولی مین کرنا ہے، اس لیے اس نے جسمانی و مادّی رشتہ کے اُن جذبات
احساسات اور عواطف کو خالق و مخلوق کے تعلقات ما بین کے اظہار کے لیے مستعار لے لیا،
جن کا اظہار دوسرے مذاہب نے، اُن رشتون کے ذریعہ کرنا چاہا تھا اور اس طرح خالق و مخلوق کے

درمیان کوئی جسمانی رشتہ قائم کئے بغیر ربط و تعلق کا اظہار اس نے کیا، اور انسانوں کو استعمالات کی لفظی غلطی سے جو گمراہیاں پہلے پیش آچکی تھین، ان سے اُن کو محفوظ رکھا،

ہر زبان مین اس خالق ہستی کی ذات کی تعبیر کے لیے کچھ نہ کچھ الفاظ ہین جن کو کسی خاص تخیل اور نصب العین کی بنا پر مختلف قومون نے اختیار کیا ہی، اور گو اونکی حیثیت اب علم اور نام کی ہے، تاہم وہ درحقیقت پہلے پہل کسی نہ کسی وصف کو پیش نظر رکھکر استعمال کیے گیے ہین، ہر قوم نے اس علم اور نام کے لیے اسی وصف کو پسند کیا ہے جو اس کے نزدیک اس خالق ہستی کی سب سے بڑی اور سب سے ممتاز صفت ہوسکتی تھی،

اسلام نے خالق کے لیے جو نام اور عَلَم اختیار کیا ہے وہ لفظ **اَللّٰہُ** ہے، اللہ کا لفظ اصل مین کس لفظ سے نکلا ہے، اس مین اہل لغت کا یقیناً اختلاف ہے، مگر ایک گروہ کثیر کا یہ خیال ہی کہ یہ وِلَاہٌ سے نکلا ہی، وَلَاہٌ اور وَلْہٌ کے اصل معنی عربی مین اوس "غم محبت" اور "تعلق خاطر" کے ہین جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے، اسی سے بعد کو مطلق "عشق و محبت" کے معنی پیدا ہوگئے، اس لیے اللہ کے معنی، محبوب اور پیارے کے ہین جس کے عشق و محبت مین کائنات کے دل سرگردان متحیر اور پریشان ہین، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قرآن مجید کی آیتون کے ترجمے اکثر ہندی مین فرمایا کرتے تھے، اللہ کا ترجمہ وہ ہندی مین "من موہن یعنی دلون کا محبوب" کیا کرتے تھے،

قرآن مجید کھولنے کے ساتھ ہی خدا کی جن صفتون پر سب سے پہلے نگاہ پڑتی ہے، وہ رحمان اور رحیم ہے، ان دونون لفظون کے تقریباً ایک ہی معنی ہین، یعنی رحم والا" "مہربان" "لطف و کرم والا" اور پھر یہی اوصاف قرآن مجید کے ہر سورہ کے آغاز مین پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے، ہر نماز مین کئی کئی دفعہ ان کی تکرار ہوتی ہے، کیا اس سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے متعلق اسلام کے

تخیل کو واضح کرنے کے لیے کوئی دلیل مطلوب ہے۔ لفظ "اَللّٰہ" کے بعد اسلام کی زبان مین خدا کا دوسرا اعظم ہی لفظ "رحمان" ہے، جو رحم وکرم اور لطف و مہر کے معنی مین صفت مبالغہ کا لفظ ہے۔

قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ کے بیسیون اوصافی نام ہین، احادیث مین اس کے ننانوے نام گنائے گیے ہین، ان نامون مین اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے جلالی و جمالی اوصاف آگئے ہین لیکن استقصا کرو تو معلوم ہوگا کہ ان مین بڑی تعداد انھین نامون کی ہے جن مین اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم اور مہر و محبت کا اظہار ہے، قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ کا ایک نام یا ایک وصف اَلْوَدُوْدُ (سورۂ ذات البروج) آیا ہے، جس کے معنی "محبوب" اور "پیارے" کے ہین، کہ وہ سرتاپا مہر و محبت، اور عشق و پیار ہے، اس کے سوا خدا کا ایک اور نام اَلْوَلِیُّ ہے جس کے لفظی معنی "یار" اور "دوست" کے ہین، خدا کا ایک اور نام قرآن مجید مین بار بار استعمال ہوا ہے وہ اَلرَّؤُوْفُ ہے، "رؤف" کا لفظ "رأفت" سے نکلا ہے، رأفت کے معنی اُنس محبت اور تعلق خاطر کے ہین جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے، اسی طرح خدا کے لیے قرآن مجید مین ایک اور نام حَنَّانٌ آیا ہے جو حَنَّ سے مشتق ہے "حنّ" اور "حنین" اوس سوز دل اور محبت کو کہتے ہین جو مان کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے، یہ الفاظ ان مجازی اور مستعارانہ معانی کو ظاہر کرتے ہین، جو اسلام نے خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے ربط و تعلق کے اظہار کے لیے اختیار کئے ہین،

ان کے علاوہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین اللہ تعالیٰ کے جو اسما اور صفات مذکور ہین، اُن کو بھی اس موقع پر پیش نظر رکھنا چاہیے اس کا نام غَفَّار (بخشش کرنے والا) غَفُوْر (بخشنے والا) سَلَام (امن و سلامتی) ہے کہ وہ سرتاپا اپنے بے پناہ بندون کے لیے امن اور سلامتی ہے، پھر وہ مُؤْمِنُ (امن دینے والا) ہے، وہ اَلْعَدْلُ یعنی سرتاپا انصاف ہے، اَلْعَفُوُّ (معاف کرنے والا) ہے اَلْوَهَّابُ (عطا کرنے والا) اَلْحَلِیْمُ (بردبار) اَلصَّبُوْرُ

(بندون کی گستاخیون پر صبر کرنے والا) اَلتَّوَّابُ (بندون کے حال پر رجوع ہونے والا) اَلبَرُّ (نیک اور مجسم خیر) اور اَلمُقسِطُ (منصف اور عادل) ہے،

توراۃ کے اسفار اور **انجیل** کے صحیفون کا ایک ایک ورق ڈھونڈو، کیا اللہ تعالیٰ کے لیے یہ پر محبت یہ سراپا مہر و کرم اسماء و صفات کی یہ کثرت تم کو وہان ملیگی؟ اسلام اللہ تعالیٰ کے لیے مان اور باپ کا لفظ یہود و نصاریٰ اور ہنود کی طرح استعمال کرنا جائز نہین سمجھتا، مگر اوس لطف احساس اور مہر و کرم کے جذبات و عواطف سے وہ بے بہرہ نہین، جن کو یہ فرقے اپنا مخصوص سرمایہ روحانی سمجھتے ہین، مگر بات یہ ہو کہ ان روحانی جذبات اور معنوی احساسات کے ساتھ وہ شرک و کفر کی اُس ضلالت اور گمراہی سے بھی انسان کو بچانا چاہتا ہے، جو ذراسی لفظی غلط فہمی سے، مجاز کو حقیقت اور استعارہ کو اصلیت سمجھکر، پاک اور سرتاپا روحانی معانی کو مادی اور مجسم یقین کر لیتے ہین، اور اس لیے وہ اوس بلند تر **توحید** کی سطح سے بہت نیچے گرکر سررشتۂ حقیقت کو ہاتھ سے دے بیٹھے ہین،

اسلام متکلم ازل کا آخری پیغام ہے اس لئے ضرورت تھی کہ وہ اس قسم کی لغزشون سے پاک و مبرا ہو، حقائق روحانی کی تعبیر کے لیے یقیناً مادی اور جسمانی استعارات اور مجازات سے چارہ نہین، تاہم ایک دائمی مذہب کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو ان استعمالات کی غلطیون اور غلط فہمیون سے محفوظ رکھے، چنانچہ اسلام نے اسی بنا پر ان استعارات اور مجازات کے استعمال مین بڑی احتیاط برتی ہے اور خدا کے مہر و کرم اور عشق و محبت کے تذکرون کے باوجود، ادب و لحاظ کے قواعد کو فراموش نہین کر دیا ہے، قرآن مجید اور احادیث روحانی عشق و محبت کے اون ولآویز اور ولولہ انگیز حکایات سے معمور ہین، باین ہمہ وہ انسان کو بیٹا اور خدا کو باپ نہین کہتا کہ عبد و معبود کے تعلقات کے اظہار کے لیے اس کے نزدیک، یہ کوئی بلند تر تعبیر نہین، وہ خدا کو اَبٌ

(باپ) کے بجائے "رب" کہکر پکارتا ہی، وہ اس کو تمام دنیا کا باپ نہین بلکہ تمام دنیا کا رب کہتا ہے

"اب اور رب" ان دونون لفظون کا باہمی معنوی مقابلہ کرو تو معلوم ہوگا کہ عیسائیون اور یہودیون کا تخیل، اسلام کے مطمح نظر سے کس درجہ پست ہے، اب یعنی باپ کا تعلق اپنے بیٹے سے ایک خاص کیفیت اور مدت سے لیکر ایک محدود عرصہ تک رہتا ہے، اس کے وجود مین اوس کو یک گونہ تعلق ضرور ہوتا ہی، مگر اس کے قیام و بقا، زندگی، ضروریات زندگی، سامان حیات نشو و نما اور ارتقار کسی چیز مین اوسکی ضرورت نہین ہوتی، عہد طفلی تک شاید کچھ اور واسطہ ہو، اوس کے بعد تو بچہ اپنے والدین سے الگ مستقل اور بے نیاز زندگی بسر کرتا ہے، مگر ذرا غور کرو کیا عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان جو ربط و تعلق ہے اس کا انقطاع کسی وقت ممکن ہے، کیا بندہ اپنے خدا سے ایک دم اور ایک لمحہ کے لیے بھی بے نیاز اور مستغنی ہو سکتا ہے، کیا یہ تعلق باپ اور بیٹے کے تعلق کی طرح محدود اور مخصوص الاوقات ہے!

ربوبیت (پرورش) عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان اس تعلق کا نام ہے جو آغاز سے انجام تک قائم رہتا ہے، جو ایک لمحہ کے لیے منقطع نہین ہو سکتا، جس کے بل اور سہارے پر دنیا اور دنیا کی مخلوقات کا وجود ہے، وہ گہوارۂ عدم سے لیکر فنائے محض کی منزل تک ہر قدم پر موجودات کا ہاتھ تھامے رہتا ہے، وہ ذرہ ہو یا ایٹم، قطرۂ آب ہو، یا قطرۂ خون مضغۂ گوشت ہو یا مشت استخوان، شکم مادر مین ہو یا اوس سے باہر، بچہ ہو یا جوان، ادھیڑ ہو یا بوڑھا، کوئی آن کوئی لمحہ، رب کے مہر و کرم اور لطف و محبت سے استغنا اور بے نیازی نہین ہو سکتی،

علاوہ ازین باپ اور بیٹے کے الفاظ سے مادیت، جسمانیت، ہمجنسی، اور برابری کا جو تخیل پیدا ہوتا ہی، اس سے لفظ رب کیقلم پاک ہی اور اس مین ان ضلالتون اور گمراہیون کا خطرہ نہین جن مین نصرانیت اور ہندویت نے ایک عالم کو مبتلا کر رکھا ہے،

اب ہم کو ان آیتوں اور حدیثوں کو آپکے سامنے پیش کرنا ہے جن سے روشن ہو کہ اسلام کا سینہ اس ازلی و ابدی عشق و محبت کے نور سے کس درجہ معمور ہے اور میخانۂ الست کی سرشاری کی یاد بھٹکے ہوئے انسانوں کو کس طرح دلا رہا ہے، اسلام کا سب سے پہلا حکم ایمان ہے، ایمان کی سب سے بڑی خاصیت اور علامت "حُبِّ الٰہی" ہے، اور یہ وہ دولت ہے جو اہل ایمان کی پہلی جماعت کو عملاً نصیب ہو چکی تھی، زبانِ الٰہی نے شہادت دی،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ)	جو ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں

اس نشۂ محبت کے سامنے باپ، ماں، اولاد، بھائی، بیوی، جان، مال، خاندان سب قربان اور نثار ہو جانا چاہئے ارشاد ہوتا ہے،

اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ	اگر تمھارے باپ، تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمھاری
وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا	بیویاں، اور تمھارا کنبہ، اور وہ دولت جو تم نے کمائی ہے
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ	اور وہ سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ
تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	ہے خدا اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے
وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ	تم کو زیادہ محبوب اور پیارا ہے تو اس وقت تک
اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ (توبہ)	انتظار کرو کہ خدا اپنا فیصلہ لے آئے

ایمان کے بعد بھی اگر نشۂ محبت کی سرشاری نہیں ملی تو وہ بھی جادۂ حق سے دوری ہے چنانچہ جو لوگ کہ راہ حق سے بھٹکنا چاہتے تھے ان کو پکار کر سنا دیا گیا،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ	مسلمانو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر
عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ	جائیگا تو خدا کو اس کی کچھ پروا نہیں وہ ایسے لوگوں کو لا کھڑا
يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ (مائدہ)	کریگا جنکو وہ پیار کریگا اور وہ اس کو پیار کرینگے

حضرت مسیح نے کہا ہے "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"۔ ہر معنوی اور روحانی حقیقت ظاہری آثار اور جسمانی علامات سے پہچانی جاتی ہے، تم کو زید کی محبت کا دعویٰ ہے، مگر نہ تمہارے دل میں اُس کے دیدار کی تڑپ ہے، نہ تمہارے سینہ میں صدمۂ فراق کی جلن اور نہ آنکھوں میں ہجر و جدائی کے آنسو ہیں، تو کون تمہارے دعوےٰ کی تصدیق کریگا، اسی طرح خدا کی محبت اور پیار کے مدعی تو بہتیرے ہو سکتے ہیں مگر اس غیر محسوس کیفیت کی مادی نشانیاں اور ظاہری علامتیں اُس کے احکام کی پیروی اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، خدا کے رسول کو اس علان کا حکم

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ	اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو میری پیروی کرو کہ
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران)	خدا بھی تم کو پیار کریگا،

طبقات انسانی میں متعدد ایسے گروہ ہیں جن کو خدا کی محبت اور پیار کی دولت ملی ہے،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (مائدہ)	خدا نیکی کرنے والوں کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (بقرہ)	خدا توبہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران)	خدا توکل کرنے والوں کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (مائدہ)	خدا منصف مزاجوں کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (توبہ)	خدا پرہیزگاروں کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ	خدا ان کو پیار کرتا ہے جو اس کے راستہ
فِيْ سَبِيْلِهٖ (صف)	میں لڑتے ہیں،
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (آل عمران)	اور خدا صبر کرنے والوں کو پیار کرتا ہے،
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (توبہ)	اور خدا پاک صاف لوگوں کو پیار کرتا ہے،

دنیا کے عیش و عشرت باغ و بہار، شادی و خوشی میں اگر کوئی خیال کا تماشا

چبھتا ہو، اور ہمیشہ انسان کے عیش و سرور کو مکدر اور منغص بنا کر بے فکری کی بہشت کو، فکر و غم کی جہنم بنا دیتا ہے تو وہ ماضی اور حال کی ناکامیون کی یاد اور مستقبل کی بے اطمینانی ہے، پہلے کا نام حزن و غم ہے، اور دوسرے کا نام خوف و دہشت ہے، غرض غم اور خوف یہی دو کانٹے ہین، جو انسان کے پہلو مین ہمیشہ چبھتے رہتے ہین لیکن جو محبوبِ حقیقت کے طلبگار اور اس کے والہ و شیدا ہین، اُنکو بشارت ہے کہ اونکا چمنستان عیش اس خارزار سے پاک ہوگا،

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس)

ہان! خدا کے دوستون کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے،

محبت کا جو جذبہ بڑے کو چھوٹے کے ساتھ احسان، نیکی، درگذر اور عفو و بخشش پر آمادہ کرتا ہو اس کا نام "رحم" اور "رحمت" ہے، اسلام کا خدا تمامتر رحم ہے، اس کی رحمت کے فیض سے عرصۂ کائنات کا ذرہ ذرہ سیراب ہے، اوسکا نام رحمان و رحیم ہے، جو کچھ یہان ہے سب اوسکی رحمت کا ظہور ہے، وہ نہ ہو تو کچھ نہ ہو، اسی لیے اوسکی رحمت سے ناامیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے، مجرم سے مجرم اور گنہگار سے گنہگار کو وہ نوازنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ و تیار ہے، گنہگارون اور مجرمون کو وہ اپنے بندے کہکر تسلی کا یہ پیام بھیجتا ہے،

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (زمر)

اے پیغمبر! میرے ان بندون کو پیام پہنچا دے، جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہون، اللہ یقیناً تمام گناہون کو بخش سکتا ہو کہ وہی بخشش کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے،

فرشتے حضرت ابراہیم کو بشارت سناتے ہین تو کہتے ہین،

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَانِطِيْنَ

ناامیدون مین سے نہ ہو،

خلیل اللہ اس رمز سے نا آشنا نہ تھے، کہ مرتبہ خلت محبت سے مافوق ہے، جواب دیا:

وَمَا يَقْنَطُ عَنْ رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الضَّالُّونَ (حجر) — اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہ لوگون کے سوا کوئی اور مایوس نہین ہوتا،

خدا پر بندون کی جانب سے کوئی پابندی عائد نہین، مگر اُس نے خود اپنی رحمت کے اقتضا سے اپنے اوپر کچھ چیزین فرض کرلی ہین، منجملہ ان کے ایک **رحمت** ہے، خدا مجرمون کو سزا دیسکتا ہے، وہ گنہگارون پر عذاب بھیج سکتا ہے، وہ سیہ کارون کو اُن کی گستاخیون کا مزہ چکھا سکتا ہے، وہ غالب ہے، وہ قاہر ہے، وہ جبار ہے، وہ منتقم ہے، لیکن ان سب کے ساتھ وہ غفار و غفور ہے، رحمان و رحیم ہے، رؤف و عفو ہے، اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ اُس نے اپنے اوپر رحمت کی پابندی خود بخود عاید کرلی ہے، اور اپنے اوپر اُس کو فرض گردان لیا ہے،

كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (انعام) — اللہ نے از خود اپنے اوپر مہربانی کرنے کو لازم کرلیا ہے،

قاصد خاص کو حکم ہوتا ہے کہ ہمارے گنہگار بندون کو ہماری طرف سے سلام پہنچاؤ اور تسلی کا یہ پیام دو کہ اس کا باب رحمت ہر وقت کھلا ہے:

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (انعام)

اے پیغمبر! جب تیرے پاس وہ آئین جو میری آیتون پر یقین رکھتے ہین تو ان کو کہہ کہ تم پر سلامتی ہو، تمھارے پروردگار نے اپنے اوپر از خود اپنے بندون پر مہربان ہونا لازم کرلیا ہے، کہ جو کوئی تم مین سے براہ نادانی برائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور نیک بنے تو بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے،

قرآن کی تعلیم کے مطابق اس وسیع عرصۂ کائنات کا کوئی ذرہ اس سایۂ رحمت سے محروم نہین

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف) اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے،

بخاری و ترمذی وغیرہ صحیح حدیثون مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس عالم کو پیدا کیا تو اس نے اپنے دست خاص سے اپنے اوپر رحمت کی پابندی عائد کرلی، ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ "اگر مومن کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کے پاس کتنا عقاب ہے تو وہ جنت کی طمع نہ کرتا، اور اگر کافر کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کی رحمت کس قدر بے حساب ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہوتا" یہ اسلام کے تخیل کی صحیح تعبیر ہے، بارگاہ احدیت کا آخری قاصد اپنے دربار کی جانب سے گنہگارون کو بشارت سناتا ہے کہ "اے آدم کے بیٹو! جب تک تم مجھے پکارتے رہوگے اور مجھ سے آس لگائے رہوگے مین تمھین بخشتا رہونگا خواہ تم مین کتنے ہی عیب ہون، مجھے پروا نہین، اے آدم کے بیٹو! اگر تمھارے گناہ آسمان کے بادلون تک بھی پہنچ جائین، اور پھر تم مجھ سے معافی چاہو تو مین معاف کردون خواہ تم مین کچھ ہی عیب ہون مجھے پروا نہین، اے آدم کے بیٹو! اگر پوری سطح زمین بھی تمھارے گناہون سے بھری ہو، پھر تم ہمارے پاس آؤ، اور میرا کسی کو شریک نہ بناتے ہو، تو مین بھی تمھارے پاس پوری زمین بھر مغفرت لیکر تمھارے پاس آؤن" کیا انسانون کے کانون نے اس رحمت، اس محبت، اس عفو عام کی بشارت کسی اور قاصد کی زبان سے بھی سنی ہے؟

حضرت ابوایوب صحابی کی وفات کا وقت جب قریب آیا، تو انھون نے لوگون سے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی کہ وہ اس کو بخشتا" یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے رحم و کرم کے اظہار کے لیے گنہگارون ہی کی تلاش ہے کہ نکوکارون کو تو سب ڈھونڈتے ہین، مگر گنہگارون کو صرف وہی ڈھونڈتا ہے،

دنیا مین انسانون کے درمیان جو رحم و کرم اور مہر و محبت کے عناصر پائے جاتے ہین جنکی بنا پر دوستون عزیزون، قرابت دارون، اولادون مین میل ملاپ الفت و محبت ہے

اور جسکی بنا پر دنیا میں عشق و محبت کے یہ مناظر نظر آتے ہیں، تم کو معلوم ہے کہ یہ داستان شاہد حقیقی کے سرچشمہ محبت کا کتنا حصہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے، ان میں سے ایک حصہ اپنی مخلوقات کو عطا کیا، جس کے اثر سے وہ ایک دوسرے پر باہم رحم کیا کرتے ہیں، باقی ننانوے حصے خدا کے پاس ہیں" اس لطف و کرم، اور مہر و محبت کی بشارتیں کس مذہب نے انسانوں کو سنائی ہیں، اور کس نے گنہگار انسانوں کے مضطرب قلوب کو اس طرح تسلی دی ہے؟ صحیح بخاری میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک شخص شراب خوری کے جرم میں بار بار گرفتار ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش ہوا، صحابہ نے تنگ آکر کہا، "خداوندا! تو اپنی لعنت اس پر نازل کر کہ یہ کس قدر بار بار لایا جاتا ہے"، رحمۃ للعالمین کو صحابہ کی یہ بات ناپسند آئی، فرمایا "اس پر لعنت نہ کرو کہ اس کو خدا اور رسول سے محبت ہے"،

ابن ماجہ میں ہے کہ مدینہ میں ایک غریب مسلمان نے وفات پائی، اس کا غم کس نے کیا ہوگا؟ ہاں اس دل نے جو دنیا کا غمخوار بنکر آیا تھا، اس کے فراق ظاہری سے چہرۂ مبارک پر اندوہ و ملال کے آثار تھے، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم! آپ کو اس مرنے والے کی موت کا غم ہے؟ فرمایا، "ہاں کہ اس کو خدا اور رسول سے محبت تھی" اس غریب میں اس محبت کا اثر یہ تھا کہ وہ ہمیشہ زور زور سے قرآن پڑھا کرتا تھا، صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک صاحب کو کسی جماعت کا افسر بنا کر بھیجا تھا، وہ جب نماز پڑھاتے تھے، تو ہر نماز میں ہر سورہ کے آخر میں قل ہو اللہ ضرور پڑھتے تھے، جب سفر سے یہ جماعت لوٹ کر آئی تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس نے یہ واقعہ عرض کیا، فرمایا ان سے پوچھو کہ اب وہ ایسا کیوں کرتے ہیں، لوگوں نے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں اس لیے کرتا ہوں کہ اس سورہ میں رحم والے خدا کی صفت بیان ہے،

لہ یہ حدیث دوسری صحیح کتابوں میں بھی ہے لیکن یہ پیش نظر ہی وقت جامع ترمذی ہے (ابواب الدعوات) ہے

ہو جکو اس کے پڑھنے سے محبت ہو، فرمایا" ان کو بشارت دو کہ وہ رحم والا خدا بھی ان سے محبت کرتا ہو"

صحیح بخاری اور مسلم مین متعدد طریقون سے حضرت انس سے روایت ہو کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے خدمت والا مین حاضر ہوکر دریافت کیا کہ "یارسول اللہ! قیامت کب آئیگی" فرمایا "تم نے اس کے لیے کیا سامان رکھا ہو" نادم ہوکر شکستہ دلی سے عرض کی "کہ یارسول اللہ! میرے پاس نہ تو نمازون کا نہ، روزون کا اور نہ صدقات وخیرات کا بڑا ذخیرہ ہو جو کچھ سرمایہ ہے وہ خدا اور رسول کی محبت کا ہے اور بس!" فرمایا "تو انسان جس سے محبت کریگا، وہ اسی کے ساتھ رہیگا" صحابہ نے اس بشارت کو سنکر اس دن بڑی خوشی منائی،

صحیح مسلم کی روایت ہو، کہ آپنے فرمایا جب خدا کسی بندہ کو چاہتا ہے تو فرشتۂ خاص جبریل سے اس کا تذکرہ کرتا ہو، کہ مین فلان بندہ کو پیار کرتا ہون، تو جبریل بھی اوسکو پیار کرتے ہین، اور آسمان مین پکار دیتے ہین، کہ خدا اس بندہ کو پیار کرتا ہے تم بھی پیار کرو، تو آسمان والے بھی اوسکو پیار کرتے ہین، اور پھر زمین مین اوسکو ہر دلعزیزی اور حسن قبول حاصل ہوتا ہے،

ترمذی مین ہے کہ حضرت ابوہریرہ رسول اللہ صلعم سے راوی ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہو کہ "میرا بندہ اپنی طاعتون سے میری قربت کو اس قدر ڈھونڈھتا ہے کہ مین اس سے محبت کرنے لگتا ہون، یہانتک کہ مین اوسکی وہ آنکھ ہوجاتا ہون جس سے وہ دیکھتا ہے، وہ کان بنجاتا ہون جس سے وہ سنتا ہو، وہ ہاتھ بنجاتا ہون جس سے وہ پکڑتا ہے"

امام بزار نے مسند مین حضرت ابوسعید سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "مین ان لوگون کو پہچانتا ہون جو نہ نبی ہین اور نہ شہید ہین، لیکن قیامت مین ان کے مرتبہ کی بلندی پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کرینگے، یہ وہ لوگ ہین جن کو خدا سے محبت ہے اسلیے کہ خدا پیار کرتا ہے، وہ اچھی باتین بتاتے ہین اور بری باتون سے روکتے ہین" الخ

ترمذی مین حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا لوگو! خدا سے محبت کرو کہ وہ تمھین اپنی نعمتین عطا کرتا ہے، اور خدا کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے سبب میرے اہل بیت سے محبت کرو

جو کچھ اسلام کی تعلیم تھی، وہ پیغمبر اسلام کی عملی زندگی تھی،

عام مسلمانون مین پیغمبر اسلام کا لقب "حبیب خدا" ہے دیکھو کہ حبیب و محبوب مین خلّت اور محبت کے کیا کیا ناز و نیاز ہین، آپ خشوع و خضوع کی دعاؤن مین، اور خلوت کی ملاقاتون مین کیا ڈھونڈھتے اور کیا مانگتے تھے، کیا چاہتے اور کیا سوال کرتے تھے؛ امام احمد اور بزار نے مسندون مین، ترمذی نے جامع مین، حاکم نے مستدرک مین، اور طبرانی نے معجم مین متعدد صحابیون سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلعم اپنی دعاؤن مین محبت الٰہی کی دولت مانگا کرتے تھے، انسان کو اس دنیا مین سب سے زیادہ محبوب اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان ہو، لیکن محبوب خدا کی نگاہ مین یہ چیزین ہیچ تھین، دعا فرماتے تھے خداوندا!

اسئل حبك وحب من يحبك وحب	مین تیری محبت مانگتا ہون، اور جو تجھ سے محبت کرتا ہو اوس کی
عمل يقرب الی حبك (احمد، ترمذی، حاکم)	محبت، اور اس کام کی محبت جو تیری محبت سے قریب کر دے
اللهم اجعل حبك احب الیّ من	الٰہی تو اپنی محبت کو جان سے اہل و عیال سے اور
نفسی واھلی ومن الماء البارد،	ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر مین محبوب بنا،

(ترمذی، حاکم)

عرب مین ٹھنڈا پانی، دنیا کی تمام دولتون اور نعمتون سے زیادہ گران اور قیمتی ہے لیکن حضور کی پیاس اس مادی پانی کی خنکی سے نہین سیر ہوتی تھی وہ صرف محبت الٰہی ہی کا زلال خالص تھا جو اس تشنگی کو تسکین دیسکتا تھا، عام انسان، روٹی سے جیتے ہین، مگر ایک عاشق الٰہی (مسیح) کا قول ہے کہ "انسان صرف روٹی سے نہین جیتا" پھر وہ کون روٹی ہے جس کو کھا کر انسان

کبھی دیر کا نہین ہوتا، حضور دعا فرماتے ہین،

اللھم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی — خداوندا! تو مجھے اپنی محبت اور اسکی محبت جو تیری محبت

من حبک (ترمذی) — کی راہ مین نافع ہو مجھے روزی کر،

عام ایمان، خدا اور رسول پر یقین کرنا ہے، مگر جانتے ہو کہ اس راہ کی آخری منزل کیا ہے؟

صحیحین مین ہے:

من کان اللہ ورسولہ احب — یہ کہ خدا اور رسول کی محبت کے آگے تمام ماسوا

الیہ مما سواہ — کی محبتین ہیچ ہو جائین،

بعض مذاہب کو اپنی اس تعلیم پر ناز ہے کہ وہ انسانون کو یہ سکھاتے ہین، کہ وہ اپنے خدا کو مان، باپ سمجھین اور اُن سے اوسی طرح محبت کرین، اور چونکہ اسلام نے اس طریقۂ تعبیر کو اس بنا پر کہ وہ شرک کا راستہ ہے، ممنوع قرار دیا ہے، اس لیے وہ یہ سمجھتے ہین کہ اسلام محبت الٰہی کے مقدس جذبات سے محروم ہے، لیکن جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ یہ نہین بلکہ اسلام کی بلندی نظر اور محبت کا علوے معیار ان مذاہب کے پیش کردہ نظر و معیار کو پست تر اور فروتر سمجھتا ہے، قرآن مجید کی یہ آیت پاک بھی اس دعوای کے ثبوت مین پیش کی جا چکی ہے،

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَاءَکُمْ — تم خدا کو اوسطرح یاد کرو جس طرح اپنے باپ کو یاد

اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا — کرتے ہو، بلکہ اس سے بہت زیادہ،

احادیث سے ہمارا یہ دعوی اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے، لڑائی کا میدان ہے، دشمنون مین بھاگ دوڑ مچی ہے جس کو جہان امن کا گوشہ نظر آتا ہے، اپنی جان بچا رہا ہے، بھائی بھائی سے، مان بچہ سے، بچہ مان سے الگ ہے، اسی حال مین ایک عورت آتی ہے، اس میدان حشر مین اس کا بچہ گم ہو گیا ہے، محبت کی دیوانگی کا یہ عالم ہو کہ جو بچہ بھی اوسکو سامنے نظر آتا ہی

بچہ کے جوش محبت مین اس کو چھاتی سے لگا لیتی ہے، اور اسکو دودھ پلا دیتی ہے، رحمۃ للعلمین کی نظر پڑتی ہے، صحابہ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہین "کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچہ کو اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ مین ڈال دے؟" لوگون نے عرض کی "ہرگز نہین" فرمایا تو جتنی محبت مان کو اپنے بچہ سے ہے خدا کو اپنے بندون سے اس سے بہت زیادہ محبت ہے، (صحیح بخاری، باب رحمۃ الولد)

ایک دفعہ ایک غزوہ سے آپ واپس تشریف لا رہے ہین، ایک عورت اپنے بچہ کو گود مین لیکر سامنے آتی ہے، اور عرض کرتی ہے "یا رسول اللہ! ایک مان کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے، کیا خدا کو اپنے بندون سے اوس سے زیادہ نہین ہے؟" فرمایا "ہان" "بیشک اس سے زیادہ ہے" بولی "تو کوئی مان تو اپنی اولاد کو خود آگ مین ڈالنا گوارا نہ کریگی" یہ سنکر فرط اثر سے آپ پر گریہ طاری ہوگیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا "خدا اُس بندہ کو عذاب دیتا ہے، جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے"، (سنن نسائی، باب ما یرجیٰ من الرحمۃ)

آپ ایک مجلس مین تشریف فرما ہین، ایک صحابی چادر مین ایک پرند کو مع اس کے بچون کے باندھ کر لاتے ہین، اور واقعہ عرض کرتے ہین کہ "یا رسول اللہ! مین نے ایک جھاڑی سے ان بچون کو اٹھا کر کپڑے مین لپیٹ لیا، مان نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی، مین نے ذرا سا کپڑے کو کھول دیا تو وہ فوراً آکر میرے ہاتھ پہ بچون پر گر پڑی" ارشاد ہوا "کیا بچون کے ساتھ مان کی اس محبت پر تم کو تعجب ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجکو حق کے ساتھ مبعوث کیا، جو محبت اس مان کو اپنے بچون کے ساتھ ہے، خدا کو اپنے بچون کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے" (مشکوۃ بحوالہ ابوداود باب رحمۃ اللہ)

میاں! میخانۂ عشق کا آخری ہوشمند سرشار، ریاض محبت کی بہار جاودان کا آخری نغمہ خوان عندلیب، نظارۂ جمال حقیقت کا پہلا مشتاق، مستور ازل کے چہرۂ زیر نقاب کا پہلا بند کشا،

زندگی کے آخری گھنٹون مین ہے، مرض کی شدت ہے، بدن بخار سے جل رہا ہے، اٹھکر چل نہین سکتا لیکن یک بیک وہ اپنے مین ایک اعلان خاص کی طاقت پاتا ہو، مسجد نبوی مین جان نثار حاضر ہوتے ہین، سب کی نظرین حضور کی طرف لگی ہین، نبوت کے آخری پیغام سننے کی آرزو ہے، دفعۃً لب مبارک وا ہوتے ہین، تو یہ آواز آتی ہے، "لوگو! مین خدا کے سامنے اس بات کی برأت کرتا ہون کہ انسانون مین میرا کوئی دوست ہے، میرا پیارا صرف ایک ہی ہے، وہی جس نے ابراہیم کو اپنا پیارا بنایا" یہ تو وفات سے پہلے کا اعلان تھا، عین حالت نزع مین زبان مبارک پر یہ کلمہ تھا، "خداوندا! بہترین رفیق" (صحیح بخاری وفات)

پروفیسر نکلسن ایک دفعہ غور سے ان صفحات کو پڑھ لین، یہ سچ ہے، کہ اسلام رحمت الٰہی کے ساتھ غضب الٰہی کا بھی معتقد ہے، مگر جانتے ہو کہ اسلام کے عقیدہ مین اوسکی رحمت وغضب کا باہمی توازن کیا ہے، خدا فرماتا ہے،

رحمتی سبقت غضبی (بخاری) میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے،

علم الکلام

مولانا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بعہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل ومجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ ناپید ہوگئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت ؏

"منیجر"

بائبل اور تحریم مے نوشی

نوشتہ:

موریس اے فلیپ صاحب

مترجمہ:

ظہیر احسن صاحب پھلواروی، متعلم دارالعلوم ندوہ،

دارالعلوم ندوہ کے ایک ہونہار طالب العلم کی یہ علمی ومذہبی کوشش، امید ہے کہ قدر کے قابل ہوگی ندوہ نے انگریزی داں علما پیدا کرنیکی جس تجویز پر عمل کیا اس کے مفید نتائج کی یہ مضمون ایک واضح دلیل ہے

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ انجیل نے شراب کے استعمال یا شراب سازی اور اسکی بیع وشرا کو کبھی ناجائز نہیں کیا، فی الحقیقت ایسی بات کا اشارۃً بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات کی طرف منسوب کرنا بڑی ہی گستاخی ہو کہ اگر وہ دنیا میں آتے تو ایک ایسی رسم کی تائید کرتے جس سے قتل وغارتگری، تباہی وبربادی کو فروغ ہوتا، وہ لوگ صرف ایک دلیل اپنے قول کے اثبات میں پیش کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے باوجود اسکے کہ آپ کے زمانہ میں شراب کا استعمال جاری تھا لیکن منع نہیں فرمایا نیز کہ انجیل نے متعدد بار شراب نوشی کا تذکرہ کیا ہے لیکن کہیں بھی اسے ناجائز نہیں ٹھہرایا ہے، مگر اسی طور سے بہتیرے افعال جو مسلمہ طور سے قبیح اور برے ہیں ان کا بائبل میں ذکر ہی نہیں، یا کم از کم صریح الفاظ میں انکو ممنوع قرار نہیں دیا گیا، رومتہ الکبریٰ کے ظلم وتعدی کی کوئی حد نہیں تھی لیکن کہیں بھی حضرت مسیح کی کوئی مذمت اسکے متعلق ہم لوگ نہیں پاتے بلکہ برخلاف اسکے آپ نے فرمایا "جو چیزیں قیصر کی ہیں قیصر کو دیدو"، نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہیں بھی عورتوں کی گری ہوئی پوزیشن کے متعلق صریحاً کچھ نہیں فرمایا، غلامی کے خلاف بھی آپ نے کوئی آواز بلند نہ فرمائی، تو کیا یہ برے نہیں سمجھے جائینگے؟

اصل یہ ہے کہ عبرانی زبان میں مختلف الفاظ مختلف شرابوں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں، یونانی زبان میں شراب کے اوصاف اور اقسام کا بہت کم لحاظ کیا گیا ہے، صرف ایک ہی لفظ ہر قسم کی شراب کے لئے ہے انگریزی میں بھی یہی حال ہے، اس لئے وہ باریک فرق جو عبرانی زبان کے مختلف ہم معنی الفاظ میں پایا جاتا ہے ہماری بائبل میں مفقود ہو جاتا ہے، لہذا ہمارے استدلال کا معیار عبرانی انجیل ہونی چاہئے اس کے تراجم نہیں،

عبرانی ایک محدود زبان ہے لیکن اس میں مترادفات کے ذخیرے حیرت انگیز ہیں اس میں گیارہ مختلف الفاظ ہیں جن کا ترجمہ "انگوری شراب" کیا جاتا ہے ایسی زبان جس میں ایک درجن الفاظ کا مرادف صرف ایک ہی لفظ ہو وہ باریک مگر ضروری فرق کا کیسے لحاظ کر سکتی ہے بلکہ معنی کے اکثر ضروری پہلو زائل ہو جاتے ہیں، وہ گیارہ الفاظ جن کا ترجمہ ہم انگوری شراب کرتے ہیں سب کے معنی نہ تو محض انگوری شراب کے ہیں اور نہ منشی شراب کے بلکہ وہ چیز جو پینے کے لئے انگوری شراب سے بنائی جاتی ہے مراد ہے ہمارے قول کا ثبوت عبرانی بائبل کے تین الفاظ اور ان کے معنی سے ملتا ہے، لہذا ہر ایک کو فرداً فرداً بیان کیا جاتا ہے،

(۱) پہلا لفظ یائیں ہے عبرانی بائبل میں اس کا استعمال ایک سو چالیس مرتبہ ہوا ہے یہ ایک عام لفظ ہے اس کے معنی بلا لحاظ اوصاف منشی اور غیر منشی شراب کے ہیں، اسی سبب سے شراب کی بحث میں تمام اختلافات اور گڑبڑ بائبل سے پیدا ہوئی، اس کے معنی تمام قسم کے شربت جو انگور سے پینے کے لئے تیار کئے جائیں، ذیل میں اون مقامات کی تصریح ہے جہاں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں،

پیدایش: ۹-۲۱، سموال: ۱-۱۴-۱، اشعیا: ۵-۱-۱، نحیا: ۵-۱۵-۱، اشعیا: ۵۵-۱، "آیستھر: ۱-۷-

صفنیا: ۱-۱۳-۱، اس کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ لفظ یائیں دونوں موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے یعنی جہاں عنایات و مہربانیاں دکھائی گئیں ہیں یا غیظ و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں، جب کبھی مقدس مترجموں کو اس لفظ کے دونوں معنی کی تصریح کرنی ہوتی ہے یعنی "یائیں منشی" اور "یائیں غیر منشی"، تو انہیں کسی خاص محاورہ کی تلاش و جستجو ہوتی ہے، لہذا ان دونوں

لفظوں کی صراحت ضروری ہے،

(۲) (Tirosh) ٹیروش کے معنی بے خمیر غیر منشی شراب کے ہیں، اس کا استعمال نیک اور اچھے لوگ کرتے ہیں اس لئے ہمیشہ آسمانی ستایش کا موجب رہی ہے، یہ عبرانی بائبل میں ۳۸ جگہ مذکور ہے، اور اس کا ذکر اکثر گندم اور روغن کے ساتھ ہوتا ہے، اور اس کی جگہ خدا کی خاص نعمتوں میں ہے جہاں یہ الفاظ استعمال کئے گئے، اون کی تصریح حسب ذیل ہے:-

پیدایش: ۲۷-۲۸ عدد: ۱۸-۱۲-استثنا: ۱۲-۱۷-قضاۃ: ۹-۱۳ سلاطین دوم: ۱۸-۳۲-ایام دوم: ۳۱-۵-نحمیا: ۵-۱۱-زبور: ۴-۷-امثال: ۳-۱۰-اشعیا: ۲۴-۷-یرمیا: ۳۱-۱۲-ہوشیع: ۲-۸-یوایل: ۱-۱۰-میکا: ۶-۱۵-حجی: ۱-۱۱-زکریا: ۹-۱۷ ہر ذی عقل شخص ان مواقع کو جہاں اس کا استعمال ہوا ہے پڑھنے کے بعد بخوبی سمجھ لے گا کہ یہ ٹیروش ایسی ہی بے ضرر چیز ہے جیسے گندم اور روغن، ٹیروش، کا استعمال ہمیشہ غیر منشی شراب کے لئے ہے، بخلاف اس کے عبرانی بائبل میں ایک دوسرا لفظ ہے جو ہمیشہ خمیر دار منشی شراب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور وہ لفظ "شیکر" (Shekar) ہے، اس کا استعمال برابر مذموم اور برا کیا گیا ہے، اور نیز ممنوع بھی ہے، یہ عبرانی بائبل میں بیالیس موقعوں پر آیا ہے، انیس (۱۹) مرتبہ بطور فعل اور تئیس (۲۳) بار بطور اسم مستعمل ہے، انگریزی بائبل میں اس کا ترجمہ "قوی شراب" ہے اس لفظ کو جہاں کہیں بطور اسم استعمال کیا گیا ہے اکی صراحت بہتر ہے لہذا اون الفاظ کے استعمال کی تصریح درج ذیل ہے:-

احبار: ۱۰-۹-عدد: ۲۸-۷-استثنا: ۲۹-۶-قضاۃ: ۱۳-۴-سموال یکم: ۱-۱۴-امثال: ۲۰-۱-اشعیا: ۵-۱۱-میکا: ۲-۱۱-ان لفظوں کے مطالعہ کے بعد ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بائبل نے ہرگز شراب کے استعمال کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ اوس کو مذموم اور ناجائز قرار دیا ہے، اس کا ثبوت پرانے عہدنامے یعنی توراۃ و زبور کے اس ترجمہ سے ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۲۰۰ برس پہلے کیا گیا تھا، لفظ یائین، کا ترجمہ ہمیشہ لفظ "اوائنوس" (Oinos) سے کیا گیا ہے، اس سے ایک حد تک مغالطہ

پڑتا ہے، غالبًا اس لئے کہ یونانی زبان میں مترادف الفاظ بہت کم ہیں، اس زبان میں "بے خمیر غیر منشی شراب" کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں، اور شاید یہی بہترین لفظ تھا جو اس مطلب کو ادا کرنے کے لئے استعمال کیا گیا، اس لئے کہ شراب کی ہر قسم کے لئے 'اوائنس' (oinos) ہی کا لفظ موضوع ہے، لیکن لفظ 'شیکر' (Shekar) یعنی خمیر دار منشی شراب کا ترجمہ 'اوائنس' سے نہیں کیا گیا، اس لئے یہ بین ثبوت ہے کہ 'شیکر' سے ایک ہی قسم کی شراب مراد نہیں، ان دو لفظوں میں بہت بڑا فرق ہے، سات بار لفظ 'شیکر' کا ترجمہ یونانی بائبل میں لفظ 'میتھو' (Methoo) سے کیا گیا ہے جس کے معنی "میں مخمور ہوں" ہوتے ہیں، بارہ جگہ لفظ 'شیکر' کو سیلنک زبان کے لفظ 'سیکرا' سے تعبیر کیا گیا اس صورت سے یہ لفظ نئے عہدنامہ میں بھی ایک بار درج ہے جب یہ خیال کیا جائے کہ مترجمین نے لفظ شیکر کے ترجمہ میں ایسا طرز اختیار کیا ہے کہ ترجمہ کا ابتذال ظاہر ہو جاتا ہے، یہ سب باتیں پوری طرح ثابت کرتی ہیں کہ بائبل اعتدال کو پسند کرتی ہے، شراب کو مذموم و ممنوع اور اس کے خرید و فروخت کو ناجائز قرار دیتی ہے،

معارف:

عین اس وقت جب یہ مضمون چھپنے کے لئے مطبع میں جا رہا تھا، رانی کھیت کی "پہاڑی" سے ایک دوست (مولوی راغب جیلانی صاحب بدایونی) نے یاد فرمایا، خط میں تحریر تھا کہ آج کل یہاں (رانی کھیت میں) ایک عیسائی مصلح سے دوستانہ مذہبی گفتگو جاری ہے، وہ ٹمپرنس سوسائٹی کے ممبر ہیں اور ترک شراب نوشی کا وعظ کہتے پھرتے ہیں، انھوں نے اپنے عیسائی دوست سے کہا "کہ اگر یہ سچ ہے کہ شراب ایسی ہی بری چیز ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تو اس مذہب کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے جو نہ صرف یہ کہ شراب نوشی سے منع نہیں کرتا، بلکہ اس کے انبیا تک اس مذموم عادت میں گرفتار پائے جاتے ہیں، اوس کا ناسوتی خدا، عمر کا سب سے پہلا معجزہ پانی کو شراب بنا کر پیش کرتا ہے اور پھر زندگی کے آخری لمحہ میں شراب کو اپنا خون بنا کر شاگردوں کو پلاتا ہے، اور اس وقت سے تو تمر تک اوس کے نام پر یہ شراب نوشی مذہب کے مقدس رسموں میں داخل تھی، اور آج

بھی رومن کیتھولک فرقہ میں داخل ہے"

"اون کے عیسائی دوست نے جواب دیا کہ یہ مترجمین کی غلطی ہے جنھوں نے "بے ضرر افشردہ انگور" کو شراب سے تعبیر کرکے لوگوں کو غلطی میں ڈال دیا ہے چنانچہ اصل عبرانی میں صحیح لفظ دیکھنا چاہئے" چنانچہ عجب نہیں کہ یہ مضمون ہمارے عیسائی دوست کی تائید کے کام آئے گا،

اللہ اکبر! خیالات کا انقلاب بھی کس قدر حیرت انگیز منظر ہے، عیسائی ملکوں میں جب غلامی رائج تھی تو توراۃ وانجیل کی سطروں میں اوس کے جواز وحلت پر فقروں کے فقرے ملتے تھے، امریکہ کی نوآبادی نے جب یورپ کے عیسائی ملک گیروں میں باہم رشک اور مقابلہ پیدا کردیا، اور اسپین اپنے کاشتکار غلاموں کی بھیڑ سے انگلستان کو صدمہ پہنچانے لگا تو غلامی کے عدم جواز کا قانون منظور ہوا، اور وہ خلاف انسانیت فعل ٹھہرا، اور پھر توراۃ وانجیل کے ہر صفحہ میں اوس کے عدم جواز اور حرمت کے احکام ملنے لگے، حالانکہ یہ وہی عیسائی قومیں تھیں جن سے ہر سال بغداد کے تخت نشین کشور کشا ایشیائے کوچک کے کسی نہ کسی شہر میں مسلمان گرفتار غلاموں کی رہائی کے لئے میلے لگایا کرتے تھے، جنگ صلیبی کے زمانہ میں جب ابن جبیر اسپین سے مکہ آتے ہوئے سسلی میں گذرتا ہے تو ان مسلمان غلاموں کی حالت پر وہ آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے،

کل تک شراب یورپ کے کلیساؤں میں جائز و مباح تھی، اور راہبوں اور مقدسوں کا طرز عمل اس پر گواہ تھا لیکن آج جب جنگ عظیم نے یورپ کی اخلاقی کمزوریوں کا پردہ فاش کردیا، اور ان کمزوریوں کی تہ میں شراب نوشی کی عادت بنیاد کا پتھر قرار پائی تو حکومت کے ایوانوں سے اس کی حرمت کے قانون اور مذہب کے کلیساؤں سے اس کے عدم جواز کے فتوے صادر ہونے لگے، روس کی مملکت میں سب سے پہلے شراب کے خم توڑے جاتے ہیں، پھر امریکہ میں نہ صرف شراب پینا بلکہ اوس کی تجارت بھی حرام کی جاتی ہے، انگلستان کے شاہی محل سے یہ معصوم ذخیرہ ناپاک کا اخراج عمل میں آتا ہے، تو یکایک انیس[19] صدیوں کے بعد عیسائی مصلحین کو وہ فعل مذموم اور کم از کم تین چار صدیوں کے بعد ترجمہ کی غلطی بھی نظر آتی ہے، انگریزی ترجمہ کا رواج تو چند صدیوں سے زائد نہیں، کیا اس سے پہلے

جو بائبل کے الفاظ پڑھے جاتے تھے کیا وہ اگر اس فعل کو مذموم ٹھہراتے تھے تو کیا اس کے خلاف کوئی مذہبی آواز بائبل کے الفاظ کے حوالوں سے اٹھائی گئی،

توراۃ کو چھوڑ کر کل تک جب مسلمان عبرانی انجیل کا مطالبہ کرتے تھے تو عیسائی مناظر کہتے تھے کہ انجیل اصل میں یونانی میں لکھی گئی تھی، اب آج شراب کی بحث میں یہ کیا مدہوشی ہے کہ اسکی اصل اب عبرانی بتائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اصل عبرانی میں شراب کے مختلف اقسام کے لئے مرادفات بکثرت ہیں، اور چونکہ یونانی میں ایک ہی دو لفظ تھے، اس لئے تراجم میں غلطی پیش آئی، یہی وہ موقع ہے جب صحیفۂ آسمانی کے اصل الفاظ کی تلاش و جستجو ہوتی ہے، لیکن وہ مذہب جو اب تک یہ نہ طے کر سکا کہ اوس کا صحیفۂ آسمانی درحقیقت پہلے کس زبان میں تھا وہ کیا کسی مسئلہ میں اپنی کتاب کے اصل الفاظ سے ثبوت پیش کر سکتا ہے،

کیا مورس اے فلیپ صاحب یا اون کے ہم خیال عیسائی مصلحین جن کو بائبل میں شراب مذموم اور حرام نظر آتی ہے، اور عبرانی میں تین قسم کے الفاظ شراب کے لئے اون کو ملتے ہیں، وہ بتا سکتے ہیں کہ نوح کی وہ کون سی شراب تھی، جس سے نشہ میں آکر انھوں نے اپنے کو ننگا کر لیا تھا، (تکوین ۹ - ۲۰) اقسام ثلثہ میں سے وہ کونسا "بے ضرر افسردہ انگور" تھا جس کو پلا کر لوط سے دو مرتبہ فرزند پیدا کرائے گئے، اور اس کے پینے سے وہ اپنے ہم بستر کو نہ پہچان سکا اور ایک دفعہ کے پینے کے بعد پھر دوسری دفعہ پیا اور ہوش میں آکر پلانے والے سے کوئی بازپرس نہ کی (تکوین ۱۹ - ۳۲)،

مسلمانوں کیلئے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ بالآخر داعی حجاز کی اوس آواز کو جو ۱۳۴۲ برس پہلے قسطنطنیہ کی مسیحیت کو دی گئی تھی اور اس نے اوس کے سننے سے انکار کر دیا تھا آج یورپ اور امریکہ کی مسیحیت سننے پر آمادہ ہے، اور نہ صرف شراب نوشی بلکہ ٹھیک احکام اسلامیہ کے مطابق اوس کی تجارت کو بھی مسدود کرنا چاہتی ہے،

مترجمات

سوئٹزرلینڈ میں عربوں کی فتوحات

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی،

انقلاب زمانہ کا یہ کس قدر حسرت ناک واقعہ ہے کہ آج ہم جن ممالک کو قبلہ مراد سمجھکر اپنی مرادین مانگنے کے لیے وہان عاجزانہ حاضر ہوتے ہین وہ کبھی ہمارے اسلاف کے چمنستان عیش و اقبال رہ چکے ہین، آج ہم اظہار عجز و اطاعت کے لیے جس سرزمین کی خاک سے اپنی جبین غبار آلود کر لیتے ہین وہ کبھی ہمارے فتحمند اسلاف کے سمند اقبال کے سمون سے پامال رہ چکی ہے اور آج ہم جن قومون سے اپنی قسمت کا فیصلہ چاہتے ہین کبھی خود ان کی قسمت کی باگ ہمارے ہاتھون مین تھی۔ لوگون کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ سرزمین سوئٹزرلینڈ جہان ہم مسلمانون کی قسمتون کا فیصلہ کرنے کے لیے آج مغربی قومین مجتمع ہوئی ہین وہ کبھی ہم مسلمانون کے خیل شوکت و اقبال کا جولانگاہ بھی رہ چکی ہے،

یہ واقعہ تعجب انگیز نہین کہ ہمارا عہد شوکت و عظمت ختم ہو چکا کیونکہ یہان قومون کا عروج و زوال زمانہ کی طبیعت کا ایک ناگزیر حادثہ ہے جس سے کسی قوم کو مفر نہین، معلوم نہین چشم روزگار اب تک انقلاب کے ایسے کتنے تماشے دیکھ چکی ہے اور آئندہ دیکھیگی یہ بالکل سچ ہے کہ ہمارا کاروان اقبال لٹ چکا اور اب اس غارت شدہ کاروان کی عظمت و شوکت کی شہادت اس کے وہ نقش قدم دینگے جو سرراہ آج تک نمایان ہین،

کاروان رفتہ و اندازۂ جاہش پیداست　　زان نشانہا کہ بہر راہ گذار افتاد است

ہان یہ بھی سچ ہے کہ مدت سے زمانہ کا زبردست ہاتھ اب ان نشانون کے مٹانے کیلئے پیہم حرکت کر رہا ہے اور وہ دوسری قومون کی طرح ہماری داستانِ اقبال کو بھی افسانۂ پارینہ بنا دینا چاہتا ہے لیکن با این ہمہ ابھی ایسی بیشمار نشانیان موجود ہین جن سے دنیا ہمین اچھی طرح پہچان سکتی ہے اور وہ ہماری داستان اقبال کا "افسانۂ پارینہ" نہین بلکہ صحیفۂ عالم کے ایک "حقیقی واقعہ" کی حیثیت سے مطالعہ کر سکتی ہے،

امیر شکیب ارسلان جو شام کے کوہستان لبنان کے رہنے والے اور دولت و ثروت کے ساتھ ساتھ گونا گون علمی و ادبی قابلیتون کے بھی مالک ہین، وہ علامہ مفتی عبدہ مصری کے ارشد تلامذہ کی صف مین داخل ہین جب وہ ۱۹۱۹ء مین سفر یورپ کے سلسلہ مین سوئٹزرلینڈ پہنچے تو ان کو وہان کے علماء کی ملاقات و گفتگو، آثار قدیمہ کے معائنہ اور بعض تاریخی کتابون کے مطالعہ سے یہ معلوم کرکے بے انتہا حیرت ہوئی کہ فاتح اندلس عرب خاص سوئٹزرلینڈ تک پہنچے تھے اور ان اطراف و جوانب مین کم و بیش پچاس، نوسے برس تک ان کی شاندار حکومت قائم رہی، انہون نے ان اطراف مین عربی تمدن و تہذیب اور عربی صنعت و حرفت کو قابل ذکر ترقی دی تھی جس کے کچھ آثار و علامات وہان اب تک باقی ہین، چنانچہ امیر موصوف نے اس باب مین اپنے معلومات یکجا فراہم کرکے رسالہ المنار مصر کے دو نمبرون مین شائع کرایا ہے، ذیل کے صفحات خفیف تغیر اور حذف مکررات کے بعد، اس مضمون کا ترجمہ ہین،

(ابوالحسنات ندوی،)

مین آج تک اتنا جانتا تھا کہ عربون نے اسپین فتح کرنے کے بعد جنوبی فرانس پر قبضہ کر لیا تھا

اور وہ دوسری طرف جزائر سارڈینیا اور سسلی وغیرہ کے علاوہ بر اطالیہ تک پہنچ گئے تھے لیکن آج کی تاریخ یعنی ۱۹۱۹ء تک مین اس سے بالکل بیخبر تھا کہ عرب فاتح سوئٹزرلینڈ تک پہنچ گیے تھے، یہان قریب قریب اسی برس تک اُن کی حکومت قائم رہی اور وہ جرمنی کے جنوب مین دریائے کونستانز تک پہنچ گئے تھے جو قلب یورپ کی حیثیت رکھتا ہے،

سوئٹزرلینڈ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جس نے میری توجہ اس مسئلہ کی جانب منعطف کی وہ سوئٹزرلینڈ کے مشہور و معروف مستشرق پروفیسر مس ہین جو ایک مدّت تک مصر مین رہ چکے ہین اور میرے استاد امام شیخ محمد عبدہ مرحوم اور ان کے درمیان خاص روابط اخلاص و محبت تھے اول ملاقات مین اُنھون نے مجھ سے ایک تاریخی کتاب کا تذکرہ کیا جس کی زبان جرمن اور اس کے مؤلف کا نام فرڈنیا ندکلر ہے اور وہ ۱۸۵۶ء مین زوریخ مین چھپی ہے، اس کتاب سے معلوم ہوا کہ سوئٹزرلینڈ مین عرب آئے تھے، اس کے بعد مین نے مزید تلاش و جستجو شروع کی تو فرانسیسی مصنف موسیو رنیو کی ایک مفصل تصنیف ہاتھ آئی جس مین اونھون نے فرانس، سافوائے، پیامون اور سوئٹزرلینڈ پر مسلمانون کے حملون کی تاریخ لکھی ہے اس کے علاوہ پھر اور کتابین ملین جن کے مطالعہ سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ عرب سوئٹزرلینڈ تک فتح کر چکے تھے پھر کتابون کے علاوہ وہان عربون کے بقیہ آثار، عربی نام اور عربی سکے جو اب تک محفوظ ہین نظر سے گذرے ان سبھون سے بھی ثابت ہوا کہ وہان عربی حکومت قائم تھی، اور اسی پچیس برس تک عرب ان اطراف پر حکمران رہے،

ان اطراف مین عربون کی فتوحات کی ابتدا نہایت نادر الوجود و تعجب انگیز طریقہ پر ہوئی، بیان کیا گیا ہے کہ ۸۹۰ء مین بیس عربون کی چھوٹی سی جماعت ایک کشتی مین سوار ہو کر سواحل اسپین سے روانہ ہوئی، رستہ مین یہ لوگ منزل مقصود کی راہ بھول گئے اور سمندر کے زبردست تھپیڑے ان کو اطراف جنوہ (اٹلی) کے ساحل خلیج سان تروپس پر لے آئے، یہ گم کردہ راہ قافلہ وہان اتر پڑا، اور آبادی کی طرف

بڑھا، ان لوگون نے کوہ موروس کے اس پاس والے جنگل کو اپنا کمینگاہ بنالیا اور ادھر اُدھر کے دیہاتون پر چھاپے مارنے لگے، یہ لوگ وہان کے لوگون سے اسی طرح لڑتے، ان کو قید کرتے اور مال غنیمت لیکر اپنی جائے پناہ مین چلے آتے یہان تک کہ رفتہ رفتہ اس طرح ان لوگون نے ان اطراف کی تمام آبادیون کو مغلوب و مطیع کر لیا،

بعض مورخین اس واقعہ کو ان لفظون مین بیان کرتے ہین کہ بیس[1] بحری غارتگر عرب ساحل اندلس سے سواحل پروفانس واقع جنوبی فرانس کے قصد سے چلے، لیکن مخالف ہوا کے طوفان نے ان کو خلیج غریمو یا خلیج سان تروپس مین پہنچا دیا، یہان یہ لوگ اس طرح خشکی پر اترے کہ قرب و جوار کے باشندون کو ان کی آمد کی کوئی اطلاع نہین ہوئی، اس خلیج کی طبعی حالت ان لوگون کے لیے ایک زبردست مساعد تھی، کیونکہ یہان گھنے جنگل کے علاوہ اس کے ہر چہار طرف سر بفلک پہاڑیان تھین جو ان کے لیے محفوظ و مستحکم قلعہ کا کام دیتی تھین۔ ان لوگون نے اتر کر سب سے قریب کی آبادی پر دفعتہ حملہ کیا اور لوگون کو مقید و مقتول کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے ان کا رعب لوگون پر چھا گیا اور اس طرح یہ عرب ان اطراف کے تمام اہم مقامات پر قابض ہو گئے،

---

[1] مورخین یورپ جب عربون کے کسی جنگی کارنامہ کو لکھتے ہین تو عموماً نامناسب و ناموزون الفاظ اور جملے استعمال کر جاتے ہین چنانچہ وہ تمام تاریخین جو یورپ کے مقدس پادریون کی تصنیف کی ہوئی ہین اس حقیقت کی بہترین مثالین ہین اس لیے اس قسم کے الفاظ کو نقل کرنے مین کسی مشرقی مصنف کو یہ دھوکا نہ ہونا چاہئے کہ یہ الفاظ صحیح موقع پر استعمال بھی کیے گئے ہین، مثلاً یہان "بحری غارتگر" کا لفظ بھی بالکل اسی نوعیت کا ہے۔ مورخین یورپ کا یہ عام انداز ہے کہ فتح و کشور کشائی کے لیے اگر ایک یورپی جماعت اٹھے تو وہ اس کو انسانیت پر احسان، اس کی بہترین خدمت اور قابل فخر عمل خیر و سعادت لکھین گے لیکن اگر اسی عمل خیر کے لیے کوئی مشرقی جماعت اٹھے تو وہ اس کو انسانیت پر ظلم، اس کی صعب ترین مصیبت اور ایک بدترین اخلاقی جرم و شقاوت لکھین گے،

جب ان لوگون نے وہان بکثرت مال غنیمت حاصل کیا تو اسپین سے اپنی جماعت کے سو آدمی اور بلوائے جن کی آمد سے ان کی طاقت زیادہ ہوگئی اور یہ لوگ اب اور آگے بڑھ کر حملے کرنے لگے جن آبادیون پر یہ لوگ فتح پاتے وہان کے لوگون سے جزیہ وصول کرتے، ان فتوحات مین ان کے لیے ایک زبردست مساعد ان اطراف کے باشندون کا باہمی اختلاف بھی تھا جس کی وجہ سے خود ان مین کے بعض گروہ بعض دوسرے گروہ کے مقابلہ مین ان کے دست وبازو بنجاتے تھے، غرض اس طرح اس چھوٹی سی جماعت کا زبردست رعب واقتدار قائم ہوگیا، اور یہ حالت ہوگئی کہ ان مین کا ایک فرد ہزارون کے مقابلہ مین آنے سے بھی نہین جھجکتا تھا، اور چند ہی سال کے بعد ان اطراف کے متعدد مشہور ومستحکم قلعے ان کے قبضہ مین آگئے جن مین سب سے زیادہ اہم اس سلسلہ کوہ کے جوجیال فراکسینہ کے نام سے مشہور ہے قلعے تھے اور وہان آج بھی ان کے قدیم آثار مین سے ان منہدم عمارتون کے جو قریب قریب فنا ہوچکی ہین بچے کھچے نشانات اور گھر جو پہاڑون ہی مین ان کی چٹانین کاٹکر بنائے گئے ہین اور وہ کنوین جو پہاڑ کی چٹانون مین کھدے ہوئے ہین اب تک باقی رہ گئے ہین،

مورخ رینو نے لکھا ہے کہ انہی واقعات فتح پر نوین صدی عیسوی ختم ہوگئی، دسوین صدی کے آغاز مین یہ عرب سلسلۂ کوہ الپ تک پہنچے اور ۹۰۶ء مین دوفینیا اور کوہ سنیس کے درون سے آگے بڑھکر حدود دیماون مین نوفالس پر غالب آئے وہان کے دیرون کو لوٹا، راہبون پر سختیان کین اور اہالی اطراف کی بڑی خونریزی کی، عربون کی دست درازیان دیکھکر ان اطراف کے لوگون نے باہم اتحاد واتفاق کیا ہر چہار جانب سے حملہ آور عربون کو گھیر لیا اور ان کو مقید کرکے دیر ماندراؤس مین رکھا لیکن ان بہادر عرب قیدیون نے کسی طرح بند وزنجیر کو توڑ دیا اور وہ قید خانہ سے باہر نکلکر دفعۃً اپنے دشمنون پر ٹوٹ پڑے ان لوگون کو سخت ہزیمت دی اور دیر اور شہر کے ایک حصہ کو آگ لگادی، اس واقعہ کے بعد ان کے حملے اور زیادہ تیز وتند ہوگئے، یہان تک کہ

فرانس اور اٹلی کے درمیان کا راستہ بند ہو گیا، یہی مورخ لکھتا ہے کہ اس کے بعد عرب علاقہ خالی پر غالب آئے اور قلب بلاد مرنیدون تک پہنچکر دریائے جنیوا (سوئٹزرلینڈ) کو قریب گئے پھر انھون نے بلاد جورہ جو سوئٹزرلینڈ مین واقع ہین کی طرف پیش قدمی کی، اس زمانہ مین سوئٹزرلینڈ مملکت بورغنیہ مین شامل تھا عربون کے حملون سے گھبراکر وہان کی ملکہ کو برا قلعہ نیوشاتل مین بھاگ گئی جو اس وقت مملکت سوئٹزرلینڈ مین داخل ہے،

مورخ یود براند جس سے ڈرنیاند کا رنے واقعات نقل کیے ہین اس کی روایتین موسیو رنیو کی روایات کے بالکل مطابق و موافق ہین اس نے اس چھوٹی سی عرب جماعت کی شجاعت و دلیری کی جس کی وجہ سے اس نے ان ممالک و بلاد پر بے نظیر فتح و غلبہ حاصل کیا بیحد تعریف کی ہے، اس نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ کس طرح یہ عرب ان اطراف کے طول و عرض مین بیخوف و خطر چکر لگاتے، ہر اس شخص پر جو ان کے سامنے آجاتا غالب آتے اور دیرون، کنیسون اور امیرون کے محلون کو لوٹتے تھے، اسی مورخ کی رائے ہے کہ ان عرب حملہ آورون کا مقصد فتح و غلبہ کے بعد ان ممالک پر حکومت کرنا یا وہان کے لوگون کو غلام بنانا نہ تھا، بلکہ ان کا مقصد صرف سیم و زر اور نفائس اموال کا جمع کرنا تھا چنانچہ وہ لوگ یہی کرتے تھے کہ ادھر ادھر سے مال غنیمت حاصل کرتے اور اس کو قلعہ فرکسینہ مین جمع کرتے تھے، یہان تک کہ جب حالات بدلنے لگے اور ان کے تسلط و غلبہ کا ستارہ ڈوبنے لگا تو انھون نے تمام اموال غنیمت کو ان جہازون مین رکھکر جو بندرگاہ سان تروپس مین ہر وقت لنگر انداز رہتے تھے اسپین کی راہ لی، اسی مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت اسپین مین جو حکمران خلیفہ تھا اس کو ان غارتگرون کے فتوحات، ان کے سلسلۂ کوہ الپ تک فاتحانہ پہنچ جانے اور بیک وقت اٹلی اور سوئٹزرلینڈ مین گھس جانیکی اطلاع نہین تھی اور یہ وہ فتوحات تھین جن کو ان غارتگرون نے اپنے طور پر حاصل کیا تھا اور حکومت کی قوت اس مین شامل نہ تھی،

درسنہ ۱۹۰۶ء مین عربون کے حملون اور فتوحات کی تاریخ دیر نوغالس مین ہو دامین کو ہستین مین

واقع ہے لکھی پائی جاتی ہے، بیان کیا گیا ہے کہ اس سال سے کچھ پہلے اقطاع بورغوندی، سپلکہ اور کوہ الپو
کے ان حصون پر جو الپ مین واقع ہین سخت مصیبتین نازل ہوئین، کیونکہ اسی زمانہ مین عرب حملہ آور کوہ سینس پر
قابض ہوگئے تھے اور اب ان کے سامنے سافوائے اور سوئٹزرلینڈ کا رستہ کھلا ہوا تھا اس علاقہ مین دیر نوفالس
عظیم ترین وغنی ترین دیر تھا وہان کے راہبون نے جب عربون کی آمد آمد کی خبر سنی تو جو کچھ دیر مین مال و
دولت، کتابین اور اسباب وسامان تھے سب کو تورینو بھیج دینے کا انتظام کیا تاکہ وہان وہ پوری طرح
محفوظ و مصئون رہ سکین لیکن اس سے پہلے کہ وہ ان کو لیکر روانہ ہوسکین حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حملہ آور
عرب پہنچ گئے اور انھون نے تمام اسباب وسامان اور مال وزر پر قابض ہوکر کنیسہ کو آگ لگادی اور راہبون
کو قید کرلیا۔ اس زمانہ مین وہ تمام اقطاع ملک جو نہر پو سے نہر رہون تک پھیلے ہوئے ہین اور نیز اقطاع
پروفانس، پیامون، ڈوفینیا، مونٹگریٹ اکثر بیشتر عربون کی قوت وصولت کی جولانگاہ اور ان کی جنگون،
حملون اور چیرہ دستیون کی نمائش گاہ بنے ہوئے تھے، اس زمانہ کے امراء، اشراف اور اساقفہ جب روم
جانا چاہتے تھے تو وہ اپنی جان کی حفاظت کے خیال سے عربون کو زر نقد دینے پر مجبور ہوتے تھے ورنہ
قتل ونہب کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا اور یہ لوگ اکثر فدیہ مین دیرون کے ذخیرہ کی قیمتی اشیاء دیتے تھے،

اس مورخ کا خیال ہو کہ عرب صرف مال وزر کے سلب ونہب پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ مرد
اور عورتون کو بھی قیدی اور غلام بنالیتے تھے (جیسا کہ خود اہل فرنگ عربون کے ساتھ کیا کرتے تھے)
اور اگر کبھی کوئی ملکی شخص کسی عرب کو قتل کردیتا تھا تو قاتل کے خاندان یا اوسکی قوم سے نہایت سخت
انتقام لیتے اور کبھی اس کے لیے شہر کے شہر کو آگ لگادیتے تھے (جیسا کہ آج متمدن قومین آبادیون پر
طیارے کے ذریعہ سے گولے برسا کر جن سے بیگناہ مرد، عورتین، بچے اور مسافر تک ہلاک ہوتے ہین
کسی ایک شخص کے جرم ومقاومت کا انتقام لیتی ہین، اس مین شبہہ نہین کہ یہ طرز عمل اس کا پورا پورا
جواب ہے، لیکن یورپ کی چرب زبانی دیکھو کہ وہ ان عربون کے اعمال کو ظلم وطغیان اور تخریب

مگر اپنے اعمال کو جو عربون کے اعمال سے زیادہ سخت و بے رحمانہ ہین اصلاح، ترویج مدنیت اور عالم انسانی کی ترقی و خیر طلبی کا ذریعہ کہتا ہے) ان حالات کی وجہ سے ان اطراف کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ لوگ جب سفر کرتے تھے تو گروہ گروہ یا تنہا تنہا جنگلون اور غیر مشہور رستون سے گذرتے تھے اور حفاظت جان کے خیال سے پہاڑون کے درون، غار اور جنگل جھاڑیون مین پناہ لیتے تھے. بہت سے لوگون نے عربون کی روک تھام اور ان سے جنگ کرنے لیے ان اطراف کے حکمرانون مین اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوششین کین لیکن شدت اختلاف باہمی کی وجہ سے ان کی کوششین غیر موثر و ناکامیاب رہین بلکہ یہ ہمین اکثر نظر آئیگا کہ ان مین کا ایک رئیس اپنے دوسرے ہموطن رئیس کے خلاف عربون کا دست و بازو بنا ہوا ہے،

فلودوارد نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ عربون نے ۹۲۱ء مین انگریز زائرین رومہ کے ایک قافلہ کو پہاڑ کی بلندیون پر سے چٹانین گرا کر ہلاک کر ڈالا، اس کے دو برس بعد سلسلۂ کوہ ایلپ مین کسی قافلہ کو قتل کیا اس قسم کے واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۹۲۹ء مین زائرین رومہ کے قافلے ان خبرون کو سن سنکر رستہ ہی سے واپس جانے لگے. مورخین لکھتے ہین کہ ہمین یہ معلوم نہین یہ واقعات اس راہ مین جو سوئٹزرلینڈ اور اٹلی یا اس راہ مین جو اٹلی اور فرانس کے درمیان مین ہے پیش آئے، اس لئے اب صحیح طور پر ان کے جائے وقوع کا متعین کرنا بہت مشکل ہے. لیکن اس خیال کو ترجیح دیجاتی ہے کہ انگریز زائرین رومہ شاہراہ سان برنارڈ سے آیا کرتے تھے پھر مورخین اس زمانہ کی تعیین مین بھی جس مین سان برنارڈ پر عربون کا قبضہ ہوا متفق نہین ہین ہان اتنا متعین و محقق ہے کہ یہ واقعہ دسوین صدی عیسوی مین پیش آیا. بعض مورخین اس خیال کو ترجیح دیتے ہین کہ ۹۴۰ء کے قریب زمانہ مین عرب سان برنارڈ پر وادی رہون کی طرف سے آئے جہان کے ایک غار مین دیر اغونوم جس کی سنٹ موریسیوس کے نام پر بنیاد پڑی تھی واقع ہے ۹۴۰ء مین عرب اس دیر پر قابض ہوئے اور اسکو

یہان کے اسباب وسامان اور ذخائر اموال کو لوٹ کر دیر کو آگ لگادی، اس واقعہ کے بعد اسقف اوغسبرگ سنیٹ البریک بورغونڈ کے رستہ سے وہان کے شہدا کی ہڈیون کو اوغسبرگ لیجانے کے لیے آیا، لیکن اس نے یہان آکر کچھ نہ پایا،

فلودوارد نے لکھا ہے کہ انگریز اور فرانسیسی زائرین کا ایک گروہ ۹۲۱ء مین رومہ جار ہا تھا، رستہ مین ان لوگون کی عربون سے مڈبھیڑ ہوئی اور وہ ایسی حالت مین لوٹے کہ اپنے گروہ کے بہت سے ہمسفرون کو کھو چکے تھے، اس واقعہ پر سان مورتیز کے راہبون مین سے ایک راہب رودولف نام نے بادشاہ لودفیک چہارم کے یہان ایک عرضداشت بھیجی جس مین اس نے سلاطین جرمانیہ کے ان گذشتہ کارنامون کو جو انھون نے ان اطراف ملک کی حفاظت مین کئے تھے یاد دلا کر اس کو عربوں کی مخالفت ان کے حملون کی مدافعت اور مقدس بزرگان دین کی خراب و شکستہ قبرون کی ترمیم و درستی پر ابھارا تھا،

اس کے بعد یہ حملہ آور عرب نواح دریائے جنیوا تک پہنچ جانے کے بعد مشرقی کوہ الپو کے درون پر ظاہر اور ان پر قابض ہوئے فلودوارد لکھتا ہے کہ اب ان عربون نے جرمنی پر حملے کئے، جرمن زائرین رومہ کے رستے بند کر دئے اور اطراف شورا اور وادی رہائن پر قابض ہو گئے، وہ مستند تحریرین جو عربون کے وادی رہائن تک پہنچنے کو ثابت کرتی ہین اس واقعہ کو بھی ظاہر کرتی ہین کہ جرمن ڈیوک ہرمان نے جس کا نام کونٹ شور فالس تھا شاہ جرمنی سے ۹۴۰ء مین یہ التماس کیا کہ عربون نے اسقف شور کے دیرون سے جو کچھ لوٹ لیا ہے اس کا عوض و بدل عطا کیا جائے اور اسی بنا پر قیصر نے اس اسقف کو بلوندیز اور سان مارتین کے دو کنیسے عطا کئے تھے اور یہ شرط لگادی تھی کہ موجودہ اسقف شور کی موت کے بعد اول الذکر کنیسہ کے اوقاف کی آمدنی اسافقہ شور پر اور ثانی الذکر کی آمدنی رازلیس کے دیر راہبات پر وقف ہوگی،

مورخ کلر لکھتا ہے کہ شاہ بروفانس ہوغ نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ عربون کو ان ممالک سے نکالدے

اور ان کے مرکز قلعہ فراکسینہ پر بھی قبضہ کرے، اس لیے اس نے سب سے پہلے السریکوس سے جو اس کے
مقابلہ مین تخت مملکت لومبار دیہ کا دعویدار تھا صلح کر لی، اور قسطنطنیہ کی رومی حکومت سے یہ خواہش
کی کہ اسکی مدد کے لیے جہازون کا ایک بیڑہ بھیجا جائے، چنانچہ وہان سے مدد ملی قسطنطنیہ کے بیڑہ نے
خلیج سان تروبس کے عربی جہازون کو آگ لگادی۔ اندرون ملک مین ہوغ نے اتنی کامیابی حاصل
کر لی تھی کہ عربون کے ان قلعون کو گھیر لیا تھا جو جبال فراکسینہ مین واقع تھے لیکن عین اسی وقت اسکی
توقع کے خلاف ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اس کے بنے بنائے کھیل کو بگاڑ دیا اور عرب پھر اپنی
پہلی حالت پر آگئے یعنی یہ کہ اس زمانہ مین بیرانجر نے تخت لومباردیہ کا دعویٰ کیا اور ہوغ کے خلاف
عملی کاروائیان شروع کر دین۔ اس واقعہ سے ہوغ نہایت غضبناک ہوا اور اس نے طے کر لیا کہ عربون
سے پہلے بیرانجر کو مقید کر کے یا تو اس کی آنکھین پھڑوا دیگا، یا اُس کو قتل کر دیگا۔ ہوغ کے غیظ و غضب کی
خبر سنکر بیرانجر لومباردیہ سے فرار ہوا اور امیر شعابن ہرمان کی پناہ مین چلا آیا اس نے اس کو اپنے جوار
پناہ مین لے لیا، اور اوتو قیصر جرمنی کی خدمت مین پیش کیا جس نے اس کی شایان شان مہمانداری
کی اور اوسکی خیر طلبی کا وعدہ کیا۔ اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ہوغ سخت پریشان ہوا اور اس نے
قیصر جرمنی کی خدمت مین تحف و ہدایا بھیجے تاکہ وہ بیرانجر کی اعانت و امداد سے باز آجائے۔ ساتھ ہی ان
حالات کی وجہ سے اس نے عربون سے بھی صلح کر لی اور اس صلح مین یہ شرط رکھی کہ وہ اٹلی اور شعابن
کے درمیان کوہستانی علاقہ مین ایک دیوار بنکر رہین اور بیرانجر کی فوجون کو اس طرف بڑھنے سے روک
دین۔ یہ بالکل ظاہر امر ہے کہ اس معاہدہ کی وجہ سے عربون نے تمام رہگذرہائے آلپو پر قابض ہو جانیکا
حق حاصل کر لیا تھا اور نیز یہ کہ ہوغ ان کے جن فتح کردہ علاقون مین گھس آیا تھا ان کو اس سے بالکل
خالی کرالین، لیکن اس دوسرے امر کی تصریح نہین ملتی کہ عربون نے ایسا کیا تھا، تاہم عربون نے
اس معاہدہ سے کافی فائدہ اٹھایا اور اوسکی تنفیذ و تعمیل مین کوئی کمی نہین کی چنانچہ جب بیرانجر نے

کی طرف لوٹنے لگا تو اس کی ہمت نہین ہوئی کہ جبل الپو کی طرف سے گذرے بلکہ اس نے کوہ تیرول کی راہ اختیار کی اور اس کی اسی بزدلی کی وجہ سے مورخ شاعر لیودبراند نے جو اس زمانہ مین موجود تھا، اس کی ہجو کی ہے عربون نے جس دن سے یہ معاہدہ کیا اونھون نے یہ محسوس کیا کہ اب وہ رہگذرہائے الپو کے مالک ہوگئے چنانچہ اونھون نے اس طرف سے گذرنے والے قافلون سے محصول وصول کرنا شروع کیا اور کبھی کبھی اس کے لیے نہ اداکرنیوالون کو قید بھی کرنے لگے۔ عربون نے ان اطراف مین زراعت و تعمیر اور وہان کی عورتون سے ازدواج و مناکحت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ اس وقت قریب قریب تمام کوہ الپو اور خاص کر اس کے رہگذرسان برنارڈ پر وہ قابض ہوگئے اور اُن کی ایک جماعت شہر نیشں مین جاکر آباد ہوگئی جہان آج تک اُن کے نام کا ایک محلہ آباد موجود ہے،

اس کے بعد عربون کے حملے نواح سارغانز، تورنبرگ اور انبزل کی طرف شروع ہوگے،

۹۵۴ء کا سال خاص سوئٹزرلینڈ کے لیے مخصوص طور پر منحوس تھا کیونکہ اسی سال شمالی جانب سے مجار اور جنوبی جانب سے عربون نے اس کو گھیر لیا اور اس مین گھس آئے،

مورخ ایکیہارد نے اپنی اس کتاب مین جو دیرسنٹ غالن مین پائی گئی ہے لکھا ہے کہ عربون کی فطرت اور اُن کا طرز زندگی دو ایسی چیزین تھین جنھون نے اُن پر غلبہ پاسکنے کو سخت دشوار کر دیا تھا، امیر فالتا کے عہد مین ان کی جرأتین اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھین چنانچہ ایک مرتبہ اہالی شہر کسی مذہبی تقریب کے موقع پر صلیبین اٹھائے ہوئے چکر لگا رہے تھے کہ دفعۃً ان پر ایک عرب جماعت ٹوٹ پڑی اور ان کو مارنا شروع کر دیا۔ لیکن جوانمرد و غیرتمند فالتا نے ان کے اس جرم کا بدلہ لیے بغیر نہ چھوڑا، اس نے اپنے غلامون اور تمام نوکرون کو جو چھرون، ہتھوڑون اور کلہاڑیون سے مسلح تھے ان پر حملہ کرنیکا حکم دیا، فالتا نے عربون پر رات کو جب وہ سوئے ہوئے تھے حملہ کیا اور دفعۃً پکڑ کر ان کو قتل کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے وہ گھبرائے اور اپنی جانین بچاکر پہاڑون کی طرف بھاگ گئے،

اور ان مین کے کچھ لوگ گرفتار ہوئے، یہ گرفتار شدہ اشخاص دیر مین رکھے گئے جہان انھون نے کھانے پینے سے بالکل انکار کر دیا اور بالآخر سب کے سب بھوکے مرگئے (معلوم ہوتا ہے کہ جان نثاری کا یہ طریقہ آئرلینڈ والون ہی نے ایجاد نہین کیا ہے بلکہ عربون کو اس مین بھی سبقت حاصل ہے) عرب مشرقی سوئٹزرلینڈ مین کتنے دنون تک رہے اسکا صحیح علم نہین ہے، البتہ اتنا یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ دسوین صدی عیسوی مین وہان تھے،

۹۵۴ء مین ایک عرب جماعت کو دیرسنٹ غالن کے مقام پر سخت شکست ہوئی اور ٹھیک اسی زمانہ مین ان کی ایک دوسری بڑی جماعت کو جنگ مجار مین بھی شکست نصیب ہوئی اُن کو یہ شکست شاہ کونراد فون بورغوند کی ہمت وشجاعت نے دی، اس نے یہان ان کی بہت بڑی جماعت کا خاتمہ کر دیا لیکن اب بھی عرب کوہ الپو کے مغربی گذرگاہون پر قابض رہے، ۹۶۰ء مین اہالی ملک نے عربون کو سان برنارڈ سے شدید معرکون کے بعد پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا اور بالآخر غرنوبل اور وادی غزیزی فون سے بھی ان کو نکالا۔ انہی شکستون کے بعد ان ممالک کے لوگون کی ہمتین بڑھین، وہ ہر چہار جانب سے عربون کا مقابلہ کرنے لگے اور بالآخر ان کو ان ممالک سے نکل جانے پر مجبور کر دیا جس کا سلسلۂ واقعات یون شروع ہوتا ہے:

۲۲ جولائی ۹۷۳ء مین سنٹ ماجلوس براہ بافیا کلونی سے بورغوند کو واپس جا رہا تھا، اور ان اطراف کے بہت سے لوگون کا ایک بڑا قافلہ اس کی معیت مین اس خیال سے روانہ ہوا کہ سنٹ کے ساتھ وہ بھی عربون کے حملون سے محفوظ رہینگے، وہ لوگ سان برنارڈ کے اطراف مین کسی گاؤن تک پہنچے تھے کہ دفعۃً عرب ان پر ٹوٹ پڑے اور ان سب کو مقید کر لیا اور خود سنٹ ماجلوس بھی اس مصیبت سے نجات نہ پا سکا بلکہ ادھون نے اس کو بھی گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد عربون نے اپنے دستور کے موافق روٹی اور گوشت سنٹ کے کھانے کیلئے

پیش کیا مگر اس نے انکار کیا اور کہا کہ ہم اس طرح کھانے کے عادی نہین ہین۔ یہ سنکر ان مین سے ایک نے اپنا
ہاتھ دھوئے اور سنٹ کے سامنے آٹا گوندھ کر روٹیان تیار کین اور پھر عزت و احترام کے ساتھ ان کو
پیش کیا، سنٹ نے اس طرز عمل کو پسند کیا اور نماز پڑھ کر روٹیان کھالین۔ عربون نے سنٹ ماجلوس
کو اجازت دی کہ وہ اپنے شہر کلونی خط لکھکر اپنا زرفدیہ منگوا لے (اور) اپنے ساتھیون کو آزاد کرائے
سنٹ نے خط لکھا، جب یہ خط کلونی پہنچا تو وہان اس خبر گرفتاری سے کہرام مچگیا۔ اہل شہر نے دیرون
اور کنیسون کے ذخیرۂ اموال سے زرفدیہ مہیا کیا اور اس کو بھیجدیا۔ اس زرِ فدیہ کی مقدار ایکہزار رطل
چاندی تھی جو ایک ایک رطل ہر عرب کو ملی، اسی قافلہ کے زمانۂ قید کا یہ واقعہ ہے جس کو تمام مورخین
نے لکھا ہے کہ اس قافلہ کے اسباب و سامان مین انجیل مقدس بھی تھی جس کو انھون نے ایک درخت
کے نیچے رکھدیا تھا۔ اتفاقاً ایک عرب کو لکڑی کی ضرورت ہوئی اور اس نے چاہا کہ اسباب و سامان
کو روندتا ہوا درخت سے ایک شاخ کاٹ لے، لیکن جون ہی وہ اس قصد سے بڑھا خود اس کے ساتھی
عربون مین سے کچھ لوگ چلائے اور اس کو جھڑک کر کہا،

ویل لك كيف تطأ بر جلك كتاب نبي مقدس — تیرے لئے ہلاکت ہو کس طرح ایک نبی کی مقدس کتاب کو روندنے
کی جرأت کرتا ہے،

یہ اس لیے کہ عرب خود انبیاء کرام کا احترام کرتے ہین اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ
نے محمد صلعم کی بعثت کی بشارت دی تھی،

سنٹ ماجلوس کی گرفتاری کے واقعہ نے ان اطراف کے تمام لوگون مین عربون کے
خلاف جذبات نفرت و عداوت پیدا کر دئے، وہ سب کے سب یک وقت ان کے خلاف اٹھ کھڑے
ہوئے اور یہ قطعی طور پر طے کر لیا کہ عربون کے پنجہ سے آزاد ہو کر رہینگے، ان لوگون مین جنھون
نے ان جذبات سے کام لیا اور لوگون کے عزم و ارادہ کی رہنمائی کی سیسٹرن کا رہنے والا

بر یو سب سے زیادہ مشہور شخص ہے کیونکہ تمام لوگ اسی کی قیادت مین عربون کے خلاف جنگ آزما ہوئے
اور ان کو پہلے دو فینیا کی طرف اور پھر دو فینیا سے بروفانس کی طرف دھکیل دیا جہان امرائے بروفانس
مین سے ایک امیر غلیوم نام نے ان سے سخت جنگ کی۔ غلیوم ان کو ان کے اصلی قرارگاہ قلعہ
فراکسینہ تک دباتا چلا آیا اور نہایت خون ریز جنگ کے بعد اس نے قلعہ فراکسینہ کو بالآخر فتح
کرلیا عرب وہان سے آفریقہ و اسپین کو بھاگ گئے۔ قلعہ فراکسینہ کے سقوط کا سال ۹۷۵ء ہے
عرب اس پر پورے اسی برس تک قابض رہے،

اس واقعہ مین جو عرب گرفتار ہوئے تھے ان مین سے کچھ لوگ تو قتل کردئے گئے اور کچھ
لوگون نے نصرانیت قبول کرلیا، ان کے تمام آلات و اسباب جنگ امیر بروفانس کے لشکر نے
چھین کر آپس مین تقسیم کرلیے۔ مورخ ایکیہارڈ نے راہبین دیر سنت غالن کی یہ روایت لکھی ہے
کہ عرب جنوبی یورپ کے تمام اندرونی حصّون پر قابض ہوگئے تھے انھون نے وہان بود و باش
اختیار کرلی تھی وہان کی عورتون سے وہ شادی کرلیتے تھے۔ یہ متعین طور پر نہین معلوم کہ اس عرب
نوآبادی کے لیے اونھون نے وادی فالیس یا سافوائے کی وادی فال یا کسی اور قطعہ ارض کو منتخب
کیا تھا بہرحال وہ وہان زراعت و فلاحت کرتے تھے اور ادھر کے حکمرانون سے یہ شرط کرلی تھی کہ
وہ مالگذاری مین کوئی بڑی رقم ادا نہ کرینگے، سوئٹزرلینڈ کے علاقہ فالی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے
کہ وہان آج بھی دو ایسے گانون موجود ہین جہان کے لوگ اپنے گھوڑون کو عربی لگام لگاتے
ہین، وہ لوگ اپنے مخصوص حلقہ تعلقات سے باہر کسی اور خاندان مین شادی بیاہ نہین کرتے
اور انکی اس قسم کی بہت سی خاص خاص عادتین ہین،

تلخیص وتبصرہ

اتحاد مشرق ومغرب

ڈاکٹر ٹگور نے اپنے بین الاقوامی جامعہ کی طرف سے ایک سہ ماہی رسالہ وشوابھارتی شائع کرنا شروع کیا ہے، یہ رسالہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے خیالات اتحاد عالم کا نقیب اور اُن کی یونیورسٹی شانتی نکیتن کا ارگن ہے، اس کے پہلے نمبر مین یونیورسٹی کے ایک فاضل فرانسیسی استاذ، پروفیسر فرنند بنات کا ایک مضمون مذکورۂ بالا عنوان پر شائع ہوا ہے، پروفیسر مذکور لکھتے ہین:۔

"میرا خیال ہے کہ ہندوستانیون مین ایسے بہت ہی کم لوگ ہونگے جو یہ سمجھتے ہون کہ یورپ ہندوستان سے کس حد تک اوسکے حالات سے ناواقف ہے، اور اونکو شاید یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے لفظ سے یورپ کا جاہل و تعلیم یافتہ طبقہ کیا سمجھتا اور مراد لیتا ہے، ہان ہندوستان سے اور موجودہ ہندوستان سے مغرب بالکل ناواقف ہے، ہمارے ماہرین سنسکرت کی تعداد بہت ہی کم ہے، وہ ہند قدیم کو جانتے ہین اور ان مین سے اکثر نے شاید اس ملک کو بھی نہین دیکھا ہے، موجودہ ہندوستان کے متعلق، اخبارات جو معلومات بہم پہنچاتے ہین، وہ بہت ہی ناکافی، مسخ شدہ اور جانبدارانہ ہوتے ہین، یہ جس ذریعہ سے ہم تک پہونچتے ہین، اوس کا اہم ترین مقصد اخفاءِ صداقت ہے، رہا سیاحون، ناول نویسون، مشنریون کے بیانات، سو وہ تمام تر ایک طرفہ، غلط اور متعصبانہ ہوتے ہین، تاہم اکثر یورپیون کی نظر مین ہندوستان، ہوحستان ہیتھن (بے دین) اور مسخ اقوام ہے، آج کل اہل یورپ اُس کو اسی نظر سے دیکھتے ہین، جس نظر سے کہ مجاہدین صلیب فلسطین کو دیکھتے تھے،"

ہندوستانی بدبختی سے ہر یورپین کی تعریف کو اپنے لیے ایک سند سمجھ کر آپے سے باہر ہو جاتے ہین، اس لیے ہم کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہندوستان کو "مسیح اقوام" کہنے سے پروفیسر کا کیا مقصود تھا، کہتا ہے :-

"مین ہی پہلا شخص نہین ہون جس نے کہ اس ملک کو "مسیح اقوام" کہا ہے، اس کے ساتھ وجوہ تشبیہ کے سلسلہ مین یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پرتاثیر مواعظ مین خود اپنے ابنائے وطن کو بہت کچھ برا بھلا کہا ہے، اور اگرچہ ایک غلام قوم کے رکن تھے، اور ایک ایسی قوم مین پرورش پا رہے تھے جو قومیت کے نشہ مین متوالی ہو رہی تھی، پھر بھی وہ ایک لفظ بھی ایسا نہین کہتے، جس کو ہم اُن کے محب وطن ہونے کے ثبوت مین پیش کر سکین، وہ تمام دنیا۔ یہودی، رومی، جنٹائل وغیرہ کے لیے ایک عام پیغام محبت لائے تھے اور اپنی قوم کے لئے مخصوص نہ کر سکتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس سے بھی کوئی انکار نہین کر سکتا کہ اگر وہ کسی خاص خطۂ ارض سے اپنے کو منسوب کر دیتے تو اُن کا پیغام اس قدر عام نہ ہوتا"

"ہندوستانی تعلیم و تمدّن جو سرتاپا کامل روحانیت ہے، محبت، انسانیت، ایثار، قربانی، عمومیت کے جذبات سے، جو حضرت عیسیٰؑ کی مسیحیت کی روح ہے، پر ہے، اور ہم پیروان مسیح نے اون مین کچھ بھی نہ رکھا، یہ ضروری نہین ہے کہ ہم اپنے درد کی دوا یا اپنی اُمید کا ملجا ہندو بدھ یا ہندوستان کے کسی دوسرے مذہب مین پا سکتے ہین، کیونکہ زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ مخصوص عقائد والے فرقہ بن گئے ہین لیکن یہ چیز اب بھی ہم کو ہندوستان کے روحانی تخیل اور خالص تعلیم مین، جو دنیگی بلکہ یہ کہنا کہ القا کیگئی ہے، زیادہ صحیح ہوگا، مل سکتی ہے۔ یعنی اپنشد مین، گیتا مین اور ہندوستان کی دوسری مقدس کتابون مین -: ہمارا مطلوب ان کے حروف مین نہین ملے گا، بلکہ ہم اس کو ان کی روح مین پائینگے، اور یہی روح ہر ہندوستانی کے خیالات، اخلاق اور عادات مین ودلیعت کی گئی ہے"

"ہان مغرب بھی اس اتحاد مین اپنا حصہ پیش کریگا، میرے خیال مین ہندوستان نے عملی زندگی اور مادی دنیا کو ضرورت سے زیادہ نظر انداز کر دیا ہے۔

ٹیپو سلطان

میتھک سوسائٹی کے سہ ماہی رسالہ مین جنوبی ہند کے آخری غیرتمند، بہادر مسلمان حکمران کے روزنامچہ وخطوط کے متعلق ایک دلچسپ مضمون شائع ہوا ہم ذیل مین اوس کا اقتباس درج کرتے ہین،

جیمس مل نے ان الفاظ مین ٹیپو سلطان کے حالات لکھے ہین ؛

" ایک حکمران کی حیثیت سے وہ مشرق کے بڑے سے بڑے بادشاہ کے مقابلہ مین پیش کیا جاسکتا ہے اس نے اپنی زندگی کی کسی حالت مین خواہ وہ مصیبتون مین گرفتار ہو یا مسرتون سے معمور ہو اپنی حکومت کی تنظیم، ترتیب اور دیگر مہمات سلطنت سے کبھی بھی بے توجہی اور غفلت نہین کی۔ اس نے مختلف کامون کے لیے مختلف اوقات مقرر کر رکھے تھے، اور کسی تغیر وتبدل کے بغیر نہایت محنت سے ان کو کرتا تھا، چونکہ وہ ہر چیز کی مفصل حالت سے واقف ہونا چاہتا تھا، اس لیے اس کا بیش بہا وقت جس کو ان سے زیادہ مفید اور بڑے کامون مین صرف ہونا چاہیے تھا، یون ضائع گیا، اس نے اس صداقت کو جو بہت ہی کم حکمرانون کو معلوم ہوسکتی ہے، نہایت ہی اچھی طرح جان لیا تھا کہ حکومت کی بھلائی اور اس کا بہترین اصول یہ ہے کہ جن کی محنت سے سلطنت گلزار بنی ہوئی ہو، ان کی حالت زار پر ہمیشہ نظر ترحم رکھی جائے، اس لئے اس نے یہ اپنا فرض مقرر کر رکھا تھا کہ مظلومین کو سوسائٹی کے مظالم و دست درازی سے بچائے، یہی وجہ تھی کہ اس کے ابتدائی سالہائے حکومت مین جبکہ اوسے چین سے حکومت کرنی نصیب ہوئی، اس کا بہترین، زرخیز، سبز وشاداب اور خوش حال حصہ ہند تھا، لیکن دوسری طرف انگریزون اور ان کے ماتحتون کے عہد مین یہی جنت دنیا کے بدترین قطعہ ارضی بھی سے زیادہ بری دوزخ ہو گئی "

جیمس مل کا یہ بیان، اون خطوط و تحریرات اور روزنامچہ سے جن کے تراجم کو کرنل ڈبو

کرک پیٹرک نے مارکویز ویلسلی کے نام سے معنون کیا تھا، اور جو ۱۸۱۱ء میں شائع بھی ہو گئے تھے، صحیح ثابت ہوتا ہے، یہ خطوط جن کو ٹیپو نے مختلف عمال سلطنت کے نام لکھے تھے، ایک رجسٹر سے جو تسخیر سرنگاپٹم کے وقت ملا تھا، جمع کیے گئے تھے، یہ ۱۷۸۵ء سے ۱۷۹۲ء تک کے ہیں، ان میں سے بعض خطوط کے تراجم یہ ہیں:

بنام محی الدین علی خان

"ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم ہر وقت گھر کے اندر بیٹھے رہتے ہو، حتی کہ کچہری تک بھی نہیں آتے، تم کو چاہئے کہ روزآنہ ایک معقول وقت تک کچہری میں رہکر سرکاری فرائض انجام دو، اور ایسی صورت نہ پیدا کرو کہ جس سے کسی حاجت مند مصیبت زدہ کو دادرسی کے لئے تمھارے گھر کی زنجیر کھٹکھٹانی پڑے ...... اگر تم نے ہماری ہدایات پر عمل کیا تو خیر، ورنہ تم کو اس جرم کی سزا بھگتنی پڑیگی"

۲۱ اگست ۱۷۸۵ء

بنام محمد مہدی بخشی سرنگاپٹم

تم کو کسی آدمی کو اپنے گھر نہ آنے دینا چاہئے، اور جو کچھ بھی کام ہو اوس کو کچہری ہی میں بیٹھکر انجام دینا چاہئے، لیکن اگر لوگ اسی طرح تمھارے گھر پر آتے رہے تو اُن کو اون کے ناکون اور کانون سے محروم کردیا جائیگا اس حکم پر سختی سے توجہ کرو"

اس خط پر کرنل کرک پیٹرک کا مندرجہ ذیل نوٹ ہے،

"اس خط کی مذکورہ سزا کے متعلق، یہ کہنا انسب ہے کہ چونکہ ہم کو کوئی بھی ایسا واقعہ نہیں ملا جہاں اس سزا نے عملی صورت اختیار کی ہو، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عوام کو ڈرانے کے لیے یہ سزا لکھی گئی تھی"

بنام تربیت علی خان

سلطان اپنے گذشتہ خطوط کا جن کا جواب نہیں دیا گیا تھا حوالہ دے کر لکھتا ہے۔

"یہ شخص (علی خان) دن مین دو تین مرتبہ کھاتا ہے، چین سے بیٹھتا ہے، اور خوش گپی اور لطف صحبت مین وقت گذارتا ہے، حالانکہ ہم خود شب و روز کام مین مشغول و مصروف رہتے ہین"

ملک کے سات بڑے شہرون کے سات ہتمان ڈکٹی کے نام

"ہم نے ... ۹ گز کا ایک کوس مقرر کیا ہے، اور ایک ہرکارہ کو ۱/۲ گھڑی (۲۲ منٹ ۵ سکنڈ) مین یہ مسافت طے کرنی چاہئے اگر تمھارے صوبہ کے خطوط اس مقرر کردہ وقت پر نہ ملین تو تم کو اپنے یہان کے ہرکارون کو کوڑے لگانے چاہئین"

شہید سلطان **ٹیپو** کے یہ چند خطوط ہین جن کو سامنے رکھکر اگر واقعات کی جانچ پرتال کرو تو معلوم ہوگا کہ تصویر کا دوسرا رُخ ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہے، وہ ایک جفاکش، محنتی، شب و روز کامون مین مصروف ملک کے واقعات سے باخبر، ایک ایک افسر کے حالات سے مطلع، عدل پرور، اور انصاف پسند حکمران تھا، اس کے آئینِ حکومت کے رو سے ہندو مسلمانون مین تفریق نہ تھی، شاید ہمارے دوستون کی یاد مین سلطان کا وہ فرمان بھی ہوگا جو آج سے چند سال پہلے **معارف** نے شائع کیا تھا، جو آج بھی مدراس کے ایک مرکزی ہندو دھرم کے معبد مین محفوظ ہے، اور جس مین یہ تصریح ہے کہ اس مرکزی معبد کی جس کو مرہٹون نے توڑ پھوڑ ڈالا تھا، از سر نو مرمت کیجائے اور یہان کے مسند نشین کو جاگیر دیجائے،

ہمارا یہ حال ہے، اور خصوصًا ہمارے ہندو دوستون کا کہ وہ اپنے اسکولون کے کورسون مین تاریخ ہند کا جو حصّہ پڑھتے ہین وہ اس کو حقیقت کا آئینہ جانتے ہین حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ محض سیاست کارانہ خیانت کا "بحرِ ظلمات" ہے، اور اس کا نام تاریخ کے بجائے "پولٹکل پروپگنڈا" کہنا چاہئے،

آثارِ دمشق

شہرِ دمشق، آرامی، یونانی، رومی اور عربی تمدنون کا یکے بعد دیگرے سب سے بڑا مرکز رہا ہے عہد اسلام مین وسیع ترین اسلامی سلطنت اموّیہ کا پایۂ تخت تھا، انقلابات زمانہ نے گو اب ادھر

بے رونق کر دیا ہے تاہم اس کے زیرزمین دفینے اب تک محفوظ ہین، یعنی آثار قدیمہ، پرانے کتبات، ٹوٹی ہوئی عمارتین، ویران کھنڈر اوس کا یہ سرمایۂ دولت ہین، ترکی عہد حکومت مین جرمن علمائے آثار نے یہان کچھ کھدائی کا کام شروع کیا تھا، مگر ناتمام رہا، اب جب سے فرانسیسی اس پر قابض ہوئے ہین، اس کے مختلف اطراف مین تین فرانسیسی علمائے آثار کی جماعتین مصروف کار ہین، ان کی محنتین جہان تک کامیاب ہو چکی ہین شام کے ارکیالوجکل میگزین "آثار سوریا" مین اس پر ایک مضمون شائع ہوا ہی،

چنانچہ اب تک جو اہم انکشافات ہوئے ہین، ان مین سب سے زیادہ قابل قدر حضرت امام حسینؑ کی صاحب زادی حضرت سکینہ جو مشہور ادیبہ و شاعرہ تھین، اونکی قبر شریف ہی، اس قبر پر اخروٹ کی لکڑی پر عمدہ نقش و نگار بنا کر لگائے گئے ہین، اور کوفی خط مین اس پر ایک کتبہ ہے جس پر "۳۳۹ھ" کندہ ہے، دوسری قبر بھی اسی خاندان نبوی کی ایک اور چشم و چراغ سیدہ فاطمہ بنت احمد بن حسین کی ہے جو امام حسینؑ کی اولاد سے تھین، پانچوین صدی ہجری کے شروع مین انھون نے وفات پائی تھی،

قطب الدین خبضری کی مسجد کا بھی حال دریافت کیا گیا، دمشق کی "علمی عربی اکاڈمی" نے بھی اوس کی تحقیقات مین حصہ لیا، اور اس کے حالات لکھکر شائع کیے، اور اس پر کے کتبات پڑھے، جو عربی اور یونانی مین تھے، اس عمارت کو دیکھکر اموی تمدن کا پرشوکت زمانہ یاد آتا ہے، ایک اور جگہ تھی جہان ٹوٹے پھوٹے منقش پتھر نظر آتے تھے، اوس کو کھودا گیا تو پتھر کے نقش و نگار کے کامون کا کارخانہ ثابت ہوا، اور اس مین سے اس قسم کی بہت سی چیزین ملین معلوم ہوتا ہے کہ کسی فوری حادثہ کے باعث یہ کارخانہ تباہ ہو گیا تھا،

ابتدائی عہد مسیحیت کے ستر سولون مین ایک حنانیا کے گھر کی کھدائی شروع ہوئی، اس گھر کے دو حصے ہین، ایک عیسائیون کے اور دوسرا مسلمانون کے قبضہ مین ہے پہلا حصہ گرجا ہے، جو اب لاطینی عیسائیون کے ہاتھ مین ہے، اور دوسرا مسجد مین جو مدت سے منہدم اور ویران ہے، اس عمارت

مین حسب ذیل چیزین برآمد ہوئی ہین، (۱) کچھ ستون، اور پتھر جن پر خوبصورت پھول پتیان بنی ہین (۲) حوض چھوٹی نہر اور پانی کے کچھ آثار (۳) ایک مربع پتھر جس کا عرض ہر طرف سے آدھا ہاتھ اور بلندی سوا ہاتھ ہے، اس پر یونانی مین چار سطرین کندی ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان توبخ نے اپنے کسی دیوتا کے لیے کوئی قربان گاہ تیار کی تھی، (۴) ایک سپید پتھر جس کے چارون طرف ابھرے ہوئے نقوش ہین جو مرور زمانہ سے مٹ سے گیے ہین، اوسکی ایک طرف بلوط کا درخت بنا ہے جس کے نیچے ایک گائے کا بچھڑا سویا ہے، دوسری طرف شراب کا پیالہ اور مذبح بنایا گیا ہے، تیسری طرف اس فرضی مخلوق کی شکل بنائی گئی ہے، جو یونانی علم الاصنام مین خوش آوازی کا دیوتا ہے یعنی مچھلی کے دھڑ مین ایک خوبصورت انسان کا چہرہ جس کی سریلی آواز سنکر جہاز کے مسافر مست ہو جاتے تھے، اس کے علاوہ عنقا پرندہ کی خیالی تصویرین ہین،

شام کا محکمۂ آثار قدیمہ، ان یادگارون کی ترتیب اور حفاظت مین کوشش کر رہا ہے، دمشق مین امیر معاویہ کا جہان محل تھا وہ اب اسعد پاشا اعظم کے محل کے نام سے مشہور ہے، محکمۂ آثار نے مناسب سمجھا کہ ان یادگارون کو اوسی محل کے اندر جگہ دیجائے جس نے اس شہر کو اپنا پایۂ تخت بناکر سو برس تک اس کو اسلامی تمدن کا مرکز بنادیا چنانچہ یہ محل خرید کر اس کو عجائب خانۂ آثار بنا دیا گیا ہے،

لفظ تاریخ کی اصلیت

عام لوگ تو یہ صحیح سمجھتے ہین کہ "تاریخ" کا لفظ عربی ہے، "تفعیل" کے وزن پر مصدر ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ "ارخ" عربی مین اس معنی مین کوئی مادہ نہین، عرب شعرائے جاہلیت کا ذخیرہ اشعار ہی عربی زبان کی سب سے بڑی ٹکسال ہے، مگر اس قدیم ذخیرہ مین یہ لفظ ملتا نہین عرب اہل لغت بھی اسکو عربی کا قدیم لفظ نہین مانتے، اور اس کو معرب یا مولد (نیا لفظ) جانتے ہین،

بعض عربی دان اہل ادب کا یہ دستور رہا ہے کہ جس لفظ کی عربی مین اصلیت نہ ملتی ہو اوس کو وہ کسی

کسی طرح توڑ مروڑ کر اپنی زبان فارسی کا لفظ بنا دیتے ہین، اوسکی مثالین ہمارے لغت مین بکثرت ہین، مگر لفظ "تاریخ" ایک ایسا لفظ ہے جس کو نہ صرف اہل عجم بلکہ خود بعض عرب بھی فارسی الاصل تسلیم کرتے ہین، روایت یون بیان کیجاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب اسلام مین دفاتر کی بنیاد ڈالی تو ایک ایرانی نومسلم کے مشورہ سے حسابات اور کاغذات مین، ماہ وسال کی قید بھی اضافہ کی، ایرانی سے پوچھا گیا کہ تمھارے یہان اسکو کیا کہتے ہین، اس نے جواب دیا "ماہ روز" کہتے ہین عربون نے اس لفظ کو "تاریخ" بنا لیا، پھر باب تفعیل سے تاریخ اوسکا مصدر بنالیا، ہمارے یہان کے تمام اہل تاریخ، اہل سنین، اہل لغت اور علمائے ریاضیات اسی نظریہ پر قائم ہین، اور لفظ "تاریخ" کی تحقیق کرتے ہوئے اوسکی یہی اصلیت بتایا کرتے ہین، اس عام شور وغل کے درمیان ایک دھیمی آواز مورخ ابن عساکر دمشقی کی سنائی دیتی تھی، جو یہ کہتے تھے کہ یہ فارسی کا نہین بلکہ قدیم یمنی عربی (حمیری) زبان کا لفظ ہے، مگر لوگون نے مورخ موصوف کی تنہا شہادت کو قبول نہین کیا،

اب حال مین حافظ سخاوی کی ایک نادر تصنیف "الاعلان فی التوبیخ لمن ذم التاریخ" مصر کے مشہور لغوی عالم اور قلمی کتابون کے شائق احمد تیمور پاشا کو ہاتھ آئی ہے چنانچہ اس کتاب کے چند ابواب رسالہ الاثار مین اونھون نے چھپوائے ہین، حافظ موصوف نے بھی اپنی اس تصنیف مین، مورخ ابن عساکر کی تائید کی ہے، اور لکھا ہے کہ (اسمٰعیلی) عربی یا شمالی عربی زبان مین یہ لفظ جنوبی عربی یعنی حمیری زبان سے آیا ہے،

اب اس مسئلہ نے تحقیق کا ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے، مصر کے مشہور ماہر آثار مصریہ احمد بے کمال نے یہ ثبوت دیا ہے کہ لفظ "تاریک" ٹھیک اسی تاریخ کے معنی مین قدیم مصری کتبات مین نظر آتا ہے، اس شہادت نے مورخ ابن عساکر اور حافظ سخاوی کے دعوی کی قوت مین بہت کچھ اضافہ کر دیا، اور اب موقع آیا ہے کہ ہم لفظ تاریخ کی اصلی پیدائش کو ایران کے سبزہ زارون سے ہٹا کر عرب کے نخلستانون مین لیجائین، اب معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ یمن کا صوبہ عرب کے تمام صوبون مین سب سے زیادہ متمدن تھا، اس لیے وہان تاریخ کے لیے لفظ موجود تھا، اور جب عرب مین بزمانۂ اسلام نیا تمدن آیا، تو یہ ایک صوبہ کا مخصوص لفظ مملکت عرب کے اصلی مرکز مین مقبول ہو کر ہر جگہ پھیل گیا،

اخبار علمیہ

علمی دنیا مین اس خبر نے بہت کچھ حیرت اور دلچسپی پیدا کر دی تھی، کہ پٹگونیا مین ایک جانور موجود ہی، جس کے متعلق ماہرین تاریخ فطرت کا خیال تھا...... ۲۰ سال قبل فنا ہو چکا ہے؛

لیکن اب یہ معلوم کر کے حیرت کی کوئی انتہا نہین رہتی کہ نیوزیلینڈ کے قریب ایک چھوٹے سے جزیرہ مین ایک اس سے بھی زیادہ معمر جانور موجود ہے، اس کا علمی نام سفنڈن ہے اور مورس کا خیال ہو اول الذکر جانور سے اس کی عمر...... اسال زیادہ ہے، اور آج بھی یہ جانور موجود ہے، حالانکہ اس کے دوسرے ساتھی زمانہ ہوا فنا ہو چکے ہین؛

ربڑ بنانے کے دو نئے طریقون کا حال مین تجربہ کیا گیا ہے، ایک طریقہ یہ ہے کہ ربڑ کے درخت کے دودھ سے یہ تیار کیا جاتا ہے اور اس سے اس قدر بہتر ربڑ بنتا ہے، جیسا کہ آج تک دنیا نے نہین دیکھا، دوسرا طریقہ اس دودھ کے ساتھ دوسری چیزون کو ملا کر اس قسم کے ربڑ تیار کرنے کا ہے جس سے ٹائر وغیرہ نہایت آسانی سے بنائے جا سکتے ہین؛

ایک فرانسیسی سیاح کو ایک اشوری روٹی ملی ہے جو ۲۴۰۰ سال کی ہے، یہ روٹی ۵۶۰ ق م مین پکائی گئی تھی، اور جس وقت ملی، اچھی حالت مین تھی، یہ ٹکیہ کی شکل کی ہے اور کپڑے مین نہایت ہی احتیاط سے لپٹی تھی،
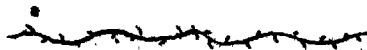
پروفیسر ڈبلو، ایچ، پک، کا بیان ہے کہ فضا کی غیر معمولی صفائی بارش کی نقیب نہین ہوتی، بلکہ اس کا عکس ہے جب ہم ۱۲۰ میل تک کی چیزین دیکھتے ہین تو صرف ½ دن بارش ہوتی ہے، لیکن جب صرف ۳۰ انگ انسان کی نظر جا سکتی تھی تو ۲½ تک پانی برستا تھا،

انگلستان کے مشہور انشا پرداز بیکن کے مضامین کا ایک مجموعہ جو ۳۲۰ سال قبل کا چھپا ہوا دوسرا اڈیشن تھا گذشتہ ماہ مین ۴۰۰ پونڈ مین فروخت ہوا ہے،

لندن مین ۱۸۵۵ء کے نیو ساؤتھ ویلس کے دو پنس کے زرد ٹکٹ ۱۱۰ پونڈ مین نیلام ہوئے،

سر جان ایم، سی، ایچ، اڈیٹر ڈیلی ٹیلیگراف نے اپنی عمر کا ۸۰ سال پورا کیا ہے، وہ ۶۰ سال سے اس اخبار مین ملازم ہین،

ریاست کوچین کی رپورٹ مردم شماری مظہر ہے کہ اس ریاست نے تعلیمی حیثیت سے بڑی ترقی کی ہے یہ ریاست ۱،۴۱۸ میل ہے، یہان کی آبادی ۹۷۹۰۸۰ ہے، ان مین ۴۸۲۹۵۹ مرد اور ۴۹۶۱۲۱ عورتین ہین اس آبادی مین ۶۴۶۱۳۲ ہندو اور ۲۶۲۵۹۵ عیسائی ہین، اس ریاست مین مجموعی حیثیت سے ۱۸ فی صدی تعلیم یافتہ ہین، مذہباً عیسائی ۲۶ فی صدی اور ہندو ۱۶/۱۰، انگریزی جاننے والون کی تعداد ۱۰۰۰۶ ہے،

ہمارا عرصہ تک خیال تھا کہ جانورون اور انسانون کے حواس خمسہ ایک ہی قسم کے ہین، اور وہ اسی طرح دیکھتے، سنتے، سونگھتے، چھوتے اور چکھتے ہین جس طرح کہ ہم، کیونکہ وہ بھی ان تمام ظاہری اعضا کے

مالک ہین، لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا یہ خیال غلط ہے، اور ہمارے حواس ظاہری و باطنی مین جس قسم کے لگاؤ ہین وہ تعلق ان جانورون کے ان حواسون مین نہین ہے اس لیے ہمارا ان کو اس حیثیت سے مساوی سمجھنا صحیح نہین، بلکہ اس مین بھی ہم ان سے اشرف ہین،

لندن کے عجائب خانۂ حیوانات مین پنڈرمہ سے ایک زندہ کیڑا لایا گیا ہے جس کے چھوٹے چھوٹے پاؤن اور بال ہین، یہ کیڑا پہلی مرتبہ عجائب خانہ مین آیا ہے، اور کیڑون کے ارتقائی حالات کی ایک اہم ترین کڑی ہے،

دنیا کے تمام ٹکٹ جمع کرنے والون کا گذشتہ مئی مین مقابلہ ہوا تھا، یہ مقابلہ لندن کے دیوان زراعت مین ہوا. تمام دنیا سے عموماً اور امریکہ سے خصوصاً ہزارون آدمیون نے اپنے ٹکٹ پیش کیے، بعض ملکون کے انفرادی ٹکٹون کی قیمت ۲۰ ہزار سے ۵۰۰۰۰ پونڈ تک ہے، اور ایک شخص نے تو ۰۰۰۰۰ ۱۵ روپے کے ٹکٹ داخل کرائے ہین، جنگ کے بعد یہ اپنی قسم کی پہلی نمائش ہے،

بعض سائنس دان وعدہ کرتے ہین کہ عنقریب وہ خود اپنے موسمون کے مالک ہو جائینگے، بہت جلد ہم اس خوف سے نجات پا لینگے کہ کہین، سڑک پر ہم پانی سے بھیگ نہ جائین یا قلت آب سے کاشتون اور باغون پر خراب اثر نہ پڑے، بہت ممکن ہے کہ دوسری چیزون کی طرح اب بارش کے سرکاری دن بھی مقرر ہو جائین، اس کے ایجاد کا سہرا پروفیسر ڈہو، ڈی، بنکرافٹ اور ڈاکٹر ایل، فرانسس واران کے سر ہے، کچھ عرصہ ہوا انھون نے تجربتاً تھوڑی سے بارش بھی پیدا کی تھی، وہ ہوائی جہاز پر بیٹھکر بادلون کے اوپر چڑھ جاتے ہین، اور ان پر ریت کی بارش کرتے ہین، ریت کے ذرات، بادلون سے ٹکرا کر بارش پیدا کرتے ہین، اور زمین سیراب ہو جاتی ہے

حال مین معدہ کے طریقۂ عمل کے مطالعہ کیلئے ایک شیشہ کا پیٹ بنایا گیا ہے، اس مین غذا ڈال دیجاتی ہے اور اس عرق کی جو غذا کو پیٹ مین ہضم کرتا ہے ایک مقدار اس مین چھوڑ کر بقدر ضرورت گرمی پیدا کیجاتی ہے، اور اس طرح طریقۂ ہضم کا مشاہدہ کیا جاتا ہے،

انڈے جیون جیون پرانے ہوتے جاتے ہین اُن کا وزن گھٹتا جاتا ہے، ان کے وزن و ثقالت سے ان کی عمر کا پتہ چل سکتا ہے،

دو اونس نمک، ایک پیالہ پانی مین ملا دیجئے، اس کے بعد انڈون کو اس مین چھوڑئے، تازے انڈے تہ تک چلے جائینگے، ایک دن والے انڈے صرف تہ کو چھوئینگے، تین دن کے انڈے تیرنے لگین گے اور جو اس سے بھی پرانے ہونگے سطح آب پر چلے آئینگے،

شیفیلڈ مین ایسے لوہے کا تجربہ کیا گیا ہے، جو نہ کبھی زنگ آلود ہوگا اور نہ داغ دار اس مین بجلی کے ذریعہ دھار اور تیزی پیدا کیجائیگی، اس سے بہت سی ضروریات خانہ داری کی چیزین بن سکین گی،

ایک نئی قسم کی دھات دریافت ہوئی ہے جس کو اوڈیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ چمک، دیرپائی اور دوسری خاصیتون مین سونے سے بہت کچھ مشابہ ہے،

گارڈن کمر تھیہ، جو ایک مشہور سیاح ہے، جنوبی امریکہ سے واپس آیا ہے، اور اپنے ساتھ ایک ایسی عجیب دوا لایا جو انسان کو جری اور بے خوف بنا دیگی ۔

یہ دوا ایک سیاہ بکس مین بند وارالتجربہ مین رکھی ہے، درحقیقت اس مین انسانی اُمید کا لعل مقفل ہے،

اس مین صرف، اپونڈ خرچ ہوئین، اور پتیان ہین، تاہم اس کے حصول کے لیے ۰۰۰ پونڈ خرچ کرنے کے علاوہ بہت سے آدمی مجروح ہوئے بعض مارے گئے، میلون جنگلون اور دریاؤن کو طے کرنا پڑا، اکثر وحشیون کے تیرون کا مقابلہ ہوا، بہت سے جنگلی بخار کے شکار ہوئے، لیکن بحمداللہ یہ گوہر مقصود جس کو کیپی (Capi) کا نام دیا گیا ہے ہاتھ آیا، اس سے بزدل سے بزدل انسان بھی بہادر اور طاقتور دشمن کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جائیگا اور خوف و ہراس نام کو بھی باقی نہ رہے گا،

حال کی تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عام قیدیون نے، اپنے ایام آزادی کی بہ نسبت جیل کے تاریک کمرون مین زیادہ خواب دیکھے، اس کی وجہ شاید زندانی زندگی کی بیکاری ہو، جن لوگون نے کبھی بھی کوئی خواب نہ دیکھا وہ یا تو بدترین قسم کے مجرم تھے یا ان کی دماغی حالت صحیح نہ تھی، ۹۹ خواب دیکھنے والے قیدیون مین صرف ۲۳ نے اپنے جرم کے متعلق خواب دیکھے، قیدیون مین سے ۵۰ فی صدی نے کہا کہ ارتکاب جرم کی شب کو وہ نہایت ہی گہری نیند سوئے تھے،

عام طور سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ گھڑیون کی کمانیان عموماً گرمیون مین ٹوٹتی ہین، لیکن بعض دکانون کے اعداد و شمار مظہر ہین کہ یہ کمانیان اکثر بادل کی گرج اور بجلی کی چمک کے زمانہ مین زیادہ تر ٹوٹتی ہین، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گرمی کی جگہ مرطوب ہوا بھی اس کے لیے نقصان دہ ہے، چنانچہ دو گھڑیون ۵۶، ۵۶ کمانیان رکھی گئین اور ان مین سے ایک مرطوب ہوا اور دوسرے مین خشک بھردی گئی اول الذکر مین سے ۱۷ کمانیان ٹوٹ گئین، تیل ٹپکانے سے یہ خطرہ کم ہو جاتا ہے،

جاپان کی ایک نوآبادی مین بیویان شوہرون اور بچون کی پرورش کرتی ہین اور خاندان کی

سے دار تسلیم کیجاتی ہین، مرد امور خانہ داری کے ذمہ دار ہین،

یہ ایک عام خیال تھا کہ شادی کے بعد، عورت و مرد مین ایک قسم کی مشابہت پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے، اور بعض صورتون مین تو اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہین ہوتی، اس کے متعلق متعدد اصول بتائے گئے ہین لیکن ان سے کوئی ایسا نہ تھا جو معقول اعتراضات سے بری ہو، اب حال کے تجربون نے اس خیال کی تائید کی ہے، اور ہمارے پاس اس قسم کے عقلی و عملی ثبوت مہیا کر دئے ہین کہ ہم اُن کے ذریعہ اس صداقت کو ثابت کر سکتے ہین،

ٹرنٹو یونیورسٹی کے پروفیسر جے، سی مکلنین نے ہیلیم گیس کو رقیق کر کے، دنیائے علم مین ایک نہایت ہی اہم تجربہ پیش کیا ہے، اس سے سولہ سال پہلے ہالینڈ کی لیڈن یونیورسٹی مین بھی اس قسم کا تجربہ کیا گیا تھا، لیکن پروفیسر مکلنین نے جس وسیع پیمانے پر اس کو انجام دیا ہے، وہ نہایت ہی حیرت انگیز و فائدہ بخش ہے،

ایم جارج بربٹ، نے حال ہی مین پرندون کی طرح اڑنے کا تجربہ کیا، اونھون نے اس قسم کے پر لگائے جس مین ۱۵ گھوڑون کی طاقت کا ایک انجن لگا تھا اور اس کے ذریعہ ایک گھنٹہ مین انھون نے ۵۰ میل کی مسافت طے کر کے انگلش چینل کو عبور کیا اور ۴۷ منٹ مین فرانس واپس آئے، یہ پر ۴۴ مربع فٹ مین اور اُن کا وزن ۵۰۰ پونڈ ہے،

ایک یورپین ڈاکٹر جو حال مین ۱۰۹ سال کی عمر مین مرا ہے، اپنی درازئ عمر کی وجہ اپنا طریقۂ خواب بتاتا ہے، اس کی نصیحت ہے کہ جب سونے کے کمرے مین جاؤ تو ایک قطب نمائے ادا اس کی مدد سے اپنے

پلنگ کو اس طرح رکھو کہ تمھارا سر شمال کی طرف ہو اور پیر جنوب کی طرف سیدھے ہو کر گہری نیند سوؤ"

ہندوستان مین دیاسلائی جس کثرت سے استعمال کیجاتی ہے اس کا حال ذیل کے سرکاری اعداد بتائینگے

سنہ	۱۴۴ ڈبیون کے بکس	قیمت بصورت روپیہ
سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء	۱۵۱۵۰۰۰۰	۲۰۴۸۳۲۳۰
سنہ ۲۰-۲۱ء	۱۲۹۹۸۷۳۳	۱۶۷۰۱۳۷۰
سنہ ۲۱-۲۲ء	۱۳۶۸۰۸۰۱	۲۰۳۸۰۴۶۹

کیا ہم اپنی ناکون سے دیکھ سکتے ہین، ؟ کیا ہم اپنے بن انگشت سے سن سکتے ہین ؟ اور کیا ہم جس جگہ چاہین قوت بصارت پیدا کر سکتے ہین ؟ یہ ایسے سوالات ہین جو بظاہر نہایت ہی مضحکہ انگیز معلوم ہوتے ہین، لیکن ایک۱۲ سال کی لڑکی ویلینا ہگنس نے ان معاملات کو ایک حد تک سچ کر دکھایا ہے،

حال مین ایک ایسی گیس ایجاد ہوئی ہے جس سے انسان پر خوف و انتشار کے جذبات طاری ہوجاتے ہین، حال مین واشنگٹن کی پولس نے غیر قانونی مجمعون کو منتشر کرکے اس کی کامیابی و فائدہ مندی پر مہر لگادی ہے اور اب پولس کو گولی چلانے کی ضرورت پیش نہ آیا کریگی،

افریقہ کے مغربی ساحلی مقام کردی مسا مین آپ کسی شخص کے جھونپڑے کی طرح اپنا جھونپڑا نہین بنا سکتے یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اوس کی سزا موت ہے،

آسٹریلیا کے ساحلی مقامات پر جہان گھاٹ بنے ہوئے ہین، اکثر نہانے والے، بڑی مچھلیون کے شکار ہو جاتے ہین، اس لیے نا کوس ویل مین سمندر کے ایک حصّہ کو گھیر دیا گیا ہے تاکہ کوئی آدم خور مچھلی اس مین نہ آسکے: اس کی لمبائی ۲۳۰ فٹ، اور چوڑائی ۱۷۵ فٹ ہے ۔ ۔ ۔ آدمی بیک وقت اُس مین غسل کر سکتے ہین،

—— . ——

اس سال کے ابتدائی تین مہینون مین ۲۳۹۴ یہودی فلسطین جاکر آباد ہوئے، گذشتہ سال اسی زمانہ مین ۲۴۵۲ یہودی گئے تھے،

—— . ——

اطالیہ کے موجودہ وزیر اعظم مسولینی نے تمام مدارس سے لازمی فرانسیسی اُٹھا دی اور اوسکی جگہ یورپ کی کسی ایک زبان کی تعلیم پسند رکھی ہے،

—— . ——

۱۹۱۸ء مین جزائر بہاما، وسٹ انڈیز مین ۔ ۔ ۔ ۶ پونڈ کی شراب گئی تھی لیکن گذشتہ سال ۔۔۔۔۔ پونڈ سے بھی زیادہ کی اسپرٹ ان جزائر مین خرچ ہوئی،

—— . ——

مغربی و وسطی افریقہ کے فرانسیسی مقبوضات مین اب تک مردم خوری کوئی بڑا جرم نہ تھا، اور اس کے مرتکبین کو معمولی سزائین دیجاتی تھین، لیکن اب حکومت نے اس جرم کے لئے سزائے موت مقرر کی ہے،

—— . ——

فاک سٹون کی مجلس بلدیہ نے طے کیا ہے کہ ساحل لیس پر ۔ ۔ ۔ ۔ ا پونڈ کا ایک بیٹھک بنوایا جائے،

ادبیات

غزل عزیز

جناب مرزا عزیز لکھنوی

سبق ملے ہین اس آئینِ دل نوازی سے
نیاز مند بنایا ہے بے نیازی سے

بنا دیا نہ زمانے کو داستان جب تک
ملی نہ عشق کو فرصت فسانہ سازی سے

یہی ثبوت عدم ہے یہی دلیل فنا
کہ آفرینش عالم ہے بے نیازی سے

نہین شکایت بیداد ہان گلہ یہ ہے
یہ انتخاب ہوا ہے خوش امتیازی سے

ضرور ہے دل محمود رحم کے قابل
مگر ایاز کو فرصت کہان ایازی سے

بتا دے اے مجھے محفل مین چھیڑنے والے
ہے بہتر اور کوئی ساز دل نوازی سے

سوائے اس کے کہ ہو دل شکستہ ایک غریب
بتاؤ فائدہ کیا اس زبان درازی سے

یہ راز کھل ہی گیا کب کا جان نثار دل پہ
نہ باز آئے مگر تم زمانہ سازی سے

ہین غرق آتش تر تیرے رند تر دامن
پگھل گیا ہے جہنم بھی دل گدازی سے

ہم ایک راز حقیقت ہین بے نیاز جہان
علاقہ کیا ہمین اس پیکر مجازی سے

یہ وقت کونسا آیا ہے اے خدا مجھ پر
کہ چارہ ساز لرزتے ہین چارہ سازی سے

ہین مطمئن تھا مگر میرے ناخدا تو نے
ڈبو دیا مجھے طوفان بے نیازی سے

لیا ہے گور غریبان نے درس عبرت کا
سکوت [illegible]

سنبھال لے دل مجنون کو اے ہوائے نجد — اتر رہا ہے کوئی ناقہ حجازی سے

زبان کھلیگی بھلا کیا کھلے ہین جو عقدے — کسی کی چشم سیہ کی سخن طرازی سے

جواب حسرت دیدار خط شوق مین تھا — بہ برق طور عبارت تھی دل نوازی سے

قریب ہی کہ زمانہ سکوت کرے گا — کسی کی چشم سخنور کی سحر سازی سے

یہ اہتمام ہین اخفائے حسن کے پھر بھی — دکھا رہا ہے جھلک پردۂ حجازی سے

ہزار طرح کے دل مین خیال آئے ہین — تمام رات ستارون کی دیدہ بازی سے

بیان حال کو ماتھے پہ کچھ عرق نکلا، — زبان رک گئی جب شرح جانگدازی سے

قدم تک آئے تو ای زلف تابدار مگر — خدا بچائے تری عمر کی درازی سے

دل عزیز کی بستی نہین ہوئی برباد
مگر نگاہ رمیدہ کی ترکتازی سے

فکر سلیم

اس قدر تند بھری ہے مرے پیمانے مین — کہ چھڑک دون تو لگے آگ ابھی میخانے مین

ساری ان خاک کے پتلون مین خدا نے بھر دین — ندرتین جتنی تھین قدرت کے نہانخانے مین

تم کبھی نرم مزاجی پہ ستمگر کی نہ جاؤ — پنجہ فولاد کا مخمل کے ہے دستانے مین

دل مین قوت جو ابھرنے کی ہی بیکار نہ جائے!! — ایک پودا ہی چھپکتا ہوا اس دانے مین

شمع کے گرد یہ کیون جوش سے کرتا ہی طواف؟ — ناچتی پھرتی ہی کیا چیز یہ پروانے مین؟

دل مین انسان کے اگر ہو تو حقیقت کھلجائے — یہی جھلکی سی جو پوشیدہ ہی پردانے مین

آندھیان آکے سناتی ہین ترانے مجھکو — بجلیان رقص ہین کرتی مرے کاشانے مین

عقل کو چاہئے سجدے کرے اُس کو پیہم — شان وحشت کی جو دیکھی ترے دیوانے مین

وہ بھی ہوگا اسی مجمع مست مین ذرا غور سے دیکھو ۔۔۔ پتلے جو حسن کے ہین دل کے صنم خانے مین
فتنے اٹھ اٹھ کے تری بزم مین سو جاتے ہین ۔۔۔ کس قیامت کا اثر ہے مرے افسانے مین
حال دل کہنے کو ہون اُنسے مین ای جذبۂ دل ۔۔۔ بجلیان کوٹ کے بھر دے مرے افسانے مین
تاکہ باقی نہ رہے ہستی و مستی مین تمیز ۔۔۔ بھر دو جذبات کی مے عمر کے پیمانے مین
شہرتین ہین مری گمنامی کے اندر پنہان ۔۔۔ یعنی آبادیان گم ہین اسی ویرانے مین

نغماتِ قدس

از مولوی ابو القدس صاحب توحیدی بھوپالی

مقصودِ عشق ہے کہ وفا داریان رہین ۔۔۔ منشائے حسن یہ کہ، دل آزاریان رہین
یہ تو نہو کہ دل سے وہ ہم کو بھلا ہی دین ۔۔۔ راضی ہین اس پہ ہم کہ جفا کاریان رہین
ہو لاکھ یاس، حوصلۂ دل نہ چھوڑئے ۔۔۔ بڑھتی ہوئی ہمیشہ طلبگاریان رہین
پھر کس کو ہون عزیز دل و جان کی راحتین ۔۔۔ جب اس طرح نگہ کی فسون کاریان رہین
ہان اے نصیب دیکھئے اب ہم سے کبتلک ۔۔۔ اوس جانِ آرزو کی یہ بیزاریان رہین

الندوہ کی جلدین

اکثر شائقین ہم سے الندوہ کی پرانی جلدون کے طالب تھے، ہم نے یہ تمام سرمایہ دفتر الندوہ سے اپنے دفتر مین منگوالیا ہے اب جن صاحبون کو ضرورت ہو وہ ہم سے طلب کرین بعض جلدین مکمل ہین اور بعض نامکمل مکمل کی قیمت ے ر فی جلد ہے اور نامکمل کی ۴ ر فی نمبر، یہ نادر ذخیرہ شاید پھر ہاتھ نہ آوے،

مینیجر

باب التقریظ والانتقاد

الوراثۃ فی الاسلام

از

مولوی ابو الجلال صاحب ندوی،

یہ عربی کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسکی ضخامت چھوٹی تقطیع کے ۴۰ صفحون مین محدود ہے، مولانا اسلم صاحب جیراجپوری (اعظم گڈہ) معلم تاریخ جامعہ ملیہ علی گڈہ کے قلم سے نکلا ہے،

حافظ صاحب علم فرائض کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتے ہین اور اس فن مین اون کو کامل دستگاہ ہے، معارف مین مسئلہ حجب پر اون کا ایک مضمون شائع ہو چکا ہے، وہ مدت سے کوشان تھے کہ اس فن کی تجدید کرین، اس رسالہ مین اونھون نے فقہا کے بتائے ہوئے بعض اجتہادی اصول کی تنقید کی ہے، اوّلاً بعض مسائل پر اپنے خیالات ظاہر کیے ہین پھر آیات میراث کی تفسیر کی ہے، آخر مین اونھون نے جن مسائل کو صحیح سمجھا ہے نہایت اختصار کے ساتھ، مگر واضح ترین پیرایہ مین اون کو لکھا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، اس مین نہایت دقت نظر سے کام لیا ہے، آئندہ صفحات مین ان کے انھین خیالات کی تنقید مقصود ہے،

وصیت رسالہ مین سب سے پہلی بحث وصیت کی ہے. فقہار ورثہ کے حق مین وصیت کو ناجائز قرار دیتے مین خدا نے فرمایا. كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ "تم پر ضروری قرار دیا گیا کہ جب تم مین سے کوئی مرنے لگے اور کچھ مال چھوڑے، تو والدین اور اقربا کے حق مین بھلائی کی وصیت کرے، پرہیز گارون کے لیے ضروری ہے"

صحیح حدیثون مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے پاس اسکی زندگی کے ہر لمحہ مین اسکی

تحریری وصیت موجود رہنی چاہئے" ابتدائے اسلام مین اسی پر عمل تھا، پھر آیت میراث نازل ہوئی، شوافع کے نزدیک اس آیت نے حکم وصیت کو منسوخ کردیا، اور اب ورثہ کے حق مین وصیت جائز نہ رہی، مگر سب کو معلوم ہے کہ آیت میراث مین تو خود اسکی تصریح ہے کہ اس حکم توریث پر وصیت پوری کرنے کے بعد عمل ہوگا، امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے بموجب حدیث بھی قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے، رسول خدا صلعم نے فرمایا، "لا وصیۃ لوارث" اس حدیث نے قرآن کے حکم کو منسوخ کردیا، حافظ صاحب نے پرزور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حدیث قرآن کو نہین منسوخ کر سکتی، اس بنا پر اونھون نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وصیت اب بھی فرض ہے، اور آیت میراث پر اسی وقت عمل ہوگا جب مورث وصیت کیے بغیر مرجائے،

ہمارے خیال مین حافظ صاحب نے بھی تشدد سے کام لیا ہے، یہ صحیح ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ نہین کر سکتی، مگر جب (لا وصیۃ لوارث) کے مفہوم کی صحیح حدیثین موجود ہین تو ہم اُن کو قطعی مردود قرار دے نہین سکتے، اس لئے اس حدیث سے آیت وصیت کی تنسیخ نہین بلکہ تخصیص ہوتی ہے،

واقعہ یہ ہے کہ عرب کے دستور کے موافق والدین اور اقربا کا کوئی حق نہ تھا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ "سارا مال لڑکے کا تھا، والدین کے لئے وصیت تھی"، خدا نے ہر رائج برائی کو بتدریج روکا ہے، وہ لوگ اقربا کو حقدار نہین سمجھتے تھے، مگر وصیت ان کے رواج کے مطابق تھی اس لئے پہلے اولاد کے علاوہ دیگر اقربا کو کچھ دینے کا عادی بنانے کی غرض سے یہ آیت وصیت نازل ہوئی جس مین صرف والدین اور اقربا کے لئے وصیت کی تاکید کی گئی، اولاد کے لئے نہین، اب تک اگرچہ وصیت ضروری تھی مگر بعض ورثہ کا حصہ پانا، بعض کا نہ پانا، حصص کی کمی وبیشی محض وصیت کرنے والے کی مرضی پر تھی لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی تو اب ہر ایک وارث کا کچھ نہ کچھ حق مقرر ہوگیا، پہلے وصیت نہ کرنے کی صورت مین حق تلفی کا خطرہ تھا اسی لئے حکم تھا کہ ہر مسلمان کو اپنے پاس اپنا تحریری وصیت نامہ ہر وقت تیار رکھنا چاہئے، مگر جب آیت میراث نازل ہوئی اس حکم عام کی ضرورت نہ رہی آنحضرتؐ نے

ان اللہ اعطی کل ذی [illegible] لہٰذا اس کا حق دیدیا اب کسی وارث کو وصیت کی ضرورت نہیں

بعض روایتوں میں "لا تجوز وصیۃ لوارث" کے الفاظ مروی ہیں مگر یہ مفہوم قرآن کے خلاف پڑتا ہے، صحیح تر اور مستند روایتوں میں "لا وصیۃ" کے الفاظ ہیں، "لا تجوز" کا لفظ غیر فقیہ راویوں کی روایت بالمعنی کا مرہون منت ہے۔[1]

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں "سارا مال بیٹے کا تھا، ماں باپ کے لیے وصیت تھی (آیت میراث نازل ہوئی) تو خدا نے جس قدر حکم چاہا بدل دیا، مرد کو عورت کا دگنا، ماں باپ کو ایک ایک سدس، بی بی کو ثمن اور ربع دلایا، شوہر کا حق نصف و ربع مقرر ہوا"[2]

حضرت ابن عباس کا خاص لفظ یہ ہے کہ "فنسخ اللہ من ذالک ما احب" آپ کا یہ قول جس کی مندرجہ بالا رسم سے تعلق رکھتا ہے، اگر آیت کے متعلق قرار دیا جائے تو معلوم ہوا کہ آیت کا سارا حکم منسوخ نہیں ہے بلکہ صرف ایک حصہ، چونکہ آیت میراث میں بھی خود وصیت کا تذکرہ ہے، اس لیے معلوم ہوا وصیت کا حکم تو باطل نہ ہوا، مگر وجوب کا حکم بدل گیا، وصیت ورثہ کے حق میں نہ تو فرض ہے نہ حرام بلکہ صرف جائز ہے،

یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ کسی انسان کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ ایسی وصیت کر سکے جو خدا کے فرمان توریث اور اصول تقسیم ترکہ کو مسترد کر دے حدیثوں میں تصریح ہے کہ ⅓ سے زاید مال میں وصیت درست نہیں ہے،

ذوی الفروض دوسری بحث ذوی الفروض کی ہے فقہا کے نزدیک اخیافی بھائی بہن ذوی الفروض میں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض صورتوں میں حقیقی بھائی محروم ہو جاتے ہیں اور اخیافی بھائی حصہ پاتے ہیں مثلاً،

مسئلہ ہندہ ۶

شوہر	ماں	باپ	اخیافی بھائی	حقیقی بھائی
۳	۱	۱	۲	محروم

[1] سنن دار قطنی میں مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک فرمایا کہ میں نے حجۃ الوداع میں قربانی کے روز آنحضرت صلعم کو یہ فرماتے سنا،

[2] بخاری باب میراث الزوج مع الولد وغیرہ

اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ [illegible] یورث کلالۃ او

امرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس،

فقہا کے نزدیک کلالۃً حال ہے لھما کی ضمیر اخ او اخت کی طرف راجع ہے، اب چونکہ آیت

کا مفہوم آیت کلالہ (یفتیکم اللہ) کے خلاف ہے اس لئے ایک شاذ قرأت کی بنا پر اخت کے بعد (لام)

محذوف مان لیا ہے مگر جب اجماع امت نے (لام) کا لفظ مسترد کر دیا تو مفہوم قائم رکھکر قرآن کی آیت

کو درجہ فصاحت سے گرا کر غیر ضروری تعقید اور المناب مُل کو ترجیح دینے سے فائدہ؟ حافظ صاحب کے نزدیک

اس مین بھائی بہنون کے حصّون کا تذکرہ نہین ورنہ

ان کان اخ یورث کلالۃ او اخت،

کہنا زیادہ تر بہتر ہوتا، اصل یہ ہے کلالۃً مفعول ہے منھما کی ضمیر رجل اور امرءۃ کی طرف پھرتی ہے،

مطلب یہ ہے کہ

" اگر کوئی (اجنبی) مرد یا عورت (مثلاً مولیٰ) کسی لاولد کا وارث قرار دیا جائے، اور اس کے کوئی

بھائی یا بہن بھی ہو تو اجنبی مرد اور عورت دونون کا حصّہ ایک ایک سدس ہے "

اس بنا پر حافظ صاحب نے فیصلہ کیا ہے کہ اخیافی بھائی اور بہن ذوی الفروض نہین آپ کے نزدیک

یہ تو اسی وقت وارث ہونگے جب بنو اعیان اور بنو علات مین سے کوئی نہ ہو،

اخیافی بھائی بہنون کا ذوی الفروض نہ ہونا تو قطعی اور غیر مشتبہ ہے مگر کیا واقعی اخیافی بھائی

بنو علات اور بنو اعیان کے سامنے محجوب ہی ہے؟ حضرت عمرؓ کی پہلے یہی رائے تھی مگر ایک مرتبہ جب انھون

نے اخیافی بھائی بہنون کو بنو اعیان کے مقابل محروم قرار دیا تو اخیافی بھائی نے کہا امیرالمومنین با

حسب ان اباناکان حماراً السنا من ام واحدۃ[1] مان لیجئے ہمارا باپ گدھا تھا، کیا ہم دونون ایک ماں کی اولاد نہین

[1] سنن بیہقی طحاوی وغیرہ،

اس پر حضرت عمرؓ نے سب کو شریک [illegible] یعنی صورت مسئلہ کا نام اصطلاح فقہا مین مسئلہ حماریہ ہوگیا

عصوبتہ حافظ صاحب مسئلہ عصوبت کے مخالف ہین، ان کے خیال مین ذوی الارحام اور ذوی الفروض دونون برابر کے حقدار ہین، جس کا رشتہ زیادہ قریب ہے اس کا حق مقدم ہے، برابر کا رشتہ ہو تو مان کی طرف کے اقربا پر باپ کی طرف کے اقربا کو ترجیح ہے، یہان تک ہم کو حافظ صاحب کے ساتھ اتفاق ہے،

چونکہ حافظ صاحب کے نزدیک وراثت کا مدار اقربیت پر ہے جس درجہ کا مرد وارث ہوسکتا ہے، اس درجہ کی عورت بھی وارث ہوسکتی ہے: اس لیے اونھون نے فقہا کے اس اصول کی مخالفت کی ہے کہ اہل فرائض کو دے کر جو کچھ بچے قریب ترین مرد رشتہ دار کا ہے، وہ کہتے ہین کہ یہ اصول قرآن کے خلاف ہے، اس کے لیے اونھون نے تین مثالین پیش کی ہین، پہلی دو مثالون مین دکھایا ہے کہ بہن بھائی کے ساتھ، اور بیٹی بیٹے کے ساتھ وارث ہوتی ہے، تیسری مثال مین دکھایا ہے کہ بیٹی، بہن بھتیجا، وارث ہون تو فقہا کے اجماع کے مطابق بھتیجا محروم ہے، حالانکہ اصول کے ماتحت صرف مرد کو وارث ہونا چاہئے، مگر یہ اعتراضات فقہا کے اصول پر نہین وارد ہوتے، یہ اصول آنحضرت صلعم کی ایک صحیح حدیث سے ماخوذ ہے، آپ نے فرمایا،

الحقوا الفرائض باھلھا فما ترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر[1]

تیسری شکل مین فقہا کے مسلک کے مطابق "ما ترکت الفرائض" صادق ہی نہین، پہلی صورت مین ان کا جواب یہ ہے کہ یہ اصول ان ورثہ کے متعلق ہے جن کا ذکر قرآن مین نہین، ہان کسی حدیث سے ثابت ہو کہ پھوپھی اور خالہ کو بھی حصہ ملتا ہے تو یہ اصول ٹوٹ سکتا ہے: اولاد اناث اور بہنون کا حقدار ہونا تو قرآن مین مذکور ہے، حضرت شریک بن عبد اللہ بن نمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے خالہ اور پھوپھی کے حق مین فرمایا[2]

---

[1] بخاری کتاب الفرائض [2] دارقطنی

حدثنی جبریل علیہ السلام [illegible] بعض لهما

حافظ صاحب ما ترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر کو ایک جزئی فیصلہ تسلیم کرتے ہین کوئی کلی اصول نہین، مگر یہ الفاظ تو آپ کی زبان سے اس وقت ادا ہوئے، جب میدان منیٰ مین قربانی کے روز اونٹ پر سوار ہوکر آپ نے مشہور و معروف خطبہ دیا تھا جس مین زیادہ تر اصولی احکام تھے،

عول و رد | عول و ردبھی فرائض مین نہایت اہم اور مختلف فیہ مسئلے ہین، مخرج بعض وقت مجموعۂ سہام سے کم ہوتا ہے تو مجموعۂ سہام کے برابر فرض کرلیا جاتا ہے اسے عول کہتے ہین عصبات نہون تو فقہا کے نزدیک بقیہ میراث بھی ذوی الفروض ہی مین اُنکے حصص کے اعتبار سے تقسیم ہوگی حافظ صاحب عول کے منکر اور رد کے قائل ہین، حالانکہ رد بھی قرآن کے خلاف ہے، امام شافعیؒ نے اس کی سخت مخالفت کی ہے جب خدا نے ورثہ کے حقوق مقرر کردئے ہین، تو ان کے حصّے زیادہ کردینے کا حق کس نے کس کو عطا کیا؟ فقہا اور حافظ صاحب دونون مین فرق یہ ہے کہ وہ سب ورثہ کے حصون مین اضافہ کردیتے ہین مگر حافظ صاحب کے نزدیک مراعات ترتیب واجب ہے، حالانکہ دونون صحیح نہین خدائے علیم نے ورثہ کے حقوق مقرر کردئے ہین اسی لیے کہ جو کچھ باقی بچے دیگر اقربا کو پہنچیگا کیونکہ خدا کے مقررہ حصون مین کمی بیشی کا حق کسی کو نہین ہے، ما ترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر کا اصول مان لینے کے بعد رد کی ضرورت نہین رہتی

عول کے موجد حضرت زید بن ثابتؓ ہین، آپ کے سامنے جب اس قسم کا ایک معاملہ پیش ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین خدا نے کس کے حق کو مقدم اور کس کے حق کو مؤخر قرار دیا ہے اس لیے میری سمجھ مین یہ آتا ہے کہ تم سب کے حصہ مین کچھ کمی کردون، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زید بن ثابت کو حقوق کا تقدم و تاخر معلوم ہوتا تو عول کی ضرورت ہی نہ پڑتی،

حضرت ابن عباس اس کے سخت مخالف تھے، اُن کے نزدیک ان ورثہ کے حقوق مقدم ہین جو ہر حالت مین ذوی الفروض ہی رہتے اور جو کسی حالت مین ما بقی کے مالک ہوتے [illegible]

ان کا حق موخر ہے ...

ملے گا، باقی اولاد اور اصول مین تقسیم ہوگا، اصول مین مان کو تقدم ہے، اولاد کے مقابلہ مین اصول کا حق مقدم ہے، مقدم کو دیکر جو بچے کا موخر کو ملے گا، حافظ صاحب اسی رائے کو ترجیح دیتے ہین اور عول کو خلاف قران بتاتے ہین، واقعہ یہ ہے کہ خدانے جن لوگون کے حقوق مقرر کر دئے ان مین کمی کرنے کا حق ہم کو نہین، عول کی صورت مین سب کا حصہ کم ہو جاتا ہے،

حجب | مسئلہ حجب مین آپکی تحقیقات ناقابل رد ہے، مگر آپ کا یہ خیال صحیح نہین کہ ماں باپ کسی کی موجودگی مین بھائی بہن کا کچھ حصہ نہین یہ خیال خود قرآن کی تصریح کے خلاف ہے، خدانے فرمایا:-

فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ

اس آیت مین لاولدیت کی دو حالتین بتائی گئی ہین، (۱) صرف والدین وارث ہون (۲) والدین کے ساتھ بھائی بہن بھی ہون دونون صورتون مین صرف مان کے حصہ کا بیان ہے باپ کا حصہ مذکور نہین مگر پہلی صورت مین چونکہ سوائے باپ کے کوئی دوسرا وارث نہین تو باقی ترکہ کل باپ کا ہوا، اگر باپ کے ساتھ بھائی بھی ہین، اور قرآن مین باپ بھائی دونون کے حصے مذکور نہین تو ظاہر ہے کہ مابقی باپ اور بھائی کا حصہ ہے یہ کس قدر خلاف انصاف ہے کہ مان کے حصہ مین کمی تو ہو بھائیون کے باعث مگر فائدہ اٹھائے باپ جو ممکن ہو کہ اپنا کل ترکہ کسی دوسرے کو ہبہ کر دے، قران کا یہ طریقہ بیان کہہ رہا ہو کہ بھائی کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے جس کی تعیین اس آیت مین نہین ہو لیکن اگر آیت (یفتیکم اللہ) پر غور کرو تو مسئلہ حل ہوجاتا ہے،

کلالہ کے معنی مین اختلاف ہے، بعض کے نزدیک مراد لاولد میت ہے جس کے مان باپ بھی زندہ نہون، مگر یہ معنی اس آیت مین مراد نہین ہو سکتے کیونکہ قرآن مجید مین خدانے اپنے فتوے کو بتاتے ہوئے، بھائی بہن کے وارث ہونے کی شرط یہ لگائی ہے کہ مورث لاولد ہو چنانچہ فرمایا

بعض کے نزدیک لاولدمیت مراد ہے، اس سے بحث نہین کہ اس کے والدین زندہ ہون یا نہون اس آیت مین یہ معنی مراد لیے جائین تو کوئی ہرج نہین:۔

بعض کے نزدیک لاولدمیت کا ورثہ مراد ہے، اس آیت مین یہ معنی بھی درست ہو سکتا ہے:۔

مگر اس آیت مین کلالہ کے لفظ سے دوسرے ہی معنی مراد ہین:۔

ائمہ لغت کے نزدیک "کلالہ" ان اقربا کو کہتے ہین جو نہ اصول ہون نہ فروع ہون، فتوی انہین کے حق مین پوچھا گیا تھا، مسلم شریف مین مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ بیمار تھے آنحضرت عیادت کو گئے تو حضرت جابرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ مین اپنی میراث کے متعلق کیا کرون؟ "کلالہ" کے سوا میرا کوئی وارث نہین:۔ اس پر یہ آیت اتری اس سے معلوم ہوا، قرآن مجید مین (کلالہ) کا لفظ اسی مفہوم مین اترا ہے، رسول اللہ صلعم سے والدین او اولاد کے علاوہ دیگر ورثا کے متعلق فتوی دریافت کیا گیا تو خدا نے فرمایا،

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ - إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ الآية۔

"لوگ فتوی پوچھتے ہین، کہدو اللہ والدین اور اولاد کے علاوہ دیگر اقربا کے حق مین فتوی دیتا ہے کہ کوئی آدمی مرجائے اور اس کے اولاد نہو اور اس کے بہن ہو تو اسکا حصہ نصف ہے، وہ اس کا وارث ہوگا اگر اس کے کوئی اولاد نہین ہے"۔

دیکھو اس آیت مین بھائی بہنون کے وارث ہونے کی شرط صرف ایک بیان کی گئی ہے کہ مورث لاولد ہو، والدین کے نہ ہونے کی شرط نہین،

اس آیت سے بھائی بہنون کے متعلق معلوم ہوگیا کہ وہ لاولد میت کے بیٹے بیٹیو کے قائم مقام

ہین، اولاد جس قدر حصہ پاتی ہے اسی قدر بھائی بہن کا بھی حق ہے:۔ اگر اولاد مورث کے ماں باپ اور بھائی موجود ہون، توجیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے بھائی محروم نہ ہوگا:۔ بلکہ اس مورث مین والدین کا حصہ وہی ہے جو اولاد کے ساتھ ہوتا، اور بھائی بہن اولاد کے قائم مقام ہین،

حجب کے متعلق فقہا کا ایک اصول ہے کہ مورث کے ساتھ کسی کے واسطے سے کسی شخص کو قرابت حاصل ہو تو واسطہ قرابت کی حیات مین وہ شخص وارث نہین ہوسکتا، حافظ صاحب اس اصول کو تسلیم کرتے ہین مگر آپنے فقہا پر اعتراض کیا ہے کہ اس اصول کو مانتے ہوئے وہ ماں کی موجودگی مین بھائی کو وارث کیون قرار دیتے ہین، یہ اعتراض صحیح ہے کیونکہ وہ باپ کی موجودگی مین بھائی کو محروم کرتے ہین حالانکہ باپ ماں دونون کا درجہ مساوی ہے،

ہم بھی اس اصول کو مانتے ہین، مگر یہ خیال مضحکہ انگیز ہے کہ بھائی بہن کی قرابت دوری ہے، ماں باپ واسطۂ قرابت ہین، اگرچہ منطقی طور پر یہ اصول صحیح ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ عام معاشرت، ہر ملک مین بھائی بہن کی قرابت کو بے واسطہ قرابت قرار دیگی۔ علاوہ برین یہ قاعدہ ان ورثہ سے تعلق رکھتا ہے جن کا ذکر قرآن مین نہین ہے، قرآن مجید تو ماں باپ کی موجودگی مین بھی بھائی اور بہن کو حصہ دلاتا ہے،

حجب کے متعلق فقہا کا ایک اصول ہے کہ قریب ترین وارث بعید ورثہ کو محجوب کر دیتے ہین، حافظ صاحب نے اپنا زورِ قلم سب سے زیادہ اسی پر صرف کیا ہے کہ کسی وارث کا حاجب وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس وارث اور مورث کے درمیان واسطۂ قرابت ہو، اس مسئلہ خاص پر ان کے دلائل کی تردید مشکل ہے،

اگرچہ ہم حافظ صاحب کے بعض خیالات کے ساتھ اتفاق نہ کر سکے لیکن اس مین کوئی شک نہین یہ رسالہ لکھکر حافظ صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ علم فرائض کی ترتیب و تدوین پر ہم کو دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے، ہمارے علمائے کرام غور سے مطالعہ فرمائین تو شاید ان کو بھی ہماری طرح حافظ صاحب کی بعض رایون کو تسلیم کر لینا پڑے، وصیت، حجب، عول وغیرہ بعض اہم مباحث کے لیے خاص طور پر مطالعہ کی ضرورت ہے، یہ رسالہ جامعہ ملیہ علی گڈھ سے ملیگا، خوبصورت ٹائپ مین چھپا ہے، قیمت ۸؎

مطبوعات جدیدہ

اسوۂ صحابیات، مولانا عبد السلام صاحب ندوی نے اپنی مشہور تصنیف اسوۂ صحابہ مین سے صحابیات کے حالات چنکر علٰحدہ ایک رسالہ کی صورت مین ترتیب دئے ہین کہ وہ عورتون اور لڑکیون کی تعلیم مین کام آسکے اس مین طبقۂ صحابیات کے مذہبی کارنامے، علمی خدمات، معاشرتی اعمال اور ان اخلاقی فضائل کا نقشہ پیش کیا ہے، جن سے مجموعی طور پر سارا طبقہ متصف تھا اسی لئے اس کتاب کی ترتیب ابواب فقہ کے ابواب سے مشابہ ہے؛ حجم معارف کی تقطیع پر ۸۰ صفحات کا ہے، قیمت عہ، پتہ مسلم پرنٹنگ پریس اعظم گڈھ،

مشرقی ترکستان، وسط ایشیا کے آثار عتیقہ کی تلاش وجستجو مین سر اورل آسٹن ترکستان کا کئی مرتبہ سفر کر چکے ہین، اور ہر سفر مین انکو بیش قیمت معلومات کے ذخائر ملے ہین یہ کتاب اون کے دوسرے سفر کا مختصر روزنامچہ ہے جسے پہلے انگریزی مین تصنیف کیا تھا، پھر آقا محمد ابراہیم ایرانی سردار گل محمد خان سفیر افغانستان اور مولوی ظفر حسن صاحب کی امداد سے خود مصنف نے فارسی کا جامہ پہنا کر حقائق وسط ایشیا کے نام سے شایع کیا، مشرقی ترکستان اس کا اردو ترجمہ ہے، مترجم کا نام سید محمود اعظم صاحب فہمی ہے، کتاب نہایت مختصر ہے اور اس مین محض حالات سفر لکھے گئے ہین، مصنف نے غالباً اپنی اثری تحقیقات کے نتائج سے ارادۃً بحث نہین کی ہے جن کتبات یا نوشتون کا ذکر کیا ہے ان کا مفہوم تک نہین بتایا ہے، تاہم اس کتاب کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ ہمارے تاریخی معلومات مین اضافہ ہو سکتا ہے:-

اس سفرنامہ مین ایک واقعہ دیکھکر بدقسمت اہل مشرق کی ناقدری پر رونا آتا ہے، تونہانگ کے مندر مین مقدس نوشتون کا ایک اچھا ذخیرہ تقریباً ۱۰۰۰ء سے بطور تبرک محفوظ تھا جس مین سنہ ۱۹۰۰ء تک

کی تحریرین تھین۔ ان تمام تحریرون کو مندر کے مقدس پجاری نے بیکار سمجھ کر سر اوریل اسٹن کے حوالہ کر دیا جنھون نے اُن کو لندن پہنچا دیا، گو اس طرح یہ ذخیرے علمی دنیا کے لئے مفید ترہو گئے مگر یہ کس قدر افسوسناک ہے، کہ ہم نے ان کو کس طرح ضائع کر دیا، قیمت ۶؍ پتہ:۔ دائرۂ ادبیہ، لکھنؤ،

مطالب الغالب، دیوان غالب کی مختلف شرحین شائع ہو چکی ہین۔ مطالب الغالب ایک جدید شرح ہے، جسے حال مین جناب سہا نے مرتب کر کے شائع کیا۔ یہ شرح بہ نسبت دیگر شرحون کے مبسوط اور مفصل ہے۔ ایک مرتبہ سرسری نظر ڈال کر جو کچھ ہم کہ سکتے ہین وہ یہ ہے کہ جناب سہا کی محنت قابل ستایش ہے، قیمت سے، پتہ شیخ مبارک علی تاجر کتب، اندرون لوہاری دروازہ لاہور،

درس عمل، جناب محمد حسین صاحب محوی لکھنوی کی چند قومی نظمون کا مختصر مجموعہ، جسے دائرۂ ادبیہ، لکھنؤ نے ایک مختصر رسالہ کی صورت مین شائع کیا ہے، قیمت ۴؍

قانون وراثت، جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حنیفی۔ بی اے، ال۔ ال۔ بی وکیل میرٹھ نے اسلامی قانون وراثت کے نام سے یہ رسالہ لکھا ہے اور اس کے آخری صفحات مین کچھ دفعات قانون شفع کا بھی اضافہ کیا ہے، باوجود اختصار مسائل کی کافی توضیح کی ہے رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انگریزی قانون کے طریق پر دفعہ وار مرتب کیا گیا ہے، قیمت ۸؍ مؤلف کے پتہ سے دستیاب ہوگا،

سمرنا کا چاند، یہ افسانہ جناب مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی کی جدید تصنیف ہے، جس مین تربیت کے فائدے اور تربیت نہ کرنے کے نقصانات کو مصنف نے افسانہ کی شکل مین دکھایا ہے، کتاب کے نام کو اس کے موضوع سے صرف یہ تعلق ہے کہ کتاب بھر مین ایک جگہ مظالم سمرنا کا ذکر آگیا ہے، قیمت ۱۲؍ پتہ:۔ عبدالرشید برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور،

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۱۲ عہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم، ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم، ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقۂ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق، (زیر طبع) ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ عہ

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکوں اور کتبوں سے ان کا ثبوت، ۸ر

دنیائے اسلام اور خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جدوجہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں، ۶ر

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں، عہ

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، ۴ر

مولنا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۵۰ ۴ صفحے ۳ر

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارناموں کی تفصیل صفحات ۴۵۰ قیمت للعہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ طبع دوم، قیمت عا

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع، قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد عا

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، ۱۲

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عا

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول سے، جلد دوم عا،

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ و ۱۲

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے قیمت عا

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات

اور عام صحابیات کی سوانح عمریاں اور ان کے علمی
واخلاقی کارنامے، قیمت ۱۲؁

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲؁

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع وترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول، ۸؁، دوم ۸؁

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظموں کا مجموعہ، ۱۰؁

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیولیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعت کے اخلاق، پبلک رہنماؤن کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہین، صفحہ ۲۳۲، ۱۲؁

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح ۱۲؁

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول خدا صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان ۸؁

مذہب کی باتین بچون اور بچیون کی تعلیم کے لیے ۴؁

رسالہ قوت خیال، درسی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ، ۴؁

اثبات واجب الوجود یعنی ذات وصفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر، ۸؁

تاریخ ابو البشر کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ ۸؁

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضاء کے ابتدائی مسائل سلیس وعام فہم زبان مین، ۸؁

رموز فطرت، طبیعات طبقات ارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین، ۸؁

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور ومجلد، ۸؁

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی، ۸؁

نعت پیمبر عربی فارسی واردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ، ۸؁

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی عمدگی کیساتھ سلیس بان ورسہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہین، صفحے ۲۰۱، ۱۲؁

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوائے نفسانی وجسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت ۱۲؁

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت وبلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل وآسان کتاب، ۸؁

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید وقدیم معلومات کی جامع کتاب، ۸؁

متفرق کتابین

یاد ایام، مولنا عبد الحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امرا، وزرا، علما اور مشائخ کے حالات، وعلوم وفنون کی ترقی نہایت ہی تحقیق وتفصیل سے لکھے ہین، ۸؁

سیاحت قسطنطنیہ، مولنا شبلی مرحوم کی فرمایش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامۂ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے، ۱۲؁

بدیہہ گوئی، جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی، فارسی اور اردو کے شعرا اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کئے ہین، قیمت ۸؁

الندوہ کی جلدیں موجود ہیں، قیمت فی جلد ۔۔ دفتر سے

مجلس مصنفین کا ماہوار علمی

مرتبہ

فہرست مضمون نگاران معارف

(جلد دوازدہم۔ جولائی ۱۹۲۳ء۔ دسمبر ۱۹۲۳ء)

بہ ترتیب حروف تہجی

فہرست مضامین

جلد دوازدہم۔ جولائی ۱۹۲۳ء۔ دسمبر ۱۹۲۳ء

۱۰۔ مطبوعات جدیدہ

عدد اوّل	ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۲۴ء	مجلد سیزدہم

مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شذرات

۱۹۲۴ء سے **معارف** کی زندگی کا نوان سال شروع ہوا، نوسال کی زندگی موافق آب و ہوا کے سایہ مین کچھ تعجب انگیز نہین، مگر اُردو کے شہرستان کی جو آب و ہوا ہی اوس مین نو برس کی یکسان زندگی کچھ کم حیرت زا نہین، **تہذیب الاخلاق** مرحوم نے کل ملا کر سات برس سے بھی کم زندگی پائی، الندوہ جون تون آٹھ برس چلا، اور **حسن** وغیرہ تو چند برسونکی بھی عمر نہ پا سکے، دعا کیجئے کہ علم و فن کا یہ بے عمل رو کچھ دن اور جیتا رہے،

۱۹۲۳ء مین **دار المصنفین** کی طرف سے ایک دو سے زیادہ نئی کتابین نہین نکلین، اس کی وجہ تصنیفات کی عدم تیاری نہین، بلکہ یہ ہی کہ ہمارا مطبع گذشتہ سال زیادہ تر ختم شدہ کتابون کے نئے طبعا (اڈیشنز) کے اعادہ مین مصروف رہا، علم الکلام، الکلام، ارض القرآن، سیرۃ عمر بن عبد العزیز وغیرہ جن کے نسخے بالکل مفقود تھے اور ملک مین اون کی پیہم طلب جاری تھی، الحمد اللہ کہ وہ دوبارہ چھپ اور اب مطبع پوری تیزی سے بعض نئی کتابون کی تیاری مین مصروف ہی،

زیر طبع کتابون مین **سیرۃ نبوی** کی تیسری جلد ہی، جس کے ڈھائی سو صفحے چھپ چکے ہین اور اسی قدر ابھی اور باقی ہین، **ابن رشد** اور اوس کے فلسفہ پر ایک نہایت محققانہ اور مبسوط تصنیف بھی زیر طبع ہی، انقلاب فرانس کے قلمی ہیرو روسو کا ایک رسالہ بھی چھپ رہا ہی، مولانا سید عبد

مرحوم کی عربی تاریخ ہند ٹائپ مین جامعۂ ملیہ کے مطبع مین چھپ رہی ہی، مولنا مرحوم کی دوسری تصنیف گلِ رعنا (تذکرۂ شعرائے اُردو) کی کتابت شروع ہو گئی ہی،

علی گڈھ اسلامی تعلیمی کانفرنس کا خطبۂ صدارت نہایت جامع تھا، لیکن مانع نہ تھا، اوس کی خاص خوبی یہ تھی کہ وہ علمی، تعلیمی، سیاسی، مذہبی غرض جس اسٹیج سے بھی اوس کو پڑہا جاتا وہ اوس کے لیے موزون ہو سکتا تھا، حتیٰ کہ اگر سرسید مرحوم کی برسی کے دن بھی اوس کو پڑہا جاتا تو اوس کی موزونی مین فرق نہ آتا، عبدیت و نیابت الٓہی کا فلسفہ جو صاحبزادہ صاحب کا خاص موضوعِ سخن ہو وہ بھی اس خطبہ مین پوری طرح موجود تھا،

خطبہ مین بہت سی باتین عمیق فکر وکاوش کا نتیجہ تھین، اور اوس کے بہت سے مشورون سے ہم کو کامل اتفاق ہی تاہم ہم یہ یقین نہین کرسکتے کہ جدید تعلیم ہی ہمارے تمام امراض کا واحد علاج ہی اور تمام قوم اور تمام قومی کام کرنے والون مین جو کچھ ذہنی، دماغی، جسمانی، مالی قوت و استطاعت ہی وہ تعلیم اور صرف تعلیم کی راہ مین صرف کرنا چاہیے، صاحبزادہ صاحب کا یہ مشورہ ہی کہ قوم کا ہر فرد سب کچھ چھوڑ حافظ کے مشورہ کے مطابق یہ کہتا ہوا صرف جدید تعلیم کی اِشاعت مین لگ جائے،

مصلحت دیدمن آن است کہ یاران ہمہ کار بگذارند وخمِ طرۂ یارے گیرند

لیکن مشکل یہ ہی کہ تعلیم جدید کے اب ایسے باوفا عشاق سے ہندوستان کی دنیا خالی ہو گئی،

صاحبزادہ صاحب نے اِس امر پر اپنی پوری کوشش صرف کر دی ہی، کہ سرسید کے علمی، تعلیمی، سیاسی، مذہبی اور روحانی عقائد کو اس خطبہ مین پوری تفصیل و تشریح کے ساتھ یکجا کر دیا جائے، تاکہ "مرتدین" کے

شکوک و شبہات کو دور کرکے از سر نو اون کو سرسید کے مذہب کی دعوت دیجائے، اِس مذہب کے جن چند عقائد ناپسندیدہ پر صاحبزادہ صاحب نے یکجا کیا ہو اور اون کو "غیر متزلزل یقین" کے ساتھ تسلیم کرنے کا قوم کو مشورہ دیا ہے گو چند سال پہلے اون پر لوگ بے دلیل ایمان رکھتے تھے، مگر اب کیا کیا جائے کہ قلوب ایسے بدل گئے ہین کہ ان پُرزور دلیلون سے بھی اون پر ایمان لاتے اون سے نہین بنتا، ہم کو یہ اعتراف ہو کہ صاحبزادہ موصوف سرسید کی شریعت کے بہترین مبلغ ہین، تاہم اب اون کو خود یہ "غیر متزلزل یقین" پیدا کر لینا چاہیے کہ اب وہ شریعت ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو چکی، اور جس طرح سرسید نے اپنے پہلون کی طرز و روش و مقصد تعلیم مین تبدیلی کی ضرورت سمجھی تھی، چالیس برس کے بعد اب اون کے نائبین کو بھی ان حالات مین تبدیلی کی حاجت ہی،

بااین ہمہ ہم تو مسلم یونیورسٹی پر خدا کی یہ رحمت سمجھتے ہین کہ صاحبزادہ صاحب امسال یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے، یاد ہوگا کہ اب سے دو سال پہلے معارف کے انہین صفحات مین، ہم نے صاحبزادہ صاحب کو اِس منصب کا بہترین حقدار لکھا تھا، کیونکہ اِس جماعت مین اِن سے بہتر کوئی شخصیت نہین، ہم نے اِس خبر کو بھی نہایت مسرت کے ساتھ سنا کہ صاحبزادہ صاحب نے انتظام کی باگ اپنے ہاتھ مین لیتے کے ساتھ اصلاحات کا آغاز کر دیا ہو، بڑی ضرورت اِس کی ہو کہ قوم اور یونیورسٹی کے درمیان بیگانگی کی جو خلیج حائل ہو گئی ہو، اوس کو پاٹا جائے، اور اوس خواب کو پورا کیا جائے جو سرسید مرحوم نے خود دیکھا تھا، اور قوم کو دکھایا تھا، شبلی مرحوم کے خواب کی تعبیر ملنے کا زمانہ تو ابھی بہت دور ہو، یعنی یہ ع

کہ این سررشتۂ تعلیم با در دست ما باشد

صاحبزادہ صاحب نے یہ سوال نہایت بموقت کیا ہو کہ مسلمانون کی اِس شدید ضرورت کے ایام مین جب شاہی اور سنگھٹن کی تشکیلین پیدا ہوتی ہین اور ہین، کیا وجہ ہو کہ ایک طرف ہندؤن مین بیسیون پی ایچ

ایم اے، ایل ایل بی، بیرسٹر اپنی سادہ اور محنت کش زندگیون کے ساتھ اپنی قوم مین اِس سرے سے اوس سرے تک لگے ہوئے ہین، دوسری طرف مسلمانون مین اِن کامون کے لیئے ایک مسلمان گریجویٹ بھی نظر نہین آتا (اِلّا ماشاء اللہ) صاحبزادہ صاحب اِس کی وجہ یہ بتاتے ہین کہ مسلمانون مین چونکہ یہ جدید افراد کم ہین، اور دوسرون مین زیادہ ہین، اِسلیئے یہ صورت حال ہے، اور اسلیئے مسلمانون کو چاہیئے کہ مسلم یونیورسٹی مین طلبہ کو بھیجکر اپنے گریجوائیٹون کی تعداد بڑھائین، لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اِس اختلاف حال کی وجہ کمیّت اور تعداد کی کمی بیشی نہین، بلکہ کیفیت کی کمی بیشی ہے، اگر آج کسی اعجاز سے مسلمان گریجوائیٹون کی تعداد دونی بھی ہوجائے مگر اون کی تعلیم وتربیت کی ذہنی ونفسی کیفیت یہی رہے تو بھی صاحبزادہ صاحب کو یہی افسوسناک منظر نظر آئیگا، کامیابی کا ذریعہ **تعداد** کی قلت وکثرت نہین، بلکہ **ایمان** کا ضعف وشدّت ہے

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ

اِس دفعہ کے مسلم یونیورسٹی کورٹ مین اِسلامی تعلیم گاہون کی طرف سے ایک رکن کا انتخاب پیش تھا، کسی غلط فہم دوست نے اوس کے لیئے دار المصنفین کے ناظم اور دار العلوم ندوہ کے معتمد (یعنی خاکسار) کا نام پیش کیا، اِس پر اونھون نے بڑی کرامت یہ دکھائی کہ اپنی تائید مین ۱۴ رائین بھی حاصل کرلین، لیکن اِس کے بالمقابل علی گڈھ کے ایک نوجوان رئیس جو میرے دلی عزیز ہین، اونھون نے ۱۰ رائین پائین، جن پر اون کو مبارکباد دیتا ہون، لیکن اپنے دوستون سے پوچھتا ہون کہ کیا اونھین یہ معلوم نہ تھا کہ اِس عہدہ کے استحقاق کے لیئے وہان کس شرط کی سب سے پہلے ضرورت ہے؟ اور وہ غریب ناظم دار المصنفین اور معتمد دار العلوم ندوہ کو کہان حاصل؟

یہ خبر گو حیرت کے ساتھ نہین لیکن افسوس کے ساتھ سُنی جائیگی کہ مسلم یونیورسٹی کے اُردو پروفیسر صدیقی صاحب نے

فلسطہ انند ضلع بہار نے ایک مضمون اپنے خاص ظریفانہ انداز میں، نومبر [illegible] کے علی گڑھ میگزین میں لکھا تھا جس میں موجودہ یورپین آداب و رسوم متعلقہ نسائیات کی تنقید اور شادی، پردہ، قطع داڑھی وغیرہ میں اسلامی اصول کی تائید کی تھی، سنا ہے کہ یہ مضمون بحق سرکار مسلم یونیورسٹی "ضبط کیا گیا، اور لکھنے والے کو کوئی قانونی سزا دیجانے والی تھی، فرد قرار داد جرم یہ تھی، کہ اس مضمون سے "یورپین تمدن" کے خلاف ملک میں بغاوت کا اندیشہ ہے، یہ بھی روایت ہے کہ معارف کے شذرات ملزم کی طرف سے صفائی میں پیش کئے گئے، مگر گواہ نامعتبر ٹھہرا، اور آخر ملزم نے معافی مانگ لی، اور اس طرح کسی بڑی سزا سے بری کیا گیا، یہ اسپین کا مشہور "علمی استبداد" (انکویزیشن) آخر ہمارے اس "قرطبہ" اور "غرناطہ" میں کب تک جاری رہے گا،

ہندوستان کے علماء میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مصنف مالا بدمنہ) کا جو رتبہ ہے وہ عیان ہے، قاضی صاحب کی تصنیفات میں ان کی عربی تفسیر مظہری سب سے زیادہ اہم ہے، لیکن وہ بوسیدہ اوراق کے پردہ میں نگاہوں سے مخفی ہے، مولوی سید محمد یامین صاحب میرٹھی مرحوم نے اس کی طباعت کا سامان کیا، لیکن کچھ اجزا نکل کر کام رک گیا، اب ان کے صاحبزادے مولوی سید جمیل الدین صاحب نئے سرے سے اس کام کا آغاز کرنا چاہتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی مستقل جلدوں میں چھاپنا چاہتے ہیں، مگر مشکل سرمایہ کی ہے،

یہ مشکل اس طرح حل کی گئی ہے کہ پانچ سو عربی اور پانچ سو اردو نسخوں کے خریداروں کی امداد حاصل کی جائے، مولوی جمیل الدین صاحب ہر دو زبانوں کی پانچ پانچ سو درخواستوں کے وصول ہونے پر کام شروع کر دینگے، اُمید ہے کہ اہل علم قدر دانی کا ثبوت دینگے، اس سلسلہ کے متعلق ہر قسم کی مراسلت مولوی صاحب سے دارالعلوم دیوبند (سہارنپور) کے پتہ سے کرنی چاہئیے، ہر ماہ کے شروع میں ایک ایک پارہ شائع ہوگا، اور ہر اشاعت کی قیمت ۱۲؍ مع محصول ہوگی،

ہمارے صوبے کے پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کی ششماہہ کارناموں کی ایک فہرست چھپکر شائع ہوئی ہے، اور ہمارے پاس پہنچی ہے، جنوری ۱۹۲۱ء سے جون ۱۹۲۲ء تک کل ۲۵ پمفلٹ یا رسائل شائع ہوئے جن کی فن وار تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) روداد مجالس قانونی سرکاری،	۶	(۲) تردید ترک موالات	۶
(۳) ریفارمس یا اصلاحات	۲	(۴) ٹریٹوریل فوج	۲
(۵) تعلیم	۲	(۶) بالشویزم	۱
(۷) مشرقی ادنیٰ وٹرکی	۱	(۸) طب	۱
(۹) حفظان صحت	۴	(۱۰) جنگلات	۲
(۱۱) زراعت	۱	(۱۲) سیاسی	۶
(۱۳) عام	۲		

ان مین ہر رسالہ انگریزی، اُردو اور ہندی تین زبانون مین شائع ہوا ہے، انگریزی زبان مین علوم ومسائل کی ان ابتدائی ضروریات کے متعلق رسائل چھپوانے کی کوئی مصلحت سمجھ مین نہ آئی، کیا صوبۂ متحدہ کے دیہاتی رقبون مین کسی ایک متنفس کی بھی مادری زبان انگریزی ہے؟ علوم وفنون کی تقسیم سے ناظرین مرعوب ہوگئے ہون گے، مگر انھین باور کرنا چاہئیے کہ یہ علوم وعنوانات کے نام تو مختلف ہین، مگر ان سب کا موضوع صرف ایک تھا، اور وہ ہر حیثیت سے موجودہ نظام حکومت کی مدح وستایش، اگر کاش پبلک خزانہ کی یہ لاکھون کی رقم ملک مین صحیح علم کے نشر واشاعت مین صرف کی جاتی تو حکومت کا ملک کی گردن پر کتنا بڑا احسان ہوتا، مگر یہ سچ ہے کہ اس سے پروپیگنڈے کی خدمت انجام نہ پاسکتی،

مقالات

ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی

ہمارے آریہ دوستون کو تعجب ہے کہ ایک ہزار سال کے اندر ہندوستان مین جہان ایک بھی کوئی مسلمان نہ تھا، سات کروڑ مسلمانون کی تعداد کیونکر پیدا ہوگئی؟ لیکن کیا ان کو کبھی اس پر بھی تعجب آیا ہے کہ ہندوستان جہان کبھی ویدک دھرم مطلق نہ تھا، ہندوستان قدیم کی کمزورون پرانی قومین کیونکر اس دھرم مین آگئین، پھر بودھ مذہب نے اسی سرزمین مین ویدک دھرم کیونکر شکست دی، اور بعد ازین ویدک دھرم نے بودھ مذہب کو آگ، تلوار اور زبان سے کیونکر نیست و نابود کردیا؟ یہ سب پرانی باتین ہین، ان کو جانے دیجئے، چند صدیان پہلے یہان ایک عیسائی بھی نہ تھا، مگر اب یہان نصف کروڑ کے قریب عیسائی آبادی پیدا ہوگئی ہے، اور روز بروز پیدا ہوتی جارہی ہے یہ کیونکر؟

عیسائی مشنریون نے تمام دنیا مین یہ پھیلا رکھا ہے کہ مسلمانون نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا ہے، حالانکہ انھین اچھی طرح معلوم ہے کہ رومی سلاطین نے عیسائی مذہب کی اشاعت مین کیا کیا نہ کیا، اسپین، پرتگال، روس، ہولینڈ نے خصوصاً اور یورپ کی عام سلطنتون نے اس کے لیے کیا کیا راہین نہ اختیار کین، اور خود ہندو راجا دھرم کی خاطر کیا کیا نہ کرگذرے، اسی طرح اگر بعض مسلمان

بادشاہون سے ایسی باتین سرزد ہوئین، تو صرف وہی سرزنش اور ملامت کے مستحق کیون ہین؟

تمام دنیا کے مذاہب مین سے صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے یہ فلسفہ دنیا مین ظاہر کیا ہے کہ مذہب یقین کا نام ہے اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے پیدا نہین کیا جاسکتا،

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ — مذہب مین کوئی زبردستی نہین،

آنحضرت صلعم کو تنبیہ ہوتی ہے،

اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ — اے پیغمبر کیا تو لوگون کو مجبور کریگا کہ وہ ایمان والے ہو جائین

خدا نے فرمایا، پیغمبر کا کام جبر واکراہ نہین، بلکہ صرف دعوت اور تبلیغ ہے،

لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ — اے پیغمبر تو ان کافرون پر حاکم بناکر نہین بھیجا گیا،

فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلَاغُ — اے پیغمبر تجھ پر صرف تبلیغ ہی فرض ہے۔

قرآن نے یہ بھی بتادیا ہے کہ اس کے مذہب کی تبلیغ دنیا مین کیونکر کیجائے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ — اپنے رب کے راستہ کی طرف تو لوگون کو دانائی سے اور اچھی نصیحت سے بلا، اور ان سے مناظرہ کر تو اس طریقہ سے جو بہترین ہے،

اگر یہ سچ ہے کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے پھیلا، تو **کارلائل** کے اس سوال کا کیا، جواب ہے؟ کہ "اگر محمد نے تیغ زن سپاہیون کے زور سے اسلام کو پھیلایا، تو پہلے ان تیغ زن سپاہیون کو کس تلوار سے مسلمان بنایا؟" اس اصول کی بنا پر تو چاہئے تھا کہ ان ملکون مین اسلام کا سایہ بھی نہ پڑتا جہان تلوار نے اس کا ساتھ نہین دیا، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ملک حبش پر مسلمانون نے اس کے اس احسان کے بدلہ مین کبھی تلوار نہین اٹھائی، کہ اس نے ایک دفعہ اسلام کے ابتدائی سخت مصیبت کے ایام مین مسلمانون کو اپنے ہان پناہ دی تھی، تاہم آج وہان نصف آبادی مسلمان ہے، افریقہ

کے اُن خطون مین جہان مسلمان سپاہیون کا گذر بھی نہین ہوا تھا، وہان حلقہ بگوشان اسلام کی اتنی بڑی تعداد کیونکر نظر آتی ہے؟ چین پر مسلمانون نے فوج کشی نہین کی، مگر تین چار کروڑ مسلمان وہان کہان سے آگئے؟ جزائر ملایا مسلمان سلاطین کی تاخت و تاراج سے ہمیشہ محفوظ رہے، مگر آج وہان چار کروڑ مسلمان کس طرح پیدا ہوگئے؟ سیام، آنام، اور مشرق اقصی کے دوسرے ملکون اور جزیرون مین جہان کسی مسلمان سپاہی کا قدم بھی نہین پہنچا، اسلام کا قدم وہان کیونکر پہنچ گیا؟ ترک و تاتار نے تو خود مسلمانون پر تلوار چلائی تھی، ان پر تلوار کس نے چلائی اور انکو مسلمان بنایا؟

دوسرے ملکون کو جانے دو، خود ہندوستان کو لو یہان اسلامی فتوحات کا سیلاب درۂ خیبر سے ہوکر آیا، اور پنجاب سے کبھی آسام تک پہنچ گیا، مگر درحقیقت انکی قوت کا مرکز صوبۂ آگرہ، دہلی اودھ، بہار اور دکن رہا، مگر دیکھو کہ یہی وہ مقامات ہین، جہان آج بھی مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے یعنی آٹھ سو برس کے بعد بھی وہان ۱۵ فیصدی سے زیادہ نہ بڑھ سکے، برخلاف اس کے جہان انکا اقتدار حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا، وہان وہ حیرت خیز کثرت رکھتے ہین، بنگال، کشمیر، اور سندھ جیسے دور دست اطراف مین انکی تعداد اپنے ہمسایون سے مافوق ہے،

دکن پر مسلمانون کا ہمیشہ قبضہ رہا، بہمنی سلطنت پوری قوت سے مسلط تھی، اس کے بعد پانچ اسلامی سلطنتین معاصرانہ قائم ہوئین، اور اس وقت بھی دکن کے بڑے رقبہ پر ایک اسلامی سلطنت حکمران ہے، تاہم وہان مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے،

سب اہل تاریخ مانتے ہین کہ راجپوتانہ کی ریاستون کو، کلی طور سے کوئی مسلمان بادشاہ زیر نہ کرسکا، انگریزون کے عہد تک وہان کے ہندوؤن کے ہاتھون مین مسلمان بادشاہون کے مقابلہ کے لیے تلوارین تھین، مگر بااین ہمہ وہان کی کوئی ریاست آج ایسی نہین جہان تھوڑے بہت مسلمان نہ ہون، سیلون اور برما پر کبھی مسلمانون نے قبضہ نہین کیا، مگر وہان مسلمانونکی خاصی تعداد ہے،

ان گذشتہ واقعات کو بھی جانے دو، انگریزی عہد کے پرامن زمانہ کو سامنے لاؤ جب ہندوستان مین مسلمانون کی تب بے نیام تلوار ہمیشہ کے لیے کند ہوگئی ہے ۱۸۸۱ء کی بعد کی پہلی مردم شماری سے لیکر ۱۹۲۱ء کی مردم شماری تک کی ہر دہ سالہ تعداد کو دیکھو کہ مسلمان ستر اسّی برسون مین پانچ کروڑ سے سات کروڑ کے قریب کیونکر پہنچ گئے، ۱۸۹۱ء کی مردم شماری مین مسلمانون کی تعداد پانچ کروڑ ستر لاکھ تھی ۱۹۰۱ء مین ۶ کروڑ ۲۰ لاکھ ہوگئی اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری مین ۶ کروڑ ستر لاکھ ہوگئی، تیس برس کے عرصہ مین ایک کروڑ مسلمان کس **محمود**، اور **عالمگیر** کی تلوار کی فتوحات ہین، اور آج بھی ملک کے ہر گوشہ مین نئے مسلمانون کا اضافہ ہو رہا ہے وہ کس جابرانہ قوت کا اثر ہے؟

ہمارے آریہ دوستون کو ہندوستان مین اسلام کی اشاعت پر سخت استعجاب اور حیرت ہے اور اس کے اسباب و وجوہ کے جاننے کے لیے سخت بیچینی ہے، اور بے خبری یا تعصب سے وہ کبھی اسکا بڑا سبب غزنوی کی تلوار کو اور کبھی **عالمگیر** کے مظالم کو قرار دیتے ہین، ذیل کے صفحات مین ہم ان کے سامنے سے حقیقت کا پردہ اٹھانا چاہتے ہین، تاکہ انھین معلوم ہو کہ ہندوستان مین اسلام کی ترقی انھین طبعی طریقون سے ہوئی ہے، جن سے دنیا مین ہر داعی مذہب کی ہوئی ہے، ہوتی ہے اور ہوگی۔

ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کا سب سے پہلا اور قدیم سبب، عربون اور ہندؤن کا تجارتی میل جول تھا، عرب تاجرون اور سواحل ہند کے سوداگرون مین باہم تعلق نہایت قدیم سے قائم تھا، بلکہ اس کا آغاز اسلام سے بہت پہلے ہوچکا تھا، البتہ اسلام کے بعد عرب قوم کی تنظیم نے ان تعلقات کو اور زیادہ مستحکم اور مضبوط کردیا، اب عرب تاجر پہلے کی طرح صرف رومی مال و اسباب اور عربی مصنوعات و پیداوار ہی ہندوستان نہین لانے لگے، بلکہ ساتھ ہی ساتھ اپنی سب سے بڑی دولت، اور اپنی سب سے قیمتی متاع جو عرصہ مین اس پیغمبر عربی کے وسیلہ سے انکو ملی تھی وہ بھی رفتہ رفتہ اپنے ساتھ لانے لگے، اور یہان سے اب وہ صرف مسالون، خوشبوؤن، تلوارون اور کپڑون کا سامان ہی نہین لیجاتے

لگے، بلکہ نو مسلمونکی کچھ تعداد بھی اپنے ساتھ لیجانے لگے، ملیبار، سندھ، گجرات، کچھ، کوکن، سواحل بنگال اور جزائر ہند کی قومون نے اونکو فرشتۂ رحمت سمجھکر قبول کیا، عربی سفرنامون اور جغرافیہ کی کتابون مین ان مقامات کے نام اور حالات بکثرت مذکور ہین،

ملیبار مین **موپلا** اور **نوایت** انھین عرب تاجرونکی یادگار نسل ہین اور یہی ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کے سب سے پہلے داعی اور مبلغ ہین، انھون نے جس آہستگی، سکون، اور خاموشی سے اس فرض کو انجام دیا، عیسائی مشنری اور انگریزی مورخین تک انکی اس قابلیت کے مداح اور ستائشگر ہین۔

ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کا دوسرا راستہ **سندھ** ہے، سندھ کا علاقہ مدت دراز سے شاہان ایران کا باجگذار تھا، اور جاٹ اور میڈ قوم کے لوگ انکی فوج کے سپاہی تھے، اس کے بعد جب ایران کا تخت مسلمانون کے قبضہ مین آیا، تو گذشتہ سلطنت کے ترکہ کے طور پر سندھ کے تعلقات ان کو ہاتھ آئے اور اس وقت سے لیکر محمد قاسم فاتح سندھ کے زمانہ تک والی عراق اور رایان سندھ کے درمیان صلح و شکست کے واقعات پے در پے پیش آتے رہے، محمد قاسم کے فتوحات کی وسعت جو بلوچستان اور کراچی سے لیکر ملتان تک تھی، بہت جلد ختم ہوگئی، یعنی اس نے سو برس کا زمانہ بھی نہین پایا ہے، لیکن اسلام کے مذہبی فتوحات کا سیلاب بدستور جاری رہا،

ہندوستان مین اسلام کی آمد کا تیسرا مشہور راستہ درۂ خیبر کا ہے، جدھر سے وہ پیدائش سے چار سو برس کے بعد محمود غزنوی کی تیغ خارا شگاف کے سایہ مین داخل ہوا،

ہمارے آریہ دوستون کو یہ غلط فہمی ہے، کہ ہندوستان مذہبی حیثیت سے پہلے بھی ویسا ہی تھا، جیسا آج ایک زمانہ سے وہ نظر آتا ہے، کہ ویدک دھرم نام ایک برہمنی مذہب کو ہر باشندۂ ہند کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے، عرب مین اسلام کی پیدائش اور ہندوستان مین بودھ مذہب

کا زوال ساتھ شروع ہوا، تاہم اس کو مٹتے مٹتے بھی ایک زمانہ لگ گیا، عرب مسلمان جب ملیبار، سیلون، سندھ، گجرات اور کوکن وغیرہ مین آئے ہین، تو انکا مقابلہ ویدک دھرم کے ہندؤن سے نہ تھا، بلکہ بودھ مت اور جین مت کے پیرؤن سے تھا، اس وقت ترکستان سے کابل تک اور پنجاب و کشمیر سے سندھ تک بودھ مت اور گجرات وغیرہ ادھر کے ساحلی علاقون مین جین مت غالب تھا،[1] اور ملیبار اور مدراس کے اطراف مین بھی ویدک دھرم یا برہمنی مذہب کے پیرو لوگ نہ تھے، بلکہ زیادہ تر ہندوستان کے پرانے باشندے تھے جنکو درۂ خیبر سے آنے والے مغرور برہمنون نے ہندوستان سے نکال دیا تھا یا وہ خود ان سے بھاگ کر دور دست علاقون مین چلے گئے تھے،

ہندوستان کے حدود مین اسلام کا پہلا قدم جنوبی ہند مین پڑا، بیان کیا جاتا ہے کہ ملیبار کے راجہ نے شق القمر کا معجزہ اپنی آنکھون سے دیکھا، یعنی ایک رات اس کو چاند شق ہو کر دکھائی دیا، اس نے ادھر ادھر لوگون کو تحقیق حال کے لیے بھیجا، بالآخر معلوم ہوا کہ عرب دیس مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے اور اس نے یہ معجزہ دکھایا ہے، راجہ یہ سنکر مسلمان ہو گیا، اور عرب چلا گیا، ایک روایت مین ہے کہ وہ خود آنحضرتؐ کے زمانہ مین پہنچا، دوسری روایت مین ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین پہنچا اور بالآخر یمن مین اس نے انتقال کیا اور وہین مدفون ہوا،

ملیبار اور اس کے اطراف مین جو پرانی قوم آباد ہے، اس کو نایر کہتے ہین، یہ عام ہندؤن سے بالکل مختلف ہین، اور ان مین قدیم وحشت اور بربریت کے بہت سے اثرات پائے جاتے ہین، اور ان مین کوئی صحیح اور بانظام مذہب ایسا نہ تھا جو اسلام کا مقابلہ کر سکتا، ان کو عام برہمن نہایت ذلیل سمجھتے ہین، اور ان سے چھوت کرتے ہین، تاریخ تحفۃ المجاہدین مین ہے کہ اگر کوئی اونچی ذات

[1] اس بیان کی تصدیق کے لیے، دیکھو الیٹ کی تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۵۰۴ سے ۵۰۸ تک، الیٹ نے عرب سیاحون اور جغرافیہ نویسون کے بیانات کے ساتھ چینی سیاحون کے بیانات اور دوسرے دلائل یکجا کر دئے ہین،

کا ہندوان سے چھو جائے تو جب تک وہ غسل نہ کرے کھا نہین سکتا اگر کھائے تو سردار اس کو اپنی برادری سے نکال کر انھین نیچ ذاتون کے ہاتھ بیچ دیتا تھا اور اسکی بقیہ عمر غلامی مین گذرتی تھی، یا وہ بھاگ کر دوسری جگہ چلا جاتا تھا، ایک کنوئین سے دوسرا پانی نہین پی سکتا تھا، پاس بیٹھ نہین سکتا تھا، آج بھی ان اطراف مین بالکل یہی حالت ہے، اور آپ روز سنتے این کہ مدراس مین برہمن اور نان برہمن کی لڑائیان برابر جاری این،

اسی طرح یہان کی عورتون پر یہ ظلم ہے کہ وہ بیک وقت چند شوہرون کی تابعدار ہین، اور ہرایک کی خوشدلی اُن کا فرض ہے، اس افسوسناک واقعہ کا امیر خسرو نے ایک شعر مین ذکر کیا ہے، میر جمال الدین حسین انجو نے اپنے لغت مین لفظ ملیبار کے تحت مین ان کے اس رسم کو بیان کیا ہے[1] غیر قومون مین شادی کرنے سے بھی ان کو چندان باک نہ تھا،

الغرض جب مسلمان تاجر ادھر آئے تو ان مظلوم فرقون کو اچھا خاصہ ایک امن کا سایہ ہاتھ آیا، مسلمان تاجرون نے انکو نوکر رکھا، ان سے تعلقات بڑھائے، ان کی عورتون سے شادیان کین، نیچ قوم کے لوگ اور نیز ذات سے خارج لوگون نے بھاگ بھاگ اسلام کے دامن امن مین پناہ لینی شروع کی، اور یہی لوگ جب مسلمان ہوکر دوسرے مسلمانون کے برابر حقوق حاصل کر لیتے تھے، تو دوسرے ہندو بھی اونکی عزت مین کمی نہین کرتے تھے، یہ دیکھکر یہان کی ادنی قومون کو اور بھی اسلام کی طرف رغبت ہوئی،

یہی حال اس ملک کا آج بھی ہے، اگر ان اطراف مین دفعۃً پرتگیز نہ پہنچ گئے ہوتے تو یہ پورا علاقہ دائرۂ اسلام مین آگیا ہوتا، لیکن پرتگیزون نے یہان آکر اور دریا سے عربون کی تجارت کا راستہ روک کر ان کو تباہ کر دیا، اور آبادی کے مسلمانون کو عرب و مصر سے اپنے تعلقات کے توڑ دینے پر مجبور

---

[1] فرشتہ جلد دوم ص ۳۶۳، نولکشور

کر دیا، بالآخر عیسائیون نے غلبہ پایا اور اس وقت ان مقامات مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لے لی ہے، چنانچہ تمام صوبون سے زیادہ وہان عیسائیت کو فروغ ہے، اور روز بروز وہان صلیب پرستون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اور ٹراونکور اور کوچین کے علاقون کے لوگ تو گویا پورے کے پورے عیسائی ہو گئے ہین،

ذیل مین ہم تحفۃ المجاہدین (جو علاقہ ملیبار کی تنہا تاریخ ہے) کے چند اقتباسات پیش کرتے ہین، جن سے حقیقت حال ظاہر ہو گی،

"ہندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاہون مین مختلف ملکون سے تاجر بکثرت آتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ نئے شہر آباد ہو گئے ہین، اور مسلمانون کی تجارت سے ان مین آبادی بڑھ گئی ہے، اور مکانات کثرت سے بن گئے ہین، یہان کے سردار اور راجہ مسلمانون پر سختیان کرنے سے پرہیز کرتے ہین، باوجودیکہ یہ سردار اور انکی سپاہ بت پرست ہے، مگر وہ مسلمانون کے مذہب اور ان کے شعائر کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتے ہین؛.... بت پرستون اور مسلمانون کے اس اتحاد سے اس لیے اور تعجب پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانونکی تعداد کل آبادی کا دسوان حصہ بھی نہین"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد مین ان تاجرون کی مدد سے اس علاقہ کی آبادی کا کتنا حصہ اسلام کا حلقہ بگوش ہو چکا تھا،

"بحیثیت مجموعی ملیبار کے ہندو راجاؤن کا برتاؤ مسلمانون کے ساتھ عزت اور مہربانی کا ہے، کیونکہ ان کے ملک مین زیادہ شہرون کا آباد ہو جانا انھین مسلمان تاجرونکی بود و باش کا نتیجہ ہے"

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اطراف کے ہندو راجا کیون عرب تاجرونکی اس قدر عزت کرتے تھے، اور ان کے کاروبار مین کوئی دخل نہین دیتے تھے،

.. نائر قوم کے لوگ اپنے ایسے ہم قومون سے جو بت پرستی چھوڑکر مسلمان ہو جاتے ہین،
مزاحمت نہین کرتے اور نہ انکو دھمکیان دیکر ڈراتے ہین، بلکہ وہ ان کے ساتھ ایسی ہی عزت
کا برتاؤ کرتے ہین جیسے اور مسلمانون کے ساتھ، خواہ وہ نومسلم کیسی ہی نیچ ذات سے مسلمان ہوا ہو[1]

اس اقتباس نے اس راز کا پورا پردہ کھول دیا، کہ ان نیچ ذات کے لوگون کے اسلام لانے کا سبب کیا تھا،

عرب جغرافیہ نویسون اور سیاحون نے ہندوستان کے جن حصون کا حال لکھا ہے وہ وہی ہین جو عرب تاجرون کے بحری گذرگاہ تھے، وہ خلیج فارس کے بندرگاہون سے جن مین مشہور سیراف اور بصرہ ہے، سندھ آتے تھے، اور یہان سے سمندر کے کنارہ کنارہ کوکن اور گجرات کے سواحل سے گذرکر مدراس کے سواحل پر پہنچتے تھے، اور یہان سے لنگر اٹھا کر مشرقی بنگال اور آسام کو عبور کرکے چین کی راہ لیتے تھے، راستہ مین مالدیپ، سیلون، جاوا، سماٹرا، سنگاپور اور دوسرے جزائر کی طرف بھی نکل جاتے تھے، چنانچہ ان کی یہی تجارتی رہگذر انکی اشاعت اسلام کی کوششون کے مرکز تھے،

سواحل ہند پر سندھ سے لیکر حدود چین تک وہ متعدد ہندو راجاؤن اور سلطنتون کے نام گناتے ہین، مگر یہ نام کچھ تو ان قدیم سلطنتون اور شہرون کے معدوم یا گمنام ہو جانے سے، کچھ عربی مین تلفظ بدل کر، کچھ کتابون کے ناسخون اور کاتبون کے ہاتھون سے کچھ سے کچھ ہو کر بالکل غیر معروف ہو گئے ہین، ان سلطنتون یا ملکون مین سے چند مشہور نام یہ ہین، جنکو تمام جغرافیہ دانون اور سیاحون نے بالاتفاق نقل کیا ہے،

سلطنت **بلھرا، جُزر، طافن، کش بین، اور رھمی**، ان کے علاوہ مانڈ

[1] تحفۃ المجاہدین کا نسخہ میرے سامنے نہین، کچھ تو فرشتہ نے ملیبار کی تاریخ مین نقل کیا ہے، مگر یہ اقتباسات ڈاکٹر آرنلڈ کی کتاب دعوت اسلام کے صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ سے یہان نقل کیے گئے ہین،

اور موگا وغیرہ کے علاقے آتے ہین، ہندوستان کے مستشرق مورخین مثلاً الیٹ، ٹاڈ رینا ؤ وغیرہ نے
ان نامون کی اصل نکالنے مین بڑی دیدہ ریزی کی ہے، اونکی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ **بلہرا** کی اصل بلبہ رائے
ہے جو مالوہ کے حکمران خاندان کا نام تھا، عربون نے بھی اس کو شاہی لقب ہی بتایا ہے، **جُزر** تو ظاہر ہے
کہ گجر یعنی گجرات ہے، **طافن** کی نسبت ان خصوصیات کی بنا پر جو عربون نے بیان کئے ہین، رینا ؤ
کی رائے ہے کہ وہ اورنگ آباد دکن ہے، لیکن طافن کا حل وہ نہین کرسکا، میری رائے ہے کہ طافن نہین یہ
لفظ طاقن ہے، چنانچہ اس کا املا طاکن بھی رینا ؤ نے پایا ہے، اور طاقن اور طاکن، داکھن یا دکن یا دکھن
کی خرابی ہے، کش مین کو ٹاڈ کچ بھوج (عربی مین چ، ش سے بدل جاتی ہے) اور رینا ؤ میسور بتاتا ہے
اور رہمی راج کو مشرقی بنگال قرار دیتا ہے[1]،

عربون نے سب سے زیادہ بلہرا یا بلبہ رائے کی سلطنت کا ذکر کیا ہے اور اس کے دار السلطنت کا
نام وہ مانکیر (مانگیر یا مہانگیر) بتاتے ہین، اور کمکم نام ایک علاقہ بھی وہ اس مین شامل کرتے ہین، کمکم غالباً
کوکن ہے، سب سے پہلا عرب سیاح جسکا سفرنامہ زمانہ کے دست برد سے محفوظ ہے، وہ عراق کے تاجر
سلیمان سیرافی کا ہے، اس نے اپنا سفرنامہ تیسری صدی ہجری (آٹھوین صدی عیسوی) کے شروع
مین لکھا تھا، فرانسیسی مستشرق رینا ؤ REINAUD نے اس کو مع فرنچ ترجمہ اور حواشی کے ۱۸۴۲ء
مین سلسلۃ التواریخ کے نام سے شائع کیا ہے،

اُس نے اپنا سفر انھین راستون سے کیا ہے، جنکا ذکر ابھی اوپر گذرا، وہ بیان کرتا ہے کہ
ہندوستان اور چین کے لوگ بلا اختلاف یہ یقین رکھتے ہین کہ دنیا مین چار بادشاہ سب سے بڑے ہین،
سب سے بڑا وہ **عرب** کے بادشاہ (خلیفۂ بغداد) کو سمجھتے ہین، کہ وہ سب سے دولتمند، سب سے زیادہ باجاہ و
جلال ہے اور وہ سب سے بڑے **مذہب** کا بادشاہ ہے، جس سے بڑی کوئی چیز نہین، اس کے بعد

---

[1] دیکھو الیٹ جلد اول کے تاریخی اور جغرافی ضمیمے، ان نامون کی تصحیح اور تحقیق ایک دلچسپ موضوع ہے لیکن اس کیلئے اور موقع ہے،

خاقان چین، بعد ازین قیصر روم، پھر راجہ بلہرا، سوراخ کیے ہوئے کانون[1] والے آدمیون کا بادشاہ، راجہ بلہرا تمام ہندو راجاؤن سے زیادہ معزز ہے، اور گو ہندوستان کا ہر راجہ اپنی سلطنت مین مستقل ہے، مگر اسکی بزرگی کو سب تسلیم کرتے ہین. بلہرا کے راجاؤن کی عمرین بڑی ہوتی ہین. بلہرا کی رعایا کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤن کی عمرین اس لیے بڑی ہوتی ہین کہ وہ عربون (مسلمانون) سے محبت رکھتے ہین..
تمام راجاؤن مین راجہ بلہرا سے زیادہ عربون (مسلمانون) سے زیادہ محبت رکھنے والا کوئی دوسرا نہین، اور اسی طرح اوسکی رعایا بھی محبت[2] رکھتی ہے"؛

کیا یہ سمجھا جائے کہ کوکن مین مسلمانونکی زیادہ بود و باش اور اسلام کی اشاعت بلہرا کے راجاؤن کی اسی بے تعصبی کا نتیجہ ہے؟ گجرات کے راجہ کی نسبت اوسکا بیان ہے کہ "وہ عربون (مسلمانون) کا دشمن ہے، باایں ہمہ وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ عرب کا بادشاہ (خلیفۂ بغداد) دنیا مین سب سے بڑا بادشاہ ہے، اور ہندو راجاؤن مین اس سے زیادہ اسلام کا کوئی دشمن نہین[3]" اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ "طاقن (یا دکن) کا راجہ بھی عربون (مسلمانون) سے راجہ بلہرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے[4]"؛

"چین والے داڑھی نہین رکھتے، اور وہ قدرۃً بھی اس سے محروم ہین، لیکن ہندؤنکی لمبی لمبی داڑھیان ہوتی ہین، مونچھین بھی نہین ترشواتے[5]. . . . چین اور ہندوستان کے لوگون کا یہ عقیدہ ہے، کہ کہ بدھ (بدھ) کے مجسمے اور بت (بت کی اصلیت بھی بدھ یعنی بودھ ہے) ان سے باتین کرتے ہین، حالانکہ باتین ان کے پجاری کرتے ہین[6]" اور ان دونون ملکون کے لوگ جانور کو قتل کر کے کھاتے ہین، اہل چین مین خود اپنا کوئی مذہب نہین ہے، ان کا مذہب ہندوستان سے آیا ہے، اور وہ بیان کرتے ہین کہ ہندوستان ہی نے یہ بدھ کے مجسمے ان کے لیے بنائے ہین، اور ہندو ہی اصل مذہب والے ہین،

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین ادھر کے لوگ کانون مین بالا پہنتے تھے۔ [2] سفرنامۂ سلیمان تاجر، مطبوعہ پیرس ۱۸۱۱ء صفحہ ۱۰، ۱۲. [3] سفرنامہ مذکور صفحہ ۲۸. [4] ایضاً صفحہ ۹۔ [5] ایضاً صفحہ ۵۰. [6] ایضاً صفحہ ۵۰۔

اور یہ دونون قومین تناسخ کی قائل ہین، صرف مذہب کی فروعی باتون مین اونکا اختلاف ہے[۱]...
اور جہان تک علم ہے ان دونون قومون کے لوگون مین کوئی مسلمان نہین ہے، اور نہ کوئی عربی بولتا ہے[۲]
اس اقتباس سے یہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ مین نے پہلے کہا ہے کہ اسلام کا مقابلہ برہمنی دھرم سے نہین، لیکن بدھ مت سے تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک ہندوستان کے جن علاقون سے وہ گذرا ہے وہان کوئی نومسلم ہندو اُسکو نہین ملا ہے، البتہ عرب تاجرون کی نوآبادیان اس کو ملتی جاتی ہین، جیسے دکھن اور کوکن کے علاقون مین،

عرب تاجرون اور سیاحون نے جزائر ہند مین سے "دیبجات" یعنی دیپ کے جزیرون کا جن سے ان کی مراد سرندیپ، سنگلدیپ اور مالدیپ ہین، بہت ذکر کیا ہے، خصوصاً سرندیپ (سیلون) جہان ایک پہاڑ پر ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت آدم اور حوّا کے نقش قدم ہین، لوگ جو ادھر سے گذرتے تھے، انکی زیارت کو جاتے تھے، سلیمان تاجر نے ان جزائر کے اثنائے ذکر مین کسی مسلمان آبادی کا ذکر نہین کیا ہے، لیکن سلیمان کے بعد اس کے سفرنامہ کا ایک اور عرب تاجر ابوزید سیرافی نے تتمہ لکھا ہے، جو تیسری صدی ہجری کے وسط مین غالباً لکھا گیا ہے، اس مین سرندیپ کے بیان مین یہ پوری تصریح ہے کہ عرب تاجرون نے یہان آباد ہونا شروع کر دیا تھا[۳]،

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین بزرگ بن شہریار ایک ایرانی مسلمان جہازران نے سالہا سال کے بحری سفرون کے بعد خود اپنے چشم دید اور دوسرے جہازرانون سے سُنے ہوئے واقعات **عجائب الہند** کے نام سے قلمبند کیے ہین، اور مطبع بریل لیڈن نے اُس کو چھاپا ہے، اس کتاب مین جابجا مسلمانونکی نوآبادیون کے تذکرے ملتے ہین، ایک ہندو جہازران کا حال ملتا ہے، جو مسلم تھا، اور اسی جہازرانی سے اس نے بڑی دولت کمائی تھی، "اس نے حج کیا تھا[۴] تھے

[۱] سفرنامۂ مذکور صفحہ ۵۰ [۲] ایضاً ۵۰ [۳] تتمہ سفرنامہ مذکور صفحہ ۱۲۱ [۴] عجائب الہند صفحہ ۱۹۔

زمانہ مین زلیور یعنی ملیبار و کالی کٹ کے راجہ کے ملک مین مسلمانونکی اتنی بڑی تعداد ہوگئی تھی کہ ان کے لیے ایک مسلمان قاضی جسکو "ہنرمند" کہتے تھے، راجہ کی طرف سے منتخب[1] کیا جاتا تھا، جاوا مین بھی ہم کو اس عہد مین مسلمان تاجر ملتے ہین، اور اس طرح کہ وہان کے راجہ کے دربار مین مسلمان درباری رسوم وآداب سے معاف کیے جاتے ہین[2]، منگاپور کے راجہ کے دربار مین بھی مسلمان ملتے ہین[3] بمبئی کے قریب بھی مسلمان ملتے ہین[4] مانگیر کے علاقہ مین ایک مسلمان کو ایک درخت ملتا ہے جس کے پتون پر کلمۂ طیبہ لکھا ہوتا ہے[5]، پتون پر لکھا ہو یا نہ ہو، مگر اس سے دونون پر کلمۂ طیبہ کا آغاز نقش تو ثابت ہوتا ہے، انڈمان کے جزیرہ مین حضرت سلیمان کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے[6]،

عجائب الہند کی روایت کے مطابق تو ہندوستان کے جزیرون مین سے سب سے پہلے سرندیپ مین اسلام کا نور چمکا، عرب جغرافیہ نویسون نے اس جزیرہ کے لوگون کے جو مذہبی حالات لکھے ہین، ان سے یہ قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ یہان کے باشندے بودھ مت کے پیرو تھے، بزرگ بن شہریار لکھتا ہے، کہ ہندوستان کے پجاریون، عابدون اور زاہدون (یعنی جوگیون اور بھکشوؤن) کی کئی قسمین ہین ان مین سے ایک بیکور (بیکوڈا) ہین اور انکی اصل سرندیپ سے ہے، اور یہ مسلمانون سے بہت محبت رکھتے ہین، اور انکی طرف ان کا میلان بہت ہے، اور گرمی مین یہ ننگے رہتے ہین صرف چند انگل کی دھجی کمر مین باندھتے ہین، اور جاڑون مین چٹائی اوڑھتے ہین، دوسرے وہ ہین جو کپڑے پہنتے ہین، ان کے یہ کپڑے مختلف رنگ برنگ کے ٹکڑون کو سیکر بنائے جاتے ہین، اور اس سے انکا مقصود اپنا امتیاز اور شہرت ہے، اور بدن پر مردونکی ہڈیان جلاکر اسکی راکھ ملتے ہین، اور سر اور داڑھی کے بال منڈاتے ہین، لیکن بدن کے اور حصون کے بال ویسے ہی چھوڑ دیتے ہین، اور گلے مین کسی مردہ کی کھوپڑی لٹکائے رہتے ہین اور غیرت اور تواضع کے لیے اسی مین کھاتے اور پیتے ہین،

[1] عجائب الہند صفحہ ۱۴۳، [2] ایضاً صفحہ ۱۰۴، [3] ایضاً صفحہ ۱۰۵، [4] ایضاً صفحہ ۱۵۲، [5] ایضاً صفحہ ۱۰۰، [6] ایضاً صفحہ ۱۲۲،

اہل سراندیپ کو جب آنحضرت صلعم کی بعثت کا حال (غالباً عرب تاجرونکی زبانی) معلوم ہوا، تو اُنھون نے اپنا ایک ہشیار آدمی تحقیق کی غرض سے عرب روانہ کیا، جب وہ وہان پہنچا تو حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ تھا، حضرت عمر نے اوسکو آنحضرت صلعم کا حال بتایا، اور باتین بتائین، وہ لوٹ کر آیا، تو مکران (قریب بلوچستان) مین اوسکا انتقال ہوگیا، اس کے ساتھ اوسکا رفیق سفر غلام تھا، وہ صحیح سلامت سراندیپ پہنچا، اور وہان کے لوگون کو سب حال سنایا، آنحضرت صلعم اور حضرت ابو بکر کی جو کیفیت سنی تھی وہ بتائی، اور حضرت عمر کے واقعات ان کو سنائے اور منجملہ ان کے یہ بھی کہا کہ وہ بھی پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہین، مسجد مین سوتے ہین، اور نہایت خاکسارانہ زندگی بسر کرتے ہین، اب یہ لوگ مسلمانون کے ساتھ جو یہ تواضع اور محبت کرتے اور یہ میلان خاطر رکھتے ہین، وہ اسی سبب سے ہے[1]،

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ بدھ مت کے پیرودن کو اسلام کے ساتھ ایک خاص مناسبت پیدا ہوگئی تھی، اور جس چیز کو وہ تلاش کرتے تھے وہ انکو اس مذہب مین ملتی تھی،

اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ عرب تاجرون کے ساتھ درویشون کی کوششین بھی شامل ہوگئی تھین، چنانچہ اونکی کوشش سے سراندیپ کے بعد اسلام کا نور ملیبار کے علاقہ مین چمکتا نظر آتا ہے، تاریخ فرشتہ مین تحفۃ المجاہدین کے حوالہ سے یہ قصہ منقول ہے کہ ہجرت کی دو صدیان گذر چکی تھین، ہر مذہب کے تاجرون اور سوداگرون کا یہان گذر تھا، کہ عرب وعجم کے چند مسلمان فقرا کا گذر ہوا، جو سراندیپ حضرت آدم وحوا کی قدمگاہ کی زیارت کو جارہے تھے، باد مخالف کی جھپٹ سے وہ ملیبار کے ساحل پر پہنچ گئے، شہر کدانگلور (گرانگانور) مین جاکر وہ اترے، وہان کا راجہ جسکو سامری (زمورن) کہتے ہین وہ نہایت عقلمند تھا، وہ ان بزرگون کی صحبت سے مستفید ہوا، اور ہر قسم کی گفتگو درمیان مین آئی، منجملہ ان کے مذہب کی بحث بھی آئی، ان درویشون نے اپنا مذہب اسلام بتایا، زمورن نے

[1] عجائب الہند، مطبوعہ لیڈن، صفحہ ۱۵۶-۱۵۷،

سے کہا کہ ہمارے ملک مین جو یہود ونصاری اور ہنود ہین جو تمھارے مذہب کے مخالف ہین، اور دنیا کی عیش مین پھنسے ہوئے ہین، ان سے سنا ہے کہ عرب وعجم اور ترکون کے ملکون مین یہ مذہب پوری طرح پھیلا ہوا ہے، لیکن آج تک مجکو مسلمانون کی صحبت نہین ملی ہے، اپنے پیغمبر کا کچھ احوال بیان کرو، ایک درویش نے جو علم وصلاح سے آراستہ تھا، تقریر شروع کی، اور آپ کے معجزات کو اس خوبی سے بیان کیا کہ راجہ متاثر ہوگیا، اور کلمۂ طیبہ ادا کرکے مسلمان ہوگیا، لیکن اپنے مذہب کو مخفی رکھا، اور مسلمانون کو بھی تاکید کی کہ وہ اس راز کو فاش نہ کرین، اور یہ درخواست کی کہ سرندیپ سے واپسی مین پھر ادھر ہی سے تشریف لیجائے، واپسی مین راجہ بھی حیلہ سے درویشون کے ساتھ چھپ کر روانہ ہوگیا، اور ملک کو اپنے وزیرون کے سپرد کرگیا، راجہ عرب پہنچکر مرگیا، اور مرتے وقت وصیت کی کہ چونکہ ہم سب کا مقصود ملیبار مین دین اسلام کی اشاعت ہے، اس لیے بہتر ہے کہ آپ لوگ تجارت اور بیوپار کے ذریعہ سے وہان آمد ورفت کیجئے، اور وہان قیام کیجئے مکانات بنائے، تاکہ لوگ دین محمدی کی طرف رجوع کرین اور اس کے بعد اس نے اپنے مہری خطوط اپنی زبان مین لکھکر حوالہ کیے کہ ملیبار جاکر وہان کے حاکمون کو دکھائے چنانچہ یہ لوگ ملیبار واپس آئے یہان کا حاکم خط دیکھکر مہربان ہوا اور یہان اسلام کی اشاعت کی، پہلے کدنگلور (کرانگانور) مین مسجد بنائی، پھر کولم مین مسجد بنی، پھر ہوبائی سوراوی گندارید (؟) چالیٹ (کالی کٹ!) باگنو، منگلور اور کالنجر کوٹ مین مسجدین بنائین، اور یہان مسلمانون کی عزت ہونے لگی[1]"

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین مشہور مؤرخ اور سیاح **مسعودی** بغداد سے ہندوستان آیا تھا[2]، وہ ہندوستان کے جنوبی ساحلی شہرون مین کھمبایت (کھنبایت) تھانہ، گجرات

---

[1] تاریخ فرشتہ بحوالہ التحفۃ المجاہدین جلد ۲ صفحہ ۳۰ نولکشور [2] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۷۶، ۳، طبع پیرس،

طاقن یا دکھن، راجہ بلہرا یا بلبہ رائے کی سلطنت اور اس کے دار السلطنت مانکیر، اور زمور زمین لار (یا ملیبار) کے راجہ کا ذکر کرتا ہے، مسلمانون کی مہند وراجاؤن کی نسبت بھی خیالات کسی قدر اضافہ کے ساتھ بیان کرتا ہے جنکو سلیمان تاجر اپنے سفرنامہ مین اس سے ساٹھ پینسٹھ برس بیشتر ظاہر کرچکا تھا، اس عرصہ مین ان علاقون مین اسلام بہت کچھ آگے بڑھ گیا تھا،

مسعودی کی شہادت ہے کہ "سندھ اور ہند کے تمام راجاؤن مین سے راجہ بلہرا کے راج کی طرح اور کسی راج مین مسلمانون کی اتنی عزت نہین، اسلام اس راجہ کی حکومت مین معزز اور محفوظ ہے، اور ان کے ملک مین مسلمانون کی مسجدین اور جامع مسجدین بنی ہوئی ہین، جو آباد ہین، یہان کے بادشاہ چالیس چالیس اور پچاس پچاس برس حکومت کرتے ہین، یہان کے لوگون کا اعتقاد ہے کہ ہمارے راجاؤن کی عمرین اسی عدل اور مسلمانون کی عزت کرنے کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہین[1]، گجرات کا راجہ مسلمانون سے اب تک وہی نفرت رکھتا ہے، دکھن کے راج مین مسلمانونکی عزت ویسی ہی ہے اور راجہ صلح پسند ہے[2]"،

مسعودی ۳۰۴ھ مین زمور کے ملک مین اپنا آنا بیان کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ "یہان خالص اور مخلوط النسل مسلمانون کی جنکو یہان "بیسر" کہتے ہین، دس ہزار کی آبادی ہے، یہ سیراف، عمان، بصرہ اور بغداد اور دوسرے شہرون کے وہ لوگ ہین جو یہان آباد ہوگئے ہین، اور یہین انھون نے شادی بیاہ کرلیا ہے، اور یہین سکونت اختیار کرلی ہے، اور ان مین بعض نامی تاجر ہین، جیسے موسیٰ بن اسحق، اور آجکل یہان مسلمانون کا رئیس (ہنرمند) ابوسعید معروف بن زکریا ہے، اور بیسر وہ مسلمان کہلاتے ہین جو ہندوستان مین پیدا ہوئے ہین[3]"،

اس اقتباس سے ظاہر ہوگا کہ مسلمانون کی تعداد عہد بعہد ترقی کرتی جاتی ہے، اور انکی

[1] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۲۰۷، [2] ایضاً صفحہ ۳۸۳، [3] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۸۵-۸۶

ترقی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انھون نے اسی ملک کے لوگون مین شادی بیاہ شروع کر دیا ہے،

ابن سعید مغربی پانچوین صدی مین ملک مراکش مین بیٹھکر جغرافیۂ فلکی کی ایک کتاب ترتیب دیتا ہی، اس کے بیچ بیچ مین کہین کہین جنوبی ہندوستان کے شہرون کے نام لیتا ہے، اور ان شہرون کی اسلامی آبادیون کی طرف اشارہ کرتا ہے، یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان گو پنجاب مین داخل ہوگئے ہین، لیکن بقیہ ہندوستان اب تک ان کے حملون سے سرتاسر محفوظ ہے، تاہم ابن سعید مغربی کہتا ہے کہ "**تھانہ** گجرات کا آخری شہر ہے اور ہندوستان کے اس ساحل پر سب کفار آباد ہین جو بتون کو پوجتے ہین، لیکن وہ اپنے ساتھ مسلمانون کو بھی بساتے ہین[1]، کمبائت (گجرات) کے متعلق ابن سعید لکھتا ہے کہ "وہ ہندوستان کے ساحلی شہرون مین سے ہے، جہان تاجر جایا کرتے ہین اور وہان مسلمان آباد ہین[2]، **کولم** (مدراس) کے متعلق بیان کرتا ہے کہ، کولم مسالون والے ملک کا آخری شہر ہے، سمندر کے کنارہ واقع ہے، یہان مسلمانون کا ایک محلہ ہے اور انکی ایک جامع مسجد بھی ہے[3]"،

اس بیان کے کم وبیش سوا سو برس کے بعد ابن **بطوطہ** ہندوستان آتا ہے، اور محمد تغلق سلطان دہلی کی طرف سے سفیر ہوکر، چین روانہ ہوتا ہے، وہ دہلی سے دولت آباد (دکن) ہوکر کرناٹک (میسر) کی راہ سے ملیبار، کولم اور کالی کٹ پہنچتا ہے، جہان سے اس زمانہ مین جہازات چین کو روانہ ہوا کرتے تھے، جہاز تباہ ہوتا ہے اور ابن بطوطہ واپس آکر جزائر مالدیپ، سرندیپ (سیلون) اور جاوہ وغیرہ کی سیر کرتا ہے اور پھر ملیبار آکر خشکی سے کنارہ کنارہ بنگال سے آسام ہوکر چین چلا جاتا ہے،

ابن بطوطہ ان تمام راستون مین جہان جہان مسلمانون کی آبادیان ملتی ہین یا مسلمان اثر

---

[1] تقویم البلدان ابو الفدا صفحہ ۵۹ ۳ مطبوعہ پیرس ۱۸۴۰ء [2] ایضاً صفحہ ۳۵۰، [3] ایضاً صفحہ ۳۶۱،

سے ملاقاتین ہوتی ہین اُن سب کا تذکرہ کرتا ہے، لیکن اب یہ صاف نظر آتا ہے کہ مسلمان تاجرون کے ساتھ ساتھ مسلمان صوفیہ اور فقراء کے دستے بھی ملتے جاتے ہین، اور چونکہ ان فقراء کی ظاہری حالت ہندو جوگیون اور بدھ بھکشوون سے ملتی جلتی معلوم ہوتی ہے اس لیے عوام مین ان کے ساتھ گرویدگی اور عقیدت نمایان ہے، اور اس کا اثر اسلام کی اشاعت پر جو کچھ پڑ سکتا تھا، وہ ظاہر ہے

اس وقت سلطان دہلی کی حکومت اگرچہ گجرات کرناٹک اور دکمن تک پہنچ چکی تھی تاہم ابھی ساحلی علاقون مین اثر بہت کم تھا، اور ان جنوبی صوبون مین ہندو امراء بدستور فرمان روا تھے کبھی کبھی جب وہ مجبور ہوتے تھے تو سالانہ خراج ادا کر دیتے تھے، مگر عرب تاجر اور عجمی صوفیہ برابر اپنے کاروبار مین لگے تھے، ابن بطوطہ دولت آباد اور ساگر ہو کر کھمبائت پہنچتا ہے، گویہ بندرگاہ سلطنت دہلی سے اب ملحق پاتا ہے، مگر یہان کی تمام تجارت، کاروبار، اور اثر و استیلاء، تاجرون اور جہازرانون کے ہاتھ مین نظر آتا ہے، ایک نومسلم ہندو الیاس نامی ناخدا ہے، مسلمانون کی ہر طرف کثرت ہے، تاجرونکی بنائی ہوئی مسجدین اور صوفیہ کی خانقاہین آباد ہین، کہتا ہے، کہ "عمارات اور مساجد کی حیثیت سے یہ بہترین شہر ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ یہان کے اکثر باشندے دوسرے ملکون کے تاجر ہین، تو وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدین بناتے رہتے ہین، اور اس مین باہم مسابقت کرتے ہین، عالی شان عمارتون مین سے شریف سامری کا محل ہے، اس کے پہلو مین عظیم الشان مسجد ہے، اور ملک التجار گازرونی کا مکان ہے اور اس کے پہلو مین بھی مسجد ہے .... شہر مین حاجی ناصر دیار بکری صوفی کی خانقاہ ہے، دوسری خواجہ اسحق کی ہے، جہان لنگر قائم ہے[1]"

اس شہر مین اسلام کی آبادی اور ترقی کے اس معیار کو دیکھو جو اب اس سوا سو برس مین اس کو حاصل ہوگئی، اب ہندو نومسلم بھی جہازران بن کر وہی اعزاز و دولت حاصل کر رہے ہین، خانقاہ

[1] ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ مطبوعہ مطبعۂ خیریۂ مصر،

آباد ہین ، اور لنگر خانے جاری ہین ، ابن بطوطہ کنبایت کے بعد کاوی اور گندھار پہنچتا ہے ، جہان ایک ہندو راجہ جالنسی حکمران ہے ، تاہم مسلمان یہان آباد ہین ، اور بعض راجہ کے دربار مین داخل ہین ، یہان کا ناخدا ابراہیم چھ جہازون کا مالک ہے ، یہان ہمارا مسافر جاگر نامی جہاز پر سوار ہوتا ہے فوقہ یا گوگا نام شہر مین داخل ہوتا ہے ، یہان کا راجہ دنگول ہندو ہے ، تاہم یہان مسلمان ملتے ہین ، ایک مسجد ہے جو حضرت خضر کی طرف منسوب ہے ، اور حیدری فقرا کی ایک جماعت مع اپنے شیخ کے یہان گوشہ نشین ہے ، یہان سے سنگاپور پہنچتا ہے ، دیکھتا ہے کہ یہان ہندو راجہ ہریب کی ماتحتی مین ایک اسلامی ریاست سلطان جمال الدین ہنوری کی قائم ہے ، مسلمانون کا آباد کردہ شہر رونق پذیر ہے ، اور عظیم الشان جامع مسجد ہے ، جو بغدادی مسجدون کا مقابلہ کر رہی ہے یہ ناخدا حسن کی بنوائی ہوئی تھی ، اور سلطان جمال الدین ہنوری اسی ناخدا کا بیٹا تھا ،

جزیرہ کے پاس ایک چھوٹا جزیرہ اور ہے ، ہمارا سیاح جب وہان قدم رکھتا ہے ، دیکھتا ہے کہ ایک بتخانہ کی دیوار سے ٹیک لگائے ، ایک جوگی مراقبہ مین مصروف ہے ، آنکھین بند ہین ، ابن بطوطہ نذر پیش کرتا ہے ، وہ قبول نہین کرتا ، اور الٹا خود کئی اشرفیان اسکو دیتا ہے ، اور ایک اونٹ کے بالون کی بنی ہوئی عبا نذر کرتا ہے ، اور ابن بطوطہ کے ہاتھ سے تسبیح لیکر اس کو ملتا اور سونگھتا ہے ، اور پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اشارہ کرتا ہے اور پھر قبلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے ، جہاندیدہ سیاح ان اشارون سے پالیتا ہے کہ یہ جوگی کے بھیس مین کسی مسلم صوفی کی روح ہے ، جو باشندگان جزیرہ کے خوف سے اپنے اسلام کو چھپائے ہے ، چلتے وقت رازدان سیاح جوگی کے ہاتھون کو بوسہ دیتا ہے ، اس کے رفقائے سفر معترض ہوتے ہین ، اس پر جوگی ابن بطوطہ کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے ، اسکو چومتا ہے ، اور مسکرا دیتا ہے ، اور واپسی کا اشارہ کرتا ہے اور پیچھے سے چند اور اشرفیان ہدیہ دیتا ہے ، باہر آکر ابن بطوطہ جوگی کے راز کو اپنے ہمراہیون کے سامنے فاش کرتا

اور کہتا ہے کہ یہ مسلمان ہے[1]

سنگاپور سے لوٹکر وہ ملیبار آتا ہے، دیکھتا ہے کہ اس ملک مین چھوٹے بڑے بارہ راجہ حکومت کرتے ہین، ملک آباد ہے، ہر طرح امن وامان ہے، مسلمانون کی بڑی عزت ہے، مگر ہندو مسلمانون کے ساتھ کہاتے نہین اور نہ اپنے گھر کے اندر آنے دیتے ہین، راستہ مین دیکھتے ہین تو ہٹ جاتے ہین، مسلمان مسافرون کے لیے ہر جگہ سرائین ہین ہر جگہ مسلمانونکی آبادیان ہین[2]، سب سے پہلے جس شہر مین وہ داخل ہوا اسکا نام ابی سرور بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ ساحل پر بندرگاہ ہے اور یہان کے مسلمان چودھری کا نام شیخ جمعہ ہے، یہ دولتمند اور بڑا مخیر ہے، اپنی تمام دولت غریبون اور محتاجون پر صرف کرتا ہے، آگے بڑھکر پاکنور مین وہ داخل ہوتا ہے، کہتا ہے کہ یہان مسلمانون کی ایک جماعت آباد ہے، یہان کے مسلمان چودھری کا نام حسین سلاط ہے، اور یہان قاضی اور خطیب بھی ہے اور حسین کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہان کے راجہ کا نام باسدیو ہے، اس کے پاس تیس جنگی جہاز ہین، اور انکا کپتان مسلمان ہے، اس کے بعد وہ منگرور پہنچتا ہے، یہان فارس اور یمن کے مسلمان تاجر اسکونت رکھتے ہین، یہان کے راجہ کا نام رام دیو بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس شہر مین چار ہزار مسلمان ہین، عام رعایا گو ان کے خلاف ہے، مگر راجہ تجارت کی مصلحت سے ان سے صلح رکھتا ہے، یہان کے مسلمان قاضی کا نام بدرالدین کرنا کی ہے، اور وہ یہان درس بھی دیتا ہے،

بعد ازین شہر ہیلی مین داخل ہوتا ہے یہان ایک عالیشان جامع مسجد ہے جسکی وجہ سے یہ شہر ہندوٴن اور مسلمانون کے نزدیک متبرک ہے، جہاز والے اسکی نذر مانتے ہین، خطیب حسین اس کا متولی ہے اور حسین وزان یہان کا چودھری ہے، اس مسجد مین طالب علمون کی ایک جماعت ہے جنکو مسجد کے خزانہ سے وظیفے ملتے ہین، اور اس کے متعلق ایک مطبخ ہے جس سے مسافرونکو

[1] ایضاً صفحہ ۱۰۱ و ۲۰۰ [2] ایضاً صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲

اور غریب مسلمانون کو کھانا ملتا ہے، یہان مقدشوا (افریقہ) کے ایک درویش سے ملاقات ہوئی، جو ہمیشہ روزہ رکھتے ہین، پھر یہان سے جرنپن یا گرنپن پہنچا، یہان بغداد کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی، ان کا ایک بھائی یہان بڑا تاجر تھا، یہان کے راجہ کا نام کوئل ہی، یہان سے فارس، عمان اور یمن کو جہازات جاتے ہین، یہان سے دہ پٹن گیا، یہ بھی راجہ کوئل ہی کی عملداری مین ہی، راجہ کوئل کے باپ کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد ہے، اور ایک عالیشان تالاب بھی ہی جس مین مسلمان نہاتے اور وضو کرتے ہین، یہ تالاب راجہ کوئل ہی کے بزرگون مین سے کسی نے بنوایا ہی، اور وہ مسلمان تھا، اس کے اسلام کا ایک عجیب قصہ لوگون نے سنایا، اس جامع مسجد مین ایک خاص قسم کا درخت ہی کہتے ہین کہ ہر موسم خزان مین اس سے ایک پتہ ایسا گرتا ہے جس پر دست قدرت سے لا الہ الا اللہ لکھا ہوتا ہی، یہ پتہ جب گرتا ہے تو آدھا مسلمان لے لیتے ہین اور آدھا ہندو راجہ کے خزانہ مین جمع ہوتا ہے، اور سخت بیماریون مین اس سے شفا حاصل ہوتی ہے، راجہ مذکور یہ کرامت دیکھکر مسلمان ہوگیا، اور اس پر ایک جامع مسجد اور تالاب بنوادیا، اس کے بعد راجہ کی اولاد مسلمان نہ ہوئی، اس نے اس درخت کو اکھڑوا دیا، خدا کی قدرت، اس کے بعد یہ درخت پہلے سے بھی زیادہ شاندار طریقے سے اُگ آیا، اور راجہ فوراً مرگیا،

یہان سے یہ پٹن پہنچا، یہ بھی بندرگاہ ہے اور سمندر کے کنارہ ایک مسجد ہی جس مین مسلمان مسافر ٹھہرتے ہین، کیونکہ یہان کوئی مسلمان نہین، یہان کے باشندے برہمن ہین، جو ہندؤن مین عالی مرتبہ ہین، اور وہ مسلمانون سے نفرت کرتے ہین، اور اسی لیے یہان مسلمان نہین ہین، یہ ایک جامع مسجد بھی جو باقی ہی، وہ اس وجہ سے ہے کہ ایک برہمن نے اسکی چھت خراب کردی، تو اس کے گھر مین آگ لگ گئی، جس مین وہ خود، اسکی اولاد اور گھر کا تمام اثاثہ جل گیا، اس وقت سے ہندو اس مسجد کو متبرک سمجھتے ہین اور اس کو ڈر سے نہین چھوتے، اس کے بعد یہان سے نکل کر بندرینا پہنچا، یہان مسلمانون کے تین محلے ہین اور ہر محلہ مین ایک مسجد ہی اور ساحل پر جامع مسجد ہے، اور عجیب بہار پر ہے، یہان کا قاضی اور خطیب عمان کا ایک آدمی ہے، اسکا بھائی بڑا فاضل ہے

اس کے بعد کالی کٹ مین داخل ہوا، یہان کا راجہ ہندو ہے اور سامری (زامورین) نام ہے، یہ دنیا کے

بڑے بندرگاہون مین سے ہے، چین، جاوا، سیلون، مالدیپ، یمن اور فارس کے جہازات آتے ہین، یہان کا ایک التجار
ابراہیم شاہ بندر ہے، یہ بحرین کا باشندہ ہے، قاضی کا نام فخرالدین ہے، اور یہان کی خانقاہ کے سجادہ نشین شیخ شہاب الدین
گازرونی ہین، جنکی فتوحات کی کوئی حد نہین[1]،

کالی کٹ سے کولم جانا ہوتا ہے، یہان مسلمان تاجرون کی بڑی جماعت ملتی ہے، علما بھی ہین، اور مسلمانون کا
رئیس محمد شاہ بندر ہے، ایک تاجر کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہان مسلمان معزز اور محترم ہین، یہان کے
راجہ کا نام تیروری ہے، یہ مسلمانون کی بڑی عزت کرتا ہے، اور ان کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آتا ہے[2]،

سیلون (سرندیپ) اور مالدیپ کو ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے ہین، اب ان پر چند صدیان گذر چکی ہین،
ہمارا سیاح اب مالدیپ پہنچتا ہے، دیکھتا ہے کہ ان جزیرون مین صرف مسلمان ہی مسلمان ہین، اور وہ نہایت
نیک اور پابند مذہب اور باایمان ہین، یہان ایک عورت سلطانہ خدیجہ بنت صلاح الدین صالح بنگالی حکمران ہے،
یہان کے لوگون کے مسلمان ہو جانے کا واقعہ یہ ہے کہ پہلے یہ سب کافر تھے، یہان ہر سال سمندر سے ایک عجیب
بلا آتی تھی، اسکا علاج یہ تھا کہ ایک کنواری لڑکی بلیدان دیجاتی تھی، ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا لڑکیون پر قرعہ پڑا،
ایک بڑھیا کی لڑکی کا نام نکلا، بڑھیا سخت بیقرار ہوئی، اتفاق سے اس بڑھیا کے یہان بربر کا ایک مسلمان ٹھہرا
تھا وہ حافظ قرآن تھا، مسلمان نے کہا گھبراؤ نہین مین اسکی تدبیر کرتا ہون، اس رات کو وہ مسلمان عورت
بنکر بت خانہ مین گیا، لوگ صبح کو گئے کہ اسکی لاش اٹھا لائین، دیکھا کہ وہ زندہ تلاوتِ قرآن مین مصروف ہے،
یہ کرامت دیکھکر لوگ سخت متحیر ہوئے، بادشاہ کو خبر ہوئی، وہ بھی آیا، سبنے اسلام قبول کیا، اور اس نے وہان
کے لوگون کو اسلام کے آداب و احکام کی مالکی مذہب کے مطابق تعلیم دی، یہان کے جامع مسجد پر اب تک یہ عبارت لکڑی
مین منقوش ہے، کہ "سلطان احمد شنورازہ، ابوالبرکات بربری مغربی کے ہاتھ پر اسلام لایا"[3]

یہ قصہ صحیح یا نہ ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ جزیرۂ مالدیپ آج بھی مسلمانون سے آباد ہے، اور ایک مسلمان

---

[1] یہ تمام اقتباسات ابن بطوطہ جلد ۲ صفحات ۱۳۲-۱۴۲ سے ماخوذ ہین، [2] ایضاً صفحہ ۱۴۳، [3] ایضاً صفحہ ۱۵۲،

سلطان زیر حفاظت برطانیہ حکمران ہے ۱۹۰۱ء کی مردم شماری مین یہان مسلمانون کی تعداد تیس ہزار تھی یہان کے مسلمانون مین عربی النسل بکثرت ہین، اور بودھ مت کے نومسلمون کی بھی تعداد کثیر ہے جو ملک کے اصلی باشندے ہین، اسی کے قریب سرندیپ جسکو سیلون اور لنکا بھی کہتے ہین واقع ہے یہان بھی اسلام نے اپنا پورا دخل پیدا کرلیا، ۱۹۰۱ء کی مردم شماری مین یہان دو لاکھ مسلمان تھے، یہان اسلام ابھی اپنی پر امن رفتار ترقی سے چل رہا تھا کہ زمانہ نے تاریخ کا ورق الٹ دیا، اور مسلمانون کا زوال اور مسیحی یورپ کی ترقی کا آغاز ہوا، پندرہوین صدی عیسوی مین پرتگیزون نے، اور پھر ڈچون نے آکر اسلام کا بیڑا غرق کردیا، اور اس وقت سے ان جزائر مین اور جنوبی ہند مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لی، اور وہ منظر آج بھی آپکے سامنے ہے،

صفحات بالا مین ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کے تین راستون مین سے ایک راستہ کا نقشہ دکھایا گیا ہے اور صدی بصدی اسکی ترقی کی تصویر کھینچ دی گئی ہے، دیکھو لوکہ اس تصویر مین خون کی سرخی کہین نہین جھلکتی، بلکہ اسلام اپنی سادگی، مساوات اور حقانیت سے اپنا راستہ خود صاف کرتا گیا ہے، اور نیچ ذات اور معمولی لوگون کے دلون پر قبضہ کرتا ہوا بادشاہون اور مہاراجاؤن کے قلوب پر قابض ہوگیا ہے، ان عرب تاجرون اور درویشون کے ہاتھون مین محمود اور عالمگیر کی تلوار نہ تھی، ان کے ذریعہ سے جو اشاعت اسلام ان اطراف مین ہوئی اس کے طریقے حسب ذیل تھے،

(۱) عرب تاجرون نے خود آکر اپنی نوآبادیان قائم کین، یہان کی نومسلم عورتون سے انھون نے شادیان کین،

(۲) نیچ ذات کے ہندو اور نائر برہمنون کے بار ظلم اور ترفع اور غرور سے نالان تھے، انھون نے اسلام مین آکر عزت پائی،

(۳) تاجرون کی فیاضی اور انسانیت نوازی نے غریبون اور محتاجونکو اپنے دامن مین پناہ دی،

(۴) جو لوگ ذرا ذرا سی باتون پر اپنی ذات سے خارج کردئے جاتے تھے وہ اسلام کی برادری مین داخل ہوتے گئے،

(۵) بہت سے لوگ اپنے بچون کو غربت کے مارے عربونکے ہاتھ فروخت کردیتے تھے، وہ انکو لیکر اسلام کی تربیت دیکر اپنی اولاد کیطرح پالکر جوان کرتے تھے،

(۶) اسلام کی روحانی طاقت کی عجیب و غریب نشانیان انکی نگاہون سے گذرین جس نے انکو اسلام کے قبول پر مجبور کردیا،

(۷) علماء اور درویشون نے اپنی روحانی کشش کے جلوے دکھائے،

لے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین سیلون اور مالدیپ کا مضمون،

نفسیاتِ جبلّت

از

جناب مولوی مقصود ولی الرحمٰن صاحب ایم اے مددگار پروفیسر فلسفہ جامعہ عثمانیہ

نفسیات کی صبح آفرینش سے اس وقت تک "جبلّت" کی ماہیت و اصلیت کے متعلق ماہرین کسی متفق علیہ نتیجہ پر نہیں پہونچے، ہر زمانے مین اس لفظ کا اطلاق مختلف فعلیتون اور مختلف حرکات پر کیا گیا، خصوصاً شروع شروع مین تو جبلت ایک عجیب وغریب چیز تھی، فی زماننا بھی نفسیات مین خاصی ترقی ہو چکی ہے اور اس کی اصطلاحات وخیالات نے روزمرہ کی بول چال اور تحریر و تقریر مین دخل پالیا ہے، اس کا استعمال بہت مبہم طور پر ہو رہا ہے، اور ہر شخص بغیر اس کے مفہوم کو سمجھے اس کو استعمال کرتا ہے، ان کے نزدیک انسان کا ہر وہ فعل جبلت پر مبنی ہوتا ہے جس مین اس نے عقل سے کام نہ لیا ہو، اور اسی کلیہ کی بنا پر حیوانات کے ہر فعل و حرکت کو جبلی کہہ دیا جاتا ہے، سیاق عبارت اور محاورۂ کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جبلت ایک عجیب وغریب قوۃ ہوتی ہے جو دیگر انسانی قویٰ سے بالکل مختلف ہوتی ہے، یہ قوت حیوانات کو، اور بعض صورتون مین انسانون کو بھی، صرف اس وجہ سے عطا ہوئی ہے کہ ان مین یا انسانی قویٰ بالکل معدوم ہین، یا بعض حالتون مین وہ بیکار ہو جاتے ہین،

جبلت کا یہ غلط استعمال صرف عوام تک ہی محدود نہین، بلکہ زمانۂ حال کے بڑے بڑے مصنفین اور فلاسفہ کو بھی اس مین دھوکا ہوتا ہے، چنانچہ اگر کوشش کیجائے تو اس قسم کی ہزارون مثالین مل سکتی ہین جہان جبلت کے مفہوم کا خون ہوا ہے، انگریزی ناول نویسی کے ہاتھون تو اس کی ایسی ہی مٹی خراب ہوئی جیسی کہ اکثر اردو افسانہ گو جذبات کی کرتے ہین، جس طرح اردو ناول نویسون اور افسانہ نگارون کے ہاتھ

کھانے پینے، ہنسنے اور رونے کے جذبات ہوتے ہین، بعینہ اسی طرح انگریزی قصون ن اور کہانیو ن مین تمام جہان کی جبلتین ہوتی ہین، اور اصلیت یہ ہے کہ جس کیفیت کی وہ لوگ کسی طرح بھی توضیح نہین کرسکتے اوسکو جبلت کے مرعوب کن جامہ مین ظاہر کردیتے ہین،

"جبلت" کے متعلق بہت سی غلط فہمیان ہین، اور اسی وجہ سے اس کی ماہیت کے سمجھنے مین دقت ہوتی ہے، ایک عام خیال ہے کہ جبلت فعلیت کا ایک خاص اور نہایت معین طریقہ ہے، اور یہ کہ یہ حیوانات کے ساتھ مخصوص ہے، تعجب ہے کہ پروفیسر لائڈ مارگن بھی اس غلط فہمی مین مبتلا نظر آتے ہین، ان کی تصانیف" عادت اور جبلت" اور" نفسیات تطبیقی" جبلت پر تمام بحث اسی روشنی مین ہوئی ہے، اصل مین اس غلط فہمی کا باعث یہ ہے کہ کیڑون اور ادنی درجہ کے حیوانات مین ہم صرف جبلت کے مظاہر پر غور کرتے ہین اور اسی سے یہ نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ جبلت ایک مخصوص اور معین طریق کا نام ہے، اس مین شبہہ نہین کہ کیڑون وغیرہ مین ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر ہم ان کو چھوڑ کر ذرا اور اعلی فہم کے حیوانات کی جبلت پر غور کرین تو ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے، کیڑون کی فعلیت کی تمام صورتین نہایت سادہ، اور اس لیے معین ہوتی ہین لیکن اعلی قسم کے جانورون مین یہ صورت نہین ہوتی ان کی جبلت کبھی اس طرح معین نہین ہوتی[1]، ان مین تربیت اور تجربہ سے تغیر آسکتا ہے، لہذا ظاہر ہے کہ ہمارا کلیہ غلط ہے اور اس کا اطلاق صرف کیڑون کی جبلت پر ہوتا ہے،

ایک دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ افعال جبلی بغیر کسی مہیج (محرک) کے صادر ہوسکتے ہین لیکن اصلیت یہ ہے کہ ہمارے جبلی افعال ماحول کے اثر سے مستغنی نہین ہوتے، کم از کم اعلی درجے کے حیوانات مین کوئی جبلت اس وقت تک ترقی پذیر نہین ہوسکتی جب تک کہ ماحول مین اس کے لیے مہیج نہ ہو،

---

[1] پروفیسر ہاب ہاؤس، "جبلت ہمیشہ کامل نہین ہوتی، بعض بعض اوقات اس کا استعمال غلط، بیکار اور مضر طریقے سے ہوتا ہے،، (نفس بحالت ارتقار") صفہ،

اس مین کلام نہین کہ وہ فطری امرکب اور حرکی[1] رجحانات ہوتے ہین، لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ از خود صادر ہوتے رہتے ہین، برخلاف اس کے ان کے ارتقار و بروز کے لیے عالم خارجی مین مناسب ہیجات لازمی ہوتے ہین،

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ ان مین شعور اور عقل کی ضرورت نہین ہوتی[2]، یہ خیال بھی درست نہین ہو سکتا ہے کہ جبلی فعلیت مین اعلیٰ درجے کے شعور کی ضرورت نہ ہو لیکن اس کی غیبت کو تسلیم نہین کیا جا سکتا، شعور کا وجود ان صورتون مین ظاہر ہوتا ہے جب ہمارا کوئی جبلی فعل روک دیا جائے یا اس مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کیجائے، اسی طرح عقل بجائے اس کے کہ ہمارے جبلی افعال کی دشمن ہے اصل مین انکی حامی و مددگار ہوتی ہے،

اسی ضمن مین اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری تمام جبلتین پیدائش ہی کے وقت ظاہر نہین ہوتین، بلکہ آہستہ آہستہ انکا ظہور ہوتا ہے، اور صرف بالغ افراد مین اس نوع کی تمام جبلتین موجود ہوتی ہین، بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان مین بھی وہ ترقی یافتہ نہ ہون، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے ماحول مین اس قسم کے ہیجات نہ ہون، جو اس کی ترقی مین مد ہوتے، یا عضویاتی اختلافات کی وجہ بعض جبلتین کمزور یا بالکل غائب ہو گئی ہون، چنانچہ تھارن ڈائک لکھتا ہے: "جبلت بتدریج پختہ ہوتی ہے[3]"، اور ہاب ہاؤس کا خیال ہے کہ "جبلت پیدائش کے وقت نامکمل ہوتی ہے، اس کی تکمیل کے لیے نشو ونما کی ضرورت ہوتی ہے[4]"

جبلت کی تعریف مختلف مصنفین نے مختلف کی ہے، اس مین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان مین سے ہر ایک نے مختلف نقطۂ نظر سے اس پر بحث کی ہے، جو ماہرین نفسیات صرف "سیرت[5]" سے بحث کرتے ہین اور اسی پر تمام نفسیات کو مبنی کرتے ہین، یا جن ماہرین نے حیاتیات کی مدد سے اس کی توضیح کی کوشش

---

[1] معارف: منسوب بہ طرف حرکت: [2] لائڈ مارگن لکھتا ہے: "اگر جبلت مین عقل کی رہنمائی ہو تو وہ جبلت ہی نہین رہتی"، "اور جبلت مین شعور کی حیثیت محض حاصل کی ہوتی ہے اور اس کا اس فعل پر کوئی اثر نہین پڑتا"، (نفسیات تعلیمی صفحہ ۲۱) [3] مبادیات نفسیات صفحہ ۳۳ [4] نفس بحالت ارتقار صفحہ ۶۱، [5] BEHAVIOUR

لی ہی، ان کے نزدیک جبلت اور فعل اضطراری میں کسی قسم کا فرق نہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ جس طرح ہمارا ہر
فعل اضطراری ایک خلقی نظام اعصاب پر موقوف ہے، اسی طرح جبلت بھی اس نظام کی فعلیت کا نتیجہ ہے،
جس طرح افعال اضطراری میں عقل و شعور کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح افعال جبلی بھی ان سے مستغنی
ہیں، بلکہ ان مصنفین کے نزدیک عقل اور جبلت دو متضاد چیزیں ہیں جو کسی صورت بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں
یہ لوگ فعل جبلی کو فعل اضطراری کا مجموعہ مانتے ہیں، ہربرٹ اسپنسر نے جبلت کو "ایک مرکب فعل اضطراری"
کہا ہے، یا زمانہ حال کے مصنفین اس کو افعال اضطراری کا سلسلہ بتاتے ہیں جس میں ایک فعل اضطراری
آیندہ فعل اضطراری کا باعث ہوتا ہے، اور ان تمام افعال اضطراری کا تعلق باہمی ہماری خلقی بناوٹ پر
منحصر ہوتا ہے، نہ کہ فردی اکتساب پر[1]، وارن نے بچے کے دودھ پینے کی مثال دی ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"اس میں بہت سی حرکات اضطراری ہوتی ہیں، سب سے پہلے بچہ چھاتی کی طرف رخ کرتا
ہے، اس حرکت کا مہیج بھوک یا دودھ کی بو ہوتی ہے، اس کے بعد وہ اسکو پکڑتا ہے اور پھر اس کو
منھ میں لے جاتا ہے اور ہونٹوں سے دباتا ہے اور بعدازاں چوسنا شروع کرتا ہے، اور جب
دودھ منھ میں آجاتا ہے تو نگلنا شروع کرتا ہے، اس سلسلہ میں ہر ایک حرکت اضطراری
آئندہ حرکت اضطراری کا مہیج بنتی ہے[2]"

اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لیں کہ جبلی افعال، اضطراری افعال کا سلسلہ ہوتے ہیں،
تو سوال ہوتا ہے کہ سلسلہ کیوں کر قائم رہتا ہے؟ کون سے حالات اس قسم کے ہوتے ہیں جو اس
سلسلہ کو جاری رکھتے ہیں؟ اس کا جواب ماہرین نفسیات کا یہ گروہ اس طرح دیتا ہے:۔

ہماری تمام حرکات و سکنات، ہمارے سب افکار و معتقدات، ہمارے تخیلات وارادات غرض
ہماری ہر ذہنی اور بدنی فعلیت کسی نہ کسی مہیج کا جواب ہوتی ہے، دوسرے الفاظ میں ہماری زندگی

[1] نفسیات انسانی مصنفہ وارن صفحہ ۱۰۰ (لائبریری ایڈیشن) [2] ایضاً

اور اس کے سوانح مخصوص ہیجات کے جوابات ہین، میری آنکھ مین تنکا پڑتا ہے اور مین آنکھ بند کرلیتا ہون اس آنکھ بند کرنے کے فعل کا ہیج وہ تنکا ہے جو میری آنکھ مین پڑا تھا، یا میری آنکھ کا بند ہونا جواب ہے تنکا پڑنے کا اگر مین بیٹھے بیٹھے کسی خیال کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہون تو میرا کھڑا ہونا میرے خیال کا جواب ہوگا، غرض اسی طرح میرے تمام سوانح حیات مخصوص ہیجات کے جوابات ہین، اب تمام جوابات کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ کسی نہ کسی آلہ حس کی تحریک کا باعث ہوتے ہین، مثلاً تنکا پڑنے سے میری آنکھ سے پانی نکل آتا ہے یہ پانی جہان جہان بہتا ہے وہ حسیات[1] پیدا ہوتے ہین، اور یہ حسیات پھر میرے ہاتھ کی حرکت کا ہیج بنتے ہین، اور مین ہاتھ اٹھا کر اس پانی کو پوچھ لیتا ہون، اس ہاتھ کی حرکت سے پھر حسیات حرکی پیدا ہوتے ہین، غرض ہر ایک جواب ایک نئے ہیج کا باعث ہوتا ہے، اس نئے ہیج کو اصطلاح مین "حرکت کے پیدا کردہ ہیجات"[2] کہتے ہین، ہم نے ابھی کہا ہے کہ حرکت کے پیدا کردہ ہیجات اور حرکات کے باعث ہوتے ہین، اور ان حرکات سے اور ہیجات حاصل ہوتے ہین، اور یہ ہیجات پھر اور حرکات پیدا کرتے ہین غرض اسی طرح افعال اضطراری کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ اصلی غرض پوری نہین ہو جاتی، یا مقصد حاصل نہین ہو جاتا، اس مختصر بحث سے اب ہم بچہ کے دودھ پینے کی مثال کی توجیہ کر سکتے ہین، بچہ کو بھوک لگتی ہے یا وہ کسی اور وجہ سے مان کی چھاتی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اس کو دیکھکر اس کو پکڑتا ہے، پکڑنے سے اس کو منہ مین لیجانے کی طرف مائل ہوتا ہے منہ مین لینے سے جو حسیات ہونٹون مین پیدا ہوتے ہین وہ چوسنے کا ہیج بنتے ہین، اور چوسنے کا جواب یہ ہوتا ہے کہ دودھ منہ مین آنا شروع ہو جاتا ہے، اور پھر نگلنے کی تحریک ہوتی ہے اور اس طرح یہ تمام افعال اضطراری ایک سلسلہ مین منسلک ہو جاتے ہین اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ وہ بچہ سیر نہین ہو جاتا، اور اسی سلسلہ کا نام "جبلت" ہے،

---

[1] Sensations [2] عام نفسیات، مصنفہ [illegible] صفحہ ۵۵،

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر جبلّت افعال اضطراری کے ایک سلسلہ کا نام ہے، تو جبلی اور فعل اضطراری مین کیا فرق ہے؟ اگر ہم کو یکے بعد دیگرے دو چھینکین آئین یا زور سے کھانسی اٹھے تو ہمارے یہ افعال اضطراری بھی مسلسل ہوتے ہین، لہذا اگر جبلّت افعال کا سلسلہ ہوتا ہے تو یہی جبلّت پر مبنی ہونگے، لیکن چھینک یا کھانسی کو کسی طرح بھی جبلت پر مبنی قرار نہین دیا جاسکتا، یہ افعال اضطراری ہی رہین گے، لیکن وہ کونسی خصوصیت ہے جس کی بنیاد پر ہم ان دونون مین امتیاز کرسکتے ہین؟

جبلّی اور اضطراری افعال مین ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری سادہ اور بسیط ہوتا ہے، اور جبلّی فعل مرکّب ہوتا ہے، اسی خیال کی بنا پر اسپنسر نے جبلّت کو مرکب فعل اضطراری کہا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو افعال اضطراری بھی ایک دوسرے کے مقابلے مین مرکب ہوتے ہین[1]، گرم لوہے کو چھوکر ہاتھ کھینچنا سادہ فعل اضطراری ہے، لیکن کھجانے مین انگلی کو بار بار کھولنا اور موندنا ایک مرکب فعل اضطراری ہے، اسی طرح نگلنا مرکب فعل اضطراری ہے، لیکن کیا ان کو جبلّی کہا جاسکتا ہے؟ اسی قسم کی مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسپنسر کی تعریف کو قبول نہین کرسکتے، کیونکہ اس کے مطابق جبلت اور فعل اضطراری مین امتیاز ناممکن ہے،

دوسرا فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری غیر شعوری ہوتا ہے، اور اس کے برخلاف جبلّی افعال شعوری ہوتے ہین، یا دوسرے الفاظ مین فعل اضطراری ایک ہیچ کا غیر شعوری ردّ عمل ہوتا ہے اور فعل جبلی شعوری، اس مین شک نہین کہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے اور مختلف حالتون کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اضطراری افعال بھی شعوری ہوسکتے ہین، اگر ان افعال مین کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو تب البتہ یہ غیر شعوری ہوتے ہین، لیکن اگر ان مین رکاوٹین پیدا کردیجائین تو اس فعل کے کرنے کی طرف ایک شدید شعوری میلان

---

[1] نفسیات، مصنفہ وڈورتھ صفحہ،

موجود ہوتا ہے، اگر ہم گرم لوہے کو ہاتھ لگائین اور ارادۃً ہاتھ کو اس سے الگ نہ کرین یا کوئی اور شخص ہمارا ہاتھ تھامے تو ہمارا میلان ہر لحظہ اسی طرف ہوگا کہ ہاتھ کھینچ لین، اس حالت مین ہمارا یہ فعل شعوری ہی، لیکن صرف شعوری ہونے کی وجہ سے اس کو جبلّی نہین کہا جاسکتا،

جبلت اور فعل اضطراری مین اگر کوئی فرق بیان ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ بالعموم فعل اضطراری ایک فوری ردّعمل ہوتا ہے ہیج کے ظاہر ہوتے ہی یہ بھی صادر ہوجاتا ہے، اور فوراً ختم ہوجاتا ہے، اس کے مقابلہ مین جبلت مین فوری ردعمل نہین ہوتا، بلکہ یہ ایک مستقل میلان ہوتا ہے، جو ایک خاص ہیج کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ایسی غرض وابستہ ہوتی ہے جو فوراً پوری نہین ہوسکتی[1] مثلاً پرندون مین گھونسلا بنانے کی جبلت ہوتی ہے، ان کے افعال وحرکات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا ہیج مخصوص عضویاتی اور موسمی تغیرات ہوتے ہین، اور غرض بچون کی حفاظت، لیکن یہ غرض اس قسم کی نہین ہوتی جو فوراً پوری ہوجائے اس کے پورا ہونے مین دیر لگتی ہے،

اس تمام بحث کے بعد اب ہم جبلت کی ماہیت بیان کرسکتے ہین، اگر ایک ہیج ایک ردّعمل کا باعث ہو اور وہ ردعمل فوراً ختم ہوجائے تو اس فعل کو اضطراری کہا جائیگا، بشرطیکہ اس ہیج اور اس کے جواب مین فطری تعلق[2] ہو، اس کے برخلاف اگر ہیج ایک ایسے ردعمل کی طرف میلان کا باعث ہو

[1] نفسیات، مصنفہ وڈورتھ صفحہ ۱۱۲، [2] تعلق کے فطری ہونے کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی ہو کہ یہی تعلق محض عارضی اور فرضی ہوسکتا ہی، اور اس طرح بھی ہیج فوراً ردعمل کا باعث ہوتا ہے، اور یہ ردعمل فوراً ختم ہوجاتا ہو، اسکی بہترین مثال ریل مین ملتی ہو جہان ڈرائیور کا ذہین سمجھتا ہوتا ہو کہ سبز جھنڈی دیکھکر انجن چلاوے، چنانچہ جھنڈی دیکھتے ہی انجن کی بھاپ کو کھولدیتا ہو، یا ہم ٹیلیفون کی گھنٹی سنتے ہی ٹیلیفون کان سے لگادیتے ہین، ان دونون صورتون مین ہیج اور جواب کا تعلق فطری نہین بلکہ فرضی اور عارضی ہو، اس کے برخلاف بچے کے پاؤن مین سوئی چبھوئے وہ اپنا پاؤن کھینچ لیگا، وجہ یہ ہو کہ یہان ہیج اور جواب مین تعلق فطری ہو، اس کو اضطراری فعل کہا جائیگا، پہلی دو مثالونکو ہم عمل سادہ کہتے ہین، حالانکہ ان مین بھی فعل اضطراری کی تمام خصوصیتیا موجود ہین، لیکن صرف تعلق کے فطری نہ ہونے کی وجہ سے انکا شمار فعل اضطراری مین نہین ہوسکتا،

ہو فوراً صادر نہ ہو سکتا ہو یا اس کا تعلق ایک ایسی غرض سے ہو جو فوراً پوری نہ ہو سکتی ہو، اور جب یہ میلان کچھ دیر کے لیے باقی رہے اور استعدادی ردِ اعمال[1] کا باعث ہو تو اس کو جبلت کہا جائیگا اس کی بہترین مثال اس مرغی کی ہے جو انڈون پر بیٹھی ہوتی ہے انڈے اسکی اس فعلیت کا مہیج ہین اور وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ ان پر بیٹھی رہتی ہے اور اگر وہ انڈے موجود نہ ہون تو وہ مضطرب اور پریشان رہتی ہے اس کے اس میلان کا خاتمہ کسی فوری فعل سے نہین ہو سکتا، بلکہ یہ میلان کچھ دنون کے لیے مستقل ہوتا ہے،

اس وقت تک ہم نے جبلت پر ان ماہرین نفسیات کے نقطۂ نظر سے بحث کی ہے جو صرف سیرت ظاہری یا دوسرے الفاظ مین جبلت کے مظاہر تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہین، ہم نے دیکھ لیا کہ ان کے نزدیک جبلت ایک میکانکی فعلیت ہے، ان کے علاوہ ایک گروہ وہ ہے جو جبلت کی حیاتیات کی بنا پر توضیح کرتے ہین، عجیب بات یہ ہے کہ ان دونون طبقون کے نزدیک فعل اضطراری اور فعل جبلی مین کوئی فرق نہین، اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس قدر کہ فعل اضطراری بسیط اور سادہ ہوتا ہے اور فعل جبلی مرکب اور پیچیدہ، ورنہ بلحاظ اصلیت و خواص دونون ایک ہی ہین،

ماہرین حیاتیات کا عقیدہ ہے کہ وہ جبلت کو نفسیات کی مدد کے بغیر واضح کر سکتے ہین، ان کے نزدیک جبلت ان خلقی خصوصیات مین سے ہے جس کی بدولت اشجار و حیوانات کی مختلف انواع اپنی ذات یا نوع کو قائم رکھ سکتے ہین، مثلاً گھونسلا بنانا پرندون کی خلقت مین سے ہے اور یہ اس کی ذات اور اس کی نوع کے تحفظ کا ایک طریقہ ہے، اس لحاظ سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لیے کسی تجربہ کی ضرورت نہین ہوتی، یہ اکتسابی نہین ہوتا، پرندہ جب ایک خاص عمر کو پہنچ جاتا ہے تو بغیر کسی نمونہ یا بغیر کسی استاد کی رہبری کے وہ گھونسلا بنا لیتا ہے، اسی طرح ہر جبلی فعل مین ہوتا ہے،

---

[1] کسی خاص غرض کے حاصل کرنے کیلیے جو ردِ اعمال کیے جاتے ہین وہ استعدادی ردِ اعمال کہلاتے ہین مثلاً کمرے مین اندھیرا ہو اور مین لیمپ روشن کر دون تو لیمپ روشن کرنے کے یہ میرے تمام ردِ اعمال استعدادی ہونگے، علم النفسیات مصنفہ محمود ترجمہ صفحہ ۱

اس لحاظ سے جبلت، نظام عصبی کا خلقی انضباط ہے جسکی بدولت وہ حیوان مناسب مہیجات کی موجودگی مین مخصوص جسمانی حرکات کرتا ہے جیمس لکھتا ہے:-

"بلی چوہے کا تعاقب کرتی ہے، کتے سے بھاگتی ہے یا اس کا مقابلہ کرتی ہے، درختون یا دیوارون پر پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہے، نہ اس لیے کہ وہ موت وحیات، یا ذات اور اسکے تحفظ کے تصورات سے آشنا ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ ایسا کرنے پر خلقۃً مجبور ہے، اس کی فطرت مین ہے کہ جب کبھی ایک بھاگتی ہوئی چیز، جس کو عرف عام مین چوہا کہا جاتا ہے، اس کے سامنے سے گذرے، تو وہ اس کا تعاقب کرے، اور یہ کہ جب ایک بھونکنے والی چیز جس کو عوام کتا کہتے ہین، دکھائی دے تو وہ بھاگ جائے، اس کے نظام عصبی مین بہت بڑی حد تک اس قسم کے ردِ اعمال کا ایک منضبط مجموعہ ہے[1]"

لیکن اگر ہم یہ مان لین کہ جبلت نظام عصبی کا ایک خلقی انضباط ہے، تو اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ حیوان ان ردِ اعمال کے نتیجہ یا ان کی غایت سے بے خبر ہے، اس کی تمام حرکات میکانکی اور قسری ہوتی ہین، اور جب یہ صورت ہے تو اس نامعلوم غایت کو حاصل کرنے کے لیے مناسب اعمال وحرکات کا علم کیونکر ہوتا ہے؟ اس کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ جس طرح پرندکو قسام ازل کی طرف سے پر عطا ہوئے ہین تاکہ ان سے اڑنے مین مدد لے، اسی طرح اس مین انکا مناسب اور برمحل استعمال بھی ودیعت رکھا گیا ہے، ان کو اس بات کی ضرورت نہین پڑتی کہ وہ کسی سے دیگران کے طریق استعمال کو سیکھین، یا دوسرے الفاظ مین ان کو استعمال کرنے کے لیے اس کو کسی قسم کی مشق یا تمرین یا اکتساب کی ضرورت نہین ہوتی، چنانچہ سپیلینڈنگ نے اس کے متعلق اس طرح تجربہ کیا کہ چند چہ نہ دن کے بچے لیکر ان کو الگ الگ پنجرون مین بند کر کے الگ الگ مقام پر رکھا،

[1] ٹیکسٹ بک آف سائیکالوجی صفحہ ۳۹۱

جہان وہ کسی اور پرندے کو اڑتا ہوا نہین دیکھ سکتے تھے، اور نہ خود اپنے بازؤن کو پھڑپھڑا سکتے تھے، ایک دن جب ان کے پورے پر نکل آئے تو ان کے پنجرون کا دروازہ کھول دیا اور وہ فوراً نہایت کامیابی کے ساتھ اڑتے ہوئے غائب ہوگئے، اسی قسم کے اور تجربون سے معلوم ہوا ہے کہ حرکت جبلی یا فعل جبلی خلقی ہوتا ہے نہ کہ اکتسابی،

اس کے علاوہ ماہرین حیاتیات کے اس عقیدہ سے ایک بات یہ بھی لازم آتی ہے کہ اس نوع کے تمام افراد مین جبلی حرکات ایک ہی طرح کی ہوتی ہین، ان مین کسی قسم کا اختلاف نہین ہوتا، اور اسی واسطے اگلے وقتون کے مصنفین کا بھی یہی خیال تھا، لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ جبلی حرکات مین تجربہ کی وجہ سے تغیر آجاتا ہے، اس کے علاوہ خلقی طور پر بھی ان مین اختلاف ہوتا ہے، چیونٹیون کے ایک گروہ کو اگر سرسری طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب کی سب ایک ہی طریقہ سے اپنے انڈے بچون کی نگاہداشت کرتی ہین، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک کا طریق کار مختلف ہوتا ہے، اور یہ اختلاف ڈارون کے نظریۂ مبدء نوع کے لیے لازمی ہے کیونکہ وہ جبلت مین کچھ نہ کچھ تغیر و اختلاف اور اس اختلاف کا توارث انتخاب طبعی کے لیے لازمی ہے[1]۔

مختصر یہ کہ ہم نے جبلت پر دو مختلف پہلوؤن سے بحث کی اور دونون کے نتائج بہت کچھ تسلی بخش نہ نکلے، دونون مین کسی نہ کسی قسم کا سقم پایا گیا، دونون بعض سوالات کے جوابات مہیا کرنے سے قاصر رہے اور دونون کی رو سے فعل اضطراری اور فعل جبلی مین امتیاز ناممکن ہوا لیکن جبلت پر صرف ان ہی دو پہلوؤن سے بحث نہین ہوسکتی، ماہرین نفسیات کا وہ طبقہ جو نفسیات کے مطالعہ باطن پر مبنی سمجھتا ہے، جبلت کو اس قدر لیسیر الفہم اور سادہ خیال نہین کرتا، ان کے افعال جبلی بھی ایک خاص نفسی عمل کا نتیجہ ہوتے ہین، اور ہر نفسی عمل کی طرح ان کے بھی تین اجزاء لاینفک ہوتے ہین، و قوفی حسی، یا مرکزی اور

---

[1] مبدء نوع باب ہفتم،

حرکی یا ارادی، دوسرے الفاظ مین ہرجبلی فعل مین ایک چیز کا ادراک ہوتا ہے، اس کے متعلق ایک خاص کیفیت پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی ہوتی ہو اور اس کی طرف کشش یا اس سے نفرت ہوتی ہے، ان کے خیال کے مطابق ہر فعل جبلی ایک نفسی طبعی عمل ہوتا ہے جس مین نفسی اور طبعی دونون قسم کے تغیرات ہوتے ہین،

لیکن ہمارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ہر ایک جبلی فعل مین یہ تینون خصوصیات ہوتی ہین؟ اس کا جواب پروفیسر میکڈوگل[1] نے یہ دیا ہے کہ فعل جبلی کے حصۂ وقوفی کو ہم اس بنا پر فرض کرتے ہین کہ اس مین بھی تحریک عصبی دماغ کے ان حصون سے گذرتی معلوم ہوتی ہے جن کی تحریک حسیات کا باعث ہوتی ہے، اسی طرح حصۂ حسی کے وجود کو اس طرح معلوم کرتے ہین کہ وہ جانور ہمیشہ احساس (Emotion) اور جذبی تحریک آثار ظاہر کرتا ہے، اور حصۂ حرکی تو ظاہر ہے کیونکہ ہر جبلی فعل مین ایک غایت کو حاصل کرنے یا انجام تک پہنچنے کی سعی پیہم کیجاتی ہے، اس تمام تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ فعل جبلی ایک میکانکی عمل کی طرح ایک میکانکی رکاوٹ سے ختم نہین ہوجاتا، بلکہ اس مین کسی قسم کی مزاحمت سے ارادہ مین اور شدت پیدا ہوجاتی ہے، ختم یہ صرف اس صورت مین ہوتا ہے جب اسکی غایت پوری ہوجاتی ہے، یا جب کوئی مخالف اصل میلان ظاہر ہوجاتا ہے یا جب وہ جانور اپنی ہی کوشش مین ناکام رہے اور اس طرح کوشش کرتا کرتا بالکل تھک جائے، اگر ہم ایک گیند کو پھینکین تو گیند کی یہ حرکت میکانکی حرکت ہے، اس حرکت کو نہایت آسانی کے ساتھ اس طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ اس کے راستہ مین پتھر رکھدیا جائے، لیکن بلی کے شکار حاصل کرنے مین حرکات اس قسم کی نہین ہوتین، اگر اس وقت بلی کے راستے مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کردیجائے تو اس سے وہ بلی شکار کرنے کی کوشش سے باز نہ آئیگی، بلکہ اس کوشش مین اور شدت ہوجائیگی، ان تمام حرکات کا خاتمہ صرف اس صورت مین ہوسکتا ہے جب وہ شکار کو پکڑلے، یا اس کے پکڑنے مین باوجود سخت کوشش کے ناکام رہے،

---

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۹،

ان تمام خصوصیات کو مدنظر رکھکر پروفیسر میکڈوگل نے جبلت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ

"متوارث فطری نفسی طبعی میلان ہوتا ہے جو صاحب میلان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی اشیا کو دیکھے، اور انکی طرف توجہ کرے، اور ان کو دیکھکر ایک خاص جذبی کیفیت محسوس کرے اور ایک خاص طریقے سے اس کے متعلق عمل کرے یا کم ازکم وہ اس قسم کے فعل کی طرف مائل ہو"[1]

اصلیت یہ ہے کہ میکڈوگل کی تعریف ضرورت سے زیادہ پیچیدہ اور الجھی ہوئی ہے، اس تعریف کا صریحی مطلب یہ ہے کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ کوئی نہ کوئی جذبہ ہوتا ہے، لیکن آگے چل کر وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ اکثر جبلتین اس قسم کی ہوتی ہین جن کے ساتھ کوئی معین جذبات نہین ہوتے یا کم ازکم جذبات کے پیدا کرنے مین اُن کو بہت کم اہمیت ہے[2] لیکن اگر میکڈوگل کی تمام بحث کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک "فطری نفسی طبعی میلان" جبلت کا جوہر ہے،

ہم پہلے کہہ آئے ہین کہ فعل اضطراری اور فعل جبلی مین اساسی فرق ہوتا ہے، بعض مصنفین اس فرق کو ظاہر کرنا یا اس کو تسلیم کرنا ہی غیر ضروری خیال کرتے ہین، ان کے نزدیک جبلی افعال، اضطراری افعال کے مجموعہ ہوتے ہین، حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جبلی افعال مین عقل کا دخل

---

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۹، [2] ایضاً صفحہ ۴۷ واقعہ یہ ہو کہ میکڈوگل نے اپنے نظریۂ جبلت اور نظریہ جذبات کو بری طرح گڈمڈ کیا ہو، اس مین کلام نہین کہ جذبات احساسات کا مجموعہ ہوتے ہین، اور جبلی افعال کے ساتھ متعلق ہوتے ہین لیکن اس سے یہ کس طرح لازم آتا ہو کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ ایک مخصوص اور معین جذبہ ہوتا ہے، یا اس کے ساتھ کوئی جذبہ ہوتا بھی ہو، بہرکیف اس کا نظریۂ جذبات بھی ایک جدت کیساتھ جس کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا، ملاحظہ ہو نفسیات عمرانی صفحہ ۴۲ ومابعد، واٹسن کا بھی بعینہ یہی خیال ہے چنانچہ دلکھتا ہے "غالباً ہر مہیج جو ایک مخصوص جبلی فعل کا باعث ہوتا ہو ایک ہی وقت مین جذبی کیفیت مین بھی تغیر پیدا کرتا ہو، بظاہر یہ آسان معلوم ہوتا ہو کہ ہم یہ مان لین کہ ایک جذبہ بغیر کسی ظاہری جبلی جواب کے ظاہر ہو سکتا ہو لیکن یہ مان لینا مشکل ہو کہ ایک جبلی فعل بغیر کسی قسم کی جذبی علیت کے صادر نہین ہوتا" (نفسیات - ایک سیرتی کے نقطۂ نظر سے، صفحہ ۲۳۱)

ہوتا ہے اور اس کے جاری رکھنے کے لئے عقل کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اس سلسلہ مین لفظ عقل کے مفہوم مین دلچسپی، توجہ، حرکات کا تغیر بلحاظ اس کے کہ نتائج تسلی بخش ہین یا غیر تسلی بخش، اور تجربہ سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت یہ تمام باتین شامل ہین، اور برخلاف اس کے فعل اضطراری مین عقل کے ان اجزا مین سے کوئی بھی موجود نہین ہوتا فعل اضطراری ایک ہیجی کا فوری جواب ہوتا ہے، لہذا اس مین دلچسپی یا توجہ یا کسی اور چیز کی گنجایش ہی نہین ہوتی، اور فعل جبلی جو ایک فعل کی طرف میلان ہوتا ہے اس لیے اس کی کچھ بقا ہوتی ہے، یہ کچھ عرصہ تک باقی رہتا ہے،

ہماری حرکات اضطراری اس قسم کے ہیجی کا جواب ہوتی ہین جو ایک واضح حس کے باعث ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی ایک شدید کیفیت احساسی بھی ہوتی ہے، لیکن یہ لازمی نہین کہ اس قسم کی حس ہمیشہ پیدا ہو، آنکھ مین تنکا پڑ جانے سے ہم اپنی آنکھ بند کر لیتے ہین لیکن آنکھ بند کرنے سے کوئی واضح حس پیدا نہین ہوتی، اس کے برخلاف چھینکنے مین ایک نہایت واضح حس ہوتی ہے، ان مثالون مین قابل غور بات یہ ہے کہ حس صورت مین واضح حس ہوتی بھی ہے، وہان یہ حس اس فعل پر کسی قسم کا اثر نہین کرتی، بلکہ یہ اس ہیجی کا نتیجہ ہوتی ہے،

اس کے برخلاف جبلی افعال مین جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہین، یہ حسیات بہت اہم ہوتی ہین[1] یہی اس فعل مین رہنمائی کرتی ہین، اور ان ہی کے مطابق تمام فعلیت کا انضباط ہوتا ہے، یہ حسیات بے اثر اور بے فائدہ نہین ہوتین، مثلاً بلی چوہے کا شکار کرنے بیٹھتی ہے اس حالت مین تمام ارتسامات حسی جو اسکو وصول ہوتے ہین، اسکی فعلیت کی تشکیل کے لیے لازمی ہین، ان پر توجہ کیے بغیر یا ان سے اثر پذیر نہ ہونے کی صورت مین مطلب حاصل نہین ہو سکتا اگر وہ ان ارتسامات کی طرف سے غافل ہو جائے یا انکے مطابق اپنی فعلیت کو منضبط نہ کرے تو وہ چوہا پکڑنے پر قادر نہین ہو سکتی،

اس کے علاوہ اگر ہم ایک حیوان کی فعلیت جبلی پر غور کرین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فعلیت مین

---

[1] منیوئل آف سائیکالوجی مصنفہ اسٹارٹ صفحہ ۴۳

شروع سے لیکر آخر تک توجہ کی ظاہری علامات وخصوصیات پائی جاتی ہین، اس مین آلۂ حس کا انضباط ہوتا ہے اور از ابتدا تا انتہا انتظار اور آیندہ ارتسامات کی تلاش ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین یہ تمام تغیرات اس لیے کیے جاتے ہین کہ غایت کو حاصل کرنے مین آسانی ہو، یہ ایک تیاری ہوتی ہے جو مطلب برآری کے لیے لازمی ہوتی ہے[1] لیکن اس کے مقابلہ مین فعل اضطراری مین اس قسم کی تیاری کی ضرورت نہین ہوتی، یہ مہیج کے ظاہر ہوتے ہی صادر ہو جاتا ہے، بعینہ اس طرح جس طرح کہ بندوق کا گھوڑا دباتے ہی بندوق چل جاتی ہے، جب تک یہ خاص مہیج ظاہر نہین ہوتا اس وقت تک وہ حیوان بالکل منفعل رہتا ہے، پرندون کے گھونسلا بنانے کی فعلیت پر اگر غور کیا جائے تو تمام باتین واضح ہو جاتی ہین، وہ اپنے آلۂ حس کا انضباط کرتا ہے، بعض مہیجات کے اثر کو قبول کرتا ہے اور بعض کو نظر انداز کر دیتا ہے، خاص خاص تنکون اور چیزون کی اس کو تلاش ہوتی ہے، اور ان کی تلاش مین وہ سرگردان پھرتا ہے، غرض اس مین توجہ کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہین، اس کے برخلاف، لوہے کو ہاتھ لگا کر کھینچنا ایک فعل اضطراری ہے اور اس مین یہ تمام باتین مفقود ہوتی ہین،

افعال جبلی کی ایک اور نمایان خصوصیت ہے جس کو پروفیسر لائڈ مارگن نے متابعت قدم یا استقلال باختلاف مساعی[2] کہا ہے، اگر ایک خاص طریق کار ایک خاص نتیجہ پیدا کرنے مین ناکام رہتا ہے تو اس مین اس وقت تک تبدیلیان کیجاتی ہین جس وقت تک وہ مطلوب نتیجہ پیدا نہین ہو جاتا، مثلاً مسٹر اور مسز پیکہم کا ایک مشاہدہ ڈاکٹر اسٹاؤٹ نے بیان کیا[3]، وہ لکھتے ہین:-

"ایک خاص نوع کی بھڑ کی عادت ہوتی ہے کہ جب اس کا چھتہ مکمل ہو جاتا ہے تو وہ اس کے راستہ کو مٹی سے بند کر دیتی ہے، چنانچہ ایک موقعہ پر ایک بھڑ کو اسی مقصد کے لیے کسی موزون چیز کی تلاش ہوئی، وہ باہر نکلی اور ایک پتے کو کھینچنا چاہا، لیکن نہ کھینچ سکی

[1] مینوئل سائیکالوجی مصنفہ اسٹاؤٹ صفحہ ۲۰۰، [2] حیات حیوانی اور عقل صفحہ ۱۵۵، [3] مینوئل آف سائیکولوجی صفحہ ۲۶۶،

اس کے بعد اس نے ایک کنکر کا انتخاب کیا، لیکن وہ بھی اس کے لیے بڑی تھی، اس کے بعد اس نے مٹی کا ایک ڈھیلا اوٹھایا لیکن یہ اُسکو پسند نہ آیا، آخر کار اُس نے ایک اور سوکھا ہوا پتہ اٹھایا اور جاکر اس سے سوراخ بند کردیا،" (ملخصًا)

ظاہر ہے کہ جن افعال وحرکات مین یہ خصوصیات پائی جائین اور جن کے لیے عقل وشعور کی مدد لازمی ہو، ان کو ہم صرف خلقی انتظامات پر مبنی قرار نہین دے سکتے، اور کسی طرح یہ تسلیم نہین کرسکتے کہ اس خلقی انتظام کی وجہ سے ایک خاص ہیج خاص حرکات کا باعث ہوتا ہے، ہم نے دیکھ لیا کہ جبلی افعال مین مساعی کی تجدید اور ان کا اختلاف ہوتا ہے، حرکات وسکنات مین موقع ومحل کے مطابق خاص خاص تغیرات اور انضباطات ہوتے ہین، خاص خاص چیزون کی طرف توجہ کیجاتی ہے، اگر ہم ان افعال کو خلقی نظام پر موقوف تسلیم کرلین تو ان تمام کی گنجایش باقی نہین رہتی، اس مین شک نہین کہ یہ نئے انضباطات ایک حد تک نظام عصبی کے موروثی ترکیب پر منحصر ہوتے ہین، لیکن اس کی بنا پر تمام واقعات کی توجیہ نہین کیجاسکتی، اور انہی تمام بیانات کی بنا، پر ہم فعل اضطراری اور فعل جبلی کو متحد النوعیت اور مشترک الماہیت قرار نہین دیسکتے

(باقی)

عظیم آباد پٹنہ کے غیر معروف کتبخانے

عظیم آباد پٹنہ بھی ہندوستان کے ان مشہور شہرون مین سے ہے، جو کبھی علم وفن کے مرکز تھے، اور علماء اور قدر دان علم امراء کی کثرت تھی اب بھی شرفاء کے ہر پرانے گھرانے مین بوسیدہ قلمی اوراق کا ایک بے ترتیب ذخیرہ ملے گا، یہ انمول ذخیرے اب ردیون کے بھاؤ بازارون مین بک جاتے ہین، پٹنہ مین قلمی کتابون کی ارزانی کا یہ حال ہے کہ نواب محمد حسن خان جو جناب سرفراز حسین خان (ممبر اسمبلی) کے اپنے خالہ زاد بھائی تھے کا پورا کتب خانہ چند سو روپے مین بک گیا، اور فی کتاب کی قیمت آٹھ آنون سے زیادہ نہ مل سکی، تھوڑے دن کی بات ہے کہ ایک مطلا قرآن، جو نہایت خوشخط تھا تین روپیہ مین بھی نہ بک سکا، خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین حکومت کے سیکڑون روپے ماہوار خرچ ہوتے ہین لیکن وہان بھی کتابونکی خریداری نہین ہوتی ہے اور صرف اس کوشش مین وقت صرف کیا جاتا ہے کہ مفت ہاتھ آئین، مجھے خود بوستان کا ایک مکمل نسخہ ایک روپیہ مین مل گیا ہے اور بیچارہ بیچنے والا دعا دیتا ہوا چلا گیا، کتابین بہت سے ایسے ہندو خاندانون مین بھی جمع ہین، جو گذشتہ زمانہ مین اسلامی تمدن سے آشنا تھے، یہان پہلے ہندو امراء عربی اور فارسی مین کامل دستگاہ رکھتے تھے لیکن اب ان کے خاندان مین الف اور بے بھی کوئی نہین پہچانتا، ہمارے دیکھتے دیکھتے یہان کے ہندو خاندانون پر ہندی نے قبضہ کرلیا ہے، مسلمان امراء کے یہان بھی کتابین بہت موجود ہین، لیکن اب امراء کے لڑکے فارسی اور عربی کی طرف نظر بھی نہین اٹھا کر دیکھتے، عموماً خاندانون مین انگریزی چڑ گئی ہے اور بہت سے خاندان مین جہالت کی وجہ سے کتابون کی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی ہے اور کبوتر دن، پتنگون اور دوسرے دوسرے خرافات مین زندگی بسر کیجاتی ہے،

جو خاندان علم و فضل مین نہایت ممتاز رہ چکے ہین اُن کا بھی رویہ فارسی، اردو، اور عربی کی قلمی کتابون کی طرف سے نہایت غیر تشفی بخش ہے، خود مین اپنے خاندان کا ایک پر لطف قصہ بیان کرتا ہون، ہمارے چچا مرحوم کو جو ایک بیرسٹر تھے اور جنکی قابلیت اُن کے ساتھیون مین نہایت مشہور تھی، انسائکلوپیڈیا کی خریداری مین تھوڑے سے روپیہ کی ضرورت ہوئی آخر انھون نے فیصلہ کیا کہ فارسی اور عربی کی پرانی کتابون سے لائبریری کو خالی کرین، انھون نے مدرسہ کے مولویون کو بلا کر کتابین دکھائین اور دو سو روپیہ کا مطالبہ کیا، بیچارے مدرسین کے پاس ڈیڑھ سو روپیہ سے زیادہ نہ تھا، اور یہ معاملہ ہمارے خاندان کی خوش قسمتی سے طے نہ ہو سکا، اسی لائبریری مین ہمارے خاندان کا بہترین خزانہ ہے اور ہمارے آبا و اجداد کے اپنے ہاتھون کے لکھے ہوئے بہت سے قلمی نسخے ہین، یہ واقعہ اکثر جگہ ہوا ہوگا، خاندان کے بہترین خزانے لٹا دئے گئے ہین، صوبۂ بہار کی آب و ہوا بھی کتابون کے لیے کچھ مفید نہین ہے اور چونکہ کتابون کی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی تھی اور بچانے کا مصالحہ کسی کو اب معلوم نہین ہے اس لیے کتابین آئے دن برباد ہوتی جارہی ہین، اگر فوراً کتابون کو نقل نہ کر لیا گیا تو بہت سی نایاب کتابین ہمیشہ کے لیے دنیا سے ناپید ہو جائینگی، اگر نقل مین بہت خرچ کی ضرورت ہے تو کم سے کم فہرست کی تیاری مین ہاتھ لگایا جائے، اور کتب خانون کے مالکون کو کتابون کی قیمت سے آگاہ کرنا چاہئے، میرا تو خیال ہے کہ اگر یورپ کے کتب خانون کے لیے یہ کتابین خرید لیجائین تو بہتر ہے، ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مین اپنے ملک سے باہر کتابون کو کیون بھیجدینا چاہتا ہون، اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ کتابین ہندوستان مین خریدی نہین جائینگی تو بہتر ہے کہ کہین بھی محفوظ رہین، کیڑون کے پیٹ سے بہتر امریکہ انگلستان، فرانس اور اطالیہ کے کتب خانے ضرور ہین، شاید جب ہندوستان مین اقبال کا دور دورہ ہو تو یہ کتابین یہان واپس آجائین، یہان کے امرا سے یہ بھی اُمید نہین کہ وہ اپنے اس خزانہ کو بھی کسی قومی لائبریری کو عطا کر دین، ہان اگر حضور گورنر خود چٹھی لکھدین تو کتابین آپسے آپ بھیجدیجائینگی، اب گورنمنٹ کے ایسا علم دوست گورنر ملنا مشکل ہے، اس لیے اس کی بھی کوئی امید نہین ہے کہ کتابین صوبہ کے

میوزیم ہال مین جمع کردیجائین، گورنر موصوف نے سنسکرت اور ہندی کی کتابون کو بہت جمع کرایا ہے اور ہندو ر اجگان سے بہت سے چندے اس کام کے لیے جمع کئے گیے تھے، اگر حضور موصوف ارود، فارسی اور عربی کی کتابون کے لیے اپنی توجہ کو مبذول کرتے تو بہت سی کتابین جمع کرلیجا سکتی تھین،

خدا بخش خان مرحوم نے کتابونکو حاصل کرنے مین اتنی مستعدی دکھلائی تھی کہ بعض مرتبہ لین دین کے معمولی اصولون کو بھی آپنے نظر انداز کردیا تھا، مین نے جب اپنے ایک ہندو دوست سے فہمایش کی کہ وہ اپنے یہان کے نادر نسخون کو خدا بخش خان لائبریری مین بھیجدین تو انھون نے اپنے والد کے ایک وصیت کا تذکرہ کیا جس مین انھین حکم دیا گیا تھا کہ "گنگا مائی کے سپرد کردینا، لیکن وکیل صاحب کی لائبریری مین نہ بھیجنا"

یہان کے ہر خاندان مین کم سے کم ایک دو قلمی کتاب ضرور ملے گی جب ہم اور ہمارے دوست جناب قاضی عبدالودود صاحب اسی کوشش مین گھوم رہے تھے، تو اکثر خاندانون سے اس مسئلہ پر گفتگو کا موقع ملا، عموماً یہ حضرات اپنی لائبریری سے ناواقف تھے، اور ہم لوگون کے بے حد اصرار پر جب وہ لائبریری کے کمرہ مین تشریف لیجاتے تو انھین اپنے یہان کے جواہر ریزے کی خبر ہوتی تھی، ہمارا خیال ہے کہ پٹنہ مین ابھی دس ہزار قلمی کتابین موجود ہین اور ان مین اکثر ایسی نادر الوجود ہین جو بڑی لائبریریون مین بھی نہین ملین گی،

سردست عظیم آباد کے مندرجہ ذیل بڑے کتب خانے ہمین معلوم ہین،

(۱) **کنور جگدیش**، جو سکھون کی سب سے بڑی عبادتگاہ کے پاس ہرمندل کی گلی مین رہتے ہین، ایک بہت بڑے کتب خانہ کے مالک تھے، کنور موصوف کے آباؤ اجداد فارسی اور عربی کے ماہرین مین گذرے ہین اور ان لوگون کے متعلق شاہی باورچی خانہ کا انتظام تھا، آپکے یہان دہلی دربار کی بہت سی کتابون کا ذخیرہ تھا، مین نے جدو ناتھ سرکار کو ان سے روشناس کردیا تھا اور پروفیسر موصوف بھی ان کتابون کی بہت تعریف کرتے تھے، جس وقت ہم لوگ وہان گیے تھے تو کتابین نوکر خانہ کی الماریون مین ڈھیر تھین، اکثر قرآن سونے اور چاندی کے حروف مین لکھے ہوئے مین نے خود دیکھے ہین حاشیہ پر اکثر کتابون کے

زعفران سے مینا کاری کیگئی تھی، ایک کتاب مین دہلی کے تمام عمال کا روزنامچہ تھا اور بیگمات کا نام بنام تذکرہ تھا، کنور موصوف نے اپنی تمام کتابون کو صادقپور کے کسی حکیم کو دیدیا ابھی تک مجھے حکیم صاحب کا پتہ نہین لگا ہے، خدا کرے وہ اچھے ہاتھون مین پہنچ گئی ہون،

(۲) **مولوی نظر الرحمن** صاحب کا کتب خانہ بھی گمنامی مین پڑا ہوا ہے، مولوی صاحب سرعلی امام کے بڑے داماد ہین، اور پٹنہ کے بہت بڑے رئیس، مولوی صاحب موصوف کو اپنی زمینداری کے اشغال سے بہت کم وقت کتابون کے ملاحظہ کا ملتا ہے، پہلے ان کی کتابین اُن کے موضع پر تعینؑ تھین، مین نے اکثر ان سے درخواست کی کہ کتابین خدا بخش خان لائبریری کو دیدیجائین، لیکن انھون نے صاف انکار کر دیا، پھر مین نے بانکی پور مین منگا لینے کے لیے کہا، الحمدللہ کہ یہ درخواست منظور ہوئی اور وہ اب ان کے کمرہ کو زینت بخشتی ہین، بہت سی کتابین ضایع ہو چکی ہین، لیکن اب انشاءاللہ امید ہے کہ ضایع نہین ہونگی، اگر مولوی صاحب نے اجازت دی تو مین ایک فہرست اوسکی شایع کرونگا، اور مشہور کتابون کے متعلق ریویو لکھوانے کی کوشش کرونگا، دیکھئے اس مین کہانتک کامیابی ہوتی ہے،

(۳) **نواب گذری** کا بھی کتب خانہ شہرۂ آفاق تھا، اب ان کے صاحبزادون مین یہ کتابین تقسیم ہو گئی ہین، اگر اس خاندان کے کمسن حضرات مثلاً جناب میان صاحب، جناب مبارک علی صاحب (ممبر کونسل)، جناب عباس علی صاحب (ممبر کونسل) کوشش کرین تو بہت سے نادر نسخے دستیاب ہون کاش تھوڑی سی کاوش کرکے کتابون کی فہرست بنا لیجائے تو بھی غنیمت ہے،

(۴) **رائے جگدیش بہادر**، مہراج گھاٹ کے یہان بھی شاہی وقت کی بہت سی کتابین ملین گی، رائے صاحب رائے شتاب رائے کے خاندان کے رکن کہلاتے ہین اور مین نے خود ان کے یہان ایک تلوار دیکھی ہے جس مین لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا، یہ ان کے خاندان کا بہترین ورثہ سمجھا جاتا ہے، رائے صاحب نے ہم سے تذکرہ کیا تھا کہ جب رائے شتاب رائے کو گنگا مین ڈوبانے کے لیے انگریز چلے

تو انھون نے برجستہ اشعار کہے ہین اور یہ اشعار ان کے پاس موجود ہین،

(۵) **ڈیانوان**، جو پٹنہ سے دس میل پر واقع ہے، وہان بھی ایک نہایت قیمتی لائبریری موجود ہے لیکن اوس کے متعلق بھی دنیا کو کچھ علم نہین ہے حالانکہ اس کے موجودہ مالک ایک روشن خیال اور تعلیم یافتہ بزرگ ہین، امید ہے کہ جناب سرور اپنی لائبریری سے دنیا کو باخبر رکھنے کی کوشش کرین گے،

(۶) **پھلواری شریف**، کا کتب خانہ صوبہ کا یکتا کتب خانہ ہے، یہ سجادہ صرف تصوف یا معانیات کا سرچشمہ ہی نہین رہا ہے بلکہ یہان علم و فضل کی گرم بازاری بھی رہی ہے، اس سجادہ پر حضرت فرد سے یگانہ شاعر اور حضرت مجیب سے جید عالم بھی گذرے ہین، موجودہ سجادہ نشین مولنٰنا شاہ بدرالدین مدظلہ نہایت روشن خیال بزرگ ہین، معلوم نہین آپ نے اپنے یہان کے کتب خانے کی کوئی مکمل فہرست تیار کرائی ہے یا نہین، ضرورت ہے کہ وہان کی قلمی کتابون سے ملک کو روشناس کیا جائے، بزرگان خانقاہ کی توجہ سے امید ہے کہ وہان کتابین نہایت حفاظت سے رکھی جاتی ہونگی کیونکہ غالب اور راسخ کے خطوط بھی آج تک وہان محفوظ ہین،

(۷) **نواب احمد** صاحب سنگی دالان کے یہان بھی ایک بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے، لیکن ہم لوگون کی بدقسمتی سے یہ بہت دور ایک دیہات مین پڑا ہوا ہے، جناب نواب صاحب سے ہم لوگون نے درخواست کی کہ کتابین یہان منگالی جائین، لیکن ناکامیابی ہوئی معلوم نہین کتابون کا کیا حشر ہو رہا ہوگا

(۸) میری نظر سے کتابین مولوی حفیظ صاحب رئیس صدرگلی، مولوی فصیح احمد صاحب رئیس لودی کٹرہ، جناب قاضی عبدالودود صاحب کی بھی گذری ہین، انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بعض کتابون کے متعلق استفسار کرکے پبلک مین ان کے متعلق اپنے معلومات پیش کرونگا، ہمارے یہان بھی تھوڑی سی کتابین بچ گئی ہین، بہت سی وصلیان تو مین نے زمین مین سے نکالی ہین، بعض بہت نادر الوجود ہین،

ایک نسخہ کشاف کا ۲۶ سنہ کا لکھا ہوا ہے اکا غذ مین حیرت انگیز پائداری ہے اور روشنائی مین غضب کی چمک یہ نسخہ نجوان مین لکھا گیا تھا، تین تین کتابین اور علوم و فنون کی بھی ہین، ایک سفرنامہ اعتصام الدین کا ہی یہ سفیر بنکر جارج سویم کے یہان شاہ دہلی کی طرف سے گیے تھے اور اگر یہ کتاب شایع ہو جائے تو بہت سی تاریخی غلطیان دور ہو جائین، آجکل یہ نسخہ مولنا ابو الکلام کے پاس ہی،

(۹) اخیر مین یہ تذکرہ کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ یہان ایک مارواڑی تاجر "جیلان" نامی عربی اور فارسی کی پرانی کتابون کو جمع کر رہے ہین، مین بابو صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا آپنے قلعہ کی مشہور تاریخی عمارت کو خرید لیا ہے اور دو لاکھ لگا کر پوری مرمت بھی کرڈالی ہے، ان کے پاس پرانی اشیاء کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، کتابین ابھی بیس پچیس سے زیادہ نہین ہین لیکن جو کتاب ہے وہ نادر ہے، ایک قرآن تین انچ لمبا اور ڈیڑھ انچ چوڑا نہایت باریک حروف کا قلمی ہے، ایک قرآن کل تیس صفحات پر مشتمل ہے، مین اُن کے پورے ذخیرے پر مضمون لکھنے والا ہون، کاش یہان کے مسلمان رؤسا، اس سے سبق لین اور کاش وہ اپنی پوری کوشش پر اتنی بھی رقم قیمت خرچ کرتے جتنی بابو صاحب ایک کتاب پر خرچ کرتے ہین، مین نے سنا ہی کہ انھون نے قرآن مجید کا طرف ایک نسخہ تیرہ ہزار روپیہ مین کلکتہ سے منگایا ہے، آپکے پاس تصویرون سکون اور تمام پرانی اشیاء کا بہترین ذخیرہ ہے،

مین نے ان اوراق مین اپنی صرف چند دن کی کوششون کا حال لکھا ہی اگر دوسرے حضرات پٹنہ اور نواحی پٹنہ یا بہار کے کتبخانون پر قلم اٹھائین تو مجھ سے بہت زیادہ لکھ سکتے ہین، کیونکہ اس خطہ مین ہر شہر اور ہر دیہات کے ہر شریف اور خاندانی آدمی کے پاس دو ایک بھی قلمی کتاب ضرور ہے، اور انکی مجموعی تعداد خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ سے سہ چند ہو جائیگی، کاش انکی فہرست ہی یکجا ہو جاتی اور وہ خدا بخش خان لائبریری مین محفوظ رہتی تا کہ اہل علم کے لیے ان کی طرف مراجعت کرنا ممکن ہوتا، یہ ایک عظیم الشان علمی کام ہی، اور دار المصنفین کو ادھر توجہ کرنا ضرور ہے،

معارف: ہمارے دوست نے دار المصنفین کو جس غرض کی طرف متوجہ کیا ہے وہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے، کتابونکی خریداری کے لیے وہ کم از کم ایک ہزار سالانہ خرچ کرتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ رقم

دارالمصنفین کی بساط کو دیکھتے ہوئے گو کسی قدر زیادہ ہو، لیکن ضرورت کے مقابلہ مین یہ بہت کم ہے، اگر اس مدین کافی روپیہ ہمارے پاس ہو تو اس سے بہت زیادہ کیا جاسکتا ہے،

ہمارے دوست یہ سنکر خوش ہونگے کہ عظیم آباد پٹنہ کے رقبہ کے اندر **دیسنہ** کے نوجوانون نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ اپنے بزرگون کے پرانے اندوختہ کو محفوظ رکھین گے، چنانچہ وہ بوسیدہ اوراق کو جمع کر رہے ہین، ترتیب دے رہے ہین، اور اُنکو مرمت، اصلاح اور جلد بندی کے بعد اپنے "کتبخانۂ اصلاح" مین محفوظ کر رہے ہین، اُن کی علیحدہ فہرست بھی انھون نے ترتیب دی ہے،

مترجمات

فینلینڈ مین عربی زبان

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات ندوی

دنیا کی دوسری قومونکی طرح عرب بھی اپنے عہد ماضی کی یاد تازہ کر رہے ہین، زمانہ سابق مین ان کا تمدن، انکی تہذیب، ان کے علوم و فنون جن ممالک تک پھیلے تھے اور جس طرح پھیلے تھے اوسکی تفصیل و تشریح کر رہے ہین، ذیل کا مضمون اسی قسم کی کوشش کا نتیجہ ہے اصل مضمون فینلینڈ کے ایک صاحب قلم نے لکھا ہے لبنان (شام) کے رہنے والے ارشید باکون تومادیو المعلوف نے جو فینلینڈ کی سیر و سیاحت کی غرض سے وہان گئے تھے اس کا عربی مین ترجمہ کیا، یہ ترجمہ شام کے مشہور علمی رسالہ مجلۃ المجمع العلمی العربی مین شایع ہوا، ہم نے اس کا ترجمہ اسی عربی مضمون سے کیا ہے،

(ابوالحسنات ندوی)

سرزمین فینلینڈ بحر منجمد کے شمال سے بحر بالٹک کے جنوب تک اور مشرقی روس سے سوئڈن کے مغربی حصہ تک پھیلی ہوئی ہے اس ملک کے باشندونکی تعداد تیس لاکھ سے کچھ زیادہ ہے، سودم انکی ملکی زبان مین فینلینڈ کا نام ہے جس کی طرف انتساب کے ساتھ وہ اپنے تئین سودمی کہتے ہین، یہان کے تمام باشندے مسیحی مذہب رکھتے ہین یہان کی زبان یورپ کی تمام زبانون مین ہنگری زبان کے سوا اور کسی کے ساتھ کوئی مناسبت نہین رکھتی، لیکن اس کے صرفی قواعد تمامتر ترکی زبان کے صرفی قواعد سے مشابہ ہین، حالانکہ ان دونون زبانون کے الفاظ مین قطعًا کوئی مناسبت و مشابہت نہین ہے،

لیکن ایک عرب کے لیے سب سے زیادہ تعجب انگیز اس ملک مین خالص عربی نامونکا مقبول عام ہونا ہے مثلاً یہان بکثرت مردون کے نام سالم، عمر اور علی وغیرہ اور عورتون کے نام عدلہ، سلمیٰ، سلیمی، لیلی اور فریدہ وغیرہ ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین کہ ۱۸۰۹ء سے پہلے یعنی جب سے یہ ملک حکومت سوئڈن کے قبضہ مین آیا، اس ملک کے ساتھ عربون کے تجارتی تعلقات قائم تھے جسکی شہادت وہ عربی سکے دیتے ہین جن پر خط کوفی مین تحریرین ہین اور یہ سکے آج تک اس ملک کے پایہ تخت ہلسنگفورس کے عجائب خانہ مین محفوظ ہین، اور ان چیزون مین سے جو اس ملک کے ساتھ عربون کے تجارتی تعلقات کو ثابت کرتی ہین، وہ چاندی کے چھ سو سکے ہین جو کوہلا " Kahahala " کے علاقہ مین پائے گیے ہین، یہ سکے جو پتھر یلے کوئلے کی ایک کان مین چھپے ہوئے تھے بہ ترتیب دوسری تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے سکے ہین یہ سکے ابھی ۱۹۲۲ء کے موسم سرما مین پائے گئے ہین۔

۱۸۰۹ء مین سوئڈن کی حکومت کا خاتمہ ہونے کے بعد روسی حکومت کا علم اس پر سایہ فگن ہوا لیکن ۱۹۱۷ء مین جب روس مین فتنہ و فساد شروع ہوا اور روسی حکومت کمزور ہوگئی تو اس کمزوری کے زمانہ مین قیصر کے چنگ استبداد سے جو مظلوم و مغلوب ممالک آزاد ہوے ان مین سے ایک ملک فنلینڈ بھی ہے، اس آزادی و استقلال کے بعد یہان جمہوری حکومت قائم ہوگئی،

گذشتہ چند سال مین فنلینڈیون نے یورپ کی اکثر قومون پر جسمانی ریاضتون اور ادلمپی کھیلون مین اپنا تفوق ظاہر کیا ہے چنانچہ ان کھیلون مین انکا مقابل انگریزون اور امریکنون کے سوا اور کوئی نہین فنلینڈیون نے ان کھیلون مین تنوع بھی پیدا کیا ہے،

علوم و فنون کے ساتھ فنلینڈیون کو بیحد شغف ہے اس لیے اونکی آبادی کا ایک چھوٹا سا گاؤن بھی ایسا نہین ہے جہان متوسط یا ابتدائی درجہ کا مدرسہ نہ ہو سب سے اعلی درسگاہ اور علمی مرکز ان کا کالج ہے جسکی بنیاد خاص پایہ تخت مین ۱۸۲۸ء مین پڑی تھی، اسی کالج مین وہ عربی زبان و فنون کی تعلیم حاصل کرتے ہین اور روز بروز جس طرح دیگر علوم و فنون مین ترقی کر رہے ہین عربی لٹریچر کے ساتھ بھی انکا شغف والہانک بڑھتا جاتا ہے

اس سلسلہ مین سب سے زیادہ مستحق ذکر مرحوم جارج اوجسیٹ ولین ہین جنھون نے گذشتہ صدی مین عربی زبان کی تعلیم کی مستقل شاخ اس کالج مین قائم کی تھی، اس واقعہ سے پہلے فنلینڈ کی علما عربی زبان کی صرف اتنی تعلیم کے لیے اہتمام کرتے تھے جتنی کہ عبرانی توراۃ کے متن کے سمجھنے مین انھین مدد دیتی تھی، لیکن مرحوم جارج ولین ان مین سب سے پہلے شخص تھے جنھون نے اس زبان مین پوری مہارت حاصل کی بدقسمتی سے یہان اُن کے بعد اس مین اُنکا کوئی صحیح جانشین پیدا نہ ہوا،

۱۸۱۱ء مین پروفیسر جارج ولین فنلینڈ کے مغربی جزائر آلینڈ مین پیدا ہوئے، اور فنلینڈ کے مذکورہ بالا کالج مین تحصیل علم کی تکمیل کی، اور وہین لاطینی زبان مین ایک کتاب لکھی جس کا نام "متقدمین عرب اور اور متاخرین کے لب ولہجہ مین اہم فرق" ہے، یہان سے ۱۸۴۰ء مین روس گیے اور پایۂ تخت مملکت روس کے پیٹرسبرگ کالج مین داخل ہوکر خاص عربی زبان کی تکمیل کرتے رہے انھون نے اس کالج کے پروفیسر عربی شیخ طنطاوی سے اچھی طرح استفادہ کیا، شیخ طنطاوی کی تحریک وتشویق سے ان مین عربی کی نشر واشاعت کی سرگرمی پیدا ہوئی یہانتک کہ خود ان ممالک تک پہنچکر تکمیل عربی کا جذبہ پیدا ہوا جہان عربی زبان ملکی زبان ہے

۱۸۴۳ء مین وہ فنلینڈ سے روانہ ہوئے اور اس زمانہ کے ان مشکلات سفر کی جو ریلون اور جہازون کے نہ ہونے کی وجہ سے پیش آتی تھین انھون نے کوئی پروانہ کی، سب سے پہلے وہ مصر آئے، یہان سے انھون نے وہابیون کے مقبوضہ علاقون (نجد، عسیر، یمامہ وغیرہ) کا سفر کیا، پھر بغداد، اصفہان، بصری اور دمشق کی سیاحت کی، ان تمام اطراف مین وہ چھ برس تک رہے، انھون نے بدوی طرز زندگی اُنکی زبان اور لب ولہجہ اُن کے عادات واخلاق کو سیکھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کی، ان اطراف ملک کی طبعی اور جغرافی حالات کا غور سے مطالعہ واستقصا کرتے رہے، پروفیسر مرحوم نے اس سفر مین اپنے ساتھ دواؤن اجڑی بوٹیون اور دوسرے آلات طبیہ کا کافی ذخیرہ ساتھ لے لیا تھا، وہ طب اور فن معالجہ سے واقف تھے اس لیے ان کو قبائل عرب مین بڑی ہردلعزیزی حاصل ہوگئی شیوخ قبائل اُنکی بڑی عزت کرتے تھے، خود پروفیسر

مرحوم کو بھی ان سے اتنی محبت و یگانگت ہو گئی کہ انھون نے ان لوگون کا طرز معاشرت، عادات و اخلاق یہان تک وضع لباس بھی اختیار کر لیا، اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ اپنا نام بھی بدلکر عبد الولی رکھا، اور مرتے دم تک اپنے کو عبد الولی ہی لکھتے رہے،

۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۰ء مین وہ لندن مین مقیم اور بلاد عرب کا جغرافی نقشہ کھینچنے مین شریک رہے، اس کے بعد ۱۸۵۱ء مین اپنے ملک کے ہیلسنگفورس کالج مین عربی زبان کے پروفیسر مقرر ہوئے، کالج مین نوجوانان فینلینڈ کی بڑی جماعت انکی بے نظیر عربی دانی سے فائدہ اٹھانے اور عربی کی تحصیل و تکمیل کے لیے پہلے تو بڑی ہمت اور نشاط شباب کے ساتھ اٹھی لیکن افسوس ہے کہ پروفیسر ممدوح کی موت ۱۸۵۲ء کے بعد انکی تمام سرگرمیان بالکل ٹھنڈی پڑ گئین، مرحوم پروفیسر کو ہیلسنگفورس کے ایک قدیم مقبرے مین دفن کیا گیا، اور اُن کی قبر پر ایک پتھر مین صرف ان کا نام "عبد الولی" عربی رسم خط مین کھدوایا گیا، ہیلسنگفورس کالج مین آج تک انکی ایک تصویر موجود ہے اس مین وہ اسی عربی ملبوس مین ہین جو برابر پہنا کرتے تھے یعنی عمامہ، قبا اور پٹکا،

پروفیسر عبد الولی نے اپنے ہاتھ سے ابن الفارض کا قصیدہ حائیہ جس کا مطلع "ا ومیض برق بالا بیرق لاحا" ہے اس کی شرح (از شیخ عبد الغنی النابلسی) کے ساتھ لکھا اور لاطینی زبان مین اس کا ترجمہ کر کے ہیلسنگفورس کے سنگی مطبع مین چھپوا کر شایع کیا تھا، پروفیسر مرحوم نے اپنے شاگردون کی آسانی کے لیے اپنی طرف سے بھی اس پر حواشی و تعلیقات لکھے تھے، اس کے علاوہ انکی اور بھی عربی تحریرین ہیلسنگفورس کالج کے کتبخانہ مین موجود ہین اگر موقع ہوا تو آئندہ ہم ان کو بھی ناظرین کی خدمت مین پیش کرینگے لیکن ان مین سب سے زیادہ قابل ذکر انکی روزمرہ کی یادداشتین ہین جو وہ اپنے سفر بلاد عرب کے دوران مین لکھا کرتے تھے اس مین وہ تمام عجیب و غریب اور دلچسپ واقعات جمع ہین جو ان کو اثنائے سفر مین پیش آیا کیے، یہ "یادداشتین" پانچ جلدون مین انکی موت کے بعد شایع ہوئی ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین کہ آج تک ان کا مطالعہ سرد ملک کے باشندون کے دلون مین عرب کی گرمی محبت اور ان خوبصورت ممالک کے سفر و سیاحت کا مزید شوق و ولولہ پیدا کرتا

فینلینڈ کے رہنے والے پروفیسر عبدالولی سے پہلے فینلینڈ کے ساتھ عربون کے قدیم تعلقات، یہان کے تمدن واخلاق پر عربون کے اثرات اور اپنے آباؤ اجداد کے آداب وتہذیب مین عربون کی تاثیرات کو بالکل بھول گئے تھے، اور اس قدر بیگانہ بنگئے تھے کہ عربون کے تمدن وتہذیب اور ان کے ملک کے حالات تک سے قطعاً ناآشنا تھے البتہ عربون کے جو ضمنی تذکرے توراۃ اور انجیل مین آگئے ہین اُن سے کسی حد تک واقف تھے، لیکن پروفیسر عبدالولی ہی تھے جنھون نے اپنی قوم مین عربون کے اخلاق وعادات اور انکی تہذیب وتمدن کی یاد تازہ کی، اور اب فینلینڈی قوم مین عربون کے تمدن واخلاق اور اُنکی زبان کے قبول عام کا یہ حال ہے کہ حال مین ایک فینلینڈی انجینیر نے ایک کشتی بنائی جو دوسری کشتیون سے مقابلہ کے موقع پر سرعت رفتار مین سب سے اول آئی اس کا "الطیر" نام رکھا،

افسوس ہے کہ پروفیسر عبدالولی کے شاگردون مین کوئی ان کا صحیح جانشین نہین ہوا، بعضون نے تو ان کے بعد عربی کے ساتھ دلچسپی لینا قطعاً چھوڑ دیا اور بعضون نے صرف اس قدر عربی حاصل کی جس قدر کہ توراۃ عبرانی سمجھنے اور پروفیسر تلکوسیت کی ہدایت ورہنمائی مین بابل اور اشور کی اینٹون کی تحریرین پڑھنے کے لیے کافی ہوئی، ہان ملک بعض مین چند اشخاص نے اُسکی طرف توجہ کی اور عربی مین مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے محنت ونشاط اور پوری جدوجہد سے کام لیا مثلاً ادیفالی جنا آفندی تلغرین جنھون نے اسکی تحصیل وتکمیل مین اپنی پوری ہمت وکوشش صرف کی، انھون نے حال مین ایک کتاب لکھی ہے جس مین وہ تمام عربی الفاظ جمع کر دئے ہین جو اسپینی زبان مین پائے جاتے ہین، اس کتاب مین اندلسی عربون کے حالات، اسپین پر ان کے اثرات، ان کے تمدن وتہذیب، علوم وفنون، اخلاق وعادات اور رسم ورواج سے متعلق بہت سے مفید معلومات ہین،

یہ ہماری زبردست توقع ہے کہ اہل فینلینڈ نے علوم وفنون اور تمدن وتہذیب کی تکمیل مین یورپ کے مقابلہ مین جیسی غیر معمولی سرگرمی دکھائی ویسی ہی سرگرمی عربی زبان وفنون کی تحصیل وتکمیل اور اپنے ملک

مین اس کی توسیع و اشاعت مین بھی دکھائینگے تاکہ علوم و فنون مین بے نظیر ترقی کا جو درخت انھون نے لگایا ہے عنقریب اُس کا لذیذ ترین ثمر حاصل کرسکین، ہماری اس توقع کے لیے ایک فال نیک روسی مقبوضات سے تاتاریون کا ترک وطن کرکے فنلینڈ مین اقامت پذیر ہونا بھی ہے، کیونکہ ان مہاجر مسلمانون کو شعائر دین اسلامی کی حفاظت اور اپنے مذہبی فرائض کے ادا و تکمیل کے لیے اس بلیغ زبان کی تحصیل کی لازمی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے مطابق ان مین صریح جذبہ و ولولہ موجود ہے، اس لیے اُن کی یہ آمد اس ملک مین عربی زبان کی وسعت و ترقی کا بہترین ذریعہ ہوگی،

یوحنا اتینین کرسکو فنلینڈی،

تلخیص و تبصرہ

فن جراحت کی حیرت انگیز ترقی

موجودہ عہد مین فن جراحت کی ترقی نے اس کے عملی نتائج کو بالکل معجزہ کی صورت مین پیش کیا ہے، آج سے سو برس پہلے فن جراحت صرف فصد اور معمولی پھوڑون کے چیرنے پھاڑنے تک محدود تھا، یورپ نے دوسرے فنون کی طرح اسکو بھی ترقی دی اور گذشتہ پچیس تیس سال کے اندر اس کو بہت زیادہ نمایان وسعت و ترقی حاصل ہوئی، لیکن جنگ عظیم کے زمانہ سے آج تک جو ترقی اس فن مین ہوئی اس نے اوسکو اعجاز کی حد تک پہنچا دیا ہے، ڈاکٹر میخائیل سمعان (مصر) ابھی جرمنی اور آسٹریا مین ایک سال تک رہ کر آئے ہین، انھون نے آسٹریا مین اس فن کے جو حیرت انگیز نتائج عمل دیکھے ان مین سے بعض کو الہلال مصر مین شائع کیا ہے، وہ لکھتے ہین،

(۱) وائنا کے ایک شفاخانہ مین قیدخانہ سے ایک قیدی بھیجا گیا جس کے پیٹ مین شدید درد و نفخ تھا اور سقے بھی ہوتی جاتی تھی، طبی معائنہ اور قیدی کے بیان سے معلوم ہوا کہ بریموس پٹرول کے پمپ کے اسکرو کا قبضہ اور سرڈین (ایک قسم کی انگریزی مچھلی جو ڈبون مین بند ہوتی ہے) کا ڈبہ کھولنے کا آلہ نگل گیا ہے، مریض قیدی نے اعتراف کیا کہ اس نے قیدخانہ سے چھوٹ کر اپنی مدت قید اسپتال مین گذارنے کے لیے ایسا کیا ہے، ڈاکٹرون نے پیٹ چاک کرکے ان چیزون کا نکالدینا ضروری قرار دیا کیونکہ ان تکالیف کے علاوہ مریض کی آنتون مین سخت سوزش بھی تھی، چنانچہ جب پیٹ چاک کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اوسکی آنت کے ایک حصہ مین جابجا سوراخ ہوگیے ہین، ان سوراخون کے ہر چہار طرف سخت ادرام ہین، اور یہی اس سوزش کا سبب ہین،

ان خرابیون کی وجہ سے ڈاکٹرون نے اوسکی آنت مین سے تقریباً چھ ہاتھ اور پندرہ سنٹیمیٹر آنت کاٹ دی اس عمل نازک کے ٹھیک تین ہفتہ بعد یہ مریض بالکل صحتیاب ہوکر شفاخانہ سے نکلا لیکن یہ قیدی جرائم کا سخت عادی تھا اس نے اس واقعہ کے تین ہی مہینہ بعد پھر جرم کیا، ماخوذ ہوکر قیدخانہ مین داخل ہوا اور پہلے مرتبہ کی طرح پھر اُسنے برلیوس پٹرول کے اسکریو کے تین قبضے کھالیے، اس مرتبہ پھر اس کا پیٹ چاک کرکے وہ قبضے نکالے گئے، آنت کا کچھ ٹکڑہ کاٹ کر الگ کر دیا گیا اور کچھ دنون مین شفایاب ہوکر وہ آزاد ہوا لیکن ابکی، ابھی تین مہینے بھی نہین گذرے تھے کہ پھر وہ کسی جرم مین ماخوذ ہوا اور حسب عادت قیدخانہ مین لوہے کے پانچ چھوٹے ٹکڑے اور ایک پندرہ سنٹیمیٹر کی کانٹی نگل گیا، ابکی مرتبہ جب وہ اسپتال مین داخل ہوا تو اوسکی حالت بظاہر ایسی نازک تھی کہ قریب قریب مردہ معلوم ہوتا تھا، بہرحال اس پر عمل جراحی کیا گیا اور اوسکی آنت کا پھر کچھ حصہ کاٹ کر وہ نگلی ہوئی چیزین نکالدی گئین اور حسب معمول تھوڑے ہی دنون مین اچھا ہوگیا، مجھے معلوم ہوا کہ اسی طرح یہ سخت جان انسان اپنی تئین تھوڑے تھوڑے دنون کے بعد اب تک تین مرتبہ اور مبتلائے آلام کرچکا ہے اور ہر مرتبہ عمل جراحی اسکے کیا گیا اور اچھا ہوکر نکلا، کسقدر حیرت انگیز امر ہے کہ یہ عجیب وغریب مخلوق ہنوز زندہ اور صحیح وسالم ہے،

(۲) ایک تاجر نے تجارت مین سخت نقصانات اٹھائے، عالم یاس وحزن مین اس نے اپنے تئین ہلاک کر لینے کے قصد سے اپنے سینہ سے بندوق لگا کر چھوڑ لی، گولی اس کے سینہ کے بائین جانب اس زور سے لگی کہ سینہ کے ڈھچر کو توڑ دیا گوشت اور بعض ہڈی تک ریزہ ریزہ ہوگئی ایک بڑا سا سوراخ جسکا طول ۲۵ سنٹیمیٹر اور عرض ۵ سنٹیمیٹر تھا ہوگیا اس کی آنتین باہر نکل پڑین، پیٹ اور سینہ کے اندرونی اعضا ایک دوسرے مین مخلوط ہوگئے اور نہایت کثرت وسرعت کے ساتھ خون نکلنے لگا، زخمی تاجر اسپتال مین بھیجا گیا اور وہ بندوق لگنے کے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد وہان پہنچا، معائنہ کے بعد معلوم ہوا کہ اُس کے سینہ اور پیٹ کے بیچ کا پردہ جو دونون کے اعضا کو الگ رکھتا ہے پھٹ گیا ہے، قلب کی تھیلی بھی پھٹ گئی ہے اسکے گرد وپیش اس کثرت سے خون جمع ہوگیا ہے کہ قلب کی حرکت سست پڑ گئی ہے اور بائین پھیپھڑے کے نچلے حصہ مین متعدد زخم لگے ہین،

ضروری صفائی کے بعد پہلے آنتین اپنی جگہ پر رکھدی گئین اور وہ سوراخ جو پیٹ اور سینہ کے درمیان مین تھا بند کر دیا گیا، قلب کے آس پاس کا خون خوب دھو دینے کے بعد اسکی تھیلی سی دی گئی، پھیپھڑے کے زخمون مین بھی ٹانکے لگا دئے گئے اور اس کو ہوا دیگئی جس سے اس مین حرکت پیدا ہو گئی اور وہ اپنا کام کرنے لگا، اس تکمیل عمل کے بعد پھر اندر سے شدت کے ساتھ خون آنے لگا جسکی وجہ سے اسکا پیٹ دوبارہ کھولا گیا معلوم ہوا کہ طحال بھی پھٹگیا ہے، ڈاکٹر نے طحال کو جڑ سے کاٹ کر نکالدیا اور اس کے بعد پھر پیٹ بند کر دیا گیا، تیمار داری و نگرانی کے تمام موجودہ وسائل کام مین لائے گئے، یہان تک کہ مریض تاجر دو مہینے مین پوری صحت پاکر نکلا اور اب اسکا وزن علالت کے پہلے کے وزن سے سات کیلوگرام زیادہ تھا،

(۳) ایک شخص اسپتال مین آیا جسکی عمر پچیس برس کی تھی لیکن اوسکا جسم ایسا تھا کہ وہ بارہ تیرہ برس کا معلوم ہوتا تھا، چہرہ پر ساٹھ برس کے بوڑھون کی طرح جھریان پڑی ہوئی تھین اور اس کے تمام اعضا چھوٹے چھوٹے، دبلے پتلے اور اتنے کمزور تھے کہ وہ کچھ کام کاج کرسکنے کی قوت نہ رکھتا تھا، اس کا باپ جو ساتھ آیا تھا اسکی بیماری سے سخت پریشان تھا، اس نے تمام ڈاکٹرون سے علاج کرایا تھا اور کوئی دوا ایسی نہ چھوڑی تھی جو اس کو بتائی گئی ہو، اور اس نے استعمال نہ کرائی ہو، اس نے مدتون اس کو پہاڑ پر بھی رکھا، لیکن ان مین سے کسی تدبیر سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا، اسپتال کے ڈاکٹر نے مرض یہ تشخیص کیا کہ اس کے دماغ کے سخت اور ٹھوس غدود مین سے ایک غدہ متورم ہے اسکی تائید رونتجن شعاعون سے بھی ہوئی ڈاکٹر نے نشتر لگانا تجویز کیا، مریض اور اس کا باپ دونون خوشی سے راضی ہوئے، مریض کی کھوپڑی کھول کر غدہ کے ورم پر نشتر لگایا اور ورم زائل کر دیا گیا، اس عمل پر پورے چھ مہینے بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مریض بالکل اچھا ہو گیا اسکی صورت بارہ تیرہ برس کے لڑکے سے ایک جوان آدمی کی صورت مین متغیر ہو گئی اور اب وہ پورا جوان نظر آنے لگا جسم کے ساتھ ساتھ اسکی عقل، اس کے ادراک اور اس کے شعور مین بھی ترقی ہوئی اور وہ ہر قسم کے کام کرسکنے کے قابل ہو گیا،

فن جراحت کی موجودہ ترقی نے اس کو متعدد فرمن امراض مین بھی نہایت کامیاب ثابت کیا ہے مثلاً سل، امراض قلب اور کسی عضو کا شل ہوجانا وغیرہ سل ریوی (پھیپھڑے کا سل) کے متعدد مریضون پر یہ عمل جراحت کامیاب ثابت ہوا کہ مریض کے اس پھیپھڑے کے جانب کے اضلاع جو مرض سے متاثر ہے الگ کر دئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ایک جانب کا پھیپھڑا بالکل سمٹ گیا، اس مین کے تمام گندے اورام خود بخود مندمل ہوگئے اور اسی اندمال کے ساتھ ساتھ تمام جراثیم بھی ہلاک ہوگئے اور وہ مریض صرف ایک ہی پھیپھڑے کے ساتھ اس موذی مرض سے بے خوف وخطر زندہ رہا، اس طریق عمل کی کامیابی کی وجہ سے مین نے دیکھا کہ مرض سل کے مخصوص ماہر ڈاکٹر بھی اکثر حالت مین مریض کو اپریشن ہی کا مشورہ دیتے ہین اور مریض اپریشن سے بالکل صحتیاب ہو جاتا ہے، جدید طریقہ علاج مین بعض امراض قلب کا علاج بھی اپریشن ہی سے کرتے ہین، چنانچہ ذبحہ قلبیہ (قلب کے آس پاس مین ایک قسم کی چبھن) جو نہایت تکلیف دہ اور دفعتہً پیدا ہو جانیوالا درد ہے اسکا علاج بھی اپریشن ہی کے ذریعہ سے کامیاب ثابت ہوا ہے، اتنا معلوم ہے کہ اس کا سبب قلب کی تھیلیون کا انقباض ہے اس بنیاد پر قلب کے ایک مخصوص ماہر ڈاکٹر نے عضلات قلب مین سے ایک عضلہ کو کاٹ کر علیحدہ کرنا تجویز کیا تاکہ اس مین انقباض پیدا ہی نہ ہو، چنانچہ اس تجویز کے مطابق ڈاکٹر نے عمل کیا اور اب تک تین مریضون پر یہ عمل جراحت اچھی طرح کامیاب وسودمند ثابت ہو چکا ہے،

رنجن شعاعون کی مدد سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ بہت سے مریض جن کے اعضائے اسفل مفلوج معلوم ہوتے ہین، اس مفلوجیت کی وجہ ان کے اعصاب مین کسی خرابی کا پیدا ہو جانا نہین ہوتی بلکہ صرف ان اعصاب پر خارجی طور پر کوئی دباؤ اوسکا سبب ہوتا ہے مثلاً پیٹھ کے اعصاب کے سلسلہ مین کسی ورم کا ہو جانا یا اوسکی ہڈیون کے اندرونی حصہ مین کسی دل کا پیدا ہو جانا وغیرہ، ایسے مریضون پر اپریشن ہی کامیاب ہوتا ہو کیونکہ اس کے ذریعہ سے یکبارگی وہ دباؤ زائل ہو جاتا ہے، تم اس مریض کے تعجب وحیرت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو مدتون اپنے پاؤن کو حرکت تک نہ دے سکتا تھا لیکن اس عمل کے بعد وہ نقل وحرکت کے قابل ہوا

دوسروں کی طرح چلنے پھرنے اور دوڑنیکے لائق ہوگیا ہو،

اس وقت سب سے زیادہ قابل توجہ اپریشن کے ذریعہ سے مثانہ، گردہ اور پروسٹا وغیرہ مسالک بول کے امراض کا علاج ہے، آج سے کچھ دنون پیشتر تک معالج گردہ کے عمل جراحت کے وقت سینکڑون قسم کے اندیشے کرتا تھا لیکن آج نہایت اطمینان اور کامیابی کے ساتھ یہ عمل کیا جاتا ہے، جوانون کو چھوڑ و بوڑھون تک پر یہ عمل نہایت کامیاب ثابت ہوتا ہے، ایک مریض کا ذکر سننے کے لائق ہے، ایک جوان جسکی عمر اٹھائیس برس کی تھی شفاخانہ مین آیا، اس کے بائین پہلو مین درد کی مزمن تکلیف تھی، پیشاب مین درد کے ساتھ مواد آتا تھا، معائنہ طبی اور پیشاب کی جانچ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس کے بائین گردہ مین سل کے جراثیم وجرح موجود ہین اور مرض کا اثر بڑھکر مثانہ تک کو متاثر کر چکا ہے، ڈاکٹر نے گردہ کو کاٹ کر الگ کر دینا تجویز کیا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن مثانہ اسکی ضرورت واحتیاج کی وجہ سے باوجود مرض اس امید پر باقی رہنے دیا گیا کہ مریض جوان ہے عقاقیر کے ذریعہ سے اسکو شفا ہو جائیگی لیکن کچھ دنون علاج کے بعد معلوم ہوا کہ مثانہ پر علاج کا کوئی مفید اثر نہین پڑتا، اسکی تکلیف بڑھتی جاتی تھی یہانتک کہ وہ پیشاب کو بالکل نہ روک سکتا تھا، اب ناچار مثانہ پر بھی عمل جراحت کیا گیا، وہ اس طرح کہ مثانہ پورا نکالکر مجری بول داہنے گردہ کی طرف داہنے پہلو مین پیٹ کے نیچے ایک بڑا سوراخ کرکے بنا دیا گیا، اس بڑے سوراخ مین کاوتشوک (غالباً ربڑ کی قسم کی کوئی چیز ہے) کی ایک تھیلی رکھدی گئی جس مین پیشاب گرا کرے، یہ عمل اچھی طرح کامیاب ثابت ہوا، مریض کو پوری صحت ہوگئی، اس کے قوے مضبوط ہوگیے اور وہ ہر طرح کے کام کاج کرکے دوسرونکا بار اٹھانے کے قابل ہوگیا، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود دوسرون پر بار تھا،

علاج الجراحتہ کے ان بیشمار نتائج حسنہ مین سے جو ان ممالک مین روزمرہ وقوع پذیر ہوتے رہتے ہین یہ چند واقعات اسکی حیرت انگیز کامیابی کے ثبوت مین غالباً کافی ہونگے، مین نے آغاز تحریر مین ان کو معجزات سے تعبیر کیا ہے، کیا اس کے سوا کسی اور لفظ سے بھی ہم اسکی تعبیر کرسکتے ہین؟ موجودہ زمانہ مین صحت کی خرابیوں اور آئے دن گوناگون امراض کی پیدائش کے باوجود ہمارے مشرقی اطبا نے فن جراحت کی طرف سے جس طرح چشم پوشی کرلی ہے اسکا نتیجہ بجز اسکے کہ ...

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی صدسالہ سالگرہ

گذشتہ جولائی کے تیسرے ہفتہ مین، اسے ۱۹۲۳ تک رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے لندن مین، اپنے عمر کی ایک صدی کی تکمیل پر شاندار طریقہ سے سالگرہ منعقد کی، کئی مہینون تک تیاریان ہوتی رہین مختلف علمی مجالس کو دعوت دیگئی تھی جن مین قابل ذکر برٹش اکیڈمی، (لندن) رائل اکیڈمی، (بلجیم) کانکیلج انسٹیٹیوٹ (ہالینڈ) اسکول آف اورنٹیل سٹیڈیز، فرنچ اسکول آف فارالیسٹ، اسکول آف اورنٹیل لنگوجز، اور اسکول آف اورنٹیل لیٹریچر آف رومہ ہین، شرکائے مجالس مین سفیر جاپان، وزیر افغانستان اور تقریباً ۸۰ علمی مجالس کے نمائندے تھے۔ مجلس نے عام جلسہ کے بعد سہولیت وآسانی کے لیے تمام مباحث کو چار شعبون پر تقسیم کردیا تھا شعبۂ اول کا نام مجلس شرق بعید تھا اور اس مین چین جاپان، انڈوچائنا سیام اور ملایا کے ممالک داخل تھے، اس شعبہ کے صدر مسٹر ایل، سی، ہاپکنس تھے، اس مین پہلے دن رومہ یونیورسٹی کے پروفیسر جی، وکاکا، "تیرہوین صدی کی ایک انجیل" پر اور مسٹر بلرسن کا، "ملایا کی ایک قدیم ترین تحریر" پر مضمون پڑھے گئے، دوسرے دن ایم پال پیلیاٹ پروفیسر ڈبلو، ای، سوتھ ہل، ڈاکٹر سٹین کونو نے تقریرین کین اور مباحث مین حصہ لیا، تیسرے دن مسٹر ایل اسی ہاپکنس اور مسٹر ار، ایل، ہابن، کا مشترکہ مضمون پڑھا گیا، پروفیسر الگزف، ڈاکٹر لینن گاٹل، پروفیسر ایسن، اور مسٹر جی، آر، ایس میڈ نے اپنے مضامین پڑھے اور مباحث مین حصہ لیا، اس کے آخری اجلاس مین پروفیسر کانٹیلیس پی بریڈلی نے اپنا فاضلانہ مضمون سنایا اور اس کے بعد ایچ، ای، ڈاکٹر چوسی چو سفیر چین نے اپنی تحریر سے حاضرین کو مستفید کیا، دوسرے شعبہ کا نام مجلس اقوام قدیمہ تھا، اور یہ سامی، میری، مصری، وغیرہ پر مشتمل تھی، اس کے صدر پروفیسر لنگڈن تھے، پہلے دن پروفیسر برسٹیڈ نے مصری طب پر ایک تحریر پڑھی، ڈاکٹر بلیک مین نے اس تحریر پر اظہار رائے کیا اور اس کے بعد ڈاکٹر ہال نے ار العبید اور بحرین کی برطانوی تحقیقات کے متعلق ایک مصور لکچر دیا، دوسرے دن ایم تھرو ڈنین، مسٹر ڈرائور، مسٹر گڈ، پروفیسر واٹرین اور پروفیسر ہاگوینن نے

تقریرین کین، پروفیسر لنگڈن نے پروفیسر لگن بل کا مرسلہ مضمون "اولین انڈو یورپین" پڑھ کر سنایا، تیسرے دن ڈاکٹر ڈائخ ڈاکٹر گسٹر، پروفیسر کر خو مسٹر فرید لینڈر، نے اپنے مضامین پڑھے جنکو بہت دلچسپی سے سناگیا، تیسرا شعبہ ہندوستان کے متعلق تھا، اور اس کے صدر مشہور پروفیسر اے، اے، مکڈونل تھے، پہلے دن سرجارج گریرسن کی غیر متوقع علالت سے کوئی کارروائی نہ ہوسکی، دوسرے دن ڈاکٹر ایف، ڈبلو ٹامس نے چار سنسکرت تمثیلات پر اپنا مضمون پڑھا، ایم سیلوئن لیوی اور ڈاکٹر ٹیسن کونو نے اس پر اظہار رائے کرتے ہوئے مضمون نگار کی بڑی تعریف کی، اس کے بعد پروفیسر اے، وی ولیم جیکسن نے اپنا مضمون پڑھا، بعدازان ڈاکٹر سٹن نے قدیم ختن کا ایک عہد شاہی کے موضوع پر ایک تحریر سنائی، تیسرے دن مسٹر این سی چٹرجی نے "ہندوستان قدیم کے طریقۂ حرب" پر ایک مضمون سنایا اور اس کے خاتمہ پر مسٹر پی، جے، تھوما نے "ابتدائی ہندی مسیحیت" پر تقریر کی، جناب صدر، مسٹر اسٹیھوون، سرجان ولیس، وغیرہ نے بحث مین حصہ لیا، چوتھے دن مسٹر جسٹن، ای، ایباٹ نے سیواجی کے متعلق پرتگالی تاریخ پر ایک مضمون پڑھا، اس کے بعد ڈاکٹر ولیم کرک کا مضمون، اس شعبہ کے ناظم مسٹر ڈیو ہرسٹ نے پڑھکر سنایا،

آخری شعبہ، مجلس اسلامی کے نام سے موسوم تھا، اور اکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور ادیب پروفیسر مارگولیس اس کے صدر تھے، فاضل مستشرق، ڈاکٹر ای، جی براؤن نے حاضرین وشرکائے مجلس کا خیر مقدم کیا، بیرونی دنیا کے جن اشخاص نے اس مین حصہ لیا ان مین لائق ذکر پروفیسر جین ڈنیس، پروفیسر سگنن، پروفیسر منارزکی اور پروفیسر کرسٹن زن، اور پروفیسر وِنسنک ہین، پہلے دن ڈاکٹر نکلسن نے مولانا رومی کی تصنیف "فیہ ما فیہ" پر روشنی ڈالی، اس کے بعد مسٹر اے، ایچ ہارسے نے زین الانصاری کی کتاب فتوحات الٰہیہ پر جو تصوف مین ہے ایک مضمون پڑھا، ڈاکٹر براؤن نے الغزی کے ایک فارسی ترجمہ کے متعلق جس کا ابھی ابھی پتہ چلا ہے، مختصر الفاظ مین تذکرہ کیا، پروفیسر وی، منارزکی نے "ایران مین ترکی السنہ" پر ایک عالمانہ خطبہ دیا اور کپتان کرسول نے تصاویر کے ذریعہ قلعہ قاہرہ کے اثریات پر لکچر دیا، پنجشنبہ کے دن مسٹر ای، جے ہولیارڈ علالت کی وجہ سے شرکت

کی کیمیا، کی ابتدا" پر تقریر نہ کرسکے اور مسٹر کرنکو نہایت ہی اطمینان سے "عربی لغت کی ابتدا" اور ایام جاہلیت کی شاعری" پر مضامین پڑھنے کا موقع مل گیا، انھین مضامین پر بحث شروع ہوئی، اور اس کے دوران مین معلوم ہوا کہ پروفیسر بون عنقریب دیوان جریر شایع کرنے والے ہین، جمعہ کی کارروائی پروفیسر گیولامی کے مضمون سے جو بعض مباحث درمیان علمائے اسلام و مسیحیت" کے زیر عنوان تھا شروع ہوئی، یہ مضمون ابو قرہ راہب حران کی ایک کتاب مجادلہ پر مبنی تھا، پروفیسر موصوف اس کتاب کو بہت جلد اڈٹ کرنے کے بعد شائع کرنے والے ہین، آخری مضمون مسٹر ار، پی، ڈبو مسرسٹ کا تھا، اس مین انھون نے عربی و فارسی عروض کے مطالعہ کے چند نتائج پیش کیے تھے اور متنبی، سعدی اور حافظ پر زیادہ زور دیا تھا،

تنجور کا شاہی کتب خانہ

انسائیکلوپیڈیا کی ۹ وین اشاعت کی جلد ۲۳ صفحہ ۲۳۳ مین ہم پڑھتے ہین کہ

"ہندوستان کی قابل ذکر لائبریری تنجور کا شاہی کتبخانہ ہے، جو سولھوین صدی کے اواخر یا سترھوین صدی کے اوائل مین، جبکہ یہ علاقہ تلگو نائکون کے قبضہ مین تھا، قائم ہوا تھا، ان لوگون نے ان سنسکرت کتابون کو جو تلگو حروف مین ہین جمع کیا، اٹھارہوین صدی مین مرہٹون نے اس علاقہ کو فتح کیا اور اس وقت سے یہ کتبخانہ برابر ترقی کر رہا ہے، اس کا ایک بڑا حصہ سرفوجی بھونسلا نے اپنے قیام بنارس (۱۸۲۰ء) کے دوران مین حاصل کیا تھا، اس کے جانشین سیواجی نے بھی چند کتابین جمع کین لیکن وہ کوئی اہمیت نہین رکھتین، اس وقت اس کتب خانہ مین تقریباً اٹھارہ ہزار کتابین ہین یہ کتابین دیوناگری، نندی ناگری، تلگو، کنڑا، گرنتھا، ملایالم، بنگالی، پنجابی، کشمیری، اور اڑیہ زبانون مین ہین، ان مین سے آٹھ ہزار، پتون پر لکھی ہوئی ہین، ڈاکٹر برنل نے ۱۲۳۷۵ کتابون کا اپنی فہرست کتب مین تذکرہ کیا ہے،

اب یہ کتب خانہ، سرد ستی محل لائبریری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، حکومت نے عام استفادہ کیلئے اسے پبلک کتبخانہ بنا دیا ہے اور وہی اس کے مصارف کی کفیل ہے، اپنے وسعت مباحث، کثرت تعداد اور تنوع السنہ

کے لحاظ سے ہندوستان مین اس کی شاید کوئی نظیر نہین حکومت ہند نے اس ذخیرہ کی اہمیت ۱۸۶۹ء مین سمجھ لی تھی، اور اس کے زیر ہدایت مدارس حکومت نے مسٹر بکفورڈ پروفیسر سنسکرت کو تنجور کے قلمی نسخون کی فہرست ترتیب دینے کے لیے مقرر کیا، مسٹر بکفورڈ نے بہت کم کام کیا، اور ۱۸۷۱ء مین ڈاکٹر برنل سیشن جج اس خدمت کے لیے نامزد ہوئے، ڈاکٹر موصوف نے نہایت ہی انہماک و جوش سے کام شروع کیا اور ۱۸۸۰ء تک ایک فہرست کتب شایع کرتے رہے لیکن ۱۸۸۰ء سے ۱۹۱۸ء تک اس کتب خانہ کی حالت نہایت ہی ابتر و خراب رہی، اس کے لاتعداد نسخے اس خزانہ سے نکل کر دوسری جگہ چلے گئے، اور صرف ڈاکٹر برنل کی فہرست انکی موجودگی کا ثبوت ہے، اور حال مین تو اس بیش بہا مجموعہ کو یورپ کے ہاتھون بیچ دینے کا سامان بھی ہو چکا تھا، لیکن نہ معلوم کیون یہ گفتگو دفعۃً ختم ہو گئی، جب سے یہ کتب خانہ ایک قومی ملکیت ہوئی ہے، اس نے سنبھالا لیا ہے، اور اسی قلیل عرصہ مین، علم دوست اصحاب نے اسے قلمی نسخون کے تین بیش بہا مجموعے پیش کیے ہین، یہ گنگلکر، جمبونا تھ بھٹ لندگی، اور پتن اودھوتا کے جمع کیے ہوئے ذخائر ہین اور انکی تعداد ۲۳۱۱ ہے، ۱۹۲۰ء سے ہر سال تقریباً ۳۰ ہزار اشخاص اوسکی زیارت کو جاتے ہین اور ایک ہزار قلمی نسخے دیکھے جاتے ہین، اس ذخیرہ کی مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ اس مین سنسکرت زبان کے تقریباً اہم نسخے جو مختلف زبانون مین ہین موجود ہین، سولھوین سترھوین اور اٹھارھوین صدی کے جنوبی ہندوستان کے مصنفین کی تصانیف بکثرت موجود ہین، تاریخی تصانیف، تمثیلات، قصائد، جینی مذہب کے متعلق تصانیف، شاستروں کی تفاسیر اور دیگر مذہبی کتب کے حواشی اس کتب خانہ کی زینت بڑھاتے ہین،

سنہ ۱۹۲۳ء مین، ۹،۹۲۹،۹ اشخاص برطانوی عجائب خانہ دیکھنے گیے، یہ تعداد گذشتہ سال سے ۸۰،۰۰۰ زائد ہے،
صرف اتوار کے جانیوالون کی تعداد ۶۰۹۴۲۳ ہے،

۴ اگست سے ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء تک ۴۰۰۰۰ بلجیم سپاہی لڑائی مین کام آئے اور ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء سے ۳۰ جون سنہ ۱۹۲۳ء تک ۴۵۰۰۰ زخمی سپاہیون مین سے ۱۰ فی صدی گیس کے اثر سے مرگیے،

علاقہ کنسنگٹن مین عورتون کی تعداد مردون سے ۴۰۰۰۰ زائد ہے،

اس وقت انگلستان مین ۹۸۰۰۰۰ موٹرین ہین، دو سال کے اندر یہ تعداد بڑھی ہے پہلے صرف ۵۰۰۰۰ تھی

گذشتہ سال انگلستان مین ۱۱۸۶۴۹۰۰۰۰ اشخاص نے ریل کا سفر کیا، ان مین سے صرف ۵ حادثہ کی وجہ سے ہلاک ہوئے، سنہ ۱۹۲۱ء مین ۲۵۲۰۵۶۳۸۶ مسافرین مین ۱۹ کی جانین تلف ہوئی تھین،

سویڈن کے ایک کارخانۂ ارکشی کے مالک نے دعوی کیا ہے کہ وہ لکڑی کی بیکار چھیلیون اور برادہ کو بجائے ایندھن جلا کر گیس پیدا کر سکتا ہے، اس طرح سے تقریباً ۵۰ فی صدی ایندھن بچ جائیگا،

بکس اور ڈبے بنانے مین اس وقت تک لکڑی یا کاغذ کے موٹے تختے استعمال کئے جاتے تھے لیکن اب روسی کارخانہ نے برادہ اور راکھ سے ایک ایسا قوام تیار کیا ہے جس سے لکڑی اور کاغذی تختے بنائے جا سکتے ہین، اس کے ساتھ ہی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس کو سخت و نرم دونون رکھ سکتے ہین،

اس وقت پیرس، مغربی دنیا کے فیشن کا مرکز ہے، اس سے پہلے یہ عزت اطالیہ کے ایک شہر میلن کو حاصل تھی،

انسان و حیوان ہی کو خداوند تعالیٰ نے قوت بینائی عطا فرمائی تھی، اب ماہرین سائنس نے بیجان چیزون مین بھی یہ خصوصیت پیدا کر دی ہے، اس آلہ کا نام "برقی چشم" ہے، اس سلینیم سے بہت کچھ کام لیا گیا ہے، ڈاکٹر البرٹ نیوبرگر کے سر اس ایجاد کا سہرا ہے،

گذشتہ چار سالون مین دو بہت بڑے برف کے پہاڑ سمندر مین بہتے ہوئے پائے گیے ہین، ان مین سے ایک ۵۰۰ فٹ بلند تھا، اس مین سے ۲۴۰ فٹ سطح آب کے اوپر تھا، دوسرا ۱۵۰ فٹ بلند پانی کے اوپر اور ۱۶۰۰ فٹ لمبا تھا اس کا وزن ...... ۳۶۰ ٹن تھا، اور جہاز ٹائٹینک سے ۵۰۰ گنا بڑا تھا،

اگرچہ اس وقت تک مختلف غیر ملکی آلے موسم کے حالات معلوم کرنے کے لیے بنائے جا چکے اور کچھ نہ کچھ کامیاب بھی ثابت ہو چکے تھے تاہم دور کے موسم کے لیے اب ایک آلہ بنایا گیا ہے جو تفلسی کے پروفیسر ترتیجی کے اس آلہ کے ذریعہ، دور دراز کے طوفان کی وسعت، سختی، اور تخریبی قوت نہایت آسانی سے معلوم کیجا سکتی ہے

اسپین کے بادشاہ، امراء، علماء کے سامنے مارس ڈی اسناکارا کے سٹر کے نے ایک عجیب تجربہ کی نمایش کی ہے، وہ دھات کے تہر کو اپنی آنکھوں پر باندھ لیتا ہے اور پھر جو چیز بھی اس کے سامنے رکھ دیجائے اس کو پڑھ دیتا ہے، کمال اتنا ہی نہیں ہے بلکہ وہ ملفوف خط کے مضمون کو بھی بلا کھولنے ہوئے پڑھ دیتا ہے، میڈرڈ دار السلطنت اسپین کے سائنسدان اس مسئلہ کے حل کرنے کی فکر کر رہے ہیں،

ہر شخص کو اس کا علم ہے کہ ریل مین کوئلہ کا ایک بڑا حصہ صرف ہوتا ہے، اور کوئلہ کی کمی و گرانی پر اس کا بڑا اثر ہے، اب سویڈن کے ایک موجد نے جس کا نام جنگ سنارم ہے اس کا حل نکالا ہے، اس نے انجن کے ہر عضو کو چھوٹا کر دیا ہے، اور اس طرح انجن کا پیٹ بھی کم ہوگیا ہے مگر اس سے انجن کی چال یا تیزی مین کوئی فرق نہین آتا اور کوئلہ کی ایک بڑی مقدار بچ جاتی ہے،

پولیس نے مجرمین کی شناخت کے لیے انگوٹھے کے نشان کو ایک خاص اہمیت دے رکھی ہے، ماہرین کا خیال ہے کہ کبھی بھی ایک آدمی کے نشان دوسرے آدمی سے نہین مل سکتے اور اس طرح اصلی مجرم کا پتہ چل سکتا ہے، مگر حال ہی مین ایک واقعہ ایسا پیش آیا ہے جس نے اس خیال کو باطل ثابت کیا ہے، اور معلوم ہوا ہے کہ جعلی نشانات بھی بنائے جا سکتے ہین، مسٹر ایم، بر تیلان نے اب دعوی کیا ہے کہ انگوٹھون کے بجائے کان کی ساخت سے مجرم کا پتہ لگانا زیادہ صحیح ہے،

برسون کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی دھات کے بنانے مین کامیابی ہوئی ہے، جو الومنیم کی طرح سبک اور لوہے کی طرح سخت ہے، اس کا نام ڈورالومن ہے،

پانی سے بجلی حاصل کرنے کے لیے سیڑھی نما اونچی دیوارین بنائی جاتی ہین اوران پر سے پانی کی چادرین گذرتی ہین، پانی کے گرنے اور بہنے سے بجلی پیدا ہوتی ہے، دنیا کی سب سے بڑی دیوارین حال ہی مین ریاست کالفورنیا مین بنکر تیار ہوئی ہین، یہ دیوارین سطح چشمہ سے ۴۰ فٹ بلند ہین،

ٹیلیفون سے گفتگو کرنے مین اب تک دو آدمیون کی ضرورت ہوتی تھی اور بسا اوقات مخاطب کی غیر حاضری کام مین رکاوٹ ڈالدیتی تھی، اب جرمنی کے علمی رسالہ نے ایک ایسے آلہ کے حالات شایع کیے ہین، جو مخاطب کی غیر حاضری مین متکلم کے الفاظ کو لکھ دیا کرے گا،

بحر اٹلانٹک کے جہازات سب سے زیادہ صابون صرف کرتے ہین، چنانچہ تین جہازون کو سال بھر تک صاف رکھنے کے لیے ۵۰۰۰ گیلن رقیق صابون ۷۰۰۰ اپونڈ نرم صابون، ۶۳۰۰۰ پونڈ سفوف صابون اور ۵۴۰۰۰ پونڈ سوڈے کی ضرورت ہوتی ہے،

حال ہی مین ایک چھوٹے سے جہاز نے جو صرف ۱۰ ٹن کا تھا، دنیا کے گرد ۱۱۵۹۳ میل کا سفر طے کیا ہے، یہ جہاز ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء کو روانہ ہوا تھا، اور ۶ آدمی اس مین سوار تھے،

مسٹر کلیفورڈ بیرس کا بیان ہے کہ دنیا مین جتنی خودکشیان ہوتی ہین ان مین سے ۳/۴ خرابی دماغ کا نتیجہ ہین، اور جب تک ہر جگہ اس مرض کے مخصوص مرکز نہ بن جائینگے یہ صورت حال قائم رہیگی،

ہوائی پیمائش کے ذریعہ کاشت کی پیداوار کے اندازہ لگانے کا جو طریقہ ایجاد کیا جارہا ہے، امریکہ نے اس مین ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے،

ادبیات

افکار ماجد

ہمارے دوست مولٰنا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی کی نسبت یہ سبکو معلوم ہے کہ وہ ایک پرزور خطیب، اور ایک رنگ خاص کے انشاپرداز ہین، مگر یہ شاید کم لوگون کو معلوم ہے کہ وہ ایک دیوان شعر کے بھی مالک ہین، مولانا اردو مین اکثر اور عربی و فارسی مین گاہے گاہے بطریق سلف اظہار راز کیا کرتے ہین، ذیل کی غزل مولٰنا نے میرے لیے ذاتی طور پر تحفۃً بھیجی تھی، لیکن مین تھوڑی جرأت کرکے یہ تحفہ تمام ناظرین مین تقسیم کرتا ہون، "اڈیٹر"

رونا غم فرقت مین کیا رنگ دکھاتا ہے ۔۔۔ آنسو کے ہین قطرے یا دامن پہ کلیجا ہو

ویران کدۂ دل مین اب میرے دھرا کیا ہو ۔۔۔ کچھ داغ ہین حسرت کے کچھ خون تمنا ہو

ہلچل ہو زمانہ مین، عالم تہ و بالا ہے ۔۔۔ ہو وقت مدد مولا وہ وقت اب آیا ہو

ہو عزم طلب صادق تو یاس نہین ہوتی ۔۔۔ جس نے تجھے ڈھونڈا ہو اس نے تجھے پایا ہو

ہے نقش فنا تیرا ہر شعبدۂ صنعت ۔۔۔ ہستی تری ای دنیا کچھ بھی نہین دھوکا ہو

آنے کے یہ معنی ہین جانیکے لئے آئے ۔۔۔ جینے کا یہ مطلب ہو اک دن ہمین مرنا ہو

تم دل سے اگر پوچھو تو دل کو مرے پوچھو ۔۔۔ درد غم الفت کی ٹیسون مین مزا ہو

غیرونکی شکایت کیا اپنون مین نہین الفت ۔۔۔ یہ وقت ہی ایسا ہے ایسا ہی زمانا ہو

ہنستے ہوئے اٹھے ہین وہ خواب سے اے ماجد ۔۔۔ شاید کسی بیکس کو روتا ہوا دیکھا ہو

"نذرِ سلیمان"

مولانا راغب بدایونی،

کسی کو شوق سے عیش جہان نہین ملتا
نشاطِ یاس یہی ہے کہ "ہان نہین ملتا"

کچھ اُن کے فیض سے جز امتحان نہین ملتا
خوشی کہان کہ غم جاودان نہین ملتا

یہ حال ہو کہ مجھے بھی ہو اتفاق اُن سے
کہ میرے حال سے میرا بیان نہین ملتا

نقاب اُٹھتے ہین دیکر نگاہ چھینکے ہوش
زبان ملتی ہے لیکن بیان نہین ملتا

تسی تلاش تو ملتے ہے سو نشان اوسکے
ہوئی تلاش تو اپنا نشان نہین ملتا

خدا کا نام ہو کیا فتنۂ عہد کا فرین،
حرم کہان کہین دار الامان نہین ملتا

خزان کے رنگ سے ملتی ہوئی بہار تو ہو
مگر بہار سے رنگ خزان نہین ملتا

بلند نیزۂ قاتل پہ سر نہ ہو جب تک
جبینِ دل کو ترا آستان نہین ملتا

یہ ہر نفس نئے خطرے نئے ہین اندیشے
کہ آشیان مین مجھے آشیان نہین ملتا

فریب عجز تمنا کا نام ہے فردوس
مراد دسعی سے آرامِ جان نہین ملتا

نگاہ چاہئے حسن آشنا کہ ذوقِ نگاہ
جسے یہان نہین ملتا وہان نہین ملتا

یہ نورِ عرش "سلیمان" کی نذر ہے راغب
کہ عرش کوئی پئے ارمغان نہین ملتا

"خطاب بہ حیات"

مولوی سید وہاج الدین احمد صاحب شمیم، اسسٹنٹ پروفیسر اورنگ آباد کالج،

ہر چیز مین جہان کی جلوہ ہے عام تیرا
نیرنگیون مین دیکھا نقشِ دوام تیرا

شکلِ فنا مین پنہان، تیری بقا کا عنصر
ہر فرق مین نمایان، اک التیام تیرا

دنیا کا ہر تغیر، تیرے ابد پہ شاہد — فطرت کی ہر خوشی، گویا پیام تیرا
موجون کی کشمکش مین، دیکھا تجھے نمایان — کہسار کی فضا مین، پایا قیام تیرا
کانٹون نے چبھ کے تیری تلخی بتائی ہم کو — پھولون نے ہنس کے بھیجا ہم کو سلام تیرا
غنچون نے تیری سن گن باد صبا سے پائی — بلبل نے بوئے گل سے، پایا پیام تیرا
تارون کی انجمن مین، تو نور بنکے چمکی — بالائے بام چمکا، ماہ تمام تیرا
موج نسیم بن کر کلیون کو گدگدایا — خرمن کو جب جلایا، تھا برق نام تیرا
ہر خار کی کھٹک مین، ہر شمع کی چمک مین — ہر درد کی کسک مین، پایا پیام تیرا
خمخانۂ ازل مین پیر مغان نے جس دن — ق — تو بجلیون سے کھینچا اک تلخ جام تیرا
کیا کیف روح پرور تجھ مین بھرا ہوا تھا — جس جس کو تو نے تاکا، وہ تھا غلام تیرا
مٹی پہ تجھ کو چھڑکا، وہ پھول بنکے مہکی — ذرے نے بنکے جگنو، چمکایا نام تیرا
خاکی ترے اثر سے، مسجود نوریان تھا — ق — ذرے کو طور کرنا، ادنیٰ تھا کام تیرا
سارے جہان نے چکھا، خالی ہوا نہ لیکن — گردش مین آج تک ہے پہلا وہ جام تیرا
اے آب روح پرور! ہر چند تو وہی ہے — ق — رندون مین پر کہان ہے، ذکر مدام تیرا
جو عاشق جفا تھے، ذوق طپش کو بھولے — بیگانۂ اثر ہے سوز تمام تیرا
پھر تیری شورش غم، مردون مین جان ڈالے — سوتون کو پھر جگا دے شور خرام تیرا
اے شمع بزم ہستی! پھر آرزو یہی ہے — جلنا ہو کام میرا، تڑپانا کام تیرا

چھوڑا تمیم تو نے انداز عاشقانہ
مقبول کس طرح ہو، طرز کلام تیرا

باب التقریظ والانتقاد

اخبار الاندلس

(جلد دوم)

اخبار الاندلس کے نام سے منشی محمد خلیل الرحمان صاحب (لاہور) ایس پی اسکاٹ صاحب کی تصنیف ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ (یورپ مین مسلمانونکی سلطنت کی تاریخ) کا جو مسلسل ترجمہ شائع کر رہے ہین، اُسکی دوسری جلد شائع ہوئی ہے، پہلی جلد پر گذشتہ سال کے کسی پرچہ مین ہم تبصرہ کر چکے ہین، اس وقت لائق مترجم کے کارنامہ کی دوسری قسط پیش نظر ہے،

مسٹر اسکاٹ اس عہد کے زندہ مصنفین مین ہین اور انھون نے از راہ لطف ہندوستان کے مسلمانون کو ان کی زبان مین اُن کے دور دست بھائیون کے عروج و زوال کی جو داستان لکھی ہے، اس کے سنانے کی اجازت مترجم موصوف کو دی ہے، مسٹر اسکاٹ اپنی تصنیف کے ان اوراق مین اکثر بے تعصب اور رحمدل نظر آتے ہین، مسلمانون کے مسرت افزا واقعات جب وہ لکھتے ہین، تو وہ خود بھی ہنسنے لگتے ہین، اور جب غمناک سوانح پر پہنچتے ہین تو اونکی آنکھون سے بھی آنسو کے قطرے ڈھلکتے معلوم ہوتے ہین، البتہ یورپ کی تاریخ نویسی کے عام اصول سے اونکا طرز بھی مستثنیٰ نہین یعنی یہ کہ واقعات کے سلسلۂ بیان مین جہان جہان کڑیان ٹوٹتی ہین، یا علل و اسباب کی تلاش کی جہان ضرورت پیش آتی ہے اپنے قیاس و گمان کو وقائع کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہین،

پیش نظر جلد آٹھ بابون پر مشتمل ہے، جو پندرھوین باب سے شروع ہوکر بائیسوین باب پر ختم ہوتی ہے، یہ آٹھون باب تعلیقات و حواشی کو چھوڑ کر ۲۰۲ صفحون کو محیط ہین، ان ۲۰۲ صفحون مین یورپ مین اسلامی کوشش

الی تاریخ سنہ ۲۷ء سے شروع ہو کر سنہ ۱۴۹۲ء پر تمام ہوتی ہے، یہ آٹھ باب اسلامی حکومتون کے حسب ذیل انقلابی دور دون پر منقسم ہے،

باب ۱۵، سسلی (اٹلی) پر اغلبیون کی حکومت اور خاتمہ،

باب ۱۶، اندلس کے چھوٹے چھوٹے مختلف حکمران اور عیسائیون کا خروج،

باب ۱۷، مرابطین کا عروج، جنھون نے ان متفرق اجزا کو متحد کرکے عیسائیون کا مقابلہ کیا، اور انکو شکست دی،

باب ۱۸، موحدین کا ظہور، مرابطین کا خاتمہ، عیسائیون سے معرکہ آرائی کا آغاز،

باب ۱۹، مسلمانون کا ضعف، اور عیسائیون کی کامیابیان،

باب ۲۰، عیسائیون کی اندلس کی بازیافت کے لیے سعی،

باب ۲۱، غرناطہ سے آخری جنگ،

باب ۲۲، بازیافت کی تکمیل اور خاتمہ،

اندلس کی تباہی پر رندی نے جو پر درد عربی مرثیہ لکھا ہے، اس پر کتاب ختم ہو جاتی ہے،

ہر باب مین اشخاص اور مقامات کے جو غیر معروف نام آئے ہین، مترجم نے تحقیق کرکے ہر باب کے آخر مین ان کی تصحیح کی ہے، اور ان کے حالات لکھے ہین، مگر معلوم نہین مترجم نے صفحہ ۱۰ مین فاس کو فیض کیون لکھا ؟ یہ غلطی آجکل اخبارات مین عام ہے، اسی طرح مصنف کے بیانات مین جہان کہین مترجم کو اعتراضات یا اغلاط نظر آتے ہین، یا اسلام کے متعلق مصنف کو جہان غلط فہمیان پیش آئی ہین، مترجم نے ذیلی حاشیون مین انکی تصحیح کی ہے اور ان کے جوابات دئے ہین،

ترجمہ اکثر سلیس اور بامحاورہ ہے، بعض الفاظ پر گرفت کیجا سکتی ہے مثلاً "قال مغروتہ"، مغروتہ غارت سے اسم مفعول بنایا گیا ہے، مگر یہ صریحًا غلط ہے، اسی طرح فارسی اضافت کی حالت مین "جنگہا" جزیرہ نما" لکھنا صحیح نہین، "جنگہائے" اور جزیرہ نمائے چاہئے، "ہمدردی ہمدگری" (صفحہ ۱۳۳) بھی ٹھیک نہین، علی ہذا ایک ہی فقرہ

مین ایک لفظ کا واحد و جمع استعمال کرنا بھی اعتراض کے قابل ہے: "مرابطین کا بقیۃ السیف گروہ جو اپنے موجودہ حکام سے ناخوش تھے،" (صفحہ ۲۰۰ نیز صفحہ ۲۹۰) لفظ "غیر" کی ترکیب سے صفت بنتا ہے، مصدر نہین، اس بنا پر یہ کہنا "غرض علما کے غیر مسامحت اور وحشیانہ ظلم سے" صحیح نہین (صفحہ ۲۱۱) "عدم مسامحت،" کہنا چاہئے، "مراسم اور آئین" (صفحہ ۴۳۶) مراسم مذکر ہے، مؤنث نہین، "کند دکاوی" (صفحہ ۲۰۷) اور اس قسم کے اور قابل اعتراض الفاظ بھی مل سکتے ہین، با این ہمہ مترجم کی محنت، کاوش، اور ترجمہ کی عام طور سے سلاست اور روانی، مدح و تعریف کی مستحق ہے،

اردو مین اندلس مرحوم کی تاریخ کا اچھا خاصہ ذخیرہ مہیا ہو گیا ہے، مگر تفصیل اور تحقیق کے لحاظ سے اخبار الاندلس بہترین کتاب ہے، اور اس کو اردو مین منتقل کر کے مترجم نے ہماری زبان اور ہماری قوم دونون پر احسان کیا ہے، کتاب کی تیسری جلد بھی غالباً تیار ہو چکی ہے، اور عنقریب شایع ہو گی، یہ پورا سلسلۂ تاریخی ہر کتب خانہ مین موجود رہنا چاہئے، کہ یہ اسلام کی سب سے بڑی عبرتناک داستان ہے۔ اور اس کو جس قدر دہرایا جائے اتنا ہی اچھا ہے، خصوصاً اس کتاب کے اوراق مین یورپ مین اسلامی حکومتون کے عروج و زوال کی مسرت انگیز اور حسرتناک دونون قسم کی تصویرین ایسی خوبی سے تیار کی گئی ہین، کہ مصنف و مترجم دونون کی صنعت کی تعریف کرنی پڑتی ہے،

لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ، ضخامت ۲۲۰ صفحے، قیمت   پتہ:- نصیر کالج، ربانی روڈ، لاہور

مطبوعات جدیدہ

آل ذورعین۔ پنجاب اور صوبۂ متحدہ مین ایک بڑی اور معزز برادری ہے جو ہندو مسلمان دونون طبقون مین منقسم ہے، اور جس کو عموماً رائی یا رائین کہا جاتا ہے، اس قوم کے مسلمان ذی علمون کا دعویٰ ہے کہ یہ قوم خالص عربی نسل سے تعلق رکھتی ہے، اس کا سلسلۂ نسب عمالقۂ عرب کے اُس خاندان سے ملتا ہے جو ہِک سوس یا دولۃ الرعاۃ کے نام سے مصر مین مدتون حکومت کرچکا ہے، اسی مناسبت سے اس قوم کے مسلمان افراد اپنی قوم کو راعی یا راعین کہتے ہین، اور اس نام کی اونکی ایک کانفرنس ہے، ایک اخبار ہے، اور اُنکی تاریخ بھی لکھی گئی ہے حال مین آل ذورعین کے نام سے منشی محمد ابراہیم صاحب محشر انبالوی نے اس قوم کی ایک تاریخ لکھی ہے، جس مین یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ یہ قوم یقیناً عرب سے آئی مگر اوس کا تعلق عمالقہ سے نہین، بلکہ اذوائے یمن کے ایک خاص خاندان، یعنی یریم ابن حرث ذورعین کی نسل سے ہے، حضرت مسیح سے ۱۲۰۴ سال قبل سبائے اصغر یعنی حارث الرائش نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ایک حصے پر قبضہ کرلیا، جس کے انتظام کے لیے اپنے ایک ہم خاندان سردار یعفر بن عمر بن حجر ذی اعین کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ چھوڑ گیا، پھر اس کے بعد جب خاندان سبا کے اصلی مرکز مین پر حبشیون کا تسلّط ہوا، اور وہ طرح طرح کے مظالم کرنے لگے تو اس خاندان کے کچھ لوگ اور ہندوستان مین آئے اور اپنے بچھڑے ہوئے بھائیون سے مل گئے، جناب منشی صاحب کا دعوٰی ہے، کہ ہندوستان کے رائین درحقیقت وہی آل رعین ہین، جو آج سے ۳۱ سو سال قبل ہندوستان مین آئے تھے، مصنف کے دعوی کی صداقت کے تولنے کے لیے مستقل تبصرہ کی ضرورت ہے، لیکن اوسکی محنت اور جانفشانی کی داد دینا ہمارا ضروری فرض ہے، زبان اور طریقۂ بیان کا اکثر جگہ اصلاح کا طالب ہے:۔ قیمت فی جلد ہے؛ پتہ:۔

منشی محمد ابراہیم محشر کوٹھی مہاراجہ جنید، شہر انبالہ

ابطال اعجاز مرزا، مرزا غلام احمد قادیانی، فرقۂ احمدیہ کے بانی نے عربی زبان مین ایک قصیدۂ اعجازیہ لکھا تھا جس کے متعلق ان کا دعوی تھا کہ یہ قصیدہ الہامی ہے اور اس کا جواب نہین ہو سکتا، اسی بنا پر انھون نے علمائے اسلام کو دعوتِ مقابلہ بھی دی تھی مگر مناظر علما تک قصیدہ کے پہنچنے سے پہلے میعاد مقررہ یعنی بیس دن گذر چکے تھے، حال مین بہار کے ایک فاضل بزرگ مولوی حکیم سید غنیمت حسین صاحب اشرفی (مخدوم چک مونگیر) نے اس کے رد مین ابطال اعجاز مرزا کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کے دو حصے ہین، پہلے حصہ مین مرزا صاحب کے قصیدہ مین جو صرفی، نحوی، عروضی اور ادبی خامیان ہین، ان کا استقصا کیا ہے، جس وقت یہ قصیدہ شایع ہوا تھا، اڈیٹر معارف کی طالب علمی کا زمانہ تھا، لیکن یہ غلطیان اس قدر صریح تھین کہ سرسری ہی مطالعہ سے وہ معلوم ہونے لگین، دوسرے حصہ مین مجیب نے اسی بحر و قافیہ مین، قصیدۂ اعجازیہ کا جواب دیا ہے جو ہر صاحبِ نظر کی نگاہ مین ادبی حیثیت سے مرزا صاحب کے اعجازی قصیدہ سے زیادہ معجز ہے، معترض نے کہین کہین مجادلانہ شان بھی اختیار کی ہے جو صحیح نہین، مثلاً مرزا صاحب کا شعر ہے،

و اعطاهم الرحمن من قوة الى غنى و ايدهم بروح امين فابشروا

اس پر معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اعطاء کا صلہ من نہین آتا، مگر درحقیقت بیان من صلہ کا نہین، بلکہ تبعیض کا ہے، یعنی لڑائی کی کچھ قوت، البتہ اس شعر مین بروح امین کی تنکیر اور فابشروا کا الف قطع فصیح نہین، اگر اوسکو ہمزۂ وصل پڑھا جائے تو شعر وزن سے گر جاتا ہے، بہرحال مصنف نے اس رسالہ مین قابل ستائش محنت اور قابلیت سے کام لیا ہے، دوسرے حصہ کی قیمت ۸ر پہلے حصہ کی قیمت درج نہین، پتہ، مطبعہ رحمانیہ مخصوص پور، مونگیر،

نظامیہ تقویم، یہ ایک جنتری ہے، جسے مدرسہ نظامیہ بمبئی کے طلبہ ترتیب دیتے ہین، اس وقت سنہ ۱۳۴۳ھ کی تقویم پیش نظر ہے، اس جنتری مین خاص خوبی یہ ہے کہ یہ اسلامی تعلیمات، اور مسلمانون کی تاریخ کا اجمالی نقشہ برابر پیش کرے گی، صفحون پر مسلمانون کی چھ زبانون اردو، فارسی، عربی، ترکی، پشتو، اور بنگالی کے مرادف الفاظ اور جملے جمع کیے گئے ہین، یہ سلسلہ برابر جاری رہا تو ہندوستانی طلبہ کے لیے زیادہ مفید ہوگا، مگر طباعت کے متعلق

سخت احتیاط اور نگرانی کی ضرورت ہے، مثلاً عربی الفاظ کثیر یعنی، کم کی جلد پر کثیر یعنی اور لعم لکھا ہے، ترکی اور پشتو کے الفاظ پر اعراب دینا نہایت ضروری ہے، چھ آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر جناب محمد الدین صاحب خانم مدرسہ نظامیہ بمبئی نمبر ۸ کے پتہ سے مل سکتی ہے،

مذہب اور تلوار، آریوں اور عیسائیوں کی طرف سے عموماً اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا گیا، اس کے جواب مین مولوی اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی نے مذہب اور تلوار کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس مین یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کے علاوہ تقریباً ہر مذہب نے اپنی اشاعت کیلئے تلوار اٹھائی ہے، مسلمانوں کی بہت سی قومین خود بخود اسلام لائین، مسلمانوں کی تقریباً تمام مشہور جنگوں کے اسباب وعلل کو بیان کرکے یہ دکھایا ہے کہ مسلمانوں نے عموماً دفاع، اور مظالم کی روک تھام کے لیے تلوار اٹھائی کتاب کے سرورق پر کتاب کا خلاصہ مباحث ذیل کے نفظون مین تحریر ہے،

جس مین اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہو کہ تلوار کا استعمال مذہب مین قطعاً ناجائز ہے"

مگر نہ تو یہ واقعہ ہے، اور نہ خود مصنف کی تحریر کا یہ صحیح خلاصہ ہے، طباعت اور مضمون دونون اعتبار سے یہ کتاب اچھی ہے اور مفید ہے، قیمت ۸ر پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

دختر سمرنا، ٹرکی کی مشہور ادیبہ خاتون خالدہ ادیب خانم کے مشہور ناول "قمیص من نار" (آتشین کرتا) کا اردو ترجمہ ہے جس مین فاضلہ موصوفہ نے ٹرکی اور یونان کی گذشتہ جنگ اور ترکون کے صحیح کیرکٹر کا نقشہ قصہ کے پیرایہ مین پیش کیا ہے، مترجم مولوی غلام ربانی صاحب لودھی (علیگ) نے بامحاورہ اور سلیس اردو مین ترجمہ کیا ہے، قیمت عہ پتہ: منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

تیغ کمال، یہ ایک ناول کا نام ہے جس مین جناب مولوی راشد الخیری صاحب نے ترکوں کی فتوحات اور اتحادیوں کی دماغی پریشانی کو افسانہ بنا کر پیش کیا ہے، مولوی خیری صاحب نے زنانہ ادبیات کے بجائے عام افسانہ نگاری کی راہ مین یہ دوسرا قدم رکھا، قیمت عہ پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

انجمن ترقی اردو کی کتابیں

(دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے طلب کیجئے)

تاریخ تمدن، سٹر ٹامس بکلس کی مشہور کتاب کا انگریزی ترجمہ، جس میں مصنف نے نہایت فلسفیانہ غور و فکر سے تمدن کی تاریخ مرتب کی ہے، اور اوس کے اسباب و علل کی تحقیق کی ہے، قیمت جلد اول عہ، جلد دوم عا ر

مقدمات الطبیعات، طبیعات (سائنس) کے ضروری ابتدائی مسائل پر محققانہ تالیف، قیمت عا ر

القمر، چاند کے فلکی حالات، اوس کے طلوع و غروب، گھٹنے، اور بڑھنے کے اسباب کی تشریح، قیمت ۱۰ ر

اُردو کا قاعدہ، بچون کو سہل طریقہ سے اُردو پڑھانے کا قاعدہ، ۲ ر

کلید قاعدہ، قاعدۂ مذکور کو پڑھانے کے لئے ہدایات، ۴ ر

فلسفۂ تعلیم، ہربرٹ اسپنسر کی تصنیف، جس مین مصنف نے تعلیم کے فلسفہ کی خوبی سے تشریح کی ہے، اور اوسکے متعلق اپنے فلسفیانہ اُصول کی تفصیل کی ہے، اُردو مین اِس موضوع پر یہ بہترین کتاب ہے، قیمت سے ر

دریائے لطافت، اُردو علم ادب، لغت، اور قواعد پر اِس زبان کی پہلی کتاب ہے، سید انشا اسکے مصنف ہین، قیمت عہ ر

طبقات الارض، علم طبقات الارض پر اردو مین یہی ایک کتاب موجود ہے، قیمت عا ر

مشاہیر یونان و روما، یونانی اور رومی مشاہیر کے حالات و سوانح پر پلوٹارک کی مشہور تصنیف کا اُردو ترجمہ، قیمت جلد اول عا، جلد دوم عہ ر

علم المعیشت، فن معاشیات یا اقتصادیات (پولیٹکل اکانومی) پر اُردو مین سب سے مبسوط اور جامع تصنیف، ضخامت ۶۰۰ صفحے، قیمت عہ ر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ، جس مین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کی تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول عہ ر جلد دوم عا

تاریخ یونان قدیم، اُردو مین اِس موضوع پر تنہا تصنیف، عا

انتخاب کلام میر، میر صاحب کے کلام کا یہ انتخاب سب سے بہتر ہے، عا

رسالۂ نباتات، علم نباتات کے مسائل کی تشریح مع تصاویر، عہ ر

دیباچۂ صحت، علم حفظان صحت پر اُردو مین سب سے مبسوط تصنیف، للعہ ر

نکات الشعراء، میر تقی میر مرحوم دہلوی نے شعرائے اردو کا یہ تذکرہ لکھا ہے، قیمت عا

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی تشریح، علم نفسیات کی اِس شاخ پر ہماری زبان مین سب سے پہلی تصنیف، قیمت عا

وضع اصطلاحات، اردو مین اصطلاحات کیونکر وضع کیے جائین، اِس موضوع پر پروفیسر وحید الدین صاحب سلیم نے اپنے خیالات ظاہر کیے ہین، قیمت عہ ر

نفح الطیب، اندلس کی سب سے جامع عربی تاریخ کا ملخص ترجمہ کتاب ضخیم ہے، قیمت ہے

محاسن کلام غالب، ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری مرحوم نے غالب کی شاعری پر یہ تبصرہ لکھا تھا، قیمت عہ

تاریخ ملل قدیم، بابلی، کلدانی، وغیرہ قدیم قومون کی تاریخ، عا

بجلی کے کرشمے، بجلی کے خواص و کیفیات پر ابتدائی تصنیف، زبان سہل اور سلجھی ہوئی، قیمت عا

تذکرۃ الشعراء میر حسن، میر حسن دہلوی کا تذکرہ شعراء اُردو ہے عہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۶

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

فہرست مضمون نگارانِ معارف

(جلد دوازدہم۔ جولائی ۱۹۲۳ء۔ دسمبر ۱۹۲۳ء)

بہ ترتیب حروف تہجی

فہرست مضامین

جلد دوازدہم۔ جولائی ۱۹۲۳ء۔ دسمبر ۱۹۲۳ء

مجلہ سیزدہم	ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء	عدد اوّل

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

سنہ ۱۹۲۴ء سے **معارف** کی زندگی کا نوان سال شروع ہوا، نو سال کی زندگی موافق آب و ہوا کے سایہ مین کچھ تعجب انگیز نہین، مگر اردو کے شہرستان کی جو آب و ہوا ہے اوس مین نو برس کی یکسان زندگی بھی کچھ کم حیرت زا نہین، **تہذیب الاخلاق** مرحوم نے کل ملا کر سات برس سے بھی کم زندگی پائی، **الندوہ** جون تون آٹھ برس چلا، اور **حسن** وغیرہ تو چند برسونکی بھی عمر نہ پا سکے، دعا کیجئے کہ علم و فن کا یہ "بے عمل واعظ" کچھ دن اور جیتا رہے،

سنہ ۱۹۲۳ء مین **دارالمصنفین** کی طرف سے ایک دو سے زیادہ نئی کتابین نہین نکلین اس کی وجہ نئی تصنیفات کی عدم تیاری نہین، بلکہ یہ ہے کہ ہمارا مطبع گذشتہ سال زیادہ تر ختم شدہ کتابون کے نئے طبعات (اڈیشنز) کے اعادہ مین مصروف رہا، علم الکلام، الکلام، ارض القرآن، سیرۃ عمر بن عبد العزیز وغیرہ جن کے نسخے بالکل مفقود تھے اور ملک مین اون کی پیہم طلب جاری تھی، بحمد اللہ کہ وہ دوبارہ چھپ گئین اور اب مطبع پوری تیزی سے بعض نئی کتابون کی تیاری مین مصروف ہے،

زیر طبع کتابون مین **سیرۃ نبوی** کی تیسری جلد ہے، جس کے ڈھائی سو صفحے چھپ چکے ہین، اور اسی قدر ابھی اور باقی ہین، **ابن رشد** اور اوس کے فلسفہ پر ایک نہایت محققانہ اور مبسوط تصنیف بھی زیر طبع ہے، انقلاب فرانس کے قلمی ہیرو **روسو** کا ایک رسالہ بھی چھپ رہا ہے، مولانا سید عبد الحی

مرحوم کی عربی تاریخ **ہند** ٹائپ مین جامعۂ ملیہ کے مطبع مین چھپ رہی ہی، مولنا مرحوم کی دوسری تصنیف **گلِ رعنا** (تذکرۂ شعرائے اُردو) کی کتابت شروع ہوگئی ہی،

علی گڈھ اسلامی تعلیمی کانفرنس کا خطبۂ صدارت نہایت جامع تھا لیکن مانع نہ تھا، اوس کی خاص خوبی یہ تھی کہ وہ علمی، تعلیمی، سیاسی، مذہبی غرض جس اسٹیج سے بھی اوس کو پڑھا جاتا وہ اوس کے لیے موزون ہوسکتا تھا، حتی کہ اگر **سرسید** مرحوم کی برسی کے دن بھی اوس کو پڑھا جاتا تو اوس کی موزونی مین فرق نہ آتا، **عبدیت و نیابت** الٰہی کا فلسفہ جو صاحبزادہ صاحب کا خاص موضوعِ سخن ہی وہ بھی اس خطبہ مین پوری طرح موجود تھا،

خطبہ مین بہت سی باتین عمیق فکر و کاوش کا نتیجہ تھین، اور اوس کے بہت سے مشورون سے ہم کو کامل اتفاق ہی، تاہم ہم یہ یقین نہین کرسکتے کہ جدید تعلیم ہی ہمارے تمام امراض کا واحد علاج ہی، اور تمام قوم اور تمام قومی کام کرنے والون مین جو کچھ ذہنی، دماغی، جسمانی، مالی قوت و استطاعت ہی وہ تعلیم اور صرف تعلیم کی راہ مین صرف کرنا چاہیے، صاحبزادہ صاحب کا یہ مشورہ ہی کہ قوم کا ہر فرد سب کچھ چھوڑ حافظ کے مشورہ کے مطابق یہ کہتا ہوا صرف جدید تعلیم کی اشاعت مین لگ جائے،

مصلحت دید من آن است کہ یاران ہمہ کار بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

لیکن مشکل یہ ہی کہ تعلیم جدید کے اب ایسے باوفا عشاق سے ہندوستان کی دنیا خالی ہوگئی،

صاحبزادہ صاحب نے اس امر پر اپنی پوری کوشش صرف کردی ہی، کہ سرسید کے علمی، تعلیمی، سیاسی مذہبی اور روحانی عقائد کو اس خطبہ مین پوری تفصیل و تشریح کے ساتھ یکجا کردیا جائے، تاکہ "مرتدین" کے

شکوک و شبہات کو دور کرکے از سر نو اون کو سرسید کے مذہب کی دعوت دیجائے، اس مذہب کے جن چند عقائد کو نمبروار صاحبزادہ صاحب نے یکجا کیا ہی اور اون کو "غیر متزلزل یقین" کے ساتھ تسلیم کرنے کا قوم کو مشورہ دیا ہے گو چند سال پہلے اون پر لوگ بے دلیل ایمان رکھتے تھے، مگر اب کیا کیا جائے کہ قلوب ایسے بدل گئے ہین کہ ان پرزور دلیلون سے بھی اون پر ایمان لاتے اون سے نہین بنتا، ہم کو یہ اعتراف ہی کہ صاحبزادہ موصوف سرسید کی شریعت کے بہترین مبلغ ہین، تاہم اب اون کو خود یہ "غیر متزلزل یقین" پیدا کرلینا چاہیے کہ اب وہ شریعت ہمیشہ کے لیے منسوخ ہوچکی، اور جس طرح سرسید نے اپنے پہلون کی طرز و روش و مقصد تعلیم مین تبدیلی کی ضرورت سمجھی تھی، چالیس برس کے بعد اب اون کے نائبین کو بھی ان حالات مین تبدیلی کی حاجت ہی،

باین ہمہ ہم تو مسلم یونیورسٹی پر خدا کی یہ رحمت سمجھتے ہین کہ صاحبزادہ صاحب امسال یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے، یاد ہوگا کہ اب سے دو سال پہلے معارف کے انھین صفحات مین، ہم نے صاحبزادہ صاحب کو اس منصب کا بہترین حقدار لکھا تھا، کیونکہ اس جماعت مین ان سے بہتر کوئی شخصیت نہین، ہم نے اس خبر کو بھی نہایت مسرت کے ساتھ سنا کہ صاحبزادہ صاحب نے انتظام کی باگ اپنے ہاتھ مین لینے کے ساتھ اصلاحات کا آغاز کردیا ہی، بڑی ضرورت اس کی ہی کہ قوم اور یونیورسٹی کے درمیان بیگانگی کی جو خلیج حائل ہوگئی ہی، اوس کو پاٹا جائے، اور اوس خواب کو پورا کیا جائے جو سرسید مرحوم نے خود دیکھا تھا، اور قوم کو دکھایا تھا، شبلی مرحوم کے خواب کی تعبیر ملنے کا زمانہ تو ابھی بہت دور ہی، یعنی یہ ع

که این سررشتۂ تعلیم ما در دست ما باشد

صاحبزادہ صاحب نے یہ سوال نہایت بوقت کیا ہی کہ مسلمانون کی اس شدید ضرورت کے ایام مین جب ساتھ ہی اونکے [illegible] کی مشکلین بہت پیدا ہوگئی ہین، کیا وجہ ہی کہ ایک طرف ہندوؤن مین بیسیون بی اے

ایم اے، ایل ایل بی، بیرسٹرانی سادہ اور محنت کش زندگیون کے ساتھ اپنی قوم مین اِس سرے سے اوس سرے تک لگے ہوئے ہین، دوسری طرف مسلمانون مین اِن کامون کے لئے ایک مسلمان گریجویٹ بھی نظر نہین آتا الا ماشاء اللہ، صاحبزادہ صاحب اِس کی وجہ یہ بتاتے ہین کہ مسلمانون مین چونکہ یہ جدید افراد کم ہین، اور دوسرون مین زیادہ ہین، اسلئے یہ صورت حال ہے، اور اسلئے مسلمانون کو چاہیئے کہ مسلم یونیورسٹی مین طلبہ کو بھیجکر اپنے گریجوائیٹون کی تعداد بڑھائین، لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اِس اختلاف حال کی وجہ کمیت اور تعداد کی کمی بیشی نہین، بلکہ کیفیت کی کمی بیشی ہے، اگر آج کسی اعجاز سے مسلمان گریجوائیٹون کی تعداد دونی بھی ہوجائے مگر اون کی تعلیم وتربیت کی ذہنی ونفسی کیفیت یہی رہے تو بھی صاحبزادہ صاحب کو یہی افسوسناک منظر نظر آئیگا، کامیابی کا ذریعہ **تعداد** کی قلت وکثرت نہین، بلکہ **ایمان** کا ضعف وشدت ہے،

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ

اِس دفعہ کے مسلم یونیورسٹی کورٹ مین اسلامی تعلیم گاہون کی طرف سے ایک رکن کا انتخاب پیش تھا، کسی غلط فہم دوست نے اوس کے لئے دار المصنفین کے ناظم اور دار العلوم ندوہ کے معتمد (یعنی خاکسار) کا نام پیش کیا، اِس پر اونھون نے بڑی کرامت یہ دکھائی کہ اپنی تائید مین ۱۴ رائین بھی حاصل کرلین، لیکن اِس کے بالمقابل علی گڈھ کے ایک نوجوان رئیس جو میرے دلی عزیز ہین، اونھون نے ۱۰ رائین پائین، جن پر اون کو مبارکباد دیتا ہون، لیکن اپنے دوستون سے پوچھتا ہون کہ کیا اونھین یہ معلوم نہ تھا کہ اِس عہدہ کے استحقاق کے لئے وہان کس شرط کی سب سے پہلے ضرورت ہے؟ اور وہ غریب ناظم دار المصنفین اور معتمد دار العلوم ندوہ کو کہان حاصل ؟

یہ خبر گو حیرت کے ساتھ نہین لیکن افسوس کے ساتھ سُنی جائیگی کہ مسلم یونیورسٹی کے اُردو پروفیسر صدیقی صدیقی

"فلسفۂ ازدواج" پر ایک مضمون اپنے خاص ظریفانہ انداز مین، نومبر ۱۹۱۶ء کے علی گڈھ میگزین مین لکھا تھا جس مین موجودہ یورپین آداب و رسوم متعلقۂ نسائیات کی تنقید اور شادی، پردہ، تعدد ازدواج وغیرہ مین اسلامی اصول کی تائید کی تھی، سنا ہو کہ یہ مضمون بحق "سرکار مسلم یونیورسٹی" ضبط کیا گیا، اور لکھنے والے کو کوئی قانونی سزا دیجانے والی تھی، فرد قرار داد جرم یہ تھی، کہ اس مضمون سے "یورپین تمدن" کے خلاف ملک مین بغاوت کا اندیشہ ہے یہ بھی روایت ہو کہ معارف کے شذرات ملزم کی طرف سے صفائی مین پیش کیے گئے، مگر گواہ نامعتبر ٹھہرا، اور آخر ملزم نے معافی مانگ لی، اور اس طرح کسی بڑی سزا سے بری کیا گیا، یہ اسپین کا مشہور "علمی استبداد" (انکویزیشن) آخر ہمارے اس "قرطبہ" اور "غرناطہ" مین کب تک جاری رہے گا،

ہندوستان کے علماء مین قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مصنف مالابدمنہ) کا جو رتبہ ہو وہ عیان ہو، قاضی صاحب کی تصنیفات مین ان کی عربی تفسیر مظہری سب سے زیادہ اہم ہو، لیکن وہ بوسیدہ اوراق کے پردہ مین نگاہون سے مخفی ہو، مولوی سید محمد یامین صاحب میرٹھی مرحوم نے اس کی طباعت کا سامان کیا، لیکن کچھ اجزا نکل کر کام رک گیا، اب ان کے صاحبزادے مولوی سید جمیل الدین صاحب نے سرے سے اس کام کا آغاز کرنا چاہتے ہین، اور ساتھ ہی ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی مستقل جلدون مین چھاپنا چاہتے ہین، مگر مشکل سرمایہ کی ہو،

یہ مشکل اس طرح حل کی گئی ہو کہ پانچ سو عربی اور پانچ سو اردو نسخون کے خریدارون کی امداد حاصل کی جائے، مولوی جمیل الدین صاحب ہر دو زبانون کی پانچ پانچ سو درخواستون کے وصول ہونے پر کام شروع کر دینگے، امید ہے کہ اہل علم قدردانی کا ثبوت دینگے، اس سلسلہ کے متعلق ہر قسم کی مراسلت مولوی صاحب سے دارالعلوم دیوبند (سہارنپور) کے پتہ سے کرنی چاہیئے، ہر ماہ کے شروع مین ایک ایک پارہ شائع ہوگا، اور ہر اشاعت کی قیمت ۴؍ مع محصول ہوگی،

ہمارے صوبہ کے پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کی شش ماہہ کارنامون کی ایک فہرست چھپکر شائع ہوئی ہی، اور ہمارے پاس پہنچی ہی، جنوری ۱۹۲۲ء سے جون ۱۹۲۲ء تک کل ۵۲ پمفلٹ یا رسائل شائع ہوئے جن کی فن وار تفصیل حسب ذیل ہی،

(۱) روداد مجالس قانونی سرکاری،	۶	(۲) تردید ترک موالات	۶
(۳) ریفارمس یا اصلاحات	۲	(۴) ٹریٹوریل فوج	۲
(۵) تعلیم	۲	(۶) بالشویزم	۱
(۷) مشرقی ادنیٰ وٹر کی	۱	(۸) طب	۱
(۹) حفظان صحت	۴	(۱۰) جنگلات	۲
(۱۱) زراعت	۱	(۱۲) سیاسی	۶
(۱۳) عام	۳		

ان مین ہر رسالہ انگریزی، اُردو اور ہندی تین زبانون مین شائع ہوا ہی، انگریزی زبان مین علوم و مسائل کی ان ابتدائی ضروریات کے متعلق رسائل چھپوانے کی کوئی مصلحت سمجھ مین نہ آئی، کیا صوبۂ متحدہ کے دیہاتی رقبون مین کسی ایک متنفس کی بھی مادری زبان انگریزی ہی؟ علوم و فنون کی تقسیم سے ناظرین مرعوب ہوگئے ہون گے، مگر انھین باور کرنا چاہیئے کہ یہ علوم و عنوانات کے نام تو مختلف ہین، مگر ان سب کا موضوع صرف ایک تھا، اور وہ ہر حیثیت سے موجودہ نظام حکومت کی مدح وستایش، اگر کاش پبلک خزانہ کی یہ لاکھون کی رقم ملک مین صحیح علم کے نشر و اشاعت مین صرف کی جاتی تو حکومت کا ملک کی گردن پر کتنا بڑا احسان ہوتا، مگر یہ سچ ہو کہ اس سے پروپیگنڈے کی خدمت انجام نہ پا سکتی،

مقالات

ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی

ہمارے آریہ دوستون کو تعجب ہے کہ ایک ہزار سال کے اندر ہندوستان مین جہان ایک بھی کوئی مسلمان نہ تھا، سات کروڑ مسلمانون کی تعداد کیونکر پیدا ہوگئی؟ لیکن کیا ان کو کبھی اس پر بھی تعجب آیا ہے کہ ہندوستان جہان کبھی ویدک دھرم مطلق نہ تھا، ہندوستان قدیم کی کروڑون پرانی قومین کیونکر اس دھرم مین آگئین، پھر بودھ مذہب نے اسی سرزمین مین ویدک دھرم کو کیونکر شکست دی، اور بعد ازین ویدک دھرم نے بودھ مذہب کو آگ، تلوار اور زبان سے کیونکر نیست و نابود کردیا؟ یہ سب پرانی باتین ہین، ان کو جانے دیجئے، چند صدیان پہلے یہان ایک عیسائی بھی نہ تھا، مگر اب یہان نصف کروڑ کے قریب عیسائی آبادی پیدا ہوگئی ہے، اور روز بروز پیدا ہوتی جارہی ہے یہ کیونکر؟

عیسائی مشنریون نے تمام دنیا مین یہ پھیلا رکھا ہے کہ مسلمانون نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا ہے، حالانکہ انھین اچھی طرح معلوم ہے کہ رومی سلاطین نے عیسائی مذہب کی اشاعت مین کیا کیا نہ کیا، اسپین، پرتگال، روس، ہولینڈ نے خصوصاً اور یورپ کی عام سلطنتون نے اس کے لیے کیا کیا راہین نہ اختیار کین، اور خود ہندو راجا دھرم کی خاطر کیا کیا نہ کرگذرے، اسی طرح اگر بعض مسلمان

بادشاہون سے ایسی باتین سرزد ہوئین، تو صرف وہی سرزنش اور ملامت کے مستحق کیون ہین؟

تمام دنیا کے مذاہب مین سے صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے یہ فلسفہ دنیا مین ظاہر کیا ہے کہ مذہب یقین کا نام ہے اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے پیدا نہین کیا جاسکتا،

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ — مذہب مین کوئی زبردستی نہین،

آنحضرت صلعم کو تنبیہ ہوتی ہے،

اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ — اے پیغمبر کیا تو لوگون کو مجبور کریگا کہ وہ ایمان والے ہوجائین

خدا نے فرمایا، پیغمبر کا کام جبر واکراہ نہین، بلکہ صرف دعوت اور تبلیغ ہے،

لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ — اے پیغمبر تو ان کافرون پر حاکم بناکر نہین بھیجا گیا،

فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلَاغُ — اے پیغمبر تجھ پر صرف تبلیغ ہی فرض ہے.

قرآن نے یہ بھی بتادیا ہے کہ اس کے مذہب کی تبلیغ دنیا مین کیونکر کیجائے.

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ — اپنے رب کے راستہ کی طرف تو لوگون کو دانائی سے اور اچھی نصیحت سے بلا، اور ان سے مناظرہ کر تو اس طریقہ سے جو بہترین ہے،

اگر یہ سچ ہے کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے پھیلا، تو **کارلائل** کے اس سوال کا کیا جواب ہے؟ "کہ اگر محمد نے تیغ زن سپاہیون کے زور سے اسلام کو پھیلایا، تو پہلے ان تیغ زن سپاہیون کو کس تلوار سے مسلمان بنایا"؟ اس اصول کی بنا پر تو چاہئے تھا کہ ان ملکون مین اسلام کا سایہ بھی نہ پڑتا جہان تلوار نے اس کا ساتھ نہین دیا، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ملک حبش پر مسلمانون نے اس کے اس احسان کے بدلہ مین کبھی تلوار نہین اٹھائی، کہ اس نے ایکبار دفعہ اسلام کے ابتدائی سخت مصیبت کے ایام مین مسلمانون کو اپنے ہان پناہ دی تھی، تاہم آج وہان نصف آبادی مسلمان ہے، افریقہ

کے اُن خطون مین جہان مسلمان سپاہیون کا گذر بھی نہین ہوا تھا، وہان حلقہ بگوشان اسلام کی اتنی بڑی تعداد کیونکر نظر آتی ہے؟ چین پر مسلمانون نے فوج کشی نہین کی، مگر تین چار کروڑ مسلمان وہان کہان سے آگئے؟ جزائر ملایا مسلمان سلاطین کی تاخت و تاراج سے ہمیشہ محفوظ رہے، مگر آج وہان چار کروڑ مسلمان کس طرح پیدا ہوگیے؟ سیام، انام، اور مشرق اقصیٰ کے دوسرے ملکون اور جزیرون مین جہان کسی مسلمان سپاہی کا قدم بھی نہین پہنچا، اسلام کا قدم وہان کیونکر پہنچ گیا؟ ترک و تاتار نے تو خود مسلمانون پر تلوار چلائی تھی، ان پر تلوار کس نے چلائی، اور انکو مسلمان بنایا؟

دوسرے ملکون کو جانے دو، خود ہندوستان کو لو، یہان اسلامی فتوحات کا سیلاب درۂ خیبر سے ہوکر آیا، اور پنجاب سے کبھی آسام تک پہنچ گیا، مگر درحقیقت انکی قوت کا مرکز صوبۂ آگرہ، دہلی اودھ، بہار اور دکن رہا، مگر دیکھو کہ یہی وہ مقامات ہین، جہان آج بھی مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے، یعنی آٹھ سو برس کے بعد بھی وہان ۱۵ فیصدی سے زیادہ نہ بڑھ سکے، برخلاف اس کے جہان اونکا اقتدارِ حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا، وہان وہ حیرت خیز کثرت رکھتے ہین، بنگال، کشمیر، اور سندھ جیسے دور دست اطراف مین انکی تعداد اپنے ہمسایون سے مافوق ہے،

دکن پر مسلمانون کا ہمیشہ قبضہ رہا، بہمنی سلطنت پوری قوت سے مسلط تھی، اس کے بعد پانچ اسلامی سلطنتین معاصرانہ قائم ہوئین، اور اس وقت بھی دکن کے بڑے رقبہ پر ایک اسلامی سلطنت حکمران ہے، تاہم وہان مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے،

سب اہل تاریخ مانتے ہین کہ راجپوتانہ کی ریاستون کو، کُلّی طور سے کوئی مسلمان بادشاہ زیر نہ کرسکا، انگریزون کے عہد تک وہان کے ہندوٗن کے ہاتھون مین مسلمان بادشاہون کے مقابلہ کے لیے تلوارین تھین، مگر با این ہمہ وہان کی کوئی ریاست آج ایسی نہین جہان تھوڑے بہت مسلمان نہ ہون، سیلون اور برما پر کبھی مسلمانون نے قبضہ نہین کیا، مگر وہان مسلمانون کی خاصی تعداد ہے،

ان گذشتہ واقعات کو بھی جانے دو، انگریزی عہد کے "پُرامن زمانہ" کو سامنے لاؤ، جب ہندوستان مین مسلمانون کی "بے نیام تلوار" ہمیشہ کے لیے کند ہو گئی ہے ۱۸۷۲ء کی بعد کی پہلی مردم شماری سے لیکر ۱۹۲۱ء کی مردم شماری تک کی ہر دہ سالہ تعداد کو دیکھو کہ مسلمان ستر اسّی برسون مین پانچ کروڑ سے سات کروڑ کے قریب کیونکر پہنچ گئے، ۱۹۰۱ء کی مردم شماری مین مسلمانون کی تعداد یہان پانچ کروڑ ستر لاکھ تھی ۱۹۱۱ء مین ۶ کروڑ ۶۷ لاکھ ہو گئی اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری مین ۶ کروڑ ستر لاکھ ہو گئی، تیس برس کے عرصہ مین ایک کروڑ مسلمان کس **محمود** اور **عالمگیر** کی تلوار کی فتوحات ہین، اور آج بھی ملک کے ہر گوشہ مین نئے مسلمانون کا جو اضافہ ہو رہا ہے وہ کس جابرانہ قوت کا اثر ہے؟

ہمارے آریہ دوستون کو ہندوستان مین اسلام کی اشاعت پر سخت استعجاب اور حیرت ہے اور اس کے اسباب و وجوہ کے جاننے کے لیے سخت بیچینی ہے، اور بے خبری یا تعصب سے وہ کبھی اسکا بڑا سبب غزنوی کی تلوار کو اور کبھی **عالمگیر** کے مظالم کو قرار دیتے ہین، ذیل کے صفحات مین ہم ان کے سامنے سے حقیقت کا پردہ اٹھانا چاہتے ہین، تاکہ اُنھین معلوم ہو کہ ہندوستان مین اسلام کی ترقی انھین طبعی طریقون سے ہوئی ہے، جن سے دنیا مین ہر داعی مذہب کی ہوئی ہے، ہوتی ہے اور ہوگی۔

ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کا سب سے پہلا اور قدیم سبب، عربون اور ہندؤن کا تجارتی میل جول تھا، عرب تاجرون اور سواحل ہند کے سوداگرون مین باہم تعلق نہایت قدیم سے قائم تھا، بلکہ اس کا آغاز اسلام سے بہت پہلے ہو چکا تھا، البتہ اسلام کے بعد عرب قوم کی تنظیم نے ان تعلقات کو اور زیادہ مستحکم اور مضبوط کر دیا، اب عرب تاجر پہلے کی طرح صرف رومی مال و اسباب اور عربی مصنوعات و پیداوار ہی ہندوستان نہین لانے لگے، بلکہ ساتھ ہی ساتھ اپنی سب سے بڑی دولت، اور اپنی سب سے قیمتی متاع جو عرصہ مین اس پیغمبر عربی کے وسیلہ سے اونکو ملی تھی وہ بھی رفتہ رفتہ اپنے ساتھ لانے لگے، اور یہان سے اب وہ صرف مسالون، خوشبوؤن، تلوارون اور کپڑون کا سامان ہی نہین لیجانے

لگے، بلکہ نومسلموں کی کچھ تعداد بھی اپنے ساتھ لیجانے لگے، ملیبار، سندھ، گجرات، کچھ، کوکن، سواحل بنگال اور جزائر ہند کی قومون نے اونکو فرشتہ رحمت سمجھکر قبول کیا، عربی سفرنامون اور جغرافیہ کی کتابون مین ان مقامات کے نام اور حالات بکثرت مذکور ہین،

ملیبار مین **موپلا** اور **نوایت** انھین عرب تاجرونکی یادگار نسل ہین اور یہی ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کے سب سے پہلے داعی اور مبلغ ہین، انھون نے جس آہستگی، سکون، اور خاموشی سے اس فرض کو انجام دیا، عیسائی مشنری اور انگریزی مورضین تک انکی اس قابلیت کے مداح اور ستائشگر ہین،

ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کا دوسرا راستہ **سندھ** ہے، سندھ کا علاقہ مدت دراز سے شاہان ایران کا باجگذار تھا، اور جاٹ اور میڈ ی قوم کے لوگ انکی فوج کے سپاہی تھے، اس کے بعد جب ایران کا تخت سلمانون کے قبضہ مین آیا، تو گذشتہ سلطنت کے ترکہ کے طور پر سندھ کے تعلقات ان کو ہاتھ آئے، اور اس وقت سے لیکر محمد قاسم فاتح سندھ کے زمانہ تک والی عراق اور رایان سندھ کے درمیان صلح و شکست کے واقعات پے درپے پیش آتے رہے، محمد قاسم کے فتوحات کی وسعت جو بلوچستان اور کراچی سے لیکر ملتان تک تھی، بہت جلد ختم ہوگئی یعنی اس نے سوبرس کا زمانہ بھی نہین پایا ہے، لیکن اسلام کے مذہبی فتوحات کا سیلاب بدستور جاری رہا،

ہندوستان مین اسلام کی آمد کا تیسرا مشہور راستہ درۂ خیبر کا ہے، جدھر سے وہ پیدائش سے چار سو برس کے بعد محمود غزنوی کی تیغ خارا شگاف کے سایہ مین داخل ہوا،

ہمارے آریہ دوستون کو یہ غلط فہمی ہے، کہ ہندوستان مذہبی حیثیت سے پہلے بھی ویسا ہی تھا، جیسا آج ایک زمانہ سے وہ نظر آتا ہے، کہ ویدک دھرم نام ایک برہمنی مذہب کو ہر باشندۂ ہند کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے، عرب مین اسلام کی پیدائش اور ہندوستان مین بودھ مذہب

کا زوال ساتھ شروع ہوا، تاہم اس کو مٹتے مٹتے بھی ایک زمانہ لگ گیا، عرب مسلمان جب ملیبار، سیلون، سندھ، گجرات اور کوکن وغیرہ مین آئے ہین، تو انکا مقابلہ ویدک دھرم کے ہندؤن سے نہ تھا، بلکہ بودھ مت اور جین مت کے پیرؤن سے تھا، اس وقت ترکستان سے کابل تک اور پنجاب، کشمیر سے سندھ تک بودھ مت اور گجرات وغیرہ ادھر کے ساحلی علاقون مین جین مت غالب تھا[1]، اور ملیبار اور مدراس کے اطراف مین بھی ویدک دھرم یا برہمنی مذہب کے پیرو لوگ نہ تھے، بلکہ زیادہ تر ہندوستان کے پرانے باشندے تھے جنکو درۂ خیبر سے آنے والے مغرور برہمنون نے ہندوستان سے نکال دیا تھا یا وہ خود ان سے بھاگ کر دور دست علاقون مین چلے گئے تھے،

ہندوستان کے حدود مین اسلام کا پہلا قدم جنوبی ہند مین پڑا، بیان کیا جاتا ہے کہ ملیبار کے راجہ نے شق القمر کا معجزہ اپنی آنکھون سے دیکھا، یعنی ایک رات اس کو چاند شق ہو کر دکھائی دیا، اس نے ادھر اودھر لوگون کو تحقیق حال کے لیے بھیجا، بالآخر معلوم ہوا کہ عرب دیس مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے اور اس نے یہ معجزہ دکھایا ہے، راجہ یہ سنکر مسلمان ہوگیا، اور عرب چلا گیا، ایک روایت مین ہے کہ وہ خود آنحضرتؐ کے زمانہ مین پہنچا، دوسری روایت مین ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین پہنچا اور بالآخر یمن مین اس نے انتقال کیا اور وہین مدفون ہوا،

ملیبار اور اس کے اطراف مین جو پرانی قوم آباد ہے، اس کو **نایر** کہتے ہین، یہ عام ہندؤن سے بالکل مختلف ہین، اور ان مین قدیم وحشت اور بربریت کے بہت سے اثرات پائے جاتے ہین، اور ان مین کوئی صحیح اور با نظام مذہب ایسا نہ تھا جو اسلام کا مقابلہ کر سکتا، ان کو عام برہمن نہایت ذلیل سمجھتے ہین، اور ان سے چھوت کرتے ہین، تاریخ تحفۃ المجاہدین مین ہے کہ اگر کوئی اونچی ذات

---

[1] اس بیان کی تصدیق کے لیے، دیکھو الیٹ کی تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۴۰۵ سے ۵۰۰ تک، الیٹ نے عرب سیاحون اور جغرافیہ نویسون کے بیانات کے ساتھ چینی سیاحون کے بیانات اور دوسرے دلائل یکجا کر دئے ہین،

کا ہندوان سے چھو جائے تو جب تک وہ غسل نہ کرے کھا نہین سکتا، اگر کھائے تو سردار اس کو اپنی برادری سے نکال کر انھین نیچ ذاتون کے ہاتھ بیچ دیتا تھا اور اسکی بقیہ عمر غلامی مین گذرتی تھی، یا وہ بھاگ کر دوسری جگہ چلا جاتا تھا، ایک کنوئین سے دوسرا پانی نہین پی سکتا تھا، پاس بیٹھ نہین سکتا تھا، آج بھی ان اطراف مین بالکل یہی حالت ہے، اور آپ روز سنتے ہین کہ مدراس مین برہمن اور نان برہمن کی لڑائیان برابر جاری ہین،

اسی طرح یہان کی عورتون پر یہ ظلم ہے کہ وہ بیک وقت چند شوہرون کی تابعدار رہین، اور ہرایک کی خوشدلی اُن کا فرض ہے، اس افسوسناک واقعہ کا امیر خسرو نے ایک شعر مین ذکر کیا ہے، میر جمال الدین حسین انجو نے اپنے لغت مین لفظ ملیبار کے تحت مین ان کے اس رسم کو بیان کیا ہے[1]، غیر قومون مین شادی کرنے سے بھی ان کو چندان باک نہ تھا،

الغرض جب مسلمان تاجر ادھر آئے تو ان مظلوم فرقون کو اچھا خاصہ ایک امن کا سایہ ہاتھ آیا، مسلمان تاجرون نے انکو نوکر رکھا، ان سے تعلقات بڑھائے، ان کی عورتون سے شادیان کین، نیچ قوم کے لوگ اور نیز ذات سے خارج لوگون نے بھاگ بھاگ اسلام کے دامن امن مین پناہ لینی شروع کی، اور یہی لوگ جب مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانون کے برابر حقوق حاصل کر لیتے تھے، تو دوسرے ہندو بھی اونکی عزت مین کمی نہین کرتے تھے، یہ دیکھکر یہان کی ادنی قومون کو اور بھی اسلام کی طرف رغبت ہوئی،

یہی حال اس ملک کا آج بھی ہے، اگر ان اطراف مین دفعۃً پرتگیز نہ پہنچ گئے ہوتے تو یہ پورا علاقہ دائرۂ اسلام مین آگیا ہوتا، لیکن پرتگیزون نے یہان آکر اور دریا سے عربون کی تجارت کا راستہ روک کر ان کو تباہ کر دیا، اور آبادی کے مسلمانون کو عرب و مصر سے اپنے تعلقات کے توڑ دینے پر مجبور

[1] فرشتہ جلد دوم ص ۳۷۳، نولکشور

کردیا، بالآخر عیسائیون نے غلبہ پایا اور اس وقت ان مقامات مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لے لی ہے، چنانچہ تمام صوبون سے زیادہ وہان عیسائیت کو فروغ ہے، اور روز بروز وہان صلیب پرستون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اور ٹراونکور اور کوچین کے علاقون کے لوگ تو گویا پورے کے پورے عیسائی ہوگئے ہین،

ذیل مین ہم تحفۃ المجاہدین (جو علاقۂ ملیبار کی تنہا تاریخ ہے) کے چند اقتباسات پیش کرتے ہین، جن سے حقیقت حال ظاہر ہو گی،

"ہندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاہون مین مختلف ملکون سے تاجر بکثرت آتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ نئے شہر آباد ہوگئے ہین، اور مسلمانون کی تجارت سے ان مین آبادی بڑھ گئی ہے، اور مکانات کثرت سے بن گئے ہین، یہان کے سردار اور راجہ مسلمانون پر سختیان کرنے سے پرہیز کرتے ہین، باوجودیکہ یہ سردار اور انکی سپاہ بت پرست ہے، مگر وہ مسلمانون کے مذہب اور ان کے شعائر کا بہت کچھ پاس لحاظ کرتے ہین:.... بت پرستون اور مسلمانون کے اس اتحاد سے اس لیے اور تعجب پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانو نکی تعداد کل آبادی کا دسوان حصہ بھی نہین"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد مین ان تاجرون کی مدد سے اس علاقہ کی آبادی کا کتنا حصہ اسلام کا حلقہ بگوش ہو چکا تھا،

"بحیثیت مجموعی ملیبار کے ہندو راجاؤن کا برتاؤ مسلمانون کے ساتھ عزت اور مہربانی کا ہے، کیونکہ ان کے ملک مین زیادہ شہرون کا آباد ہو جانا انھین مسلمان تاجرونکی بود و باش کا نتیجہ ہے،"

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اطراف کے ہندو راجا کیون عرب تاجرونکی اس قدر عزت کرتے تھے، اور ان کے کاروبار مین کوئی دخل نہین دیتے تھے،

"مالابار قوم کے لوگ اپنے ایسے ہم قومون سے جو بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو جاتے ہین، مزاحمت نہین کرتے اور نہ انکو دھمکیان دیکر ڈراتے ہین، بلکہ وہ ان کے ساتھ ایسی ہی عزت کا برتاؤ کرتے ہین جیسے اور مسلمانون کے ساتھ، خواہ وہ نومسلم کیسی ہی نیچ ذات سے مسلمان ہوا ہو"[1]

اس اقتباس نے اس راز کا پورا پردہ کھول دیا، کہ ان نیچ ذات کے لوگون کے اسلام لانے کا سبب کیا تھا،

عرب جغرافیہ نویسون اور سیاحون نے ہندوستان کے جن حصون کا حال لکھا ہے وہ وہی ہین جو عرب تاجرون کے بحری گذرگاہ تھے، وہ خلیج فارس کے بندرگاہون سے جن مین مشہور سیراف اور بصرہ ہے، سندھ آتے تھے، اور یہان سے سمندر کے کنارہ کنارہ کوکن اور گجرات کے سواحل سے گذر کر مدراس کے سواحل پر پہنچتے تھے، اور یہان سے لنگر اٹھا کر مشرقی بنگال اور آسام کو عبور کرکے چین کی راہ لیتے تھے، راستہ مین مالدیپ، سیلون، جاوا، سماٹرا، سنگاپور، اور دوسرے جزائر کی طرف بھی نکل جاتے تھے، چنانچہ ان کے یہی تجارتی رہگذر انکی اشاعت اسلام کی کوششون کے مرکز تھے،

سواحل ہند پر سندھ سے لیکر حدود چین تک وہ متعدد ہندو راجاؤن اور سلطنتون کے نام گناتے ہین، مگر یہ نام کچھ تو ان قدیم سلطنتون اور شہرون کے معدوم یا گمنام ہو جانے سے، کچھ عربی مین تلفظ بدل کر، کچھ کتابون کے ناسخون اور کاتبون کے ہاتھون سے کچھ سے کچھ ہو کر بالکل غیر معروف ہو گئے ہین، ان سلطنتون یا ملکون مین سے چند مشہور نام یہ ہین، جنکو تمام جغرافیہ دانون اور سیاحون نے بالاتفاق نقل کیا ہے،

سلطنت **بلھرا، جُزر، طافن، کش بین، اور رھمی**، ان کے علاوہ مانڈ

---

[1] تحفۃ المجاہدین کا نسخہ میرے سامنے نہین، کچھ تو فرشتہ نے ملیبار کی تاریخ مین نقل کیا ہے، مگر یہ اقتباسات ڈاکٹر آرنلڈ کی کتاب دعوت اسلام کے صفحہ ۲۸۲، ۲۸۳ سے یہان نقل کیے گئے ہین،

اور موگا وغیرہ کے علاقے آتے ہین، ہندوستان کے مستشرق مورخین مثلاً الیٹ، ٹاڈ ریناؤ وغیرہ نے ان نامون کی اصل نکالنے مین بڑی دیدہ ریزی کی ہے، اونکی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ **بلہرا** کی اصل بلہب رائے ہے جو مالوہ کے حکمران خاندان کا نام تھا، عربون نے بھی اس کو شاہی لقب ہی بتایا ہے، **جُزر** تو ظاہر ہے کہ گجر یعنی گجرات ہے۔ **طافن** کی نسبت ان خصوصیات کی بنا پر جو عربون نے بیان کئے ہین، ریناؤ کی رائے ہے کہ وہ اورنگ آباد دکن ہے، لیکن طافن کا حل وہ نہین کرسکا، میری رائے ہے کہ طافن نہین یہ لفظ طاقن ہے، چنانچہ اس کا املا طاکن بھی ریناؤ نے پایا ہے، اور طاقن اور طاکن، داکھن یا دکن یا دکھن کی خرابی ہے، کش ہین کو ٹاڈ کچھ بھوج (عربی مین ج، ش سے بدل جاتی ہے) اور ریناؤ میسور بتاتا ہے اور رہمی راج کو مشرقی بنگال قرار دیتا ہے[1]،

عربون نے سب سے زیادہ بلہرا یا بلہب رائے کی سلطنت کا ذکر کیا ہے اور اس کے دار السلطنت کا نام وہ مانکیر (مانگیر یا مہانگیر) بتاتے ہین اور کمکم نام ایک علاقہ بھی وہ اس مین شامل کرتے ہین، کمکم غالباً کوکن ہے، سب سے پہلا عرب سیاح جسکا سفرنامہ زمانہ کے دست برد سے محفوظ ہے، وہ عراق کے تاجر سلیمان سیرافی کا ہے، اس نے اپنا سفرنامہ تیسری صدی ہجری (آٹھوین صدی عیسوی) کے شروع مین لکھا تھا، فرانسیسی مستشرق ریناؤ REINAUD نے اس کو مع فرنچ ترجمہ اور حواشی کے ۱۸۴۵ء مین سلسلۃ التواریخ کے نام سے شائع کیا ہے،

اُس نے اپنا سفر انھین راستون سے کیا ہے، جنکا ذکر ابھی اوپر گذرا، وہ بیان کرتا ہے کہ ہندوستان اور چین کے لوگ بلا اختلاف یہ یقین رکھتے ہین کہ دنیا مین چار بادشاہ سب سے بڑے ہین، سب سے بڑا وہ **عرب** کے بادشاہ (خلیفۂ بغداد) کو سمجھتے ہین، کہ وہ سب سے دولتمند، سب سے زیادہ باجاہ و جلال ہے اور وہ سب سے بڑے **مذہب** کا بادشاہ ہے، جس سے بڑی کوئی چیز نہین، اس کے بعد

---

[1] دیکھو الیٹ جلد اول کے تاریخی و جغرافی ضمیمے، ان نامون کی تصحیح و تحقیق ایک دلچسپ موضوع ہے لیکن اس کیلئے اور موقع ہے،

خاقان چین، بعد ازین قیصر روم، پھر راجہ بلہرا، سوراخ کیے ہوئے کانون[1] والے آدمیون کا بادشاہ، راجہ بلہرا تمام ہندو راجاؤن سے زیادہ معزز ہے، اور گو ہندوستان کا ہر راجہ اپنی سلطنت مین مستقل ہے، مگر اسکی بزرگی کو سب تسلیم کرتے ہین، بلہرا کے راجاؤن کی عمرین بڑی ہوتی ہین، بلہرا کی رعایا کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤن کی عمرین اس لیے بڑی ہوتی ہین کہ وہ عربون (مسلمانون) سے محبت رکھتے ہین.. تمام راجاؤن مین راجہ بلہرا سے زیادہ عربون (مسلمانون) سے زیادہ محبت رکھنے والا کوئی دوسرا نہین، اور اسی طرح اوسکی رعایا بھی محبت رکھتی ہے[2]"

کیا یہ سمجھا جائے کہ کوکن مین مسلمانونکی زیادہ بود و باش اور اسلام کی اشاعت بلہرا کے راجاؤن کی اسی بے تعصبی کا نتیجہ ہے؟ گجرات کے راجہ کی نسبت اوسکا بیان ہے کہ "وہ عربون (مسلمانون) کا دشمن ہے، بااین ہمہ وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ عرب کا بادشاہ (خلیفۂ بغداد) دنیا مین سب سے بڑا بادشاہ ہے، اور ہندو راجاؤن مین اس سے زیادہ اسلام کا کوئی دشمن نہین[3]" اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ "طاقن (یادکن) کا راجہ بھی عربون (مسلمانون) سے راجہ بلہرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے[4]"

"چین والے داڑھی نہین رکھتے، اور وہ قدرۃً بھی اس سے محروم ہین، لیکن ہندؤنکی لمبی لمبی داڑھیان ہوتی ہین، مونچھین بھی نہین ترشواتے[5]... چین اور ہندوستان کے لوگون کا یہ عقیدہ ہے، کہ کہ بدھ (بدھ) کے مجسمے اور بت (بت کی اصلیت بھی بدھ یعنی بودھ ہے) ان سے باتین کرتے ہین، حالانکہ باتین ان کے پجاری کرتے ہین[6]" اور ان دونون ملکون کے لوگ جانور کو قتل کرکے کھاتے ہین، اہل چین مین خود اپنا کوئی مذہب نہین ہے، ان کا مذہب ہندوستان سے آیا ہے، اور وہ بیان کرتے ہین کہ ہندوستان ہی نے یہ بدھ کے مجسمے ان کے لیے بنائے ہین، اور ہندو ہی اصل مذہب والے ہین،

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین ادھر کے لوگ کانون مین بالا پہنتے تھے، [2] سفرنامہ سلیمان تاجر مطبوعہ پیرس ۱۸۱۱ء صفحہ ۲۶، ۲۷، [3] سفرنامہ مذکور صفحہ ۲۸، [4] ایضاً صفحہ ۲۹، [5] ایضاً صفحہ ۵۵، [6] ایضاً صفحہ ۵۵،

اور یہ دونون قومین تناسخ کی قائل ہین، صرف مذہب کی فروعی باتون مین انکا اختلاف ہے"[1]......

اور جہان تک علم ہے ان دونون قومون کے لوگون مین کوئی مسلمان نہین ہے، اور نہ کوئی عربی بولتا ہے[1]

اس اقتباس سے یہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ مین نے پہلے کہا ہے کہ اسلام کا مقابلہ برہمنی دھرم سے نہین، لیکن بدھ مت سے تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک ہندوستان کے جن علاقون سے وہ گذرا ہے وہان کوئی نومسلم ہندو اُسکو نہین ملا ہے، البتہ عرب تاجرون کی نوآبادیان اس کو ملتی جاتی ہین، جیسے دکھن اور کوکن کے علاقون مین،

عرب تاجرون اور سیاحون نے جزائر ہند مین سے "دیبجات" یعنی دیپ کے جزیرون کا جن سے ان کی مراد سرندیپ، سنگلدیپ اور مالدیپ ہین، بہت ذکر کیا ہے، خصوصًا سرندیپ (سیلون) جہان ایک پہاڑ پران کے اعتقاد کے مطابق حضرت آدم اور حوّا کے نقش قدم ہین، لوگ جو ادھر سے گذرتے تھے انکی زیارت کو جاتے تھے، سلیمان تاجر نے ان جزائر کے اثنائے ذکر مین کسی مسلمان ہادی کا ذکر نہین کیا ہے لیکن سلیمان کے بعد اس کے سفرنامہ کا ایک اور عرب تاجر ابوزید سیرانی نے تتمہ لکھا ہے جو تیسری صدی ہجری کے وسط مین غالبًا لکھا گیا ہے، اس مین سرندیپ کے بیان مین یہ پوری تصریح ہے کہ عرب تاجرون نے یہان آباد ہونا شروع کر دیا ہے[2]،

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین بزرگ بن شہریار ایک ایرانی مسلمان جہازران نے سالہا سال کے بحری سفرون کے بعد خود اپنے چشم دید اور دوسرے جہازرانون سے سنے ہوئے واقعات عجائب الہند کے نام سے قلمبند کیے ہین، اور مطبع بریل لیڈن نے اُس کو چھاپا ہے، اس کتاب مین جابجا مسلمانونکی نوآبادیون کے تذکرے ملتے ہین، ایک ہندو جہازران کا حال ملتا ہے، جو مسلم تھا، اور اسی جہازرانی سے اس نے بڑی دولت کمائی تھی، اُس نے حج کیا تھا[3]، اتنے

---

[1] سفرنامۂ مذکور صفحہ ۵۰ [2] ایضاً ۵۰ [3] تتمہ سفرنامہ مذکور صفحہ ۱۲۱ [4] عجائب الہند صفحہ ۱۱۹،

زمانہ مین زموریعنی ملیبار و کالی کٹ کے راجہ کے ملک مین مسلمانونکی اتنی بڑی تعداد ہوگئی تھی کہ ان کے لیے ایک مسلمان قاضی جسکو "سرمند" کہتے تھے، راجہ کی طرف سے منتخب[1] کیا جاتا تھا، جاوا مین بھی ہم کو اس عہد مین مسلمان تاجر ملتے ہین، اور اس طرح کہ وہان کے راجہ کے دربار مین مسلمان درباری رسوم و آداب سے معاف کیے جاتے ہین[2]، منگاپور کے راجہ کے دربار مین بھی مسلمان ملتے ہین[3] بمبئی کے قریب بھی مسلمان ملتے ہین[4] مانگیر کے علاقہ مین ایک مسلمان کو ایک درخت ملا، جس کے پتون پر کلمۂ طیبہ لکھا ہوتا ہے[5]، پتون پر لکھا ہو یا نہ ہو مگر اس سے دلون پر کلمۂ طیبہ کا آغاز نقش تو ثابت ہوتا ہے، انڈمان کے جزیرہ مین حضرت سلیمان کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے[6]،

عجائب الہند کی روایت کے مطابق تو ہندوستان کے جزیرون مین سے سب سے پہلے سرندیپ مین اسلام کا نور چمکا، عرب جغرافیہ نویسون نے اس جزیرہ کے لوگون کے جو مذہبی حالات لکھے ہین، ان سے یہ قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ یہان کے باشندے بودھ مت کے پیرو تھے، بزرگ بن شہریار لکھتا ہے، کہ ہندوستان کے پجاریون، عابدون اور زاہدون (یعنی جوگیون اور بھکشوؤن) کی کئی قسمین ہین، ان مین سے ایک بیکور (بیکوڈا) ہین اور انکی اصل سرندیپ سے ہے، اور یہ مسلمانون سے بہت محبت رکھتے ہین، اور انکی طرف ان کا میلان بہت ہے، اور گرمی مین یہ ننگے رہتے ہین صرف چند انگل کی دھجی کمر مین باندھتے ہین، اور جاڑون مین چٹائی اوڑھتے ہین، دوسرے وہ ہین جو کپڑے پہنتے ہین، ان کے یہ کپڑے مختلف رنگ برنگ کے ٹکڑون کو سینکر بنائے جاتے ہین، اور اس سے انکا مقصود اپنا امتیاز اور شہرت ہے، اور بدن پر مردون کی ہڈیان جلا کر اسکی راکھ ملتے ہین، اور سر اور داڑھی کے بال منڈاتے ہین، لیکن بدن کے اور حصون کے بال ویسے ہی چھوڑ دیتے ہین، اور گلے مین کسی مردہ کی کھوپڑی لٹکائے رہتے ہین اور غیرت اور تواضع کے لیے اسی مین کھاتے اور پیتے ہین،

---

[1] عجائب الہند صفحہ ۱۴۳، [2] ایضاً صفحہ ۱۵۰، [3] ایضاً صفحہ ۱۰۵، [4] ایضاً صفحہ ۱۰۵، [5] ایضاً صفحہ ۱۰۶، [6] ایضاً صفحہ ۱۴۲،

"اہل سرندیپ کو جب آنحضرت صلعم کی بعثت کا حال (غالباً عرب تاجرونکی زبانی) معلوم ہوا، تو اُنھون نے اپنا ایک ہشیار آدمی تحقیق کی غرض سے عرب روانہ کیا، جب وہ وہان پہنچا تو حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ تھا، حضرت عمر نے اوسکو آنحضرت صلعم کا حال بتایا، اور باتین بتائین، وہ لوٹ کر آیا، تو مکران (قریب بلوچستان) مین اوسکا انتقال ہوگیا، اس کے ساتھ اوسکا رفیق سفر غلام تھا، وہ صحیح سلامت سرندیپ پہنچا، اور وہان کے لوگون کو سب حال سنایا، آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر کی جو کیفیت سنی تھی وہ بتائی، اور حضرت عمر کے واقعات ان کو سنائے اور منجملہ ان کے یہ بھی کہا کہ وہ بھی پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہین، مسجد مین سوتے ہین، اور نہایت خاکسارانہ زندگی بسر کرتے ہین، اب یہ لوگ مسلمانون کے ساتھ جو یہ تواضع اور محبت کرتے اور یہ میلان خاطر رکھتے ہین، وہ اسی سبب سے ہے[1]

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ بدھ مت کے پیرودن کو اسلام کے ساتھ ایک خاص مناسبت پیدا ہوگئی تھی، اور جس چیز کو وہ تلاش کرتے تھے وہ انکو اس مذہب مین ملتی تھی،

اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ عرب تاجرون کے ساتھ درویشون کی کوششین بھی شامل ہوگئی تھین، چنانچہ اونکی کوشش سے سرانديپ کے بعد اسلام کا نور ملیبار کے علاقہ مین چمکتا نظر آتا ہے، تاریخ فرشتہ مین تحفتہ المجاہدین کے حوالہ سے یہ قصہ منقول ہے کہ ہجرت کی دو صدیان گذر چکی تھین، ہر مذہب کے تاجرون اور سوداگرون کا یہان گذر تھا، کہ عرب وعجم کے چند مسلمان فقرا، کا گذر ہوا، جو سرندیپ حضرت آدم وحوّا کی قدمگاہ کی زیارت کو جا رہے تھے، باد مخالف کی جھپٹ سے وہ ملیبار کے ساحل پر پہنچ گئے، شہر کدانگلور (گرانگانور) مین جاکر وہ اترے، وہان کا راجہ جسکو سامری (زمورن) کہتے ہین وہ نہایت عقلمند تھا، وہ ان بزرگون کی صحبت سے مستفید ہوا، اور ہر قسم کی گفتگو درمیان مین آئی، منجملہ ان کے مذہب کی بحث بھی آئی، ان درویشون نے اپنا مذہب اسلام بتایا، زمورن نے

[1] عجائب الہند، مطبوعہ لیڈن، صفحہ ۱۵۶ - ۱۵۷،

نے کہا کہ ہمارے ملک مین جو یہود و نصاریٰ اور ہنود ہین جو تمھارے مذہب کے مخالف ہین، اور دنیا کی سیاحت کیے ہوئے ہین، ان سے سنا ہے کہ عرب و عجم اور ترکون کے ملکون مین یہ مذہب پوری طرح پھیلا ہوا ہے، لیکن آج تک مجکو مسلمانون کی صحبت نہین ملی ہے، اپنے پیغمبر کا کچھ احوال بیان کرو، ایک درویش نے جو علم و صلاح سے آراستہ تھا، تقریر شروع کی، اور آپ کے معجزات کو اس خوبی سے بیان کیا کہ راجہ متاثر ہوگیا، اور کلمۂ طیبہ ادا کرکے مسلمان ہوگیا، لیکن اپنے مذہب کو مخفی رکھا، اور مسلمانون کو بھی تاکید کی کہ وہ اس راز کو فاش نہ کرین، اور یہ درخواست کی کہ سرندیپ سے واپسی مین پھر ادھر ہی سے تشریف لیجائے، واپسی مین راجہ بھی حیلہ سے درویشون کے ساتھ چھپ کر روانہ ہوگیا، اور ملک کو اپنے وزیرون کے سپرد کرگیا، راجہ عرب پہنچکر مرگیا، اور مرتے وقت وصیت کی کہ چونکہ ہم سب کا مقصود ملیبار مین دین اسلام کی اشاعت ہے، اس لیے بہتر ہے کہ آپ لوگ تجارت اور بیوپار کے ذریعہ سے وہان آمدورفت کیجئے، اور وہان قیام کیجئے مکانات بنائیے، تاکہ لوگ دین محمدی کی طرف رجوع کرین اور اس کے بعد اس نے اپنے مہری خطوط اپنی زبان مین لکھکر حوالہ کیے کہ ملیبار جاکر وہان کے حاکمون کو دکھائیے چنانچہ یہ لوگ ملیبار واپس آئے یہان کا حاکم خط دیکھکر مہربان ہوا اور یہان اسلام کی اشاعت کی، پہلے کدنگلور (کرانگانور) مین مسجد بنائی، پھر کولم مین مسجد بنی، پھر ہوبائی سوراوی گندارید (؟) چالیت (کالی کٹ؟) باکنو، منگلور اور کانجر کوٹ مین مسجدین بنائین، اور یہان مسلمانون کی عزت ہونے لگی[1]"

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین مشہور مؤرخ اور سیاح **مسعودی** بغداد سے ہندوستان آیا تھا[2]، وہ ہندوستان کے جنوبی ساحلی شہرون مین کھمبات، تھانہ، گجرات

---

[1] تاریخ فرشتہ بحوالہ التحفۃ المجاہدین جلد ۲ صفحہ ۳۷۰ نولکشور، [2] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۲۰۳، طبع پیرس،

طاقن یا دکھن، راجہ بلہرا یا بلہبہ رائے کی سلطنت اور اس کے دارالسلطنت مانکیر، اور زموریز مین الار (یا ملیبار) کے راجہ کا ذکر کرتا ہے، مسلمانون کی محبت و عداوت کی حیثیت سے وہ ہندو راجاؤن کی نسبت وہی خیالات کسی قدر اضافہ کے ساتھ بیان کرتا ہے جنکو سلیمان تاجر اپنے سفرنامہ مین اس سے ساٹھ پینسٹھ برس پیشتر ظاہر کر چکا تھا، اس عرصہ مین ان علاقون مین اسلام بہت کچھ آگے بڑھ گیا تھا، مسعودی کی شہادت ہے کہ "سندھ اور ہند کے تمام راجاؤن مین سے راجہ بلہرا کے راج کی طرح اور کسی راج مین مسلمانون کی اتنی عزت نہین، اسلام اس راجہ کی حکومت مین معزز اور محفوظ ہے، اور ان کے ملک مین مسلمانون کی مسجدین اور جامع مسجدین بنی ہوئی ہین، جو آباد ہین، یہان کے بادشاہ چالیس چالیس اور پچاس پچاس برس حکومت کرتے ہین، یہان کے لوگون کا اعتقاد ہے کہ ہمارے راجاؤن کی عمرین اسی عدل اور مسلمانون کی عزت کرنے کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہین[1]، گجرات کا راجہ مسلمانون سے اب تک وہی نفرت رکھتا ہے، دکھن کے راج مین مسلمانونکی عزت ویسی ہی ہے اور راجہ صلح پسند ہے[2]"،

مسعودی ۳۰۳ھ مین زیمور کے ملک مین اپنا آنا بیان کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ "یہان خالص اور مخلوط النسل مسلمانون کی جنکو یہان "بیسر" کہتے ہین، دس ہزار کی آبادی ہے، یہ سیراف، عمان، بصرہ اور بغداد اور دوسرے شہرون کے وہ لوگ ہین جو یہان آباد ہوگئے ہین، اور یہین انھون نے شادی بیاہ کر لیا ہے، اور یہین سکونت اختیار کر لی ہے، اور ان مین بعض نامی تاجر ہین، جیسے موسیٰ بن اسحق، اور آجکل یہان مسلمانون کا رئیس (ہنرمند) ابو سعید معروف بن زکریا ہے، اور بیسر وہ مسلمان کہلاتے ہین جو ہندوستان مین پیدا ہوئے ہین[3]"

اس اقتباس سے ظاہر ہوگا کہ مسلمانون کی تعداد عہد بعہد ترقی کرتی جاتی ہے، اور انکی

---

[1] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۳۸۲ [2] ایضاً صفحہ ۳۸۳، [3] ایضاً جلد دوم صفحہ ۸۵ - ۸۶

ترقی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انھون نے اسی ملک کے لوگون مین شادی بیاہ شروع کر دیا ہے،

ابن سعید مغربی پانچوین صدی مین ملک مراکش مین بیٹھکر جغرافیۂ فلکی کی ایک کتاب ترتیب دیتا ہے، اس کے بیچ بیچ مین کہین کہین جنوبی ہندوستان کے شہرون کے نام لیتا ہے، اور ان شہرون کی اسلامی آبادیون کی طرف اشارہ کرتا ہے، یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان گو پنجاب مین داخل ہوگئے ہین، لیکن بقیہ ہندوستان اب تک ان کے حملون سے سرتاسر محفوظ ہے، تاہم ابن سعید مغربی کہتا ہے کہ "**تھانہ** گجرات کا آخری شہر ہے اور ہندوستان کے اس ساحل پر سب کفار آباد ہین، جو بتون کو پوجتے ہین، لیکن وہ اپنے ساتھ مسلمانون کو بھی بساتے ہین[1]، کھمبائت (گجرات) کے متعلق ابن سعید لکھتا ہے کہ "وہ ہندوستان کے ساحلی شہرون مین سے ہے، جہان تاجر جایا کرتے ہین، اور وہان مسلمان آباد ہین[2]"، **کولم** (مدراس) کے متعلق بیان کرتا ہے کہ "کولم مسالون والے ملک کا آخری شہر ہے، سمندر کے کنارہ واقع ہے، یہان سلمانون کا ایک محلہ ہے اور انکی ایک جامع مسجد بھی ہے[3]"،

اس بیان کے کم و بیش سوا سو برس کے بعد ابن **بطوطہ** ہندوستان آتا ہے، اور محمد تغلق سلطان دہلی کی طرف سے سفیر ہوکر چین روانہ ہوتا ہے، وہ دہلی سے دولت آباد (دکن) ہوکر کرناٹک (معبر) کی راہ سے ملیبار، کولم اور کالی کٹ پہنچتا ہے، جہان سے اس زمانہ مین جہازات چین کو روانہ ہوا کرتے تھے، جہاز تباہ ہوتا ہے اور ابن بطوطہ واپس آکر جزائر مالدیپ، سرندیپ (سیلون) اور جاوہ وغیرہ کی سیر کرتا ہے اور پھر ملیبار آکر خشکی سے کنارہ کنارہ بنگال سے آسام ہوکر چین چلا جاتا ہے،

ابن بطوطہ ان تمام راستون مین جہان جہان مسلمانون کی آبادیان ملتی ہین یا مسلمان افراد

[1] تقویم البلدان ابو الفدا صفحہ ۵۹ ۳ مطبوعہ پیرس ۱۸۴۰ء [2] ایضاً صفحہ ۳۵۰، [3] ایضاً صفحہ ۳۶۱،

سے ملاقاتین ہوتی ہین ان سب کا تذکرہ کرتا ہے، لیکن اب یہ صاف نظر آتا ہے کہ مسلمان تاجرون کے ساتھ ساتھ مسلمان صوفیہ اور فقراء کے دستے بھی ملتے جاتے ہین، اور چونکہ ان فقراء کی ظاہری حالت ہندو جوگیون اور بدھ بھکشوون سے ملتی جلتی معلوم ہوتی ہے اس لیے عوام مین ان کے ساتھ گرویدگی اور عقیدت نمایان ہے،اور اس کا اثر اسلام کی اشاعت پر جو کچھ پڑ سکتا تھا، وہ ظاہر ہے۔

اس وقت سلطان دہلی کی حکومت اگرچہ گجرات کرناٹک اور دکھن تک پہنچ چکی تھی تاہم ابھی ساحلی علاقون مین اثر بہت کم تھا، اور ان جنوبی صوبون مین ہندو امراء بدستور فرمان روا تھے کبھی کبھی جب وہ مجبور ہوتے تھے تو سالانہ خراج ادا کر دیتے تھے، مگر عرب تاجر اور عجمی صوفیہ برابر اپنے کاروبار مین لگے تھے، ابن بطوطہ دولت آباد اور ساگر ہو کر کھمبائت پہنچتا ہے، گو یہ بندرگاہ سلطنت دہلی سے اب ملحق پاتا ہے، مگر یہان کی تمام تجارت، کاروبار، اور اثر و استیلاء، تاجرون اور جہاز رانون کے ہاتھ مین نظر آتا ہے، ایک نومسلم ہندو الیاس نامی ناخدا ہے، مسلمانون کی ہر طرف کثرت ہے، تاجرونکی بنائی ہوئی مسجدین اور صوفیہ کی خانقاہین آباد ہین، کہتا ہے، کہ عمارات اور مساجد کی حیثیت سے یہ بہترین شہر ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ یہان کے اکثر باشندے دوسرے ملکون کے تاجر ہین۔ تو وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدین بناتے رہتے ہین، اور اس مین باہم مسابقت کرتے ہین، عالی شان عمارتون مین سے شریف سامری کا محل ہے، اس کے پہلو مین عظیم الشان مسجد ہے، اور ملک التجار گازرونی کا مکان ہے اور اس کے پہلو مین بھی مسجد ہے .... شہر مین حاجی ناصر دیار بکری صوفی کی خانقاہ ہے، دوسری خواجہ اسحق کی ہے، جہان لنگر قائم ہے[1]"

اس شہر مین اسلام کی آبادی اور ترقی کے اس معیار کو دیکھو جو اب اس سوا سو برس مین اس کو حاصل ہوگئی، اب ہندو نومسلم بھی جہاز ران بن کر وہی اعزاز و دولت حاصل کر رہے ہین، خانقاہین

[1] ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ مطبوعہ مطبعۂ خیریہ مصر،

آباد ہین، اور لنگر خانے جاری ہین، ابن بطوطہ کھنبایت کے بعد کاوی اور گندھار پہنچتا ہے، جہان ایک ہندو راجہ جالنسی حکمران ہے، تاہم مسلمان یہان آباد ہین، اور بعض راجہ کے دربار مین داخل ہین، یہان کا ناخدا ابراہیم چھ جہاز دن کا مالک ہے، یہان ہمارا مسافر جاگر نامی جہاز پر سوار ہوتا ہے، قوقہ نامی ایک شہر مین داخل ہوتا ہے، یہان کا راجہ دنکول ہندو ہے، تاہم یہان مسلمان ملتے ہین، ایک مسجد ہے جو حضرت خضر کی طرف منسوب ہے، اور حیدری فقراء کی ایک جماعت مع اپنے شیخ کے یہان گوشہ نشین ہے، یہان سے سنگاپور پہنچتا ہے، دیکھتا ہے کہ یہان ہندو راجہ ہریب کی ماتحتی مین ایک اسلامی ریاست سلطان جمال الدین ہنوری کی قائم ہے، مسلمانون کا آباد کردہ شہر رونق پذیر ہے، اور عظیم الشان جامع مسجد ہے، جو بغدادی مسجدون کا مقابلہ کر رہی ہے یہ ناخدا حسن کی بنوائی ہوئی تھی، اور سلطان جمال الدین ہنوری اسی ناخدا کا بیٹا تھا،

جزیرہ کے پاس ایک چھوٹا جزیرہ اور ہے، ہمارا سیاح جب وہان قدم رکھتا ہے، کیا دیکھتا ہے کہ ایک بتخانہ کی دیوار سے ٹیک لگائے، ایک جوگی مراقبہ مین مصروف ہے، آنکھین بند ہین، ابن بطوطہ نذر پیش کرتا ہے، وہ قبول نہین کرتا، اور الٹا خود کئی اشرفیان اسکو دیتا ہے، اور ایک اونٹ کے بالون کی بنی ہوئی عبا نذر کرتا ہے، اور ابن بطوطہ کے ہاتھ سے تسبیح لیکر اس کو ملتا اور سونگھتا ہے، اور پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اشارہ کرتا ہے اور پھر قبلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، جہاندیدہ سیاح ان اشارون سے پالیتا ہے کہ یہ جوگی کے بھیس مین کسی مسلم صوفی کی روح ہے، جو باشندگان جزیرہ کے خوف سے اپنے اسلام کو چھپائے ہے، چلتے وقت رازدان سیاح جوگی کے ہاتھون کو بوسہ دیتا ہے، اس کے رفقائے سفر معترض ہوتے ہین، اس پر جوگی ابن بطوطہ کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے، اسکو چومتا ہے، اور مسکرا دیتا ہے، اور واپسی کا اشارہ کرتا ہے اور چپکے سے چند اور اشرفیان ہدیہ دیتا ہے، باہر آکر ابن بطوطہ جوگی کے راز کو اپنے ہمراہیون کے سامنے فاش کرتا ہے،

اور کہتا ہے کہ یہ مسلمان ہے،[1]

سنگاپور سے لوٹکر وہ ملیبار آتا ہے، دیکھتا ہے کہ اس ملک مین چھوٹے بڑے بارہ راجہ حکومت کرتے ہین، ملک آباد ہے، ہر طرح امن وامان ہے، مسلمانون کی بڑی عزت ہے، مگر ہندو مسلمانون کے ساتھ کھاتے نہین اور نہ اپنے گھر کے اندر آنے دیتے ہین، راستہ مین دیکھتے ہین تو ہٹ جاتے ہین، مسلمان مسافرون کے لیے ہر جگہ سرائین ہین ہر جگہ مسلمانونکی آبادیان ہین،[2] سب سے پہلے جس شہر مین وہ داخل ہوا اسکا ابی سرور بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ ساحل پر بندرگاہ ہے اور یہان کے مسلمان چودھری کا نام شیخ جمعہ ہے، یہ دولتمند اور بڑا مخیر ہے، اپنی تمام دولت غریبون اور محتاجون پر صرف کرتا ہے، آگے بڑھکر پاکنور مین وہ داخل ہوتا ہے، کہتا ہے کہ یہان مسلمانون کی ایک جماعت آباد ہے، یہان کے مسلمان چودھری کا نام حسین سلاط ہے، اور یہان قاضی اور خطیب بھی ہے اور حسین کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہان کے راجہ کا نام باسدیو ہے، اسکے پاس تیس جنگی جہاز ہین، اور انکا کپتان مسلمان ہے، اس کے بعد وہ منگرور پہنچتا ہے، یہان فارس اور یمن کے مسلمان تاجر ادسکو ملتے ہین، یہان کے راجہ کا نام رام دیو بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس شہر مین چار ہزار مسلمان ہین، عام رعایا گو ان کے خلاف ہے، مگر راجہ تجارت کی مصلحت سے ان سے صلح رکھتا ہے، یہان کے مسلمان قاضی کا نام بدرالدین کرنائی ہے، اور وہ یہان درس بھی دیتا ہے،

بعدازین شہر ہیلی مین داخل ہوتا ہے یہان ایک عالیشان جامع مسجد ہے جسکی وجہ سے یہ شہر ہندؤن اور مسلمانون کے نزدیک متبرک ہے، جہاز والے اسکی نذر مانتے ہین خطیب حسین اس کا متولی ہے اور حسین وزان یہان کا چودھری ہے، اس مسجد مین طالب علمون کی ایک جماعت ہے جنکو مسجد کے خزانہ سے وظیفے ملتے ہین، اور اس کے متعلق ایک مطبخ ہے جس سے مسافرونکو

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۳۱، ۳۲۰، [2] ایضاً صفحہ ۱۳۴ و ۱۳۵

اور غریب مسلمانون کو کھانا ملتا ہے، یہان مقدشوا (آفریقہ) کے ایک درویش سے ملاقات ہوئی، جو ہمیشہ روزہ رکھتے ہین، پھر یہان سے جرنپن یا گرنپن پہنچا، یہان بغداد کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی، ان کا ایک بھائی یہان بڑا تاجر تھا، یہان کے راجہ کا نام کویل ہی، یہان سے فارس، عمان اور یمن کو جہازات جاتے ہین، یہان سے دہ پٹن گیا، یہ بھی راجہ کوئل ہی کی عملداری مین ہی، راجہ کویل کے باپ کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد ہے، اور ایک عالیشان تالاب بھی ہی، جس مین مسلمان نہاتے اور وضو کرتے ہین، یہ تالاب راجہ کوئل ہی کے بزرگون مین سے کسی نے بنوایا ہی، اور وہ مسلمان تھا، اس کے اسلام کا ایک عجیب قصہ لوگون نے سنایا، اس جامع مسجد مین ایک خاص قسم کا درخت ہی کہتے ہین کہ ہر موسم خزان مین اس سے ایک پتہ ایسا گرتا ہے جس پر دست قدرت سے لا الہ الا اللہ لکھا ہوتا ہی، یہ پتہ جب گرتا ہے تو آدھا مسلمان لے لیتے ہین اور آدھا ہندو راجہ کے خزانہ مین جمع ہوتا ہے، اور سخت بیماریون مین اس سے شفا حاصل ہوتی ہے، راجہ مذکور یہ کرامت دیکھکر مسلمان ہوگیا، اور اس پر ایک جامع مسجد اور تالاب بنوا دیا، اس کے بعد راجہ کی اولاد مسلمان نہ ہوئی اس نے اس درخت کو اکھڑوا دیا، خدا کی قدرت! اس کے بعد یہ درخت پہلے سے بھی زیادہ شاندار طریقے سے اُگ آیا، اور راجہ فوراً مرگیا،

یہان سے بدپٹن پہنچا، یہ بھی بندرگاہ ہے اور سمندر کے کنارہ ایک مسجد ہی جس مین مسلمان مسافر ٹھہرتے ہین، کیونکہ یہان کوئی مسلمان نہین، یہان کے باشندے برہمن ہین، جو ہندؤن مین عالی مرتبہ ہین، اور وہ مسلمانون سے نفرت کرتے ہین، اور اسی لیے یہان مسلمان نہین ہین، یہ ایک جامع مسجد بھی جو باقی ہی، وہ اس وجہ سے ہے کہ ایک برہمن نے اسکی چھت خراب کردی تو اس کے گھر مین آگ لگ گئی، جس مین وہ خود، اسکی اولاد اور گھر کا تمام اثاثہ جل گیا، اس وقت سے ہنود اس مسجد کو متبرک سمجھتے ہین اور اس کو ڈر سے نہین چھوتے اس کے بعد یہان سے نکل کر بندر فندرینا پہنچا، یہان مسلمانون کے تین محلے ہین اور ہر محلہ مین ایک مسجد ہی، اور ساحل پر جامع مسجد ہے، اور عجب بہار پر ہے، یہان کا قاضی اور خطیب عمان کا ایک آدمی ہے، اسکا بھائی بڑا فاضل ہے اس کے بعد کالی کٹ مین داخل ہوا، یہان کا راجہ ہندو ہے اور سامری (زامورن) نام ہے، یہ دنیا کے

بڑے بندرگاہون مین ہے، چین، جاوا، سیلون، مالدیپ، یمن اور فارس کے جہازات آتے ہین، یہان کا ایک تاجر ابراہیم شاہ بندر ہے، یہ بحرین کا باشندہ ہے، قاضی کا نام فخرالدین ہے، اور یہان کی خانقاہ کے سجادہ نشین شیخ شہاب الدین گازرونی ہین جنکی فتوحات کی کوئی حد نہین [۱]،

کالی کٹ سے کولم جانا ہوتا ہے، یہان مسلمان تاجرون کی بڑی جماعت ملتی ہے، علمار بھی ہین، اور مسلمانونکا رئیس محمد شاہ بندر ہے، ایک تاجر کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہان مسلمان معزز اور محترم ہین، یہان کے راجہ کا نام تیروری ہے، یہ مسلمانون کی بڑی عزت کرتا ہے، اور ان کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آتا ہے [۲]،

سیلون (سرندیب) اور مالدیپ کو ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے ہین، اب ان پر چند صدیان گذر چکی ہین، ہمارا سیاح اب مالدیپ پہنچتا ہے، دیکھتا ہے کہ ان جزیرون مین صرف مسلمان ہی مسلمان ہین، اور وہ نہایت نیک اور پابند مذہب اور باایمان ہین، یہان ایک عورت سلطانہ خدیجہ بنت صلاح الدین صالح بنگالی حکمران ہے، یہان کے لوگون کے مسلمان ہوجانے کا واقعہ یہ ہے کہ پہلے یہ سب کافر تھے، یہان ہر سال سمندر سے ایک عجیب بلا آتی تھی، اسکا تدارک یہ تھا کہ ایک کنواری لڑکی بلدان دیجاتی تھی، ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا، لڑکیون پر قرعہ ڈالا، ایک بڑھیا کی لڑکی کا نام نکلا، بڑھیا سخت بیقرار ہوئی، اتفاق سے اس بڑھیا کے یہان بربر کا ایک مسلمان ٹھہرا تھا، وہ حافظ قرآن تھا، مسلمان نے کہا گھبراؤ نہین، مین اسکی تدبیر کرتا ہون، اس رات کو وہ مسلمان عورت بنکر بت خانہ مین گیا، لوگ صبح کو گئے کہ اسکی لاش اٹھا لائین، دیکھا کہ وہ زندہ تلاوت قرآن مین مصروف ہے، یہ کرامت دیکھکر لوگ سخت متحیر ہوئے، بادشاہ کو خبر ہوئی، وہ بھی آیا، سبنے اسلام قبول کیا، اور اس نے وہان رہکر سبکو اسلام کے آداب و احکام کی مالکی مذہب کے مطابق تعلیم دی، یہان کے جامع مسجد پر اب تک یہ عبارت لکڑی مین منقوش ہے، کہ "سلطان احمد شنورازہ، ابو البرکات بربری مغربی کے ہاتھ پر اسلام لایا [۳]"

یہ قصہ صحیح ہو یا نہ ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ جزیرۂ مالدیپ آج بھی مسلمانون سے آباد ہے، اور ایک مسلمان

---

[۱] یہ تمام اقتباسات ابن بطوطہ جلد ۲ صفحات ۱۴۴-۱۴۲ مین ہین، [۲] ایضاً صفحہ ۱۴۳، [۳] ایضاً صفحہ ۱۵۲،

سلطان زیر حفاظت برطانیہ حکمران ہے، ۱۹۱۱ء کی مردم شماری مین یہان مسلمانون کی تعداد تیس ہزار تھی، یہان کے مسلمانون مین عربی النسل بکثرت ہین، اور بودھ مت کے نومسلمون کی بھی تعداد کثیر ہے جو ملک کے اصلی باشندے ہین، اسی کے قریب سرندیپ جسکو سیلون اور لنکا بھی کہتے ہین، واقع ہے یہان بھی اسلام نے اپنا پورا دخل پیدا کر لیا، ۱۹۱۱ء کی مردم شماری مین یہان دو لاکھ مسلمان تھے[1]، یہان اسلام ابھی اپنی پرامن رفتار ترقی سے چل رہا تھا، کہ زمانہ نے تاریخ کا ورق اُلٹ دیا، اور مسلمانون کا زوال اور مسیحی یورپ کی ترقی کا آغاز ہوا، پندرہوین صدی عیسوی مین پرتگیزون نے اور پھر ڈچون نے آکر اسلام کا بیڑا غرق کر دیا، اور اس وقت سے ان جزائر مین اور جنوبی ہند مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لے لی، اور وہ منظر آج بھی آپ کے سامنے ہے؛

صفحات بالا مین ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کے تین راستون مین سے ایک راستہ کا نقشہ دکھایا گیا ہے، اور صدی بصدی اسکی ترقی کی تصویر کھینچ دی گئی ہے، دیکھ لو کہ اس تصویر مین خون کی سرخی کہین نہین جھلکتی، بلکہ اسلام اپنی سادگی، مساوات اور حقانیت سے اپنا راستہ خود صاف کرتا گیا ہے، اور نیچ ذات اور معمولی لوگون کے دلون پر قبضہ کرتا ہوا بادشاہون اور راجاؤن کے قلوب تک پر قابض ہو گیا ہے، ان عرب تاجرون اور درویشون کے ہاتھون مین محمود اور عالمگیر کی تلوار نہ تھی، ان کے ذریعہ سے جو اشاعت اسلام ان اطراف مین ہوئی اس کے طریقے حسب ذیل تھے .

(۱) عرب تاجرون نے خود آکر اپنی نوآبادیان قائم کین یہان کی نومسلم عورتون سے انھون نے شادیان کین،

(۲) نیچ ذات کے ہندو اور نابرہمن جو برہمنون کے دباؤ، ظلم، اور ترفع اور غرور سے نالان تھے، انھون نے اسلام مین آکر عزت پائی،

(۳) تاجرونکی فیاضی اور انسانیت نوازی نے غریبون اور محتاجونکو اپنے دامن مین پناہ دی،

(۴) جو لوگ ذرا ذرا سی باتون پر اپنی ذات سے خارج کر دئے جاتے تھے، وہ اسلام کی برادری مین داخل ہوتے گئے،

(۵) بہت سے لوگ اپنے بچون کو غربت کے مارے عربونکے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے، وہ انکو لیکر اسلام کی تربیت دیکر اپنی اولاد کیطرح پالکر جوان کرتے تھے،

(۶) اسلام کی روحانی طاقت کی عجیب و غریب نشانیان انکی نگاہون سے گذرین جس نے انکو اسلام کے قبول پر مجبور کر دیا،

(۷) علماء اور درویشون نے اپنی روحانی کشش کے جلوے دکھائے،

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین سیلون اور مالدیپ کا مضمون،

نفسیاتِ جبلّت

از

جناب مولوی مقصود ولی الرحمن صاحب ایم اے مددگار پروفیسر فلسفہ جامعہ عثمانیہ

نفسیات کی صبح آفرینش سے اس وقت تک "جبلّت" کی ماہیت و اصلیت کے متعلق ماہرین کسی متفق علیہ نتیجہ پر نہین پہونچے، ہر زمانے مین اس لفظ کا اطلاق مختلف فعلیتون اور مختلف حرکات پر کیا گیا، خصوصًا شروع شروع مین تو جبلت ایک عجیب وغریب چیز تھی، فی زمانا بھی نفسیات مین خاصی ترقی ہو چکی ہے اور اس کی اصطلاحات وخیالات نے روزمرہ کی بول چال اور تحریر وتقریر مین دخل پا لیا ہے، اس کا استعمال بہت مبہم طور پر ہو رہا ہے، اور ہر شخص بغیر اس کے مفہوم کو سمجھے اس کو استعمال کرتا ہے، ان کے نزدیک انسان کا ہر وہ فعل جبلت پر مبنی ہوتا ہے جس مین اس نے عقل سے کام نہ لیا ہو، اور اسی کلیہ کی بنا پر حیوانات کے ہر فعل وحرکت کو جبلی کہہ دیا جاتا ہے، سیاق عبارت اور محاورۂ کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جبلت ایک عجیب وغریب قوۃ ہوتی ہے جو دیگر انسانی قوی سے بالکل مختلف ہوتی ہے، یہ قوت حیوانات کو، اور بعض صورتون مین انسانون کو بھی، صرف اس وجہ سے عطا ہوئی ہے کہ ان مین یا انسانی قوی بالکل معدوم ہین، یا بعض حالتون مین وہ بیکار ہو جاتے ہین، جبلت کا یہ غلط استعمال صرف عوام تک ہی محدود نہین، بلکہ زمانۂ حال کے بڑے بڑے مصنفین اور فلاسفہ کو بھی اس مین دھوکا ہوتا ہے، چنانچہ اگر کوشش کیجائے تو اس قسم کی ہزارون مثالین مل سکتی ہین جہان جبلت کے مفہوم کا خون ہوا ہے۔ انگریزی ناول نویسی کے ہاتھون تو اس کی ایسی ہی مٹی خراب ہو جیسی کہ اکثر اردو افسانہ گو "جذبات" کی کرتے ہین، جس طرح اردو ناول نویسون اور فسانہ نگارون کے ہان

کھانے پینے، ہنسنے اور رونے کے جذبات ہوتے ہین، بعینہ اسی طرح انگریزی قصون اور کہانیون مین تمام جہان کی جبلتین ہوتی ہین، اور اصلیت یہ ہے کہ جس کیفیت کی وہ لوگ کسی طرح بھی توضیح نہین کر سکتے اوسکو جبلت کے مرعوب کن جامہ مین ظاہر کر دیتے ہین،

"جبلت" کے متعلق بہت سی غلط فہمیان ہین، اور اسی وجہ سے اس کی ماہیت کے سمجھنے مین دقت ہوتی ہے، ایک عام خیال ہے کہ جبلت فعلیت کا ایک خاص اور نہایت معین طریقہ ہے، اور یہ کہ یہ حیوانات کے ساتھ مخصوص ہے، تعجب ہے کہ پروفیسر لائڈ مارگن بھی اس غلط فہمی مین مبتلا نظر آتے ہین، ان کی تصانیف "عادت اور جبلت" اور "نفسیات تطبیقی" جبلت پر تمام بحث اسی روشنی مین ہوئی ہے، اصل مین اس غلط فہمی کا باعث یہ ہے کہ کیڑون اور ادنی درجہ کے حیوانات مین ہم صرف جبلت کے مظاہر پر غور کرتے ہین اور اسی سے یہ نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ جبلت ایک مخصوص اور معین طریق کا نام ہے، اس مین شبہہ نہین کہ کیڑون وغیرہ مین ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر ہم ان کو چھوڑ کر ذرا اور اعلیٰ قسم کے حیوانات کی جبلت پر غور کرین تو ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے، کیڑون کی فعلیت کی تمام صورتین نہایت سادہ، اور اس لیے معین ہوتی ہین لیکن اعلیٰ قسم کے جانورون مین یہ صورت نہین ہوتی ان کی جبلت کبھی اس طرح معین نہین ہوتی، ان مین تربیت اور تجربہ سے تغیر آسکتا ہے، لہذا ظاہر ہے کہ ہمارا کلیہ غلط ہے اور اس کا اطلاق صرف کیڑون کی جبلت پر ہوتا ہے،

ایک دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ افعال جبلی بغیر کسی مہیج (محرک) کے صادر ہو سکتے ہین لیکن اصلیت یہ ہے کہ ہمارے جبلی افعال ماحول کے اثر سے مستغنی نہین ہوتے، کم از کم اعلیٰ درجے کے حیوانات مین کوئی جبلت اس وقت تک ترقی پذیر نہین ہو سکتی جب تک کہ ماحول مین اس کے لیے مہیج نہ ہو،

لہ پروفیسر ہاب ہاؤس:- "جبلت ہمیشہ کامل نہین ہوتی، بعض بعض اوقات اس کا استعمال غلط، بیکار اور مضر طریقے سے ہوتا ہے،، (نفس بحالت ارتقار) صفحہ،

اس مین کلام نہین کہ وہ فطری امرکب اور حرکی[1] رجحانات ہوتے ہین، لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ ازخود صادر ہوتے رہتے ہین، برخلاف اس کے ان کے ارتقا و بروز کے لیے عالم خارجی مین مناسب ہیجانات لازمی ہوتے ہین،

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ ان مین شعور اور عقل کی ضرورت نہین ہوتی[2]، یہ خیال بھی درست نہین ہوسکتا ہے کہ جبلی فعلیت مین اعلیٰ درجے کے شعور کی ضرورت نہ ہو لیکن اس کی غیبت کو تسلیم نہین کیا جاسکتا، شعور کا وجود ان صورتون مین ظاہر ہوتا ہے جب ہمارا کوئی جبلی فعل روک دیا جائے یا اس مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کیجائے، اسی طرح عقل بجائے اس کے کہ ہمارے جبلی افعال کی دشمن ہے اصل مین انکی حامی و مددگار ہوتی ہے؛

اسی ضمن مین اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری تمام جبلتین پیدائش ہی کے وقت ظاہر نہین ہوتین، بلکہ آہستہ آہستہ انکا ظہور ہوتا ہے، اور صرف بالغ افراد مین اس نوع کی تمام جبلتین موجود ہوتی ہین، بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان مین بھی وہ ترقی یافتہ نہ ہون، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے ماحول مین اس قسم کے ہیجانات نہ ہون، جو اس کی ترقی مین ممد ہوتے، یا عضویاتی اختلافات کی وجہ بعض جبلتین کمزور یا بالکل غائب ہوگئی ہون، چنانچہ تھارن ڈائک لکھتا ہے: "جبلت بتدریج پختہ ہوتی ہے[3]"، اور ہاب ہاؤس کا خیال ہے کہ:

"جبلت پیدائش کے وقت نامکمل ہوتی ہے، اس کی تکمیل کے لیے نشو و نما کی ضرورت ہوتی ہے[4]"؛

جبلت کی تعریف مختلف مصنفین نے مختلف کی ہے، اس مین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان مین سے ہر ایک نے مختلف نقطۂ نظر سے اس پر بحث کی ہے، جو ماہرین نفسیات صرف "سیرت[5]" سے بحث کرتے ہین اور اسی پر تمام نفسیات کو مبنی کرتے ہین، یا جن ماہرین نے حیاتیات کی مدد سے اس کی توضیح کی کوشش

---

[1] معارف:- منسوب بہ طرف حرکت: [2] لائڈ مارگن لکھتا ہے: "اگر جبلت مین عقل کی رہنمائی ہو تو وہ جبلت ہی نہین رہتی"، اور جبلت مین شعور کی حیثیت محض حاصل کی ہوتی ہے اور اس کا اس فعل پر کوئی اثر نہین پڑتا، (نفسیات تعلیمی صفحہ؟)

[3] مبادیات نفسیات صفحہ؟ [4] نفس بحالت ارتقا صفحہ؟، [5] BEHAVIOUR

کی ہی، ان کے نزدیک جبلت اور فعل اضطراری مین کسی قسم کا فرق نہین، ان کا عقیدہ ہے کہ جس طرح ہمارا ہر فعل اضطراری ایک خلقی نظام اعصاب پر موقوف ہے، اسی طرح جبلت بھی اس نظام کی فعلیت کا نتیجہ ہے، اور جس طرح افعال اضطراری مین عقل و شعور کی ضرورت نہین ہوتی، اسی طرح افعال جبلی بھی ان سے مستغنی ہین، بلکہ ان مصنفین کے نزدیک عقل اور جبلت دو متضاد چیزین ہین جو کسی صورت بھی ایک جگہ جمع نہین ہوسکتین، یہ لوگ فعل جبلی کو فعل اضطراری کا مجموعہ مانتے ہین، ہربرٹ اسپنسر نے جبلت کو "ایک مرکب فعل اضطراری" کہا ہے، یا زمانۂ حال کے مصنفین اس کو افعال اضطراری کا سلسلہ بتاتے ہین جس مین ایک فعل اضطراری آیندہ فعل اضطراری کا باعث ہوتا ہے، اور ان تمام افعال اضطراری کا تعلق باہمی ہماری خلقی بناوٹ پر منحصر ہوتا ہے، نہ کہ فردی اکتساب پر[1]، وارن نے بچے کے دودھ پینے کی مثال دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"اس مین بہت سی حرکات اضطراری ہوتی ہین، سب سے پہلے بچہ چھاتی کی طرف رخ کرتا ہے اس حرکت کا مہیج بھوک یا دودھ کی بو ہوتی ہے، اس کے بعد وہ اسکو پکڑتا ہے اور پھر اس کو منھ مین لے جاتا ہے اور ہونٹون سے دباتا ہے اور بعد ازان چوسنا شروع کرتا ہے، اور جب دودھ منھ مین آجاتا ہے تو نگلنا شروع کرتا ہے، اس سلسلہ مین ہر ایک حرکت اضطراری آئندہ حرکت اضطراری کا مہیج بنتی ہے[2]"

اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لین کہ جبلی افعال، اضطراری افعال کا سلسلہ ہوتے ہین، تو سوال ہوتا ہے کہ سلسلہ کیون کر قائم رہتا ہے؟ کون سے حالات اس قسم کے ہوتے ہین جو اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہین؟ اس کا جواب ماہرین نفسیات کا یہ گروہ اس طرح دیتا ہے:-

ہماری تمام حرکات و سکنات، ہمارے سب افکار و معتقدات، ہمارے تخیلات و ارادات غرض ہماری ہر ذہنی اور بدنی فعلیت کسی نہ کسی مہیج کا جواب ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین ہماری زندگی

---

[1] نفسیات انسانی مصنفہ وارن صفحہ ۱۰۲ (لائبریری ایڈیشن) [2] ایضاً،

اور اس کے سوانح مخصوص مہیجات کے جوابات ہین، میری آنکھ مین تنکا پڑتا ہے اور مین آنکھ بند کر لیتا ہون
اس آنکھ بند کرنے کے فعل کا مہیج وہ تنکا ہے جو میری آنکھ مین پڑا تھا، یا میری آنکھ کا بند ہونا جواب ہی تنکا پڑنے کا
اگر مین بیٹھے بیٹھے کسی خیال کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہون تو میرا کھڑا ہونا میرے خیال کا جواب ہوگا، غرض اسی
طرح میرے تمام سوانح حیات مخصوص مہیجات کے جوابات ہین، اب تمام جوابات کی ایک خصوصیت یہ ہوتی
ہے کہ یہ کسی نہ کسی آلۂ حس کی تحریک کا باعث ہوتے ہین، مثلاً تنکا پڑنے سے میری آنکھ سے پانی نکل آتا ہو
یہ پانی جہان جہان بہتا ہے وہ حسیات[۱] پیدا ہوتے ہین، اور یہ حسیات پھر میرے ہاتھ کی حرکت کا مہیج
بنتے ہین، اور مین ہاتھ اٹھا کر اس پانی کو پوچھ لیتا ہون، اس ہاتھ کی حرکت سے پھر حسیات حرکی پیدا
ہوتے ہین، غرض ہر ایک جواب ایک نئے مہیج کا باعث ہوتا ہے، اس نئے مہیج کو اصطلاح مین حرکت
کے پیدا کردہ مہیجات[۲] کہتے ہین، ہم نے ابھی کہا ہے کہ حرکت کے پیدا کردہ مہیجات اور حرکات کے باعث
ہوتے ہین، اور ان حرکات سے اور مہیجات حاصل ہوتے ہین، اور یہ مہیجات پھر اور حرکات پیدا کرتے ہین
غرض اسی طرح افعال اضطراری کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہو
جب تک کہ اصلی غرض پوری نہین ہو جاتی، یا مقصد حاصل نہین ہو جاتا، اس مختصر بحث سے اب ہم بچہ کے
دودھ پینے کی مثال کی توجیہ کر سکتے ہین، بچہ کو بھوک لگتی ہے یا وہ کسی اور وجہ سے ماں کی چھاتی کی طرف
متوجہ ہو جاتا ہے، اس کو دیکھکر اس کو پکڑتا ہے، پکڑنے سے اس کو منھ مین لیجانے کی طرف مائل ہوتا ہے،
منھ مین لینے سے جو حسیات ہونٹون مین پیدا ہوتے ہین وہ چوسنے کا مہیج بنتے ہین، اور چوسنے کا جواب
یہ ہوتا ہے کہ دودھ منھ مین آنا شروع ہو جاتا ہے، اور پھر نگلنے کی تحریک ہوتی ہے اور اس طرح یہ تمام
افعال اضطراری ایک سلسلہ مین منسلک ہو جاتے ہین، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہی جب تک کہ وہ
بچہ سیر نہین ہو جاتا، اور اسی سلسلہ کا نام "**جبلت**" ہے،

---

[۱] Sensations [۲] عام نفسیات، مصنفہ ممتہ اور گتری صفحہ ۵۵،

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر جبلت افعال اضطراری کے ایک سلسلہ کا نام ہی، تو جبلی اور فعل اضطراری مین کیا فرق ہے؟ اگر ہم کو یکے بعد دیگرے دو چھینکین آئین یا زور سے کھانسی اُٹھے تو ہمارے یہ افعال اضطراری بھی مسلسل ہوتے ہین، لہذا اگر جبلت افعال کا سلسلہ ہوتا ہے تو یہ بھی جبلت پر مبنی ہونگے، لیکن چھینک یا کھانسی کو کسی طرح بھی جبلت پر مبنی قرار نہین دیا جاسکتا، یہ افعال اضطراری ہی رہین گے، لیکن وہ کونسی خصوصیت ہے جس کی بنیاد پر ہم ان دونون مین امتیاز کر سکتے ہین؟

جبلی اور اضطراری افعال مین ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری سادہ اور بسیط ہوتا ہے، اور جبلی فعل مرکب ہوتا ہے، اسی خیال کی بنا پر اسپنسر نے جبلت کو "مرکب فعل اضطراری" کہا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو افعال اضطراری بھی ایک دوسرے کے مقابلے مین مرکب ہوتے ہین[1]، گرم لوہے کو چھوکر ہاتھ کھینچنا سادہ فعل اضطراری ہی، لیکن کھجانے مین انگلی کو بار بار کھولنا اور موندنا ایک مرکب فعل اضطراری ہے، اسی طرح نگلنا مرکب فعل اضطراری ہے، لیکن کیا ان کو جبلی کہا جاسکتا ہے؟ اسی قسم کی مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسپنسر کی تعریف کو قبول نہین کر سکتے، کیونکہ اس کے مطابق جبلت اور فعل اضطراری مین امتیاز ناممکن ہے،

دوسرا فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری غیر شعوری ہوتا ہے، اور اس کے برخلاف جبلی افعال شعوری ہوتے ہین، یا دوسرے الفاظ مین فعل اضطراری ایک ہیج کا غیر شعوری ردّ عمل ہوتا ہے اور فعل جبلی شعوری، اس مین شک نہین کہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے اور مختلف حالتون کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اضطراری افعال بھی شعوری ہوسکتے ہین، اگر ان افعال مین کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو تب البتہ یہ غیر شعوری ہوتے ہین، لیکن اگر ان مین رکاوٹین پیدا کردیجائین تو اس فعل کے کرنے کی طرف ایک شدید شعوری میلان

[1] نفسیات، مصنفہ وڈورتھ صفحہ ۱،

موجود ہوتا ہے، اگر ہم گرم لوہے کو ہاتھ لگائین اور ارادۃً ہاتھ کو اس سے الگ نہ کرین یا کوئی اور شخص ہمارا ہاتھ تھام لے تو ہمارا میلان ہر لحظہ اسی طرف ہوگا کہ ہاتھ کھینچ لین، اس حالت مین ہمارا یہ فعل شعوری ہی، لیکن صرف شعوری ہونے کی وجہ سے اس کو جبلّی نہین کہا جا سکتا،

جبلّت اور فعل اضطراری مین اگر کوئی فرق بیان ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ بالعموم فعل اضطراری ایک فوری ردِّ عمل ہوتا ہے ہیجّ کے ظاہر ہوتے ہی یہ بھی صادر ہو جاتا ہے، اور فوراً ختم ہو جاتا ہے، اس کے مقابلہ مین جبلت مین فوری ردِّ عمل نہین ہوتا، بلکہ یہ ایک مستقل میلان ہوتا ہے، جو ایک خاص ہیجّ کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ایسی غرض وابستہ ہوتی ہے جو فوراً پوری نہین ہو سکتی[1]، مثلاً پرندون مین گھونسلا بنانے کی جبلّت ہوتی ہے، ان کے افعال و حرکات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا ہیجّ مخصوص عضویاتی اور موسمی تغیرات ہوتے ہین، اور غرض بچون کی حفاظت، لیکن یہ غرض اس قسم کی نہین ہوتی جو فوراً پوری ہو جائے اس کے پورا ہونے مین دیر لگتی ہے،

اس تمام بحث کے بعد اب ہم جبلت کی ماہیت بیان کر سکتے ہین، اگر ایک ہیجّ ایک ردِّ عمل کا باعث ہو اور وہ ردِّ عمل فوراً ختم ہو جائے تو اس فعل کو اضطراری کہا جائیگا، بشرطیکہ اس ہیجّ اور اس کے جواب مین فطری تعلق[2] ہو، اس کے برخلاف اگر ہیجّ ایک ایسے ردِّ عمل کی طرف میلان کا باعث ہو،

[1] نفسیات، مصنفہ وڈورتھ صفہ ۱۰۹، [2] تعلق کے فطری ہونے کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی ہو کہ یہی تعلق محض عارضی اور فرضی ہو سکتا ہی، اور اس طرح بھی ہیجّ فوراً ردِّ عمل کا باعث ہوتا ہے، اور یہ ردِّ عمل فوراً ختم ہو جاتا ہی، اسکی بہترین مثال ریل مین ملتی ہی ڈرائیور گارڈ مین سمجھتا ہوتا ہی کہ سبز جھنڈی دیکھکر انجن چلائے، چنانچہ جھنڈی دیکھتے ہی انجن کی بھاپ کو کھولدیتا ہی یا ہم ٹیلیفون کی گھنٹی سنتے ہی ٹیلیفون سے کان لگا دیتے ہین، ان دونون صورتون مین ہیجّ اور جواب کا تعلق فطری نہین بلکہ فرضی اور عارضی ہی، اس کے برخلاف بچے کے پاؤن مین سوئی چبھوئے وہ اپنا پاؤن کھینچ لیگا، وجہ یہ ہی کہ یہان ہیجّ اور جواب مین تعلق فطری ہی، اس کو اضطراری فعل کہا جائیگا، پہلی دو مثالونکو ردِّ عمل سادہ کہتے ہین، حالانکہ ان مین بھی فعل اضطراری کی تمام خصوصیات موجود ہین، لیکن صرف تعلق کے فطری نہ ہونیکی وجہ سے انکا شمار فعل اضطراری مین نہین ہوتا،

جو فوراً صادر نہ ہو سکتا ہو یا اس کا تعلق ایک ایسی غرض سے ہو جو فوراً پوری نہ ہو سکتی ہو، اور جب یہ میلان کچھ دیر کے لیے باقی رہے اور استعدادی ردِ اعمال[1] کا باعث ہو تو اس کو جبلت کہا جائیگا[2] اس کی بہترین مثال اس مرغی کی ہے جو انڈوں پر بیٹھی ہوتی ہے انڈے اسکی اس فعلیت کا مہیج ہیں اور وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ ان پر بیٹھی رہتی ہے اور اگر وہ انڈے موجود نہ ہوں تو وہ مضطرب اور پریشان رہتی ہے، اس کے اس میلان کا خاتمہ کسی فوری فعل سے نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ میلان کچھ دنوں کے لیے مستقل ہوتا ہے،

اس وقت تک ہم نے جبلت پر ان ماہرین نفسیات کے نقطۂ نظر سے بحث کی ہے جو صرف سیرت ظاہری یا دوسرے الفاظ میں جبلت کے مظاہر تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں، ہم نے دیکھ لیا کہ ان کے نزدیک جبلت ایک میکانکی فعلیت ہے، ان کے علاوہ ایک گروہ وہ ہے جو جبلت کی حیاتیات کی بنا پر توضیح کرتے ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ ان دونوں طبقوں کے نزدیک فعل اضطراری اور فعل جبلی میں کوئی فرق نہیں، اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس قدر کہ فعل اضطراری بسیط اور سادہ ہوتا ہے اور فعل جبلی مرکب اور پیچیدہ، ورنہ بلحاظ اصلیت و خواص دونوں ایک ہی ہیں،

ماہرین حیاتیات کا عقیدہ ہے کہ وہ جبلت کو نفسیات کی مدد کے بغیر واضح کر سکتے ہیں، ان کے نزدیک جبلت ان خلقی خصوصیات میں سے ہے جس کی بدولت اشجار و حیوانات کی مختلف انواع اپنی ذات یا نوع کو قائم رکھ سکتے ہیں، مثلاً گھونسلا بنانا پرندوں کی خلقت میں ہے اور یہ اس کی ذات اور اس کی نوع کے تحفظ کا ایک طریقہ ہے، اس لحاظ سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لیے کسی تجربہ کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ اکتسابی نہیں ہوتا، پرندہ جب ایک خاص عمر کو پہنچ جاتا ہے تو بغیر کسی نمونہ یا بغیر کسی استاد کی رہبری کے وہ گھونسلا بنا لیتا ہے، اسی طرح ہر جبلی فعل میں ہوتا ہے،

[1] کسی خاص غرض کے حاصل کرنے کیلیے جو ردِ اعمال کیے جائیں وہ استعدادی ردِ اعمال کہلاتے ہیں مثلاً کمرے میں اندھیرا ہو اور میں ماچس کھوجوں کہ لیمپ روشن کر دوں تو لیمپ روشن کرنے کے یہ سب ردِ اعمال استعدادی ہونگے، [2] نفسیات مصنفہ وڈورتھ صفحہ ۱۰۱

اس لحاظ سے جبلت: نظام عصبی کا خلقی انضباط ہے جس کی بدولت وہ حیوان مناسب ہیجات کی موجودگی مین مخصوص جسمانی حرکات کرتا ہے جیمس لکھتا ہے :-

"بلی چوہے کا تعاقب کرتی ہے، کتے سے بھاگتی ہے یا اس کا مقابلہ کرتی ہے، درختون یا دیوارون پر پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہے، نہ اس لیے کہ وہ موت و حیات، یا ذات اور اسکے تحفظ کے تصورات سے آشنا ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ ایسا کرنے پر خلقتہً مجبور ہے، اس کی فطرت مین ہے کہ جب کبھی ایک بھاگتی ہوئی چیز، جس کو عرف عام مین چوہا کہا جاتا ہے، اس کے سامنے سے گذرے، تو وہ اس کا تعاقب کرے، اور یہ کہ جب ایک بھونکنے والی چیز جس کو عوام کتا کہتے ہین، دکھائی دے تو وہ بھاگ جائے، اس کے نظام عصبی مین بہت بڑی حد تک اس قسم کے ردّ اعمال کا ایک منضبط مجموعہ ہے[1]"

لیکن اگر ہم یہ مان لین کہ جبلت نظام عصبی کا ایک خلقی انضباط ہے، تو اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ حیوان ان رد اعمال کے نتیجہ یا ان کی غایت سے بے خبر ہے، اس کی تمام حرکات میکانکی اور قسری ہوتی ہین، اور جب یہ صورت ہے تو اس نامعلوم غایت کو حاصل کرنے کے لیے مناسب اعمال و حرکات کا علم کیونکر ہوتا ہے؟ اس کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ جس طرح پرندکو قسام ازل کی طرف سے پر عطا ہوئے ہین تا کہ ان سے اڑنے مین مدد لے، اسی طرح اس مین انکا مناسب اور برمحل استعمال بھی ودیعت رکھا گیا ہے، ان کو اس بات کی ضرورت نہین پڑتی کہ وہ کسی سے مدد لیکر ان کے طریق استعمال کو سیکھین، یا دوسرے الفاظ مین ان کو استعمال کرنے کے لیے اس کو کسی قسم کی مشق یا تمرین یا اکتساب کی ضرورت نہین ہوتی، چنانچہ سپلینڈنگ نے اس کے متعلق اس طرح تجربہ کیا کہ چند پرندون کے بچے لیکر ان کو الگ الگ پنجرون مین بند کرکے الگ الگ مقام پر رکھا،

[1] ٹیکسٹ بک آف سائیکالوجی صفحہ ۳۹۱

جہان وہ کسی اور پرندے کو اڑتا ہوا نہین دیکھ سکتے تھے، اور نہ خود اپنے بازون کو پھڑ پھڑا سکتے تھے، ایک دن جب ان کے پورے پر نکل آئے تو ان کے پنجرون کا دروازہ کھول دیا اور وہ فوراً نہایت کامیابی کے ساتھ اڑتے ہوئے غائب ہوگئے، اسی قسم کے اور تجربون سے معلوم ہوا ہے کہ حرکت جبلی یا فعل جبلی خلقی ہوتا ہے نہ کہ اکتسابی،

اس کے علاوہ ماہرین حیاتیات کے اس عقیدہ سے ایک بات یہ بھی لازم آتی ہے کہ اس نوع کے تمام افراد مین جبلی حرکات ایک ہی طرح کی ہوتی ہین، ان مین کسی قسم کا اختلاف نہین ہوتا، اور اسی واسطے اگلے وقتون کے مصنفین کا بھی یہی خیال تھا، لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ جبلی حرکات مین تجربہ کی وجہ سے تغیر آجاتا ہے، اس کے علاوہ خلقی طور پر بھی ان مین اختلاف ہوتا ہے، چیونٹیون کے ایک گروہ کو اگر سرسری طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب کی سب ایک ہی طریقہ سے اپنے انڈے بچون کی نگہداشت کرتی ہین، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک کا طریق کار مختلف ہوتا ہے، اور یہ اختلاف ڈارون کے نظریۂ مبدر نوع کے لیے لازمی ہے کیونکہ وہ جبلت مین کچھ نہ کچھ تغیر و اختلاف اور اس اختلاف کا توارث انتخاب طبعی کے لیے لازمی ہے[1]،

مختصر یہ کہ ہم نے جبلت پر دو مختلف پہلوؤن سے بحث کی اور دونون کے نتائج بہت کچھ تسلی بخش نہ نکلے، دونون مین کسی نہ کسی قسم کا سقم پایا گیا، دونون بعض سوالات کے جوابات مہیا کرنے سے قاصر رہے، اور دونون کی روسے فعل اضطراری اور فعل جبلی مین امتیاز ناممکن ہو، لیکن جبلت پر صرف ان ہی دو پہلوؤن سے بحث نہین ہو سکتی، ماہرین نفسیات کا وہ طبقہ جو نفسیات کے مطالعہ باطن پر مبنی سمجھتا ہے، جبلت کو اس قدر لیسیر الفہم اور سادہ خیال نہین کرتا، ان کے افعال جبلی بھی ایک خاص نفسی عمل کا نتیجہ ہوتے ہین، اور ہر نفسی عمل کی طرح ان کے بھی تین اجزاء لاینفک ہوتے ہین، وقوفی، حسی، یا مرکزی اور

---

[1] مبدر نوع باب ہفتم،

حرکی یا ارادی، دوسرے الفاظ مین ہر جبلی فعل مین ایک چیز کا ادراک ہوتا ہے۔ اس کے متعلق ایک خاص کیفیت پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی ہوتی ہے، اور اس کی طرف کشش یا اس سے نفرت ہوتی ہے، ان کے خیال کے مطابق ہر فعل جبلی ایک نفسی طبعی عمل ہوتا ہے جس مین نفسی اور طبعی دونون قسم کے تغیرات ہوتے ہین،

لیکن ہمارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ہر ایک جبلی فعل مین یہ تینون خصوصیات ہوتی ہین؟ اس کا جواب پروفیسر میکڈوگل[1] نے یہ دیا ہے کہ فعل جبلی کے حصۂ وقوفی کو ہم اس بنا پر فرض کرتے ہین کہ اس مین بھی تحریک عصبی دماغ کے ان حصون سے گذرتی معلوم ہوتی ہے جن کی تحریک حسیات کا باعث ہوتی ہے، اسی طرح حصۂ حسی کے وجود کو اس طرح معلوم کرتے ہین کہ وہ جانور ہمیشہ احساس (feeling) اور جذبی تحریک آثار ظاہر کرتا ہے، اور حصۂ حرکی تو ظاہر ہے کیونکہ ہر جبلی فعل مین ایک غایت کو حاصل کرنے یا انجام تک پہنچنے کی سعی پیہم کیجاتی ہے، اس تمام تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ فعل جبلی ایک میکانکی عمل کی طرح ایک میکانکی رکاوٹ سے ختم نہین ہو جاتا، بلکہ اس مین کسی قسم کی مزاحمت سے ارادہ مین اور شدت پیدا ہو جاتی ہے، ختم یہ صرف اس صورت مین ہوتا ہے جب اسکی غایت پوری ہو جاتی ہے، یا جب کوئی مخالف اصل میلان ظاہر ہو جاتا ہے یا جب وہ جانور اپنی ہی کوشش مین ناکام رہے اور اس طرح کوشش کرتا کرتا بالکل تھک جائے، اگر ہم ایک گیند کو پھینکین تو گیند کی یہ حرکت میکانکی حرکت ہے، اس حرکت کو نہایت آسانی کے ساتھ اس طرح ختم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے راستہ مین پتھر رکھدیا جائے، لیکن بلی کے شکار حاصل کرنے مین حرکات اس قسم کی نہین ہوتین، اگر اس وقت بلی کے راستے مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کردیجائے تو اس سے وہ بلی شکار کرنے کی کوشش سے باز نہ آئیگی، بلکہ اس کوشش مین اور شدت ہو جائیگی، ان تمام حرکات کا خاتمہ صرف اس صورت مین ہو سکتا ہے جب وہ شکار کو پکڑے، یا اس کے پکڑنے مین باوجود سخت کوشش کے ناکام رہے،

---

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۷،

ان تمام خصوصیات کو مدنظر رکھکر پروفیسر میکڈوگل نے جبلت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ

"متوارث فطری نفسی طبعی میلان ہوتا ہے جو صاحب میلان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی اشیاء کو دیکھے اور انکی طرف توجہ کرے، اور ان کو دیکھکر ایک خاص جذبی کیفیت محسوس کرے اور ایک خاص طریقے سے اس کے متعلق عمل کرے یا کم از کم وہ اس قسم کے فعل کی طرف مائل ہو"[1]

اصلیت یہ ہے کہ میکڈوگل کی تعریف ضرورت سے زیادہ پیچیدہ اور الجھی ہوئی ہے۔ اس تعریف کا صریحاً مطلب یہ ہے کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ کوئی نہ کوئی جذبہ ہوتا ہے، لیکن آگے چل کر وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ اکثر جبلتین اس قسم کی ہوتی ہین جن کے ساتھ کوئی معین جذبات نہین ہوتے یا کم از کم جذبات کے پیدا کرنے مین اُن کو بہت کم اہمیت ہے[2] لیکن اگر میکڈوگل کی تمام بحث کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک "فطری نفسی طبعی میلان" جبلت کا جوہر ہے،

ہم پہلے کہین کہہ آئے ہین کہ فعل اضطراری اور فعل جبلی مین اساسی فرق ہوتا ہے، بعض مصنفین اس فرق کو ظاہر کرنا یا اس کو تسلیم کرنا ہی غیر ضروری خیال کرتے ہین، ان کے نزدیک جبلی افعال، اضطراری افعال کے مجموعہ ہوتے ہین، حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جبلی افعال مین عقل کا دخل

---

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۹، [2] ایضاً صفحہ ۴۵ واقعہ یہ ہے کہ میکڈوگل نے اپنے نظریۂ جبلت اور نظریۂ جذبات کو بری طرح گڈمڈ کیا ہے، اس مین کلام نہین کہ جذبات احساسات کا مجموعہ ہوتے ہین، اور جبلی افعال کے ساتھ متعلق ہوتے ہین لیکن اس سے یہ کس طرح لازم آتا ہے کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ ایک مخصوص اور معین جذبہ ہوتا ہے، یا اس کے ساتھ کوئی جذبہ ہوتا بھی ہے بہرکیف اس کا نظریۂ جذبات بھی ایک جدت کیساتھ جس کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا، ملاحظہ ہو نفسیات عمرانی صفحہ ۴۶ و مابعد، واٹسن کا بھی بعینہ یہی خیال ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے "غالباً ہر مہیج جو ایک مخصوص جبلی فعل کا باعث ہوتا ہے ایک ہی وقت مین جذبی کیفیت مین بھی تغیر پیدا کرتا ہے، بظاہر یہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ مان لین کہ ایک جذبہ بغیر کسی ظاہری جبلی جواب کے ظاہر ہو سکتا ہے لیکن یہ مان لینا مشکل ہے کہ ایک جبلی فعل بغیر کسی قسم کی جذبی عملیت کے صادر نہین ہوتا" (نفسیات - ایک سیرتی کے نقطۂ نظر سے، صفحہ ۲۳۱)

ہوتا ہے اور اس کے جاری رکھنے کے لئے عقل کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اس سلسلہ مین لفظ "عقل" کے مفہوم مین دلچسپی، توجہ، حرکات کا تغیر بلحاظ اس کے کہ نتائج تسلی بخش ہین یا غیر تسلی بخش، اور تجربہ سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت یہ تمام باتین شامل ہین، اور برخلاف اس کے فعل اضطراری مین عقل کے ان اجزا، مین سے کوئی بھی موجود نہین ہوتا، فعل اضطراری ایک مہیج کا فوری جواب ہوتا ہے، لہذا اس مین دلچسپی یا توجہ یا کسی اور چیز کی گنجائش ہی نہین ہوتی، اور فعل جبلی جو ایک فعل کی طرف میلان ہوتا ہے، اس لیے اس کی کچھ بقا ہوتی ہے، یہ کچھ عرصہ تک باقی رہتا ہے۔

ہماری حرکات اضطراری اس قسم کے مہیج کا جواب ہوتی ہین جو ایک واضح حس کے باعث ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی ایک شدید کیفیت احساسی بھی ہوتی ہے، لیکن یہ لازمی نہین کہ اس قسم کی حس ہمیشہ پیدا ہو، آنکھ مین تنکا پڑ جانے سے ہم اپنی آنکھ بند کر لیتے ہین لیکن آنکھ بند کرنے سے کوئی واضح حس پیدا نہین ہوتی، اس کے برخلاف چھینکنے مین ایک نہایت واضح حس ہوتی ہے، ان مثالون مین قابل غور بات یہ ہے کہ جس صورت مین واضح حس ہوتی بھی ہے، وہان یہ حس اس فعل پر کسی قسم کا اثر نہین کرتی، بلکہ یہ اس مہیج کا نتیجہ ہوتی ہے، اس کے برخلاف جبلی افعال مین جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہین، یہ حسیات بہت اہم ہوتی ہین[1]، یہی اس فعل مین رہنمائی کرتی ہین، اور ان ہی کے مطابق تمام فعلیت کا انضباط ہوتا ہے، یہ حسیات بے اثر اور بے فائدہ نہین ہوتین، مثلاً بلی چوہے کا شکار کرنے بیٹھتی ہے، اس حالت مین تمام ارتسامات حسی جو اسکو وصول ہوتے ہین، اسکی فعلیت کی تشکیل کے لیے لازمی ہین، ان پر توجہ کیے بغیر یا ان سے اثر پذیر نہ ہونے کی صورت مین مطلب حاصل نہین ہو سکتا، اگر وہ ان ارتسامات کی طرف سے غافل ہو جائے یا انکے مطابق اپنی فعلیت کو منضبط نہ کرے تو وہ چوہا پکڑنے پر قادر نہین ہو سکتی،

اس کے علاوہ اگر ہم ایک حیوان کی فعلیت جبلی پر غور کرین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فعلیت مین

[1] مینوئل آف سائیکالوجی مصنفہ اسٹارٹ صفحہ ۲۲۳

شروع سے لیکر آخر تک توجہ کی ظاہری علامات و خصوصیات پائی جاتی ہین، اس مین آلۂ حس کا انضباط ہوتا ہے اور از ابتا تا انتہا انتظار اور آیندہ ارتسامات کی تلاش ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین یہ تمام تغیرات اس لیے کیے جاتے ہین کہ غایت کو حاصل کرنے مین آسانی ہو، یہ ایک تیاری ہوتی ہے جو مطلب برآری کے لیے لازمی ہوتی ہے[1]، لیکن اس کے مقابلہ مین فعل اضطراری مین اس قسم کی تیاری کی ضرورت نہین ہوتی، یہ مہیج کے ظاہر ہوتے ہی صادر ہو جاتا ہے، بعینہ اس طرح جس طرح کہ بندوق کا گھوڑا دباتے ہی بندوق چل جاتی ہے، جب تک یہ خاص مہیج ظاہر نہین ہوتا اس وقت تک وہ حیوان بالکل منفعل رہتا ہے، پرندون کے گھونسلا بنانے کی فعلیت پر اگر غور کیا جائے تو تمام باتین واضح ہو جاتی ہین، وہ اپنے آلۂ حس کا انضباط کرتا ہے بعض مہیجات کے اثر کو قبول کرتا ہے اور بعض کو نظر انداز کر دیتا ہے، خاص خاص تنکون اور چیزون کی اس کو تلاش ہوتی ہے، اور ان کی تلاش مین وہ سرگردان پھرتا ہے، غرض اس مین توجہ کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہین، اس کے برخلاف، لوہے کو ہاتھ لگا کر کھینچنا ایک فعل اضطراری ہے اور اس مین یہ تمام باتین مفقود ہوتی ہین،

افعال جبلی کی ایک اور نمایان خصوصیت ہے جس کو پروفیسر لائڈ مارگن نے "ثبات قدم یا استقلال باختلاف مساعی"[2] کہا ہے، اگر ایک خاص طریق کار ایک خاص نتیجہ پیدا کرنے مین ناکام رہتا ہے تو اس مین اس وقت تک تبدیلیان کیجاتی ہین جس وقت تک وہ مطلوب نتیجہ پیدا نہین ہو جاتا، مثلاً مسٹر اور مسز پیکہم کا ایک مشاہدہ ڈاکٹر اسٹاوٹ نے بیان کیا[3]، وہ لکھتے ہین:-

"ایک خاص نوع کی بھڑ کی عادت ہوتی ہے کہ جب اس کا چھتہ مکمل ہو جاتا ہے تو وہ اس کے راستہ کو مٹی سے بند کر دیتی ہے، چنانچہ ایک موقع پر ایک بھڑ کو اسی مقصد کے لیے کسی موزون چیز کی تلاش ہوئی، وہ باہر نکلی اور ایک پتے کو کھینچنا چاہا، لیکن نہ کھینچ سکی

[1] مینوئل سائیکالوجی مصنفہ اسٹاوٹ صفحہ ۱۰۰، [2] حیات حیوانی اور عقل صفحہ ۱۵۰، [3] مینوئل آف سائیکولوجی صفحہ ۲۴۶،

اس کے بعد اس نے ایک کنکر کا انتخاب کیا، لیکن وہ بھی اس کے لیے بڑی تھی، اس کے بعد اس نے مٹی کا ایک ڈھیلا اوٹھایا لیکن یہ اُسکو پسند نہ آیا، آخر کار اُس نے ایک اور سوکھا ہوا پتہ اٹھایا اور جاکر اس سے سوراخ بند کر دیا،، (ملخصًا)

ظاہر ہے کہ جن افعال و حرکات مین یہ خصوصیات پائی جائین اور جن کے لیے عقل و شعور کی مدد لازمی ہو، ان کو ہم صرف خلقی انتظامات پر مبنی قرار نہین دے سکتے، اور کسی طرح یہ تسلیم نہین کر سکتے کہ اس خلقی انتظام کی وجہ سے ایک خاص مہیج خاص حرکات کا باعث ہوتا ہے، ہم نے دیکھ لیا کہ جبلی افعال مین مساعی کی تجدید اور ان کا اختلاف ہوتا ہے، حرکات و سکنات مین موقعہ و محل کے مطابق خاص خاص تغیرات اور انضباطات ہوتے ہین، خاص خاص چیزون کی طرف توجہ کیجاتی ہے، اگر ہم ان افعال کو خلقی نظام پر موقوف تسلیم کر لین تو ان تمام کی گنجایش باقی نہین رہتی، اس مین شک نہین کہ یہ نئے انضباطات ایک حد تک نظام عصبی کے موروثی ترکیب پر منحصر ہوتے ہین، لیکن اس کی بنا پر تمام واقعات کی توجیہ نہین کیجاسکتی، اور انہی تمام بیانات کی بنا، پر ہم فعل اضطراری اور فعل جبلی کو متحد النوعیت اور مشترک الماہیت قرار نہین دیسکتے

(باقی)

شیخ مصحفی کی مثنوی بحر المحبت

مرتبہ مولوی عبد الماجد صاحب بی اے،

قدیم اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین ملجائے تو غنیمت ہے، شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنف مولوی عبد الماجد صاحب نے نہایت محنت سے اسکو مرتب کیا ہے، اس پر حواشی بڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہے، مثنوی مین استاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہے، معارف پریس مین چھپی ہے

قیمت ۱۲ر

"منیجر"

عظیم آباد (پٹنہ) کے غیر معروف کتبخانے

عظیم آباد (پٹنہ) بھی ہندوستان کے ان مشہور شہرون مین سے ہے، جو کبھی علم و فن کے مرکز تھے، اور علمار اور قدردان علم امرار کی کثرت تھی، اب بھی شرفار کے ہر پرانے گھرانے مین بوسیدہ قلمی اوراق کا ایک بے ترتیب ذخیرہ ملے گا، یہ انمول ذخیرے اب ردیون کے بھاؤ بازارون مین بک جاتے ہین، پٹنہ مین قلمی کتابون کی ارزانی کا یہ حال ہے کہ نواب محمد حسن خان جو جناب سرفراز حسین خان (ممبر اسمبلی) کے اپنے خالہ زاد بھائی تھے کا پورا کتب خانہ چند سو روپے مین بک گیا، اور فی کتاب کی قیمت آٹھ آنون سے زیادہ نہ مل سکی، تھوڑے دن کی بات ہے کہ ایک مطلا قرآن، جو نہایت خوشخط تھا تیس روپیہ مین بھی نہ بک سکا، خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین حکومت کے سیکڑون روپئے ماہوار خرچ ہوتے ہین لیکن وہان بھی کتابونکی خریداری نہین ہوتی ہے، اور صرف اس کوشش مین وقت صرف کیا جاتا ہے کہ مفت ہاتھ آئین، مجھے خود بوستان کا ایک مکمل نسخہ ایک روپیہ مین مل گیا ہے، وہ بیچارہ بیچنے والا دعا دیتا ہوا چلا گیا، کتابین بہت سے ایسے ہندو خاندانون مین بھی جمع ہین، جو گذشتہ زمانہ مین اسلامی تمدن سے آشنا تھے، یہان پہلے ہندو امرار عربی اور فارسی مین کامل دستگاہ رکھتے تھے لیکن اب ان کے خاندان مین الف اور بے بھی کوئی نہین پہچانتا، ہمارے دیکھتے دیکھتے یہان کے ہندو خاندانون پر ہندی نے قبضہ کرلیا ہے، مسلمان امرار کے یہان بھی کتابین بہت موجود ہین، لیکن اب امرار کے لڑکے فارسی اور عربی کی طرف نظر بھی نہین اٹھا کر دیکھتے، عموماً خاندانون مین انگریزی چڑ گئی ہے اور بہت سے خاندان مین جہالت کی وجہ سے کتابون کی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی ہے اور کبوترون، پتنگون اور دوسرے دوسرے خرافات مین زندگی بسر کیجاتی ہے،

جو خاندان علم و فضل مین نہایت ممتاز رہ چکے ہین، ان کا بھی رویہ فارسی، اردو، اور عربی کی قلمی کتابونکی طرف سے نہایت غیر تشفی بخش ہے، خود مین اپنے خاندان کا ایک پرلطف قصہ بیان کرتا ہون، ہمارے بچا مرحوم کو جو ایک بیرسٹر تھے اور جنکی قابلیت اُن کے ساتھیون مین نہایت مشہور تھی، انسائکلوپیڈیا کی خریداری مین تھوڑے سے روپیے کی ضرورت ہوئی آخر انھون نے فیصلہ کیا کہ فارسی اور عربی کی پرانی کتابون سے لائبریری کو خالی کرین، انھون نے مدرسہ کے مولویون کو بلا کر کتابین دکھائین اور دوسو روپیہ کا مطالبہ کیا، بیچارے مدرسین کے پاس ڈیڑھ سو روپیہ سے زیادہ نہ تھا، اور یہ معاملہ ہمارے خاندان کی خوش قسمتی سے طے نہ ہوسکا، اسی لائبریری مین ہمارے خاندان کا بہترین خزانہ ہے اور ہمارے آبا و اجداد کے اپنے ہاتھون کے لکھے ہوئے بہت سے قلمی نسخے ہین، یہ واقعہ اکثر جگہ ہوا ہوگا، خاندان کے بہترین خزانے لٹا دیے گئے ہین، صوبۂ بہار کی آب و ہوا بھی کتابون کے لیے کچھ مفید نہین ہے اور چونکہ کتابونکی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی تھی اور بچانے کا مصالحہ کسی کو اب معلوم نہین ہے، اس لیے کتابین آئے دن برباد ہوتی جارہی ہین، اگر فوراً کتابون کو نقل نہ کرلیا گیا تو بہت سی نایاب کتابین ہمیشہ کے لیے دنیا سے ناپید ہوجائینگی، اگر نقل مین بہت خرچ کی ضرورت ہے تو کم سے کم فہرست کی تیاری مین ہاتھ لگایا جائے، اور کتب خانون کے مالکون کو کتابون کی قیمت سے آگاہ کرنا چاہیے، میرا تو خیال ہے کہ اگر یورپ کے کتب خانون کے لیے یہ کتابین خرید لیجائین تو بہتر ہے، ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مین اپنے ملک سے باہر کتابون کو کیون بھیجدینا چاہتا ہون، اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ کتابین ہندوستان مین خریدی نہین جائینگی تو بہتر ہے کہ کہین بھی محفوظ رہین، کیڑون کے پیٹ سے بہتر امریکہ انگلستان، فرانس اور اطالیہ کے کتب خانے ضرور ہین، شاید جب ہندوستان مین اقبال کا دور دورہ ہو تو یہ کتابین یہان واپس آجائین، یہان کے امرا سے یہ بھی اُمید نہین کہ وہ اپنے اس خزانہ کو بھی کسی قومی لائبریری کو عطا کردین، ہان اگر حضور گورنر خود چٹھی لکھدین تو کتابین آپسے آپ بھیجدیجائینگی، اب سر گیٹ کے ایسا علم دوست گورنر ملنا مشکل ہے، اس لیے اس کی بھی کوئی امید نہین ہے کہ کتابین صوبہ کے

میوزیم ہال مین جمع کر دیجائین، گورنر موصوف نے سنسکرت اور ہندی کی کتابون کو بہت جمع کرایا ہے اور ہندو راجگان سے بہت سے چندے اس کام کے لیے جمع کئے گیے تھے، اگر حضور موصوف اردو، فارسی اورعربی کی کتابون کے لیے اپنی توجہ کو مبذول کرتے تو بہت سی کتابین جمع کر لیجا سکتی تھین،

خدا بخش خان مرحوم نے کتابونکو حاصل کرنے مین اتنی مستعدی دکھلائی تھی کہ بعض مرتبہ لین دین کے معمولی اصولون کو بھی آپنے نظر انداز کر دیا تھا، مین نے جب اپنے ایک ہندو دوست سے فہمائش کی کہ وہ اپنے یہان کے نادر نسخون کو خدا بخش خان لائبریری مین بھیجدین تو انھون نے اپنے والد کے ایک وصیت کا تذکرہ کیا جس مین انھین حکم دیا گیا تھا کہ "گنگا مائی کے سپرد کر دینا، لیکن وکیل صاحب کی لائبریری مین نہ بھیجنا"

یہان کے ہر خاندان مین کم سے کم ایک دو قلمی کتاب ضرور ملے گی جب ہم اور ہمارے دوست جناب قاضی عبدالودود صاحب اسی کوشش مین گھوم رہے تھے، تو اکثر خاندانون سے اس مسئلہ پر گفتگو کا موقع ملا، عموماً یہ حضرات اپنی لائبریری سے ناواقف تھے، اور ہم لوگون کے بے حد اصرار پر جب وہ لائبریری کے کمرہ مین تشریف لیجاتے تو انھین اپنے یہان کے جواہر ریزے کی خبر ہوتی تھی، ہمارا خیال ہے کہ پٹنہ مین ابھی دس ہزار قلمی کتابین موجود ہین اور ان مین اکثر ایسی نادر الوجود ہین جو بڑی لائبریریون مین بھی نہین ملین گی،

سردست عظیم آباد کے مندرجہ ذیل بڑے کتب خانے ہمین معلوم ہین،

(۱) **کنور جگدیش**، جو سکھون کی سب سے بڑی عبادتگاہ کے پاس ہرمندل کی گلی مین رہتے ہین، ایک بہت بڑے کتب خانہ کے مالک تھے، کنور موصوف کے آبا و اجداد فارسی اور عربی کے ماہرین مین گذرے ہین اور ان لوگون کے متعلق شاہی باورچی خانہ کا انتظام تھا، آپکے یہان دہلی دربار کی بہت سی کتابون کا ذخیرہ تھا، مین نے جدو ناتھ سرکار کو ان سے روشناس کر دیا تھا اور پروفیسر موصوف بھی ان کتابون کی بہت تعریف کرتے تھے، جس وقت ہم لوگ وہان گیے تھے تو کتابین نوکر خانہ کی الماریون مین ڈھیر تھین اکثر قرآن سونے اور چاندی کے حروف مین لکھے ہوئے مین نے خود دیکھے ہین، حاشیہ پر اکثر کتابون کے

زعفران سے مینا کاری کیگئی تھی، ایک کتاب مین دہلی کے تمام عمال کا روزنامچہ تھا اور بیگمات کا نام بنام تذکرہ تھا، کنور موصوف نے اپنی تمام کتابون کو صادقپور کے کسی حکیم کو دیدیا ابھی تک مجھے حکیم صاحب کا پتہ نہین لگا ہے، خدا کرے وہ اچھے ہاتھون مین پہنچ گئی ہون،

(۲) **مولوی منظر الرحمن** صاحب کا کتب خانہ بھی گمنامی مین پڑا ہوا ہے، مولوی صاحب سر علی امام کے بڑے داماد ہین، اور پٹنہ کے بہت بڑے رئیس، مولوی صاحب موصوف کو اپنی زمینداری کے اشتغال سے بہت کم وقت کتابون کے ملاحظہ کا ملتا ہے، پہلے ان کی کتابین اُن کے موضع پر تعین تو مین نے اکثر ان سے درخواست کی کہ کتابین خدابخش خان لائبریری کو دیدیجائین لیکن انھون نے صاف انکار کردیا، پھر مین نے بانکی پور مین منگا لینے کے لیے کہا، الحمد للہ کہ یہ درخواست منظور ہوئی اور وہ اب ان کے کمرہ کو زینت بخشتی ہین بہت سی کتابین ضایع ہو چکی ہین، لیکن اب انشاء اللہ امید ہے کہ ضایع نہین ہونگی، اگر مولوی صاحب نے اجازت دی تو مین ایک فہرست اوسکی شایع کرونگا، اور مشہور کتابون کے متعلق ریویو لکھوانے کی کوشش کرونگا، دیکھئے اس مین کہانتک کامیابی ہوتی ہے،

(۳) **نواب گذری** کا بھی کتب خانہ شہرۂ آفاق تھا، اب ان کے صاحبزادون مین یہ کتابین تقسیم ہو گئی ہین، اگر اس خاندان کے کمسن حضرات مثلاً جناب میان صاحب، جناب مبارک علی صاحب (ممبر کونسل) جناب عباس علی صاحب (ممبر کونسل) کوشش کرین تو بہت سے نادر نسخے دستیاب ہون کاش تھوڑی سی کاوش کر کے کتابون کی فہرست بنا لیجائے تو بھی غنیمت ہے،

(۴) **رائے جگدیش بہادر**، مہراج گھاٹ کے یہان بھی شاہی وقت کی بہت سی کتابین ملین گی، رائے صاحب رائے شتاب رائے کے خاندان کے رکن کہلاتے ہین اور مین نے خود ان کے یہان ایک تلوار دیکھی ہے جس مین لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوا تھا، یہ ان کے خاندان کا بہترین ورثہ سمجھا جاتا ہے رائے صاحب نے ہم سے تذکرہ کیا تھا کہ جب رائے شتاب رائے کو گنگا مین ڈوبانے کے لیے انگریز چلے

تو انھون نے برجستہ اشعار کہے ہین اور یہ اشعار ان کے پاس موجود ہین،

(۵) **ڈیانوان**، جو پٹنہ سے دس میل پر واقع ہے، وہان بھی ایک نہایت قیمتی لائبریری موجود ہے لیکن اوس کے متعلق بھی دنیا کو کچھ علم نہین ہے حالانکہ اس کے موجودہ مالک ایک روشن خیال اور تعلیم یافتہ بزرگ ہین، امید ہے کہ جناب سرور اپنی لائبریری سے دنیا کو باخبر رکھنے کی کوشش کرین گے،

(۶) **پھلواری شریف**، کا کتب خانہ صوبہ کا یکتا کتب خانہ ہے، یہ سجادہ صرف تصوف یا روحانیات کا سرچشمہ ہی نہین رہا ہے بلکہ یہان علم و فضل کی گرم بازاری بھی رہی ہے، اس سجادہ پر حضرت فرد سے یگانہ شاعر اور حضرت مجیب سے جید عالم بھی گذرے ہین، موجودہ سجادہ نشین مولٰنا شاہ بدر الدین مدظلہ نہایت روشن خیال بزرگ ہین، معلوم نہین آپنے اپنے یہان کے کتب خانے کی کوئی مکمل فہرست تیار کرائی ہے یا نہین، ضرورت ہے کہ وہان کی قلمی کتابون سے ملک کو روشناس کیا جائے، بزرگان خانقاہ کی توجہ سے امید ہے کہ وہان کتابین نہایت حفاظت سے رکھی جاتی ہونگی کیونکہ غالب اور راسخ کے خطوط بھی آج تک وہان محفوظ ہین،

(۷) **نواب احمد** صاحب سنگی دالان کے یہان بھی ایک بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے، لیکن ہم لوگون کی بدقسمتی سے یہ بہت دور ایک دیہات مین پڑا ہوا ہے، جناب نواب صاحب سے ہم لوگون نے درخواست کی کہ کتابین یہان منگائی جائین، لیکن ناکامیابی ہوئی معلوم نہین کتابون کا کیا حشر ہو رہا ہوگا

(۸) میری نظر سے کتابین مولوی حفیظ صاحب رئیس صدر گلی، مولوی فصیح احمد صاحب رئیس لودی کٹرہ، جناب قاضی عبد الودود صاحب کی بھی گذری ہین، انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بعض کتابون کے متعلق استفسار کرکے پبلک مین ان کے متعلق اپنے معلومات پیش کرونگا، ہمارے یہان بھی تھوڑی سی کتابین بچ گئی ہین، بہت سی وصلیان تو مین نے زمین مین سے نکالی ہین، بعض بہت نادر الوجود ہین،

ایک نسخہ کشاف کا ۷۲۶ھ کا لکھا ہوا ہے، کاغذ مین حیرت انگیز پائداری ہے اور روشنائی مین غضب کی چمک
یہ نسخہ نجوان مین لکھا گیا تھا، تین تین کتابین اور علوم و فنون کی بھی ہین، ایک سفرنامہ اعتصام الدین کا ہی یہ سفیر
بنکر جارج سوم کے یہان شاہ دہلی کی طرف سے گیے تھے اور اگر یہ کتاب شایع ہوجائے تو بہت سی تاریخی تاریکیان
دور ہوجائین، آجکل یہ نسخہ مولانا ابو الکلام کے پاس ہو،

(۹) اخیر مین یہ تذکرہ کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ یہان ایک مارواڑی تاجر "جیلان" نامی عربی اور فارسی کی پرانی کتابون کو جمع کر رہے ہین، مین بابو صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا آپنے قلعہ کی مشہور تاریخی عمارت کو خرید لیا ہے اور دو لاکھ لگا کر پوری مرمت بھی کر ڈالی ہے، ان کے پاس پرانی اشیار کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، کتابین ابھی بیس پچیس سے زیادہ نہین ہین لیکن جو کتاب ہے وہ نادر ہے، ایک قرآن تین انچ لمبا اور ڈیڑھ انچ چوڑا نہایت باریک حروف کا قلمی ہے، ایک قرآن کل تیس صفحات پر مشتمل ہے مین اُن کے پورے ذخیرے پر مضمون لکھنے والا ہون، کاش یہان کے مسلمان رؤسا اس سے سبق لین اور کاش وہ اپنی پوری کوشش پر اتنی بھی رقم قیمت خرچ کرتے جتنی بابو صاحب ایک کتاب پر خرچ کرتے ہین مین نے سنا ہو کہ انھون نے قرآن مجید کا صرف ایک نسخہ تیرہ ہزار روپیہ مین کلکتہ سے منگایا ہے، آپکے پاس تصویرون سکون اور تمام پرانی اشیار کا بہترین ذخیرہ ہے،

مین نے ان اوراق مین اپنی صرف چند دن کی کوششون کا حال لکھا ہو اگر دوسرے حضرات پٹنہ اور نواحی پٹنہ یا بہار کے کتبخانون پر قلم اٹھائین تو مجھ سے بہت زیادہ لکھ سکتے ہین، کیونکہ اس خطہ مین ہر شہر اور ہر دیہات کے ہر شریف اور خاندانی آدمی کے پاس دو ایک بھی قلمی کتاب ضرور ہے، اور انکی مجموعی تعداد خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ سے سہ چند ہوجائیگی، کاش انکی فہرست ہی یکجا ہوجاتی اور وہ خدا بخش خان لائبریری مین محفوظ رہتی تاکہ اہل علم کے لیے ان کی طرف مراجعت کرنا ممکن ہوتا یہ ایک عظیم الشان علمی کام ہو، اور دار المصنفین کو ادھر توجہ کرنا ضرور ہے،

معارف: ہمارے دوست نے دار المصنفین کو جس فرض کی طرف متوجہ کیا ہے وہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے، کتابونکی خریداری کے لیے وہ کم از کم ایک ہزار سالانہ خرچ کرتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ رقم

دار المصنفین کی بساط کو دیکھتے ہوئے گو کسی قدر زیادہ ہو لیکن ضرورت کے مقابلہ مین یہ بہت کم ہے، اگر اس مد مین کافی روپیہ ہمارے پاس ہو تو اس سے بہت زیادہ کیا جاسکتا ہے،

ہمارے دوست یہ سنکر خوش ہونگے کہ عظیم آباد پٹنہ کے رقبہ کے اندر **دیسنہ** کے نوجوانون نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ اپنے بزرگون کے پرانے اندوختہ کو محفوظ رکھین گے، چنانچہ وہ بوسیدہ اوراق کو جمع کر رہے ہین، ترتیب دے رہے ہین، اور اُنکو مرمت، اصلاح اور جلد بندی کے بعد اپنے "کتبخانۂ اصلاح" مین محفوظ کر رہے ہین، اُن کی علیحدہ فہرست بھی انھون نے ترتیب دی ہے،

علم الکلام

مولٰنا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بعہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ، مدت ہوئی کہ ناپید ہو گئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت ۱۲ / ۱

حیات امام مالک

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین، صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین، مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق و سیرت اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئین گی، قیمت ۱۲ /

"منیجر"

مترجمات

فینلینڈ مین عربی زبان

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات ندوی

دنیا کی دوسری قومون کی طرح عرب بھی اپنے عہد ماضی کی یاد تازہ کر رہے ہین، زمانہ سابق مین ان کا تمدن، انکی تہذیب، ان کے علوم و فنون جن ممالک تک پھیلے تھے اور جس طرح پھیلے تھے اوسکی تفصیل و تشریح کر رہے ہین، ذیل کا مضمون اسی قسم کی کوشش کا نتیجہ ہے اصل مضمون فینلینڈ کے ایک صاحب قلم نے لکھا ہے لبنان (شام) کے رہنے والے ارشید باکون تومادیوالملوف نے جو فینلینڈ کی سیر و سیاحت کی غرض سے وہان گئے تھے اس کا عربی مین ترجمہ کیا، یہ ترجمہ شام کے مشہور علمی رسالہ مجلۃ المجمع العلمی العربی مین شایع ہوا، ہم نے اس کا ترجمہ اسی عربی مضمون سے کیا ہے،

(ابوالحسنات ندوی)

سرزمین فینلینڈ بحر منجمد کے شمال سے بحر بالٹک کے جنوب تک اور مشرقی روس سے سوئڈن کے مغربی حد تک پھیلی ہوئی ہے اس ملک کے باشندونکی تعداد تین لاکھ سے کچھ زیادہ ہے، سودم انکی ملکی زبان مین فینلینڈ کا نام ہے جس کی طرف انتساب کے ساتھ وہ اپنے تئین سودمی کہتے ہین، یہان کے تمام باشندے مسیحی مذہب رکھتے ہین، یہان کی زبان یورپ کی تمام زبانون مین ہنگری زبان کے سوا اور کسی کے ساتھ کوئی مناسبت نہین رکھتی، لیکن اس کے صرفی قواعد تمامتر ترکی زبان کے صرفی قواعد سے مشابہ ہین، حالانکہ ان دونون زبانون کے الفاظ مین قطعاً کوئی مناسبت و مشابہت نہین ہے،

لیکن ایک عرب کے لیے سب سے زیادہ تعجب انگیز اس ملک مین خالص عربی نامونکا مقبول عام ہونا ہے، مثلاً یہان بکثرت مردون کے نام سالم، عمر، اور علی وغیرہ اور عورتون کے نام عدلہ، سلمی، سلیمی، لیلی اور فریدہ وغیرہ ہین، اس مین کوئی شبہ نہین کہ ۱۱۵۷ء سے پہلے یعنی جب یہ ملک حکومت سوئڈن کے قبضہ مین آیا، اس ملک کے ساتھ عربون کے تجارتی تعلقات قائم تھے جسکی شہادت وہ عربی سکے دیتے ہین جن پر خط کوفی مین تحریرین ہین اور یہ سکے آج تک اس ملک کے پایہ تخت ہیلسینگفورس کے عجائب خانہ مین محفوظ ہین، اور ان چیزون مین سے جو اس ملک کے ساتھ عربون کے تجارتی تعلقات کو ثابت کرتی ہین، وہ چاندی کے چھ سو سکے ہین جو کوہتلا " [illegible] " کے علاقہ مین پائے گیے ہین، یہ سکے جو تھر پلے کوئلے کی ایک کان مین چھپے ہوئے تھے بہ ترتیب دوسری تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے سکے ہین یہ سکے ابھی ۱۹۲۲ء کے موسم سرما مین پائے گئے ہین،

۱۸۰۹ء مین سوئڈن کی حکومت کا خاتمہ ہونے کے بعد روسی حکومت کا علم اس پر سایہ فگن ہوا لیکن ۱۹۱۷ء مین جب روس مین فتنہ و فساد شروع ہوا اور روسی حکومت کمزور ہو گئی تو اس کمزوری کے زمانہ مین قیصر کے چنگ استبداد سے جو مظلوم و مغلوب ممالک آزاد ہوے ان مین سے ایک ملک فنلینڈ بھی ہے، اس آزادی و استقلال کے بعد یہان جمہوری حکومت قائم ہو گئی،

گذشتہ چند سال مین فنلینڈیون نے یورپ کی اکثر قومون پر جسمانی ریاضتون اور اولمپی کھیلون مین اپنا تفوق ظاہر کیا ہے چنانچہ ان کھیلون مین انکا مقابل انگریزون اور امریکیون کے سوا اور کوئی نہین فنلینڈیون نے ان کھیلون مین تنوع بھی پیدا کیا ہے،

علوم و فنون کے ساتھ فنلینڈیون کو بیحد شغف ہے اس لیے اونکی آبادی کا ایک چھوٹا سا گاؤن بھی ایسا نہین ہے جہان متوسط یا ابتدائی درجہ کا مدرسہ نہ ہو، سب سے اعلی درسگاہ اور علمی مرکز ان کا کالج ہے جسکی بنیاد خاص پایہ تخت مین ۱۶۴۰ء مین پڑی تھی، اسی کالج مین وہ عربی زبان و فنون کی تعلیم حاصل کرتے ہین، اور روز بروز جس طرح دیگر علوم و فنون مین ترقی کر رہے ہین عربی لٹریچر کے ساتھ بھی انکا شغف و انہماک بڑھتا جاتا ہے،

اس سلسلہ مین سب سے زیادہ مستحق ذکر مرحوم جارج اوگسٹ ولین ہین جنھون نے گذشتہ صدی مین عربی زبان کی تعلیم کی مستقل شاخ اس کالج مین قائم کی تھی، اس واقعہ سے پہلے فنلینڈ کے علما عربی زبان کی صرف اتنی تعلیم کے لیے اہتمام کرتے تھے جتنی کہ عبرانی توراۃ کے متن کے سمجھنے مین انھین مدد دیتی تھی، لیکن مرحوم جارج ولین ان مین سب سے پہلے شخص تھے جنھون نے اس زبان مین پوری مہارت حاصل کی بدقسمتی سے یہان اُن کے بعد اس مین اُنکا کوئی صحیح جانشین پیدا نہ ہوا،

۱۸۱۱ء مین پروفیسر جارج ولین فنلینڈ کے مغربی جزائر الینڈ مین پیدا ہوئے، اور فنلینڈ کے مذکورہ بالا کالج مین تحصیل علم کی تکمیل کی، اور وہین لاطینی زبان مین ایک کتاب لکھی جس کا نام "متقدمین عرب اور متاخرین کے لب ولہجہ مین اہم فرق" ہے، یہان سے ۱۸۴۱ء مین روس گیے اور پایہ تخت مملکت روس کے پٹرسبرگ کالج مین داخل ہو کر خاص عربی زبان کی تکمیل کرتے رہے انھون نے اس کالج کے پروفیسر عربی شیخ طنطاوی سے اچھی طرح استفادہ کیا، شیخ طنطاوی کی تحریک وتشویق سے ان مین عربی کی نشر واشاعت کی سرگرمی پیدا ہوئی یہانتک کہ خود ان ممالک تک پہنچکر تکمیل عربی کا جذبہ پیدا ہوا جہان عربی زبان ملکی زبان ہے ۱۸۴۳ء مین وہ فنلینڈ سے روانہ ہوئے اور اس زمانہ کے ان مشکلات سفر کی جو ریلون اور جہازون کے نہ ہونے کی وجہ سے پیش آتی تھین، انھون نے کوئی پروانہ کی، سب سے پہلے وہ مصر آئے، یہان سے انھون نے وہابیون کے مقبوضہ علاقون (نجد، عسیر، یمامہ وغیرہ) کا سفر کیا، پھر بغداد، اصفہان، بصری اور دمشق کی سیاحت کی ان تمام اطراف مین وہ چھ برس تک رہے، انھون نے بدوی طرز زندگی انکی زبان اور لب ولہجہ اُن کے عادات واخلاق کو سیکھنے اور ان پر عمل پیرا رہنے کی پوری کوشش کی، ان اطراف ملک کی طبعی اور جغرافی حالات کا غور سے مطالعہ واستقصا کرتے رہے، پروفیسر مرحوم نے اس سفر مین اپنے ساتھ دواؤن اجڑی بوٹیون اور دوسرے آلات طبیہ کا کافی ذخیرہ ساتھ لے لیا تھا، وہ طب اور فن معالجہ سے واقف تھے اس لیے ان کو قبائل عرب مین بڑی ہردلعزیزی حاصل ہوگئی، شیوخ قبائل اُنکی بڑی عزت کرتے تھے، خود پروفیسر

مرحوم کو بھی ان سے اتنی محبت و یگانگت ہوگئی کہ انھون نے ان لوگون کا طرز معاشرت، عادات و اخلاق یہان تک وضع لباس بھی اختیار کرلیا، اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ اپنا نام بھی بدلکر عبد الولی رکھا، اور مرتے دم تک اپنے کو عبد الولی ہی لکھتے رہے،

۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۰ء مین لندن مین مقیم اور بلاد عرب کا جغرافی نقشہ کھینچنے مین شریک رہے، اس کے بعد ۱۸۵۱ء مین اپنے ملک کے ہیلسنگفورس کالج مین عربی زبان کے پروفیسر مقرر ہوئے، کالج مین نوجوانان فینلینڈ کی بڑی جماعت انکی بے نظیر عربی دانی سے فائدہ اٹھانے اور عربی کی تحصیل و تکمیل کے لیے پہلے تو بڑی ہمت اور نشاط شباب کے ساتھ اٹھی لیکن افسوس ہے کہ پروفیسر ممدوح کی موت ۱۸۵۲ء کے بعد انکی تمام سرگرمیان بالکل ٹھنڈی پڑگئین، مرحوم پروفیسر کو ہیلسنگفورس کے ایک قدیم مقبرے مین دفن کیا گیا، اور اُن کی قبر پر ایک پتھر مین صرف ان کا نام "عبد الولی" عربی رسم خط مین کھدوایا گیا، ہیلسنگفورس کالج مین آج تک انکی ایک تصویر موجود ہے اس مین وہ اسی عربی ملبوس مین ہین جو برابر پہنا کرتے تھے یعنی عمامہ، قبا اور پٹکا،

پروفیسر عبد الولی نے اپنے ہاتھ سے ابن الفارض کا قصیدہ حائیہ جس کا مطلع "ا ومیض برق بالابیرق لاحا" ہے اس کی شرح (از شیخ عبد الغنی النابلسی) کے ساتھ لکھا اور لاطینی زبان مین اس کا ترجمہ کرکے ہیلسنگفورس کے سنگی مطبع مین چھپوا کر شایع کیا تھا، پروفیسر مرحوم نے اپنے شاگردون کی آسانی کے لیے اپنی طرف سے بھی اس پر حواشی و تعلیقات لکھے تھے، اس کے علاوہ انکی اور بھی عربی تحریرین ہیلسنگفورس کالج کے کتبخانہ مین موجود ہین اگر موقع ہوا تو آئندہ ہم ان کو بھی ناظرین کی خدمت مین پیش کرینگے لیکن ان مین سب سے زیادہ قابل ذکر انکی "روزمرہ کی یادداشتین" ہین جو وہ اپنے سفر بلاد عرب کے دوران مین لکھا کرتے تھے اس مین وہ تمام عجیب و غریب اور دلچسپ واقعات جمع ہین جو ان کو اثنائے سفر مین پیش آیا کیے، یہ "یادداشتین" پانچ جلدون مین انکی موت کے بعد شایع ہوئی ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین کہ آج تک ان کا مطالعہ سرد ملک کے باشندون کے دلون مین عرب کی گرمی محبت اور ان خوبصورت ممالک کے سفر و سیاحت کا مزید شوق و ولولہ پیدا کرتا ہے

فنلینڈ کے رہنے والے پروفیسر عبدالولی سے پہلے فنلینڈ کے ساتھ عربون کے قدیم تعلقات، یہان کے تمدن واخلاق پر عربون کے اثرات اور اپنے اباواجداد کے آداب وتہذیب مین عربونکی تاثیرات کو بالکل بھول گئے تھے، اور اس قدر بیگانہ بنگئے تھے کہ عربون کے تمدن وتہذیب اور ان کے ملک کے حالات تک سے قطعًا ناآشنا تھے البتہ عربون کے جو ضمنی تذکرے توراۃ اور انجیل مین آگئے ہین اُن سے کسی حد تک واقف تھے، لیکن پروفیسر عبدالولی ہی تھے جنھون نے اپنی قوم مین عربون کے اخلاق وعادات اور انکی تہذیب وتمدن کی یاد تازہ کی، اور اب فنلینڈی قوم مین عربون کے تمدن واخلاق اور اُنکی زبان کے قبول عام کا یہ حال ہے کہ حال مین ایک فنلینڈی انجنیر نے ایک کشتی بنائی جو دوسری کشتیون سے مقابلہ کے موقع پر سرعت رفتار مین سب سے اول آئی اس کا " الطیر" نام رکھا،

افسوس ہے کہ پروفیسر عبدالولی کے شاگردون مین کوئی ان کا صحیح جانشین نہین ہوا، بعضون نے تو انکے بعد عربی کے ساتھ دلچسپی لینا قطعًا چھوڑ دیا اور بعضون نے صرف اس قدر عربی حاصل کی جس قدر کہ توراۃ عبرانی سمجھنے اور پروفیسر تلکوسیت کی ہدایت ورہنمائی مین بابل اور اشور کی اینٹون کی تحریرین پڑھنے کے لیے کافی ہوئی، ہان ملک بھر مین چند اشخاص نے اُسکی طرف توجہ کی اور عربی مین مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے بہت وقت اور پوری جد وجہد سے کام لیا مثلًا ادیفالیو جنا آفندی تلغرین جنھون نے اسکی تحصیل وتکمیل مین اپنی پوری ہمت وکوشش صرف کی، انھون نے حال مین ایک کتاب لکھی ہے جس مین وہ تمام عربی الفاظ جمع کردئے ہین جو اسپینی زبان مین پائے جاتے ہین، اس کتاب مین اندلسی عربون کے حالات، اسپین پر ان کے اثرات، ان کے تمدن وتہذیب، علوم وفنون، اخلاق وعادات اور رسم ورواج سے متعلق بہت سے مفید معلومات ہین،

یہ ہماری زبردست توقع ہے کہ اہل فنلینڈ نے علوم وفنون اور تمدن وتہذیب کی تکمیل مین یورپ کے مقابلہ مین جیسی غیر معمولی سرگرمی دکھائی ویسی ہی سرگرمی عربی زبان وفنون کی تحصیل وتکمیل اور اپنے ملک

مین اس کی توسیع واشاعت مین بھی دکھائینگے تاکہ علوم وفنون مین بے نظیر ترقی کا جو درخت انھون نے لگایا ہے عنقریب اُس کا لذیذ ترین ثمر حاصل کرسکین، ہماری اس توقع کے لیے ایک فال نیک روسی متبوضات سے تاتاریون کا ترک وطن کرکے فنلینڈ مین اقامت پذیر ہونا بھی ہے، کیونکہ ان مہاجر مسلمانون کو شعائر دین اسلامی کی حفاظت اور اپنے مذہبی فرائض کے ادا وتکمیل کے لیے اس بلیغ زبان کی تحصیل کی لازمی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے مطابق ان مین صریح جذبہ وولولہ موجود ہے، اس لیے اُن کی یہ آمد اس ملک مین عربی زبان کی وسعت وترقی کا بہترین ذریعہ ہوگی،

یوحنا ٹینین کرسکو فنلینڈی،

تلخیص و تبصرہ

فن جراحت کی حیرت انگیز ترقی

موجودہ عہد مین فن جراحت کی ترقی نے اس کے عملی نتائج کو بالکل معجزہ کی صورت مین پیش کیا ہے، آج سے سو برس پہلے فن جراحت صرف فصد اور معمولی پھوڑون کے چیرنے پھاڑنے تک محدود تھا، یورپ نے دوسرے فنون کی طرح اسکو بھی ترقی دی اور گذشتہ پچیس تیس سال کے اندر اس کو بہت زیادہ نمایان وسعت و ترقی حاصل ہوئی، لیکن جنگ عظیم کے زمانہ سے آج تک جو ترقی اس فن مین ہوئی اس نے اسکو اعجاز کی حد تک پہنچا دیا ہے، ڈاکٹر میتیل سمعان (مصر) ابھی جرمنی اور اسٹریا مین ایک سال تک رہ کر آئے ہین انھون نے اسٹریا مین اس فن کے جو حیرت انگیز نتائج عمل دیکھے ان مین سے بعض کو الہلال مصر مین شائع کیا ہے، وہ لکھتے ہین،

(۱) وائنا کے ایک شفاخانہ مین قیدخانہ سے ایک قیدی بھیجا گیا جس کے پیٹ مین شدید درد و نفخ تھا اور قے بھی ہوتی جاتی تھی، طبی معائنہ اور قیدی کے بیان سے معلوم ہوا کہ بریوس پٹرول کے بکس کے اسکرو کا قبضہ اور سرڈین (ایک قسم کی انگریزی مچھلی جو ڈبون مین بند ہوتی ہے) کا ڈبہ کھولنے کا آلہ نگل گیا ہے، مریض قیدی نے اعتراف کیا کہ اس نے قیدخانہ سے چھوٹ کر اپنی مدت قید اسپتال مین گذارنے کے لیے ایسا کیا ہے، ڈاکٹرون نے پیٹ چاک کرکے ان چیزون کا نکالنا ضروری قرار دیا کیونکہ ان تکالیف کے علاوہ مریض کی آنتون مین سخت سوزش بھی تھی، چنانچہ جب پیٹ چاک کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اوسکی آنت کے ایک حصہ مین جا بجا سوراخ ہوگئے ہین، ان سوراخون کے ہر چہار طرف سخت اورام ہین، اور یہی اس سوزش کا سبب ہین،

ان خرابیون کی وجہ سے ڈاکٹرون نے اوسکی آنت مین سے تقریباً چھ ہاتھ اور پندرہ سنٹیمیٹر آنت کاٹ دی اس عمل نازک کے ٹھیک تین ہفتہ بعد یہ مریض بالکل صحتیاب ہوکر شفاخانہ سے نکلا لیکن یہ قیدی جرائم کا سخت عادی تھا اس نے اس واقعہ کے تین ہی مہینہ بعد پھر جرم کیا، ماخوذ ہوکر قیدخانہ مین داخل ہوا اور پہلے مرتبہ کی طرح پھر اُسنے بریوس پٹرول کے اسکریو کے تین قبضے کھالیے، اس مرتبہ پھر اس کا پیٹ چاک کرکے وہ قبضے نکالے گئے، آنت کا کچھ ٹکڑہ کاٹ کر الگ کردیا گیا اور کچھ دنون مین شفایاب ہوکر وہ آزاد ہوا، لیکن ابکی ابھی تین مہینے بھی نہین گذرے تھے کہ پھر وہ کسی جرم مین ماخوذ ہوا اور حسب عادت قیدخانہ مین لوہے کے پانچ چھوٹے ٹکڑے اور ایک پندرہ سنٹیمیٹر کی کانٹی نگل گیا، ابکی مرتبہ جب وہ اسپتال مین داخل ہوا تو اوسکی حالت بظاہر ایسی نازک تھی کہ قریب قریب مردہ معلوم ہوتا تھا، بہرحال اس پر عمل جراحی کیا گیا اور اوسکی آنت کا پھر کچھ حصہ کاٹ کر وہ نگلی ہوئی چیزین نکالدی گئین اور حسب معمول تھوڑے ہی دنون مین اچھا ہوگیا، مجھے معلوم ہوا کہ اسی طرح یہ سخت جان انسان اپنی تئین تھوڑے تھوڑے دنون کے بعد اب تک تین مرتبہ اور مبتلائے آلام کرچکا ہے اور ہر مرتبہ عمل جراحی اسکی کیا گیا اور اچھا ہوکر نکلا، کسقدر حیرت انگیز امر ہے کہ یہ عجیب وغریب مخلوق ہنوز زندہ اور صحیح وسالم ہے،

(۲) ایک تاجر نے تجارت مین سخت نقصانات اٹھائے، عالم یاس وحزن مین اس نے اپنے تئین ہلاک کرلینے کے قصد سے اپنے سینہ سے بندوق لگاکر چھوڑ لی، گولی اس کے سینہ کے بائین جانب اس زور سے لگی کہ سینہ کے ڈھچر کو توڑ دیا گوشت اور بعض ہڈی تک ریزہ ریزہ ہوگئی ایک بڑا سا سوراخ جسکا طول ۲۵ سنٹیمیٹر اور عرض ۵ سنٹیمیٹر تھا ہوگیا اس کی آنتین باہر نکل پڑین، پیٹ اور سینہ کے اندرونی اعضا ایک دوسرے مین مخلوط ہوگئے اور نہایت کثرت وسرعت کے ساتھ خون نکلنے لگا، زخمی تاجر اسپتال مین بھیجا گیا اور وہ بندوق لگنے کے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد وہان پہنچا، معائنہ کے بعد معلوم ہوا کہ اُس کے سینہ اور پیٹ کے بیچ کا پردہ جو دونون کے اعضا کو الگ رکھتا ہے پھٹ گیا ہے، قلب کی تھیلی بھی پھٹ گئی ہے اسکے گرد وپیش اس کثرت سے خون جمع ہوگیا ہے کہ قلب کی حرکت سست پڑگئی ہے اور بائین پھیپھڑے کے نچلے حصہ مین متعدد زخم لگے ہین،

ضروری صفائی کے بعد پہلے آنتین اپنی جگہ پر رکھدی گئین اور وہ سوراخ جو پیٹ اور سینہ کے درمیان مین تھا بند کر دیا گیا، قلب کے آس پاس کا خون خوب دھو دینے کے بعد اسکی تھیلی سی دی گئی، پھیپھڑے کے زخمون مین بھی ٹانکے لگا دئے گئے اور اس کو ہوا دیگئی جس سے اس مین حرکت پیدا ہو گئی اور وہ اپنا کام کرنے لگا، اس تکمیل عمل کے بعد پھر اندر سے شدت کے ساتھ خون آنے لگا جسکی وجہ سے اسکا پیٹ دوبارہ کھولا گیا معلوم ہوا کہ طحال بھی پھٹ گیا ہے، ڈاکٹر نے طحال کو جڑ سے کاٹ کر نکالدیا اور اس کے بعد پھر پیٹ بند کر دیا گیا، تیمار داری و نگرانی کے تمام موجودہ وسائل کام مین لائے گئے، یہان تک کہ مریض تاجرد و مہینے مین پوری صحت پاکر نکلا اور اب اسکا وزن علالت کے پہلے کے وزن سے سات کیلوگرام زیادہ تھا،

(۳) ایک شخص اسپتال مین آیا جسکی عمر پچیس برس کی تھی لیکن اسکا جسم ایسا تھا کہ وہ بارہ تیرہ برس کا معلوم ہوتا تھا، چہرہ پر ساٹھ برس کے بوڑھون کی طرح جھریان پڑی ہوئی تھین اور اس کے تمام اعضا چھوٹے چھوٹے، دبلے پتلے اور اتنے کمزور تھے کہ وہ کچھ کام کاج کر سکنے کی قوت نہ رکھتا تھا، اس کا باپ جو ساتھ آیا تھا اسکی بیماری سے سخت پریشان تھا، اس نے تمام ڈاکٹرون سے علاج کرایا تھا اور کوئی دوا ایسی نہ چھوڑی تھی جو اس کو بتائی گئی ہو، اور اس نے استعمال نہ کرائی ہو، اس نے مدتون اس کو پہاڑ پر بھی رکھا، لیکن ان مین سے کسی تدبیر سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا، اسپتال کے ڈاکٹر نے مرض یہ تشخیص کیا کہ اس کے دماغ کے سخت اور ٹھوس غدود مین سے ایک غدہ متورم ہے اسکی تائید رونجن شعاعون سے بھی ہوئی، ڈاکٹر نے نشتر لگانا تجویز کیا، مریض اور اس کا باپ دونون خوشی سے راضی ہوئے، مریض کی کھوپڑی کھول کر غدہ کے ورم پر نشتر لگایا اور ورم زائل کر دیا گیا، اس عمل پر پورے چھ مہینہ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مریض بالکل اچھا ہو گیا اسکی صورت بارہ تیرہ برس کے لڑکے سے ایک جوان آدمی کی صورت مین متغیر ہو گئی اور اب وہ پورا جوان نظر آنے لگا جسم کے ساتھ ساتھ اسکی عقل، اس کے ادراک اور اس کے شعور مین بھی ترقی ہوئی اور وہ ہر قسم کے کام کر سکنے کے قابل ہو گیا،

فن جراحت کی موجودہ ترقی نے اس کو متعدد مزمن امراض میں بھی نہایت کامیاب ثابت کیا ہے مثلاً
سل، امراض قلب اور کسی عضو کا شل ہوجانا وغیرہ سل ریوی (پھیپھڑے کا سل) کے متعدد مریضوں پر یہ عمل جراحت
کامیاب ثابت ہوا کہ مریض کے اس پھیپھڑے کے جانب کے اضلاع جو مرض سے متاثر ہے الگ کر دئے گئے
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ایک جانب کا پھیپھڑا بالکل سمٹ گیا، اس میں کے تمام گندے ادرام خود بخود مندمل
ہوگئے اور اسی اندمال کے ساتھ ساتھ تمام جراثیم بھی ہلاک ہوگئے اور وہ مریض صرف ایک ہی پھیپھڑے کے ساتھ
اس موذی مرض سے بے خوف و خطر زندہ رہا، اس طریق عمل کی کامیابی کی وجہ سے میں نے دیکھا کہ مرض سل
کے مخصوص ماہر ڈاکٹر بھی اکثر حالت میں مریض کو اپریشن ہی کا مشورہ دیتے ہیں اور مریض اپریشن سے بالکل صحتیاب
ہوجاتا ہے، جدید طریقہ علاج میں بعض امراض قلب کا علاج بھی اپریشن ہی سے کرتے ہیں، چنانچہ ذبحہ قلبیہ (قلب کے
آس پاس میں ایک قسم کی چبھن) جو نہایت تکلیف دہ اور دفعتہً پیدا ہوجانیوالا درد ہے اس کا علاج بھی اپریشن
ہی کے ذریعہ سے کامیاب ثابت ہوا ہے، اتنا معلوم ہے کہ اس کا سبب قلب کی تھیلیوں کا انقباض ہے اس
بنیاد پر قلب کے ایک مخصوص و ماہر ڈاکٹر نے عضلات قلب میں سے ایک عضلہ کو کاٹ کر علیحدہ کرنا تجویز کیا تاکہ اس
میں انقباض پیدا ہی نہ ہو، چنانچہ اس تجویز کے مطابق ڈاکٹر نے عمل کیا اور اب تک تین مریضوں پر یہ عمل جراحت
اچھی طرح کامیاب و سودمند ثابت ہو چکا ہے،

رنجن شعاعوں کی مدد سے یہ امر اچھی طرح واضح ہوگیا ہے کہ بہت سے مریض جن کے اعضائے اسفل
مفلوج معلوم ہوتے ہیں، اس مفلوجیت کی وجہ ان کے اعصاب میں کسی خرابی کا پیدا ہوجانا نہیں ہوتی بلکہ
صرف ان اعصاب پر خارجی طور پر کوئی دباؤ اس کا سبب ہوتا ہے مثلاً پیٹھ کے اعصاب کے سلسلہ میں کسی ورم کا
ہوجانا یا اس کی ہڈیوں کے اندرونی حصہ میں کسی دمل کا پیدا ہوجانا وغیرہ، ایسے مریضوں پر اپریشن ہی کامیاب
ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے یکبارگی وہ دباؤ زائل ہو جاتا ہے، تم اس مریض کے تعجب و حیرت کا کیا اندازہ
کرسکتے ہو جو مدتوں اپنے پاؤں کو حرکت تک نہ دے سکتا تھا لیکن اس عمل کے بعد وہ نقل و حرکت کے قابل اور

دوسرونکی طرح چلنے پھرنے اور دوڑنیکے لائق ہوگیا ہو،

اس وقت سب سے زیادہ قابل توجہ اپریشن کے ذریعہ سے مثانہ، گردہ، اور پروستاتا وغیرہ مسالک بول کے امراض کا علاج ہے، آج سے کچھ دنون بیشتر تک معالج گردہ کے عمل جراحت کے وقت سینکڑون قسم کے اندیشے کرتا تھا، لیکن آج نہایت اطمینان اور کامیابی کے ساتھ یہ عمل کیا جاتا ہے، جوانون کو چھوڑ و بوڑھون تک پر یہ عمل نہایت کامیاب ثابت ہوتا ہے، ایک مریض کا ذکر سننے کے لائق ہے، ایک جوان جسکی عمر اٹھائیس برس کی تھی شفاخانہ مین آیا، اس کے بائین پہلو مین درد کی مزمن تکلیف تھی، پیشاب مین درد کے ساتھ مواد آتا تھا، معائنہ طبی اور پیشاب کی جانچ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس کے بائین گردہ مین سل کے جراثیم و جرد رح موجود ہین اور مرض کا اثر بڑھکر مثانہ تک کو متاثر کر چکا ہے، ڈاکٹر نے گردہ کو کاٹ کر الگ کر دینا تجویز کیا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن مثانہ اسکی ضرورت و احتیاج کی وجہ سے باوجود مرض اس امید پر باقی رہنے دیا گیا کہ مریض جوان ہے عقاقیر کے ذریعہ سے اسکو شفا ہو جائیگی لیکن کچھ دنون علاج کے بعد معلوم ہوا کہ مثانہ پر علاج کا کوئی مفید اثر نہین پڑتا، اسکی تکلیف بڑھتی جاتی تھی یہانتک کہ وہ پیشاب کو بالکل نہ روک سکتا تھا، اب ناچار مثانہ پر بھی عمل جراحت کیا گیا، وہ اس طرح کہ مثانہ پورا نکالکر مجری بول داہنے گردہ کی طرف داہنے پہلو مین پیٹ کے نیچے ایک بڑا سوراخ کر کے بنا دیا گیا، اس بڑے سوراخ مین کاوتشوک (غالبا ربڑ کی قسم کی کوئی چیز ہے،) کی ایک تھیلی رکھدی گئی جس مین پیشاب گرا کرے، یہ عمل اچھی طرح کامیاب ثابت ہوا، مریض کو پوری صحت ہوگئی، اس کے قوے مضبوط ہوگیے اور وہ ہر طرح کے کام کاج کر کے دوسرونکا بار اٹھانے کے قابل ہوگیا، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود دوسرون پر بار تھا،

علاج الجراحتہ کے ان بیشمار نتائج حسنہ مین سے جوان ممالک مین روزمرہ وقوع پذیر ہوتے رہتے ہین یہ چند واقعات اسکی حیرت انگیز کامیابی کے ثبوت مین غالبا کافی ہونگے، مین نے آغاز تحریر مین ان کو معجزات سے تعبیر کیا ہے، کیا اس کے سوا کسی اور لفظ سے بھی ہم اسکی تعبیر کر سکتے ہین؟ موجودہ زمانہ مین صحت کی خرابیون اور آئے دن گوناگون امراض کی پیدائش کے باوجود ہمارے مشرقی اطبا نے فن جراحت کی طرف سے جس طرح چشم پوشی کر لی ہے، کیا چشم پوشی صحیح اور مناسب ہے

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ

گذشتہ جولائی کے تیسرے ہفتہ مین، اسے ۲۰ تک رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے لندن مین، اپنے عمر کی ایک صدی کی تکمیل پر شاندار طریقہ سے سالگرہ منعقد کی، کئی مہینون تک تیاریان ہوتی رہین، مختلف علمی مجالس کو دعوت دیگئی تھی جن مین قابل ذکر برٹش اکیڈمی، (لندن) رائل اکیڈمی، (بلجیم) کانکلیج انسٹیٹیوٹ (ہالینڈ) اسکول آف اورنیٹل سٹیڈیز، فریح اسکول آف فارالیسٹ، اسکول آف اورنیٹل لنگوجز، اور اسکول آف اورنیٹل لیٹریچر آف رومہ ہین، شرکائے مجلس مین سفیر جاپان، وزیر افغانستان اور تقریبا ۸ علمی مجالس کے نمائندے تھے، مجلس نے عام جلسہ کے بعد سہولیت وآسانی کے لیے تمام مباحث کو چار شعبون پر تقسیم کر دیا تھا شعبۂ اول کا نام مجلس شرق بعید تھا اور اس مین چین، جاپان، انڈوچائنا، سیام اور ملایا کے ممالک داخل تھے، اس شعبہ کے صدر مسٹر ایل، سی، ہاپکنس تھے، اس مین پہلے دن رومہ یونیورسٹی کے پروفیسر جی، وکاکا، "تیرہوین صدی کی ایک انجیل" پر اور مسٹر بلگڈن کا، "ملایا کی ایک قدیم ترین تحریر" پر مضمون پڑھے گئے، دوسرے دن ایم پال پیلیاٹ پروفیسر ڈبلو، ای، سوتھ ہل، ڈاکٹر سٹین کونو نے تقریرین کین اور مباحث مین حصہ لیا تیسرے دن مسٹر ایل، سی ہاپکنس اور مسٹر ار، ایل، ہابسن، کا مشترکہ مضمون پڑھا گیا، پروفیسر الگرف، ڈاکٹر لینن گائل، پروفیسر اپسن، اور مسٹر جی، آر، ایس میڈ نے اپنے مضامین پڑھے اور مباحث مین حصہ لیا، اس کے آخری اجلاس مین پروفیسر کارنیلیس پی برنڈلی نے اپنا فاضلانہ مضمون سنایا اور اس کے بعد ایچ، ڈبلی، چوسی چو سفیر چین نے اپنی تحریر سے حاضرین کو مستفید کیا، دوسرے شعبہ کا نام مجلس اقوام قدیمہ تھا، اور یہ سامی، سمیری، مصری، وغیرہ پر مشتمل تھی، اس کے صدر پروفیسر لنگڈن تھے، پہلے دن پروفیسر برسٹیڈ نے مصری طب پر ایک تحریر پڑھی، ڈاکٹر بلیک مین نے اس تحریر پر اظہار رائے کیا اور اس کے بعد ڈاکٹر ہال نے ار العبید اور بحرین کی برطانوی تحقیقات کے متعلق ایک مصور لکچر دیا، دوسرے دن ایم تھرو ڈنین، مسٹر ڈرائور، مسٹر گڈ، پروفیسر واٹرین اور پروفیسر ہاگوبین نے

تقریرین کین، پروفیسر لنگڈن نے پروفیسر لکن بل کا مرسلہ مضمون "اولین انڈو یورپین" پڑھ کر سنایا، تیسرے دن ڈاکٹر ڈائخ ڈاکٹر گسٹر، پروفیسر کرخو، مسٹر فریڈ لینڈر، نے اپنے مضامین پڑھے جنکو بہت دلچسپی سے سنا گیا، تیسرا شعبہ ہندوستان کے متعلق تھا، اور اس کے صدر مشہور پروفیسر اے، اے، مکڈونل تھے، پہلے دن سر جارج گریرسن کی غیر متوقع علالت سے کوئی کارروائی نہ ہوسکی، دوسرے دن ڈاکٹر ایف، ڈبلو ٹامس نے چار سنسکرت تمثیلات پر اپنا مضمون پڑھا، ایم سیلوئن لیوی اور ڈاکٹر سٹین کونو نے اس پر اظہار رائے کرتے ہوئے مضمون نگار کی بڑی تعریف کی، اس کے بعد پروفیسر اے، وی ولیم جیکسن نے اپنا مضمون پڑھا، بعد ازان ڈاکٹر سٹن نے "قدیم ختن کا ایک عہد شاہی" کے موضوع پر ایک تحریر سنائی، تیسرے دن مسٹر این سی چیٹرجی نے "ہندوستان قدیم کے طریقۂ حرب" پر ایک مضمون سنایا اور اس کے خاتمہ پر مسٹر پی، جے، تھوما نے "ابتدائی ہندی مسیحیت" پر تقریر کی، جناب صدر، مسٹر اینتھوون، سر جان ولیس، وغیرہ نے بحث مین حصہ لیا، چوتھے دن مسٹر جسٹن، ای، ایباٹ نے سیواجی کے متعلق پرتگالی تاریخ پر ایک مضمون پڑھا، اس کے بعد ڈاکٹر ولیم کرک کا مضمون، اس شعبہ کے ناظم مسٹر ڈیو ہرسٹ نے پڑھکر سنایا،

آخری شعبہ، مجلس اسلامی کے نام سے موسوم تھا، اور اکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور ادیب پروفیسر مارگولیس اس کے صدر تھے، فاضل مستشرق، ڈاکٹر ای، جی براؤن نے حاظرین وشرکائے مجلس کا خیر مقدم کیا، بیرونی دنیا کے جن اشخاص نے اس مین حصہ لیا ان مین لائق ذکر پروفیسر جین ڈنیس، پروفیسر مسگنن، پروفیسر مینارزکی اور پروفیسر کرسٹن زن، اور پروفیسر ونسنک ہین، پہلے دن ڈاکٹر نکلسن نے مولنا رومی کی تصنیف "فیہ ما فیہ" پر روشنی ڈالی، اس کے بعد مسٹر اے، ایچ ہارسے نے زین الانصاری کی کتاب فتوحات الہیہ پر جو تصوف مین ہے ایک مضمون پڑھا، ڈاکٹر براؤن نے الغزی کے ایک فارسی ترجمہ کے متعلق جس کا ابھی ابھی پتہ چلا ہے، مختصر الفاظ مین تذکرہ کیا، پروفیسر ومی، مینارزکی نے "ایران مین ترکی السنہ" پر ایک عالمانہ خطبہ دیا اور کپتان کرسول نے تصاویر کے ذریعہ قلعہ قاہرہ کے اثریات پر لکچر دیا، پنجشنبہ کے دن وسٹر ای، جے ہولمیارڈ علالت کی وجہ سے غیر حاضر ہوئے

کی کیمیا، کی ابتدا" پر تقریر نہ کرسکے اور مسٹر کرنکو نہایت ہی اطمینان سے " عربی لغت کی ابتدا" اور ایام جاہلیت کی شاعری" پر مضامین پڑھنے کا موقع مل گیا، انھین مضامین پر بحث شروع ہوئی، اور اس کے دوران مین معلوم ہوا کہ پروفیسر بون عنقریب دیوان جریر شایع کرنے والے ہین، جمعہ کی کارروائی پروفیسر گویلامی کے مضمون سے جو بعض مباحث درمیان علماے اسلام ومسیحیت" کے زیر عنوان تھا شروع ہوئی، یہ مضمون ابو قرہ راہب حران کی ایک کتاب مجادلہ پر مبنی تھا، پروفیسر موصوف اس کتاب کو بہت جلد اڈٹ کرنے کے بعد شایع کرنے والے ہین، آخری مضمون مسٹر ار، پی، ڈبو ہرسٹ کا تھا، اس مین انھون نے عربی وفارسی عروض کے مطالعہ کے چند نتائج پیش کیے تھے، اور متنبی، سعدی اور حافظ پر زیادہ زور دیا تھا،

تنجور کا شاہی کتب خانہ

انسائیکلوپیڈیا کی ۹ وین اشاعت کی جلد ۱۴ صفحہ ۳۳ ۵ مین ہم پڑھتے ہین کہ

"ہندوستان کی قابل ذکر لائبریری تنجور کا شاہی کتبخانہ ہے، جو سولھوین صدی کے اواخر یا سترھوین صدی کے اوائل مین جبکہ یہ علاقہ تلگو نائکون کے قبضہ مین تھا، قائم ہوا تھا، ان لوگون نے ان سنسکرت کتابون کو جو تلگو حروف مین ہین جمع کیا، اٹھارہوین صدی مین مرہٹون نے اس علاقہ کو فتح کیا اور اس وقت سے یہ کتبخانہ برابر ترقی کر رہا ہے، اس کا ایک بڑا حصہ سرفوجی بھونسلا نے اپنے قیام بنارس (۱۸۲۰ء) کے دوران مین حاصل کیا تھا، اس کے جانشین سیواجی نے بھی چند کتابین جمع کین لیکن وہ کوئی اہمیت نہین رکھتین، اس وقت اس کتب خانہ مین تقریبًا اٹھارہ ہزار کتابین ہین یہ کتابین دیوناگری، نندی ناگری، تلگو، کناڈا، گرنتھا، ملایالم، بنگالی، پنجابی، کشمیری، اور اڑیہ زبانون مین ہین، ان مین سے آٹھ ہزار، پتون پر لکھی ہوئی ہین، ڈاکٹر برنل نے ۱۲۳۷۵ کتابون کا اپنی فہرست کتب مین تذکرہ کیا ہے،

اب یہ کتب خانہ، سرد ستی محل لائبریری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، حکومت نے عام استفادہ کیلئے اسے پبلک کتبخانہ بنا دیا ہے اور وہی اس کے مصارف کی کفیل ہے، اپنے وسعت مباحث، کثرت تعداد اور تنوع السنہ

کے لحاظ سے ہندوستان میں اس کی شاید کوئی نظیر نہین حکومت ہند نے اس ذخیرہ کی اہمیت سنہ ۱۸۶۹ء مین سمجھ لی تھی، اور اس کے زیرِ ہدایت مدارس حکومت نے مسٹر پکفورڈ پروفیسر سنسکرت کو تنجور کے قلمی نسخون کی فہرست ترتیب دینے کے لیے مقرر کیا، مسٹر پکفورڈ نے بہت کم کام کیا، اور ۱۸۷۱ء مین ڈاکٹر برنل سیشن جج اس خدمت کے لیے نامزد ہوئے، ڈاکٹر موصوف نے نہایت ہی انہماک و جوش سے کام شروع کیا اور ۱۸۸۰ء تک ایک فہرست کتب شایع کرتے رہے لیکن ۱۸۸۰ء سے ۱۹۱۸ء تک اس کتب خانہ کی حالت نہایت ہی ابتر و خراب رہی، اس کے لاتعداد نسخے اس خزانہ سے نکل کر دوسری جگہ چلے گئے، اور صرف ڈاکٹر برنل کی فہرست انکی موجودگی کا ثبوت ہے، اور حال مین تو اس بیش بہا مجموعہ کو یورپ کے ہاتھون بیچ دینے کا سامان بھی ہو چکا تھا، لیکن نہ معلوم کیون یہ گفتگو دفعۃً ختم ہو گئی، جب سے یہ کتب خانہ ایک قومی ملکیت ہوئی ہے، اس نے سنبھالا لیا ہے، اور اسی قلیل عرصہ مین، علم دوست اصحاب نے اسے قلمی نسخون کے تین بیش بہا مجموعے پیش کیے ہین، یہ گنگکر، جمبو ناتھ بھٹ لند اگی، اور پتن اودھوتا کے جمع کیے ہوئے ذخائر ہین اور انکی تعداد ۲۳۱۱ ہے، سنہ ۱۹۲۰ء سے ہر سال تقریباً ۳۰ ہزار اشخاص اسکی زیارت کو جاتے ہین اور ایک ہزار قلمی نسخے دیکھے جاتے ہین، اس ذخیرہ کی مایۂ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ اس مین سنسکرت زبان کے تقریباً اہم نسخے جو مختلف زبانون مین ہین موجود ہین، سولھوین سترھوین اور اٹھارھوین صدی کے جنوبی ہندوستان کے مصنفین کی تصانیف بکثرت موجود ہین، تاریخی تصانیف، تمثیلات، قصائد، جینی مذہب کے متعلق تصانیف، شاسترونکی تفاسیر اور دیگر مذہبی کتب کے حواشی اس کتب خانہ کی زینت بڑھاتے ہین،

* * *

سنہ ۱۹۲۲ء مین ۰۹،۹۲۹،۹ اشخاص برطانوی عجائب خانہ دیکھنے گیے، یہ تعداد گذشتہ سال سے ۸۰۰۰۰ زائد ہے، صرف اتوار کے جانیوالون کی تعداد ۴۳۴۹۰۶ ہے،

---

۴ اگست سے ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء تک ۴۰۰۰۰ بلجیم سپاہی، لڑائی مین کام آئے اور ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء سے ۲۵ جون سنہ ۱۹۲۳ء تک ۴۵۰۰۰ زخمی سپاہیون مین سے ۷۰ فی صدی گیس کے اثر سے مرگیے،

علاقہ کنسنگٹن مین عورتون کی تعداد مردون سے ۴۰۰۰۰ زائد ہے،

اس وقت انگلستان مین ۹۷۸۰۰۰ موٹرین ہین، دو سال کے اندر یہ تعداد بڑھی ہے پہلے صرف ۵۰۰۰۰ تھی،

گذشتہ سال انگلستان مین ۱۱۸۶۴۹۰۰۰ اشخاص نے ریل کا سفر کیا، ان مین سے صرف ۵ حادثہ کی وجہ سے ہلاک ہوئے، سنہ ۱۹۲۱ء مین ۷۳۸۶۴۵۲۰۵ مسافرین مین ۱۹ کی جانین تلف ہوئی تھین،

سویڈن کے ایک کارخانۂ ارا کشی کے مالک نے دعوی کیا ہے کہ وہ لکڑی کی بیکار چیلیون اور برادہ کو بجائے ایندھن جلا کر گیس پیدا کرسکتا ہے، اس طرح سے تقریباً ۸۰ فی صدی ایندھن بچ جائیگا،

بکس اور ڈبے بنانے مین اس وقت تک لکڑی یا کاغذ کے موٹے تختے استعمال کئے جاتے تھے لیکن اب روسی کارخانہ نے برادہ اور راکھ سے ایک ایسا قوام تیار کیا ہے جس سے لکڑی اور کاغذی تختے بنائے جاسکتے ہین، اس کے ساتھ ہی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس کو سخت و نرم دونون رکھ سکتے ہین،

اس وقت پیرس، مغربی دنیا کے فیشن کا مرکز ہے، اس سے پہلے یہ عزت اطالیہ کے ایک شہر میلن کو حاصل تھی،

انسان وحیوان ہی کو خداوند تعالیٰ نے قوت بینائی عطا فرمائی تھی، اب ماہرین سائنس نے بیجان چیزون مین بھی یہ خصوصیت پیدا کردی ہے، اس آلہ کا نام "برقی چشم" ہے، اس سلسلہ مین اس سے بہت کچھ کام لیا گیا ہے، ڈاکٹر البرٹ نیوبرگر کے سر اس ایجاد کا سہرا ہے،

گذشتہ چار سالون مین دو بہت بڑے برف کے پہاڑ سمندر مین بہتے ہوئے پائے گئے ہین، ان مین سے ایک ۵۰۰ فٹ بلند تھا، اس مین سے ۴۸۰ فٹ سطح آب کے اوپر تھا، دوسرا ۱۵۶ فٹ بلند پانی کے اوپر اور ۱۶۰۰ فٹ لنبا تھا اس کا وزن ۳۶۰۰۰۰۰ ٹن تھا، اور جہاز مجسٹک سے ۵۰۰ گنا بڑا تھا،

اگرچہ اس وقت تک مختلف غیر ملکی آلے موسم کے حالات معلوم کرنے کے لیے بنائے جاچکے اور کچھ نہ کچھ کامیاب بھی ثابت ہوچکے تھے تاہم دور کے موسم کے لیے اب ایک آلہ بنایا گیا ہے، ٹینیسی کے پروفیسر روتھے کے اس آلہ کے ذریعہ، دور دراز کے طوفان کی وسعت، سختی، اور تخریبی قوت نہایت آسانی سے معلوم کیجاسکتی ہے،

اسپین کے بادشاہ، امراء، علماء کے سامنے مارش ٹسی سنا کارا کے مسٹر کے نے ایک عجیب تجربہ کی نمایش کی ہے، وہ دھات کے پتھر کو اپنی آنکھوں پر باندھ لیتا ہے اور پھر جو چیز بھی اس کے سامنے رکھ دیجائے اس کو پڑھ دیتا ہے، کمال اتنا ہی نہیں ہے بلکہ وہ ملفوف خط کے مضمون کو بھی بلا کھولے ہوئے پڑھ دیتا ہے، ماڈرڈ دارالسلطنت اسپین کے سائنسدان اس مسئلہ کے حل کرنے کی فکر کر رہے ہیں،

ہر شخص کو اس کا علم ہے کہ ریل میں کوئلہ کا ایک بڑا حصہ صرف ہوتا ہے، اور کوئلہ کی کمی و گرانی پر اس کا بڑا اثر ہے، اب سویڈن کے ایک موجد نے جس کا نام ژنگ سٹارم ہے اس کا حل نکالا ہے، اس نے انجن کے ہر عضو کو چھوٹا کر دیا ہے، اور اس طرح انجن کا پیٹ بھی کم ہوگیا ہے مگر اس سے انجن کی چال یا تیزی میں کوئی فرق نہیں آتا اور کوئلہ کی ایک بڑی مقدار بچ جاتی ہے،

پولیس نے مجرمین کی شناخت کے لیے انگوٹھے کے نشان کو ایک خاص اہمیت دے رکھی ہے، ماہرین کا خیال ہے کہ کبھی بھی ایک آدمی کے نشان دوسرے آدمی سے نہیں مل سکتے اور اس طرح اصلی مجرم کا پتہ چل سکتا ہے، مگر حال ہی میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا ہے جس نے اس خیال کو باطل ثابت کیا ہے، اور معلوم ہوا ہے کہ جعلی نشانات بھی بنائے جا سکتے ہیں، مسٹر ایم، برتیلان نے اب دعویٰ کیا ہے کہ انگوٹھوں کے بجائے کان کی ساخت سے مجرم کا پتہ لگانا زیادہ صحیح ہے،

برسوں کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی دھات کے بنانے میں کامیابی ہوئی ہے، جو المونیم کی طرح سبک اور لوہے کی طرح سخت ہے، اس کا نام ڈورالومن ہے،

پانی سے بجلی حاصل کرنے کے لیے سیڑھی نما اونچی دیوارین بنائی جاتی ہین اور ان پر سے پانی کی چادرین گذرتی ہین، پانی کے گرنے اور بہنے سے بجلی پیدا ہوتی ہے، دنیا کی سب سے بڑی دیوارین حال ہی مین ریاست کالفورنیا مین بنکر تیار ہوئی ہین، یہ دیوارین سطح چشمہ سے ۲۰۸ فٹ بلند ہین،

ٹیلیفون سے گفتگو کرنے مین اب تک دو آدمیون کی ضرورت ہوتی تھی اور بسا اوقات مخاطب کی غیر حاضری کام مین رکاوٹ ڈالدیتی تھی، اب جرمنی کے علمی سالہ نے ایک ایسے آلہ کے حالات شایع کیے ہین، جو مخاطب کی غیر حاضری مین متکلم کے الفاظ کو لکھ دیا کرے گا،

بحر اطلانٹک کے جہازات سب سے زیادہ صابون صرف کرتے ہین، چنانچہ تین جہازون کو سال بھر تک صاف رکھنے کے لیے ....۵ گیلن رقیق صابون ....۷ پونڈ نرم صابون، ....۶۳ پونڈ سفوف صابون اور ....۴۵ پونڈ سوڈے کی ضرورت ہوتی ہے،

حال ہی مین ایک چھوٹے سے جہاز نے جو صرف ۱۰ ٹن کا تھا، دنیا کے گرد ۳۱۱۵۹ میل کا سفر طے کیا ہے، یہ جہاز ۶ ستمبر ۲۲ئ کو روانہ ہوا تھا، اور ۶ آدمی اس مین سوار تھے،

مسٹر کلیفورڈ بیرس کا بیان ہے کہ دنیا مین جتنی خودکشیان ہوتی ہین ان مین سے ۸۰ خرابی دماغ کا نتیجہ ہین، اور جب تک ہر جگہ اس مرض کے مخصوص مرکز نہ بن جائینگے یہ صورت حال قائم رہیگی،

ہوائی پیمایش کے ذریعہ کاشت کی پیداوار کے اندازہ لگانے کا جو طریقہ ایجاد کیا جا رہا ہے، امریکہ نے اس مین ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے،

ادبیات

افکار ماجد

ہمارے دوست مولٰنا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی کی نسبت یہ سبکو معلوم ہے کہ وہ ایک پرزور خطیب، اور ایک رنگ خاص کے انشا پرداز ہین، مگر یہ شاید کم لوگون کو معلوم ہے کہ وہ ایک دیوان شعر کے بھی مالک ہین، مولانا اردو مین اکثر اور عربی وفارسی مین گاہے گاہے بطریق سلف اظہار راز کیا کرتے ہین، ذیل کی غزل مولٰنا نے میرے لیے ذاتی طور پر تحفۃً بھیجی تھی، لیکن مین تھوڑی جرأت کرکے یہ تحفہ تمام ناظرین مین تقسیم کرتا ہون، "اڈیٹر"

رونا غم فرقت مین کیا رنگ دکھاتا ہے　　آنسو کے ہین قطرے یا دامن پہ کلیجا ہے

ویران کدۂ دل مین اب میرے دھرا کیا ہے　　کچھ داغ ہین حسرت کے کچھ خون تمنا ہے

ہلچل ہے زمانہ مین، عالم تہ و بالا ہے　　ہے وقت مدد مولا وہ وقت اب آیا ہے

ہو عزم طلب صادق تو یاس نہین ہوتی　　جس نے تجھے ڈھونڈا ہے اس نے تجھے پایا ہے

ہے نقش فنا تیرا ہر شعبدۂ صنعت　　ہستی تری اے دنیا کچھ بھی نہین دھوکا ہے

آنے کے یہ معنی ہین جانیکے لیے آئے　　جینے کا یہ مطلب ہے اک دن ہمین مرنا ہے

تم دل سے اگر پوچھو تو دل ہمسے پوچھو　　درد غم الفت کی ٹیسون مین مزا ہے

غیرونکی شکایت کیا اپنون مین نہین الفت　　یہ وقت ہی ایسا ہے ایسا ہی زمانا ہے

ہنستے ہوئے اٹھے ہین وہ خواب سے اے ماجد　　شاید کسی بیکس کو روتا ہوا دیکھا

"نذرِ سلیمان"

مولٰنا راغب بدایونی،

کسی کو شوق سے عیش جہان نہین ملتا　　نشاط یاس یہی ہے کہ "ہان نہین ملتا"

کچھ اُن کے فیض سے جز امتحان نہین ملتا　　خوشی کہان کہ غمِ جاودان نہین ملتا

یہ حال ہو کہ مجھے بھی ہو اتفاق اُن سے　　کہ میرے حال سے میرا بیان نہین ملتا

نقاب اُلٹتے ہین دیکھ کر نگاہ چھینکے ہوش　　زبان ملتی ہے لیکن بیان نہین ملتا

تھی تلاش تو ملتے تھے سو نشان اوسکے　　ہوئی تلاش تو اپنا نشان نہین ملتا

خدا کا نام ہو کیا فتنۂ عہد کا فرین،　　حرم کہان کہین دارالامان نہین ملتا

خزان کے رنگ سے ملتی ہوئی بہار تو ہو　　مگر بہار سے رنگ خزان نہین ملتا

بلند نیزۂ قاتل پہ سر نہ ہو جب تک　　جبینِ دل کو ترا آستان نہین ملتا

یہ ہر نفس نئے خطرے نئے ہین اندیشے　　کہ آشیان مین مجھے آشیان نہین ملتا

فریب عجز تمنا کا نام ہے فردوس　　مراد وسعی سے آرامِ جان نہین ملتا

نگاہ چاہیے حسن آشنا کہ ذوق نگاہ　　جسے یہان نہین ملتا وہان نہین ملتا

یہ نور عرش "سلیمان" کی نذر ہے راغب

کہ عرش کوئی پئے ارمغان نہین ملتا

"خطاب بہ حیات"

مولوی سید وہاج الدین احمد صاحب شمیم اسسٹنٹ پروفیسر اورنگ آباد کالج،

ہر چیز مین جہان کی جلوہ ہے عام تیرا　　نیرنگیون مین دیکھا نقشِ دوام تیرا

شکلِ فنا مین پنہان، تیری بقا کا عنصر　　ہر فرق مین نمایان، اک التیام تیرا

دنیا کا ہر تغیر تیرے ابد پہ شاہد
فطرت کی ہر خوشی، گویا پیام تیرا

موجون کی کشمکش مین، دیکھا تجھے نمایان
کہسار کی فضا مین، پایا قیام تیرا

کانٹون نے چبھ کے تیری تلخی بتائی ہم کو
پھولون نے ہنس کے بھیجا ہم کو سلام تیرا

غنچون نے تیری سن گن باد صبا سے پائی
بلبل نے بوئے گل سے، پایا پیام تیرا

تارون کی انجمن مین، تو نور بنکے چمکی
بالائے بام چمکا، ماہ تمام تیرا

موج نسیم بن کر کلیون کو گدگدایا
خرمن کو جب جلایا، تھا برق نام تیرا

ہر خار کی کھٹک مین، ہر شمع کی چمک مین
ہر درد کی کسک مین، پایا پیام تیرا

خمخانۂ ازل مین پیر مغان نے جس دن
ق
تو بجلیون سے کھینچا اک تلخ جام تیرا

کیا کیف روح پرور تجھ مین بھرا ہوا تھا
جس جس کو تو نے تاکا، وہ تھا غلام تیرا

مٹی پہ تجھ کو چھڑکا، وہ پھول بنکے مہکی
ذرے نے بنکے جگنو، چمکایا نام تیرا

خاکی ترے اثر سے، مسجود نوریان تھا
ق
ذرے کو طور کرنا، ادنیٰ تھا کام تیرا

سارے جہان نے چکھا، خالی ہوا نہ لیکن
گردش مین آج تک ہے پہلا وہ جام تیرا

اے آب روح پرور، ہر چند تو وہی ہو
ق
رندون مین پر کہان ہے، ذکر مدام تیرا

جو عاشق جفا تھے، ذوق طپش کو بھولے
بیگانۂ اثر ہے سوز تمام تیرا

پھر تیری شورش قم، مردون مین جان ڈالے
سوتون کو پھر جگا دے شور خرام تیرا

اے شمع بزم ہستی! پھر آرزو یہی ہے
جلنا ہوا کام میرا، تڑپانا کام تیرا

چھوڑا تحسیم تو نے انداز عاشقانہ
مقبول کس طرح ہو، طرز کلام تیرا

باب التقریظ والانتقاد

اخبار الاندلس

(جلد دوم)

اخبار الاندلس کے نام سے منشی محمد خلیل الرحمان صاحب (لاہور) ایس پی اسکاٹ صاحب کی تصنیف ہسٹری آف دی مورش امپائران یورپ (یورپ مین مسلمانونکی سلطنت کی تاریخ) کا جو مسلسل ترجمہ شائع کررہے ہین، اُسکی دوسری جلد شائع ہوئی ہے، پہلی جلد پر گذشتہ سال کے کسی پرچہ مین ہم تبصرہ کرچکے ہین، اس وقت لائق مترجم کے کارنامہ کی دوسری قسط پیش نظر ہے،

مسٹر اسکاٹ اس عہد کے زندہ مصنفین مین ہین اور انھون نے ازراہ لطف ہندوستان کے مسلمانون کو ان کی زبان مین اُن کے دور دست بھائیون کے عروج وزوال کی جو داستان لکھی ہے، اس کے سنانے کی اجازت مترجم موصوف کو دی ہے، مسٹر اسکاٹ اپنی تصنیف کے ان اوراق مین اکثر بےتعصب اور رحمدل نظر آتے ہین، مسلمانون کے مسرت افزا واقعات جب وہ لکھتے ہین، تو وہ خود بھی ہنسنے لگتے ہین، اور جب غمناک سوانح پر پہنچتے ہین تو اونکی آنکھون سے بھی آنسو کے قطرے ڈھلکتے معلوم ہوتے ہین، البتہ یورپ کی تاریخ نویسی کے عام اصول سے اونکا طرز بھی مستثنیٰ نہین یعنی یہ کہ واقعات کے سلسلۂ بیان مین جہان جہان کڑیان ٹوٹتی ہین، یا علل واسباب کی تلاش کی جہان ضرورت پیش آتی ہے اپنے قیاس وگمان کو وقائع کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہین،

پیش نظر جلد آٹھ بابون پر مشتمل ہے، جو پندرھوین باب سے شروع ہوکر بائیسوین باب پر ختم ہوتی ہے، یہ آٹھون باب تعلیقات وحواشی کو چھوڑکر ۲۰۲ صفحون کو محیط ہین، ان ۲۰۲ صفحون مین یورپ مین اسلامی حکومتون

کی تاریخ ۷۱۱ء سے شروع ہو کر ۱۴۹۲ء پر تمام ہوتی ہے، یہ آٹھ باب اسلامی حکومتوں کے حسب ذیل انقلابی دوروں پر منقسم ہے،

باب ۱۵، سسلی (اٹلی) پر اغلبیوں کی حکومت اور خاتمہ،

باب ۱۶، اندلس کے چھوٹے چھوٹے مختلف حکمران اور عیسائیوں کا خروج،

باب ۱۷، مرابطین کا عروج، جنھوں نے ان متفرق اجزا کو متحد کر کے عیسائیوں کا مقابلہ کیا، اور انکو شکست دی

باب ۱۸، موحدین کا ظہور، مرابطین کا خاتمہ، عیسائیوں سے معرکہ آرائی کا آغاز،

باب ۱۹، مسلمانوں کا ضعف، اور عیسائیوں کی کامیابیاں،

باب ۲۰، عیسائیوں کی اندلس کی بازیافت کے لیے سعی،

باب ۲۱، غرناطہ سے آخری جنگ،

باب ۲۲، بازیافت کی تکمیل اور خاتمہ،

اندلس کی تباہی پر رندی نے جو پر درد عربی مرثیہ لکھا ہے، اس پر کتاب ختم ہو جاتی ہے،

ہر باب میں اشخاص اور مقامات کے جو غیر معروف نام آئے ہیں، مترجم نے تحقیق کر کے ہر باب کے آخر میں ان کی تصحیح کی ہے، اور ان کے حالات لکھے ہیں، مگر معلوم نہیں مترجم نے صفحہ ۱۰ میں فاس کو فیض کیوں لکھا؟ یہ غلطی آجکل اخبارات میں عام ہے، اسی طرح مصنف کے بیانات میں جہاں کہیں مترجم کو اعتراضات یا اغلاط نظر آتے ہیں، یا اسلام کے متعلق مصنف کو جہاں غلط فہمیاں پیش آئی ہیں، مترجم نے ذیلی حاشیوں میں انکی تصحیح کی ہے اور ان کے جوابات دئے ہیں،

ترجمہ اکثر سلیس اور بامحاورہ ہے بعض الفاظ پر گرفت کیجا سکتی ہے مثلاً مال مغروتہ، مغروتہ غارت سے اسم مفعول بنایا گیا ہے، مگر یہ صریحاً غلط ہے، اسی طرح فارسی اضافت کی حالت میں "جنگہا" "جزیرہ نما" لکھنا صحیح نہیں، "جنگہائے" اور "جزیرہ نمائے" چاہئے، "ہمدردی ہمدگری" (صفحہ ۱۰۳) بھی ٹھیک نہیں، علیٰ ہذا ایک ہی فقرہ

مین ایک لفظ کا واحد وجمع استعمال کرنا بھی اعتراض کے قابل ہے: "مرابطین کا بقیۃ السیف گروہ جو اپنے موجودہ حکام سے ناخوش تھے،" (صفحہ ۳۰۰، نیز صفحہ ۲۹۸) لفظ "غیر" کی ترکیب سے صفت بنتا ہے، مصدر نہیں، اس بنا پر یہ کہنا "غرض علما کے غیر مسامحت اور وحشیانہ ظلم سے" صحیح نہیں، صفحہ ۹۹ "عدم مسامحت" کہنا چاہئے "ترا سم ادا کین" (صفحہ ۳۲۴) مراسم مذکر ہے، مؤنث نہیں "کند کر دی" (صفحہ ۲۰۷) اور اس قسم کے اور قابل اعتراض لفظ بھی مل سکتے ہین، با این ہمہ مترجم کی محنت، کاوش، اور ترجمہ کی عام طور سے سلاست اور روانی، مدح وتعریف کی مستحق ہے،

اردو مین اندلس مرحوم کی تاریخ کا اچھا خاصہ ذخیرہ مہیا ہو گیا ہے، مگر تفصیل اور تحقیق کے لحاظ سے اخبار الاندلس بہترین کتاب ہے، اور اس کو اردو مین منتقل کر کے مترجم نے ہماری زبان اور ہماری قوم دونون پر احسان کیا ہے، کتاب کی تیسری جلد بھی غالبًا تیار ہو چکی ہے، اور عنقریب شائع ہو گی، یہ پورا سلسلۂ تاریخی ہر کتب خانہ مین موجود رہنا چاہئے، کہ یہ اسلام کی سب سے بڑی عبرتناک داستان ہے۔ اور اس کو جس قدر دہرایا جائے اتنا ہی اچھا ہے، خصوصًا اس کتاب کے اوراق مین یورپ مین اسلامی حکومتون کے عروج وزوال کی مسرت انگیز اور حسرتناک دونون قسم کی تصویرین ایسی خوبی سے تیار کی گئی ہین، کہ مصنف و مترجم دونون کی صنعت کی تعریف کرنی پڑتی ہے،

لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ، ضخامت ۲۲۰ صفحے، قیمت پتہ:- نصیر کانج، ربانی روڈ، لاہور

مطبوعات جدیدہ

آل ذوزعین، پنجاب اور صوبۂ متحدہ مین ایک بڑی اور معزز برادری ہے جو ہندو مسلمان دونون طبقون مین منقسم ہے، اور جس کو عموماً رائی یا رائین کہا جاتا ہے، اس قوم کے مسلمان ذی علمون کا دعویٰ ہے کہ یہ قوم خالص عربی نسل سے تعلق رکھتی ہے، اس کا سلسلۂ نسب عمالقۂ عرب کے اُس خاندان سے ملتا ہے جو ہک سوس یا دولۃ الرعاۃ کے نام سے مصر مین مدتون حکومت کرچکا ہے، اسی مناسبت سے اس قوم کے مسلمان افراد اپنی قوم کو راعی یا راعین کہتے ہین، اور اس نام کی اونکی ایک کانفرنس ہے، ایک اخبار ہے، اور اُنکی تاریخ بھی لکھی گئی ہے حال مین آل ذوزعین کے نام سے منشی محمد ابراہیم صاحب محشر انبالوی نے اس قوم کی ایک تاریخ لکھی ہے، جس مین یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ یہ قوم یقیناً عرب سے آئی مگر اوس کا تعلق عمالقہ سے نہین، بلکہ اذ وائے یمن کے ایک خاص خاندان یعنی یریم ابن حرث ذوزعین کی نسل سے ہے، حضرت مسیح سے ۱۰۴۰ سال قبل سبائے صغر یعنی حارث الرائش نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ایک حصے پر قبضہ کر لیا، جس کے انتظام کے لیے اپنے ایک ہم خاندان سردار جعفر بن عمر بن حجر ذی اعین کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ چھوڑ گیا، پھر اس کے بعد جب خاندان سبا کے اصلی مرکز مین یہ حبشیون کا تسلط ہوا، اور وہ طرح طرح کے مظالم کرنے لگے تو اس خاندان کے کچھ لوگ اور ہندوستان مین آئے اور اپنے بچھڑے ہوئے بھائیون سے مل گئے، جناب منشی صاحب کا دعویٰ ہے، کہ ہندوستان کے رائین درحقیقت وہی آل زعین ہین، جو آج سے ۱۳ سو سال قبل ہندوستان مین آئے تھے، مصنف کے دعوی کی صداقت کے تولنے کے لیے مستقل تبصرہ کی ضرورت ہے، لیکن اوسکی محنت اور جانفشانی کی داد دینا ہمارا ضروری فرض ہے، زبان اور طریقۂ بیان کا البتہ اصلاح کا طالب ہے :- قیمت فی جلد ۱۲، پتہ :- منشی محمد ابراہیم محشر کوٹھی مہاراجہ جنید، شہر انبالہ

ابطال اعجاز مرزا، مرزا غلام احمد قادیانی، فرقہ احمدیہ کے بانی نے عربی زبان مین ایک قصیدۂ اعجازیہ لکھا تھا جس کے متعلق ان کا دعویٰ تھا کہ یہ قصیدہ الہامی ہی اور اس کا جواب نہین ہو سکتا، اسی بنا پر انھون نے علماے اسلام کو دعوتِ مقابلہ بھی دی تھی مگر مناظر علما تک قصیدہ کے پہنچنے سے پہلے میعاد مقرر یعنی بیس دن گذر چکے تھے، حال مین بہار کے ایک فاضل بزرگ مولوی حکیم سید غنیمت حسین صاحب اشرفی (مخدوم چک مونگیر) نے اس کے رد مین ابطال اعجاز مرزا کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا ہو جس کے دو حصے ہین، پہلے حصہ مین مرزا صاحب کے قصیدہ مین جو صرفی، نحوی، عروضی اور ادبی خامیان ہین، ان کا استقصا کیا ہے، جس وقت یہ قصیدہ شایع ہوا تھا، اڈیٹر معارف کی طالب علمی کا زمانہ تھا لیکن یہ غلطیان اس قدر صریح تھین کہ سرسری ہی مطالعہ سے وہ معلوم ہونے لگین، دوسرے حصہ مین مجیب نے اسی بحر و قافیہ مین، قصیدۂ اعجازیہ کا جواب دیا ہے جو ہر صاحب نظر کی نگاہ مین ادبی حیثیت سے مرزا صاحب کے اعجازی قصیدہ سے زیادہ معجز ہے، معترض نے کہین کہین مجادلانہ شان بھی اختیار کی ہے جو صحیح نہین، مثلاً مرزا صاحب کا شعر ہے،

و اعطاھم الرحمن من قوۃ الوغی   و ایدھم روح امین فابشرا

اس پر معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اعطاء کا صلہ من نہین آتا، مگر درحقیقت یہان من صلہ کا نہین، بلکہ تبعیض کا ہے، یعنی لڑائی کی کچھ قوت، البتہ اس شعر مین روح امین کی تنکیر اور فابشرا کا الف قطعاً فصیح نہین، اگر اوسکو ہمزہ وصل پڑھا جائے تو شعر وزن سے گر جاتا ہے، بہرحال مصنف نے اس رسالہ مین قابل ستائش محنت اور قابلیت سے کام لیا ہے، دوسرے حصہ کی قیمت ۸؍ پہلے حصہ کی قیمت درج نہین، پتہ: مطبعہ رحمانیہ مخصوص پور، مونگیر،

نظامیہ تقویم، یہ ایک جنتری ہے، جسے مدرسہ نظامیہ مبلغی کے طلبہ ترتیب دیتے ہین، اس وقت ۱۳۴۳ھ کی تقویم پیش نظر ہے، اس جنتری مین خاص خوبی یہ ہے کہ یہ اسلامی تعلیمات، اور مسلمانون کی تاریخ کا اجمالی نقشہ برابر پیش کرتی ہے، صفحہ ۱۰ پر مسلمانون کی چھ زبانون اردو، فارسی، عربی، ترکی، پشتو، اور بنگالی کے مرادف الفاظ اور جملے جمع کیے گئے ہین، یہ سلسلہ برابر جاری رہا تو ہندوستانی طلبہ کے لیے زیادہ مفید ہوگا، مگر طباعت کے متعلق

سخت احتیاط اور نگرانی کی ضرورت ہے، مثلاً عربی الفاظ کثیر یعنی ا کم کی جلد پر کثیر یعنی ادعم لکھا ہے، ترکی اور پشتو کے الفاظ پر اعراب دینا نہایت ضروری ہے، چھ آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر جناب محمد الدین صاحب خادم مدرسہ نظامیہ بمبئی نمبر ۹ کے پتہ سے مل سکتی ہے،

مذہب اور تلوار، آریون اور عیسائیون کی طرف سے عموماً اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا گیا، اس کے جواب مین مولوی اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی نے مذہب اور تلوار کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس مین یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کے علاوہ تقریباً ہر مذہب نے اپنی اشاعت کیلئے تلوار اٹھائی ہے، مسلمانون کی بہت سی قومین خود بخود اسلام لائین، مسلمانونکی تقریباً تمام مشہور جنگون کے اسباب وعلل کو بیان کرکے یہ دکھایا ہے کہ مسلمانون نے عموماً دفاع، اور مظالم کی روک تھام کے لیے تلوار اٹھائی کتاب کے سرورق پر کتاب کا خلاصہ مباحث ذیل کے لفظون مین تحریر ہے،

جس مین اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہو کہ تلوار کا استعمال مذہب مین قطعاً ناجائز ہے"

مگر نہ تو یہ واقعہ ہے، اور نہ خود مصنف کی تحریر کا یہ صحیح خلاصہ ہے، طباعت اور مضمون دونون اعتبار سے یہ کتاب اچھی ہے اور مفید ہے، قیمت ۸ر پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

دختر سمرنا، ترکی کی مشہور ادیبہ خاتون خالدہ ادیب خانم کے مشہور ناول "قمیص من نار" (آتشین کرتا) کا اردو ترجمہ ہے جس مین فاضلہ موصوفہ نے ترکی اور یونان کی گذشتہ جنگ اور ترکون کے صحیح کیرکٹر کا نقشہ قصہ کے پیرایہ مین پیش کیا ہے، مترجم مولوی غلام ربانی صاحب لودھی (علیگ) نے بامحاورہ اور سلیس اردو مین ترجمہ کیا ہے، قیمت عہ پتہ: منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

تیغ کمال، یہ ایک ناول کا نام ہے جس مین جناب مولوی راشد الخیری صاحب نے ترکونکی فتوحات اور اتحادیونکی دماغی پریشانی کو افسانہ بناکر پیش کیا ہے مولوی خیری صاحب نے ترانۂ ادبیات کے بجائے عام فسانہ نگاری کی راہ مین پہلا قدم رکھا، قیمت عہ پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

انجمن ترقی اردو کی کتابین

(دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے طلب کیجیے)

تاریخ تمدن، مسٹر ٹامس بکلس کی مشہور کتاب کا انگریزی ترجمہ، جس مین مصنف نے نہایت فلسفیانہ غور وفکر سے تمدن کی تاریخ مرتب کی ہے، اور اوس کے اسباب وعلل کی تحقیق کی ہے، قیمت جلد اول عہ، جلد دوم عا ر

مقدمات الطبیعات، طبیعات (سائنس) کے ضروری ابتدائی مسائل پر محققانہ تالیف، قیمت عا ر

القمر، چاند کے فلکی حالات، اوس کے طلوع وغروب، گھٹنے اور بڑھنے کے اسباب کی تشریح، قیمت ۱۰ ار

اردو کا قاعدہ، بچون کو سہل طریقہ سے اردو پڑھانے کا قاعدہ، ۲ر

کلید قاعدہ، قاعدہ مذکور کو پڑھانے کے لئے ہدایات، ۴ر

فلسفہ تعلیم، ہربرٹ اسپنسر کی تصنیف، جس مین مصنف نے تعلیم کے فلسفہ کی خوبی سے تشریح کی ہے، اور اوسکے متعلق اپنے فلسفیانہ اصول کی تفصیل کی ہے، اردو مین اس موضوع پر یہ بہترین کتاب ہے، قیمت سے

دریائے لطافت، اردو علم ادب، لغت، اور قواعد پر اس زبان کی پہلی کتاب ہے، سید انشا اسکے مصنف ہین قیمت عہ

طبقات الارض، علم طبقات الارض پر اردو مین یہی ایک کتاب موجود ہے، قیمت عا

مشاہیر یونان وروما، یونانی اور رومی مشاہیر کے حالات وسوانح پر پلوٹارک کی مشہور تصنیف کا اردو ترجمہ، قیمت جلد اول ے جلد دوم عا

علم المعیشت، فن معاشیات یا اقتصادیات (پولیٹکل اکانومی) پر اردو مین سب سے مبسوط اور جامع تصنیف، ضخامت ۶۰۰ صفحے قیمت عہ

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ، جس مین فلسفہ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کی تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول ے جلد دوم عا

تاریخ یونان قدیم، اردو مین اس موضوع پر تنہا تصنیف، عا ر

انتخاب کلام میر، میر صاحب کے کلام کا یہ انتخاب سب سے بہتر ہے، عا

رسالہ نباتات، علم نباتات کے مسائل کی تشریح مع تصاویر، ۴ر

دیباچہ صحت، علم حفظان صحت پر اردو مین سب سے مبسوط تصنیف، للعہ

نکات الشعراء، میر تقی میر مرحوم دہلوی نے شعرائے اردو کا یہ تذکرہ لکھا ہے، قیمت عا

فلسفہ جذبات، جذبات انسانی کی تشریح علم نفسیات کی اس شاخ پر ہماری زبان مین سب سے پہلی تصنیف، قیمت عا

وضع اصطلاحات، اردو مین اصطلاحات کیونکر وضع کیے جائین، اس موضوع پر پروفیسر وحید الدین صاحب سلیم نے اپنے خیالات ظاہر کیے ہین قیمت ے

نفح الطیب، اندلس کی سب سے جامع عربی تاریخ کا ملخص ترجمہ کتاب ضخیم ہے، قیمت ے

محاسن کلام غالب، ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری مرحوم نے غالب کی شاعری پر یہ تبصرہ لکھا تھا، قیمت عہ

تاریخ ملل قدیم، بابلی، کلدانی، وغیرہ قدیم قومون کی تاریخ، عا

بجلی کے کرشمے، بجلی کے خواص وکیفیات پر ابتدائی تصنیف، زبان سہل اور سلجھی ہوئی، قیمت عا

تذکرۃ الشعراء میر حسن، میر حسن دہلوی کا تذکرہ شعرائے اردو ۱۴ر

رجسٹرڈ نمبر ۱۷۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہو

جلد دوازدہم | ماہ محرم ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۲۳ء | عدد دوم

مضامین

شذرات

پنجاب کے مشہور سابق گورنر سر میکائیل اوڈوائر نے، ہندوستانی اور خصوصاً پنجابی اخبارات کی اپنے ایک مضمون مین بہت کچھ صحیح حد تک تنقید کی ہے، اول یہ کہ ہندوستان مین عموماً یہ شریف پیشہ وہ لوگ اختیار کرتے ہین جو بلند حوصلہ ہوتے ہین، لیکن اپنے حوصلہ کی بلندی کے مطابق علمی اور عملی استحقاق نہین پیدا کر سکتے ہین، چونکہ ایسے افراد کے لیے کامیابی کے دوسرے دروازے پیدا ہوتے ہین، اسلئے یہ **آزاد پیشہ** جس کے حصول کے لیے کوئی علمی و عملی پابندی نہین، اور نہ اوس منصب کے پانے کے لئے کسی سند اور تصدیق کی حاجت ہے، اسلئے وہ کاٹھ کے چند چرخون، اور پتھر کی چند سلون اور کاغذ کے چند دستون اور بستون کو لیکر بیٹھ جاتے ہین اور فوراً ملک و ملت کی زمام اپنے ہاتھ مین لیکر رہبری اور رہنمائی کا فرض انجام دینے لگتے ہین،
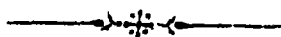
دنیا کے ہر طبقہ مین مخلص اور نیک نیت افراد کی کمی ہے، ملک کی رہنمائی کی عنان ہاتھ مین لیکر سب سے پہلی ضرورت یہ پیش آتی ہے، کہ اس کاغذی ناؤ کو مالی مشکلات کے طوفان سے بچایا جائے، جس سے خود اونکی ذاتی زندگی کا سہارا وابستہ ہے، مالی مشکلات کا خاتمہ صرف خریدارون کی کثرت سے ہو سکتا ہے، اور خریدارون کی کثرت اوسی وقت ہو سکتی ہے جب افراد کے خیالات اور جذبات مین ہیجان ہو، اسلئے اخبارات اس پر مجبور ہوتے ہین، کہ اپنے اور اپنے مالکون کی زندگی کی بقا کے لیے وہ افراد مین ہیجان اور اشتعال پیدا کرتے ہین، جذبات مین یہ ہیجان اور اشتعال پیدا کرنے والے دماغ اپنی فکر اور ہمت کی بلندی اور پستی کے مطابق مختلف بھڑکنے والے مواد اور مسالون کا انتخاب کرتے رہتے ہین، کبھی یہ ذاتی، کبھی خاندانی، کبھی ملکی

کبھی قومی، کبھی مذہبی، کبھی سیاسی اختلافات کو وہ اُبھار کر اپنے ناظرین کے جذبات کو برانگیختہ کرکے اپنی طرف مائل ہونے پر مجبور کرتے ہین، اور اسی کا نام اون کے نزدیک قومی ہمدردی، مذہب کی حمایت، اور سیاسی جدو جہد ہی، اور یہ خیال یک قلم دل سے محو ہو جاتا ہو کہ ان تحریکات کا اصل محرک اور باعث اونکے اندر کیا ہو؟

جو کچھ سر میکا ئیل اوڈوائر نے ہندوستانی اور پنجابی اخبارات کی نسبت لکھا ہو بعینہ یہ یورپ اور انگلستان کے اخبارات پر صادق آتا ہو، وہان اخبارات پارٹیون اور جماعتون کی ملکیتین ہین، یا اون کی زبان حال ہین ہر پارٹی کا اخبار دوسری پارٹی کے خلاف جو کچھ زہر پھیلاتا ہو، جس طرح اوس کے خلاف پروپگنڈا کرتا ہے، وہ اخلاق اور تاریخ کی بدترین مثالین ہین، ٹائمز اور ڈیلی ہیرلڈ دونون روزانہ اخبارات ہین، ایک سرمایہ دارونکا حامی ہو، تو دوسرا مزدورون کا، ان دونون مین سے جو ایک پڑھتا ہو، ناممکن ہو کہ وہ دوسرے کا دشمن نہ بنجائے اس کے علاوہ ہندوستان کی دنیا تو صرف ہند کا برّ اعظم ہو، یہان کے اخبارات اسی ملک کی قومون کو باہم تیغ بکف رکھتے ہین، لیکن وہان کے اخبارات کی دنیا تمام کرۂ عالم ہو، وہ جس طرح ایک قوم کو دوسری قوم کے برخلاف اُبھارتے اور مشتعل کرتے ہین، اوس کے نتائج ہر روز دنیائے سیاست مین نیا ہنگامۂ فتنہ و فساد قایم کیے ہوئے ہین، اس بنا پر یہ عیوب حقیقت مین کسی خاص ملک کے اخبارات کے نہین ہین، بلکہ جدید تمدن کے طول و عرض مین جہان بھی اخبارات ہین، یہ اون کے لوازم، اور ضروری عوارض کی طرح پیدا ہین،

ہمارے اخبارات کا اخلاقی حیثیت سے سب سے زیادہ افسوسناک پہلو، اون کے کالمون مین خلاف تہذیب اشتہارات کا وجود ہو، یہ مرض اس درجہ ہمارے پریس مین عالمگیر ہو کہ ہمارا سنجیدہ سے سنجیدہ پرچہ بھی اس سے پاک نہین، اخبارات کے یہ آخری اشتہاری صفحے، ہمارے اخبارات کے ناصیۂ متانت کا داغ ہین، اور اسی لئے شرم و حیا کا فتویٰ نہین کہ یہ معروانہ اخبارات، زنانہ محفلون مین پہنچین کہ جنس رجال کی جسمانی

کمزوری" کے ساتھ اون کی "اخلاقی کمزوری" کی بھی پردہ دری ہوگی، اگر یہ صحیح ہو کہ باطن اپنے ظاہر سے اور درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہو تو یہ اشتہارات جن کے عریان مضامین پڑھکر شرافت آنکھین بند کرلیتی ہو، اس بات کا نمایان ثبوت ہین، کہ ملک کی اخلاقی روح کس درجہ کمزور اور ناتوان ہو،

خوشی کی بات ہو کہ ملک کی علمی برادری مین ایک نئے ممبر کا اضافہ ہوا ہو، یہ ہمارے عزیز دوست مولوی **معین الدین** صاحب انصاری فرنگی محلی ہین، عربی کی متوسط تعلیم کے ساتھ اونھون نے انگریزی پڑھی، اس کے بعد انگلستان جاکر کیمبرج مین داخل ہوئے، اور وہان سے بیرسٹری کی سند کے ساتھ بی اے کی ڈگری حاصل کی، فلسفہ کے اعزازی امتحان مین شرکت کی، یہان سے فارغ ہوکر برلن گئے، اور وہان کی یونیورسٹی مین تحقیقات (ریسرچ) کے لیئے نام لکھایا اور کچھ کام وہان اونھون نے انجام بھی دیا، مگر وہ ہنوز نامختتم ہو، اون کا ارادہ ہو کہ وہ بقیہ کام ہندوستان مین بیٹھکر انجام دینگے، خوشی اس کی نہین ہو کہ مسلمانون مین ایک بیرسٹر یا ایک انگلستانی بی اے کا اضافہ ہوا ہو، خوشی اس کی ہو کہ موصوف کو علم کی سچی چاٹ ہے، اور اپنی مادری زبان کی سنجیدہ خدمتگذاری کا اونکو صحیح ولولہ ہو، مشرقی و مغربی علوم کے امتزاج نے اون مین بہترین اعتدال پیدا کردیا ہو، اور ہمارے اکثر تعلیم یافتون کی طرح جو اپنے مشرقی علوم اور زبانون کی ناواقفیت کے باعث بہت بولنے کے باوجود بھی گونگے رہتے ہین، وہ گونگے نہین ہین، اون کو فلسفہ کا کامل ذوق اور واقفیت ہے، اور آجکل ہیگل کے **معمائے کائنات** کا سنجیدہ اور فہمیدہ ترجمہ کررہے ہین، یقین ہے کہ معمائے کائنات کا یہ ترجمہ اُردو مین بیان کے الجھاؤ اور صحیح الفاظ کی کمیابی اور موزون اصطلاحات کے عدم انتخاب سے چیستان نہ بننے پائیگا،

اخبار تہذیب نسوان لاہور کے ۶ اگست کے پرچہ نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ الحمدللہ ثم الحمدللہ

کو علی گڈھ (اس سے زیادہ تر مسلم یونیورسٹی کا محدود رقبہ شاید مراد ہے) مین مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمان خواتین کو حقوق ملنے شروع ہوگئے، حقوق ؟ ہان حقوق! کیا پنجاب اور اودھ کی مسلمان بی بیون کو شرعی دختری وراثت کا حق مل گیا! کیا کونسلون مین اون کی شرکت جائز سمجھی گئی، کیا تعلیمی، اخلاقی، اور سیاسی جدوجہد مین اون کو دوش بدوش کھڑا کیا گیا! کیا مسجدون اور جامعون مین، جہادون اور غزوون مین اون کے لئے علحدہ صفین قائم ہوگئین، کیا یونیورسٹی کے تعلیمگاہ اور اسٹاف مین اون کو اپنے ذہنی اور علمی جوہر کے نمایان کرنے کا حق مل گیا! کیا اون کی کسی سنجیدہ تصنیف نے ملک سے خراج تحسین وصول کرنے کا حق پالیا! کیا اون مین سے کسی نے کوئی زنانہ یونیورسٹی، کالج یا اسکول کے قایم کرنے کی اہلیت ثابت کرنے کا حق حاصل کرلیا! کیا اون مین کوئی جدید تعلیم اور تمدن کے برکات سے عائشہ اور رابعہ، ورقاء اور خنساء، زبیدہ اور رضیہ، جہان آرا یا زیب النساء بننے کی تیاری کررہی ہے!

نہین نہین، ان مین سے کوئی بات نہین، بلکہ بنگلون اور کوٹھیون مین اون کو "بیرون" "بالیون" اور "چپڑ گوچ مینون" اور چوکیدارون کو اپنے سامنے بلانے کا حق مل گیا! مردانہ ڈرائنگ رومون مین اون کو داخل ہونے کی اجازت ہوگئی! "ایوننگ واک"، "پیچ" اور دیگر مقامات سیر و تفریح مین اون کی شرکت ہونے لگی ہے! دنگل کے موقع پر کھلے بند اب وہ جاسکتی ہین، معزز شوہرون کے مہذب دوستون کے سامنے آنے کا حق اون کو بالآخر مل گیا ہے، اور اپنے شوہر کے منتخب دوستون کی آمد کے موقع پر اون کو براہ راست اون کے خیر مقدم اور تواضع اور خاطرداری کا عظیم الشان حق اون کو حاصل ہوگیا! اور روپوشی کے شرمناک جرم سے بہت حد تک اون کو آزادی ہوگئی ہے! یہی وہ بڑے بڑے حقوق نسوان ہین جو اخبار مذکور کی ایک نامور مضمون نگار خاتون علی گڈھ کے اعلان کے مطابق وہان کے اعلیٰ طبقہ کے تعلیم یافتہ شوہرون کی بیویون کو ملنے شروع ہوگئے ہین، علی گڈھ مین آزادی کے اس چارٹر کے ملنے پر مضمون نگار خاتون کو اس درجہ مسرت ہے کہ وہ اس کو شاید

ناکام دنیا کی سب سے کامیاب آرزو کے لفظ سے تعبیر کرسکتی ہین، افسوس ہو کہ یورپین تمدن کے ظاہری آب ورنگ نے مسلمان خواتین کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا ہی، وہ چھلکے کو مغز اور سراب کو چشمہ سمجھنے لگی ہین، قومیت کی اصلی روح، بیداری کی اصلی حقیقت، اور ترقی کے معنوی لوازم پر اون کی نظر نہین، جس طرح اون کے معزز شوہرون کی سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ وہ کس طرح "صاحب لوگ" کہلائین، اس طرح نطرۃً اونکی بیویون کی اعلیٰ ترین تمنا ہو کہ کاش وہ "میم صاحب" بن سکین، مگر تحمل مصائب انگیزی، جد وجہد، مقابلہ و سرگرمی، عزم، استقلال، محنت، اور حوصلہ مین نہین، بلکہ راحت، سیر، تماشا، تفریح، عیش پسندی، اور نمائش مین، افسوس کہ جس راستہ پر اِن خواتین کا قدم ہو، وہ انجام کار، تباہی، حسرت، عبرت، رنج، تکلیف اور ناکامی کی منزل تک پہنچتا ہو، مگر ان بیخبر نازک قدم رہروون کو خبر نہین،

چلا ہے او دلِ راحت طلب کیا شادمان ہوکر
زمینِ کوئے یورپ رنج دے گی آسمان ہوکر

منجملہ اون جدید اور نئے الفاظ اور محاورات کے جن کو یورپین تمدن نے ہندوستان مین پیدا کیا ہے لیکن یہان اون کے کوئی معنی نہین **حقوق نسوان** کا لفظ ہی یورپ کی عیسائی قومون مین تو اس لفظ کے بے انتہا معنی ہین، لیکن مسلمانون کی زبانون پر آکر یہ لفظ معنی کی ممنونیت سے بے نیاز ہوگیا ہی، اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ یورپ کے مسیحی فرقون کے مذہب مین، عورتون کے حقوق، فرائض اور واجبات کی مطلق تفصیل بلکہ ذکر نہین، زن وشو کے تعلقات اور اون کی نوعیت، نفقہ، نکاح، طلاق، عدت، مہر، وراثت، ترکہ، ملکیت اور دیگر مذہبی، تعلیمی، معاشرتی، مالی اور سیاسی حقوق وفرائض کا وہان نام ونشان بھی نہین، اسلئے جوکچھ وہان ہی وہ سلطنتون اور پارلیمنٹون کے قوانین ہین، جو ہر روز بنتے اور بگڑتے رہتے ہین، اسلئے جدید تعلیم کی اشاعت اور روشنخیالی کے بعد لامحالہ وہان کی عورتون کو سلطنتون اور پارلیمنٹون سے لڑلڑ کر وصول کرنا پڑا

اور پڑ رہا ہے، بخلاف اس کے اسلام نے ہر چیز کی قانونی اور عملی تفصیل کرکے عورتون کو اون کے ہر قسم کے حقوق اول ہی روز مرحمت، اور اپنے پیرؤون کی دونون جنسون کے حدود مقرر کردیے ہین،

تم یہ کہہ سکتے ہو کہ مذہب نے بجائے خود گو وہ حقوق عطا کر دیے ہین، لیکن غلط رسم و رواج اور قدیم اصول معاشرت، اور مردون اور عورتون کی جہالت اور ناواقفی نے اون کو ہم سے سلب کرلیا ہی، اسلیے اون کے حصول کے لیے، جد و جہد کی حاجت ہی، ہم اس کے جواب مین کہینگے کہ یہ سچ ہی، لیکن اون کے حصول کے لیے جدید یورپین تمدن کی اشاعت، خواتین فرنگ کی کورانہ تقلید، بیج، ایزنگ واک، ڈنر، بال، سینما، تھیٹر، بے تعلق اونچی ایڑی کے بوٹ، ریشمی موزون، یعنی نازک چھتریون، لیونڈر، سینٹ، اور پوڈر، مردون سے آزادانہ میل جول، اور انگریزی اسکولون کے سسٹم کی تعلیم اور ہر مسئلہ کے جواز کے لیے خواتین فرنگ کے اخلاق و آداب کے نظائر پیش کرنے کی ضرورت نہین، اور نہ یورپین تمدن کے چوکھٹ پر سر رکھنے کی حاجت ہی، جو کچھ ہی وہ یہ ہی کہ کتاب و سنت سے اور سلف خواتین اسلام کی عملی زندگیون سے ان تاریکیون کو دور کرنے کی کوشش کیجائے، ہماری خواتین شوق سے علم حاصل کرین، لیکن اسلیے نہین کہ یورپ کی عورتون مین تعلیم پہیلی ہے، اسلیے ہماری خواتین مین بھی پہیلنا چاہیے، بلکہ اسلیے کہ اسلام نے علم کی طلب ہر مرد و زن پر فرض کی ہی، وہ شوق سے تعلیمگاہون مین جائین، مجالس مین تقریرین کرین، غزوات اور لڑائیون مین شریک ہون، مساجد مین نمازین ادا کرین، سیاسی، تعلیمی، اخلاقی جد و جہد مین حصہ لین، مگر اسلیے نہین کہ آج لعبتان فرنگ کا یہ طرز عمل ہی، بلکہ اسلیے کہ عفیفات اسلام کے مقدس کارنامے اسکے لیے ثبوت اور شہادت ہین،

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مسلمانون مین ترک وہ قوم ہی، جو یورپ کے پڑوس مین آباد ہی، جدید تعلیم و تمدن سے آگاہ ہی، یورپ کی ہر چیز جو تم دیکھکر نقل کرتے ہو وہ اوسکا مشاہدہ ہی، وہ محکوم نہین حاکم ہے، باایں ہمہ ترکی کا نامور مصلح، جدید ترکی نشو و نما کا

بانی، اور ترکی قوم کے لیے آیندہ شاہراہِ عمل تیار کرنے والا مہندس، اور قوموں کی ترقی و تنزل کے اسرار کا رازدان یعنی عزیزِ اسلام غازی مصطفےٰ کمال پاشا جس نے یورپین تمدن کے ہر خط و خال کو اچھی طرح دیکھا بھالا ہی، اوس نے انگورہ کی مجلس ملی کے سامنے کچھ دن ہوئے کہ خلافت، تمدن جدید یورپین تمدن، اصلاحات دینی، اور علمائے اسلام کے فرائض کے متعلق ایک نہایت مصلحانہ تقریر کی تھی، تقریر کے خاتمہ مین غازی موصوف نے فرمایا:-

"ہم کو چاہیئے کہ اپنے تمدن کو اپنے ملک کی حالت، اور اپنی تاریخ، اور اپنی ضرورتون اور عادتون کے مطابق بنائین، اور اس طرح زیادہ بہتر طریق سے ہم متمدن قومون مین ایک خاص امتیاز حاصل کرینگے، اگرچہ ہمارے ملک کے روشنخیالون کا یہ عقیدہ ہی کہ ملک و ملت کی بھلائی اسی مین ہی کہ متمدن قومون کی ٹھیک ٹھیک تقلید کریں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ممکن ہو کہ ایک چیز جو ایک قوم کی خوش قسمتی اور ترقی کا ذریعہ ہو، وہ دوسری قوم کی بدبختی اور بربادی کا باعث ہو جائے،

غازی موصوف کا کہنا بالکل درست ہی، ہر قوم کے تمدن کا مزاج اوس قوم کے ملک، جائے سکونت، آب و ہوا، خصوصیات نسلی، گذشتہ رسم و رواج، احکام مذہبی، اور سینکڑون عنصرون سے ملکر صدہا سال مین تیار ہوتا ہی، اسلئے ایک قوم کو دوسری قوم کی تقلید محض تباہی اور بربادی ہی، "نیچری لوگ" ہر چیز کو "نیچر کے مطابق" ہونے کو سب سے بڑی دلیل سمجھتے ہین، اسلئے اون سے یہ عرض کرنا ہی کہ ایشیا اور یورپ کی حیوانی اور نباتاتی مخلوقات مین جب باہم فطرۃً اس درجہ بُعد اور شکل و صورت کا تناقض ہی، تو ان دونون براعظمون کی انسانی مخلوقات کیون ایک دوسرے کی یکسانی اور تقلید محض کی جویان ہین؟

مقالات

تذکرۂ مصحفی قلمی

از

مولانا عبد السلام ندوی

اساتذہ قدیم کی ادبی خصوصیات مین ایک نمایان خصوصیت یہ ہو کہ ان مین اکثر بزرگون نے شعرا کے مستند تذکرے لکھے ہین، اور ان مین اردو شاعری کے متعلق نہایت مفید تاریخی اور علمی نکات درج کیے ہین، اگرچہ ایک مدت تک یہ تذکرے ہماری بدقسمتی سے گوشۂ گمنامی مین پڑے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک ان تذکرون کی مدد سے اردو شاعری کی کوئی مکمل تاریخ مرتب نہ ہوسکی بلکہ خود شعراء کے مستند اور دلچسپ حالات بھی فراہم نہ ہوسکے، یہان تک کہ اردو شعراء کا سب سے مفصل تذکرہ "آب حیات" بھی ان تذکرون کی اعانت کا پیاسا نظر آتا ہے، تاہم اب یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ تذکرے یکے بادیگرے اپنے زاویۂ جمود و خمود سے نکلتے آتے ہین، اور اپنے ساتھ اردو شاعری کی تاریخ کو بھی روشن اور نمایان کرتے جاتے ہین، چنانچہ سب سے پہلے میر کے تذکرۂ نکات الشعراء کو انجمن ترقی اردو نے ہمارے مخدوم مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کے مفصل مقدمہ کے ساتھ شایع کیا، اس کے بعد تذکرۂ میرحسن کی باری آئی اور اس کے کنوز مخفیہ کو بھی مولانا موصوف نے اپنے جامع مقدمہ کے ذریعہ سے نمایان کیا، لیکن اب بھی اس دریا مین غواصی کرنے کی ضرورت باقی ہے، چند موتی اور بھی رہ گئے ہین اور ان کا نکالنا ضروری ہے، مثلاً قائم نے جو تذکرۂ شعراء لکھا تھا وہ ابھی تک کیڑون کے پیٹ سے باہر نہین نکلا، مصحفی کا تذکرہ اب تک الماریون کی آغوش مین ہے حالانکہ وہ نہایت آسانی کے ساتھ منظر عام پر لایا جاسکتا ہے،

اس وقت ہندوستان مین جو نادر قلمی کتابین موجود ہین ان مین جو کتابین پرائیوٹ کتبخانون مین محفوظ ہین، ان کا شایع کرنا تو کسی قدر مشکل ہے، اوّلاً تو اس قسم کے کتبخانے ایسے جاہل اور بد شوق اخلاف کے ہاتھ مین ہین، جو گُہر اور سنگریزین مین امتیاز ہی نہین کرتے صرف یہ سمجھتے ہین کہ بزرگون کی ایک یادگار ان کے ہاتھ مین ہے، گھر وسیع ہے، اس کو بھی اس کے ایک گوشے مین پڑا رہنا چاہئے، ثانیاً جو لوگ نادر کتابون کی اہمیت کو سمجھتے ہین، وہ ان کو بطور ایک نادر تحفہ کے صرف اپنے ہی پاس رکھنا چاہتے ہین عام اشاعت کرکے ان کی بے قدری کرنی نہین چاہتے، لیکن ان کتابون کا ایک کافی سرمایہ پبلک کتبخانون مین بھی محفوظ ہے، اور چونکہ ان کتب خانون کا مقصد ہی عام طور پر علم وفن کی توسیع واشاعت ہے، اس لیے وہ نہایت آسانی کے ساتھ، اس قسم کی کتابون کی اشاعت پر راضی ہوسکتے ہین، مثلاً ندوۃ العلماء کے کتب خانے مین بہت سی قلمی کتابین موجود ہین جن مین مولانا شبلی مرحوم کے دور کی یادگار چند لٹریری کتابین بھی ہین جو مستحق نشر واشاعت ہین. مثلاً مولانائے مرحوم نے شعرائے اردو کے تذکرون مین طبقات الشعراء حکیم قدرت اللہ قدرت، تذکرۂ میر حسن، اور تذکرہ مصحفی کے نہایت عمدہ قلمی نسخے ندوہ کے کتب خانے پر وقف کیے تھے جن مین قدرت اللہ قدرت کا تذکرہ تو ان ذی روح ہستیون کی نذر ہوا، جو مطالب ومعانی کے ساتھ کتابون کے حروف واوراق تک کو ہضم کرجاتی ہین، میر حسن کا تذکرہ محفوظ ہے، اور انجمن ترقی اردو نے اس تذکرے کی اشاعت مین غالباً اس سے کام لیا ہے، مصحفی کا تذکرہ بھی موجود ہے، اور وہ بھی تذکرہ میر حسن سے کچھ کم، اہمیت نہین رکھتا، ہم نے شعرالہند کی تدوین وتالیف کے ابتدائی زمانہ مین ان دونون تذکرون کو دیکھا تھا اور ان سے ضروری معلومات حاصل کی تھین، کتاب کے مکمل ہوجانے کے بعد تذکرۂ میر حسن کے قلمی نسخے کی ضرورت تو باقی نہین رہی، البتہ مصحفی کے تذکرے کو ہم نے بار بار پڑھا تاکہ اگر کچھ اور معلومات بھی مل جائین تو شعرالہند مین ان کو شامل کیا جائے، لیکن اس سلسلے مین خود اس تذکرے کی تقریظ وتنقید کے متعلق

بہت سی معلومات ہاتھ آئین جن کو اگر مرتب کر دیا جائے تو اس تذکرے کی طبع و اشاعت کی تحریک بہت کچھ مدلل ہو سکتی ہے

مصحفی نے اس تذکرے کو میر حسن، قائم اور حکیم قدرت اللہ قدرت کے تذکرون کے بعد لکھا ہے، چنانچہ ایک شاعر (خاکسار) کے چند اشعار تذکرہ میر حسن سے انتخاب کیے ہین، اور صاف صاف تصریح کر دی ہے کہ

چند اشعارش از تذکرہ میر حسن صاحب سلمہ اللہ تعالی نوشتہ شدہ

ایک شاعر (میر سجاد) کے متعلق تذکرۂ قائم سے یہ تصریح نقل کی ہے،

د میان محمد قائم پیش ازین در تذکرہ خویش بکثیر الکلامی ایشان اشعار نمودہ

اور حکیم قدرت اللہ قدرت کا تو تذکرہ ہی ان الفاظ سے شروع کیا ہے،

مؤلف تذکرہ ہندی گویان،

لیکن تعجب ہے کہ انھون نے میر کے تذکرہ کا کہین نام نہین لیا بلکہ انکی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود میر نے اس تذکرہ کے لکھنے کی فرمایش کی تھی چنانچہ لکھتے ہین،

چون این فقیر حقیر غلام ہمدانی مصحفی تخلص از تصنیف دیوان فارسی و ہندی و تالیف تذکرہ فارسی فراغت حاصل کرد فہم تالیف تذکرہ ہندی در پیش آمد اگرچہ از علوئے ہمت خداداد سر و دماغ آن نبود کہ اوقات عزیز خود را باشتغال چنین امر لاطائل کہ دیگران بنظر گردون خویش بستہ اند مصروف سازد اما بتکلیف میر دشوق شعر ہندی دامن دلش را محکم فرا گرفتہ طوعاً و کرہاً قدم درین بادیہ پرخار گذاشت،

افسوس ہے کہ ہمارے تذکرہ نویسون نے قدمار کے حالات کو بہت کچھ نظر انداز کر دیا ہے چنانچہ میر صاحب نے تو شعرائے دکن کے متعلق صاف صاف لکھدیا ہے، کہ

احوال اکثر آنہا ملال اندوز گردد،

اور مصحفی نے بھی اس کمی کو پورا نہین کیا بلکہ اور تذکرون سے بھی زیادہ بخل وکم بینی سے کام لیا مثلاً میر صاحب نے بھی کم ازکم شعرائے دکن کے نام گنا دئے ہین، اور میر حسن نے تو ہر ردیف کے متعلق تین دور (متقدمین، متوسطین، متاخرین) قائم کر دئے ہین اس لیے ان کے تذکرے مین قدما کا ذکر نسبتہً زیادہ جامعیت کے ساتھ آگیا ہے، لیکن مصحفی نے صرف ایک محدود دور کے شعراء کا تذکرہ لکھا ہے، چنانچہ خود لکھتے ہین،

دیقید حروف تہجی اسامی قدیم شعراء عہد فردوس آرام گاہ تا شعرائے زمانہ شاہ عالم بہادر غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وافاض علی العالمین برہ واحسانہ ہمت گماشت

تاہم اس تحدید کا یہ مفید نتیجہ ضرور ہوا کہ اس تذکرہ مین زیادہ تر معاصرین شعراء کے چشمدید اور مستند حالات کا ذخیرہ مل سکتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہین،

بیشتر دران ذکر معاصرین است کہ احوال ہر یکے بچشم خود دیدہ وحسن وقبح مراتب سخن ہرکس دارسیدہ وکم کم احوال بعضے از متقدمین نیز بطریق تیمن صورت اندراج یافتہ فرق زبان ریختہ سابق وحال برہوشمندان پیداست،

یہ تذکرہ تیار ہوا تو ایک مدت تک مسودہ کی صورت مین پڑا رہا اور دوبارہ نظر ثانی کی نوبت نہین آئی، لیکن جب لکھنو مین شاہزادہ مرزا سلیمان شکوہ کی لطف وعنایات سے مصنف کو اطمینان نصیب ہوا تو اس کا مسودہ صاف ہوا اور اس نے ایک موزون کتاب کی صورت اختیار کی، چنانچہ مصحفی خود لکھتے ہین،

از تشتت حواس وپریشانی خاطر و ناساعدی زمانہ کجا فرصت آن داشت کہ تصحیح احوال واشعار بروے کار آرد، اما اکنون کہ بہ نیروے مرشد زادۂ آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ بہادر دام اقبالہ مورد گوناگون مہربانی آن مہر سپہر خلافت وجہانداری فرصت غنیمت شمرد

می شود، این تذکرہ راکہ از چند سال بطاق نسیان افتادہ بود صاف نمودہ ودرست ساختہ

احوال اکثرے در دبشرح وبسط مسطوراست واحوال بعضے از متاخرین کما ینبغی آگاہی براحوالات

آنہا حاصل نشد بطور بیاض تحریر یافت،

قطعہ

غرض نقشے است کز ما یاد ماند | کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت | کند در کار این مسکین دعائے

امید کہ بنظر قبول آن والاجناب درآمدہ مقبول ولہا گردد،

قطعہ

چون کہ از فضل خدا ساختہ شد | جلد این تذکرہ مانند بہشت
سال او چون زخرد پرسیدم | یکہزار ودو وصد و نہ نبوشت

تاریخ

چون ز انعام خدائے کارساز | شد مرتب این کتاب دلپذیر
بسکہ در معنے نظیر خود نداشت | گفتہ شد تاریخ جلد بے نظیر

ندوہ کے کتب خانے مین اس کا جو نسخہ موجود ہے وہ خود مصحفی ہی کے زمانہ مین لکھا گیا ہے

چنانچہ اخیر مین یہ عبارت

تذکرۂ شعرا تصنیف مصحفی شاعر مسودہ و دستخطی

درج ہے اور اس کے بعد مصحفی کے دستخط ثبت ہین، اگرچہ اس دستخط اور اس عبارت سے یہ استدلال

نہین کیا جاسکتا کہ یہ نسخہ خود مصحفی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے کیونکہ خط مختلف ہے، یکسان نہین ہے، تاہم

اس مین شبہہ نہین کہ یہ مسودہ مصحفی کے سامنے لکھا گیا ہے اور خود ان کے ہاتھ کی تحریر کا کافی حصہ اس مین

موجود ہے، بعض جگہ قطع وبرید کی ہے، جا بجا حواشی پر اکثر اضافے کیے ہین، بعض صفحے سادہ چھوٹے ہوئے ہین، اور غالبًا یہ جگہ کسی شاعر کے تذکرہ کے لیے چھوڑی گئی ہوگی، بعض شعر امثلاً شاہ طول کا تذکرہ خفیف سے تغیر اور خفیف سے اضافہ کے ساتھ دو جگہ آیا ہے، ابتدا مین خط موٹا اور بعد ہے ا غالبًا مصحفی کا خط یہی ہے، بعد کا خط نہایت پختہ اور منشیانہ ہے اور غالبًا اس کو کاتب نے لکھا ہے، ہم نے اگرچہ اپنا نام نہین لکھا ہے تاہم مولوی عبدالماجد صاحب بی اے نے مصحفی کی مثنوی بحرالمحبت پر جو دیباچہ لکھا ہے اس مین تحریر فرماتے ہین،

> جو قلمی نسخہ پیش نظر ہے، چھوٹی تقطیع کے قدیم دبیز کاغذ پر تحریر ہے، کاتب کوئی صاحب طاہر الزمان نامی ہین، کاتب صاحب بہت ہی کم استعداد معلوم ہوتے ہین، املا، وکتابت کی بہت موٹی اور فاحش غلطیان کی ہین، مثنوی کو ہر جگہ "مسنوی" لکھا ہے، الخ

اور یہ تمام خصوصیات اس نسخہ مین بھی موجود ہین، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونون نسخون کو ایک ہی کاتب نے لکھا ہے، اس موقع پر یہ تاریخی نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ قدیم زمانے مین بعض شعر دوست لوگ اساتذہ کی خدمت مین رہتے تھے، اور ان کے دیوان کو صاف کیا کرتے تھے، چنانچہ مصحفی نے فخرالدین ماہر کے حال مین لکھا ہے

> ددتے بخدمت مرزا رفیع السودا اوقات عزیز خود را بکتابت دیوانش صرف ساختہ ازین جہت اکثر اوقات خود را از مصاحبان ومشیران مرزا می شمارد،

بعض خوش عقیدہ لوگ خود اپنے لیے اساتذہ کے دواوین کی نقلین کرتے تھے، مصحفی کے معتقدین مین شاہ کمال الدین کمال اسی قسم کے بزرگ تھے، چنانچہ خود مصحفی لکھتے ہین،

> بہ مقتضائے موزونی طبع شوق شعر از طفولیت دامنگیر بود از ین جہت دواوین اساتذہ سلف وحال را زیادہ جمع نمودہ × با کلام این خاکسار ہم از تہ دل دوستی دارد چنانچہ ہر سہ

دیوان را بدست خود نقل گرفتہ وتذکرہ راکہ تیار شدہ بود از سے تمام بردہ،

غالباً مرزا رفیع سودا کی طرح اسی قسم کا کوئی کاتب مصحفی کو بھی ہاتھ آگیا ہوگا جس نے اس تذکرے کے بعض اجزاء صاف کیے ہین، اور خود مصحفی نے بعض شعراء کے حالات اپنے ہاتھ سے لکھے ہین، اور بعض شعراء کے تذکرے مین اپنے قلم سے خود اضافے کیے ہین، بہرحال مختلف نسخون کے موازنہ و مقابلہ سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ اس مسودہ نے مبیضہ ہوکر کیا شکل اختیار کی ہے،

میرا در میرحسن کی طرح اس تذکرے مین مصحفی نے جو ادبی اور تاریخی نکتے لکھے ہین، ان سے ہم نے شعرالہند مین کام لیا ہے، اس پر اس وقت صرف اس حیثیت سے نظر ڈالنا چاہتے ہین، کہ اس سے خود مصنف تذکرہ کے حالات مین کیا اضافہ ہوسکتا ہے،

ہمارے تذکرہ نویسون مین میر نے تو مصحفی کا نام ہی نہین لیا، تذکرہ گلشن بیخار مین ان کی نسبت لکھا ہے، کہ

ابتدائش انتہائے دورہ سودا

اور اس لحاظ سے میر نے جس زمانے مین اپنا تذکرہ لکھا ہے غالباً یہ اس قابل نہ ہونگے کہ موجودہ شعراء کی صف مین جگہ پائین، لیکن میر کے علاوہ اور تمام تذکرہ نویسون، نے اون کا جو حال لکھا ہے اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ غلام ہمدانی نام اور مصحفی تخلص تھا، میرحسن نے اپنے تذکرے مین لکھا ہے کہ

از تخلص او معلوم می شود کہ مردے صالح است

لیکن قدرت اللہ شوق نے اپنے تذکرے مین تصریح کی ہے کہ

جوان حافظ قرآن شوق تلاوت قرآن مجید و فرقان حمید در دلش زیادہ از حد بود بہمین سبب مصحفی تخلص میکرد جوان سعادت مند مجنون و مسکین،

مصحفی اگرچہ خود امروہہ کے ایک قصبہ اکبر پور مین پیدا ہوئے تھے تاہم میر حسن نے اس کے بعد بھی غالبًا ان کو اہل زبان بنانے کے لیے یہ دفع دخل بھی کر دیا ہے کہ

وطن بزرگانش از قدیم متصل دہلی،

قدرت اللہ شوق نے ان کو "متوطن شاہ درہ" لکھا ہے، بہرحال وہ عنفوان شباب مین دلی آئے اور میر حسن کے زمانے تک تاجرانہ حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے چنانچہ میر حسن اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین،

الحال در شاہجہان آباد بہ پیشۂ تجارت بسری برد،

شاعری کا شوق اگرچہ بچپن سے تھا تاہم اونھون نے دلی مین اس حیثیت سے کوئی نمایان امتیاز حاصل نہین کیا، اونکی اصلی شہرت لکھنؤ مین آکر ہوئی اور اوھی اطراف کے لوگون نے زیادہ تر اون سے کسب فن کیا، چنانچہ قدرت اللہ شوق اپنے تذکرے مین لکھتے ہین،

سخن ادا الحال بمرتبہ رسیدہ کہ حالا در لکھنؤ در جرگۂ شعرار داخل است،

نواب مصطفے خان شیفتہ گلشن بیخار مین تحریر فرماتے ہین،

در بلاد مشرق بسیار مسلم و بہ اوستادے علم بودہ واکثر سخنور آن بلدان اکتساب فن ازو کردہ اند،

مصحفی نے اس تذکرہ کے آخر مین خود بھی اپنے حالات لکھے ہین، اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے آبا و اجداد حکومت وقت کے اعلی مناصب پر سرفراز تھے، اور خوش حالی سے زندگی بسر کرتے تھے لیکن مصحفی بخت و طالع مین انکے برابر نہ تھے، یہ معلوم نہین کہ وہ خود دلی کب آے؟ اور کیون آئے؟ تاہم وہان بارہ برس تک نہایت خود داری کے ساتھ زندگی بسر کی، ۱

مولانا محمد حسین آزاد نے ان کے حالات آب حیات مین نہایت تفصیل سے لکھے ہین،

اور حسب عادت اوس مین زبانی روایتون کے ذریعہ سے بہت کچھ نمک مرچ لگایا ہے، چنانچہ اوسکا خلاصہ

حسب ذیل ہے،

مصحفی تخلص، غلام ہمدانی نام، باپ کا نام ولی محمد، امروہہ کے رہنے والے تھے، آغاز جوانی

مین دلی مین آکر طالب علمی کی اور قوت شاعری بہم پہنچائی، مشاعرہ بھی کیا کرتے تھے، اوران کی

خوش خلقی سے تمام معزز لوگ اوس مین شامل ہوتے تھے آصف الدولہ کے زمانے مین لکھنؤ پہونچے

اور مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار مین ملازم ہوئے،

تصنیفات مین اردو کے ۶ دیوان، دو تذکرے شعرائے اردو کے، ایک تذکرہ فارسی کا اور

ایک دیوان فارسی کا ہے، نہایت پرگو تھے، دو تین تختیان پاس دھری رہتی تھین، جب مشاعرہ

قریب ہوتا تو اون پر اور مختلف کاغذون پر طرح مشاعرہ مین شعر لکھنے شروع کرتے، اور برابر لکھتے

جاتے، عین مشاعرہ کے دن ارباب لکھنؤ آتے اور ۸ رسے ۲ر تک اور جہان تک کسی کا شوق مدد

کرتا دہ دیتا، یہ اس مین سے ۹-۱۱-۱۲ شعر کی غزل نکالکر حوالہ کر دیتے اوران کے نام کا مقطع کر دیتے

ان مین اور سید انشا مین جو معرکہ آرائیان رہین اوسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اول مرزا

سلیمان شکوہ کی غزل کو شیخ مصحفی بنایا کرتے تھے، جب سید انشا پہنچے تو غزل ان کے پاس آنے لگی،

چند روز کے بعد شیخ صاحب کی تنخواہ مین تخفیف ہوئی، اور ۴۰ سے پانچ روپئے رہ گیے، پھر بھی باہم

آمد و رفت جاری رہی اکثر غزلون مین دونون باکمال طبع آزمائی کرتے تھے اور کچھ کچھ مخفی طور پر چھیڑ

ہوتی رہتی تھی، ایک دن شیخ مصحفی نے مرزا سلیمان شکوہ کے جلسہ مین ایک غزل پڑھی جسکا مقطع یہ ہے،

تھا مصحفی یہ مائل گریہ کہ پس از مرگ		تھی اوسکی دھری چشم پہ تابوت مین انگلی

یارون نے اس غزل کو اولٹ پلٹ کر مصحفی کے کلام کو بہت خراب کیا اکثر اشعار نہایت فحش

ہین البتہ مقطع صاف ہے،

تھا مصحفی کا ناچو چھپانے کو پس از مرگ   رکھے ہوئے تھا آنکھ پہ تابوت مین اونگلی

یہین سے فساد کی بنیاد قائم ہوئی، انھی دنون مین ایک مشاعرہ مین غزل طرح ہوئی اوراس مین مصحفی نے بھی آئمۂ شعر کی غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے،

سرشک کا ہے تیرا تو کافور کی گردن   نے موئے پری ایسے نہ یہ حور کی گردن

سید انشا نے بھی اس زمین مین غزل لکھی اور ایک قطعہ بھی لکھا جس مین مصحفی کی غزل پر حسب ذیل اعتراضات کیے،

کافور کی گردن صحیح نہین،

سقنقور کی گردن صحیح نہین،

بلور کی گردن لکھنا مناسب نہین،

مصحفی نے اسی زمین مین اس قطعہ کا جواب دیا اور سید انشا پر متعدد اعتراضات بھی کیے نوبت یہان تک پہنچی کہ مصحفی کے تلامذہ مین منتظر اور گرم نے ہر طریقہ سے مصحفی کی مدافعت کی اور ایک مثنوی لکھکر گرم طپانچہ نام رکھا، اس کے بعد شہدون کا ایک سوانگ بھرا اور ہجو لکھکر اس کے اشعار پڑھتے ہوئے سید انشا کی طرف روانہ ہوئے، اور مستعد تھے کہ زد وکشت سے بھی دریغ نہ ہو، لیکن سید انشا نے خلاف توقع ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا، مٹھائیان کھلائین، ہار پہنائے وغیرہ وغیرہ لیکن پھر سید انشا نے اس کے جواب مین ایک انبوہ کثیر برات کے سامان سے ترتیب دیا اور عجیب وغریب ہجو مین تیار کرکے لوگون کو دین، کچھ ڈنڈون پر پڑھتے جاتے تھے، کچھ ہاتھیون پر بیٹھے تھے، ایک ہاتھ مین گڈا ایک مین گڑیا دونون کو لڑاتے تھے، اور زبانی ہجو پڑھتے جاتے تھے جس کا ایک شعر یہ ہے،

سوانگ نیا لایا ہے دیکھنا چرخ کہن   لڑتے ہوئے آتے ہین مصحفی و مصحفن

ان معرکون مین مرزا سلیمان شکوہ بلکہ اکثر امرا، نے سید انشا کا ساتھ دیا اور حریف کے سوانگ کو کوتوال سے کہکر ایک دفعہ رکوا دیا جس سے مصحفی سخت شکستہ خاطر ہو گئے،

ان جھگڑون مین بعض اشعار پر مرزا سلیمان شکوہ کو شبہہ ہوا کہ ہم پر بھی شیخ مصحفی نے چوٹ کی اس کے عذر مین انھون نے ایک قصیدہ لکھا،

اب خود اس تذکرے کی ضمنی تصریحات سے مصحفی کے جو حالات معلوم ہو سکتے ہین وہ یہ ہین کہ ان کو شعر و سخن کا شوق ابتدائی زمانہ طالب العلمی ہی سے تھا، چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہین

فقیر ہمراہ اوستاد خود روزے در عالم مکتب نشینی و ابتدائے شوق موزونی بصحبت ایشان (سید محمد زمان) رسیدہ

یہ معلوم نہین ہوتا کہ امروہہ سے دلی مین کب آئے؟ اور کیون آے؟ اور انکی شاعری نے یہان آکر کیا ترقیان کین؟ تاہم اونکی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہان انھون نے ایک مشاعرہ قائم کیا تھا جس مین اکثر شعرا، شریک ہوتے تھے، اور بعض لوگون نے ان کے ساتھ سلسلۂ تلمذ بھی قائم کیا تھا، چنانچہ ایک موقع پر اسد کے حال مین لکھتے ہین،

اکثر در مشاعرہ فقیر در شاہجہان آباد میرسید،

امین الدین خان کے تذکرہ مین تحریر فرماتے ہین،

در شاہ جہان آباد ہمسایہ فقیر بود و شریک صحبت مشاعرہ،

مست کے حال مین لکھتے ہین،

مؤلف درآن روزہا غزلے کہ طرح کردہ بود مصرعش را در مقطع تضمن کردہ آورد و آن این است،

مشاعرے مین چل اے مست مصحفی جو کہے	کبھو ملا تو کرو یارے مہربان ہم سے

اکبر کے حال مین لکھتے ہین،

درآن ایام کہ فقیر در شاہ جہان آباد طرح مشاعرہ انداختہ اول برائے اصلاح شعر رجوع بفقیر آورد، وہ بعد چندے بخدمت شاہ حاتم رفتہ استفادہ کلی از ذات بابرکات ایشان برداشتہ

نالان کے حال مین لکھتے ہین،

اول کسیکہ در شاہ جہان آباد بحلقۂ شاگردی فقیر درآمدہ این ست میرحسن صاحب اوہ ادر تذکرہ خود شاگرد شاہ حاتم نوشتہ اند محض غلط،

دلی سے نکل کر وہ پہلے ٹانڈے مین آئے، اور شیخ قیام الدین قائم کی سفارش سے نواب محمد یار خان کی سرکار مین ملازم ہو گئے، اگرچہ نواب صاحب موصوف کے اصلی اوستاد قائم تھے، تاہم خود مصحفی اور قائم کے تعلقات اس قدر عمدہ ہو گیے تھے کہ نواب موصوف کی غزلین بھی دیکھتے تھے، چنانچہ قائم کے تذکرے مین لکھتے ہین،

درآن ایام باعث قصیدہ خواندن و نوکر شدن مولف در سرکار نواب موصوف این بزرگ شدہ بود در عرصۂ قلیل بسبب سلیم مزاجی و بسبب تام شاعری رابطہ شدید بہم رسانیدہ کاغذ مسودہ اشعار نواب راکہ برائے اصلاح پیش می آمدند از کم دماغی بدست مشورہ فقیری داد، چنانچہ سہ ماہ ہمین طور یکجا گذرانیدہ ایم دتمام دچاشت بیک سفرہ گفتہ واللہ کہ یاد آن صحبت گذشتہ داغ ناکامی بر دل آرزومندی گذارد،

لیکن جب نواب محمد یار خان انقلاب زمانہ کے شکار ہوئے تو یہ لکھنؤ چلے آئے اور ایک برس رہ کر پھر دوبارہ دلی واپس گیے، چنانچہ نواب محمد یار خان کے تذکرہ مین لکھتے ہین،

درآن ایام بے تمیزی ہر یک از ندمائے و شعرائے مجلس جداجدا راہے در پیش گرفتند فقیر در آن حادثہ جانگزا بلکھنؤ رسیدہ بود بعد انقضائے مدت یک سال بشاہ جہان آباد رفتہ رخت اقامت در آن دیار مینو نشان انداخت،

اس کے بعد اونھون نے لکھنو کا دوسرا سفر کیا لیکن یہ معلوم نہین ہوتا کہ وہ کس توسل سے آئے اور کہان قیام کیا، وہ خود لالہ کانجی لال حیا کے تذکرے مین لکھتے ہین،

نقیر در ایامے کہ وارد این شہر بود چندے حسب اتفاق بر مکان ایشان اقامت داشت

لیکن اس عبارت سے یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ یہ واقعہ سفر اول کا ہے یا سفر ثانی کا، بہر حال وہ لکھنؤ مین آ کر گمنام نہین رہے، بلکہ لوگون نے مختلف طریقون سے اونکی قدردانی کی، چنانچہ اونھون نے جابجا ان قدر دانیون کا حال لکھا ہے، مثلاً مرزا رضا قلی آشفتہ کے تذکرے مین لکھتے ہین،

در ایامے کہ فقیر از شاہ جہان آباد بلکھنو آمدہ اوّل طرح مشاعرہ او انداخت،

پروانہ عرف کاکاجی کے حال مین لکھتے ہین،

در روزہائے کہ مولف از شاہ جہان آباد بلکھنو رسیدہ چون غائبانہ ہمیشہ مشتاق ملاقات میماند خبر آمدن این خاکسار شنیدہ بسیار بہ دلی گرمی و تپاک پیش آمدہ واز ہمان ایام عطف عنان فکر شعر فارسی بطرف ریختہ کردہ خود را شب و روز در گفتن شعر ہندی مصروف داشت،

تسلی کے تذکرے مین لکھتے ہین،

پسر گوپال رائے بخشی برادر خورد بھولا ناتھ کہ خدمت مولوائی کچہری بخشی گری فوج نواب وزیر بکلی تعلق با ایشان دارد، اکثرے از مثنویہائے و دواوین اساتذہ جمع ساختہ انتخاب زدہ نویسانیدہ، چنانچہ فقیر ہم دیوان فارسی و دیوان ہندی خود و تذکرہ فارسی حسب الارشاد نوشتہ دادہ و دیوان اوّل فقیر را در ایام مکتب نشینی کہ فقیر دران روز نو وارد این شہر بود از کمال اشتیاق آدم فرستادہ طلبیدہ بدست خود در عرصہ قلیل نقل گرفتہ دو بار غزل ہندی کہ گفتہ مشاعرگی آن را موقوف برائے فقیر داشتہ، فقیر ہم دران جملہ مرہون حسن سلوک این بلند اقبال است،

ان قدر دانیون کے ساتھ ملازمت کے بھی بعض سلسلے قائم ہوئے، مثلاً اختر کے تذکرے مین لکھتے ہین

فقیر دران ایام رفیق میر محمد نعیم خان صاحب بود،

نواب سالار جنگ مرحوم کے صاحبزادون مین ایک صاحب تر سبز تخلص کرتے تھے، مصحفی نے چار سال تک ان کے یہان بھی نہایت عزت کے ساتھ ملازمت کی، چنانچہ لکھتے ہین،

فقیر تا مدت چار سال بصیغہ شاعری ملازم و رفیق ایشان ماند بسیار بعزت و حرمت می داشتند،

لیکن ان کی زندگی کا اصلی دور مرزا سلیمان شکوہ کی ملازمت سے شروع ہوا جس کی کیفیت انھون نے خود نہایت تفصیل سے لکھی ہے،

دراثنا ئیکہ حکم بہ ترتیب مجلس مشاعرہ شدہ بود اکثرے از کاردانان این فن در حضور آمدہ حاضری شدند این فقیر حقیر ہمچون نسبت دیگران باوصف گوشہ نشینی کار زیادہ رسوائی داشت بگفتۂ میر انشاء اللہ خان حسب الطلب حضور باوصف کم شغلی و شکستہ حالی شریک مجلس یاران شدہ بود چنانچہ از ہمان تاریخ در حلقہ ملازمان حضور درآمد، و بعد چندے از کلام فقیر محظوظ شدہ در جائزہ قصیدہ مدحیہ مشتمل بر تہنیت عید بانعام احقر را از حضیض خاک باوج افلاک رسانید،

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصحفی نے مرزا سلیمان شکوہ کے مشاعرے مین میر انشاء اللہ خان کی تحریک سے شرکت کی تھی اور اسی دن سے وہ ملازم ہو گیے تھے، لیکن درحقیقت اونکی ملازمت کا زمانہ قصیدہ عیدیہ کے پیش کرنے کے بعد سے شروع ہوا جس کی تقریب نواب بارگاہ قلی خان کے بڑے صاحبزادے قسمت سنے کی تھی، چنانچہ وہ خود ان کے تذکرے مین لکھتے ہین،

در زمانے کہ ایشان مع والد بزرگوار خود بحضور مرزا جہاندار شاہ مختاری امور کلی داشتند

مقرب ملازمت این خاکسار بے مقدار جناب مرشد زادۂ آفاق زبان سریان الشان شدہ بود و وعدہ بروز عید داشتند چون بسبب کثرت ازدحام صغیر و کبیر موقع خواندن قصیدہ ندیدند برائے پاس خاطر من کہ قطعہ مختصر تہنیت عید نیز در آستین داشتم آنرا گرفتہ و صف امرا و غیرہ شگافتہ بدست شاہزادہ دادند و مرا ویرو کردند،

مولانا محمد حسین آزاد نے مصحفی کی لائف یہین سے شروع کی ہے اور انکی زندگی کے تمام ابتدائی واقعات چھوڑ دئے ہین، لیکن اس سلسلے مین بھی اونھون نے جو کچھ لکھا ہے اوس کو محض زبانی روایتون کی بنا پر لکھا ہے، اس تذکرے سے اوسکی تائید نہین کیجا سکتی، وہ لکھتے ہین،

اول مرزا سلیمان شکوہ کی غزل کو مصحفی بنایا کرتے تھے، جب سید انشار پہونچے تو غزل انکے پاس آنے لگی، چند روز کے بعد شیخ صاحب کی تنخواہ مین تخفیف ہوئی اور ۴۰ سے ۲۵ پانچ روپئے رہ گئے،

لیکن مصحفی کے تذکرے سے کہین اشارۃً بھی یہ ثابت نہین ہوتا کہ مصحفی اور انشار مین سے کوئی شخص مرزا سلیمان شکوہ کا اوستاد تھا، ایک موقع پر مصحفی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا سلیمان شکوہ اور سید انشار مین نہایت گہرے تعلقات تھے، لیکن اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تعلق بھی برادرانہ تھا استادانہ نہ تھا، سید انشار ہی کی تحریک سے مصحفی مرزا سلیمان شکوہ کے بزم مشاعرہ مین جیسا کہ انھون نے خود لکھا ہے،

بگفتہ میر انشار اللہ خان حسب الطلب حضور با وصف کم شغلی و شکستہ حالی شریک مجلس یاران شدہ بود چنانچہ از ہمان تاریخ در حلقۂ ملازمان حضور در آمد،

اس لیے یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ،

اول مرزا سلیمان شکوہ کی غزل کو مصحفی بنایا کرتے تھے، جب سید انشار پہنچے تو غزل

ان کے پاس آنے لگی،

مولوی محمد حسین آزاد نے سید انشا کے حالات مین بزرگون کی زبان سے اس روایت کی تائید کی ہے اور مرزا سلیمان شکوہ کے اس شعر سے،

دل اب تو عشق کے دریا مین ڈالا　　　　توکلت علے اللہ تعالےٰ

یہ قیاسی استدلال کیا ہے کہ سید انشا ایسی تضمینون کے بادشاہ تھے، لیکن اس تذکرے کی خاموشی کی حالت مین یہ قیاسی استدلال بالکل غیر تشفی بخش ہے،

مصحفی نے اپنی ملازمت کے ذکر مین تنخواہ کی کوئی تعداد نہین بتائی، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ انکی تنخواہ ۴۰ تھی تو اس کو تو کسی طرح تسلیم نہین کیا جا سکتا کہ مرزا سلیمان شکوہ نے اس کو گھٹا کر پانچ روپئے کر دئے، مصحفی کی بے غیرتی کے علاوہ اس مین خود مرزا سلیمان شکوہ کی توہین تھی

مولوی محمد حسین آزاد نے مصحفی کے جن اشعار سے استدلال کیا ہے غالبًا وہ مصنوعی اور الحاقی ہونگے سوانگ کی نسبت اونھون نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا مصحفی کی جانب سے ہوئی، پھر سید انشا نے اس کے جواب مین دوسرا سوانگ نکالا، مصحفی نے خود اپنے تذکرہ مین اس اہم واقعہ کی نسبت کچھ نہین لکھا، لیکن شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ کی معذرت مین اونھون نے جو قصیدہ لکھا ہے اور جس کو مولوی محمد حسین آزاد نے بھی نقل کیا ہے اُس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ سوانگ کے بانی تھے،

مگر یہ بات مین مانی کہ سوانگ کا بانی　　　　اگر مین ہون تو مجھے دیجئے بدترین تعزیر

مین آپ فاقہ کش، اتنا مجھے کہان مقدور　　　　کہ فکر اور کرون کچھ بغیر آتش و شغیر

مولوی محمد حسین آزاد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ذلیل حرکتون مین مرزا سلیمان شکوہ کی بھی شرکت تھی چنانچہ وہ لکھتے ہین،

ان معرکون مین مرزا سلیمان شکوہ بلکہ اکثر امرا نے سید انشا کا ساتھ دیا اور حریف کے

سوانگ کو قوال سے کہکر ایک دفعہ رکوادیا جس سے مصحفی سخت شکستہ خاطر ہو گیے،

خود اس تذکرہ کی زبان تو اس معاملہ کی نسبت خاموش ہے، البتہ دوسری شہادتون سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ امرا و رؤسا، انشار کے حامی اور طرفدار تھے، چنانچہ مصحفی کے شاگرد منتظر نے انشار کی جو ہجو لکھی ہے اس مین لکھتے ہین۔

مت خوف سلاطین سے تو مجکو ڈرا بے ۔۔۔ وہ تو ہی ہے جسکو کوئی ڈانٹے کوئی دابے

دہشت کی تو میرے تئین باتین نہ سنا بے ۔۔۔ کی ہجو اگر مین نے تو کیا قہر کیا، بے

نے دین مرا اس مین نہ دنیا گئی بھڑوے

غزلون پر باہم جو ردوقدح ہوئی ہے اس کا ذکر بھی اس تذکرہ مین نہین ہے، تاہم منتظر کے اشعار سے اسکی تائید ہوسکتی ہے،

پڑھ منتظر اس بحر و قوافی مین غزل وہ ۔۔۔ دکھلاوے جو ماہی سقنقور کی گردن

ہوسکتی ہے ماہی سقنقور کی گردن ۔۔۔ لیکن نہین ثابت شب دیجور کی گردن

لنگور کا وہ قافیہ ایسا تھا کہ جیسے ۔۔۔ باندھے دم لنگور سے لنگور کی گردن

حاسد وہ ترش گو ہو کہ کچھ اُس سے نہین دور ۔۔۔ باندھے وہ اگر شعر مین انگور کی گردن

کس طرح سے خم دیوے کوئی منتظر اسکو ۔۔۔ پتھر سے بنی ہووے جو بلور کی گردن

مصحفی کی یہ شرافت اور متانت ہے کہ انھون نے ان ناگوار واقعات کا ذکر اپنے تذکرے مین نہین کیا ہے البتہ منتظر کے حالات مین جو مدحیہ فقرے لکھے ہین ان مین صرف اس قدر لکھا ہو کہ

اگرچہ بعض اشخاص معنوی ذہانت طبعش را دیدہ بسیار خواستند کہ او را بطریقہ بحلقہ تبعیت خویش کنند، ہرگز التفات بگفتن ایشان نہ کرد تا آنکہ پیرگشت راسخ الاعتقادی

خویش بہ مقام والا شاعرے رسیدہ حالا برائے کلہ شکنی آنہا برابر موجود است،

مولٰنا آزاد نے سید انشا، کے ساتھ جرأت کو بھی اونکے حریفون مین شامل کرلیا ہے، چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہین،

انھین عادت تھی اکثر جگہ معاصرین پر چوٹ بھی کرجاتے تھے، چنانچہ کہا ہے،

کچھ مین جرأت نہین ہون مصحفی سحر بیان   میر و مرزا سے لڑانے یہ غزل جاؤن گا

اور تو ثانی کوئی اوس کا نہین   مصحفی کا ہے قتیل البتہ چوٹ

اکثر غزلون کے مقطع مین اپنے فخرئے، اور ملک سخن کی بادشاہی کے دعوے، اور مشاعرے کا اپنے دم قدم سے قائم ہونا، اور سب شعرا کو اپنا خوشہ چین کہدینا ایک بات تھی اور یہ دعوے کچھ بیجا بھی نہ تھا، مگر جب سید انشا، اور جرأت وہان پہنچے تو نتیجہ برا ظاہر ہوا،

مصحفی کی اس شاعرانہ فخاری سے انکار نہین، لیکن انشا، کے سوا اون کے تعلقات اور تمام معاصرین کے ساتھ نہایت شگفتہ تھے، چنانچہ انھون نے اپنے تذکرے مین جابجا ان تعلقات کا ذکر کیا ہے، مثلاً جرأت کے متعلق ایک شاگرد کے تذکرے مین لکھتے ہین،

روزہائے کہ میر موسی الیہ ہمراہ مرزا حالی کہ از کربلائے معلّٰی آمدہ بود، بلکھنؤ آمد فقیر دران ایام رفیق میر محمد نعیم خانصاحب بود ، درہمان روزہا با فقیر نیز نیازمندی پیدا کردہ چیزے شکستہ دلبستہ خود را برائے اصلاح اکثرمے آورد، چون چند سال برین بگذشت و روزگار فقیر برہم خورد و وحشت مزاج بران زیادہ گردید مطلقاً بشعر و شاعری سروکار نماند بلکہ نفرت کلّی رو داد موسی الیہ موافق معمول برائے اصلاح مے آمد متصدعہ اوقات آزادگی می شد ہمہ بجواب او ام وگفتم کہ مرا دماغ اصلاح نماندہ است پیش میان قلندر بخش جرأت بردید واکنون شعر خود را بایشان مے نمائید، اوّل راضی برین نبود آخر چون دید کہ طبیعت ایشان آزردہ می شود پیش

مشارالیہ رفت وصورت حال را اظہار کرد، جرأت گفت کہ میان من وایشان دوستی است وقول شمارا چہ اعتبار اگر رقعہ از دست ایشان نویسانیدہ بیارند مضائقہ ندارد وآخر کار چون روز دوم آمد، درخواست رقعہ از من کرد، نوشتہ دادم، از ہمان تاریخ انچہ گفتہ می گوید بہ جرأت می نماید،

بقا جن کی زد سے میر وسودا بھی نہ بچ سکے مصحفی کے رفیق وہمدم تھے، چنانچہ لکھتے ہین،

با فقیر رابطہ آشنائی بسیار مربوط است بلکہ اکثر در شاہ جہان آباد چندے یک جا بودم و شام چاشت بہ اتفاق بسر می کردیم،

نوا، بقا کے ارشد تلامذہ مین تھے لیکن مصحفی اور بقا کے دوستانہ تعلقات کا یہ نتیجہ تھا کہ بقا کے تعلق سے نوا، مصحفی کو چچا کہتے تھے، چنانچہ ان کے تذکرہ مین لکھتے ہین،

بسبب دوستی کہ میان بقاء اللہ از قدیم الایام در پایہ برادریست بلکہ افزون تر فقیر را عموی مے گوید،

میر سوز کے تذکرے مین لکھتے ہین،

بسیار مہربانی فرماید و غایب و حاضر از مزخرفات این ہیچمدان حظ وافر بر داشتہ بتکلف در ستائش دوستانہ می افزاید،

غرض مصحفی ایک مرنج و مرنجان شاعر تھے، انشا کی شرارتوں نے اگرچہ انکو اون کے ساتھ دست و گریبان رکھا، لیکن جرأت کے ساتھ اونکی آویزش ثابت نہین ہے، اور نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کا یہ بیان صرف تغلیبی ہے کہ،

با جرأت و انشا مشاعرات و مطارحات کردہ است،

مصحفی کی تصنیفات کی فہرست تذکرہ گلشن بیخار مین حسب ذیل دی ہے،

ششش دیوان ریختہ و دو تذکرہ تمام کردہ و دیوانے در فارسی و تذکرہ ہم دارد،

مولنا محمد حسین آزاد نے یہ فہرست اسی تذکرے سے نقل کی ہے اور اس پر کچھ اپنی معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہین،

عام تذکرے گواہی دیتے ہین کہ ان کی تصنیفات مین چھ دیوان اردو کے تمام و کمل ہین، چنانچہ ایک قصیدہ دعائیہ مین کہتے ہین،

مصحفی آج دعا مانگے ہے تجھ سے یارب	ایک ہے ذات تری سب پہ غفور اور رحیم
یہ جو دیوان چھٹون اس کے ہین مانند سہیل	بزم شاہان مین لباس انکا رہی جلد ادیم

دو تذکرے شعرائے اردو کے، ایک تذکرہ فارسی کا اور ایک دیوان فارسی کا لکھا، مگر راقم کے پاس جوان کے دیوان ہین ان مین سے ایک پر دیوان ہفتم لکھا ہے اور ایک دیوان اور ہے اس مین سید انشار کے جھگڑے بھی ہین، یہ آٹھوان ہوگا کہ سب سے اخیر ہے،

اس تذکرے سے اونکی تصنیفات کی کوئی یقینی اور مکمل فہرست مرتب نہین کی جاسکتی کیونکہ اس تذکرہ کے بعد اون مین اور اضافہ ہوا ہوگا تاہم بعض باتین زاید معلوم ہوسکتی ہین، چنانچہ وہ اپنی تصنیفات کے متعلق لکھتے ہین،

دو دیوان فارسی بزبان فصیح کہ یکے درجواب مولنا نظیری نیشاپوری ہنوز ناتمام است و یکے بطور خود باتمام رسید و یکے بطور خود تمام و سہ دیوان ہندی دو تذکرہ یعنی، فارسی و ہندی و یک دو جزو شاہ نامہ تانسب حضرت شاہ عالم بہادر ویک دیوان ہندی کہ در شاہجہان آباد گفتہ مع مسودہ دیوان فارسی اول کہ زبانش بطور جلال اسیر و ناصر علی بود بدزدی رفتہ،

مولنا محمد حسین آزاد نے تذکرون کی نسبت لکھا ہے کہ.

ان مین اپنے کل شاگردون کی بھی فہرست دی ہی،

اور اس سے ناسخ کے حالات مین یہ استدلال کیا ہی کہ وہ مصحفی کے شاگرد نہیں ہو سکتے،

کیونکہ اونھون نے اپنے تذکرے مین تمام شاگردون کے نام لکھدیئے ہین، اونکا نام نہین ہی،

اس تذکرے کے بعد اگر مصحفی نے شعرائے اردو کا کوئی تذکرہ لکھا ہی تو ہم کو اوس کا حال معلوم نہین لیکن اس تذکرے مین اونھون نے اپنے تلامذہ کی کوئی فہرست نہین دی ہی، شعرا کے حالات مین بے شبہ وہ اور تذکرہ نویسون کی طرح لکھتے جاتے ہین کہ فلان کے شاگرد ہین، اور اسی سلسلے مین خود اون کے تلامذہ کا نام بھی آجاتا ہی، لیکن اس کو مکمل فہرست نہین کہہ سکتے، اس تذکرے مین آتش اور آسیر کا ذکر بھی نہین آیا ہی، تو کیا مولانا محمد حسین آزاد کی طرح یہ استدلال کیا جا سکتا ہی کہ یہ لوگ بھی مصحفی کے شاگرد نہین تھے ؟

مولانا آزاد نے مصحفی کی غزل فروشی کی جو زبانی روایت نقل کی ہی، وہ بہت زیادہ تحقیق طلب ہے، تمام تذکرہ نویس جن مین میرحسن مرزا علی لطف اور قدرت اون کے معاصرین مین ہین، اس سے خاموش ہین مولانا آزاد نے غالباً آب حیات کے لکھتے وقت صرف گلشن بیخار کو پیش نظر رکھا ہی، مگر اوس مین بھی اس کا ذکر نہین مصحفی نے اس تذکرے مین اپنے اکثر جزئی حالات ضمناً لکھدیئے ہین، اور سادگی کی وجہ سے غالباً کوئی پردہ نہین رکھا ہی، ایک موقع پر ایک قدردان کی نسبت لکھا ہی،

وتذکرہ راکہ تیار شدہ بخریداری تمام بردہ،

لیکن غزل فروشی کی نسبت اس مین کوئی اشارہ بھی نہین مل سکتا، وہ اپنے اشعار مین بھی اپنی غربت وفلاکت کا تذکرہ کرتے ہین، مثلاً

ہون شیخ مصحفی کا مین حیران شاعری
اللہ مفلسی مین یہ کچھ شان شاعری

تنگدستی مین یہ نہین معلوم
خرچ اپنا کہان سے اوٹھتا ہی

لیکن اِن اشعار سے بھی یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ فاقہ مستی مین اپنے جگر پارون کو بھون کر کھا جاتے تھے ممکن ہو کہ اضطرار اً کسی موقع پر اونھون نے بالمعاوضہ کچھ غزلین کہدی ہون لیکن مولانا آزاد کا یہ بیان کہ وہ غزل فروشی کی دوکان لگا کر بیٹھتے تھے، جو چاہتا تھا ۸ رسے لیکر ۲ ر تک غزلین خرید لے جاتا تھا، یقیناً مبالغہ انگیز ہی،

مولانا آزاد نے انشا ر کے جو حالات لکھے ہین، اس تذکرہ کے پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ وہ بھی ادھورے اور نامکمل ہین، مثلاً اونھون نے انشا ر اور شعراے دہلی کی معرکہ آرائیون کی داستان اس طرح شروع کی ہی،

غرض رشک بھی تلامیذ رحمانی کا خاصہ ہی، یا تو غریب الوطن نوجوان کو بے رفیق و بے یار سمجھکر کہن سال مشاقون نے کچھ تعریفین کین یا یہ کہ مشاعرہ مین اس بلند نظر کے حسب دلخواہ اوس کے کلام کی عزت نہ ہوئی، بہرحال سید انشا کو شبہہ ہوا کہ میری مخالفت پر سب دلی والے موافق ہوگئے، ××

خدا جانے طرفین نے زبان سے کیا کچھ کہا ہوگا، مگر غزلون کے مقطع میں فخریہ چھیکیں ہونے لگیں سلتھی نکتہ چینی کی چھینکیں لگنے لگین، ان مین مرزا عظیم بیگ تھے کہ سودا کے دعوائے شاگردی اور پرانی مشق کے گھمنڈ نے اونکا دماغ بہت بلند کر دیا تھا، وہ نقط شد مد کا علم رکھتے تھے مگر اپنے تئین ہندوستان کا صائب کہتے تھے، اور خصوصاً اِن معرکون مین سب سے بڑھ کر قدم مارتے تھے، چنانچہ ایک دن وہ میرماشاءاللہ خان کے پاس آئے اور غزل سنائی کہ بحر رجز مین تھی، مگر ناواقفیت سے کچھ شعر رمل مین بھی جا پڑے تھے، سید انشا ر بھی موجود تھے تاڑ گئے، حد سے زیادہ تعریف کی اور اصرار سے کہا کہ مرزا صاحب اسے آپ مشاعرہ مین ضرور پڑھین، مدعی کمال کو مغز سخن سے بے خبر تھا اوس نے مشاعرہ عام مین غزل پڑھ دی سید انشا ر نے وہین تقطیع کی فرمایش کی، اوس غریب پر جو گذری سو گذری مگر سید انشا ر نے اسکے ساتھ سب کو لے ڈالا، اور کوئی دم نہ مار سکا بلکہ ایک مخمس بھی پڑھا،

اگرچہ مرزا عظیم بیگ نے بھی گھر جا کر اسی مخمس کی طرح مین اپنی بساط کے بموجب دل کا بخار نکالا مگر وہ مشت بعد از جنگ تھی سد اب سید انشا ر کے طائر فخر کی بلند پروازی اور زیادہ ہوئی،

ہر غزل مین مضامین فخریہ کا جوش ہونے لگا یہان تک کہ میرا اور اون لوگون کا کلام ایسا ہے جیسے

کلام الٰہی اور مسیلمہ کذاب کا الفیل ما الفیل،

مولانا آزاد نے اِس لے کو اور بڑھایا ہی، اور بادشاہ کو بھی اِس قصہ مین شریک کر لیا ہی، لیکن کسی قدیم تذکرے مین یہ

تفصیل نہین ملتی، صرف نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے گلشن بیخار تذکرۂ عظیم بیگ مین اس قدر لکھا ہی،

در جواب اعتراض انشاء اللہ خان کہ در مشاعرہ مرزا مینڈھو خلف نواب شجاع الدولہ مرحوم بعلت

انتقال از بحر ہزج بہ بحر رجز نظر افت تمام باوے معارض شدہ بود مخمسے موزون نمودہ بود،

البتہ مصحفی نے اِس قصے کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہی، اور اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ مولانا آزاد نے اِس داستان کی اصلی

کڑیان نظر انداز کر دی ہین، وہ انشاء اللہ خان کے حال مین لکھتے ہین،

حسب اتفاق میر موصوف (انشاء) در مشاعرہ شاہجہان آباد غزل عربی کہ مطلعش اینست ہ

و غزل ہندی بر ردیف "نیاز پانچون" "نیاز پانچون" خواندہ فروغ تمام یافت شعرائے دلی مثل میان

ثناء اللہ فراق و میر قدرت اللہ قاسم و ہدایت خان و میر محمد جواد و ہادی و مرزا عظیم بیگ عظیم کہ

خود را صائب ریختہ میشمرد حسد در کارش بردہ در مشاعرہا در جواب ایشان غزل عربی و مخمسہ آن

درست کردہ آوردند و در جواب غزل ہندی کہ "نیاز پانچون" بود "نیاز ساتون" قرار دادند،

جاسوسان خبر رسانیدند کہ صورت حال اینست مشارٌالیہ ازین ماجرا مطلع شدہ در جواب "ساتون"

غزل "آٹھون" کہ مطلعش اینست × نگاشت و در جواب مخمسہ غزل عربی برین قطعہ اکتفا کردہ،

حاسد سے میرے یہ کہو گر تو غزل عربی کہے	خورشید سے کب ہمسری کی کرمک شب تاب نے
امواجِ قلزم سے بھلا کب ہو سکے ہی سامنے	کچھ جوش گر گا ہے کیا برسات کے تالاب نے
صادق بلا شبہہ ہی یہان وہ مثل جس طرح سے	الحاقہ پر رشک کھا کر کہا مسلم کذاب نے
الفیل و ما الفیل و ما ادراک ما الفیل کیا	سنتے ہی جس کو ہنس دیا ہر ایک شیخ و شاب نے

بجز و استماع این قطعہ مجلس بر ہم خورد و بہ حدے چہ چہ و بہ بہ شد کہ گویا شور قیامت برخاست ،

شعراء کے حالات کے علاوہ اس کتاب مین فن شعر کے متعلق اور بھی متعدد تاریخی اور ادبی نکتے ہین جن سے ہم نے شعر الہند مین کام لیا ہی، اور اس لحاظ سے اگر تذکرہ میر اور تذکرہ میر حسن کے ساتھ یہ تذکرہ بھی شائع ہو جائے تو اُردو زبان مین ایک اور مستند تذکرہ کا اضافہ ہوسکتا ہے، کیا ہم انجمن ترقی اُردو سے اس کی اُمید کر سکتے ہین ؟

تصحیح

گذشتہ جولائی کے پرچہ مین زیر ادبیات مرزا عزیز کی غزل کے دسوین اور اٹھارھوین شعر مین ''مجازی'' کے بجائے ''حجازی'' چھپ گیا ہی، ناظرین تصحیح کر لین ،

سیرۃ النبی حصۂ دوم

طبع دوم

۲۰×۲۶ چھوٹی تقطیع پر سیرۃ حصۂ دوم دوبارہ چھپ کر تیار ہے، قیمت باختلاف کاغذ ص ر روپیہ

علم الکلام

مولانا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اوس کے عہد بعہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ ناپید ہو گئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت عا ر

''منیجر''

خلافت اسلامیہ کا دور جدید
اور
اُس کا آیندہ نظام عمل

از

جناب ڈپٹی سید مقبول احمد صاحب بی اے الہ آبادی سیاح عراق

ہمارے دوست مولوی سید مقبول احمد صاحب ان لوگون مین ہین جو انگریزی تعلیم اور سرکاری تعلقات کے باوجود مسلمانون کا درد اور موجودہ سیاست اسلامیہ مین ذوق رکھتے ہین اور اسی کا اثر تھا کہ انھون نے ایک خاص موقع کو مغتنم سمجھکر مملکت عراق کا سفر کیا اور اس مظلوم ملک اور مظلوم قوم کے جذبات و حالات کا بچشم خود معاینہ کیا اور واپس آکر وہ گردوپیش کے خطرات اور لومۃ لائم کا خیال کیے بغیر جو کچھ ان کے نزدیک حق تھا اس کو برملا آشکارا کیا، ولگداز مین اپنا مختصر سیاحت نامۂ عراق چھپوایا جس مین متعدد واقعات ایسے لکھے جنکو ایک دنیاوی طمع و عزت کا خواہان لکھنا گوارا نہ کرتا،

اس سفر کے باعث اُن کو موجودہ دنیائے اسلام اور خصوصاً عربون کے خیالات و حالات کے جاننے کا کیقدر موقع ملا، اور جس کا نتیجہ انکی تصنیف "مستقبل عرب" ہے. گو ہم کو ان کے خیالات و معلومات سے کامل موافقت نہین، تاہم ان کے افکار کو غور و مطالعہ کے لائق سمجھتے ہین، آج وہ ہماری علمی بزم مین، ایک ایسا ہدیہ لے کر آتے ہین، جسکو علم مذہب اور سیاست تینون جہتون سے تعلق ہے،

"خلافت اسلامیہ کے دور جدید اور اس کے آیندہ نظام عمل" کا جو خاکہ اونھون نے کھینچا ہے

وہ متعدد حیثیتون سے نہایت دلکش ہے، البتہ اس نقشہ کشی کے لیے جو زمین اپنے تمہیدی خیالات
کی اُنھون نے تیار کی ہے، وہ بہت کچھ محتاج تنقید ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دوست
بلنٹ صاحب سے بہت عقیدت رکھتے ہین، اور وہی اُن کے خیالات کے ذرائع معلومات
ہین، حالانکہ موجودہ فتنہ کے بانی وہی ہین اور اسلام مین عرب و ترک اور قومیت و
جنسیت کی لعنت انھین نے پیدا کی ہے، یہ عربون کے دوست مشہور ہوئے، اور اس موجودہ
انقلاب کے سخت آرزومند تھے، بالآخر اس انقلاب کو اپنی آنکھون سے دیکھکر وہ اس دنیا سے
سدھارے، لیکن نہ تو انکی زبان سے دردمندی کا ایک کلمہ نکلا، اور نہ اپنے عرب دوست
قوم کی بربادی پر ان کے آنکھون سے آنسو کا ایک قطرہ بہا، اور نہ اپنے ہموطنون کو اونکی
غلط کاریون پر انھون نے زجر و توبیخ کی تاہم بعض مسلمان اُن کو اپنا دوست، اور عرب اپنا
مربی جانتے ہین،

قاصد رقیب بود وہ دشمن غافل از فریب
بیدرد، مدعائے خود اندر میانہ ساخت

معارف کے تحریری کرمفرماؤن مین جن کے مضامین معارف مین شایع ہورہے ہین،
حسن اتفاق سے ہمارے دوست مولوی سید مقبول احمد صاحب الہ آبادی کے ہمنام ایک
اور ہموطن ہین، جنکا مضمون مئی کے معارف مین جامع الاخلاق شایع ہوچکا ہے، ان دونون
نامون مین ناظرین معارف کو تشابہ ہوگا، اس لیے جب ذاتی اوصاف مین یہ اشتراک باہم ہے
تولامحالہ عارضی اوصاف سے امتیاز کرنا ہوگا، اسی سبب سے "خلافت جدیدہ" کے مصنف کے
ساتھ، ڈپٹی، بی اے، سیاح عراق کے اوصاف ضم کیے گئے ہین، ہمارے دوسرے کرمفرما
ضرر رشتہ دار، اور ایم اے، وکیل ہین،

ہمارے موجودہ عصر نے عالم اسلام میں جو ہیجان اور انقلابات پیدا کیے ہیں ان میں غالباً سب سے
زیادہ قابلِ توجہ اور مؤثر وہ انقلاب ہے جو ملّت ترکیہ کے جمہوری حکومت کے انعقاد کے ساتھ قدیم خلافتِ
اسلامی کے تبدیلی سے ظہور میں آیا ہے، مذہبی اسلامی نقطۂ نظر سے تو یہ ایک بدعت ہے، مگر یہ صورت اُسی
وقت تک قائم رہتی ہے جب تک ہم خلافت کو مذہبی نظر سے دیکھیں لیکن اگر ہم خلافت کے وہی معنی
لیں جو قرآن سے ثابت ہے تو خلافت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ وہی آسمانی بادشاہت ہے جسکی بشارت
مسیح نے انجیل میں دی تھی اور دانیال نبی نے جسکی تعبیر بادشاہِ بابل کے اس خواب پر بیان کی تھی کہ جب
بادشاہ نے عالمِ رویا میں ایک قوی ہیکل بت کو دیکھا جس کا سر سونے کا تھا، سینہ چاندی کا، پیر لوہے کا
اور سب سے اسفل حصہ مخلوط مٹی کا کہ یکایک ایک غیبی ہاتھ سے ایک پتھر نمودار ہوا، اور اس نے اس بُت کے
پیر پر اس پتھر کو مارا یہان تک کہ سارے بت کو چور چور کر ڈالا اور پھر وہ پتھر ایسا بڑھا کہ ساری دنیا کو گھیر لیا
سونے کے سر سے مراد بابل کی حکومت تھی، چاندی کے سینہ سے مراد سلطنت عجم، پائے آہن سے مراد
سکندر کی سلطنت اور اس کے بعد مخلوط مٹی سے سلطنت روما، اور یہ پتھر عرب کا پتھر تھا جس نے روما
کے ساتھ ان قدیم سلطنتون کے سارے نشانات کو غبار بنا کر ہوا میں اڑا دیا، اور پھر یہی پتھر ساری
دنیا پر حاوی ہوگیا، انجیل اور نوشتہ بنی اسرائیل کے بعد داؤد نے اپنی زبور میں اسی خلافتِ اسلامیہ
کا دو جگہ حوالہ دیا ہے، ایک وہ جس میں داؤد کا کلام ہے کہ "وہ پتھر جسکو معمارون نے رد کیا بالآخر
کونے کا سرا ہوا"، اور اس پتھر سے داؤد کی مراد وہی دانیال والے پتھر سے تھی، اور اسی پتھر کو مسیح نے
اپنی ایک تمثیل میں بیان کیا ہے جبکہ دغاباز باغبانون سے مالکِ باغ باغ کو لیکر ایسی قوم کو دیگا
جس کے وہ اہل ہونگے"، اور جب لوگون نے مسیح کے اس حق گفتاری میں اعتراض کیا تو انہے داؤد
کے مشہور اوپر والے جملے کا حوالہ دیا،

بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ کی ایک روایت بالکل اسی کے مطابق اور متعلق یہ ہے کہ رسول اللہ

نے فرمایا کہ میری مثال اس سرے کے پتھر کی سی ہے جس کے بغیر ایک مکان کی عمارت نامکمل تھی۔
دوسری بشارت حضرت داؤد کی زبور مین یہ ہے کہ خدا کے نیک بندے زمین کے وارث ہونگے"، اور بالکل انھین لفظون کا حوالہ قرآن شریف مین ہے۔ دانیال، زبور اور انجیل کے بعد خلافت اسلامیہ کی پوری بشارت قرآن شریف کے سورۂ نور کی آیت استخلاف مین یون موجود ہے، "وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون"، اللہ کا وعدہ ہے کہ تم لوگون مین سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کو ملک کی خلافت ضرور عنایت کریگا جیسا ان لوگون کو خلافت عنایت کی تھی جو ان سے پہلے ہوگذرے ہین اور جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند کیا اس کو ان کے لیے مضبوط کریگا اور انکو جو خوف ہے اس کو وہ امن مین بدل دیگا کہ ہماری عبادت کیا کرین اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانین، اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہین"۔

پس اسلام کے لیے دنیاوی بادشاہت ایک وعدۂ حق ہے جس کی شاہد قرآن کے علاوہ انجیل زبور و دانیال بھی ہے، اور اسی اسلامی بادشاہت کا نام خلافت ہے، اور بادشاہت کا نام خلافت قرآن شریف کی اوپر والی آیت سے لیا گیا ہے، یعنی مسلمان حکمرانی مین ان اگلی قومون کی جانشینی کرینگے جنکو اس سے پہلے حکومت دی گئی تھی، ایک دوسری جگہ قرآن شریف مین انسان کو زمین پر خدا کا خلیفہ بتایا گیا ہے، اور خدا کا خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو دنیا مین خدا کی طرف سے انکی دوسری مخلوق مین نظم و نسق کرے یا دوسرے معنی مین سلطنت کرے، تیسرے اسلام مین بادشاہت کو خلافت اس لیے بھی کہتے ہین کہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہی سے خدا نے اسلامی سلطنت کی

شروع کردیا تھا یعنی آپ پیغمبر بھی تھے اور امیر عرب بھی، اور آپ کے بعد عرب کی امارت کی جانشینی کا نام خلافت پڑگیا، بہرحال خلافت اسلامی ایک مادی چیز ہے، نہ مذہبی اور "روحانی" اسلام نے کبھی سوائے پیغمبرون کے دوسرے انسان کو اپنے ابنائے جنس کی ارواح کا بادشاہ نہین بناتا ہے، خلافت مین "روحانیت" کا اطلاق اسلام کے لیے عجیب و نئی چیز ہے[1] مسلمانون مین کبھی روحانی بادشاہ مسیحیون اور بودھون کی طرح نہین ہوا کرتا، خلیفۂ اسلام محض ایک دنیاوی بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے، جو گناہ کرسکتا ہے اور اس کے پاداش مین قتل اور معزول کیا جاسکتا ہے، اور کوئی شخص اُس کو محافظِ "شریعت و قوانین سے زیادہ ماننے پر مکلف نہین، وہ مذہبی شرایع کو تبدیل کرنے کا حق بھی نہین رکھتا اور نہ اس کے خلاف فیصلہ دینے کا، یعنی مختصر یہ کہ وہ مقدس و معصوم نہین ہے،

مگر مسلمانون مین مذہبی شرایع اور دنیاوی قوانین مین کوئی امتیاز نہین رکھاگیا۔ درحقیقت مسلمانون مین مذہبی شرایع کا نام دنیاوی قانون ہے، اسلامی شریعت دو بڑے جزمین تقسیم ہے معاملات اور عبادات، اور دونون کا پلہ شریعت مین برابر ہے، معاملات کے ترک کرنے سے بھی ویسی ہی فساد دین کا ہے جیسے عبادات کا اور علی ہذاالقیاس عبادات کے ترک کرنے سے ویسے ہی فساد دنیا کا ہے جیسے معاملات کا، پس اسلامی سلطنت ایک قسم کی "تھیوکریسی" ہے یعنی اگرچہ اس تھیوکریسی مین تمام قوانین کا سرچشمہ الہام آسمانی ہے مگر اس کا عامل و نگہبان خدا کی طرف سے مبعوث نہین کیا جاتا، تو ابتدائے اسلام مین خلیفۂ اسلام مسلمانون کے تمام قوانین (دینی و دنیوی) کا محافظ اور اس پر عمل کرانیوالا ہوتا تھا، یہ صورت خلفائے راشدین کے وقت مین بدرجہ اتم رہی۔ اس کے بعد جبابرین

[1] معارف: اگر مقصود عیسائیون کی طرح روحانی یعنی معصوم ماموریمن اللہ۔ اور شارع ہے تو صحیح ہے کہ اسلام کا خلیفہ ایسا روحانی نہین، اور اگر مقصود اسلامی روحانیت ہے تو صحیح نہین، اسلام مین خلیفہ واجب الطاعۃ ہے، الایہ کہ اس کے احکام خلاف شرع ہون، انکو مذہبی اور اسوۂ کامل ہونا چاہئے وہ نماز و نکاح جمعہ و جماعت کا امام، جہاد و غزا کا امام، مرکز قانون کا محصل، مسلمانون کا دینی و دنیوی پیشوا ہے۔

بنی امیہ و بنی عباس نے اس کو ایک صورت سے قائم رکھا، مگر زوال سلطنت عرب سے اسلام خلافت کی دنیاوی وسعت سے بہت دور نکل گئی، ایک زمانہ ایسا آیا کہ خلیفہ صرف بغداد کا بادشاہ رہ گیا، اور باقی تمام اجزا مختلف سلطنتوں مین بکھر گئے، اور ایک ہی وقت مین اسلام مین کئی خلیفہ کا دورہوا، پھر اس سے بھی زیادہ یہ ہوا کہ اسلام ان قومون مین پھیلا جن پر کوئی اسلامی خلیفہ بھی نہ تھا اور یہ نئی صورتین جب مسلمانون کو پیش آئین تو انھون نے زمانہ کے لحاظ سے ان باتون پر عمل کیا جس سے مسلمانون کا عام مفاد مقصود تھا، اور خلافت مین نئی تبدیلیان کوئی بدعت نہ کہلائین، یہان تک کہ اس مرکزی خلیفہ کا نام و نشان بھی مٹ گیا، بلکہ خلافت اس قوم سے بھی جاتی رہی جس کے لیے قرآن شریف مین وعدہ[1] تھا، اور جس کے لیے حدیث تھی کہ اسلام پر حکمرانی صرف قریش کا حق ہے، مغول کا زمانہ آیا۔ اور اس دور ہرج مرج مین اسلامی ممالک پر کفر کی حکومت ہوئی، قانون بدلے گئے، شریعت کا ایک جز یعنی معاملات برطرف کیا گیا، اور اب مسلمانون کی وہ صورت پیدا ہوئی کہ وہ پانچ ارکان دین پر عامل ہونے لگے، مغول اور ترک کی اسلامی سلطنت مین پھر مسلمانون کی شریعت مکمل کی گئی۔ اور معاملات کے ساتھ عبادات ملائی گئی، یہ سلاطینِ عجم بہرحال جہان بھی سلطنت کرتے ہی ہون، وہ اپنے اس حصۂ ملک کے لیے خلیفۂ اسلام تھے، ہندوستان مین مغل مسلمانان ہند کے لیے بمنزلۂ خلیفۂ اسلام تھے، مصر مین مملوک، ایران مین صفوی اور سپین بربر و عرب مین طوائف الملوک اپنے اپنے ملک کے خلیفہ تھے، اور انھین سے ہر ایک سوائے خدا کے کسی دوسرے بڑے خلیفہ کی محکومیت پر مجبور[2] نہ تھا، یہی حال سلاطین عثمانیہ کا تھا، وہ شام و مصر کی فتح سے پہلے بھی اپنے ملک کے خلیفہ تھے۔ اور جب انھون نے عرب کو سخر کیا تو وہ عربون کے خلیفہ بھی ہو گئے، سلطان سلیم خواہ وہ تبرکات نبوی کو برائے نام عباسی خلیفہ

---

[1] معارف: قرآن مین قریش سے خلافت کا وعدہ نہین بلکہ عام مومنون سے ہے، [2] معارف: یہ صحیح نہین، دیکھئے مضامین خلافت اور ہندوستان، خلافت اور دنیائے اسلام، خلافت اسلامیہ اور تو شبہات، یہ سب مضامین [illegible]

مصر سے حاصل کرتے یا نہ کرتے وہ عرب کے خلیفہ ہو چکے تھے چونکہ عرب کی خلافت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی تھی، اس خیال سے اس خلافت پر فیض یاب ہونے کے ساتھ سلطان نے تبرکات نبوۃ کو قبضہ مین لانا خلافت کی تکمیل جانی۔

سلطان عبد الحمید کے زمانے تک خلافتِ ترکیہ کامرادف سلطنتِ عثمانیہ تھا، مگر اس بیدار مغز سلطان نے خلافت کو سب سے پہلے اتحادِ اسلام کاآلہ بنانا چاہا، یعنی خلافت کو وہ صورت دینی چاہی جو ایک حد تک پوپ سے مشابہت رکھے یعنی خلیفۂ عثمانی صرف حدودِ دولتِ عثمانیہ کے اسلامی قوانین کا محافظ نہ کہلائے بلکہ تمام دنیا کے مسلمانون کے مذہبی معاملات کا سردار ہو، یہ ضرورت اصل مین ترکی سلطنت کے استحکام کے لیے پیش آئی، مگر مجبوری یہ تھی کہ وہ سلاطین جن کے ماتحت مسلمان آباد تھے وہ کبھی ایسی صورت گوارا کرنے پر رضامند نہ تھے، جس کے باعث ترکی سیاست کو ایسی تقویت حاصل ہو سکے، مگر سلطان کے بین اسلامک پروپگنڈا کا نتیجہ اتنا ضرور ہوا کہ خصوصاً ہندوستان مین مسلمانون کی بیداری کے ساتھ ان کو ترکی سلطنت کے ساتھ ایک ایسی شیفتگی و وابستگی ہو گئی کہ جب کبھی ترکی سلطنت کو کوئی فتح یا شکست مخالفین کے مقابلے مین ہوتی تو خصوصاً مسلمانانِ ہند مین ایسا جوش پیدا ہوتا گویا خود انکی فتح یا شکست تھی[۲]

سلطان عبد الحمید کے زمانے مین ایک بزرگ سید جمال الدین افغانی ترکی مین وارد ہوئے جنھون نے اتحادِ اسلامی کے خیال کو اور تقویت دی، مگر ترکی سلطنت عبد الحمید کے زمانے مین روز بروز انکی غفلت سے کمزور ہوتی گئی اور جس کمزوری کو انھون نے اس نئے اتحادِ اسلامی سے تقویت دینا چاہا وہ راست نہ آئی، ان کی غفلت اور قدامت پرستی نے ترکی کی اندرونی حالت کو اتقدر

[۱] معارف: یہ خیال قطعاً صحیح نہین مسٹر ہنٹ کی تحقیقات محض سے باہر اگر کوئی چیز ہمارے دست کو معلوم ہو تو ضرور مطلع کرین

[۲] معارف: یہ خیالات صرف مسٹر ہنٹ کی صدائے بازگشت ہین

خراب کر رکھا تھا کہ اگر روس و انگلستان و فرانس سلطان سے اس حوکے مین نہ ہوتے یعنی عام خلافت اسلامی اور جہاد عمومی کی حقیقت کو جانتے ہوتے تو ترکی کے بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہتی اور وہ کبھی کو اس کا تجربہ کر چکے تھے کہ یکایک سلطان کے آخری زمانے مین نوجوانانِ ترک نے سلطان کی استبدادی حکومت سے انحراف کیا اور ان کو معزول کرکے ایک ترقی کن اور متحد سلطنتِ ترکیہ کی بنیاد ڈالی، انھون نے سلطان کے خیالی آلۂ حرب عام اتحاد اسلامی اور خلیفۂ اسلام کی واحد قوت کی پرواہ نہ کرکے اپنے ملک کے لئے ترقی و تمدن کے سامان پیدا کیے اور خلافت عمومی کو بالفعل سلطان کے ساتھ رخصت کر دیا[۱]، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ برس مین ہر چہار طرف سے اُن کے دشمن اُن پر ٹوٹ پڑے اور ہر ایک دشمن کے مقابلے مین وہ بہت کچھ ملکی قربانیان کرکے واپس ہوئے، اس کے بعد یورپ کی وہ خوفناک جنگ کی آگ شروع ہوئی جس نے اپنے شعلہ مین ترکی کو بھی لپیٹ لیا، جب وہ آگ بجھی تو خاکستر ترکی سے ایک نیا ترکی اٹھا، اس ترکی مین تمام پرانی روائتین سوخت ہو چکی تھین۔ نہ اس ترکی مین عثمانی قوم کے علاوہ کوئی اور قوم شامل تھی، اور نہ اس پر ایک پرانی قسم کا خلیفہ یا سلطان حکمران تھا، اس جدید ترکی کے ثبات کے لیے مسلمانانِ ہندوستان سے ایک نئی اور عجیب حرکت ظہور مین آئی، انھون نے سلطنت ترکیہ کی حفاظت کو اپنا دین و ایمان جانا اور اس شدت کے ساتھ اس کے لیے جدوجہد کی کہ غیر قوم والے تو خیر خود مسلمانون کو شبہ ہو گیا کہ واقعی خلافت ایک جزوِ ایمان ہے یا کیا[۲]۔ خلافت کی عجیب عجیب صورتین بتائی گئین۔ کہین رسول اللہ کی وصیت جزیرۃ العرب کو اتنی چیپان کیا گیا[۳] حالانکہ ان بھولے بھالے مسلمانون کو اس کا مطلق علم نہ تھا کہ جس جزیرۃ العرب پر وہ

---

[۱] معارف: یہ خیال حقیقت سے دور اور بے سند ہے، [۲] معارف: کیا آپ کو حدیث من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ نہین معلوم، کیا آپ کو عقاید کا یہ باب یاد نہین کہ نصب الامامۃ واجب علی الامۃ،

[۳] معارف: یہ واقعات سے بجز اس استدلال ہے جزیرۃ العرب غیر اسلامی اقتدار کو مٹانے کے لیے کوشش ہو نہ کہ اس کو حدودِ ترکی مین داخل کرنے کے لیے

شور و شغب کر رہے ہین وہ جدید ترکی کے پروگرام مین شامل ہی نہین۔ اور یہ کہ خود عرب ایک مدت سے اپنی قومی حکومت کے لیے ترکی اور خصوصاً نوجوان ترکون کی ترکی کے خلاف تھے[1]۔ انھون نے اس کی پرواہ نہ کی کہ خود عرب مین اور ترکی مین خلافت کا کیا خیال ہے، جوشِ جنون مین اپنے سے اختلاف رکھنے والے کو ڈرایا۔ دھمکایا کافر بنایا، کہین مارا، کہین توڑا، کہین علانیہ تلوارے کر کھڑے ہوئے، کہین ہندوؤن کے سوراج مین کود ے، بہرحال اس حرکتِ اضطراری کا نتیجہ اگرچہ کچھ نہوا لیکن سلطنتِ برطانیہ اس قدر تو مرعوب ہوگئی کہ جب مصطفےٰ کمال بانیِ ترکی جدید نے تلوار میان سے نکالی اور یونانیون کو بہ یک بینی و دو گوش خاکِ عثمانی سے نکال باہر کیا تو برطانیہ ترکون کی صلح مین پھر رخنہ انداز نہ ہوئی[2]،

مگر مصطفےٰ کمال ایک نہایت مدبر ترک ہے، اس نے دیکھا کہ ترکی از لسبکہ بحزا نپے پیر پر کھڑے ہوئے دنیا مین قائم نہین رہ سکتی اور اس کو اقوامِ عالم مین باعزت جگہ لینے کے لیے وہ تمام صورتین اختیار کرنی چاہئین جو دوسری متمدن قومون نے اختیار کی ہین مگر کیا عجب کہ اسکی اور دوسری اسلامی سلطنتون کی تقویت کے لیے ایک ایسی صورت بھی پیدا ہو جائے جس سے مسلمان پہلے سے ناآشنا نہین ہین، یعنی عالمِ اسلام کو سیاستِ دنیادی سے بے تعلق ایک نظام مین منسلک کرنا، جو آخر مین ایک ایسا حربہ ثابت ہو جو نصاریٰ اور دشمنانِ اسلام کے تمام مکائد کا سدِ باب ہوگا موجودہ عالمِ اسلام کی صورت یہ ہے کہ اس مین دنیا کے ایک خمس انسان شامل ہین پس اگر یہ ایک خمس انسان ایک مضبوط حبل اللہ مین بندہ جائین تو پھر کوئی اسلام یا اسلامی سلطنت کو نقصان پہنچانے کا خیال بھی دل مین نہین لاسکتا۔ مسلمانانِ عالم کا شمار یہ ہے،

[1] معارف: ان کو کس نے مخالف بنایا؟ [2] معارف: جوشِ مخالفت مین دشمن پر بے بنیاد الزامات قائم کرنا انہین غلاف شیخ

[2] معارف: کیا اس واقعہ کی روزانہ اخباری واقعات سے تائید ہوتی ہے،

۱۔ اقوام ترک	**۴۲ ملیون**	**۲۔ اقوام عرب**	**۴۸ ملیون**
۱۔ عثمانی۔	۱۰ ملیون۔۔	۱۔ عراقی	۳ ملیون
۲۔ اہل آذربائجان۔	۳ ملیون۔۔	۲۔ شامی۔	۵ ملیون
۳۔ اہل قفقاس۔	۵ ملیون۔۔	۳۔ حجازی۔	۱ ملیون
۴۔ ترکان (یعنی آبادیٔ خوارزم)	۱ ملیون۔۔	۴۔ یمنی۔	۳ ملیون
۵۔ تاجیک (یعنی آبادیٔ باختر) افغان ترکستان	۱ ملیون۔۔	۵۔ حضرمی۔	۱ ملیون
۶۔ اوزبیک وسرت (یعنی آبادیٔ ماوراء النہر)	۶ ملیون	۶۔ عمانی۔	۲ ملیون
۷۔ ترکان ختن یارقند۔	۴ ملیون۔۔	۷۔ نجدی۔	۴ ملیون
۸۔ تاتار روس وقریم۔	۱۰ ملیون۔۔	۸۔ مصری۔	۱۲ ملیون
۳۔ اقوام عجم	**۲۶ ملیون**	۹۔ طرابلس الغرب۔	۱ ملیون
۱۔ ایرانی۔	۱۵ ملیون۔۔	۱۰۔ طونسے	۲ ملیون
۲۔ افغانی	۱۰ ملیون۔۔	۱۱۔ الجزائری	۵ ملیون
۳۔ بلوچ۔	۱ ملیون۔۔	۱۲۔ مراکشی	۸ ملیون
۴۔ اقوام ہند۔	**۶۹ ملیون**	۱۳۔ صحرا۔	۱ ملیون
۱۔ کشمیری،	۳ ملیون۔۔	۶۔ بنگالی،	۲۸ ملیون
۲۔ سندھی،	۲ ملیون۔۔	۷۔ آسامی،	۳ ملیون
۳۔ پنجابی،	۱۲ ملیون۔۔	۸۔ مدراسی،	۳ ملیون
۴۔ اہل اودھ وآگرہ،	۶ ملیون۔۔	۹۔ بقیہ ہندوستان،	۲۸ ملیون
۵۔ بہاری،	۴ ملیون۔۔		

[illegible] ایک ملیون یا ملین دس لاکھ کے برابر ہے

۵۔ اقوام چین ۵۰ ملیون

مختلف اندازہ کیا گیا ہے کا نسو دشتی یعنی تمامی چین میں ان کی تعداد ۵، فیصدی ہے جنوبی چین میں ۳۰ فیصدی، مغربی و وسطی چین میں ۱۵ سے ۲۵ فیصدی، مشرقی چین ۲، فیصدی، ۳ ملیون سے ۵ ملیون تک اندازہ ہے لہذا اوسط ۵۰ ملیون لکھی گئی ہے

۶۔ اقوام ملایا ۴۰ ملیون

۱۔ سماترا۔	۳ ملیون
۲۔ جاوا۔	۳۰ ملیون
۳۔ بورنیو۔	۱ ملیون
۴۔ سلیبز و ملکس،	۵ ملیون
۵۔ تلسیامن و پاپوا	۱ ملیون

۷۔ اقوام آفریقہ، ۸۰ ملیون

۱۔ حبش،	۳ ملیون
۲۔ مشرقی سوڈان۔	۵ ملیون
۳۔ مغربی سوڈان،	۲۴ ملیون
۴۔ نائجیریا،	۳۰ ملیون
۵، زنجبار و جنوبی آفریقہ میں	۲ ملیون

۸۔ اقوام فرنگ و امریکہ ۸ ملیون

۱۔ اسلاو، بلقان و روس	۵ ملیون
۲۔ ارناؤط	۱ ملیون
۳۔ یونانی،	۱ ملیون
۴۔ بقیہ اقوام یورپ و امریکہ	۱ ملیون
مجموعہ۔	۳۷۳ ملیون

مختلف ممالک غیر شمار کردہ شل سیلون، سیام اسلام، جاپان، سبد کاسکر ترنئی ڈاڈنار موسا وغیرہ، ۲ ملیون

کل۔ ۳۷۵ ملیون

پس یہ ۳۷۵ ملیون مسلمان اگر ایک مرکز سے متحد ہو جاتے تو دنیا میں وہ سب سے بڑی قوت والے ہو جاتے۔ اب قابلِ غور بات یہ تھی کہ وہ کس طرح ایک مرکز پر لائے جائیں۔ اگر وہ کسی اسلامی سلطنت کے بادشاہ کی سرکردگی میں ہوتے تو اس میں یہ خرابی آپڑتی ہے کہ وہ قومیں جن

ماتحت مسلمان آباد ہین، وہ کبھی ایسی سیاست کا خیال بھی دل مین لائینگے جبکہ غیر ملک کا بادشاہ انکی رعایا کو اپنی رعایا کہے اور ان سے خراج وصول کرے، سلطان عبدالحمید نے جب اتحادِ اسلامی کا پروپگنڈ شروع کیا تو ان کے دماغ مین کبھی اس کے امکان کی صورت نہ گذری اور وہ یہ سمجھے کہ سلطان ٹرکی کی حیثیت سے ان کے اس حق کو کہ وہ عالمِ اسلامی کے بادشاہ بھی تسلیم کر لیے جائین کوئی مخالف حاکم قوم ماننے کے لیے تیار نہین، یا وہ ٹرکی محض کے بادشاہ ہون، یا بادشاہت کی وہ شان قائم رکھین جس کا سیاست اور خود اپنے ملک کی سیاست سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ نہین ہو سکتا کہ وہ اتحادِ اسلامی کو ٹرکی کی حفاظت کے لیے قبلہ بنائین اور خود اپنے مخالفین کی مسلمان رعایا کو اپنا اور ٹرکی کا محکوم جانین،

عبدالحمید کے دماغ نے یہ ایک غلطی کی تھی اور جہان ان کی اور غلطیان تھین وہان ایک یہ بھی تھی۔ ان کے بعد نوجوان ترکون نے کبھی اس کی طرف اپنی توجہ منعطف نہ کی۔ ان کو فرصت بھی خدا نے اس کیلئے نہ دی، مگر وہ دورِ انجمن اتحاد و ترقی کا بھی گذرا اور نیا ترکی دورِ مصطفائی شروع ہوا۔ اور اس نے آخر کار وہ پرانے طریقۂ خلافت کو یکسر موقوف کیا۔ اور ایک نئی خلافت کا وجود ظہور مین آیا،

مین پہلے بھی کہہ چکا ہون کہ بجز اس کے کہ مسلمانون کو خدا نے پہلے الہامِ ربانی مین سلطنت کی بشارت دی تھی اور وہ پوری ہوئی، خلافت مسلمانون کا کوئی مذہبی مسئلہ نہین[1] ہے، وہ قابلِ ترمیم تبدیل بلکہ تنسیخ بھی ہو سکتا[2] ہے اور اس سے اسلام مین کوئی دینی خرابی پیدا نہین ہوتی، نئی خلافت کا وجود کسی عالم کے فتوے یا کسی حدیث و آیت قرآنی کے جواز کی محتاج نہ تھی، دنیا کے معاملات مسلمانون کو انکی اپنی سمجھ پر چھوڑ دئے گیے ہین اور جیسی وہ صورت دیکھین ویسا ہی عمل کرین[3]، پس نئی خلافت

---

[1] معارف: قطعاً غلط ہے، کیا مسلمانون مین سلطنت مذہب نہین۔ [2] معارف: ترمیم و تبدیل تو خیر ممکن ہے، مگر تنسیخ سے کیا مطلب کیا یہ کہ مسلمان بے خلافت زندگی بسر کر سکتے ہین، اگر یہ ہے تو احکام اسلام سے ناواقفیت ہے، اگر تنسیخ سے کچھ اور مقصود ہے تو ہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہین۔ [3] معارف: یہ مسئلہ اس قدر عالمگیر آزادی نہین دیتا اس آزادی کو بھی شریعت نے محدود کر دیا ہے۔

کا وجود ہر صورت سے نہایت مبارک فال آیندہ ترقی اسلام کے لیے ہے، اور اس مین اسلام کی بہترین خدمت مضمر ہے، مگر یہ اس کے آئندہ نظامِ عمل پر موقوف ہی، مگر یہ نظامِ عمل کیا ہوگا، ؟

اگر تم غور سے دیکھو تو اسلام کی قوم یا مذہب دنیا مین کسی کا پابند و محکوم نہین ہوسکتا جب تم نے شعائرِ اسلام کو خود چھوڑ دیا، تو تم محکوم ہوگیے، ہمارے مذہبی شرایع اس قدر دنیا داری سے وابستہ ہین کہ اگر ہم صرف اپنے مذہبی شعار پر قائم رہ کر ہر طرف سے اپنی آنکھین بند کرین تو ہم دنیا مین آزادی، ترقی اور عزت کی زندگی بسر کر سکتے ہین[1]،

اس پر چلتے ہوئے ہم اپنے ارد گرد کی سلطنت اغیار سے مستغنی ہو جاتے ہین اور ان کا وجود اور ہستی ہمارے لیے کوئی معنی نہین رکھتی اب نظام خلافت پر غور کرو۔ قسطنطنیہ مین آل عثمان سے ایک خلیفہ مقرر کیا جائیگا، جس کو ٹرکی کے اندرونی سیاست سے کوئی سروکار نہ ہوگا، وہ اسلام کا مذہبی حکمران کہلائیگا، یہان پر رومن کیتھلک کے پوپ کی سی، روحانیت سے مراد نہ ہوگی۔ بلکہ خلیفۂ اسلام کی یہ مذہبی حکومت مادی ہوگی اور اس کے تمام ذرایع عمل بھی دنیاوی اسباب پر مبنی ہونگے۔ اس مذہبی حکومت کا نقشہ حسب ذیل صورت سے مرتب ہوگا،

خلیفہ

شیخ الاسلام (دنیا کے ان اسلامی ممالک مین جہان ۱۰ لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد ہون)

امیر شریعت (اسلامی ممالک کے ہر ایسے ٹکڑے پر جہان ایک لاکھ سے زاید مسلمان آباد ہون)

مفتی اعظم — قاضی القضاۃ شرع — امین اوقاف — امین زکوۃ و بیت المال — رئیس محتسبان احتساب — مفتش مدارس اسلام

پس ایک خلیفہ کے ماتحت بہت سے شیخ الاسلام ہونگے جو ہر ایک اسلامی ملک پر مثلاً چین ہندوستان، مصر، عرب، افغانستان، ملایا مین خلیفہ کی طرف سے مقرر کیے جائین گے، ہر ایک شیخ الاسلام

[1] معارف: یہ بالکل صحیح ہے، لیکن اس کو صحیح باور کرنے کے بعد کیا آپ کے اوپر کے فقرے جن مین عمومی دنیاوی آزادی کا اعلان ہے درست ہو سکتے ہین؟

ماتحت ہر ایک صوبے مین ایک امیر شریعت ہونگے، اور بعض ملکون مین جہان مسلمانون کی آبادی
ملیون سے کم ہے۔ امیر شریعت براہ راست خلیفہ کے طرف سے مقرر کیے جائینگے امیر شریعت کی ایک مجلس
جمیعتہ العلماء ہوگی جو انتظامی کیبنٹ کہلائیگی اور اس کے ممبر یہ ہونگے، مفتی اعظم، قاضی شرع، امین اوقاف
امین زکوۃ بیت المال، رئیس احتساب اور مفتش مدارس اسلامیہ تعلیم نسوان وغیرہ ہر ایک انتظامی ممبر کے
ساتھ ایک جماعت شوریٰ ہوگی جو عام مسلمانون سے منتخب کیجائیگی۔ اب ان انتظامی کیبنٹ کے فرائض
یہ ہونگے،

اول۔ **مفتی اعظم**، مسلمانون کو مسائل دینی سے آگاہ کرنے والے، مفتی اعظم کے ماتحت ہر ضلع
مین ایک مفتی ہوگا یعنی ہر ایسے ضلع مین جہان مسلمانون کی آبادی دس ہزار سے کم نہ ہو۔ ان کا کام
مسائل دینی پر فتوے دینا۔ اور مسلمانون کو بدعات سے بچانے کا کام سپرد ہوگا، ان کے سپرد موذنون
اور امامون کا تقرر بھی ہوگا،

دوم **قاضی القضاۃ شرع**۔ مرکزی قاضی القضاۃ جو امیر شریعت کے انتظامی کیبنٹ کا ایک
ممبر ہوگا اس کے ماتحت ہر ضلع مین جہان مسلمانون کی آبادی دس ہزار تک ہو ایک قاضی مقرر ہوگا
جو نکاح، نان ونفقہ، طلاق، مہر، وراثت، کے معاملات کو مسلمانون مین فیصلہ کیا کریگا۔ اور جسکی اپیل
مرکزی قاضی القضاۃ شرع کے یہان ہوگی

سوم۔ **امین اوقاف**، ان کے سپرد مسلمانون کی تمام اوقاف کا انتظام اور ان مذہبی
شعائر کی مالی امداد ہوگی۔ مسجد کی صفائی اور تعمیر کا کام بھی ان کے سپرد ہوگا،

چہارم۔ **امین زکوۃ وبیت المال**، ظاہر ہے کہ یہ زکوۃ مسلمانون کی جمع کرینگے۔ اور اوسکو بہترین
طریقہ سے خرچ کرینگے،

پنجم۔ **رئیس احتساب**، ان کا کام مسلمانون کو شراب، جوا وغیرہ گناہون سے منع کرنے، نماز

دروزہ وغیرہ کی تلقین وتاکید کرنے مسلمانون کی عام شمار و پیدائش و موت کا رجسٹر رکھنے، مسلمانون کو مزارات وقبور پر بدعتین کرنے سے روکنے کا ہوگا، ہر ضلع مین ایک محتسب ہوگا اور اس کے ماتحت ۵ یا ۶ ملازم ہونگے

ششم مفتش مدارس و یتیم خانے وغیرہ۔ مسلمانون کے مذہبی مدارس۔ اشاعتِ اسلام کی انجمنین اور ان کے یتیم خانے وخستہ خانون کی دیکھ بھال اور انتظام کے لیے ایک مفتش امیرِ شریعت کے انتظامی کابینہ کا ممبر ہوگا جس کو بیت المال سے تنخواہ دیجائیگی،

ان تمام ارکینِ شریعت کا ہیڈکوارٹر ضلع کی جامع مسجد ہوگی۔ اور ان کے ماتحتون کے لیے بھی مقامی مسجدین۔ ایسی ہی زکوٰۃ کا بیت المال بھی ہوگا۔ امیرِ شریعت اور شیخ الاسلام کو ایک مجلس مشورے کے ساتھ کام کرنا ہوگا اور وہ اپنی رپورٹ سالانہ خلیفہ کی خدمت مین پیش کرینگے۔ اور بعض اہم امور مین فیصلہ کو انکی اجازت پر موقوف رکھینگے،

شیخ الاسلام و امیرِ شریعت کا انتخاب جماعت مسلمین کریگی اور تقرر خلیفہ۔ خلیفہ اپنے ارادۂ سلطانی سے شیخ الاسلام کو مطلع کرینگے اور ان کے ذریعہ سے امیرِ شریعت اور ان کے انتظامی کابینہ مسلمانونکو

یہ دستورالعمل میرے دماغ کی تخلیق ہے۔ مگر کیا عجب کہ خلافت جدید مین بھی پروگرام شامل ہو، بہرحال اس سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ اس مذہبی حکومت کے ساتھ مسلمان تین چوتھائی خودمختاری دنیا مین حاصل کرلینگے،

تلخیص و تبصرہ

مذہب اور سائنس

"عہد قدیم کے احسانات"

ایک مشہور انگریزی رسالہ مین ایک ممتاز اہل قلم گوہرافشان ہے :-

"گذشتہ نو سالوں کے تجربات نے تمدن جدید کے رجحانات کو اس قابل بنا دیا ہے کہ اون کا ایک سرسری اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور اگر ہم عہد جدید و قدیم کے احسانات کا جو انھوں نے انسانی علوم کی ترقی میں کئے ہیں موازنہ کریں تو شاید دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، اس عہد میں ہم اعلیٰ ریاضیات، خورد بینی تجزیہ حیات، لاسلکی تلغرافی، ہوائی آلات وغیرہ کو موجودہ زمانہ کے احسانات کی صورت میں پیش کر سکتے ہیں، ان چیزوں، اور دوسری لاتعداد مفید اشیاء کی بنا پر جو فن طباعت کی بدولت حاصل ہوئی ہیں، کہا جا سکتا ہے کہ بنی نوع انسان نے دنیائے علم میں وہ ترقی حاصل کر لی ہے، جو اسے زمانۂ قدیم سے ممتاز بناتی ہے، حتی کہ آج اسکول کا ایک لڑکا بھی فطرت اور اس کے اسرار کے متعلق اگلے وقت کے عقلمند ترین شخص سے بھی زیادہ جانتا ہے، یہ ایک تشفی بخش یقین ہے، لیکن پھر بھی یہ ہم کو قدماء کے احسانات کو تسلیم کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا"

"بیشک یہ ایک تسلیم شدہ صداقت ہے، کہ تمام بڑی ایجادات و اکتشافات ——— زراعتی، آتشی، لسانی، حیاتی، یا ارضی، سب کی سب عہد قدیم ہی سے ہم تک آئی ہیں، لیکن ان کو غیر مادی یا ارتقائی ضروریات کے نتائج بتایا جاتا ہے، رہے یونانی فلاسفہ کے افکار زریں، سو اُن کو تنگ بندی کہکر ٹال دیا جاتا ہے، اس عہد میں ہر شخص بلا توقف کہ اٹھے گا کہ ریاضیات اور میکنکیس (علم جر ثقیل) نے ہمارے زمانہ میں سب سے زیادہ ترقی کی ہے، لیکن موازنہ کے وقت شاید یہ دعویٰ زیادہ وقیع ثابت نہ ہو سکے اور تاریخ بھی اس کو

ترقی کے لئے لازم بتاتی ہے، لیکن کیا مصر فلسطین، اور دوسرے قدیم ممالک کی بڑی بڑی حکومتیں جن کے مقابلہ میں ہماری ۱۹ صدیاں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں، اسی قسم کے علوم پر قائم تھیں، انسان کا کمال اس پر موقوف نہیں کہ وہ طبیعیات یا ریاضیات کا بہت بڑا ماہر ہے بلکہ اس کے لئے دوسری طرف متوجہ ہونا چاہئے یعنی اُس چیز کا پتہ چلانا چاہئے جس نے ہم کو درجۂ حیوانیت سے موجودہ مرتبہ تک پہونچا دیا ہے "

"عہد موجودہ، عہد گذشتہ سے بہت سی چیزوں میں مختلف ہے، لیکن سب سے بڑا اختلاف اُس موضوع کے متعلق ہے، جس پر کہ اون کی توجہ سب سے زیادہ مبذول رہی پس اگر عصر جدید عہد سائنس ہے تو عصر قدیم سرتاپا دورِ مذہب تھا، یہ تمام تر ایک قدیمی پیداوار ہے، اس سلسلہ میں پیغمبر اسلام کے وقت سے اب تک کوئی بھی قابل ذکر چیز دریافت نہیں ہوئی، ۶۰۰ ق م سے ۶۰۰ع کے تقریباً دو ہزار سالوں کے عرصہ میں دنیا کو مختلف مذاہب دئے گئے —— یہودیت، عیسائیت، فلسطین میں، ارفزم، یونان میں، بدھ اور جین ازم ہندوستان میں، مِتھرازم، ایران میں کنفوشیزم چین میں، اور اسلام عرب میں، لیکن گذشتہ ۱۳ صدیوں سے اس فہرست میں کوئی اضافہ نہیں کیا، بلکہ اس کے خلاف موجودہ زمانہ کو اس حیثیت سے ہم عہد گذشتہ سے برسرپیکار پاتے ہیں کہ ہمارا فرض تو یہ تھا کہ ہم نے جو کچھ وراثۃً پایا ہے، اُس میں کچھ اضافہ نہ کریں تو کم ازکم اوس کے برقرار ہی رکھنے کی کوشش کریں، لیکن اس کے برخلاف اسکی وقعت کم کررہے ہیں، بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہدیا کہ اب اوسکو وہ کاری ضرب لگی ہے کہ شاید جانبر بھی نہ ہوسکے، پھر بھی مذکورۂ بالا مذاہب اور انکے علاوہ دوسرے قدیم مذاہب اسی طرح قایم ہیں اور اثر و اقتدار کے لحاظ سے تو سائنس کی بڑی سی بڑی جماعت بھی اُنکے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی پس ہر شخص یہ نتیجہ نکالے گا کہ مذہب بنی نوع انساں کی ترقی کے لئے اپنے حریف سے زیادہ ضروری ہے، یہ ہم کو ایثار، قربانی، تزکیۂ نفس، اور محبت، کے پاک سبق دیکر کمال کے بلند ترین زینہ تک پہونچا دیتا ہے اور بیچارہ سائنس وہاں صرف افادات کا وعظ سناتا رہجاتا ہے"

فرانسیسی اور ادبیات ہند

گذشتہ صحبت میں ہم نے ادبیات ہند سے اہل جرمنی کا شغف بتایا تھا آج پروفیسر سیلوین لیوی کے مضمون سے جو فرانس کے سب سے بڑے ماہر ہندیات ہیں اور ان دنوں ڈاکٹر ٹیگور کے بین الاقوامی جامعہ شانتی نکیتان میں آئے ہوئے ہیں، اہل فرانس کا ذوق بتانا چاہتے ہیں،

فرانس ہندوستان کی موجودہ حالت سے اتنی ہی دلچسپی رکھتا ہے جتنی کہ اس کی گذشتہ تاریخ سے شیزی کی شکنتلا اور برناف کی بھگوت کے اشاعت کے درمیانی وقفہ میں گارسین دی تاسی نے اپنی تاریخ ادبیات ہندی وہندوستانی، شایع کی، جولیس بلوش کی حال کی تصنیف "مرہٹی زبان کی تعمیر" ایک بے مثال کتاب ہے،

ادبیات ہند کا ایک معتدبہ حصہ یا یوں کہئے کہ مذہب بدھ کا سنسکرت سرمایہ تقریباً تمام ترچینی، اور تبتی ذرایع سے ہم تک پہونچا ہے، اصل کتابیں مذہب کے زوال کے ساتھ مفقود ہوگئیں، اب یہ ماہرین ادبیات ہند قدیم کا فرض تھا کہ وہ ان گم شدہ جواہرات کی تلاش کریں اور فخر سے کہا جاسکتا ہے، کہ اون میں سے بعض گوہر ہائے مفقود ہاتھ آگئے ہیں، مثلاً فوکو نے راجہ سنہ رولیا، فیر نے اقتباسات کنجور، پی، اکارڈیر نے بستن ہیگر، ہوبر نے سترالنکار اور شونر نے پانچ سو قصے شایع کئے ہیں یہاں پر یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وسط ایشیا کے کتبات کے پڑھنے میں بھی فرانس کے ماہرین نے حصہ لیا ہے، مثلاً ایرانی کتبات میں ایم، ایم گوسیٹ اور پلیٹ نے کوشن کتبات میں سیلوین لیوی اور میلٹ نے اور سندی کتبات میں ایم گوسیٹ نے،

اس کے ساتھ ہم اون تراجم کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے جو خود ایک قابل قدر کام ہے،

پروفیسر موصوف نے اس موقع پر یہ واقعہ فراموش کر دیا ہے کہ کالج دی فرانس یعنی پیرس یونیورسٹی میں سنسکرت کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے، کہ وہاں کے اساتذہ کو دعوی ہے کہ اس سے بڑا سرمایہ اور کہیں کم موجود ہوگا،

نئی انسائیکلوپیڈیا

ہم کبھی پہلے اخبار علمیہ میں لکھ چکے ہیں کہ کیمبرج یونیورسٹی نے گذشتہ دہ سالہ ترقی و انقلابات کو دیکھکر اپنی مشہور انسائیکلوپیڈیا کو مکمل کرنے کے لئے تین مزید جلدیں شایع کی ہیں آج ہم انھیں تین جلدوں کے مضامین اور انکی ترتیب پر کچھ لکھیں گے،

ان جلدوں میں بھی پہلی جلدوں کی طرح جو مضامین لئے گئے ہیں وہ تمام تر بڑے بڑے مستند اساتذہ کے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ کسی "سیاہ" ہاتھ کو اس میں کام کرنے نہیں دیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی ایشیائی تحریکیں مروڑ کر بالکل ہی غلط اور مسخ شدہ صورتوں میں پیش کردی گئیں، جن کا مقصد بجز اپنے پروپگنڈا کے اور کچھ نہیں ہوسکتا، اسی میں ڈاکٹر مارگولیس کا مضمون اتحاد اسلامی، پروفیسر سکڈونل کا مضمون اتحاد تورانی، سر ہنری کوبس کا مقالہ افغانستان وغیرہ ہیں، ہندوستان کی قومی تحریک کے متعلق، یا فلسطین، مصر، کے متعلق جو مضامین ہیں انکا بھی یہی حال ہے، البتہ علوم و فنون، ایجادات و اختراعات، معلومات عامہ، گذشتہ جنگ، اس کے خوفناک اکتشافات، اور اس کے نتائج وغیرہ پر قابل قدر مضامین لکھے گئے ہیں پھر بھی عصبیت کی بو ہر جگہ موجود ہے، مذکورہ بالا مضمون نگاروں کے علاوہ مندرجہ ذیل اشخاص قابل ذکر ہیں،

(۱) پروفیسر اے۔ ای ٹیلر، فلسفہ (۲) سر پرسی سائکس ایران جدید

(۳) جے ڈبلو ہیڈلم مورلے تاریخ یورپ (۴) سر جے رینل راڈ مصر

(۵) سر ریگینالڈ ٹاور ڈیزنگ (۶) ڈاکٹر ٹی، جے، مسرک زیکوسلیویا

(۷) مسٹر ہیوکنٹس جنرل اڈیٹر (۸) سر پال وینوگرڈاف روس

الغرض ان جلدوں میں انقلابات جنگ اور سیاسیات کا بڑا مواد داخل کیا گیا ہے، ان کے علاوہ معدنیات تعلمات اور ایجادات کے متعلق بھی اکثر جدید معلومات درج ہیں، اسی کے ساتھ اس عہد کے بڑے بڑے لوگوں کے بھی تذکرے آگئے ہیں، ہندوستان میں، مہاتما گاندھی، گوکھلے، تلک، سر سندر ناتھ بنرجی وغیرہ کے ناموں کو بھی انگلستان کے اس مستند صحیفۂ علمی میں نمایاں جگہ دی گئی ہے،

اخبار علمیۃ

بوہیمیا کے ایک موجد نے ۱۲ سالوں کے مسلسل تجربات کے بعد ایسا شیشہ بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے، جو ٹوٹ نہ سکے گا، حال میں اس کی بنی ہوئی چیزوں کا تجربہ کیا گیا ہے، اس کی رکابیاں اور دوسرے برتن ۸ فٹ کی بلندی سے گرائے گئے اور محفوظ رہے ایک برتن میں گوشت بھی پکایا گیا، دوسرے برتن میں ٹین پگھلایا گیا اور اسی کے بنے ہوئے ایک ہتھوڑے سے لکڑیوں میں کیلیں ٹھوکی گئیں،

علمی دنیا کا بڑا مخیر جسے لوگ نوبل کے نام سے یاد کرتے، اور سالانہ انعامات جس کی طرف منسوب ہیں، ابتدا امیر نہ تھا، اس کی دولت دراصل ڈائنامیٹ کی دریافت کا نتیجہ ہے،

دنیا کی سب سے بڑی سارنگی (وایلین) ۱۱ فٹ ۶ انچ بلند، ۴ فٹ ۲ انچ چوڑی، ۱۳ انچ موٹی اور ۱۵۰ پونڈ وزنی ہے، اس کے تار آدمی کی انگلی جیسے موٹے اور ۷ فٹ ۱۰ انچ لمبے ہیں، اس کی بجانے والی کمان ۲۹ انچ ہے،

ہوائے کو اگر قوس و قزح کا ملک کہیں تو زیادہ صحیح ہوگا، شاید ہی کوئی ایسے ۲۴ گھنٹے گذرتے ہوں جب کہ ایک نہ ایک رنگین کمان افق ہونولولو پر نمودار نہ ہوتی ہو،

اسپراگس (Asparagus) دنیا کا قدیم ترین غذائی پودا ہے،

اگر آپ کے نقرئی ظروف میلے ہوجائیں تو اون کو آلو کے پانی میں ڈال دیجئے، کچھ دیر کے بعد وہ بالکل نئے معلوم ہونگے،

سا رات کو دور دراز مقامات پر اکثر ایک قسم کی روشنی نمودار ہو کر غائب ہو جایا کرتی ہے اس کے متعلق یورپ و ایشیا میں طرح طرح کے اوہام پھیلے ہوئے ہیں لیکن سائنس نے بتا دیا ہے کہ وہ دراصل مرطوب زمین کی ایک گیس ہے جو فضا میں پہونچ کر اور دوسرے اجزائے مل کر اس قسم کی روشنی پیدا کرتی ہے اس قسم کی روشنی سب سے زیادہ برطانوی جزائر میں دیکھی جاتی ہے چنانچہ اس کی مزید تحقیقات کے لئے شیٹ لینڈ میں ایک رصد خانہ تعمیر کیا گیا ہے،

آج تک خیال تھا کہ یہ گیس صرف زمین سے پیدا ہوتی ہے، لیکن ماہرین کی رائے ہے کہ اس کی ایک بڑی مقدار سورج سے نکلتی ہے، اس روشنی کی بلندی کے ناپنے کی ناروے میں کوشش کی گئی ہے، اور ۶۰ سے ۳۰۰ میل تک پائی گئی ہے،

سا جوہریوں کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی دوکان کی نمائش کے لئے دیوار پر دستی گھڑیاں کثرت سے لگا دیتے ہیں، اُن کا قول ہے کہ ان گھڑیوں کے علاوہ دوسری کوئی گھڑی ایسی حالت میں اتنی دیر پا ثابت نہیں ہو سکتی، معمولی گھڑیوں کے متعلق اُن کی نصیحت ہے کہ اون کو رات کے وقت سردی میں نہ چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اون کو ہر وقت کچھ نہ کچھ حرارت ملتی رہنا چاہئے،

اگر کسی سفید دہات میں لوہے کا زنگ لگ جائے تو پہلے اُسے عرق لیمو سے تر کر کے نمک سے رگڑ دیجئے پھر دھوپ میں خشک ہونے کو رکھ دیجئے،

گذشتہ مئی کے علمی حادثات میں پروفیسر چارلس لیتون ایف آر، ایس اور ڈاکٹر ڈبن ڈیوز کی وفات ہے، پروفیسر موصوف ۴۲ سال تک ابرڈین یونیورسٹی کے "فلسفۂ فطرت" کے استاد تھے، اور ڈاکٹر صاحب نارتھ ویلس یونیورسٹی میں سامی زبان کے پروفیسر،

لندن کے کارخانۂ فلم سازی آئیڈیل فلم لمیٹڈ نے وِن فریڈم کے فلم کو امریکہ کی کمپنی، فاکس فلم کارپوریشن کے ہاتھوں ۲۰۰۰۰ پونڈ میں فروخت کیا ہے اور شاذ و نادر ہی تک کسی ایک فلم کی اتنی قیمت ادا نہیں کی گئی ہے،

حال میں لندن میں ایک مقدمہ کا دار الامراء سے فیصلہ ہوا ہے جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ دونوں جماعتوں کے تقریباً ۰۰۰۰۰ا پونڈ اس میں صرف ہے،

اس وقت تک انگلستان میں جن عورتوں کو مجسٹریٹ کے اختیارات دئے گئے ہیں اون کی تعداد ۱۴۴۲ ہے،

مسز شارلوٹی کمرن، موجودہ عہد کی سب سے بڑی سیاح خاتون ہے، وہ حال ہی میں بحر جنوب کے ساحلی علاقوں سے لندن واپس آئی ہے، اُس کا خیال ہے کہ سنہ ۱۹۱۰ء سے اس وقت تک اُس نے ۰۰۰۰۰۱ میل سفر کیا ہے،
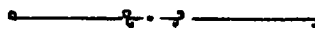
مندرجہ ذیل اعداد سے معلوم ہو گا کہ انگلستان کا سالانہ بجٹ سنہ ۱۹۱۴ء سے کس قدر بڑھ گیا،

سنہ ۱۴-۱۳ء: ۲۰۷،۸۱۷،۴۳ پونڈ،

سنہ ۲۳-۲۲ء: ۸،۵۵۳۵۰۰۰ پونڈ،

ذیل میں بعض خاص مد کے اعداد ہیں،

	سنہ ۱۴-۱۳ء	سنہ ۲۴-۲۳ء
قومی قرضے	½ ۶۴۲ ملین پونڈ	۳۵۰ ملین پونڈ
فوج	۲۵ ملین پونڈ	۶۵ ملین پونڈ
بحری طاقت	¾ ۵۰ ملین پونڈ	½ ۶۱ ملین پونڈ
مصارف فوج		½ ۱۸ ملین پونڈ
جنگی وظائف		۷۴ ملین پونڈ
وظائف پیری	¼ ۱۲ ملین پونڈ	۲۳ ملین پونڈ
تعلیم	۱۹ ملین پونڈ	۵۱ ملین پونڈ
مشرقی رقعی		⅔ ۸ ملین پونڈ

برطانیہ میں سنہ ۱۴ء میں سرکاری ملازمین کی تعداد ۰۰۹۸۷۲ تھی اور اب ۳۰۴۹۹۸ ہے،

انگلستان کے تین سالوں کی درآمد برآمد کا مندرجہ ذیل اعداد سے پتہ چلے گا،

سنہ	درآمد	برآمد
اپریل سنہ ۲۱ء	۸۹۹۵۱۴۰۶ پونڈ	۶۸۲۹۱۲۴۷ پونڈ
اپریل سنہ ۲۲ء	۸۰۶۳۳۰۶۱ پونڈ	۶۴۷۰۷۴۲۳ پونڈ
مارچ سنہ ۲۳ء	۹۰۰۲۲۲۲۶ پونڈ	۷۰۰۰۶۳۳۲ پونڈ
اپریل سنہ ۲۳ء	۸۶۴۱۷۰۱۷ پونڈ	۷۵۲۹۹۶۰۲ پونڈ

ادبیات

"نغمۂ ساربان حجاز"

از ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال

(۱) درھم و دینارِ من — غوطہ زنی در سراب
اندک و بسیارِ من — ہم بہ شب ماہتاب
دولتِ بیدارِ من — تند روی چون شہاب
ناقۂ سیارِ من — چشم تو نادیدہ خواب
آہوئے تاتارِ من — تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

(۲) لکۂ ابرِ روان
(۲) دلکش و زیباستی — کشتیٔ بے بادبان
شاہدِ رعناستی — مثل خضرِ راہ دان
روکشِ حوراستی — بر تو سبک ہر گران
غیرتِ لیلاستی — لختِ دل ساربان!
دخترِ صحراستی — تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

(۵) سوز تو اندر خرام
(۳) در تپشِ آفتاب — ساز تو اندر زمام

بے خورش و تشنہ کام | در پیں تل آرمید
پا بسفر صبح و شام | صبح ز مشرق دمید
خستہ شوی از مقام | جامۂ شب بر درید
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست | باد بیابان وزید
(۶) شام تو اندر یمن | تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست
صبح تو اندر قرن | (۸) نغمۂ من دلکشائے
ریگ درشت وطن | زیر و بمش جانفزائے
پائے ترا یاسمن | قافلہ ہا را درائے
اے چو غزال ختن | فتنہ ربا فتنہ زائے
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست | اے بحرم چہرہ سائے
(۷) مہ ز سفر پا کشید | تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

پیام حسرت

از سید حسرت موہانی

کب وہ بلاتے ہیں دوبارہ ہمیں | جب نہ رہا دید کا یارا ہمیں
ہوش میں کیا آئیں، نہیں چھوڑتا | جلوۂ جاناں کا نظارا ہمیں
کچھ بھی نہیں ہو اگر اُن کے بقول | پھیر نہ دیں دل وہ ہمارا ہمیں
اُن کی حیا کہتی ہے "معلوم ہے | حال ترے شوق کا سارا ہمیں
حکم فنا کی اُنھیں حاجت نہ تھی | آنکھ سے کافی تھا اشارا ہمیں
کون ہو، کیا ہو، وہ بت بیوفا | کوئی بتاؤ یہ خدا را ہمیں

اُس دلِ نازک پہ نہ ہو گراں ہے غم فرقت بھی گوارا ہمیں
کاش وہی پھر بھی جلائے کہیں جس نگہ لطف نے مارا ہمیں

وہ بھی نہ حسرت کہیں دیدیں جواب
ایک اُمّیں کا ہے سہارا ہمیں

غزل

از مولوی ابوالحسنات ندوی

دل کو میں نے رازِ الفت کا جو محرم کرلیا اور اس عالم میں پیدا ایک عالم کرلیا
اس تغافل آشنا تک کون پہنچائے پیام پرسشِ پنہاں کو بھی جس نے بہت کم کرلیا
جس نے مجھکو دو جہاں سے کردیا ہے بے نیاز بیخودی میں دل نے وہ سامان فراہم کرلیا
جان دوں کیوں، اس سزائے عشق فانی کیلئے کچھ سمجھکر دل کو میں نے تشنۂ غم کرلیا
زخمِ ناکامی پہ دل کے چرخ نے چھڑکا نمک ضبط نے میرے مگر اس کو بھی مرہم کرلیا
قدر ہر شی کی رہین ذوق طالب ہے یہاں میں نے جس ساغر کو چاہا ساغر جم کرلیا
کھو چکے تھے بیخودی میں سب اجزائے حواس پر نگاہِ ناز نے اُن کی فراہم کرلیا
وہ عتاب ناز بھی ان کا مزے کی چیز ہے چھیڑکر خود میں نے ان کو آج برہم کرلیا
میں نے جب دیکھا تو دل میں قطرۂ خون تک نہیں تم نے جب چاہا تو ان آنکھوں کو پرنم کرلیا
حسن رہ سکتا نہ تھا نا محرم راز وفا عشق نے خود رفتہ رفتہ اُس کو محرم کرلیا

نغمۂ عشرت کی تیز چھپ نہیں سکتی ہے نے
شور میں ماتا کہ پیدا طرز ماتم کرلیا

اوراق پارینہ

صمدنیات

یا

کتاب خانۂ سمدن مین چند لحظے

از مولوی سید مقبول احمد صاحب، ایم اے ایس

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن　　نہ مرا گوش بہ مدحے، نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولے، کہ نہ گنجد در وے　　جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

(۱)

پچھلے موقع ضیافت پر اس خوان علم و ادب سے جو چیز پیش کی گئی تھی وہ گوناگون نعمتون کی ایک قاب تھی جو ابتدا از ایشیا کے ایک حکیم نے بادشاہ خراسان کی نذر کے لیے نادر و کیمیا اثر اجزا سے مرتب کیا تھا، ہندوستان پہنچکر خلیج بنگال کے کنارے، دو فرنگ نژاد امیرون کے ذوق کام و زبان کے طفیل ہند کے ایک ہنرمند سے اس ملک کی لذت و لطف کے مناسب تیار کرائی گئی۔ آج کا ماحضر ان مرکب ہی جو یورپ اور ہندوستان کے بہترین دل و دماغ کا نتیجہ رہا ہوگا جس کا ایک حصہ بازار اور عرصہ گاہ رزم کی تیاریون اور میدان عمل کے لیے بنایا گیا تھا تو دوسرا امن و سکون کی ساعات خلوت اور علم و ادب کی پرتمکنت احتفالات دونون کے لیے یکسان لذت بخش و جانفزا ہ آفرین تھا۔

انیسوین صدی عیسوی کے آغاز مین انگریزون کا عہد دولت ذروۂ عروج و ترقی پر تھا ایسٹ
کمپنی کے ارباب حل و عقد انگلستان سے بہترین ماہرین سیاست و مدبرین سلطنت اور جنگ آز
کو کشورِ ہند کی فرمانروائی کے لیے بھیجتے تھے پھر بھی اُن کو مطلق العنان اور خود مختار نہ چھوڑ
سے ادنی عہدہ دار تک معینہ قوانین اور قواعد کے پابند کیے جاتے جن کی خلاف ورزی عزل
کے علاوہ ضبط محاصل و وظائف اور سزائے حبس و مشقت کا مستوجب ہوتی ،

"دستور العمل احکام فوج مشخصہ انگریز بہادر دام حشمتہم" چھپا ہوا نہین بلکہ قلم سے
نام ایک مطبوعہ انگریزی کتاب یعنی ان قواعد احکام کے مجموعہ کا ہے جو صوبہ بنگ کی پیدل فوج
وضع و نافذ کیے گئے تھے ۔ کتابی صورت مین تو یہ صرف انگریزی زبان مین تھے لیکن اعلام عام
کے لیے ان کے ترجمے وقتاً فوقتاً جدا جدا گشت کرائے گیے تھے ۔ ان سے پتہ چلتا ہو کہ سو ڈیڑھ سو
پیشتر دیسی فوج کا حصر حسب ذیل اقسام کے عہدہ داران و انفار پر مشتمل ہوتا تھا ، (۱) افسرانِ کمانڈ
کمپنی ہائے (۲) ایڈ جوٹنٹ ایجٹن (۳) انٹر پریٹر یا ترجمان اور کوارٹر ماسٹر (۴) ڈاکٹر (۵) سارجنٹ
کوارٹر ماسٹر سارجنٹ (۶) دیسی کمیشن یافتہ افسران (۸) غیر کمیشن یافتہ افسران (۹) پے حولدار
حولدار (۱۱) اسپتال اردلی (۱۲) ذرمرا و رفیقز لوگ ۔ ایک لغایتہ چار افسر تھے ، صاحب ان کے عہدہ
کا جزو لاتجزی سمجھا جاتا تھا ۔ نمبر ۲ سردار کہلاتے تھے نمبر ۸ چھوٹے عہدہ دار ۔ شب و روز کی منقسمہ خدمات
وہی کے لیے انہین یورپین اور دیسی افسران مین سے "ڈیوٹی والے صاحب" تجویز ہو جاتے تھے ۔
ضروری بیان کر دینے کے بعد مین اپنے مقصد تحریر پر آؤنگا جو زبان و خدمات و استعداد ترجمان کے متعلق

اسٹوڈینٹس گائیڈ ٹو ہندوستانی ، یعنی طلبہ کے لیے راہنمائے زبانِ ہندو

...e Standing orders for the Bengal Native Infantry 1846

...e Students guide to Hindoostanee

کی تصنیف و طباعت سے فارغ ہوکر بریوٹ کپتان ایس سی اسٹارکی متعلقہ رجمنٹ ہفتم فوج پیادہ دیسی
ریہ بنگالہ[1] نے اس دستورالعمل کے ترجمہ و تہذیب کی طرف توجہ کی، اور جنرل ہیولار ڈگف[2] سپہ سالار افواج ممالک
ہند کے نام پر معنون کیا۔ اس کو ایشیائی مصنفین کی تقلید کہیئے یا اُن کا تصرف خواہ آئین جنود یہ کا اتباع کہ کپتان
صاحب نے اس تہدیہ مین اپنے ممدوح کو معلینہ القاب و الفاظ عظمت و اقتدار سب تحریر کردئے اور اپنا نام
بہادر جنرل لکھنے سے پہلے جملہ مراسم نیازمندی و آداب عبودیت کیشی ادا کر دیے ہین Translation
of the standing orders, for the Bengal Native Infantry
یعنی یہ ترجمہ ایک کتاب کی شکل مین ہے جس کو پی ایس ڈی روزاریو و کمپنی کلکتہ[3] نے ۱۸۴۶ء مین بارہ انگشت
بہی آٹھ انگشت چوڑی تقطیع پر اچھے کاغذ پر پورے اہتمام سے چھاپا تھا۔ ورق کھولنے پر چار کالم ملتے ہین یعنی ہر
صفحہ مین دو دو، پہلے کالم مین اصل انگریزی ہو دوسرے مین ترجمہ ہندوستانی زبان مگر رومن حروف
تیسرے مین وہی ترجمہ فارسی حروف مین اور چوتھے مین وہی ترجمہ یعنی بلفظہا اسی زبان لیکن ناگری حروف
مین۔ انگریزی و ناگری کے حروف اور حسن طباعت کا ستائش سے بے نیاز ہونا تو چندان تعجب خیز نہ تھا لیکن
مجھے اس کا اردو ٹائپ بغایت خوشنما اور نظر فریب معلوم ہوتا ہو۔ حروف کسی قدر جلی مگر پاکیزہ اور سڈول
اور اس سے زیادہ دلکش ہین جیسے آجکل استامبولی ٹائپ کے ہوتے ہین۔ ان مین نستعلیق سے زیادہ نسخ کی شان
پائی جاتی ہو، انگریزی سطرین ہر صفحہ مین چوبیس اور اردو کی اکیس ہین جن سے اردو کا ایجاز اور معنی تو انا ہونا
ثابت ہو کتاب کے صفحات ۲۰۰ سے زاید ہونگے۔ چار صفحہ کی فہرست مضامین شروع مین ہو۔ اخیر کے اوراق ضایع ہوگئے

1- Brevt. Capt: S. C. Starkey, 7th Regiment B.N.
2- General, Hugh, Lord Gough.
3- P. S. D. Rozario and Co, Tank Square

آجکل سنسکرت آمیز ہندی کے قدر افزایان کی آگاہی کے لیے مین نے الفاظ کی یہ تکرار اختیار کی ہو، مقبول

فہرست سے پہلے ایک صفحہ (۲۶ سطرون) کا انگریزی دیباچہ ہے مگر خلاف رواج دیباچہ نگار نے آخر پر اپنا پورا یا مختصر نام درج نہین کیا، تمہید سے واضح ہوتا ہو کہ اس وقت تک معمول یہ تھا کہ ہدایات و احکام جو کہ جنگی عساکر ملکی کے مختلف مدارج و مراتب کے اشخاص، اُن کے طریق عمل یا نظم جمعیت پر اثر پڑتا تھا، تمام رجمنٹون مین ترجمہ کرادئے جاتے اور کمپنیون کے بیچ کے معائنہ کے وقت پڑھکر سنائے جاتے تھے۔ اُن کے بعض پسندیدہ ترجمے بھی ہیئاتے جولامحالہ افواج دیسی کے ترجمانون کے دفتر مین رہتے تھے، ظاہر ہے کہ اُن بآسانی ہر ایک کو دستیاب ہونا دشوار تھا بالخصوص عین وقت پر، کپتان اسٹار کی کا دعوی ہے کہ انھون نے اسی ضرورت سے اس کا ترجمہ اردو مین کیا اور رومن و فارسی و ناگری حروف مین طبع کرایا ہے۔ اُن کو اپنی کامیابی کی کامل توقع اور علم دوست پڑھنے والون سے قدرشناسی کی پوری اُمید تھی، اپنے پندار مین انھون نے احکام کے مقاصد و مطالب کو احتیاط سے، اور اُسی کے ساتھ صرفی و نحوی اغلاط سے پاک، بیان کر دیا ہے۔ اسی بنا پر اُن کا خیال تھا کہ یہ ترجمہ مشق کے طور پر بھی کارآمد ہو سکتا ہے اور اس کے بعض فقرات کا ترجمہ کرا لینے سے کسی نوخیز افسر کی قابلیت زباندانی، اور ہندوستانی مین مہارت و روانی کی بھی جانچ ہوسکتی ہے، مصنف نے اپنی تجویز و صوابدید سے ہندوستانی الفاظ مطبوعہ بہ حرف رومن کے املا مین[1] بھی خفیف تغیرات و اصلاحات کر دی ہین،

ایک عالم معترف ہے اور منت پذیر کہ انگریزون نے اپنے عہد حکومت و اقتدار مین (یعنی جب تک ناگری پرست جماعت کے مطالبات و مواخذات سے مغلوب نہین ہوئے تھے) اردو زبان پر عظیم احسانات کئے ہین اس کے ثبوت مین متعدد کتابون کے نام لیے جا سکتے ہین جو ان کے دست کرم و خوان نوال کے بدولت سو سوا سو برس پیشتر ترجمہ و تالیف ہوئی تھین۔ لیکن میرے نزدیک حیرت انگیز، مگر آہ ترقی اس زبان کے رسم الخط اور رومن حروف مین انتقالات نے کی ہے وہ انقلاب کی حد تک پہنچ جاتی ہے!

[1] Orthography of Hindoostani words in the Roman character

اور اس کے ترتیبی مدارج و اصلاحات کے دکھانے کے لیے ایک پورے مقالہ کی ضرورت ہے،

بازآمد، انٹرپریٹر[1] یا ترجمان کے سوا دیگر عہدہ داران کو جو خدمات مفوض تھین اور جو اخلاقی و آدابی و تنظیمی سبق اُنکو سکھائے گئے اور قومی و ملکی مراسم و امتیازات کے قائم رکھنے اور تالیف قلوب کے لیے جو پابندیان عاید اور تاکیدات لازم کی گئی تھین ان کا تذکرہ بھی دلچسپی اور ضیافت طبائع سے خالی نہ ہوتا مگر مین اب جادۂ مقصود سے ہٹنا نہین چاہتا۔

"چوتھی فصل کہ جو انٹرپریٹر اور کوٹ ماسٹر صاحب سے علاقہ رکھے ہے"

مین تحقیق سے نہین کہہ سکتا کہ آیا یہ دونون عہدے ایک ہی ذات سے وابستہ رہتے تھے یا جدا جدا افسران سے، ان کے یکجا بیان کرنے سے اور اس فصل کے فقرہ چھ سے مستنبط ہوتا ہے کہ دونون فرائض ایک ہی یورپین عہدہ دار کے ذمہ تھے، بہرکیف کوارٹر ماسٹر کی خدمات چھوڑکر فصل کا وہ حصّہ نقل کرونگا جو محض ترجمان کے متعلق ہے،

"۹۔ سب طرح کے کامون مین سے کہ جو انٹرپریٹر سے علاقہ ہے ایک اُن مین سے یہ بڑا ضرور ہے کہ جو آرڈر کسی بات پر جاری ہو تو صاف صاف ہندوستانی زبان مین بیان کیا کرے تاکہ سب کی سمجھ مین آوے اگر ایسے ایسے آرڈر ساتھ غفلت کے پایہ کہ سمجھ مین نہ آوین تو ترجمہ کیا جاوے تاکہ جس کام کے واسطے کوئی آرڈر جاری ہوا ہے اگر وہ سپاہیون کی سمجھ مین اچھی طرح سے نہ آوے تو کیونکر مانا جاویگا،

۱۰۔ انٹرپریٹر صاحب کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے، اس کا ذمہ ہے کہ سب طرح کی عرضی سپاہیون کی بنانے کا جو کوئی چھوٹا یا بڑا عہدہ دار، یا سپاہی عرضی لکھوایا چاہے تو چاہئے کہ وہ اپنی کمپنی کے کمانڈنگ افسر صاحب کی معرفت عرض کرے تاکہ دو اس شخص کے لیے چھٹی لکھکر کہ جس مین اُسکی درخواست کا حال لکھا جاوے انٹرپریٹر صاحب کے پاس بھیج دے،

1- Interpreter

۱۱- چاہیے کہ انٹر پریٹر صاحب سب طرح کی عرضیون پر دستخط کرے کہ جس سے معلوم ہو کہ یہ عرضی ملاحظہ کی گئی ہو اور بعد اس کے کمانڈنگ افسر صاحب کے دستخط کے واسطے بھیجدیوے،

۱۲- اور چاہیے کہ ان سب عرضیون کی نقل کے واسطے ایک کتاب رکھی جاوے اور جس تاریخ مین کوئی عرضی بسپیل ڈاک روانہ ہو تو وہ تاریخ بھی اس مین لکھی جاوے"

اس ترجمہ کو کون سنکر کمال سلیس و عام فہم کہیگا۔ یقیناً کسی خوش فکر منشی کی مدد سے اس سے بہتر ممکن تھا مگر اس لحاظ سے کہ ایک انگریز کا نتیجۂ کاوش اور سو برس پرانی کوشش ہو خوردہ گیری کی زبان و قلم رُک جاتی ہین، اتفاق سے اسی کتاب مین رکھا ہوا ایک پرچہ دیسی کاغذ پر نیزہ کے قلم اور انگریزی سیاہی سے اوسی زمانہ (۱۸۴۴ء) کا لکھا ہوا مل گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انٹر پریٹر صاحب اور رجمنٹ کے منشی کی متفقہ کوشش سے کسی نئے آئے ہوئے آرڈر کا ترجمہ ہے، یہ سادہ اور صاف ہے،

(۲)

انٹر پریٹر یا ترجمان کے معیار استعداد کے لیے جو نصاب معین تھا، اُسکی دو جلدین تھین۔ افسوس ہی کہ پہلی جلد اس کتب خانہ مین دستیاب نہین ہوئی ورنہ اس سے شان ورود، ضرورت ترتیب، مبادی و ہدایات، طریق تعلیم اور عیار قابلیت کا پتہ چلتا، دوسری جلد جو موجود ہے کافی دلچسپ اور قابل توجّہ ہے، ہر کام کی ابتدا مین جو نقائص قدرتاً ہوتے ہین یہان بھی پائے جاتے ہین۔ ساتھ ہی بعض لطف انگیز انکشافات بھی ہوتے ہین تقطیع کلان ۱۶ انگشت لمبی، ۱۲- انگشت چوڑی، جلد نہایت نفیس، ابری دار چمڑہ کی محراب شکستہ ہو، صفحات کی تعداد، ۳۴۲ سے زاید رہی ہوگی، ہر صفحہ مین ۱۸ سطرین ہین، افسوس ہو کہ یہ جلد بھی کامل نہین، آخر کے اوراق غائب ہین، خط جلی، پاکیزہ، نستعلیق، چھاپہ آہنی دفتی پر اندر کے جانب انگریزی مین بدخط قلم سے بڑے بڑے حروف مین لکھا ہے:"رجمنٹ نمبر ۵۶ فوج پیادہ دیسی کے انٹر پریٹر کے استعمال کے لیے موصول ہوئی، دستخط ڈی، بام فیلڈ لفٹنٹ، انٹر پریٹر رجمنٹ نمبر ۵۶-ن-ا" مقام لکھنؤ" تاریخ

درج نہین ہے،

کتاب کا نام اردو مین تجویز نہین کیا گیا تھا نہ کوئی اردو سرورق ہے، انگریزی لوح داہنے ہاتھ پر ہے اور اس پر حسب ذیل اندراج ملتے،

"ہندی و ہندوستانی کے،،

منتخبات:-

جن کے آغاز مین ہندوستانی و برج بھاکا کی صرف و نحو کے مبادی اصول درج کر دئے گئے ہین

عساکر بنگالہ کی دیسی فوج کے ترجمانان کے

صرف کے لئے مرتب کیے گئے۔،،

یہ کلکتہ مین ہندوستانی پریس فینسی لین مین ۱۸۲۷ء مین چھاپی گئی تھی،

کتاب تمام و کمال اردو مین ہے لیکن فہرست مضامین انگریزی مین طرح یہ کہ مضمون فہرست یعنی عبارت تو انگریزی مین ہے لیکن اس کے سامنے صفحات کے ہندسے اردو مین لکھے ہین۔ ہر صفحہ کے اوپر

1 Hindee and Hindoostanee
Selections:
To
which are prefixed
The rudiments of Hindoostani and Brij Bhaka
Grammar
Compiled for the use of the Interpreters
To
the Native Corps of the Bengal Army
In two volumes — vol. II 1827.

منتخب منہ کتاب کا نام انگریزی مین چھاپا ہے، لیکن نمبر شمار صفحہ اردو مین ہے، ہر انتخاب کے آغاز مین کتاب کا نام اور جس زبان سے لی گئی ہے پہلے انگریزی مین لکھا جاتا پھر اس سے اردو مین عنوان قائم ہوتا ہی اسی طرح جب وہ انتخاب ختم ہوتا ہے تو انگریزی مین لکھدیا جاتا ہی، کہ فلان کتاب کا استخراج ختم ہوا، کبت اور دوہے جو کتاب مین جابجا آگئے ہین ہندی ٹائپ مین نقل کیے گئے ہین اردو مین نہین لکھے گئے. کسی فرنگی عہدہ دار نے ابتدا کے چند اوراق کو پڑھا ہے اور کہین کہین بعض لغات یا اصطلاحات کے معانی اردو ہندی یا انگریزی مین نسیل سے لکھدئے ہین،

اس جلد مین حسب ذیل مضامین ہین،

(۱) سیر دوسرے درویش کی، جو باغ وبہار سے نقل کی گئی،

(۲) انتخاب گل بکاؤلی کا،

(۳) انتخاب آرائش محفل،

(۴) انتخاب اخلاق ہندی کا،

(۵) سکنتلا ناٹک۔ یا انگوٹھی کی کہانی جو سنسکرت سے لی گئی،

(۶) حکایات لطیف درعبارت سلیس،

(۷) منتخبات اشعار شعرائے ہند،

(۸) سرودھائے مروجہ ریختہ

(۹) مکالمہ، (یہ حصّہ گم ہے، مین نہین کہہ سکتا کہ فارسی مین کیا عنوان قائم کیا گیا تھا، مین نے انگریزی لفظ ڈائی لاگ سے مکالمہ لکھدیا ہے)

چار درویش کا قصّہ بہت مشہور ہے کسی تعریف وتذکرہ کا محتاج نہین اپنے زمانہ مین نہایت مقبول[۱] اور مرغوب خاص وعام تھا،

---

[۱] حاشیہ صفحہ ۱۴۷ پر دیکھو

نثر کی گل بکاؤلی کی کہانی،[1] بھی مطابع اور بازار دلی سے بآسانی ملجاتی ہے، اسکی زبان تو چدا رصاف اور رواں ہے اور کتابون کے مقابلہ مین ہندی کے الفاظ و محاورات اس مین زیادہ پائے جاتے ہین، بہ تسلسل گیارہ داستانین داخل انتخاب کی گئی ہین مگران کے چھانٹنے مین احتیاط و تامل سے کام نہین لیاگیا، سترھوین کہانی مین ایک بڑا حصہ فلسفیانہ اقوال، صوفیان کرام کے مشاہدات و ارشادات کا داخل ہی، وحدت وجود کی نازک بحث بھی موجود ہے جنکو صاحب لوگ تو درکنار اس ملک کے عام پڑھے لکھے بھی نہین سمجھ سکتے" انیسوین داستان، تاج الملوک، اور بکاؤلی کے بیاہ کی" جو کیفیات حال و قال پر مشتمل اور خلوتیان ناز و نیاز کے اعمال کی شارح ومفصل ہے اس مجموعہ مین جگہ نہ پاتی تو اچھا تھا، مجھے تسلیم ہے کہ یہ داستان ہر حیثیت سے قصہ کی جان اور زبان محاورات و دستورات اور اسمائے اشیائے رسمی تکلفات، نیز علمی و ادبی نکات کے لحاظ سے نہایت قابل تحسین ہے، لیکن گوشہ خلوت کی ہر شمع اہل فضل وکمال کی انجمن کو منور نہین کرسکتی،

خدا معلوم! مین نے کبھی آرائش محفل کو پڑھا بھی تھا یا محض اس کے نام سے یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ فضولیات وخرافات کی کوئی کتاب ہے[2]، اس مجموعہ کے دیکھنے سے وہ گمان فاسد دور ہوا، آرائش محفل،

میرامن دہلوی جب دہلی اور پٹنہ چھوڑ کر کلکتہ آئے تو ۱۸۰۱ء مین باغ وبہار لکھی۔ اصل چار درویش امیر خسرو کی طبعزاد تھی اس سے ایک صاحب تحسین نامی باشندۂ اٹاوہ نے ترجمہ کرکے نوطرز مرصع نام رکھا تھا میرامن نے نوطرز سے لیا اور دلی کی زبان مین نقل کیا ہے، از مقدمۂ تذکرۂ گلشن ہند نوشتہ مولوی عبدالحق۔ مقبول

[1] نہال چند نے ۱۸۰۳ء مین مثنوی گل بکاؤلی کو نثر اردو مین لکھا اور مذہب عشق نام رکھا تھا، بروایت معارف لاہور کے رہنے والے تھے مذہب عشق مین نام ونشان تک ہے اس لیے ان کے حالات نامعلوم ہین۔ مقبول

[2] سید محمد حیدر بخش، حیدری نے ۱۸۰۱ء مین آرائش محفل یا مشہور قصۂ حاتم کو لکھا تھا، طوطا کہانی وگل مغفرت کے بھی یہی مصنف تھے اور گلزار دانش وتاریخ نادری کے مترجم۔ از مقدمۂ تذکرہ۔ مقبول

آئین اکبری کے پرواز پر لکھی گئی اور اپنی حد تک کارآمد، مورخانہ و محققانہ تالیف ہے عبارت مسجع و مقفی، اس انتخاب میں اس کے متعلق ۱۲۶ صفحے ہین۔ (۱) صوبۂ دار الخلافہ شاہجہان آباد (۲) صوبۂ مستقر الخلافہ اکبرآباد (۳) صوبۂ خوش سواد الہ آباد (۴) صوبۂ اودھ (۵) صوبۂ سراپا بہار بہار کے بارہ مین جس قدر معلومات کی ضرورت ہے ان اوراق سے بخوبی حاصل ہو سکتی ہے، شہر، قلعے، مساجد و جوامع، مکانات عالیہ، عمارات رفیعہ، مقابر سلاطین، مزارات اولیا، حالات بزرگان، معادن، پیداوار اجناس، میوہ جات، وغیرہ بقدر ما یحتاج سب کچھ اس مین موجود ہے، خلاصۃ التواریخ یا خلاصۃ الہند (بروایت آرائش محفل تالیف ۱۱۰۷ھ) سے زیادہ استفادہ کیا اور بے تکلف حوالے دئے ہین[۱]، آرائش محفل کا راقم (سرفراز الدولہ مرزا) حسن رضا خان بہادر کا رفیق اور نواب آصف الدولہ کا حضور رس تھا، پھر صاحبان انگریز بہادر کے دامن دولت سے وابستہ ہو گیا تھا، فرقہ ناجیہ امامیہ کا پیرو اور اپنے معتقدات مین غالی، عقاید کی جھلک ہر ورق پر نظر آجاتی ہے لیکن بعض مقامات پر تو بہت گہرا رنگ دیدیا ہے درگاہ سید بدیع الدین شاہ مدار واقع قصبہ مکن پور کے تحت مین بہت سے ناشایان خیالات ظاہر کئے ہین، ان کے ماننے والون کو "عوام بے تمیز مزال اور"... "بیشتر پاجی مرجاے مدارسے... لکھا ہے"۔ "بانی اس کا سوائے بکھیڑے اور جھگڑے کوئی نہین ٹھہرتا۔ ساتھ اسکے جاہل و پاجی بھی وہ مقرر ہوگا"... سید سالار مسعود غازی کی درگاہ واقع بہرائچ اور حضرت شیخ مینا و پیر محمد جلیل کے مزارات واقع لکھنؤ اور شاہ ارزان کی درگاہ واقع عظیم آباد۔ بیجا نگر کا مشہور معبد، غرض اس سنگباری سے کوئی محفوظ نہین، ہا بعض مشاہیر اہل سنت اور صوفیائے عظام پنجتن کے سایہ مین سے لیے گئے اور اس گرد و باد کے طوفان سے نجات پا گئے ہین، آرائش محفل کی تصنیف کا زمانہ شاہ عالم کا عہد، ۱۸ جلوس اور فرمانروائے اودھ نواب سعادت علی خان، ۱۲۲۰ ہجری تھا۔[۲]

[۱] خلاصۃ التواریخ منشی سجان رائے کھتری کی تالیف ہے، شہنشاہ عالمگیر کے زمانہ مین نہایت ضخیم اور مفصل تاریخ ابتدائے عالم سے لیکر اس عہد تک کی بڑی کوشش و محنت سے لکھی مستند کتابون کی فہرست مین داخل ہے، پٹیالہ کے رہنے والے تھے ۱۱۷۷ھ مین وفات پائی، منقول از معارف

[۲] بیان آرائش محفل میر شیر علی افسوس کی لکھی تھی، لڑکپن مین باپ کے ساتھ دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے میر حیدر علی حیران کے شاگرد تھے اور بعض میر حسن اور میر سوز کے مشاعرون [illegible] کے حسب الطلب مسٹر اسکاٹ ریزیڈنٹ کی تجویز سے [illegible] ماہانہ تنخواہ

مقرر کر کے پانچ سو روپیہ خرچ راہ لیکر ۱۸۰۱ء مین کلکتہ پہنچے نو برس زندہ رہے، یہ کتاب وہین تحریر کی، مرنے سے ایک سال پہلے گلستان کا ترجمہ باغ اردو کے نام سے کیا تھا۔ از مقدمہ تذکرہ مقبول

باب التقریظ والانتقاد

تاسی کا تذکرۂ شعرائے اُردو
نقد التنقید

از

جناب مولوی محمد محفوظ الحق صاحب ایم اے

ناظرین کو غالباً یاد ہوگا کہ معارف کے اگست اور ستمبر نمبر مین تذکرۂ تاسی کے مقدمہ کا اقتباس مین نے شائع کرایا تھا، اور اس کے بعد قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی بی اے کی ایک تحریر شائع ہوئی تھی جس مین انھون نے تاسی پر تنقید کی تھی اور لکھا تھا کہ تاسی سے مجھے بہت حسن ظن تھا لیکن اس کے مقدمہ کے اقتباسات نے اس مین کچھ نہ کچھ کمی ضرور کر دی، اس کے بعد سرسری طور پر جو غلطیان نظر آئی تھین اونکی اونھون نے اصلاح کی تھی۔ معارف نے اس تحریر کو شائع کرتے ہوئے حسب ذیل نوٹ دیا تھا:-

"قاضی صاحب نے اپنے ایک کرم نامہ مین تاسی کے مقدمۂ تذکرہ پر جو معارف مین شایع ہو چکا ہے تنقید کی ہے جس سے اُن کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے چونکہ اس سے تاسی کے بعض اغلاط کی تصحیح ہوتی ہے اس لیے معارف مین شائع کرنا مناسب ہے"

مندرجۂ بالا بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ تاسی نے واقعی غلطی کی ہے، اور اُسکا تذکرہ کچھ زیادہ معتبر نہیں

مضمون ہذا کو پڑھتے وقت اگر ناظرین معارف بابتہ ستمبر اور نومبر ۱۹۲۴ء پیش نظر رکھین تو بہتر ہو۔

لیکن ناظرین کو سنکر حیرت ہوگی کہ حقیقت اس کے عکس ہے یعنی یہ کہ تاسی نے اتنی غلطیان نہین کین جتنی
کہ دکھائی جاتی ہین، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ بہت سے امور مین بالکل صحیح ہے اور قاضی صاحب نے جو اعتراضات
"قیاس" کی بنا پر کیے ہین وہ عموماً غلط ہین، اب مین قاضی صاحب کے اعتراضات کا جواب دیتا ہون اور
جہان وہ صحیح ہین اس کے اعتراف کے بعد، مین متنازع فیہ امور پر روشنی ڈالونگا،

(۱) شاہ نصیر واقعی میر کلن نہین بلکہ میر کلو کہلاتے تھے۔ تاسی نے بھی یہی لکھا ہے لیکن جس مترجم نے
فرنچ سے انگریزی مین ترجمہ کیا اس نے کلو کو Kallan لکھا اس لیے اردو ترجمہ مین بھی یہ غلطی رہ گئی،

(۲) "چمن بے نظیر" واقعی گلدستہ ہے، لیکن اس سے تاسی پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا کیونکہ
اس نے خود شروع مین لکھدیا ہے کہ "مین آئندہ صفحات مین ان تمام تذکرون اور گلدستون کی فہرست
پیش کرونگا جو یا تو ہمین دستیاب ہوئے یا کم از کم ہمین اُن کا پتہ چل سکا" اس چمن بے نظیر کے علاوہ اس
فہرست مین اور بہت سے گلدستے ہین، مثلاً گلدستۂ نازنینان، معیار الشعرا وغیرہ

(۹) گلستان مسرت' فارسی نظمون کا مجموعہ ہو لیکن اس مین ریختہ گو' شعرا کا فارسی کلام بھی ہے اس لیے
تاسی نے اگر اس سے مدد لی تو تعجب کی کونسی بات ہو، اس کے علاوہ تاسی نے جن تذکرون اور گلدستون کی
فہرست دی ہو وہ ضرور نہین کہ اس کے تذکرہ ماخذ ہون، (ملاحظہ ہو اقتباس بالا) گلستان مسرت کا
تفصیلی ذکر ڈاکٹر اسپرنگر کی فہرست کتب خانۂ شاہ اودھ ص۱۳۲ مین موجود ہے،

(۱۱) تذکرہ گلستان سخن پر شہزادہ قادر بخش صابر کے نام شایع ہوا ہے، اردوے معلی بابت
جون ۱۹۱۰ء مین اس کو شہزادہ مذکور کی تالیف بتایا گیا ہے۔ مؤلف تذکرہ جلوۂ خضر کا بھی یہی بیان ہے
تذکرہ مذکور اگر واقعی صہبائی کی تالیف ہو بھی یا انھون نے اس کی تالیف مین مدد بھی دی ہو، تو اس کا
کوئی تاریخی ثبوت موجود نہین اور نہ کوئی "اندرونی شہادت" پیش کی جاسکتی ہو، اس کے علاوہ ایک
امر قابل غور یہ ہے کہ خود صہبائی کا ایک گلدستہ نما تذکرہ بنام انتخاب دواوین موجود ہے گلستان سخن

کے متعلق اگر قاضی صاحب کا نظریہ مان لیا جائے تو شاید کلام قائم سپیر کو بیکن اور دواوین ظفر کو ذوق کا کلام ماننا ہوگا،

(۱۷) گلستان سخن ان کے متعلق ڈاکٹر اسپرنگر کا بیان ہے کہ وہ گلشن بیخار کا ترجمہ ہے اور ایک حد تک یہی بیان مسٹر بلمہارٹ مرتب فہرست کتب اردو (قلمی) موجود برٹش میوزیم (لندن) کا ہے، یہ کتاب بظاہر ترجمہ معلوم ہوتی ہے، لیکن باطن نے کہیں کہیں حاشیہ بھی چڑھایا ہے، یعنی یہ کہ بعض شعرا پر سخت حملے کیے ہیں، اور اس مطعون صف میں زیادہ تر وہی شعرا ہیں جن کی شیفتہ نے تعریف کی ہے،

(۲۱) تعجب ہے کہ قاضی صاحب کو کسی تذکرہ میں ابو القاسم قاسم دہلوی کا نام نہ ملا، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر تذکروں میں ان کا نام قدرت اللہ قاسم درج ہے، لیکن ان کا اصلی نام ابو القاسم ہی تھا گو وہ قدرت اللہ قاسمی کے نام سے مشہور رہے، ان کا تذکرہ مجموعۂ نغز ۱۲۲۱ھ میں تالیف ہوا اور یہی اس کا تاریخی نام ہے،

(۲۹) ناسی کو چونکہ سرو آزاد کا کوئی نسخہ نہ ملا، اس لیے اس نے "قیاس" سے کام لیا جو غلط ثابت ہوا بہر حال سرو آزاد کا ایک حصہ "ہندی" شعرا کے حالات پر بھی مشتمل ہے اس لیے اگر وہ مل جاتا تو ناسی کو "ہندی" شعرا کے حالات میں مدد ملتی۔

آزاد کی اردو شاعری کے متعلق قاضی صاحب کا خیال درست ہے، معلوم ہوا کہ "ریختہ" میں وہ قائم چاند پوری کے شاگرد تھے۔ ایک غزل کے مقطع میں لکھتے ہیں ؎

لب ہلا نا روبرو قائم کے ہے ترک ادب　　　عذر کر آزاد تا ہو عفو یہ تقصیر لب

مؤلف تذکرہ جلوۂ خضر کا بیان ہے:۔

"حضرت آزاد اگرچہ عربی، فارسی کے شاعر مسلم الثبوت تھے مگر حسب رواج زمانہ بھاکا میں بھی کچھ کہہ لیتے تھے چنانچہ سید علی مصطفےٰ خلف سید نور الہدےٰ کی تاریخ میلاد میں ایک قطعہ

فارسی فرمایا ہے اس کے آخر مین ایک شعر عربی اور ایک شعر بھاکا مین بھی لگایا ہے وہ یہ ہے :-

کذا التاریخ فی الشاذی کتبنا حبا ہ الفائض السبحان ابنا

بھلی تاریخہ ہندی مون بکھانی رہے آنند سون یہ پڑ گیانی "

مولفین جلوۂ خضر، سخن شعرا اور خمخانۂ جاوید نے مسی مالیدہ" والی غزل کو آزاد بلگرامی کے نام نقل کیا؟ اور غالباً وہ ہے بھی اُن کی،

۱۹۲۱ء مین جو علمی نمایش "مسلم انسٹیٹوٹ (کلکتہ) مین ہوئی تھی اس مین میر غلام علی آزاد کی ایک قلمی "بیاض" بھی تھی جس مین اُن کے "ریختہ" اشعار درج تھے،

(۳۳) صحف ابراہیم اور گلزار ابراہیم کے متعلق قاضی صاحب نے غلطی کی ہے، یہ دونون تذکرے "ایک ہی کتاب کے دو نام" نہین بلکہ دو مختلف تالیفین ہین، نواب علی ابراہیم خان عظیم آبادی صرف خلیل نہین بلکہ حال بھی تخلص کرتے تھے، چنانچہ تذکرہ عشقی مین اُن کے حالات اسی تخلص کے زیر تحت درج ہین، خلیل نے گلزار ابراہیم مین اپنے دو اور تذکرون کا ذکر کیا ہے، لیکن تفصیل تو درکنار اُن کا نام تک نہین بتایا، مشہور مورخ مسٹر جے، بی، الیسٹ نے اپنے خط (مورخہ ۱۹ر جولائی ۱۸۶۸ء) مین جو انھون نے ڈاکٹر اسپرنگر کو بھیجا تھا، ان تذکرون پر روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہین :-

ان کا (نواب علی ابراہیم خان خلیل) ایک تذکرہ خلاصۃ الکلام نامی ہے جس مین مثنوی گو شعرا کے حالات ہین، دوسرا تذکرہ صحف ابراہیم قصیدہ گویون اور غزل سراؤن کے حالات پر مشتمل ہے، اول الذکر کمیاب اور آخر الذکر غالباً نایاب ہے،

...... مین نے ان کے عزیزون سے دریافت کیا تو صرف اس قدر معلوم ہو سکا کہ اس تذکرہ (صحف ابراہیم) کے لیے انھون نے اشعار تو جمع کیے لیکن عمر نے وفا نہ کی کہ تذکرہ مرتب کرین، میرے پاس دو مرتب جلدون مین اس کا مواد موجود ہے ...... میرے پاس جو نسخہ ہے وہ بڑے سائز کا ہے اور

بہت گنجان لکھا ہے، ہمین یہ تذکرہ محض اتفاق سے مل گیا اور میرے خیال مین نوادر روزگار سے ہے"۔

مسٹر ایسٹ اپنے دوسرے خط مین جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل جلد نہم (ص ۱۵۹) مین شایع ہوا ہے

خلاصۃ الکلام پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہین:-

"خلاصۃ الکلام مین اُن ۸، شعرا کی مثنویون کا انتخاب درج ہے جو اس صنف مین خاص طور پر مشہور ہوئے۔ یہ تذکرہ بڑے سائز کی دو ضخیم جلدون مین ہے اور دو ہزار پانچ صفحات پر تمام ہوا ہے، اور ہر صفحہ کے عرض مین پانچ اور طول مین اکیس سطرین ہین"۔

اس سلسلہ مین خان بہادر میر علی محمد صاحب شاد (عظیم آبادی) کا گرامی نامہ مورخہ ۶ جون ۱۹۱۵ء خاص طور پر قابل توجہ ہے، تذکرۂ ابراہیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین:-

"نواب علی ابراہیم خان مرحوم کے (آخر عہد مین یہ امیر عجب با استعداد گذرا ہے) تین تذکرے ہین، ایک ضخیم تذکرہ سات جلدون مین مثنویون کا ہے، دوسرا تذکرہ گلزار ابراہیم، یہ بھی تین جلدون مین ہے تیسرا تذکرہ گلزار ابراہیم کا خلاصہ ہے، آخر الذکر تذکرہ خدابخش خان نے مجھ سے لے لیا خود مولف کے اس پڑپوتے تھے، اول الذکر دونون تذکرے مین نے خوب دیکھے ہین اور اب وہ نواب دلدار علی خان صاحب کے پاس محفوظ ہین چھپے نہین ...."

مندرجہ بالا خط سے معلوم ہوتا ہے کہ گلزار ابراہیم کا ایک خلاصہ بھی مرتب ہوا تھا لیکن وہ مشہور نہ ہو سکا، بہرحال وہ ملخص "صحف ابراہیم" نہین کیونکہ "صحف" شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے اور وہ "ملخص" یقیناً شعرائے ریختہ سے متعلق ہے، صحف ابراہیم کا ایک قلمی نسخہ مسٹر ان بلینڈ کے پاس تھا چنانچہ اس نسخہ کا تفصیلی ذکر انھون نے جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد نہم ص ۱۲۲ پر کیا ہے ان کا بیان ہے کہ مولف نے تذکرہ ہذا کو ۱۲۰۵ھ مین مرتب کیا، اور اس کا ثبوت دیباچہ کے حسب ذیل شعر سے ملتا ہے جو خاتمہ کی تاریخ ہے

---

[1] تذکرۂ ہذا کا سنہ تالیف ۱۲۰۵ھ ہے، [2] اکثر تذکرہ نویسون نے لکھا ہے کہ صحف ۱۲۰۵ھ مین مرتب ہوا، اور اسی سال گلزار بھی تمام ہوا لیکن نفع [illegible] زمانہ ... ۱۱۹۸ھ [illegible] ہے اس لیے یہی صحف کا سنہ تالیف ہے، اور مولف کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحف گلزار کے بعد لکھا گیا

چو تاریخ اتمام جستم زہا تف بگفتا بگو" نفع بخش زمانہ "

تذکرہ ہذا کا ایک نسخہ کتب خانۂ مولوی خدا بخش خان مین موجود ہے اور فہرست کتب خانہ ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مین قدیم شعرائے فارسی مثلاً عمر خیام، حضرت احمد جام وخاقانی وغیرہ اور جدید شعرائے فارسی مثلاً صائب، حزین، آذر وغیرہ کے حالات موجود ہین، اس لئے اس امر کے متعلق مطلق شبہہ باقی نہین رہتا کہ "صحف" شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے، اور قدیم وجدید دونون عہد کے شعرائے فارسی کے حالات پر مشتمل ہے، نواب علی ابراہیم خان نے "صحف" مین اپنے تذکرۂ ریختہ "یعنی گلزار ابراہیم" کا اکثر ذکر کیا ہے، جرأت کے حالات مین (جس کو مسٹر بلینڈ نے نقل کیا ہے) لکھتے ہین:-

"جرأت دہلوی، ناش قلندر بخش، والد حافظ امان دہلویست نظم ریختہ راکہ مخلوط بزبان ہندی وفارسی است نیکوئی گوید، وبموزونی طبیع گاہے دو مصرعۂ فارسی بہم پیوندد، وراقم آثم احوالش درتذکرۂ ریختہ نوشتہ است،

یہ تذکرۂ ریختہ "جو "گلزار ابراہیم" کے نام سے مشہور ہے، عام طور پر دستیاب ہوتا ہے، اس مین کوئی ۳۰۰ شعرائے ریختہ کے حالات ہین، میرزا علی لطف کا تذکرہ "گلشن ہند" اسی کو دیکھکر لکھا گیا ہے، اور زیادہ تر حالات اس تذکرہ سے ماخوذ ہین، لطف کا بیان ہے:-

"علی ابراہیم خان مرحوم نے ایک تذکرہ شعرائے ہند کا عبارت فارسی مین لکھا ہے اور نام اس کا گلزار ابراہیم رکھا ہے،..... مسٹر گلکرسٹ کی نظر مبارک سے گذرا، ازبس کہ شاعرون کا حال اس مین مجمل لکھا تھا ایک مدت سے صاحب عالی حوصلہ کو خیال اس بات کا تھا کہ اگر بیان اس کا مفصل زبان ریختہ مین کیا جائے تو خوب ہو.... چنانچہ اس خیرخواہ خفی وجلی میرزا علی لطف کو.... بہنایت محبت واخلاص سے فرمایا کہ "تو اگر تن دہی اس مقدمہ مین کرے تو ہم اس تذکرہ کو اپنی طرز پر لکھین".... اس مضمون کو اس وقت اس خوبی سے ادا فرمایا کہ"

کہ مجھ سے سوائے اس بات کے اور کچھ بن نہ آیا کہ مین لاکھ جان سے حاضر ہون ۔ ۔ ۔ ۔"

ان ثبوتون کے بعد امید ہے کہ قاضی صاحب کو یقین آجائیگا کہ "صحفِ ابراہیم" اور "گلزارِ ابراہیم" ایک ہی تذکرہ کے دو نام نہین بلکہ دو مختلف تالیفین ہین ۔

(۴۴) واجد علی شاہ نے تذکرہ لکھا یا نہین اسکی تحقیق ذرا مشکل ہے، خود تاسی کا تفصیلی بیان (بحالات واجد علی شاہ اختر) حسب ذیل ہے :۔

"(اختر) اردو فارسی شعرا کے ایک تذکرہ کے بھی مؤلف ہین لوگون کا بیان ہے کہ اس مین پانچ ہزار شعرا کے حالات درج ہین ۔ افسوس ہے کہ مسٹر ہال باوجود سعی مزید میرے لیے اس کا کوئی نسخہ حاصل نہ کر سکے، معلوم ہوا کہ یہ تذکرہ ہنگامہ مین تلف ہو گیا،

واجد علی شاہ نے اپنی ایک کتاب بنی نام مین، اپنی تالیفات و تصنیفات کی فہرست دی ہے لیکن ان کتابون کا "موضوع" نہین بتایا ہے اس لیے کوئی فیصلہ کن رائے نہین قائم کی جا سکتی ۔ اس فہرست کے خاتمہ پر وہ لکھتے ہین :۔

"یہ سب کتب ا فقیر کے کتب خانہ مین موجود ہین اور جو تزلزلِ سلطنت اور غارتِ بد معاشان مین تاراج ہوئین وہ خارج از حساب ہین"

ممکن ہے کہ "یہ تذکرہ" بھی اسی طرح غارت ہو گیا ہو۔

(۴۵) مہدی علی خان عاشق مؤلف تذکرۂ عاشق کا حال اکثر تذکرون مین موجود ہے یہ مردان علی خان کے پوتے تھے ۔ گھر پر برابر دس سال تک مشاعرے کرتے رہے، چنانچہ خوب چند ذکا، مؤلف عیار الشعرا اور نواب میر محمد خان سرور مؤلف عمدۂ منتخبہ بھی اس مین شریک ہوتے تھے، ان کی تالیفات بے شمار ہین جن مین تین تو اردو اور دو فارسی دیوان ہین، ان کے علاوہ حملۂ حیدری، یوسف زلیخا، لیلی مجنون، خسرو شیرین اور مثنوی بحالات لکھنؤ بھی ہے، انھون نے ایک تذکرہ بھی مرتب کیا جس مین ان شعرا کے

حالات درج کیے جو ان کے مشاعروں مین شریک ہوتے تھے، بقول اسپرنگر مولفین عیار الشعرا اور مجموعۂ نغز نے اس تذکرہ کا ذکر کیا ہے، یہ دونون عاشق کے معاصر تھے، مزید برآن مولف خمخانۂ جاوید کے حسب ذیل بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تذکرۂ عاشق ان کی نظر سے گذر چکا ہے، آزاد (منشی رام سنگھ) کے حالات مین لکھتے ہین:-

"آزاد... نواب مہدی علی خان عاشق، صاحب تذکرہ کے مشاعرون مین اکثر شریک ہوتے تھے"

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عاشق نے اپنے تذکرہ مین آزاد کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہوگا کہ "وہ میرے مشاعرون مین اکثر شریک ہوتے تھے" اور اسی بیان کو مولف خمخانۂ جاوید نے بالواسطہ یا بلا واسطہ نقل کر دیا ہے،

(۴۰) تذکرۂ عشق اور تذکرۂ عشقی کے متعلق قاضی صاحب نے سخت غلطی کی ہے، اور دونون کو خلط ملط کر دیا ہے، اصل یہ ہے کہ اول الذکر تذکرہ رحمت اللہ عشق عظیم آبادی بن غلام حسین مجرم کا لکھا ہے، اور ۱۲۱۵ھ کے قریب مرتب ہوا، اس مین ۳۴۹ شعرائے ریختہ کا تذکرہ موجود ہے، اس کا ایک نسخہ جو ۴۰۰ صفحات کا تھا مسٹر الیٹ کے پاس موجود تھا،

لیکن تذکرۂ عشقی، جس کا اصلی نام "نشتر عشق" ہے اس سے بالکل مختلف چیز ہے، وہ فارسی شعرا کا تذکرہ ہے اور آغا حسین قلی خان عشقی عظیم آبادی کی تالیف ہے، مولف گلشن بیخار نے ان کا تخلص عاشق لکھا ہے، جو غالباً غلط ہے، یہ تذکرہ ۱۲۳۳ھ مین مرتب ہوا اور ۴۷۰ فارسی شعرا کے حالات پر مشتمل ہے، اس کے قلمی نسخے کتب خانۂ خدا بخش خان (بانکی پور) اور رامپور اسٹیٹ لائبریری مین موجود ہین،

اس سلسلہ مین قاضی صاحب کو ایک اور سہو ہوا ہے جس کی تصحیح ضروری ہے، تذکرۂ عشق کو آغا حسین قلی خان کی تالیف ظاہر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہین:

"اس شبہہ کو مزید تقویت تاسی کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ غلام حسین شورش کا تذکرہ

اس سے بہت ملتا جلتا ہو شورش عشقی کے ہمعصر تھے اور ہموطن ممکن ہے کہ عشقی کے تذکرہ سے انھون نے مدد لی ہو،،۔

لیکن شاید قاضی صاحب کو معلوم نہین کہ شورش نے ۱۱۹۵ھ مین قضا کی اور ان کا تذکرہ ۱۱۹۳ھ کے قریب لکھا گیا، لیکن اس کے برخلاف نواب حسین قلی خان کا تذکرہ اس کے چالیس سال بعد ۱۲۳۳ھ مین تالیف ہوا، اس لیے شورش کا تذکرۂ عشقی سے مدد لینا ناممکن، ہے

مزید اطلاع کے لیے غالباً یہ بتانا مناسب نہ ہوگا کہ تذکرۂ عشق، یا" طبقات الشعراء" نامی ایک تیسرا تذکرہ مولفہ شیخ غلام محی الدین عشق موجود ہے، اور اس کا ایک نسخہ شاید ایشیاٹک سوسائٹی بنگال مین بھی ہے۔

(۷،۸) تذکرۂ سودا کا حوالہ مجموعۂ نغز مولفہ ابو القاسم قاسم دہلوی مین موجود ہے چنانچہ سعدی دکھنی کے حالات مین اس تذکرہ نویس نے تذکرۂ سودا کا حوالہ دیا ہے، تذکرۂ سودا کی موجودگی کا مزید ثبوت خان بہادر میر علی صاحب محمد شاد (عظیم آبادی) کے گرامی نامہ (مورخہ ۲۷ جون ۱۹۱۵ء) سے، بھی ملتا ہے، دوران خط مین تحریر فرماتے ہین ؛۔

"علاوہ ان کے (گلزار ابراہیم وغیرہ) مصحفی کے دونون ضخیم تذکرے سنگی دالان (پٹنہ) سے منگوا کر دیکھے، ان دو مین سے ایک بنا صاحب خوش علی میر مرحوم کے پاس ہے، مصحفی کے طرز تحریر سے جی گھبراتا ہے، اس کی فارسی کا تیھون کی فارسی ہے مثلاً ناسخ کے ذکر مین ہے " نون لب سر پش من آمدہ بود" وغیرہ۔ یہی حالت میر تقی میر اور سودا کے تذکرون کی ہے، یہ حضرات نہ نثر پر قادر تھے نہ فارسی پر، مگر پھر بھی فائدہ سے خالی نہین، ہی، میر تقی و سودا کے تذکرے کمیاب ہین، نواب بہادر مرحوم (غالباً نواب ولایت علی خان مرحوم مراد ہین،) بہت جگائے ہوئے تھے، غالباً اب لائبریری (یعنی بانکی پور لائبریری) مین ہونگے"۔

ل چونکہ یہ ایک پرائیوٹ خط ہے اس لیے شاد مدظلہ نے اپنے خیالات نہایت آزادی سے ظاہر کیے ہین، امید ہو کہ ناظرین اسکا خیال نہ کرینگے۔

اس خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ سودا شفیق مدظلہٗ کی نظر سے گذر چکا ہے،

(۴۹) تذکرۂ ناصر، سعادت خان ناصر شاگرد مذہب کی تالیف ہے، واقعی ان کا تخلص نصیر نہین بلکہ ناصر ہونا چاہئے،

(۵۱) ذوق کے متعلق ہمین بھی کسی تذکرہ کا پتہ نہین ملا، تاسی نے کسی حوالہ کی بنا پر ضرور لکھا ہوگا، ممکن ہے کہ "سوانحی" حصہ مین اس نے اپنا ماخذ بتایا ہو، بہرحال یہ امر تحقیق طلب ہے،

بحث تمام ہوئی لیکن اس جگہ ہمین اتنا ضرور اعتراف کرنا ہوگا کہ انیسوین صدی کے ایک "غیر ملکی" مورخ نے بیسوین صدی کے ایک "ملکی" نقاد سے زیادہ احتیاط برتی ہے اور سرو آزاد کے سوا اس کا ہر بیان زیادہ حد تک صحیح ہے۔ کلن و کلو، یا نصیر و ناصر کی غلطیان تاسی کی نہین بلکہ مترجم کی ہین اور بالکل معمولی ہین۔ تذکرہ سودا، تذکرۂ اختر یا تذکرۂ ذوق اب اگر نہین ملتے تو اس مین تاسی کا کیا قصور ہے؟ اس کو ان تذکرون کا حال معلوم ہوا اس لیے اس نے انکا ذکر کر دیا، تذکرۂ سودا تو شاید اب بھی ٹبنہ مین مل جائے لیکن تذکرۂ واجد علی شاہ اختر غالباً اب ناپید ہے، تذکرۂ ذوق کے متعلق البتہ کچھ نہین کہا جاسکتا، افسوس ہے کہ میرے پاس تذکرۂ تاسی کا انگریزی (قلمی) ترجمہ صرف حرف "ب" تک ہے، ورنہ مین خود دیکھ لیتا کہ آخر تاسی کے اس بیان کا ماخذ کیا ہے،

بہرحال مین تاسی کو جس قدر غور سے پڑھتا ہون اور اس کے متعلق جس قدر تحقیق کرتا ہون اتنی قدر اس کی تحقیق کی داد دینے کو جی چاہتا ہے، ممکن ہے کہ قاضی صاحب بھی اس تحریر کے بعد اپنی رائے تبدیل کرنے پر آمادہ نظر آئین،

مطبوعات جدیدہ

کتاب الرد علی ابی حنیفہ، حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ عبسی المتوفی ۲۳۵ھ محدثین عراق میں ایک بڑے پایہ کے بزرگ ہیں، ائمہ فن امام بخاری و امام مسلم وغیرہما کبار محدثین کے شیخ تھے، امام بخاری نے آپسے ۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں، آپ کو اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں،

مصنف ابن ابی شیبہ آپ کی مشہور کتاب ہے جس میں فقہی ترتیب پر احادیث نبویہ آثار صحابہ و فتاوی تابعین کو جمع کیا ہے، اس کتاب میں ایک خاص باب ان حدیثوں اور آثار کا ہے جو بظاہر امام ابوحنیفہ کے بعض مسائل فقہ سے معارض ہیں، مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی مستحق شکریہ ہیں کہ آپ نے اس حصہ کتاب کو شایع کیا ہے آپکا مقصود اس کتاب کو شایع کرنے سے اس بات کا اثبات ہے، کہ "امام اعظم کو فن حدیث میں کافی دخل نہ تھا،" اگر آپ کا مقصد اس سے بلندتر یعنی محض احیاے سنت ہوتا تو بہتر تھا، کاش آپ نے پوری کتاب شایع کی ہوتی تو طلبۂ حدیث پر بڑا احسان ہوتا، اس کتاب کے نسخے نایاب ہیں، ہندوستان بھر میں دو جگہ اس کتاب کا پتہ لگتا ہے ایک نسخہ حیدرآباد کے کتبخانہ میں ہے اور ایک بانکی پور کی لائبریری میں ہے:-

آخر میں مولوی صاحب نے ان حدیثوں کا اُردو ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے جس کی وجہ سے کتاب اُردو خواں اصحاب کے لئے بھی مفید ہو گئی ہے، قیمت ۴ ؍ پتہ مولوی ابوالقاسم دارالنگر۔ بنارس،

الفوز العظیم کچھ دن ہوئے خواجہ حسن نظامی نے "مرشد کو سجدۂ تعظیم" ایک رسالہ لکھا تھا جس میں سجدۂ تحیت کی اباحت پر زور دیا ہے حالانکہ یہ فعل متصوفین کرام کے نزدیک بھی اسی طرح شرک اور گناہ کبیرہ ہے جس طرح جمہور امت کے نزدیک محمد فضل حسین صاحب نے علمائے کرام سے اسکے متعلق استفتا کیا، "الفوز العظیم" انہیں فتاوی کا مجموعہ ہے، جس میں صحیح حدیثوں اور اقوال سلف سے اس فعل کا شرک ہونا ثابت کیا گیا ہے،

خواجہ صاحب کی کتاب سے جن لوگوں کے قلوب میں کچھ شبہات پیدا ہوگئے ہوں انکی ہدایت کے لئے اس کتاب کی ضرورت تھی قیمت ۸ر پتہ: منیجر بلالی پریس دہلی،

آموزگار پارسی شمس العلماء مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے مبتدیوں کے لئے جدید فارسی کی تعلیم کی غرض سے اس کتاب کو تصنیف کیا تھا، اس کے تین حصے ہیں، ابتدا سے ۲۸ اسباق تک مفردی محاورات اور روزمرہ کی مشق ہے، ۲۹ سے ۴۵ اسباق تک باہمی مکالمہ کی مشق کرائی ہے اس کے بعد ۸ فصلوں میں واقعات نگاری اور انشاپردازی کی مشق ہے، جناب آغا محمد طاہر صاحب نے اس کتاب کو شایع کیا ہے کاش ان تینوں حصوں کو تین عنوانات کے ماتحت تقسیم کر دیا گیا ہوتا تو بہتر تھا، ۴۴ ویں سبق کے بعد ایک عنوان ہے "گفتگوِ متفرق" اس کو ۴۵ واں سبق ہونا چاہئے۔

تصحیح کنندہ صاحب نے ہر جگہ "دُوُم" اور "سوم" کو دوئم اور سوئم رہنے دیا ہے صفو ۱ پر درس سوم کے بجائے درس سیم لکھا گیا ہے یہ فروگذاشتیں بہت زیادہ اہم نہیں لیکن اصل غرض بچوں کی تعلیم ہے اس لئے یہ معمولی فروگذاشتیں بھی نہایت اہم ہو جاتی ہیں، کتاب کی خوبیوں کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیف ہے قیمت ۱۲ر پتہ اکبری منڈی لاہور،

طب قدیم و جدید کی معرکۃ الآرا علمی جنگ، حکیم محمد کبیر الدین صاحب پروفیسر طبیہ کالج دہلی سے علم دوست طبقہ ناواقف نہیں، فن طب مین آپنے مختلف کتابون کا ترجمہ اور مستقل تصنیفین شایع کی ہین، یہ رسالہ آپ ہی کی تصنیفات سے ہے، اس رسالہ مین طب یونانی کے طریقہ علاج اور جدید طب کا مقابلہ کیا گیا ہے، اس کتاب پر حقیقی تنقید ایک ماہر طب کر سکتا ہے، ہم تو صرف اس قدر کہہ سکتے ہین کہ حکیم صاحب نے جو کچھ لکھا ہے بظاہر اس مین حق بجانب ہین، یہ رسالہ جناب حکیم سید مخدوم اشرف صاحب ناظم انجمن مشرقی اطبائے جنوبی ہند کے چند سوالات کا جواب ہے، قیمت ۶ر پتہ: کتب خانہ المسیح قرول باغ

اور عام صحابیاتؓ کی سوانح عمریان اور اون کے علمی واخلاقی کارنامے، قیمت ۱۲؍

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۲؍

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول، ۱۲؍، دوم ۱؍

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱۰؍

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیولیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعت کے اخلاق، ملک رہنمایون کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہین، صفحہ ۲۳۲، ۱۲؍

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح ۱۲؍

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان ۴؍

مذہب کی باتین بچون اور بچیون کی تعلیم کے لیے ۴؍

رسالہ قوت خیال، درستی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ، ۴؍

اثبات واجب الوجود، یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر، ۴؍

تاریخ ابو البشر کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ ۹؍

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضار کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین، ۸؍

رموز فطرت، طبیعات طبقات ارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین، ۱۲؍

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد، ۱؍

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی، ۸؍

نعت پیمبر عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ، ۸؍

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس بامحاورہ سہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہین، صفحہ ۲۰۱، ۱؍

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوا نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت ۱۲؍

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب، ۱؍

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب، ۱؍

متفرق کتابین

یادایام، مولانا عبدالحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امرا، وزرا، علما اور مشائخ کے حالات و علوم و فنون کی ترقی نہایت ہی تحقیق و تفصیل سے لکھے ہین، ۱۲؍

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمایش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر مینکیش لر کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے، ۱۲؍

بدیہہ گوئی، جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی، فارسی اور اردو کے شعرا اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کیے ہین، قیمت ۱۲؍

الندوہ کی جلدین موجود ہین، قیمت فی جلد [illegible] علاوہ [illegible] کیاب ہے،

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت : پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

جلد سیزدہم	ماہ صفر سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء	عدد سوم

مضامین

معذرت

افسوس ہے کہ اڈیٹر صاحب سخت بیمار مین مبتلا ہین، اس لیے پرچہ تعویق کے ساتھ اور مجبوراً بغیر شذرات شائع ہوتا ہے، ناظرین معاف فرمائین،

"منیجر"

مقالات

پیام امن کا ایک باب

اسلام اور امن

ہمارے دوست مولوی عبد الماجد صاحب بی اے "پیام امن" کے نام سے موسیو رچرڈ پال کی ایک تصنیف کا ترجمہ اور تلخیص کر رہے تھے جس کے چند ابواب کبھی معارف مین شایع ہو چکے، ہمارے دوست نے اس ترجمہ او تلخیص کے علاوہ تبصرہ کے عنوان سے چند نئے ابواب آخر مین بڑھائے ہین.

جن مین مسیحیت اور امن اور اسلام اور امن کے دو بڑے ابواب ہین، ذیل مین ہم دوسرے باب کے کچھ ابتدائی صفحات نذر ناظرین کرتے ہین، جن سے اون کو کتاب کی نوعیت اور حسن و خوبی کا اندازہ ہوگا[1]،

مسیحیت کے جو احکام امن سے متعلق ہین، اون کی تصریح گزر چکی، لیکن اوس مذہب کی اس باب مین کیا تعلیم ہی، جس کے پیروؤن کی تعداد، کہا جاتا ہی کہ دنیا مین اس وقت تیس کرور ہی، جس کا نام "عقلائے یورپ نے" مذہب شمشیر رکھا ہی، جس کے متعلق دانایان فرنگ کا دعوی ہی کہ وہ قتل و خونریزی کا معلم ہی اور جس کے یہان جہاد ایک فریضۂ مذہبی کی حیثیت رکھتا ہی، جس امت کے پیمبر نے بارہا خود جہاد کیا ہو، جس شریعت نے مقاتلہ کفار کو وسیلۂ جنت بتایا ہو، جس مذہب نے غزا کو اعمال حسنہ مین سب سے اونچے درجہ پر رکھا ہو، ایسے مذہب اور ایسی شریعت سے بھلا تائید امن و آشتی کی کیا توقع ہو سکتی ہی؟ اس کے ہان تو قدم قدم پر جدال و

[1] کتاب چھپکر بالکل تیار ہی، قیمت ؁ ۔ دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے ملیگی،

قتال، کشت و خون کی تاکید ملیگی،

لیکن واقعہ یہ ہو کہ اگر کسی مذہب نے امن وامان کو اپنا نصب العین قرار دیا ہی، اور مستقل و پائدار حالت امن کے اسباب و بواعث کے بہم پہنچنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہی، تو وہ اسلام ہی ہی، اس مین شبہہ نہین کہ قیام امن کی تاکید اپنے اپنے پیرؤون پر دنیا کے ہر مذہب نے رکھی ہی، لیکن اسلام کی تفضیلت مخصوص یہ ہی کہ اس نے جس اہتمام کے ساتھ اِس مقصد کے حصول پر زور دیا ہی، جس تفصیل و وضاحت کے ساتھ اسکے تدابیر و ذرائع بیان کئے ہین، اور جس جامعیت کے ساتھ اِس کے موجبات و موانع پر نظر کی ہی، اوس کی نظیر سے دنیا کا مذہبی لٹریچر خالی ہی،

اوپر کے کسی باب مین دکھایا جاچکا ہی کہ دنیا کے سارے اختلافات و منافشات کی بنیاد انسان کے ... خودی پر ہی، جس کے باعث ایک کو دوسرے سے مغایرت پیدا ہوتی ہی، اور یہی رفتہ رفتہ مخالفت بلکہ منافرت کی شکل اختیار کر لیتی ہی، اِس زہر کا سب سے بڑا تریاق عقیدۂ توحید ہی، یعنی اگر انسان کو دوسرون سے کوئی اصولی اختلاف نہ نظر آئے، وہ اپنے کو تمام موجودات سے متحد سمجھنے لگے، اور بجائے کثرت و تعدد کے اسے ہر طرف وحدت ہی کی جلوہ آرائیان نظر آنے لگین، تو عداوت بلکہ مغایرت و اجنبیت تک کا جذبہ اِس کے دل سے محو ہو جائے، اور کائنات مین ہر سمت امن و آشتی کی منادی ہو جائے،

اسلام کا اصلی کارنامہ یہ ہی کہ اِس نے اپنے نظام عقائد مین بلند ترین مرتبہ اسی عقیدۂ توحید کو دیا ہی، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسلام کا مقصد حقیقی صرف منادی توحید ہی تھا، اور تمام مسائل ضمناً و فرعاً آگئے ہین، مخالفین تک کو یہ تسلیم ہی کہ عقیدۂ توحید جس مکمل صورت مین اسلام مین ملتا ہی، اور کہین نہین ملتا اگر وہ تمام آیات قرآنی جن مین توحید کی دعوت اور شرک کی مذمت ہی یکجا کی جائین تو تمام کائنات کی اصل خدا، اور صرف خدا ہی اور اس کے سوا اور کسی ہستی کی جانب خلق، امر یا وجود حقیقی کا انتساب کرنا شرک ہی،

جن لوگون کا عقیدۂ توحید راسخ ہی، جو لوگ اِس پر اعتقاد رکھتے ہین کہ ہستی مطلق انسان کی رگ جان

سے بھی قریب تر ہے، جو اشخاص اِس پر یقین رکھتے ہین کہ موجودات کے ذرہ ذرہ کا مبدا و مرجع حضرت
وہی ذات واجب الوجود ہے جن افراد کو اِس کا اذعان ہے کہ ہر شئی کی ابتدا و انتہا ظاہر و باطن سب خدا ہے
جن نفوس کا اِس پر ایمان ہے کہ جملہ حوادث عالم محض مشیّت باری ہی کے مختلف مظاہر و شئون ہین، اور جو لوگ
اِس کے قائل ہین کہ کفر و ایمان دونون کا خالق ایک ہی ہے بھلا وہ کبھی اور کسی حالت مین بھی کسی سے عداوت
و منافرت کا جذبہ ازراہ نفسانیت رکھ سکتے ہین، اگر کسی صنعت کی تنقیص کرنا صانع کی منقصت کی مستلزم ہے،
تو مخلوقات مین سے کسی کی عیب جوئی کرنا بدرجۂ اولیٰ اِس کے خالق کی کھلی ہوئی توہین و تنقیص ہوگی،

پھر قرآن نے صرف روحانی اتحاد اصل و اشتراک پر بس نہین کی، بلکہ تصریح کے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ
جسمانی و مادّی حیثیت سے تمام نسل انسانی ایک ہی خاندان کی ہے سب کے والدین ایک ہی ہین، اور
آج دنیا مین جو مختلف جماعات و قبایل نظر آرہے ہین، سو یہ تقسیم صرف اسلئے ہے کہ باہمدگر امتیاز و شناخت ہوسکے

یاایہا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی	اے اِنسانو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا
وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا	کیا اور تمھارے خاندان و قبائل بنائے تاکہ تم ایک دوسرے
(حجرات رکوع ۲)	سے پہچانے جاؤ،

اِس اتحاد اصل و نسل کے ذہن نشین ہوجانے کے بعد مغایرت و منافرت کا شائبہ تک نہین باقی رہ سکتا

شرک سے قطع نظر کرکے جو تمام تر ایک ذہنی و اعتقادی مسئلہ ہے، اعمال کی فہرست مین اسلام نے
بدترین معصیت فتنہ و فساد کو قرار دیا ہے، قرآن مین اِس کے لیے شدید ترین وعیدین نازل ہوئی ہین، اور
تکرار و تواتر کے ساتھ اِس سے محترز رہنے کی تاکید آئی ہے، آیات ذیل ملاحظہ ہون،

انہ ھو یبدئ و یعید، والیہ ترجع الامور وانا الیہ راجعون والیہ المصیر وغیرہ
ھو الاول والآخر والظاھر والباطن قل کل من عند اللہ ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن

الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ	جو لوگ خدا کا عہد ایک مرتبہ باندھ چکنے کے بعد توڑتے
ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل	ہیں اور خدا نے جن رشتوں کے جوڑے رہنے کا حکم دیا ہی
ویفسدون فی الارض اولئک	انہیں کاٹتے ہیں، اور زمین پر فساد کرتے پھرتے ہیں،
ھم الخسرون۔ (بقرہ رکوع ۳)	وہی گھاٹے میں رہیں گے،
ولا تعثوا فی الارض مفسدین (بقرہ رکوع)	زمین پر فساد کرتے نہ پھرو،
واللہ لا یحب الفساد (بقرہ رکوع)	خدا فساد کو پسند نہیں کرتا،
واللہ لا یحب المفسدین (مائدہ رکوع ۹)	خدا مفسدین کو دوست نہیں رکھتا،
ولا تبغ الفساد فی الارض، (قصص رکوع ۸)	زمین میں فساد نہ پھیلاؤ،

یہ چند آیات نمونہ کے طور پر درج کی گئیں، ورنہ اس مضمون کی کل آیات بیسیوں کی تعداد میں موجود ہیں

اسلام نے صرف فتنہ و فساد کو معصیت کبری قرار دینے پر اکتفا نہیں کی، بلکہ جو چیزیں محرک فساد ہو سکتی تھیں، سرے سے انہیں کی جڑ کاٹ دی، دنیا میں جتنے محاربات برپا ہوتے رہتے ہیں، عموماً ان کے تہ میں حبّ جاہ، حبّ زر، حبّ اقتدار کے جذبات کام کرتے ہوتے ہیں، جرمنی اسلئے اعلان جنگ کرتا ہی کہ انگریزوں کے بحری مقبوضات اس کے مقابلے میں بہت زاید ہیں، انگلستان اسلئے مصروف پیکار ہوتا ہی کہ جرمنی کی روز افزوں طاقت سے اسے اپنی قوت کے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہی، غرض اسی طرح اکثر جنگ کے پردہ میں مال و دولت کی طمع کام کرتی ہوتی ہی، اسلام نے اپنے پیرؤوں کے سامنے جس فردوس عمل کا نقشہ پیش کیا ہی، اوس میں "شجر ممنوعہ" اسی دنیوی مال و دولت کو قرار دیا ہی کہ جب اس مادی زندگی کی محبت ہی دل سے نکل جائے گی، تو مسابقت و مفاخرت کا از خود خاتمہ ہو جائے گا، قرآن نے صدہا مختلف پیرایوں اور اسلوبوں سے حیات دنیوی کی مذمت و منقصت کی ہی، اور اس کی بے ثباتی پر سطر سطر میں زور دیا ہی، مثلاً

زین للناس حب الشھوات من النساء	انسان کی فطرت ایسی ہو کہ نفسانی خواہشات دنیوی مثلاً
والبنین والقناطیر المقنطرة من الذھب	ازواج و اولاد اور زر و سیم کے بڑے بڑے ڈھیرون
والفضة والخیل المسومة والانعام	اور عمدہ گھوڑون اور مویشیون اور کھیتون کے ساتھ
والحرث ذلک متاع الحیوة الدنیا	وابستگی ہوتی ہے، حالانکہ یہ دنیوی زندگی کے عارضی فائدے
واللہ عندہ حسن المآب۔ (آل عمران رک ۲)	ہین اور ہمیشہ کا اچھا ٹھکانا تو اوسی اخیر کے ہان ہی،
واعلموا انما اموالکم واولادکم	تو واقف ہو کہ تمہاری اولاد اور تمہارا مال تمہارے
فتنة (انفال رک ۴)	لیے فتنہ ہی،
یقوم انما ھذہ الحیوة الدنیا متاع وان	اے قوم! یہ حیات دنیوی محض چند روزہ ہی اور مستقل جگہ
الاخرة ھی دار القرار (مومن رک ۵)	تو وہی آخرت ہی،
انما الحیوة الدنیا لعب ولھو (محمد رک ۴)	یہ حیات دنیوی تو محض ایک کھیل ہی،
وما ھذہ الحیوة الدنیا الا لھو ولعب	یہ دنیوی زندگی تو محض ایک کھیل تماشا ہے اور دار
وان الدار الاخرة لھی الحیوان (عنکبوت رک ۷)	آخرت ہی کی زندگی اصل زندگی ہی،
اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولھو وزینة	جانے رہو کہ حیات دنیوی بس یہی کھیل تماشا ظاہری ٹھاٹ
وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال	آپس مین ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے سے
والاولاد۔ (حدید رک ۲)	بڑھ کر مال و اولاد کا خواستگار ہونا ہی،
زین للذین کفروا الحیوة الدنیا	جو لوگ کافر ہین، اون کی نظرون مین ہم نے حیات دنیوی کو
(بقرہ - ۲۶)	زینت دے رکھی ہی،
وما الحیوة الدنیا الا متاع الغرور (آل عمران رک ۱۹)	دنیا کی زندگی بجز دھوکے کی پونجی کے اور کچھ نہین

ایک جگہ یہان تک کہہ دیا ہو کہ آسمانی بادشاہت صرف انھین لوگون کا حصہ ہی جو دنیوی حیثیت سے

مسکین اور مادی کشمکش سے الگ رہتے ہیں،

تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین۔ (قصص رکوع ۹)

یہ آخرت کا گھر مخصوص انہیں لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں اپنی برتری کے خواہان نہیں ہیں اور فساد نہیں کرتے اور انجام بخیر تو پرہیزگاروں ہی کے حصہ میں ہے،

جس شریعت نے دنیا اور حیات دنیوی کا مرتبہ اسقدر پست رکھا ہی، وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اسکی روادار نہیں ہوسکتی کہ اس پر ایمان رکھنے والی قوم، دولت وجاہ، سلطنت وحکومت زر وزمین کے لیے تلوار ہاتھ میں لے،

ان تصریحات کے پہلو بہ پہلو قرآن نے بالواسطہ بھی نفس انسانی میں دنیا کی بے ثباتی اور دولت وحکومت کی بے حقیقی کا نقش بٹھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا، فطرت بشری دوسروں کے عبرتناک انجام سے خاص طور پر متاثر ہوتی ہی، قرآن مجید نے اس آلہ سے پوری طرح کام لیا، اور اقوام گزشتہ ومشاہیر افراد کے جتنے قصے بیان کیے یہ نکتہ سب میں ملحوظ رکھا ہی کہ ان کے سننے اور پڑھنے سے انسان کی مادی خواہشوں اور تمناؤں، حرص، وطمع، کبر وغرور کا زبردست دیو مغلوب ہو، قوم عاد وثمود وفرعون ونمرود ان سب کے واقعات میں یہی خصوصیت مشترک ہی، مثال کے طور پر ہم صرف ایک حکایت درج کرتے ہیں، جو جاہ ودولت، زینت وامارت کے نقش برآب ہونے کی ایک بولتی ہوئی تصویر ہی، اور جسے بغور پڑھنے کے بعد ممکن نہیں کہ بڑے سے بڑے ہوس پرست کا دل بھی کچھ دیر کے لیے متاثر نہ ہو جائے

ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغی علیہم واتینٰہ من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوأ بالعصبۃ اولی القوۃ اذ قال لہ قومہ لا تفرح ان اللہ

قارون موسیٰ کی قوم (بنی اسرائیل) میں ایک شخص تھا پھر وہ ان پر ظلم کرنے لگا، اور ہم نے اوس کو اسقدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی زورآور مرد اوس کی کنجیاں بمشکل اٹھا سکتے تھے، ایک مرتبہ اوس کی قوم

لا یحب الفرحین وابتغ فیما اتٰک
اللہ الدار الاخرۃ ولا تنس نصیبک
من الدنیا واحسن کما احسن اللہ
الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان
اللہ لا یحب المفسدین۔ قال انما
اوتیتہ علی علم عندی اولم یعلم
ان اللہ قد اھلک من قبلہ من
القرون من ھو اشد منہ قوۃ واکثر
جمعا۔ ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون
فخرج علی قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون
الحیوۃ الدنیا یلیت لنا مثل ما اوتی
قارون انہ لذو حظ عظیم وقال
الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ
خیر لمن آمن وعمل صالحا و
لا یلقھا الا الصبرون
فخسفنا بہ وبدارہ الارض
فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ
من دون اللہ وما کان
من المنتصرین واصبح الذین

(کہ بعض لوگون) نے اوس سے کہا کہ اترایا مت کر خدا
اترانے والون کو پسند نہین کرتا، اور یہ جو (ساز و سامان)
خدا نے تجھے دے رکھا ہی اس مین سے کچھ آخرت کے گھر
کی بھی فکر کرتا رہ، (البتہ دنیا سے جو تیرا حصہ ہی اوس کو
فراموش نہ کر، اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان
کیا ہی، تو دوسرون کے ساتھ احسان کرتا رہ اور ملک مین
فساد کا خواہان نہ ہو کہ خدا مفسدون کو پسند نہین کرتا،
اوس نے جواب دیا کہ یہ (جاہ و ثروت) تو مجھکو اپنی لیاقت
سے حاصل ہوئی ہی، کیا قارون نے (یہ کہتے وقت) یہ خیال
نہ کیا کہ اس سے پہلے خدا پچھلی امتون مین ایسے ایسے لوگون
ہلاک کر چکا ہی، جو (بہ لحاظ جاہ و حشمت) اس سے کہین زیادہ
قوت رکھتے تھے، اور بہ لحاظ سرمایہ بھی اس سے کہین بڑے
تھے اور گنہگارون سے سزا کے وقت پوچھ گچھ نہین کی جایا کرتی
اس کے بعد (ایک روز) قارون اپنی شان و شوکت کے
ساتھ اپنی قوم والون کے سامنے نکلا، تو جو لوگ حیات دنیوی
کے طلبگار تھے (حسرت سے) کہنے لگے کہ جیسا کچھ ساز و سامان
قارون کے پاس ہی اے کاش ہمارے پاس بھی ہوتا، اس مین
شک نہین کہ قارون بڑا ہی خوش قسمت ہی (البتہ) جن لوگون کو
خدا کے ہان سے علم کی دولت دی گئی تھی وہ بولے کہ تمھاری

تمنوا مکانہ بالامس یقولون ویکان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر - لولا ان من اللہ علینا لخسف بنا ویکانہ لا یفلح الکافرون (قصص رکوع ۸)

مجھ پر افسوس جو شخص ایمان لاتا اور عمل نیک کرتا رہا اسکو ثواب (قارون کے مال و دولت سے) کہین بڑھکر ہی مگر وہ ثواب بجز صبر کرنے والون کے اور کسی کو نہین ملتا، پھر ہمنے قارون اور اوس کی کوٹھی کو زمین مین دھنسا دیا، اوس وقت کوئی جماعت اوس کی مدد کو نہ اوٹھی اور نہ وہ خود اپنے تئین بچا سکا، اور جو لوگ کل شام تک اوس کی جگہ ہونے کی آرزو کرتے تھے وہ آج صبح کہنے لگے کہ ارے غضب! خدا ہی اپنے بندون سے جس کی روزی چاہتا ہی فراخ کر دیتا ہے، اور جس کی چاہتا ہی محدود کر دیتا ہی اور اوسکا کرم اگر ہم پر نہوتا تو ہم کو بھی وہ قارون کی طرح دھنسا دیتا ارے غضب! بات یہ ہی کہ ناشکرونکو فلاح نصیب نہین ہوتی،

اِس قسم کے عبرت انگیز حکایات و قصص کے بیان کرنے سے قرآن کا مقصد یہی ہی کہ مسلمانون کے دل پر مال و ثروت کی بے حقیقی کا گہرا نقش ثبت ہو، اور مادی شان و شوکت کی طرف سے اون کی طبیعت از خود ہٹ جائے

ایک مسلمان کو اپنے مخالفین کے ساتھ کیونکر پیش آنا چاہیئے، عام دنیا کے ساتھ اس کا کیا سلوک رہنا چاہیئے، اور اگر اغیار اوس کے مذہب و معتقدات پر اعتراض کرین تو اون کے مقابلہ مین اسے اپنا کیا طرز عمل رکھنا چاہیئے، قرآن نے اِن مین سے ہر سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ دیا ہی، عفو و درگذر، حلم و تحمل اور احسان عام کا اِس نے بار بار حکم دیا ہی، صرف مسلمانون کے مقابلہ مین نہین بلکہ کل دنیا کے مقابلہ مین جس مین کفار بھی شامل ہین، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہی کہ

یہ نہین کہا کہ صرف مسلمانون سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ،

ایک مقام پر جہان نیک کار و فلاح یافتہ بندون کے خصائل بیان کیے ہین، وہان یہ ہی،

والکاظمین الغیظ والعافین	وہ وہ لوگ ہین جو غصہ کو ضبط کرتے ہین اور لوگون کے
عن الناس واللہ	قصور سے درگزر کرتے ہین، اور خدا احسان کرنے والون کو
یحب المحسنین، (آل عمران رک ۱۴)	دوست رکھتا ہی،

یہان بھی عفو و احسان کی ہدایت عام ہی، مومن و کافر کی کوئی تفریق نہین، نیک کارون کی نسبت یہ بتائی گئی ہے، کہ

یدرؤن بالحسنۃ السیئۃ، (قصص رک ۶)	وہ برائی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہین،

اور جب برون سے سابقہ پڑجاتا ہی، تو کمال حلم و رواداری اون سے کنارہ کش ہوجاتے ہین،

واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ	وہ جب لغویات سنتے ہین تو اوس سے کنارہ کش ہوجاتے
وقالوا لنا اعمالنا ولکم	ہین اور ان سے کہدیتے ہین کہ ہمارے اعمال ہمارے
اعمالکم، (قصص رک ۶)	لیے اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ،

برائی کے جواب مین نرمی کرنا چاہیے،

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ (مومنون رک ۶)	برائی کو نرمی کے ساتھ دور کرو،

خود سرور کائنات کو ہدایت ہی کہ،

خذ العفو وامر بالمعروف واعرض	عفو کی عادت اختیار کرو اور نیکی کی تلقین کرتے رہو اور
عن الجاھلین (اعراف رک ۲۴)	جاہلون سے سابقہ پڑے تو کنارہ کش ہوجاؤ،

اہل کتاب سے مقابلہ کے وقت ہمیشہ لطف و آشتی پیش آتے رہنا چاہیے،

ولا تجادلوا اهل الکتاب الا — اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کرو مگر اس صورت سے

بالتی ھی احسن، (عنکبوت رکوع ۵) — جو عمدہ و شائستہ ہو،

نیکوں کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی ہے، کہ،

اذا ما غضبوا ھم یغفرون (شوریٰ رکوع ۴) — جب اون کو غصہ آجاتا ہی تو درگزر سے کام لیتے ہیں،

یہاں بھی یہ قید نہیں لگائی گئی ہو کہ صرف مسلمانوں ہی کے مقابلہ میں درگزر سے کام لیتے ہیں،

تبلیغ دعوت کے وقت رسول اللہ صلعم کو یاد دلایا جاتا ہی،

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ — لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ تو حکمت

والموعظۃ الحسنۃ جادلھم — و نیک نصایح کے ذریعہ سے، اور اگر بحث کرو تو شائستہ

بالتی ھی احسن، (نحل رکوع ۱۶) — و پسندیدہ طریقہ سے،

برگزیدہ و مقبول خدا بندوں کی بڑی پہچان یہ ہوتی ہے کہ

یمشون علی الارض ھونا و اذا — وہ زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب جاہل ان سے

خاطبھم الجاھلون قالوا — جہالت کی باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ سلام کر کے الگ

سلاما، (فرقان رکوع ۶) — ہو جاتے ہیں،

خالق ذوالجلال نے اپنی شان یہ بتائی ہو کہ

ورحمتی وسعت کل شیء (اعراف رکوع ۱۹) — میری رحمت ہر شے پر محیط ہو،

یہ نہیں فرمایا کہ میری رحمت فلاں فرقہ کے ساتھ مخصوص و محدود ہی، اور چونکہ وہ خود رحمت مطلق ہی اسلیے دنیا کے لیے بھی قاعدہ مقرر کیا ہو، کہ

ان الحسنات یذھبن السیئات (ہود رکوع ۱۰) — خوبیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں،

بالفاظ دیگر اپنے ابنائے جنس کے نقائص و عیوب کے بجائے اون کی خوبیوں پر نظر رکھو اپنے حبیب و محبوب

پیغمبر اسلام کا وصف کیا بیان کیا ہے، رحمۃ العالمین یہان بھی وہی شان اطلاق وہمہ گیری ہے، سارے عالم کے لیے رحمت، محض ایک گروہ کے لیے رحمت نہین،

فرعون سے بڑھکر عصیان وطغیان کا مجسمہ دنیا مین اور کون گزرا ہے، جس نے انکار خدا ہی پر اکتفا نہ کی، بلکہ خود مدعی الوہیت ہوگیا، اور جیسے کچھ مظالم اپنی غریب رعایا پر کیے اون کے رعشہ انگیز ذکر سے قرآن لبریز ہے، اِس پر بھی جب موسیٰ وہارون اوس کی فہمایش کے لیے بھیجے جاتے ہین تو ساتھ ہی یہ بھی ہدایت ہوتی ہے کہ

فقولا لہ قولا لینا، (طٰہٰ۔ رک ۲) اوس سے گفتگو مین نرمی کرنا

غور کرو، یہ ارشاد فرعون سے متعلق ہے، پھر آج کیا دنیا کا بدترین انسان بھی فرعون سے زیادہ سختی کا مستحق ہوسکتا حضرت مسیحؑ کو جتنی تکلیف اون کی امت نے دی، اِس سے زیادہ اذیت کون امت کسی نبی کو پہنچا سکتی ہے، انتہا یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اون کی پرستش شروع کردی، باایں ہمہ جب قیامت مین ان باطل پرستون سے مواخذہ ہونے لگے گا، تو حضرت مسیحؑ عذاب کی سفارش نہ کرین گے، بلکہ عرض کرینگے، کہ

ان تعذبھم فانھم عبادک اگر تو ان پر عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہین
وان تغفرلھم فانک انت (تجھے اختیار ہے) اور اگر بخش دینا چاہے تو تو ہی سب پر
العزیز الحکیم (مائدہ۔ رک ۱۶) غالب اور حکمت والا ہے،

کفار ومشرکین سے گفتگو کے وقت اِس کی تاکید آئی ہے، کہ اون کے مقابلہ مین درشتی سے نہ کام لیا جائے ورنہ وہ بھی بدزبانی سے کام لین گے،

ولا تسبوا الذین یدعون من جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودون کو بلاتے ہین انکو
دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بُرا نہ کہو، ورنہ وہ بھی اپنی نادانی سے ناحق خدا کو بُرا
بغیر علم، (انعام۔ رک ۱۳) کہہ اٹھین گے،

پھر یہ بھی ممکن ہے، کہ انسان جس کسی کو گمراہ، بدعقیدہ، بداعمال سمجھتا ہے، اوس کی بابت زبان سے تو کچھ نہ کہے، تاہم دل مین اوس کے متعلق سخت ترین مخالفانہ و دشمنانہ جذبات رکھے، خدائے اسلام کی حکمت کاملہ نے سرے سے اِس تخیل ہی کی جڑ کاٹ دی ہے، قرآن مین اسکی باربار تصریح آتی ہے کہ ہدایت وضلالت کا فیصلہ کرنے والے تم نہین، ہم ہین، یہ کہنے کا حق کہ فلان شخص گمراہ ہے علّام الغیوب و دانندۂ اسرار ہی کو ہے، بندون کو نہین، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے،

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین، (قلم-ع ۱)	تمہارا پروردگار ہی اس کو خوب جانتا ہے کہ گمراہ کون ہے اور راہِ حق پر کون کون ہے،

دوسری جگہ فرمایا،

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدی، (نجم-ع ۲)	اِس کا علم تمہارے پروردگار ہی کو ہے کہ راہ ضلالت پر کون ہی اور راہ حق پر کون،

ایک اور مقام پر تصریح ہی،

قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا، (بنی اسرائیل ع ۹)	کہدو کہ ہر ایک شخص اپنے اپنے طور پر عمل کرتا ہے، اور اِس کا علم تمہارے پروردگار ہی کو ہے کہ راہِ راست پر کون ہی،

اِن تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہی کہ حلم وتحمل، عفو درگذر، رافت ورحمت کی تعلیم اور شورش وفساد، تعلی وخود بینی، منافرت وبدامنی کے جذبات کو مٹانے مین قرآن نے کسی دوسری مذہبی کتاب سے کچھ بھی کم حصہ لیا ہی،

یہان تک جو کچھ اِسلام کی تعلیمات درج کی گئین وہ براہ راست قرآن مجید کے احکام تھے،

بن ہیئے کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کا اتباع مسلمانون کی ہر جماعت و ہر فرد خواہ وہ
برائے نام ہی مسلمان ہو اپنے اوپر فرض سمجھتی ہے، مطالب بالا کی توضیح و تائید مین اب چند عبارتین بھی
درج کی جاتی ہین جن سے صاف نظر آجائے گا کہ جن بدنصیبون نے رحمت عالم کو (نعوذ باللہ) خونخواری
وسفاکی کا لباس پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اونھون نے دیانت اور راست گوئی کا کسقدر
خون کیا ہے،

حیات امام مالک

امام مالک کے سوانح، اور مدینہ کی علمی مجلسین صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین،
مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق و سیرت اور حدیث، اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس
کتاب مین نظر آئینگی، قیمت عہ

علم الکلام

مولنا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بعہد
کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی
کہ ناپید ہو گئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت ۱۲ر

بہادر خواتین اسلام

گذشتہ مسلمان خاتونون کے شجاعانہ کارنامون کا تاریخی مرقع، قیمت ۴ر

"منیجر"

معلم ثانی

ابونصر الفارابی اور اُس کا فلسفہ

از مولوی ابوالنصر سید احمد بھوپالی، مقیم قاہرہ (مصر)

نام و نسب محمد نام، ابو نصر کنیت اور الفارابی نسبت ہے، شہر فاراب کی طرف جو ترکستان مین کاشغر کے قریب واقع تھا، اوس کو بعد مین اُطرار کہنے لگے تھے[1]، الفارابی نسلاً ترکی الاصل تھا، اوسکا نسب نامہ یہ ہے، محمد بن محمد بن اوزلغ بن طرخان ہے، اس کے خاندان مین اوسکا مورث اعلیٰ "طرخان" ترکی قبائل کا سپہ سالار تھا[2]

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت مین ۲۹ھ ہجری مین حضرت عبداللہ ابن عامرؓ کو نوشیروان شاہ ایران کے خاندان کے آخری بادشاہ یزدجرد کے مقابلہ کے لیے بھیجا تو یزدجرد نے طرخان سے مدد مانگی تھی، چنانچہ اس نے اُس کو مدد دی تھی لیکن بعد مین آپس مین ناچاقی ہو جانے پر وہی یزدجرد کے قتل کا باعث ہوا[3]

سنہ پیدائش الفارابی کا سنہ پیدائش بھی مثل دیگر فلاسفہ و مشاہیر کے مورخین متحقق طور سے بتانے سے قاصر ہین البتہ اوسکی تاریخ وفات رجب ۳۳۹ھ ہجری بتاتے ہین، نیز بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے اسّی برس کی عمر پائی تھی اس لیے اس لحاظ سے اُوسکا سنہ پیدائش ۲۵۹ھ ہجری ہوتا ہے،

تربیت و تعلیم الفارابی فاراب مین پیدا ہوا، اور وہین اوسکا بچپن گذرا جب کسی قدر ہوشیار ہوا تو اپنے وطن سے باہر نکلا، ادہر اُدہر سفر کرتا رہا، یہان تک کہ اس زمانہ کے علم و تمدن کے مرکز بغداد مین پہنچا یہ زمانہ خلفائے عباسیہ مین سے خلیفہ مقتدر باللہ کا تھا، اس زمانہ مین بغداد مین ایک نہایت معمر نصرانی حکیم

---

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۸۶ مطبوعہ مصر [2] طبقات الاطبا، مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۴ [3] فتوح البلدان مطبوعہ مصر صفحہ ۳۲۳ و مختصر الدول مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۸۸،

ابو بشر متی بن یونس[1] موجود تھا، اُسے فن منطق مین یدطولی حاصل تھا سینکڑون طلبا، روزانہ اُس کے حلقہ درس مین فن منطق کی تحصیل کے لیے شریک ہوتے تھے، اور وہ منطق مین ارسطو کی کتاب کو خود پڑھتا اور پھر اوسکی شرح کا اپنے تلامذہ کو بطریق املا درس دیتا تھا، الفارابی بھی اس کے حلقہ درس مین شامل ہونے لگا، اور تھوڑے ہی عرصہ مین اپنی غیر معمولی ذہانت سے اس قدر ترقی کی کہ اُس کے ارشد تلامذہ مین شمار ہونے لگا، ابو بشر کو مغلق اور نامفہوم مطالب کی شرح و بسط اور تفہیم و توضیح مین خاص مہارت حاصل تھی، چنانچہ بعض علمار کی رائے ہے کہ الفارابی کو جو خاص ملکہ تفہیم و تشریح مین حاصل ہو وہ اُسے ابو بشر کے ہی حلقہ درس مین حاصل ہوا تھا[2]

بغداد مین کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد الفارابی حران گیا اور وہان ایک دوسرے نصرانی فیلسوف یوحنا بن حیلان[3] سے کہ جو ابراہیم المروزی کا ہم سبق رہ چکا تھا منطق کی تکمیل کی، اس کے بعد پھر بغداد واپس آیا اور وہان پہنچکر دیگر علوم و فلسفہ حاصل کرکے ان مین مہارت تامہ پیدا کی، ارسطو کی تمام تصانیف پڑھ ڈالین اور اُن پر پورا مجتہدانہ عبور حاصل کیا[4]،

اسی زمانہ مین علم النحو کے مشہور امام ابوبکر بن السراج بغداد مین موجود تھے، الفارابی ان سے علم نحو حاصل کرتا تھا اور وہ الفارابی سے علم منطق پڑھتے تھے[5]

حقیقت یہ ہو کہ ہمارے علمار و فضلائے سلف علوم کے اندر جو علو مرتبت اور فضیلت و کمال رکھتے تھے وہ دراصل نتیجہ ہوتا تھا تحصیل و طلب مین اُنکی جان توڑ کوشش، ان تھک ہمت، عزم راسخ اور ثبات و استقلال کا

[1] ابو بشر متی بن یوسف "دیر قنی" کے رہنے والون مین سے تھا اس نے مارماری کے مدرسہ مین تعلیم پائی تھی نیز اس نے قویری، زکریا یحیٰی بن عدی، ابی احمد بن کرنیب، اور یحیی المروزی سے بھی پڑھا تھا، یہ اپنے زمانہ مین فن منطق مین فرد تھا اُس نے ۳۲۸ھ ہجری مین وفات پائی اوس نے سریانی سے عربی مین تفسیر کی ہو اور کتاب انا لوطیقا کے شروع مین ایک مقدمہ بھی لکھا ہو نیز اوسکی تصانیف مین سے کتاب المقاصین الشرطیہ اور فرفوریوس کی کتاب ایساغوجی "کی شرح بھی ہین،

[2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۶، مطبوعہ مصر، [3] ابو بشر متی بن یونس کا استاذ تھا اور مرو مین ابراہیم المروزی کا ہم سبق رہ چکا تھا،

[4] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۶، مطبوعہ مصر [5] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ مصر،

تادم واپسین علم کی تحصیل و طلب مین نہ تو اونکی کوششون مین کوئی فرق آتا تھا، اور نہ اوسکی سنگلاخ گھاٹیون سے اونکی ہمت پست ہوتی تھی، نہ تو اوسکی مشکلات اُن کے عزم راسخ کو اپنی جگہ سے ہلاسکتی تھین اور نہ اُن کے ثبات و استقلال کو کھوسکتی تھین، حقیقۃً علم جیسی گرانمایہ شے کے لیے ضرورت بھی اسی کی ہے، جس طرح سے دریائے علم ناپیداکنار اور لامحدود ہو اسی طرح سے اوس کی طلب کے لیے ہمت و کوشش بھی بے پایان و لامتناہی درکار ہے،

ائمہ سلف کی اس قسم کی کوششون کے حالات سے تمام تاریخی اسفار و کتب معمور ہین، درس و تدریس کی محنت ہائے شاقہ تو ایک طرف خود ذاتی مطالعہ کتب کے شوق و شغف کا یہ حال تھا کہ کسی کتاب کے مطالب کا ادق و مغلق ہونا اُن کے لیے اور زیادہ تحریص و تشویق اور تکرار مطالعہ کا باعث ہوتا تھا، برخلاف آجکل کے کہ یہی چیز سب سے زیادہ اجتناب و احتراز اور ترک مطالعہ کا باعث ہے، مشکل سے مشکل کتاب کا وہ لوگ بکرّات و مرّات مطالعہ کرتے لیکن پھر بھی سمجھ مین نہ آنے پر اُنکی ہمتین پست نہ ہوتی تھین،

امام شافعی کے شاگرد رشید المزنی نے امام صاحب کی کتاب الرسالہ کا کم و بیش پچاس برس مطالعہ کیا مگر کبھی ایک مرتبہ مطالعہ کی ہوئی کتاب کو دوبارہ مطالعہ کرنے مین ان کے ذوق و شوق مین فرق نہین ہوا بلکہ ان کا بیان ہو کہ ہر مرتبہ کے مطالعہ سے مجھے نئے نئے فوائد حاصل ہوئے[1]،

شیخ الرئیس ابن سینا[2] جب الہیات کی جانب راغب ہوئے تو کتاب مابعد الطبیعۃ بالکل نہ سمجھ سکے لیکن باوجود نہ سمجھنے کے اُنھون نے اس کا چالیس مرتبہ مطالعہ کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب تو انھین ازبر ہوگئی، لیکن مطلب پھر بھی عقدۂ لاینحل ہی رہا، آخرکار انکی یہ محنت ضایع نہین گئی اور ایک دوسرے موقعہ پر انھین اپنے مقصد مین اسی محنت کی وجہ سے خاطرخواہ کامیابی حاصل ہوئی،

---

[1] دیکھو ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۷۱ مطبوعہ مصر مین تذکرۂ "المزنی"،

[2] ملخص از طبقات الاطبا، جلد ۲ صفحہ ۳ مطبوعہ مصر، مختصر الدول مطبوعہ بیروت صفحہ ۳۲۶

الفارابی کی قدم پیمائی کا بھی اس میدان میں یہی حال تھا چنانچہ جب ارسطو کی کتاب النفس کا وہ نسخہ کہ جو الفارابی کے زیر مطالعہ تھا دیکھا گیا تو الفارابی کے قلم سے اُس پر لکھا ہوا تھا کہ میں نے اس کتاب کو سو مرتبہ پڑھا ہے "۔ نیز ارسطو کی "کتاب السماع الطبیعی" کا مطالعہ اس نے چالیس مرتبہ کیا لیکن کبھی اوسکی ہمت نے ایک مطالعہ کی ہوئی کتاب کے دوبارہ مطالعہ کے لیے بے ذوقی کا اظہار نہین کیا چنانچہ وہ کہا کرتا تھا کہ مین نے ارسطو کی کتاب السماع الطبیعی کو چالیس مرتبہ پڑھا لیکن پھر بھی مین اُس کے مزید مطالعہ کی ضرورت کو محسوس کرتا ہون[۱]"

ظہور اسلام سے قبل چونکہ دنیا کی تقریباً تمام متمدن اور علوم و فنون مین ترقی یافتہ سلطنتین دین عیسوی کو قبول کر چکین تھین، اس لیے عیسائی پادریون کے اصرار سے مجبور ہو کر ان سلطنتون نے نصرانیت کو فساد وبے دینی سے محفوظ کرنے کے لیے علم منطق کی درس و تدریس کے لیے ایک حد مقرر کر دی تھی اور وہ "اشکال وجودیہ" کے آخر تک تھی، اس سے زیادہ پڑھنے پڑھانے کی عام طور سے قانوناً ممانعت تھی، چنانچہ مسلمانون مین بھی الفارابی کے زمانہ تک اسی حد تک علم منطق کی تحصیل و تعلیم کا عام رواج تھا، لیکن الفارابی کا بیان ہے کہ اُس نے منطق کی اس حد سے زیادہ یعنی اخیر کتاب البرہان تک کہ جس کو "مابعد الاشکال الوجودیہ" کہا جاتا تھا اور جس کی تعلیم و تحصیل کو عیسائی سلطنتون نے ممنوع قرار دیا تھا یوحنا بن حیلان سے تحصیل کی تھی چنانچہ الفارابی کے بعد سے منطق کی تعلیم کی یہ تحدید ٹوٹ گئی اور عموماً مسلمانون مین یہ رواج ہو گیا کہ اشکال وجودیہ سے آگے جس قدر جس انسان سے ہو سکتا تھا وہ پڑھتا تھا[۲]،

غرضیکہ الفارابی نے طلب علم مین علوم و تمدن کے مرکز بغداد سے لیکر سقط تک سفر کیا اور فلسفہ اور دیگر مختلف علوم و فنون مین اپنی غیر معمولی ذہانت، ہمہ گیر استعداد اور جان توڑ محنت و کوشش سے تھوڑے ہی عرصہ مین وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے تمام اعیان و اقران پر سبقت لے گیا اور معلم اول ارسطو کے بعد "معلم ثانی" کا لقب پایا،

[۱] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ مصر۔ [۲] طبقات الاطبا رجلد ۲ صفحہ ۱۳۵ مطبوعہ مصر،

الفارابی کا بغداد سے نکلنا الفارابی علوم وفنون کی تحصیل سے فراغت کے بعد عرصہ تک بغداد مین قیام پذیر رہا، وہین اس نے اپنی تالیف وتصنیف کا سلسلہ شروع کیا، قیام بغداد کے زمانہ مین اس کے علم وفضل کو پوری شہرت حاصل ہوچکی تھی، اس کے بعد وہ بغداد سے نکلا اور دمشق گیا لیکن دمشق مین بغیر کسی قیام کے وہ مصر چلا گیا، مصر مین اس نے اپنی زیر تصنیف کتاب السیاستہ المدنیہ کو تمام کیا، جیساکہ اس نے اپنی کتاب مذکور مین لکھاہے کہ اس نے اُسے بغداد مین لکھنا شروع کیا اور مصر مین ختم کیا، مصر مین کچھ عرصہ قیام کے بعد وہ پھر دمشق واپس آیا[1]

اس زمانہ کی ملکی حالت بدقسمتی سے الفارابی نے ایسا زمانہ پایا تھا کہ جس مین خلفائے عباسیہ کی حکومت زوال پذیر ہوچکی تھی، گوکہ خلیفہ المقتدر باللہ کے پہلے ہی سے سلطنت مین ضعف نمودار ہوچلا تھا، لیکن خلیفہ مذکور کے عہد مین حکومت پر پورا انحطاط وتنزل طاری ہوگیا تھا، صوبون اور ولایتون کے عمال وحکام قریب قریب خود مختار ہوگئے تھے، خلیفہ کی حکومت برائے نام رہگئی تھی، شام ومصر کے اخشیدی مالک بنے ہوئے تھے، موصل، دیار بکر اور دیار ربیعہ کی ولایتین جن کے اندر حلب ودمشق وغیرہ شہر شامل تھے، بنو حمدان کے قبضہ مین تھیں، فارس پر علی بن بویہ قریب قریب خود مختار ہوگیا تھا، خراسان سامانیون کے ہاتھ مین تھا بصرہ اور اہواز پر بریدیون کا خود مختارانہ اقتدار تھا، کرمان محمد بن الیاس کے پاس تھا، اصفہان اور جبل حسن بن بویہ کے نزدیک، مغربی ممالک اور افریقہ کی ولایتین ابوعمر الغسانی کے زیر تسلط تھین، طبرستان وجرجان دیلمیون کے ہاتھ مین اور بحرین ویمامہ وہجر ابوطاہر القرمطی کے قبضہ مین تھا،

اگرچہ ان تمام حکام وعمال نے اپنی اپنی متعلقہ ولایتون اور صوبون پر خودمختارانہ حیثیت اختیار کرلی تھی اور خلفاء کے برائے نام مطیع تھے لیکن تاہم فضل وکمال اور علوم وفنون کے جس قدر شناس اور ناشر ومبلغ خاندان کے فیوض صحبت سے وہ مستفید ہوئے تھے، ضرور تھا کہ اس کا تھوڑا بہت اثر اپنے اندر بھی

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر،

چنانچہ دارالسلام بغداد کی اس خستگی کے بعد علماء و فضلاء کی آماجگاہ اور علوم و فنون کا مرکز ان ہی عمال و حکام کی مختلف حکومتون کی قدر دانی و علم پروری تھی، آل بویہ کی حکومتین بیشمار علماء و فضلاء کا مرجع بنی ہوئی تھین، ویلمیون کی حکومت کی قدر علم اور عزت کمال کی شکرگذاری مین اب تک علماء و فضلاء کی تصانیف ترانہ سنج ہین، سامانیون، یزیدیون، اور کرمان کی حکومتون کی فضل پروری اور علم گستری پر تواریخ آج بھی شہادت دے رہی ہین، بنو حمدان کے خاندان کی قدردانی اور بذل وجود نے بڑے بڑے فصیح البیان شعراء اکابر فضلاء کو قریب و بعید سے کھینچ کر اپنے آغوش تلطف مین جمع کر لیا تھا جن کے دواوین و تصانیف انکی علم پروری کی تعریف مین اس وقت تک نغمہ پیرا ہین،

الفارابی کا سیف الدولہ کے دربار مین پہنچنا ، جب الفارابی دمشق پہنچا تو اُس وقت وہان بنو حمدان کے خاندان سے سیف الدولہ حکمران تھا جو اپنے خاندان کی حکومت کے عہد زرین کا مالک تھا، سیف الدولہ علاوہ علم و فضل کے قدردان ہونے کے بذات خود ایک بہت بڑا ادیب، ایک بلند خیال شاعر ایک فصیح البیان فاضل تھا چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے بعد کسی بادشاہ کا دربار نامور شعراء، ماہر منجمین، صاحب کمال فضلاء کا ایسا آماجگاہ نہین بنا جیسا کہ سیف الدولہ کا، اس کے دربار مین علاوہ شہرۂ آفاق عربی شاعر متنبی کے السری، الرفاء، النامی، البیغاء، اور الواوا جیسے نامور شعراء بھی جمع تھے، ابو محمد عبداللہ بن محمد الفیاض الکاتب اور ابو الحسن علی بن محمد الشمشاطی نے ان تمام شعرون کی تعداد جو شعراء نے سیف الدولہ کی مدح مین کہے ہین دس ہزار تبلائی ہے[1]، بڑے بڑے فضلاء حکماء و اطباء اس کے ابر کرم سے مستفیض ہوتے تھے، اس کے مائدۂ طعام پر کم و بیش چوبیس طبیب حاضر رہتے تھے جن مین سے کسی کے دو علمی خدمتون کے لیے دو مشاہرے مقرر تھے اور کسی کے تین علمی خدمتون کے لیے تین مشاہرے، ان ہی طبیبون مین ابو الحسین ابن کشکرایا[2] اور عیسیٰ الرقی[3] بھی تھے، عیسیٰ الرقی چار خدمتون کے لیے چار مشاہرے پاتا تھا،

[1] ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۳۶۵ و ۳۶۶ مطبوعہ مصر، [2] ابو الحسین ابن کشکرایا مشہور عالم و طبیب جو علم طب مین بہت

ایک طبابت کے لیے، دوسرا ترجمہ کے لیے، اور دیگر خدمات کے لیے[1]،

پس ان حالات کے ساتھ ناممکن تھا کہ الفارابی جیسا یکتائے زمانہ دمشق پہنچتا اور سیف الدولہ کی قدر شناسی اوس کا استقبال نہ کرتی، چنانچہ جب الفارابی دمشق پہنچا تو سیف الدولہ کی علم پروری و قدردانی نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا، بیان کیا جاتا ہے کہ جب الفارابی پہلی مرتبہ سیف الدولہ کے دربار میں کہ جو ہر علم و فن کے فضلاء کا ایک عظیم الشان مجمع ہوتا تھا داخل ہوا تو وہ جیسا کہ اوسکا ہمیشہ معمول رہا ہے ترکی لباس میں ملبوس تھا، دربار میں پہنچکر کھڑا ہو گیا، سیف الدولہ نے اس سے بیٹھنے کو کہا تو الفارابی نے جواب دیا کہ آیا میں اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھوں یا تیرے استحقاق کے مطابق، اس پر سیف الدولہ نے جواب دیا کہ تو اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھ، تب الفارابی تمام حاضرین دربار کی صفیں چیرتا ہوا مسند شاہی کی جانب بڑھا، یہانتک کہ مسند تک پہنچکر سیف الدولہ سے مزاحم ہوا اور اس کو ہٹاتے ہٹاتے بالکل مسند سے علحدہ کر دیا اور خود اس پر بیٹھ گیا، سیف الدولہ کے بہت سے خدام تھے جو اسکی پس پشت مستعد کھڑے رہتے تھے، وہ اُن سے ایک خاص زبان میں گفتگو کیا کرتا تھا جس کو سوائے اُن کے کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا، سیف الدولہ نے الفارابی کی اس گستاخی پر اپنی اس مخصوص زبان میں ان سے کہا کہ "اس شیخ نے سوء ادبی کی ہے اس لیے میں اس سے بعض اشیاء کے متعلق سوال کرتا ہوں اگر وہ اُن کا جواب نہ دے سکا تب تم اُس کو احمق بنانا" اس پر الفارابی نے فوراً اُسی زبان میں سیف الدولہ سے کہا،

(بقیہ حاشیہ) ماہر و مشاق تھا عرصہ تک سیف الدولہ کی خدمت میں رہا ہے، اس نے عضد الدولہ کے شفاخانہ میں بھی کہ جو بغداد میں اپنے نام سے بنایا تھا کام کیا ہے، ابوالحسین کثیر الکلام تھا، بحث مباحثہ سے بہت دلچسپی رکھتا تھا طب میں وہ علی سنان بن ثابت بن قرہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھا اور صاحب تصنیف تھا،

[2] عیسی الرقی المعروف بالتفلیسی علم طب کا بڑا ماہر اور طبیب حاذق تھا، سیف الدولہ کی خدمت میں عرصہ تک رہا ہے، وہ سریانی سے عربی میں کتابوں کا ترجمہ بھی کیا کرتا تھا،

[1] طبقات الاطباء، جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ مصر،

کہ " اسے امیر! صبر کر، امور اپنے عواقب سے جانے جاتے ہین" سیف الدولہ اوسکی اس گفتگو سے نہایت متعجب ہوا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی اس زبان کو جانتے ہین؟ تب الفارابی نے کہا کہ "ہان مین ستر زبانون سے زیادہ جانتا ہون" اس سے سیف الدولہ کے دل مین اوسکی عظمت قائم ہو گئی، اور پھر الفارابی دربار کے تمام حاضر علما کو مخاطب کر کے ہر علم و فن مین گفتگو کرنے لگا، اُس کا کلام ان سب کے کلام پر برابر فوقیت حاصل کرتا رہا، یہان تک کہ وہ سب خاموش ہو گیے اور یہ تنہا بولتا رہا اور ان سب نے اوسکی تقریر کو لکھنا شروع کر دیا، اس کے بعد سیف الدولہ نے حاضرین دربار کو رخصت کیا اور اس کے ساتھ تخلیہ کر کے کہا کہ "کیا آپ کچھ کھائینگے" الفارابی نے کہا "نہین" پھر اس نے دریافت کیا کہ "کچھ پئینگے" الفارابی نے کہا "نہین" پھر اس نے دریافت کیا "تو پھر کچھ سنین گے" الفارابی نے جواب دیا کہ "ہان" تب سیف الدولہ نے غلامون کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان مین سے اس فن کے ماہر حاضر ہو گیے ان غلامون مین سے ہر ایک نے اپنے باجے کو بجایا ہی تھا کہ الفارابی نے فوراً اوسکی عیب جوئی کی اور اوسکی غلطی بتلائی اس پر سیف الدولہ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی اس فن کو جانتے ہین؟ اس نے کہا ہان، اور پھر ایک خریطہ نکالکر اس مین سے ایک عود نکالا اور اس کو ترکیب دے کر بجانا شروع کیا جس سے جملہ حاضرین ہنسنے لگے پھر اس نے اس کو توڑ کر دوسری ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے جملہ حاضرین رونے لگے، پھر اس نے اس کو توڑ کر تیسری ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے تمام حاضرین حتی کہ دربان تک سو گئے اور الفارابی انھین اس حالت مین چھوڑ کر چلا[1]

اس کے بعد سے الفارابی کی بے مثل قابلیت اور خداداد ذہانت و استعداد کا سیف الدولہ کے دل مین ایسا سکہ بیٹھا کہ اس نے اوس کو آخیر عمر تک اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دیا، الفارابی نے بھی بالآخر اسی برس کی عمر مین رجب ۳۳۹ھ ہجری مین اُسی کی علم پرور آغوش مین پیام اجل کو لبیک کہا، جبتک الفارابی سیف الدولہ کی خدمت مین رہا سیف الدولہ اس کے ساتھ جیسی کہ اوسکی ہمہ گیر استعداد و قابلیت مستحق

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ مصر،

نہایت عظمت و منزلت اور عزت و احترام کے ساتھ پیش آتا رہا یہاں تک کہ جب اوس کا انتقال ہوا تو سیف الدولہ بذات خود مع اپنے پندرہ بڑے بڑے درباریوں کے اُسکی نماز جنازہ مین شریک ہوا[1]، اور وہ نواح دمشق مین بیرون باب الصغیر دفن کیا گیا[2]۔

حالت معیشت و اخلاق و عادات ۔ دنیا مین زمانہ کا بھی عجیب حال رہا ہے، اُس نے ہمیشہ نا اہلون کے ساتھ موافقت کی ہے اور اہل کے ساتھ مخالفت، غیر مستحقین کے ساتھ وہ ہمیشہ وفاداری سے پیش آیا ہے اور مستحقین کے ساتھ بے وفائی سے، رذالت و جہالت کا وہ ہمیشہ دوست رہا اور شرافت و کمال کا دشمن۔

اگر آج زمانہ کی تاریخ سے اس قسم کے شواہد و نظائر یکجا جمع کیے جائین تو معلوم ہوگا کہ ہر زمانہ مین علم و کمال کو فقر و افلاس، تہیدستی و تنگ حالی سے خاص مناسبت رہی ہے اُس کا جمال مقدس ہمیشہ جسم خاک آلودہ، بوریائے شکستہ، گلیم صد پیوند، اور فقر و فاقہ کے ساتھ جلوہ آرا ہوا ہے اور ترفہ و تمول، خوشحالی و عیش کامی اور راحت و آرام کی ہم آغوشی اُسے بہت کم نصیب ہوئی ہے،

امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جن کے علم و فضل کا زندہ و مسلمہ ثبوت "کتاب الصحیح" تا قیامت باقی رہنے والی ہے مدتون جنگل کی بوٹیان کھا کر بسر کی ہے[3]، اور اپنی اس عظیم الشان کتاب کو کہ جس کی مقبولیت و صحت نے اسے وحی الہی کے بعد کا درجہ عطا کیا، راتون کو اپنی ناداری و تہیدستی کی وجہ سے چاند کی روشنی مین لکھا ہے[4]،

امام ابو علی البلخی کو جب تنگدستی کی وجہ سے پے در پے فاقے ہونے لگے، اور بھوک نے انھین ضعیف و معذور کر دیا تو وہ نان بائی کے یہان جا کر کھانون کی خوشبو سے اپنی طبیعت بہلایا کرتے تھے[5]۔

---

[1] طبقات الحکما، جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر، [2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۷ مطبوعہ مصر، [3] مقدمہ فتح الباری مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸۰، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ امام بخاری، [5] تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد،

مشہور امام وقت و محدث ابو حاتم الرازی کی تنگ حالی کا یہ حال تھا کہ انھین ایک مرتبہ فاقون کی وجہ سے اپنے کپڑے تک بیچ ڈالنا پڑا تھا،[1]

شہرۂ آفاق امام المفسرین والمورخین علامہ ابن جریر الطبری کی ایک مرتبہ اپنی تنگدستی کی وجہ سے یہ نوبت ہوئی تھی کہ انھین اپنے کُرتے کی دونون آستینین کاٹ کر فروخت کرنا پڑی تھین،[2]

فاضل اجل شیخ الاسلام ابو العلا الہمدانی کو اتنی بھی مقدرت نہ تھی کہ وہ راتون کو اپنی تحریر و تصنیف کے لیے ایک چراغ تو جلا سکتے چنانچہ وہ راتون مین بغداد کی مسجد کے چراغ کے پاس جو بلندی پر نصب تھا کھڑے کھڑے لکھا کرتے تھے،[3]

یہ تو ہم نے بطور "مشتے نمونہ از خروارے" چند واقعات تاریخ اسلام سے بیان کیے ہین کہ جسکی تعلیم کو یورپ کے مادہ پرست "ترک دنیا" یا بالفاظ دیگر دنیوی معیشت کے عدم اہتمام کا الزام دیتے ہین، آؤ اب ایک نظر ہم یورپ کی تاریخ پر بھی ڈالین کہ خود وہان کے دنیا پرست مدعیان تمدن و ہمدردی کے فضلا و علمار کا اس لحاظ سے کیا حال رہا ہے،

انگلستان[4] کے مشہور شاعر ملٹن کو فقر و افلاس نے یہان تک مجبور کیا تھا کہ اُسے اپنی تمام عمر کی شاہکار پیراڈائز لاسٹ (Paradise Lost) کو صرف پانچ گنی مین بیچ ڈالنا پڑا،

مشہور انگریزی کاتب و شاعر جان ڈریڈن کو اپنی تنگ حالی کی وجہ سے اپنے دس ہزار شعرون کا مجموعہ صرف ۳۰۰ گنیون مین فروخت کرنا پڑا تھا، نیز ایک دوسرے انگریزی مصنف ریچارڈ سیویج نے بھوک اور فاقون سے مجبور ہو کر اپنی تمام تصنیفات صرف دس گنی مین فروخت کی تھین،

مشہور اطالوی شاعر تارکوئیو ٹاسو کی کہ جسکی جوش انگیز نظم "آزادی یروشلم" نے یورپ کے ہر خاص و عام سے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد، [2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۸۰، [3] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۲۰،

[4] یہ تمام واقعات امریکہ کے انگریزی رسالہ The Character جلد ۱ نمبر ۱۲ سے اور بعض دیگر رسائل سے ماخوذ ہین،

خراج تحسین و مقبولیت حاصل کیا تھا تہیدستی سے یہانتک نوبت پہنچی ہے کہ اُس نے ایک فرنک[1] قرض لیکر اور اس سے ایک روٹی خریدکر کامل ایک ہفتہ تک اپنی بھوک کو بہلایا ہے، نیز ایک دوسرے اطالوی شاعر ڈاس ہینو سونے صرف فاقون سے جان دی ہی،

مشہور اسپینی مصنف سروینٹس کارمائیکل نے اپنی تمام عمر فقر و فاقہ مین نہایت ذلت و نکبت کیساتھ بسر کی ہی

کارڈینل منٹی ولیس پر جو یورپ کے علمائے متاخرین مین علم و فضل اور تمول و خوشحالی دونون سے آراستہ تھا ایک وقت ایسا بھی آیا ہی کہ اُسے اپنا مکان و کتب خانہ کوڑیون کے مول فروخت کرنا پڑا ہے،

فرانس کے مشہور شاعر و کاتب ڈی ریار نے تنگدستی سے مجبور ہو کر اپنے اشعار کو فیصدی ایک فرنک کے حساب سے فروخت کیا ہی، ایک دوسرا فرانسیسی شاعر و مصنف کیمیونین اپنے شعرونکو مفلسی کی وجہ سے دربدر لیکر پھرا مگر کوئی بھی اوسکا خریدار نہ ہوا، آخرکار وہ فاقون سے ہلاک ہوگیا،

شہرہ آفاق انشا پرداز پادری و شاعر سیموئیل بٹلیس نے انتہائی فقر و ذلت مین فاقون کی وجہ سے جان دی ہی

آپنے اسلام و یورپ کی تواریخ کے لاتعداد و لاتحصی شواہد و امثال مین سے ابھی متعدد نظائر پڑھے جس سے ضرور ہے کہ آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہونگے کہ دنیا مین علم و کمال اور فقر و افلاس سے نہ صرف خاص مناسبت بلکہ موانست رہی ہے، اگرچہ آپ کو بعض نظائر اس کے خلاف بھی ملین گے لیکن بہت کم و شاذ و الشاذ کالمعدوم

اس لیے حقیقتاً علم و کمال اور تنگ حالی و افلاس دونون دنیا کے دو فرزندان توام ہین جو ایک دوسرے سے بہت کم جدا ہوئے ہین، کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہی ؎

یقصد اهل الفضل دون الوری	مصائب الدنیا و آفاتها[2]
کالطیر لا یحبس من بینها	الا التی تطرب اصواتها[3]

---

[1] ایک فرنک دس آنے کے برابر ہوتا ہی [2] دنیا کے مصائب و آفات عام مخلوق کو چھوڑ کر اہل فضل پر ہی زیادہ آیا کرتے ہین،

[3] پرندونکو دیکھو کہ ان مین سے صرف وہی پکڑے اور قید کیے جاتے ہین جنکی آوازین خوش الحانی کے ساتھ ترنم ریز ہوتی ہین،

اس لیے الفارابی جس پایہ کا فضل وکمال رکھتا تھا ناممکن تھا کہ وہ اپنی زندگی میں اس قسم کے حالات سے دوچار نہ ہوتا چنانچہ ابن ابی اصیبعہ اس کے حالات میں لکھتا ہے ۔

ان الفارابی کان فی اول امرہ ناطورا فی	الفارابی ابتدا میں دمشق کے ایک باغ میں باغبان تھا لیکن
بستان بدمشق وھو علی ذالک دائم الاشتغال	اس حال میں بھی وہ حکمت میں غور وخوض کرنے اور متقدمین
بالحکمۃ والنظر فیھا والتطلع الی آراء المتقدمین	کی آراء معلوم کرنے اور ان کے معانی کی تشریح کرنے میں
و شرح معانیھا و کان ضعیف الحال	ہمیشہ مشغول رہا کرتا تھا تیز وہ نہایت تنگ حال تھا یہاں تک
حتی انہ کان فی اللیل یسھر للمطالعۃ	کہ جب وہ رات کو مطالعہ اور تصنیف کے لیے جاگا کرتا تو پاسبان
والتصنیف ویستضیء بالقندیل الذی للحارس	کے چراغ کی روشنی سے کام لیا کرتا تھا اور اسکا یہ حال عرصہ
وبقی کذالک مدۃ[1]	تک رہا ہے ۔

الفارابی نہایت زاہد، ذکی النفس، اور سلیم الطبع تھا، وہ دنیا سے مجتنب رہا کرتا تھا اور دنیوی امور کی جانب بہت کم متوجہ ہوتا تھا، دنیا سے وہ صرف اس قدر تعلق ضرور رکھتا تھا کہ جس سے وہ اپنے مایحتاج سے مستغنی ہو سکے فلاسفۂ متقدمین کی طرح زندگی بسر کرتا تھا. قانع اس قدر تھا کہ سیف الدولہ جو کچھ اُسے دیا کرتا وہ اُس کو قبول نہیں کرتا بلکہ رفع ضروریات کے لیے اس میں سے صرف چار نقرئی درہم یومیہ پر اکتفا کیا کرتا تھا، اس نے کبھی اپنی ہیئت ومنزلت کی جانب توجہ نہیں کی اور نہ کسب معاش کی فکر کی، وہ تنہائی پسند تھا لوگوں میں بہت کم بیٹھتا اٹھتا تھا، اس لیے بقول ابن خلکان وہ دمشق میں زیادہ تر دریا کے کنارے یا کسی باغ کے گوشہ میں تصنیف وتالیف میں مشغول رہتا تھا. فلسفہ کا بہت دلدادہ تھا ہمیشہ اُس میں مستغرق رہا کرتا تھا[2]، غذا میں بکری کے بچے کے دل کے آب جوش اور شراب ریحانی کا بہت شایق تھا[3]،

یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب ہم ائمہ سلف، اور ارباب کمال کے سوانح وحالات کا مطالعہ کرتے ہیں

[1] طبقات الاطباء جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر [2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۰ مطبوعہ مصر [3] طبقات الاطباء جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر [4] ایضاً

توان مین سے اکثر کے حالات مین ہم ایک نہ ایک واقعہ کو ایسا محرک حصول کمال ضرور پاتے ہین جس نے حیرت انگیز طریقہ سے اونکی طبائع عزم وہمت پر وہی کام کیا ہے جو آتش گیر مادہ کے لیے ایک دیاسلائی کیا کرتی ہے اور ایک لمحہ کے اندر اُن کے عزم وارادے، ہمت وطبیعت اور عادات واطوار مین انقلاب پیدا کر کے انہین محنت ومشقت، اور سعی وکوشش کے میدان مین ثبات واستقلال کے ساتھ مصروف پیکار کر دیا ہے، جس کے بعد وہ آسمان کمال پر آفتاب بنکر چمکے ہین،

امام غزالی پر حصول کمال کی جد وجہد کے لیے ایک قزاق کے طعنہ ہی نے کام کیا تھا، فن نحو کے یادگار عالم ائمہ کسائی اور سیبویہ پر علم النحو مین درجۂ امامت حاصل کرنے کے لیے بھری مجلسون مین اونکی نحوی غلطیون پر نکتہ چینی کیجانے کی خفت ہی نے اثر کیا تھا، اشبیلیہ کے مشہور طبیب ابو بکر کو فن طب مین کمال حاصل کرنے کے لیے اُن کے کثرت کے ساتھ شطرنج کھیلنے کے وجہ سے "شطرنجی" کے ذلیل لقب ہی نے آمادہ کیا تھا،

الفارابی کے تحصیل علوم فلسفہ کا باعث ومحرک بھی ایک شخص کا ارسطو کی کتاب کے ایک جملہ کا مفہوم کہ جس کو وہ نہین جانتا تھا دریافت کرنا ہی تھا[1]،

(باقی)

[1] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر

عربی زبان کا فلسفۂ لغت

از مولوی ابو الجلال صاحب ندوی

عربی کے متعلق اکثر مسلمانون کا خیال ہو کہ یہ آسمانی اور الہامی زبان ہو، اور جنت مین سب عربی ہی بولینگے، یہ خیال صحیح ہو یا غلط، لیکن واقعہ یہ ہو کہ صرف عربی ہی ایک زبان ہو جو انسان کی فطری زبان کہی جاسکتی ہے،

دنیا مین صدہا زبانین بولی جاتی ہین، ان زبانون کو ہم مختلف گروہون مین تقسیم کرسکتے ہین، ایک گروہ کی زبانون کا اجمالی نام "انڈویوروپین" ہو، ان زبانون مین سب سے قدیم تر زبان سنسکرت ہو، دوسرے گروہ کی زبانون کا نام "السنۂ سامیہ" فرض کیا جاتا ہو، السنۂ سامیہ مین سب سے قدیم تر زبان سریانی ہو، مگر وہ سریانی نہین جو آج سے چند ہزار سال قبل بولی جاتی تھی، بلکہ وہ سریانی جسے نوح، یا سامی قبائل کے آبائے اوّلین بولتے تھے، متعارف سریانی سے زیادہ تقاضائے فطرت کے مطابق عربی زبان ہو،

عربی، وہ عربی جس مین قرآن مجید اترا ہو، قدیم عربی نہین، قرآن تو عربی مبین "مین اترا ہو، عربی مبین قبیلۂ قریش کی زبان کا نام ہو، یہ زبان، قبائل مضر کی فصیح ترین زبانون کے چیدہ الفاظ اور ترکیبون کا مجموعہ ہے، چونکہ یہ زبان تمام قبائل عرب کی سمجھ مین بوضاحت آتی تھی، اس کا نام "مبین" تھا، ہم جس عربی سے واقف ہین وہ مضر کے سات قبائل کی زبانون سے منقول ہو، یہ قبائل ہمیشہ خانہ بدوش اور غیر شہری رہے، شہریت کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ قومون کی دماغی حالت روز بروز ترقی پذیر ہوتی رہتی ہو، معلومات، احساسات، ضروریات اور اغراض مین روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے، شہریت کے باعث الفاظ مین تراش خراش پیدا ہوتی ہو، لیکن بداوت کا طبعی اقتضا یہ ہو کہ اقوام کی دماغی حالت ساکن ہوتی ہو، ضروریات اور معلومات محدود ہوتی ہین، بہت زیادہ تراش خراش کی

ضرورت نہین پڑتی، نہ دوسری اقوام کی زبانون کا اثر قبول کرنے کی حاجت ہوتی ہو، اِس بنا پر بدویون کی زبانین بہت کم تغیر پذیر ہوتی ہین، اور جلد جلد اپنی نوعیت نہین بدلتی رہتین، اِس قاعدہ کے مطابق قبائل مضر کی زبانین اپنی اصل سے بہت زیادہ مشابہ ہونگی،

عربی مبین، جن قبائل کی زبانون سے ماخوذ ہی، وہ باہم بہت مشابہ تھین، صرف چند محاورات اور لہجون یا صیغون کا فرق ہوتا تھا، یہ قبائل اسماعیلی تھے، ان کی زبانین، قدیم قحطانی عربی (جس کی ایک شاخ حمیری ہے) اور عبرانی کے الفاظ اور ترکیبون کا مجموعہ تھی، اِس زبان مین قدیم عربی کے الفاظ اور ترکیبون کو ہمیشہ عبری سے آئی ہوئی ترکیبون اور لفظون پر غلبہ رہا، چونکہ جیسا کہ ہم آگے بتائین گے قحطانی اور عبرانی زبانین ایک ہی نسل کی بولیان تھین، یہ دونون باہم بہت مشابہ تھین، اسلیئے اسماعیلی عربون نے عربی مین جن الفاظ اور ترکیبون کا اضافہ کیا، اون مین سے اکثر عربی الفاظ کے ساتھ اس طرح مخلوط ہوگئین کہ اب قحطانی لفظ اور اسماعیلی لفظ مین تمیز کرنا دشوار ہے،

خالص قحطانی زبانون مین سے صرف حمیری زبان کا حال معلوم ہے، عرب کے علماء لغت کی روایتین ظاہر کرتی ہین کہ حمیری زبان مین اعراب نہ تھا، فاعل، مفعول، ظرف وغیرہ کی حالتون کو ظاہر کرنے کے لیے لفظون کی تقدیم وتاخیر سے کام لیا جاتا تھا، مگر اسماعیلی زبانین خاصکر اہل مضر کی زبانین، اعراب اور تقدیم و تاخیر دونون حالتون کی حامل تھین، مضر نے فاعل، مفعول، ظرف وغیرہ کی حالتون کو ظاہر کرنے کے لیئے اعراب کو خاص کرلیا، اور تقدیم وتاخیر کے قواعد کو، تاکید، حصر، اور یقین وغیرہ کیفیات کے اظہار کے لیئے مخصوص کیا، اِس سے معلوم ہوا کہ قدیم عربی مین بھی اعراب نہ تھا، اعراب کا استعمال اہل عرب کو اسماعیلی نسل کے مستعرب عربون نے سکھایا،

قحطانی زبانین بھی خالص عربی نہ تھین، یہ زبانین تو اعراب بائدہ کی قدیم عربی اور قحطانیون کے ساتھ آئی ہوئی سریانی سے مرکب تھین خالص عربی تو طسم، جدیس اور عمالقہ وغیرہ تباہ شدہ قبائل کی عربی تھی،

اعراب بائدہ کی قدیم زبان جس کو ہم تغلیباً جرہمی عربی کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں، اس سریانی سے زیادہ خالص تھی، جسے قحطانی عرب اپنے ساتھ لائے تھے، واقعہ یہ ہے کہ عربی یعنی جرہمی عربی، اور سریانی دونون زبانین کسی ایک زبان کی شاخ ہین، جس کو قوم نوح بولتی تھی، قوم نوح کا وطن سرزمین اشوریہ (اسیریا یعنی عراق کے قرب وجوار) مین تسلیم کیا جاتا ہے، وطن کی نسبت سے نوح کی زبان کا نام بھی سریانی تھا، اس سریانی زبان کی دو شاخین ہوگئین، (۱) عربی، (۲) سوریہ، مین بسنے والون کی زبان اس دوسری زبان کا نام بھی سریانی ہے، مگر عہد نوح کی سریانی، بعد کی سریانی سے بہت الگ تھی، ابتدائے عہد کی سریانی کے ساتھ جرہمی عربی کو بعد والی سریانی کی نسبت زیادہ مشابہت ہوگی، کیونکہ سریانی قبائل مین بہت جلد جلد تمدنی ترقیان نمودار ہوئین، ان تمدنی ترقیون کے باعث اون کی زبانین روز بروز تقاضائے فطرت کی مطابقت کو چھوڑتی گئین، عرب مین بھی کچھ نہ کچھ تمدن نمودار ہوا، مگر عربی تمدن کا اثر صرف ساحلی علاقون پر پڑا، اہل عرب کی اصلی زبان ہمیشہ بادیہ نشینون کے لغت کو قرار دیا گیا سریانی قبائل کو اپنی زبانون کا یہ نقص معلوم تھا، اسلئے وہ اعراب بائدہ کی زبانون کو اصلی سریانی کا مکمل جزء ہونے کے باعث آسمانی زبان تسلیم کرتے تھے،

بہرحال ہماری "عربی مبین" (۱) قدیم عربی (۲) عہد قحطان کی سریانی (۳) عہد اسماعیل کے عبری الفاظ اور ترکیبون سے مرکب ہے، چونکہ یہ تینون زبانین ایک اصل کی شاخین اور ایک مان کی بیٹیان ہین، لہذا ان کے میل سے جو زبان پیدا ہوئی وہ پھر بھی قدیم سریانی سے بہت مشابہ رہی،

عربی الفاظ دو قسم کے ہین (۱) عربی (۲) معرّب، معرّب الفاظ مین عبری الفاظ بھی داخل ہین، مگر عہد اسماعیل کی عبری اور عہد قحطان کی سریانی زبانون کے الفاظ، قدیم عربی کی شکل مین اس طرح رل مل گئے ہین کہ اونکو معرب فرض کرنا غلطی ہے،

عربی زبان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ دیگر سامی زبانون مین جو مادے مستعمل ہین وہ سب عربی زبان مین موجود ہین، لیکن عربی زبان کے لفظ کی کوئی نہ کوئی شکل اپنی شکل اور صورت جیسے دیگر سامی لفظون کی معلوم ہوتی ہے

گریہ ضرور نہین کہ عبری، سُریانی، اور آرامی وغیرہ زبانون مین عربی کے تمام مادے مستعمل ہون"۔ مولانا عنایت رسول چریا کوٹی رحمہ اللہ سامی نسل کی مختلف زبانون کے ماہر تھے، مندرجۂ بالا الفاظ مین ہم نے جو کچھ کہا ہو وہ انھین کے خیالات ہین،

بہر حال "عربی مبین" باوجودیکہ نہ تو اُم الالسنہ ہو، نہ دنیا کی قدیم ترین زبان، لیکن دنیا کی زبانون مین سب سے زیادہ فطرت کے مطابق ہو، اولین السنہ کے متعلق ہم جن خصائص کو بدلائل فرض کر سکتے ہین سب کے آثار عربی زبان مین موجود ہین، زبان کے اولین خصائص کے علاوہ، عربی زبان مین جو دوسری خاصیتین ہین وہ فطری خصائص سے قریب تر ہین، عربی زبان کے الفاظ اپنے معانی پر محض فرض واصطلاح اور بخت واتفاق سے دلالت نہین کرتے، بلکہ ہر لفظ اپنے معنے کو چند خاص نوامیس قدرت کے مطابق ظاہر کرتا ہے، الفاظ اور معانی مین ربط پیدا ہونے کی وجہین عربی علم الاشتقاق کے اصول پر غامض نظر ڈالنے کے بعد اسقدر واضح ہوسکتی ہین کہ ہم غیر زبانون کے الفاظ کو بھی عقلی طور پر سمجھ لینے کی قوت اور ملکہ پیدا کر سکتے ہین،

(۲)

الفاظ اپنے اندر تین قسم کے معانی رکھتے ہین (۱) نفسی کیفیات (۲) حسی امور، (۳) ذہنی اور اختراعی معلومات، تیسری قسم کے معانی پر دلالت کرنے والے الفاظ ہر زبان مین عموماً اور عربی مین خصوصاً ایسے الفاظ سے معدول ہین جن کو کسی حسی شے، یا نفسی ادراک پر دلالت کرنا چاہیئے، اس کی وجہ یہ ہو کہ انسان کے قوائے ادراک اور اسباب تجربہ نے بتدریج ترقی پائی ہو، اسلئے اس کے ذہنی معلومات، حسی معلومات سے مؤخر ہین، انسان کی ضرورتین سب سے پہلے حسی چیزون سے وابستہ ہوئین، اس لئے سب سے پہلے اس نے حسی چیزون کے نام وضع کیئے، اختراعی، انتزاعی، اور معلومات کی تحلیل اور ترکیب سے انسان کے ذہن نے جن نئے مفاہیم کو اخذ کیا وہ مختلف مناسبتون کے ماتحت نفسی کیفیتون اور حسی اشیاء پر دلالت کرنے والے الفاظ سے ادا کئے جانے لگے چنانچہ خیالؔ، ظلمؔ، قامؔ (درس) اصابؔ وغیرہ الفاظ پر غور کرو، خیال کی اصل

خیالہ (نگرانی) ہی، چونکہ شے کی نگرانی کے لیے شے کا خیال ضروری ہی اسلیئے خیالہ سے خیال بنا، خود خیالہ بھی کوئی حسی مفہوم نہین ہی، خیالہ کا اصلی ترجمہ گھوڑ دن کی رکھوالی ہی، جس طرح ابل سے ابالہ بنا اسی طرح خیل سے خیالہ بنا، خیل اگرچہ حسی چیز کا نام ہے مگر یہ بھی اصلی لفظ نہین ہی، اشیاء کے نام عموماً وصفی نام ہوتے ہین، جن مین سے وصفیت فنا ہوجاتی ہی، خیل کی اصل "خال" ہے، خال ایک خاص قسم کی چال کا نام ہے، یہی لفظ اصل ہی کیونکہ عربی علم الاشتقاق کی رو سے حرف حلقی اور حرف مکرر (ر۔ ل) کا وہ مجموعہ جس مین کوئی حرف تشدید ہو "حرکت" ظاہر کرتا ہی، علم کی ابتدا عَلَم اور عَلامۃ (نشان) کے ادراک سے ہوئی، دنیا کی قومین عموماً اور اہل عرب خصوصاً ایک لفظ کو بولکر اس کے سبب یا نتیجہ کو مراد لیتے ہین علم "عَلَم" کے پیش نظر ہونے کا نتیجہ ہے، عوم (تیرنا) میع (سیال ہونا) غمایہ (گھٹا ٹوپ ابر) وغیرہ الفاظ بتاتے ہین کہ (ع حرف علت اور میم) کا مجموعہ پانی سے تعلق رکھتا ہی، عام کا اصلی مفہوم بارش رہا ہوگا، جس طرح ماہ، ماس اور month کا مفہوم دنیا نے ماہ، moon اور چاند سے اخذ کیا ہی اسی طرح برس، برشش برشاکال، برشگال، گرگ باران دیدہ وغیرہ الفاظ صاف بتاتے ہین کہ سال کا مفہوم بارش نے پیدا کیا اور ادراک (معلوم کرنا) اصل مین درک (پانا) تھا،

بعض نفسی کیفیات بھی حسی امور پر دلالت کرنے والے لفظون سے ادا کی جاتی ہین یقین۔ وثوق یا عدم تشکیک ایک نفسی کیفیت کا نام ہی، اس مفہوم کو ادا کرنے والے الفاظ عموماً (قطع) کے مفہوم سے ماخوذ ہین، مثلاً (قد فعل۔ فعلتہ البتہ۔ اذ فعل (اذ۔ اذا، ظرف و شرط ہین اور یقین ظاہر کرتے ہین) فعلتہ قط فعلہ قطعا، تحتم الامر) مین قد۔ البتہ۔ اذ۔ قط۔ قطعا۔ اور تحتم پر غور کرو اور اس کے بعد قد (چیرنا) بت (پھاڑنا) اذ (کاٹنا) قط (کاٹنا) قطع۔ حتم۔ (توڑنا) وغیرہ الفاظ کے ساتھ ملاؤ تو حقیقت بے پردہ ہوجائیگی،

تمام حسی معانی بھی اصلی اور غیر منقول الفاظ مین مخفی نہین ہوتے، حسی معانی کی پانچ قسمین ہین (۱) مسموع یعنی آوازین (۲) مرئی جیسے، لمبائی، چوڑائی، موٹائی، رنگ، حرکت نفس۔ فاصلہ وغیرہ (۳) مشموم

جیسے بدبو، خوشبو۔ سونگھنا یا سونگھنے کی چیزین (۴)، لموس۔ جیسے لمس، چکنا۔ کھردرا وغیرہ معانی جن کا تعلق مساس سے ہو (۵) مذوق یعنے زبان سے محسوس کی جانے والی چیزین اور کیفیتین،

اِن پانچون قسم کے معلومات کے لیے اصلی اور حقیقی الفاظ ناممکن ہین، کیونکہ اصلی الفاظ تو وہی ہوسکتے جو آوازون کی نقل یا بعض نفسی تاثرات کا نام ہون،

پیدائش السنہ کی صورت مین اختلاف ہی، اشاعرہ کہتے ہین کہ لفظ و معنے کا ربط انسان کو ابتداءً وحی و توقیف کے ذریعہ سے معلوم ہوا، معتزلہ کہتے ہین کہ آوازین پیدا کرنا تو انسان کو فطرۃً آیا، اسی طرح ادراک معانی کے قوے ہم مین فطری طور پر موجود ہین، معانی اور اصوات مین ربط انسان نے فرض و تسلیم اور وضع و اصطلاح کے طور پر قایم کیا، عباد بن سلیمان اور اوس کے مسلک مین شریک معتزلہ کے نزدیک معانی اور الفاظ مین ایک فطری مناسبت ہوتی ہی، یہی مناسبت لفظ و معنے مین ربط قایم ہونے کی علت ہو ابن جنی کی رائے ہی، کہ دنیا بھر کی زبانون کے اصلی کلمات سنی ہوئی آوازون سے منقول ہین،

معتزلہ کا خیال تو بالکل ناقابل تسلیم ہے، کیونکہ وضع و اصطلاح کے لئے ضروری ہو کہ پہلے سے تخاطب اور تفاہم کے لئے کوئی زبان ہو، جس زمانہ مین کوئی زبان نہ تھی انسان نے تواضع کے لئے کس طرح ایک دوسرے کو مخاطب کیا؟ اشاعرہ کا مقدس عقیدہ بھی خلاف قیاس ہی کیونکہ زبان کو وحی و الہام پر تقدم حاصل ہی جیسا کہ "ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ" مین اشارہ ہی،

دیلمی نے مسند فردوس مین روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت مجھے آب و گل کی حالت مین دکھائی گئی، اور آدم کی طرح اوس کو بھی تمام اسمار کی تعلیم دی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے الہام طبعی کے ذریعہ انسان کو بولنا سکھایا، یعنی ہمارے جبلی خصائص اور فطری قوی مین سے بعض ایسے ہین جن کے ماتحت ہم کو فطرۃً بولنا آیا اور جن نوامیس فطرت کے ماتحت ہم اپنی زبانین سیکھتے ہین اونھین کے ماتحت دنیا کی پہلی آبادی نے بھی بولنا شروع کیا،

ہماری زبانون مین دو قسم کے الفاظ ہین (۱) بعض الفاظ ہماری ان طبعی اور اضطراری آوازون کی نقل معلوم ہوتے ہین جو کسی اچانک نفسی احساس کے نتیجہ کے طور پر خود بخود پیدا ہو جاتی ہے، پھیپھڑے سے ایک تنفس نکلتا ہے اور فضائے صدر سے لیکر لبون تک ٹکراتا ہوا فضائے قریب مین مل جاتا ہے، اس ٹکرانے سے بسیط یا مرکب کسی قسم کی آواز پیدا ہو جاتی ہے، (۲) بعض الفاظ وہ ہین جنمین مندرجۂ بالا خصوصیت نہین پائی جاتی ہے یہ الفاظ سنی ہوئی آوازون سے منقول معلوم ہوتے ہین، ایک بچہ کی نظرت پر غور کرو، اوسکی آوازین دو ہی قسم کی ہوتی ہین، (۱) اضطراری (۲) اختیاری، اختیاری آوازین عموماً ماں باپ، بھائی بند اعزا و اقربا سے سنے ہوئے الفاظ، یا دنیا کی کسی شے سے سنی جانے والی آوازون کی نقلین ہوتی ہین، بچون مین نقل و محاکات کی خواہش بہت ہوتی ہے، وہ بے وجہ بھی بعض چیزون کی آوازین دُہرانے لگتے ہین،

اس بنا پر ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ،

اولین السنہ کے ابتدائی الفاظ دو قسم کے تھے (۱) اصلی یعنی، انسان کے منھ سے خود بخود پیدا ہو جانے والی آوازون کی ارادی شکلین (۲) محکی یعنی سنی ہوئی آوازون سے منقول الفاظ،

اس بنا پر لفظ کا اصلی مفہوم بعض نفسی تاثرات، سنی ہوئی آوازین، اور لفظ کے مشابہ اصوات کی پیدائش کے اسباب نتائج لوازم اور متعلقات ہی ہو سکتے ہین، لفظ کے جو معانی مندرجۂ بالا پانچ قسمون سے الگ ہون وہ بھی حقیقتاً، واسطہ در واسطہ انھین پانچ قسم کے معانی کا سبب، نتیجہ، لازم، ملزوم یا متعلقات اور اشباہ ہوتے ہین، چونکہ ہر جسی مفہوم پر لفظ حسی آوازون کے اسباب و نتائج اور اشباہ و لوازم ہونے کا اطلاق ضروری نہین اسلئے ہر حسی مفہوم پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی اصلی نہین، ان مین سے اکثر مستعار اور منقول ہین،

عربی زبان کے الفاظ اور اون کے معانی کا ربط تلاش کرنے کی غرض سے لغت پر غور کرو، تو چند مہینون کے غور و فکر کے بعد تم خود بتا سکو گے، الفاظ کے حسی موارد جو زبان کے دیگر الفاظ کی بنیاد، یا ابتدائی مدار قرار

پا سکتے صرف چند ہین،

(۱) آوازین (۲) شکست و انقطاع (۳) فاصلہ (۴) حرکت (۵) اقتباس (۶) بو، اور ناک سے تعلق رکھنے والے مفاہیم (۷) ہوا زی اور امتداد، (۸) زبان سے تعلق امور جیسے چکھنا، چاٹنا، مزہ وغیرہ (۹) خفت (۱۰) ثقل (۱۱) حسن وقبح یا پسندیدگی وناپسندیدگی وغیرہ وہ امور جن کا تعلق اندرونی احساس سے ہے، ان معانی کے علاوہ جس قدر مفاہیم ممکن ہین، وہ آہستہ آہستہ اور بتدریج انھین مفاہیم سے اخذ کئے گئے، اس دعوی کے اثبات کے لیے مختصر دلیلین کافی نہین، زبان کے مکمل اور پے درپے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے،

یہ عجیب بات ہے کہ جس طرح الفاظ کے معانی کی صرف (۱۱) بنیادین فرض کی گئین اسی طرح الفاظ کے صوتی اختلافات کو مدنظر رکھتے ہوئے الفاظ کی بھی صرف ۱۱ قسمین قرار دی جا سکتی ہین،

کیونکہ عربی زبان کے الفاظ کی ۴ قسمین ہین (۱) ایک حرفی (۲) دو حرفی (۳) سہ حرفی (۴) زائد از سہ حروف چوتھی قسم کے الفاظ دو قسم کے ہین، بعض تو وہ ہین جو سہ حرفی لفظون مین چند حروف کے اضافہ، یا کسی حرف کی تضعیف سے پیدا ہوئے، جیسے قاتل، مقتول وغیرہ، بعض وہ ہین جو دو ثلاثی کے باہم ملکر ایک ہوجانے سے پیدا ہوئے ہین، اس قسم کے الفاظ کو منحوت کہتے ہین، رباعی اور خماسی الفاظ عموماً منحوت ہین، لغت عرب کے چوحرفی اور پنج حرفی الفاظ پر غور کرو تو ان مین سے ۸۰ فیصدی کو بشرطیکہ غیر زبان سے منقول نہون، دو ثلاثیون مین تحلیل کرنا آسان ہے، جیسے، قدق (دق دق)، عصفور (عصے و فر) قصطل (قص و قطل) بحثر (بحث و ثور) بہت زیادہ تمثیلون سے مضمون ثقیل ہوجائیگا، اس لئے ہم انھین چند مثالون پر اکتفا کرتے ہوئے بے تامل اس فیصلہ کو ظاہر کر دینا چاہتے ہین کہ تین حرف سے زیادہ والے الفاظ فرع ہین، اصل نہین،

سہ حرفی لفظون کو عربی زبان کی بنیادی اصلین قرار دیا جاتا ہے، مگر عربی زبان پر غور کرو تو اس کی صدہا مثالین ملین گی، مضاعف، اجوف، معتل، اور دو سہ حرفی الفاظ جو لام کلمہ کو ساقط کر دینے کے بعد

مضاعف کی آواز کے مشابہ ہون ذرا ورلسے فرقون کے ساتھ تقریباً یکسان معنی ظاہر کرتے ہین، مثلاً غط اغوطہ دینا) غوط (ڈوبنا). قفقی (ڈھانپ لینا، ڈوبا لینا) غطم (ڈوبانا) وغیرہ. یا مثلاً مس (چھونا) مسح (چھونا) مست (ملنا) موث (پانی مین کسی چیز کو ملنا) قط. قطع. قطف. قطم سب کاٹنا ظاہر کرتا ہین قفق، قصل. قصم. قصب. سب تقریباً ہم معنی ہین:۔ اس قسم کی بہتیری مثالین ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ثلاثی الفاظ بھی اصل مین دو حرفی آوازون سے پیدا ہوئے ہین:۔ یک حرفی الفاظ کے متعلق بھی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ دو حرفی لفظون کا مخفف ہین،

انسان سب سے پہلے دو حرفی آوازین پیدا کرسکتا ہے، اور سب سے پہلے انسان کو چیزون کی طلب ظاہر کرنی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے، کہ دنیا کی قدیم زبانون مین طلب کے صیغے یعنی امر کے الفاظ دو حرفی ہوتے ہین، یہی دو حرفی امر و گویا ہم آواز لفظون کی اصل تسلیم کیے جاتے ہین، عربی مین اجوف کا امر ہمیشہ دو حرفی ہوتا ہے گو اہل صرف کے مذہب بموجب اس قسم کے امر سہ حرفی لفظ کا مخفف ہوتے ہین مگر واقعہ یہ ہے، کہ تمام ہم آواز لفظون کی اصل یہی دو حرفی امر ہین:۔ دو حرفی لفظون کے ادا کرنے مین، سادہ اور غیر ترقی یافتہ افراد انسان اور بچون کے زبان پر الفاظ کی شکل مختلف صورتون مین کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے،

بعض وقت وہ حروف کی حرکتون کو طویل کر دیتے ہین، مقصور حرکتین، اس وقت سے وجود مین آئین جب سے انسان مین تراش خراش پیدا ہوئی، چونکہ حرکت اصل مین اس روانی کا نام ہے جو حال صوت تنفس کا ایک لازمی وصف ہے اس لیے تقاضائے فطرت کے مطابق تو صرف ممدود حرکتین ہین، بہرحال پہلے حرف کی حرکت ممدود ہو کر اسی دو حرفی امر کو سہ حرفی اجوف اور دوسرے حرف کی حرکت کھینچکر اس کو سہ حرفی ناقص بنا دیتی ہے، اگر دوسرے حرف کے مخرج پر احتباس تنفس ذرا طویل ہو جائے تو وہی دو حرفی لفظ سہ حرفی مضاعف ہو جاتا ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو حرفی لفظ ادا کرنا چاہتے ہین مگر اونکی آواز غیر اختیاری طور پر کسی تیسرے حرف پر رک جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ عربی زبان مین ثلاثی سے کلام کم

ادما جوف و ناقص کے حرف علت کو نظر انداز کرنے کے بعد، الفاظ باہم ہم آواز نظر آئین تو ہمین ان کے معانی
مین کچھ خاص قیود معنوی کی کمی اور بیشی کے ساتھ معنوی اتحاد ہوتا ہے :-

مختصر یہ کہ الفاظ کی ابتدائی اصل دو حرفی آوازین ہین، جو کسی چیز سے سنائی دینی والی آوازون یا انسان
کی بعض غیر اضطراری آوازون کی پے بہ پے نقل سے معرض وجود مین آئی تھین، ان آوازون کو ہم چند قسمون
مین تقسیم کر سکتے ہین (۱) اہم مخرج حرفون کا مجموعہ (۲) باہم متشابہ حروف سے بنا ہوا لفظ۔ (۳) دو متباین
جنس کے حروف سے بنا ہوا لفظ، چونکہ حروف کی پانچ قسمین ہین، حلقی، حنکی (تالو کے حروف) انفی (ناک)
سنی (دندانی) شفوی (لب کے حروف) اس لیے تیسری قسم کے الفاظ کی دس قسمین ہوئین اس طور پر، الفاظ
کی ابتدائی اصلین ۱۲ ہوئین :-

خلاصہ یہ کہ ہماری زبانون کی ابتدا صرف ۱۱ قسم کے معانی اور ۱۲ قسم کے الفاظ سے ہوئی ہے، اور انھین
۱۲ قسم کے الفاظ سے صدہا زبانین پیدا ہوئین ،

(۳)

دنیا کی اولین زبان سے مختلف زبانین انھین قوانین فطرت، اور نوامیس الٰہیہ کے ماتحت پیدا ہوئین جنکی
وجہ سے اب بھی ہماری زبانون کے الفاظ اپنے معانی اور شکلون کو تبدیل کرتے رہتے ہین ،

دنیا بھر کی زبانون کے بسیط حروف کو اپنے دماغ مین حاضر کرو تو تم سب کو پانچ جنسون مین تقسیم کر سکتے
ہو :- ان پانچ جنسون مین سے ہر جنس کے تمام حروف اصلی نہین، اکثر حروف تو ایسے ہونگے جنکو صرف
لہجون کے اختلاف نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا ورنہ حقیقت اونکی ایک ہے، اصلی حروف وہ ہین
جو دنیا بھر کی زبانون مین ادا کیے جا سکتے ہون، اس قسم کے حروف صرف ۱۸ ہین ،

ہمزہ، ب، م، ک، ج، ر، ل، ن، س، د، ی، الف، ذیا (ڈ)، ت، (یا ٹ)

ان ۱۸ حرفون کے علاوہ جتنے حروف ہین وہ فرع ہین، اصل نہین :- ان ۱۸ حرفون کو باہم ضرب

تو ۱۹۶ الفاظ پیدا ہون گے، دیلمی نے مسند فردوس مین عطیہ بن بشر سے مرفوع روایت کی ہے خدا نے حضرت آدم کو ہزار اسمائی تعلیم دی تھی، یہ روایت مذہبی حیثیت سے غالباً واجب التسلیم نہین مگر قرین قیاس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے، اس مین تو کسی عقلمند کو شبہہ نہین ہو سکتا کہ دنیا کی اولین زبان کے الفاظ محدود تھے ہزار کی تعیین کے لیے کوئی عقلی دلیل نہین لیکن اگر ابتدائی زمانہ مین واقعی طور پر انسان انھین چودہ حرفون کو ادا کر سکتا تھا تو اولین زبان کے الفاظ کی تعداد ہزار سے زیادہ بھی نہین ہو سکتی، اس لیے چودہ حرفون سے صرف ۱۹۶ ثنائی بن سکتے ہین، فرض کرو، بالکل ابتدائی عہد مین، ناقص، اجوف اور مضاعف ایک دوسرے سے مثال حالت مین پیدا ہو گیے تو ثنائی کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۴۸۰ فرض کیجا سکتی:-

باوجود اس کے کہ ایک طرف ہماری روائتین ہم کو اس امر کے باور کرنے پر مجبور کرتی ہین کہ آدم کی زبان چند سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ نہ تھی، پھر بھی بعض مفسرون نے لکھا ہے کہ آدم کو ہر زبان مین اسما، کی تعلیم دی گئی ان کے بیٹے تمام زبانین بولتے تھے جب وہ دور دراز ممالک مین متفرق ہو گیے تو ہر ایک نے ایک زبان کو خاص کر لیا،

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدار مین انسان کی زبان کوئی مستقل نوعیت نہ رکھتی تھی نہ تو الفاظ کے اوزان، صیغے اور تشکلین کوئی خاص آواز کی مالک بنی تھین اور نہ الفاظ اور معانی کے ربط مین کوئی استقلال پیدا ہوا تھا:-

یعنی ایک لفظ کو ادا کر کے ایک شخص، لفظ کی سی آواز کے کسی سبب کو مراد لیتا ہوگا تو وہی شخص دوسرے وقت اسی لفظ سے دوسرے سبب کو مراد لیتا ہوگا، ایک شخص لفظ سنکر اپنے دماغ مین آواز کی وجہ پیدائش کو حاضر کرتا، تو دوسرا ان حالات مین سے کسی ایک حالت کو مراد لیتا جو آواز کے سنائی دینے کی حالت مین محسوس ہوئی تھین، ایک مدت تک لفظ اور معنی کا ربط غیر مستقل نوعیت رکھتا ہوگا، آہستہ آہستہ، جب قومین دنیا مین پھیلنے لگین تو ان کے الفاظ اور معانی مین ربط محسوس ہونے لگا،

اسی طرح الفاظ کی آوازین بھی ابتدائی عہد مین کچھ مستقل نہ ہونگی، ایک ہی شخص کبھی حرف کو حرکت دیتا ہوگا تو کبھی ساکن ادا کرتا ہوگا، کبھی حرف کو بسرعت ادا کرتا ہوگا تو کبھی کسی حرف پر اوسکی آواز مختلس ہوجاتی ہوگی کبھی لفظ کے کسی حرف کو گرا دیتا ہوگا تو کبھی کسی حرف کا اضافہ کردیتا ہوگا کبھی ایک حرف کو ایک لہجہ سے ادا کیا ہوگا تو کبھی دوسرے لہجہ سے کبھی بعض حرفون کو مشابہ حرفون کے ساتھ بدل دیتا ہوگا آج ایک حرف کو مقدم استعمال کیا ہے تو کل موخر، غرض ابتدائی عہد مین، انسان کو اپنی زبان پر کافی قابو نہ ہوگا، اس کی زبان اکثر لٹ پٹاتی ہوگی اور غیر شاعرانہ طور پر ایک ہی لفظ کو انسان صدہا لہجون مین ادا کرتا ہوگا، اور کبھی اس کے الفاظ مستقل طور پر کسی خاص مفہوم کو ظاہر کرتے ہونگے لیکن جب دنیا مین بنی نوع مختلف قومون کی شکل مین پھیل گیے تو آہستہ آہستہ ہر قوم نے مستقل لہجے، مستقل صیغے، اور مستقل شکلون کے الفاظ استعمال کرنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ لفظ اور معنے مین مستقل ربط پیدا ہونے لگا۔ دنیا کی موجودہ زبانون کی اصلین، وہی مستقل زبانین ہین جو بالکل ابتدائی عہد مین، آدم کی غیر مستقل زبان سے پیدا ہوئین،

ابتدا مین دنیا کی تمام زبانین باہم مشابہ ہونگی، ان مین فرق یہ ہوگا ایک قوم مین کسی معنی کے لیے ایک لفظ استعمال کیا جاتا ہوگا، تو دوسری قوم مین اس لفظ کا الٹا:۔ ایک زبان کا لفظ جن حرفون کے ساتھ ادا کیا جاتا تھا دوسری زبان مین وہی لفظ اس کے مشابہ دوسرے حروف کا مجموعہ ہوتا ہوگا۔ ایک زبان مین لفظ اپنی جیسی آواز کی کسی علت اور سبب یا نتیجہ کو ظاہر کرتا تو دوسری زبان مین دوسری علت دوسرے سبب یا کسی دوسرے امر لازم کو ظاہر کرتا ہوگا، کوئی لفظ جو ایک قوم کی زبان پر چڑھکر اثباتی مفہوم دیتا ہوگا تو دوسری قوم کی زبان پر چڑھکر سلبی مفہوم یا پہلے مفہوم کی ضد پر دلالت کرتا ہوگا۔ مثلاً غور کرو ہندوستان مین دیوتا کا وجود نہایت مقدس ہے، ایران مین "دیو" نہایت خطرناک چیز ہے، عرب "ابر" کو غیم بولتے ہین، تو فارس والے، میغ، ہندوستانی زبان مین میگھا اوتار بارش کا دیوتا ہے۔ عربی کا اب فارسی مین آب ہے، ہندوستانی زبان مین اپ، چنانچہ اپ پاترم آبخورہ کو کہتے ہین انگریزی مین بھی آبا

([illegible]) بین کہ پانی کی ایک خاص کیفیت (جریان) کو ظاہر کرتا ہے ۔ عربی الفاظ، غار، غور، غرس وغیرہ کے معانی کے ساتھ، فارسی گور، ہندی، گوڑنا، گاڑنا، گاڑا، اسی طرح اخدود، خد، کھودنا، کھندنا، کندن، قطع کاٹنا۔ cut ۔ نہی۔ نہنہ۔ Nay. No. ۔ نے ۔ نا ۔ نہین ۔ نہ ۔ وغیرہ الفاظ صاف طور پر مندرجہ بالا حقیقت کا اظہار کرتے ہین،

گو اس قسم کی مثالین بہت کم ملین گی لیکن عربی زبان کے علم الاشتقاق پر غائر نظر ڈالنے والے کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل حقایق کو تسلیم کرے،

(۱) مضاعف، اجوف، ناقص، اور صحیح (مثال بھی ایک قسم کا صحیح ہے) دو حرفی امر سے بنے ہین، (۲) تقریباً ہم صوت الفاظ کسی زمانہ مین باہم مرادف تھے، مگر جس تدریج کے ساتھ انسانی معلومات مین اضافہ ہوتا رہا ہر لفظ نیا (مگر اصلی مفہوم سے قریب تر) معنی اختیار کرتا رہا تا آنکہ اب دنیا مین کوئی دو لفظ ایسے نہین جو ایک زبان مین مرادف ہون، عربی زبان مین اب بھی متشابہ الصوت الفاظ کثرت کے ساتھ باہم مشابہ ہوتے ہین، متشابہ الاصوات الفاظ کے مابہ المشابہت مفہوم مشترک کو لفظ کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہے، مثلاً قتل (مار ڈالنا) قطل (درخت کاٹنا) قضم (دانت سے کھانا) تقدیر اندازہ کرنا، جدا جدا کرنا وغیرہ الفاظ کا مفہوم مشترک ایک جز کا ٹوٹ کر دو ہونا یا دو چیزون کے درمیان فصل پیدا ہونا ہوتا ہے شکست کی حالت مین چیزون سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے لفظ کی اصلی شکل سے کس قدر مشابہت ہے (۳) حروف کی ترتیب بدلنے پر بھی الفاظ کے معانی تقریباً یکسان رہتے ہین مثلاً ولک (ملنا) لدک (چپکنا) تکلید (تلے اوپر جمع کرنا) تلکد، چپکنا دکل (مٹی سانسنا) یہ الفاظ درحقیقت ایک مفہوم یعنی دو جسم کا ایک دوسرے سے التصاق ظاہر کرتے ہین

عربی زبان اور دوسری زبانون مین ایک فرق یہ ہے کہ اس زبان کے الفاظ اپنے معانی کو جن وجوہ اور اسباب کے ماتحت ظاہر کرتے ہین وہ متشابہ الاصوات الفاظ کے مطالعہ سے تشریح معلوم ہو سکتے ہین۔ فارسی کا لگد (زدن) عربی تلکد سے ملا کر دیکھو تو اوسکی وجہ دلالت سمجھ مین آ سکتی ہے، مگر محض فارسی زبان کا مطالعہ ہم کو اوسکی علت نہین بتا سکتا

ماتر ۔ مادر Mother نام، پتر، پدر، برادر ، Brother یہ الفاظ انڈو یورپین زبانون کے ہین تاہم متشابہ ہین اور سب کا مخرج
(س، رت،)
ایک ہے، (تر، در، ثر) انڈو یورپین زبانون مین قرابتون کے نام کا عام لاحقہ ہین انکو نکال دو تو صرف ما، اور با بچتا
ہے یہ الفاظ عربی لفظ اُم، اور اَب کا اثر نظر آتے ہین:۔ اب الفاظ کی وجہ دلالت معلوم ہوگئی، اس لیے کہ عربی زبان
کے مطالعہ سے اس بات کا صاف پتہ چلتا ہے کہ چونکہ حلقی اور شفوی آوازون پر انسان کو سب سے پہلے قدرت حاصل ہوتی ہے
اس لیے ہماری فطری زبان کے قدیم ترین الفاظ وہی ہین جو حلقی اور شفوی حروف سے مرکب ہون، چونکہ پہلا نفسی ادراک
جس کے اظہار کی خواہش انسان کو ابتدا ہی مین ہونے لگتی ہے محبت ہے، اور چونکہ پہلا احساس جو بچون کو ہو سکتا ہے ہوا اور
پانی کی حرکت ہے، اور سب سے پہلے جس چیز کے ساتھ بچون کی خواہش وابستہ ہو سکتی ہے پانی اور دودھ ہے، اس لیے حلقی شفوی
الفاظ کا خاصہ ہے کہ پانی، دودھ، ہوا، اور ان چیزون کے لوازم یا محبت اور لوازم محبت پر دلالت کرین چنانچہ جو الفاظ میم یا بے
اور کسی حرف حلقی سے ملکر مضاعف، اجوف، یا ناقص کی صورت مین ہون، ان کے اصلی مفاہیم تین ہین پانی، ہوا، محبت
چنانچہ، ہوا، ہبا، ہب، ہبہاب، وغیرہ الفاظ ہوا سے تعلق رکھتے ہین، اُباب (پانی) حباب ببلبہ ہیام (پیاس)
عوم (تیرنا) میع (بہتے رہنا) ماء (پانی) وغیرہ الفاظ پانی کو ظاہر کرتے ہین، حُب، حمیم اعم (چچا) اُم (مان)
امتہ (اصلی مفہوم کھلائی) حوبہ (مامتا، قرابت) حم (رشتہ دار کثرت استعمال نے عورتون کے سسرالی
رشتہ دار کے لیے خاص کر دیا) اَب باپ وغیرہ الفاظ کی وجہ دلالت جو یہ یعنی مامتا اور محبت کا اظہار ہے۔

دنیا بھر کی زبانون مین عربی ہی یک زبان ہے جو اب تک تقاضائے فطرت کے مطابق ہے، عربی
زبان کے الفاظ کا غائر مطالعہ کیا جاوے تو انسان کی ادبی اور دماغی ترقیون کی تدریجی رفتار کا غالباً بالکل صحیح
نقشہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

علم تاریخ کی ایک اہم شاخ

فن تراجم وطبقات

از مولانا عبدالسلام ندوی

آج یورپ نے فن سوانح نگاری کو جس قدر ترقی دی ہے اس کے لحاظ سے اگرچہ وہ اوسکی ایجاد کا دعویٰ کرسکتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس فن کے موجد مسلمان ہین، اور یورپ نے خود مسلمانون ہی سے بیوگرافی لکھنے کا طریقہ سیکھا ہے، چنانچہ علامہ فرید وجدی کنز العلوم واللغۃ مین لکھتے ہین،

وممّا هو جدیر بالتنبیه ان المسلمین	جو بات خاص طور پر تنبیہ کی مستحق ہے وہ یہ ہے
اول الامم تالیفاً للتراجم وعنهم	کہ مسلمانون کی قوم سب سے پہلی قوم ہے جس نے تراجم
اخذ الاورپیون هذا النوع	مین کتابین لکھین اور اس قسم کی تصنیف کا طریقہ
من التصنیف[1]	یورپ نے انھی سے سیکھا،

مسلمانون مین تاریخ عام یعنی سیاسی اور ملکی تاریخون کے لکھنے کا رواج قدرتی طور پر اسلامی فتوحات کے بعد ہوا اور سب سے پہلے تیسری صدی مین مورخ یعقوبی نے تاریخ یعقوبی اور اس کے بعد ابن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ نے تاریخ طبری لکھی، پھر اس کا عام رواج ہوگیا اور نہایت کثرت سے ملکی تاریخین لکھی گئین، لیکن تراجم وطبقات کی ابتدا اس سے بہت پہلے ہوگئی اور اسلامی تصنیفات کے نہایت ابتدائی زمانے مین حدیث وتفسیر کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت

[1] کنز العلوم واللغۃ صفحہ ۲۱۴،

پر مستند کتابین لکھی گئین چنانچہ سب سے پہلے عروہ ابن الزبیر المتوفی ۹۳ھ نے سوانح اقدس کو کتاب کی صورت مین مدون کیا، اس کے بعد وہب بن منبہ المتوفی ۱۱۰ھ اور محمد بن اسحاق المتوفی ۱۵۱ھ نے انکی تقلید کی اور اس طرح تاریخ عام کے وجود مین آنے سے پہلے فن تراجم و طبقات کا عمدہ نمونہ مسلمانون کے سامنے آگیا، اور آگے چل کر انھون نے اوسکو اس قدر ترقی دی کہ وہ اونکا خاص فن بنگیا، اگرچہ آج یورپ مین جو بہترین سوانح عمریان لکھی جاتی ہین اور خود ہندوستان مین جو سوانح عمریان یورپین انداز مین لکھی گئی ہین اونکے مقابلہ مین اسلامی تاریخ کی یہ خاص شاخ بظاہر زیادہ بارآور نہین معلوم ہوتی، کیونکہ اکثر لوگون کے حالات نہایت اجمال کے ساتھ لکھے گیے ہین، متعدد اشخاص کے نام کے ساتھ صرف اونکی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات ہی پر اکتفا کیا گیا ہے، اکثر غیر مشہور لوگون کے حالات ان کتابون مین درج ہین، علماء و فقہاء سے گذر کر شہسوارون اور گویون تک کے حالات مین کتابین لکھی گئی ہین، لیکن باین ہمہ اس فن کو یورپ کے موجودہ طرز سوانح نگاری پر متعدد حیثیتون سے ترجیح حاصل ہے، مثلاً

(۱) علمی اور تمدنی ترقی کے زمانے مین انسانون کے مختلف طبقات قائم ہوجاتے ہین مثلاً، علماء، فقہا، شعراء، حکماء، اطبا، اور متکلمین وغیرہ کی الگ الگ جماعت قائم ہوجاتی ہے اور اگرچہ ان مین مشہور اور غیر مشہور ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے ہین، تاہم اپنے اپنے دور مین ان مین ہر شخص کے کچھ نہ کچھ کارنامے ہوتے ہین، ہر شخص کچھ نہ کچھ اثر رکھتا ہے، ہر شخص کے مختلف تعلقات ہوتے ہین، کوئی کسی خاص شخص کا مقلد ہوتا ہے کوئی نئی ایجاد کرتا ہے، کوئی قوم کے سامنے نیا نظریہ پیش کرتا ہے، غرض ہر طبقہ ہر جماعت، اور ہر فرقہ کی الگ الگ خصوصیات ہوتی ہین اور ان سب کے پیش نظر رکھ لینے کے بعد اوس دور کی علمی تمدنی اور اخلاقی تاریخ کے ایک ایک خال و خط نمایان ہوجاتے ہین، یورپ نے اگرچہ آج فن سوانح نگاری کو بہت کچھ ترقی دی ہے، تاہم یہ سوانح عمریان اکثر صرف مشہور اشخاص سے تعلق رکھتی ہین، ملک مین جو مختلف جماعتین قائم ہین، مجموعی طور پر ان کے حالات مین کتابین لکھنا اس زمانہ کے

فن سوانح نگاری کے دائرے سے خارج ہے، اس لیے اگر اس زمانے مین کسی خاص طبقہ، یا کسی خاص جماعت کے کارنامون کی مجموعی تاریخ مرتب کرنا چاہین تو یہ سوانح عمریان تقریباً بیکار ثابت ہونگی لیکن مسلمانون نے جماعت کے الگ الگ طبقات قائم کیے ہین اور ان کے ایک ایک فرد کے حالات جہان تک مل سکے ہین لکھے ہین، مثلاً

علم اخبار الانبیار، مسلمانون نے اس مین متعدد کتابین لکھی ہین، جن مین ایک ابن جوزی کی کتاب قصص الانبیار ہے،

علم تاریخ الخلفار یہ بھی فن تاریخ کی ایک مستقل شاخ ہے، اور اس فن مین جو کتابین لکھی گئی ہین ان مین بعض نے تو صرف خلفائے راشدین کے حالات لکھے ہین، اور بعض نے خلفائے امویہ اور خلفائے عباسیہ کو بھی شامل کر لیا ہے،

علم طبقات القرار صحابہ کے زمانہ سے لیکر تبع تابعین کے زمانے تک جس قدر قرار اور ان کے شیوخ و رواۃ گذرے ہین، ان سب کے حالات اس شاخ کی کتابون مین لکھے گیے ہین،

علم طبقات المفسرین اس مین مفسرین کے طبقات کا حال لکھا گیا ہے،

علم طبقات المحدثین اس شاخ کو صرف محدثین کے حالات سے تعلق ہے،

علم سیر الصحابۃ والتابعین اس کو صرف صحابہ اور تابعین کے حالات سے تعلق ہے،

علم طبقات الشافعیہ اس شاخ مین بہ کثرت کتابین لکھی گئی ہین جن مین علمائے شافعیہ کے حالات جمع کیے گئے ہین،

علم طبقات الحنفیہ، اس مین صرف علمائے حنفیہ کے حالات مندرج ہین، اور اس

شاخ مین متعدد کتابین لکھی گئی ہین، مثلاً الجواہر المضیہ، طبقات الحنفیہ مختصر قاسم بن قطلوبغا، وغیرہ،

علم طبقات المالکیہ، مالکی علمار کے حالات مین،

علم طبقات الحنابلہ، حنبلی علما کے حالات مین،

علم طبقات النحاۃ، نحویون کے حالات مین، اس مین متعدد لوگون نے ضخیم کتابین لکھی ہین، مثلاً یاقوت حموی، مجدالدین شیرازی، صلاح الدین الصفدی اور جلال الدین سیوطی وغیرہ،

علم طبقات الحکمار، حکمار کے حالات مین، اس موضوع پر متعدد کتابین لکھی گئی ہین مثلاً صوان الحکمۃ لابن صاعد الاندلسی، طبقات الحکمار شہرزدری اخبار الحکمار قفطی،

علم طبقات الاطبار، اطبار کے حالات مین ابن ابی اصیبعہ کی کتاب عیون الانبا فی طبقات الاطبار نہایت مشہور کتاب ہے،

علم طبقات الشعرار، اس مین شعرار کے حالات درج ہین، مثلاً کتاب الشعر والشعرار لابن قتیبہ، وغیرہ

علم طبقات المتکلمین، متکلمین کے حالات ہین،

خاص خاص جماعتون کے علاوہ مسلمانون نے بالکل جدید طرز پر مختلف قومون کے الگ الگ طبقات قائم کیے ہین، اور انکی علمی اور اخلاقی خصوصیتون کو الگ الگ نمایان کیا ہے، مثلاً ابن صاعد اندلسی نے علوم وفنون کی تاریخ مین طبقات الامم کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس مین ہر قوم کے علمی کارنامے بیان کیے ہین، خود علوم وفنون کے بھی الگ الگ طبقات قائم کیے گئے ہین،

اور ان پر طبقات العلوم کے نام سے الگ الگ کتابین لکھی گئی ہین،

(۲) تاریخ کے لفظ سے عام طور پر تاریخ عام مراد ہوتی ہے، یہی وجہ ہو کہ مسلمانون نے فن تراجم وطبقات کو تاریخ سے الگ ایک مستقل شاخ قرار دیا ہے، لیکن صاحب الظنون نے اوسکو بھی فن تاریخ ہی مین داخل کرلیا ہے اور لکھا ہے کہ موضوع تاریخ کے لحاظ سے اس کے الگ کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے، بہر حال یورپ نے فن تاریخ سے تاریخ عام ہی مراد لیا ہے، اور مسلمانونکی عام تاریخون مین چونکہ زیادہ تر جنگ و جدل کے واقعات ہوتے ہین، اس لیے یورپ نے مسلمانون کی تاریخون کو "قصائی کی دوکان" کا خطاب دیا ہے، لیکن اگر تاریخ کے ساتھ فن طبقات وتراجم کو بھی شامل کرلیا جائے تو یورپ کا یہ اعتراض بالکل اٹھ جاتا ہے، کیونکہ فن طبقات مین صرف اشخاص کے حالات ہی نہین لکھے جاتے بلکہ اسی کے ساتھ ان کے علمی تمدنی اور مذہبی کارنامے بھی ضمنی طور پر مذکور ہوتے ہین، اس لیے ان تراجم کے ذریعہ سے مسلمانون کی علمی، تمدنی اور مذہبی تاریخون کے متعلق اس کثرت سے مفید معلومات حاصل ہوتی ہین کہ اگر ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مختلف عنوانات کے تحت مین جمع کر دیا جائے تو ان کے ذریعہ سے مسلمانون کی علمی، تمدنی اور مذہبی تاریخ مرتب ہوسکتی ہے، مثلاً عام اسلامی تاریخون سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ مسلمانون نے غیر قومون کی علمی کتابون کے کس قدر ترجمے کیے؟ کس قدر شفاخانے بنوائے؟ اور اسلامی فرقون پر کن کن قومون کے عقائد وخیالات کا اثر پڑا؟ لیکن طبقات وتراجم سے یہ مشکل نہایت آسانی کے ساتھ حل ہوجاتی ہے، چنانچہ ان کتابون مین جابجا ان معلومات کا ضمنی تذکرہ جس طرح کیا گیا ہے، ان کے متعلق ہم چند مثالین اس موقع پر درج کرتے ہین،

(۱) ابو سلیمان منطقی سجستانی کا بیان ہے کہ بنو منجم کتابون کی نقل کرنے والی ایک جماعت کو جن مین حنین، ابن اسحاق، حبیش بن الحسن، اور ثابت بن قرہ شامل ہین، وظائف دیتے تھے اور ان کے لیے بغرض نقل، ترجمہ، اور ملازمت خدمت پانچسو دینار ماہوار مقرر کیا تھا،

اس کے بعد ملک روم سے جن لوگون نے کتابین ڈھونڈکے نکالین وہ محمد، احمد اور حسن بنو موسیٰ بن الشاکر المنجم تھے، اور ان کے واقعات ان کے تراجم مین آئینگے، ان لوگون نے اس معاملہ مین بڑی بڑی فیاضیان کین اور فلسفہ، ہندسہ، موسیقی، ارثمیطیک اور طب وغیرہ کی نہایت نادر نادر کتابین جمع کین،[1]

اسکندر افرودیسی اپنے زمانے کا فلسفی تھا، اور ارسطو کی بہت سی کتابونکی شرحین لکھی تھین، اور رومی سلطنت کے زمانے مین، اور مسلمانون کی قوم مین لوگ ان شرحون کا بڑا شوق رکھتے تھے، اور ہمارے زمانے مین بھی جو لوگ ان کا ذوق رکھتے ہین وہ ان کے مشتاق رہتے ہین، یحییٰ بن عدی فیلسوف کا بیان ہے کہ اسکندر نے سماع طبیعی اور برہان کی جو شرح کی تھی مین نے ان دونون شرحون کو ابراہیم بن عبد اللہ الناقد النصرانی کے ترکہ مین دیکھا تھا اور یہ دونون شرحین میرے سامنے ایک سو بیس دینار پر بغرض فروخت پیش کیگئی تھین، مین اشرفیون کا سامان کرنے گیا لیکن پلٹا تو دیکھا کہ لوگون نے اور کتابون کے سلسلے مین ان کو تین ہزار دینار پر ایک خراسانی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا، یحییٰ ابن عدی کا یہ بھی بیان ہے کہ مین نے ابراہیم بن عبد اللہ الناقد سے فص سوفسطیقا، فص الخطابہ اور فص الشعراء کو بھی جنکو اسحاق نے نقل کیا تھا، مانگا لیکن اس نے ان کو فروخت نہین کیا اور لوگون نے اس کے وفات کے وقت ان کو جلا دیا، تحصیل علوم اور تحفظ علوم کے متعلق لوگون کی اس ہمت کو دیکھو، اگر ہمارے زمانے مین یہ کتابین لائی جائین اور مدعیان علم کے سامنے پیش کیجائین تو یہ لوگ ان کے عشر عشیر بھی قیمت نہ دے سکین گے،[2]

ثابت بن سنان راضی کا مخصوص طبیب اور بغداد کے شفاخانے کا مہتمم تھا،[3]

---

[1] اخبار الحکماء قفطی تذکرہ ارسطو [2] ایضاً تذکرہ اسکندر افرودیسی [3] اخبار الحکماء تذکرہ ثابت بن سنان،

عضد الدولہ جب بغداد مین آیا تو جبرائیل بن عبید اللہ بن بختیشوع بھی منجملہ خواص کے اوس کے ساتھ تھا، عضد الدولہ نے شفاخانے کی تجدید کی تو جبرائیل کو دو وظیفے ملنے لگے، ایک وظیفہ خواص جسکی تعداد ۳۰۰ درہم شجاعیہ تھی، اور تین سو درہم شجاعیہ شفاخانے کے تعلق سے[۱]،

عضد الدولہ نے بغداد مین جو شفاخانہ قائم کیا تھا اس مین نظیف القس کو منجملہ اون ۲۴ طبیبون کے جو مریضون کے علاج کے لیے مقرر تھے مقرر کیا تھا[۲]،

ابیذقلیس داؤد علیہ السلام کے زمانے مین تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے شام مین لقمان حکیم سے حکمت سیکھی پھر وہان سے پلٹ کر یونان مین آیا تو خلقت عالم کے متعلق بعض باتین ایسی کہین جو بظاہر معاد کے مخالف تھین، فرقۂ باطنیہ مین بعض لوگ اوسکی رائے کے قائل ہین اور اس کے مذہب کے مقلد ہو، چنانچہ اہل قرطبہ مین محمد بن عبد اللہ الجبلی الباطنی اس کے مذہب کی طرف خاص طور پر منسوب ہے، وہ اس کے فلسفہ کا شیدائی تھا اور ہمیشہ اس کا درس دیا کرتا تھا[۳]،

مذہب صفات مین ابو الہذیل بصری نے بھی اسی کا مذہب اختیار کیا ہے[۴] مسعود بن ابی محمد بظاہر معتزلی المذہب تھا لیکن درحقیقت حکما کے عقائد کا معتقد تھا[۵]،

ہم نے یہ چند مثالین بطور نمونہ کے صرف ایک کتاب اخبار الحکما سے نقل کر دی ہین، ورنہ یہ کتاب اس قسم کی مختلف معلومات سے لبریز ہے، اور طبقات و تراجم کی کتابون مین اس قسم کی ضمنی معلومات کا کافی ذخیرہ موجود ہے، اس لیے اگر کوئی شخص، اسلامی علوم و فنون، اسلامی تمدن، اور اسلامی اخلاق و معاشرت کی تاریخ لکھنا چاہے تو صرف ان کتابون کی مدد سے نہایت صحت و جامعیت کے ساتھ لکھ سکتا ہے، ان کتابون مین اگرچہ تمام طبقات اسلامیہ کے علمی و تمدنی اور اخلاقی کارنامے خود بخود

[۱] اخبار الحکما تذکرہ جبرائیل [۲] کتاب مذکور تذکرہ نظیف القس [۳] ایضاً تذکرہ ابیذقلیس، [۴] ایضاً تذکرہ مسعود بن ابی محمد،

متفرق طور پر پائے جاتے ہین، تاہم بعض تذکرہ نویسون نے خصوصیت کے ساتھ اس کا لحاظ رکھا ہے، اس لیے انکی کتاب اس قسم کے علمی اور تاریخی نکات کا بہترین مجموعہ بنگئی ہے، مثلاً علامہ تاج الدین سبکی کی طبقات الشافعیہ کا مقصد تراجم کے علاوہ اسی قسم کی معلومات کا جمع کرنا ہے، چنانچہ وہ خود طبقات الوسطیٰ مین لکھتے ہین[1]:

ہم نے اس فن مین ایک مبسوط کتاب لکھی ہے، جو اپنے مقاصد پر نہایت جامعیت کے ساتھ حاوی ہے، کیونکہ ہم نہایت مناسب طریقہ پر کسی آدمی کا تذکرہ لکھتے ہین، مثلاً اگر ایک شخص ایسا ہے کہ اس پر فقہ غالب ہو، اور روایت حدیث اُس سے کم ہے تو ہم نہایت کوشش سے اوسکی حدیثین نکالتے ہین، بسا اوقات بعض لوگون کے حالات مین ہم کسی عظیم الشان واقعہ کا ذکر کرتے ہین تو اوسکی شرح و تفصیل بھی کر دیتے ہین، ان باتون کے ساتھ یہ کتاب، حکایات، اشعار، اور لطائف و نوادر سے خالی نہین ہے، اس کتاب سے ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کے حال مین ہم ایسے عجیب و غریب مضمون کا جسکی طرف وہ گیا ہے، یا کسی ایسی وجہ ضعیف کا جو اوسکی طرف منسوب کیگئی ہے، یا کسی ایسے عجیب مسئلہ کا جس کو اوس نے اپنی کسی کتاب مین بیان کیا ہو، یا اُس کے متعلق بیان کیا گیا ہے، ذکر کرین اور یہ معلوم ہے کہ یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ جب تک ایک زمانہ نہ صرف کر لیا جائے، اور سخت تحقیقات نہ کیجائے وہ حاصل نہین ہو سکتا، بعض اوقات اکثر لوگون کے درمیان مناظرے پیش آگئے ہین، اس لیے جس طور پر وہ واقع ہوئے ہین ہم نے اسی طریقہ پر انکی تفصیل کی ہے، اور اُس کے پیش آجانے کا سبب بتایا ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک محدث فقہ اور ادب کی کتاب بن جاسکے،

اس کے بعد اونھون نے اُن قسم کتابون کے نام گنائے ہین جو ان کے زمانے تک علمائے

---

[1] کشف الظنون جلد ۲،

کے حالات مین لکھی گئی تھین، اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اونھون نے اس کتاب کو کس وسعت، کس جامعیت اور کس تحقیق کے ساتھ لکھا ہے،

(۴) فن طبقات پر جو کتابین لکھی گئی ہین ان کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ زمانے نے مسلمانون کی علمی تاریخ اور علمی حالات مین کسقدر انقلاب پیدا کر دیا ہے، مثلاً اس زمانے مین نحوی اوس شخص کو کہتے ہین جو نحو کی چند کتابون کا عالم ہو، بلکہ صرف کافیہ اور اوس کے شروح و حواشی کی مہارت تامہ بھی ایک شخص کو فن نحو کا ایک جید عالم بنا سکتی ہے، لیکن قدیم زمانے مین نحوی اوس شخص کو کہتے تھے جو لغت، ادب، امثال اور اشعار عرب کا سب سے بڑا حافظ ہوتا تھا، چنانچہ اس موقع پر ہم بعض نحاۃ کے حالات نقل کرتے ہین جن سے اندازہ ہوگا کہ امتداد زمانہ نے ہماری علمی حالت کس قدر بدل دی ہے،

محمد بن علی بن یوسف قرآن مجید مین عالی الاسناد اور اپنے زمانے مین لغت کا عالم تھا، وہ کہتا تھا کہ مین لغت کو دو طریقے سے جانتا ہون، ایک یہ کہ اس کے معنی اور شاہد دونون کو جانتا ہون اور دوسرے یہ کہ اوس کو کیونکر بولتا ہون،

محمد بن علی بن ہانی عربیت کا بہت بڑا امام، اور لوگون کے اقوال کا حافظ تھا، اور دلائل اوس کے پاس موجود رہتے تھے، اور علم ادب کا سرچشمہ تھا،

محمد بن سلیمان مین مختلف فضائل جمع تھے، اور ہر فن مین کافی مہارت رکھتا تھا، نحو، لغت اخبار الامم اور اشعار کے ساتھ اقلیدس اور ہندسہ کے حل کرنے مین بھی کافی دستگاہ رکھتا تھا،

طاہر بن احمد فنون عربیت اور فصاحت زبان مین نہایت مشہور تھا عراق مین مو تی کی تجارت کرنے آیا اور وہان کے علماء سے علم حاصل کر کے مصر گیا اور دفتر مراسلات مین ملازمت کر لی، اوس کا کام صرف یہ تھا کہ دفتر سے جو خطوط جاری ہوتے تھے اون مین، ہجے، نحو یا لغت کی جو غلطیان ہوتی تھین اونکی اصلاح کرتا تھا[1]،

[1] بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کے ملکی دفتر کس قدر باقاعدہ ہوتے تھے صرف نحو ہی کی خصوصیت نہین بلکہ ہر زمانے مین علمائے اسلام کے جو حالات لکھے گئے ہین اگر اون کو بالترتیب پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوسکتا ہے کہ درجہ بدرجہ اسلامی علوم و فنون کی تاریخ مین کسقدر تنزل پیدا ہوگیا ہے، قدیم زمانہ کے علمار کے لیے تصنیف و تالیف ایک نہایت ضروری چیز تھی، اور تقریبًا ہر عالم کے حال مین اونکی کسی نہ کسی کتاب کا نام ضرور آتا ہے، اکثر لوگ تو صرف ایک دو کتابون پر قناعت نہین کرتے تھے بلکہ کتابونکا ایک عظیم الشان ذخیرہ فراہم کردیتے تھے، اگر آج یہ تمام کتابین ہمارے ہاتھ آجائین تو اُن سے موجودہ سرمایہ علمیہ کو قطرہ و دریا کی نسبت ہوگی، لیکن آج یہ کتابین اور آج ایسے علمار کہان ہین؟

(۴) فن تراجم و طبقات کے ذریعہ سے ایک اور طریقہ سے بھی مسلمانون کی علمی تاریخ کے مدارج ایجادات و اختراعات، اور تغیرات و انقلابات کا حال معلوم ہوسکتا ہے، مثلاً جس طرح مختلف قومون، مختلف ملکون، اور مختلف زمانون کے اخلاق و عادات مختلف ہوتے ہین، اسی طرح اونکی دماغی حالتین بھی مختلف ہوتی ہین، اس لیے ایک علم جب کسی ملک کسی قوم، یا کسی خاص دور سے منتقل ہوکر کسی دوسرے ملک یا دوسری قوم یا دوسرے زمانے مین جاتا ہے تو اوس مین خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ تغیر و انقلاب پیدا ہوجاتا ہے، اور فن طبقات و تراجم کے ذریعہ سے ان انقلابات و تغیرات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، کیونکہ مسلمانون نے مختلف ملکون، مختلف قومون اور مختلف زمانون کے لوگون کے حالات مین الگ الگ کتابین لکھی ہین، چنانچہ ہم اس موقع پر ان مین چند کتابون کے نام درج کرتے ہین،

طبقات الخواص	اس مین صرف مشائخ یمن کا حال درج ہے،
یتیمۃ الدہر فی محاسن شعرار العصر	اس مین صرف ہمعصر شعرار کا حال ہے،
دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر	"
زینۃ الدہر فی لطائف شعراء العصر	"

ذیب الانموذج لابن رشیق،	شعرار قیروان کے حالات مین ہے،
طبقات الشعراء لعثمان ابن ربیعۃ الاندلسی	شعرار اندلس کے حالات مین ہے،
اخبار قضاۃ مصر واذیالہ	قضاۃ مصر کے حال مین
اخبار قضاۃ بغداد	قضاۃ بغداد کے حال مین
اخبار قضاۃ البصرہ	قضاۃ بصرہ کے حال مین
اخبار قضاۃ قرطبہ	قضاۃ قرطبہ کے حال مین

اوران کتابون کے ذریعہ سے مختلف قومون، مختلف ملکون اور مختلف زمانون کے بہت سے علمی کارنامے معلوم ہوسکتے ہین،

(۸) اسلام مین امرار و سلاطین کے گروہ کو یورپین مصنفین نے خاص طور پر بدنام کیا ہے، اور اونکی عیاشی و سیہ کاری اور غفلت شعاری کی داستان کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، ہماری عام ملکی تاریخ کا یہ انداز ہے کہ مسند نشینی، عمال کے رد و بدل، اور جنگ و جدال کے واقعات کو تو نہایت پھیلا کر لکھتے ہین، لیکن امرار و سلاطین کے تدبر، انتظام سیاست، اخلاق و عادات اور عام ملکی بہبودی کے واقعات کا کوئی خاص باب نہین باندھتے بلکہ آخر مین نہایت اجمال کے ساتھ ان تمام چیزون کا بھی ذکر کر دیتے ہیں، بعض درباریون نے بے شبہہ خاص خاص بادشاہون کے جو حالات لکھے ہین اون مین اونکی تمام ملکی اور علمی خصوصیات کے لیے الگ الگ عنوان قائم کیے ہین، لیکن اولاً تو اس قسم کی تاریخین صرف چند بادشاہون کی لکھی گئی ہین، دوسرے ان مین خوشامد و تملق کا سو رظن باقی رہتا ہے، اس لیے ملکی تاریخ سے یورپین مورخین کا یہ اعتراض نہین اوٹھ سکتا، لیکن طبقات و تراجم کی کتابون سے یہ کمی بہت کچھ پوری ہوجاتی ہے، اسلام مین بہت سے امرار و سلاطین، امیر اور بادشاہ ہونے کے ساتھ فقیہ، متکلم، حکیم، شاعر اور عالم ہوئے ہین، اس لیے اس حیثیت سے طبقات کی کتابون مین اون کا ذکر آیا،

اور ان کے علمی کارنامے نمایان کیے گئے ہین، ان بادشاہون نے علما، فقہا، حکما، اور شعرار کے ساتھ نشستین رکھی ہین، اون کے ساتھ علمی مباحثے کیے ہین، ان پر تکیہ مہربانیان کی ہین، ان کے وظائف مقرر کیے ہین بہ کثرت شفاخانے، رصدخانے اور مدرسے قائم کئے ہین اور بہ کثرت اطبار، حکما، اور علمار کو اونکی نگرانی اور انتظام کے لیے مقرر کیا ہے، اکثر کتابون کے لکھنے کی فرمایشین کی ہین اکثر کتابون کو خود علمار نے اون کے نام پر معنون کیا ہے، اور اس قسم کے واقعات ہماری ملکی تاریخون مین نہین مل سکتے بلکہ طبقات و تراجم کی کتابون ہین انھی اطبار، حکمار، علما اور شعرا کے حالات مین ضمنی طور پر مل جاتے ہین، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے امرار و سلاطین صرف عیاشی اور سیہ کاری مین مشغول نہین رہتے تھے، بلکہ انھون نے سینکڑون ہی، تمدنی اور اخلاقی کام کیے ہین، اور ایشیا کا گوشہ گوشہ ان کے ان احسانات کی یادگارون سے لبریز ہے

(۶) ہر قوم مین مورخین کی ایک جماعت ہوتی ہے، اور خود اسلام مین بھی مورخین کی ایک جماعت موجود تھی، لیکن فن طبقات و تراجم کا یہ خاص احسان ہے کہ اس نے مسلمانون کی ہر علمی جماعت کو ایک حد تک مورخ بنا دیا، مثلاً فقہار نے فقہار کے حالات لکھے، حکمار نے حکمار کے حالات قلمبند کیے، شعرار نے شاعرون کے حالات مین کتابین لکھین، صوفیہ نے صوفیون کے حالات کو لکھا، غرض اس فن نے مسلمانون کی ہر علمی جماعت کو مورخ بنا دیا، یہی وجہ ہے کہ اخیر دور مین جب مسلمانون کی تمام علمی طاقتون مین زوال آگیا، صرف یہی ایک فن زندہ رہگیا، اور مولوی غلام علی آزاد وغیرہ نے علما، و شعرار کے حالات مین متعدد تذکرے لکھے، اور آج بھی یہ ذوق مسلمانون مین قائم ہے،

(۷) غرض فن طبقات و تراجم علم تاریخ کی ایک ایسی شاخ ہے، جس کے ذریعہ سے مسلمانونکی علمی، تمدنی، اور اخلاقی تاریخ کے تمام ابواب کے قائم کرنے مین کافی مدد مل سکتی ہے اور ہماری ملکی تاریخون مین جو کمی ہے وہ ان کے ذریعہ سے پوری ہو سکتی ہے، البتہ موجودہ مذاق کے مطابق اس فن پر صرف یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس مین حالات اس قدر اختصار کے ساتھ مذکور ہوتے ہین کہ ان سے بالکل تشفی نہین ہوتی

اور ان کے ذریعہ سے کسی شخص کی مستقل سوانح عمری نہین لکھی جاسکتی لیکن اولاً تو علماء و حکماء کے حالات ہی نہایت مختصر ہوتے ہین، پیدا ہوئے تعلیم پائی، تعلیم دی، کتابین لکھین، کسی مدرسہ یا دربار مین ملازم ہوئے، وفات پائی، اور فلان مقام پر مدفون ہوئے، یہی ان لوگون کے حالات ہین اور یہ تمام حالات فن طبقات کی کتابون مین مل جاتے ہین، ثانیاً یہ کہ اس زمانے مین حالات سے زیادہ لوگون کے کارنامون پر ریویو کیا جاتا ہے اور یہی حصہ اس زمانے کی بہترین سوانح عمریون کا خاص حصہ خیال کیا جاتا ہے لیکن قدیم زمانے مین تنقید تاریخ نے اس قدر ترقی نہین کی تھی تاہم انہی کتابون سے یہ کمی مختلف حیثیتون سے پوری کیجاسکتی ہے مثلاً ایک شخص کے متعدد شیوخ، اساتذہ، معاصرین اور ہمدرس ہوتے ہین، وہ مختلف لوگون سے تعلقات رکھتا ہو، اسی طبقہ مین سے ایک جماعت اوسکی مخالف ہوتی ہے اور اس پر نکتہ چینی کرتی ہے اور چونکہ ان تمام لوگون کے حالات طبقات کی کتابون مین ملتے ہین، اس لیے اگر اُس کے ساتھ ان لوگون کے حالات کا بھی مطالعہ کیا جائے تو بہت سی باتین ایسی مل جاتی ہین جن سے موجودہ طرز پر اوسکی سوانح عمری کے مرتب کرنے مین مدد ملتی ہے، بہرحال باوجود اس کمی کے اس شاخ کو تاریخ سے الگ کرکے نظرانداز نہین کیا جاسکتا بلکہ اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام دنیا مین صرف مذہب، علم اور اخلاق کی اشاعت کے لیے آیا تھا تو مسلمانون کی حقیقی تاریخ کا لقب اسی شاخ کو دیا جاسکتا ہے،

مترجمات

معرکۂ علم و مذہب

نوشتہ:

مترجمہ: مولوی خواجہ عبدالواحد صاحب ندوی پروفیسر مشن کالج کانپور

ڈریپر کی مشہور کتاب "معرکۂ مذہب سائنس" کے نام سے ہماری زبان مین منتقل ہو چکی ہے، استاذ مرحوم نے اسلامی حیثیت سے الندوہ مین اُس پر ریویو لکھا تھا لیکن ضرورت تھی کہ اس کے نظریات پر تحقیقات جدیدہ کی روشنی پر نظر ڈالی جاتی، ابھی حال مین مسٹر تھامسن ون نے انگریزی کے مشہور مذہبی و فلسفیانہ رسالہ "کونسٹ" (ماہ اپریل ۱۹۲۳ء) مین اسی حیثیت سے اس پر ایک مفصل تبصرہ لکھا ہے،

شاید ہندوستان کا حلقۂ علم و نظر ہمارے دوست مولوی خواجہ عبدالواحد صاحب ندوی (سابق سب اڈیٹر الہلال و البلاغ کلکتہ) کا نام انکی غیر متوقع لیکن مستقل خاموشی کی بنا پر ذہن سے بھلا چکا ہو، حالانکہ اون کے مضامین و منشآت انکی دیرپا یادگار اب بھی ضامن ہین، عربیت کے کمال کے ساتھ اونکی انگریزی دانی اور فلسفۂ جدیدہ کے ساتھ ان کی خاص مناسبت طبع ہماری زبان کے نشو و نما مین بہت کچھ مفید اضافہ کی توقع دلاتی تھی، مگر چند سال سے ان کے مطالعہ اور استفادۂ علم کا ذوق ان کے انتشار اور افادۂ علم کے ذوق پر غالب آگیا ہے،

چند مہینے ہوئے کہ وہ بجنری مین دارالمصنفین کے اپنے قدیم احباب سے ملنے چلے آئے، لیکن اس احاطہ کی آب و ہوا کے خواص سے ان کو واقفیت نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی دو دن کے بعد قلم دوات سے پرانے ٹوٹے ہوئے عہد محبت کی تجدید پر وہ مجبور ہو گئے، اور معرکۂ مذہب سائنس تبصرہ

مذکور کو اونھون نے اردو کا لباس پہنایا، ترجمہ کی خوبی اور اصطلاحات کی موزونیت، انکی استعداد

و قابلیت کی خود نقیب ہی اس لیے مدیر کے قلم کو کچھ زیادہ اونکے تعارف کی حاجت نہین،

ڈریپر نے اپنی مشہور و معروف کتاب مین علم و مذہب کی معرکہ آرائی کو علم و جہل یا روشن خیالی و توہم پرستی کی معرکہ آرائی کی حیثیت سے پیش کیا ہو چنانچہ اس نے تقریبًا دو ہزار سال کی تاریخ پر تبصرہ کرکے پیشوایان مذہب کے متعصبانہ عہد حکومت اور علم کے فیاضانہ دور فرمانروائی کا ایک موثر پیرایہ مین مقابلہ کیا ہے، اس مقابلہ کی رو سے ایک نادانی، جرم اور سنگدلی کا دور ہے، دوسرا دانشمندی، آزادی اور خوشحالی کا زمانہ ہے اور علم کا عصائے سحر کار نوع انسانی کو پیشوایان مذہب کی غلامی سے آزاد کرکے جدید خیالات کی صاف و روشن فضا مین لایا ہے، یہ بحث بظاہر ایسی معقول معلوم ہوتی ہے کہ جس زمانہ مین یہ کتاب شایع ہوئی تھی اُس وقت یقینًا اس نے بہت سے لوگون کو اپنا ہم آہنگ بنا لیا ہوگا،

لیکن جس موضوع پر ڈریپر نے قلم اٹھایا تھا اس کے متعلق اس زمانہ مین معلومات کا بہتر ذخیرہ موجود نہ تھا، عہد ملکہ وکٹوریہ کے درمیانی زمانہ مین انسان اور انسانی تمدن کی قدامت کے متعلق جو رائے عام طور پر قائم کی گئی تھی وہ اب تقریبًا جاہلانہ معلوم ہوتی ہو، ایک طرف تو اہل کلیسا کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا کی عمر چھ ہزار سال ہو، اور تقریبًا تمام انسانی تہذیب کا آغاز ستر سو برس بعد حضرت نوح اور اونکی اولاد کے زمانہ سے ہوا ہے دوسری طرف اگرچہ ارباب علم کا یہ خیال تھا کہ بندر کے درجہ سے ترقی کرنے کے بعد انسان کو ابتدائی وحشت کی منزل طے کرنے مین زیادہ وقت نہین لگا، لیکن تمدن کے زمانۂ آغاز کے متعلق ان کا بھی وہی خیال تھا جو اہل کلیسا کا تھا، اس لیے ڈریپر نے اس مسئلہ کے متعلق جو رائے قائم کی وہ قدرتًا اپنے زمانہ کی عام رائے کے مطابق قائم کی چنانچہ اس نے یہ فرض کیا کہ

(۱) مجلس جستجوے حق لندن کے جلسہ منعقدہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء مین مسٹر [illegible] صاحب نے علم و مذہب کی معرکہ آرائی کے متعلق ایک مضمون پڑھا تھا جس کا ترجمہ [illegible]

جہان [illegible]

[illegible] پچاس ہزار برس پہلے انسان کی حالت بندر کی سی تھی، اس درجہ سے ترقی کے بعد پچیس ہزار برس تک وحشت کی حالت رہی، وحشت کا دور ختم ہوا تو بربریت (نیم وحشت) کا دور جو تقریباً دس ہزار برس تک قائم رہا، اس کے بعد نسبتاً ترقی یافتہ نسلوں نے تمدن کے میدان مین قدم رکھا، رفتہ رفتہ توہم پرستی کے جنگل خیال آرائی کے صحرا مین، اور بالآخر علم کے سبزہ زار تک پہنچین لیکن قدیم زمانہ مین عام فہم کے بعض فوری، شدید مگر عارضی مظاہر کو [illegible] سولھوین صدی عیسوی تک انسان کی قدیم غلط اندیشیان قائم رہین یہان تک گلیلیو اور نیوٹن کی بدولت علم کا آفتاب طلوع ہوا اور اسکی روشنی مین انسان نے اول مرتبہ ایک ذی عقل ہستی کی حیثیت سے اپنے مرتبہ کا دعوی کیا،

مگر یہ خیال مابعد کے اکتشافات اور مکمل تر معلومات کی بنا پر غلط ہے کیونکہ یہ اب پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اول تو انسان کے آبا و اجداد بندر نہین، اس کے علاوہ موجودہ مغربی وضع کے انسان کی عمر بھی کم از کم پانچ لاکھ سال ہے لیکن صرف اتنا ہی، فن تحریر کے متعلق گو ایک زمانہ تک فرض کیا جاتا رہا کہ اس کا ہومر کی دنیا کو علم نہ تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ [illegible] قبل اہل بابل، اہل مصر یونانی اور ایشیائی نسل کے وحشیون کے اسلاف بلکہ شاید قدیم دور حجری کے انسان بھی اس فن سے واقف تھے، علی ہذا دوآبہ دجلہ و فرات، وادی نیل و نیز دیگر مقامات مین آثار قدیمہ کی تحقیقات سے یہ امر بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ڈریپر اور اس کے ہمعصر جس زمانہ کو تمدن کا زمانۂ آغاز سمجھتے ہین اس سے بہت قبل سب سے شاندار تمدن پیدا ہوئے، اوج ترقی تک پہنچے اور اس کے بعد ایسے مٹے کہ طاق نسیان کے نقش و نگار ہو گئے، غرض عہد ملکہ وکٹوریہ کے ارباب فکر تو یہ سمجھتے تھے کہ گوریلا نام بندر سے لے کے مغربی وضع کے انسانون تک نوع انسانی نے بخط مستقیم ترقی کی ہے لیکن ہمین یہ نظر آتا ہو کہ اس راستہ مین پیچ و خم کا ایک وسیع سلسلہ ہے جو درمیانی نشیب و فراز سے گذرتا ہوا انیسوین صدی عیسوی مین اپنے ارتقا کی بلند ترین منزل

تک پہنچا ہے۔

علم و مذہب کی معرکہ آرائی مین ایک پہلو ایسا ہے جسے اگرچہ ڈریپر نے قلم انداز کردیا ہے لیکن یہ علم الاقوام کے نقطۂ نظر سے خاصا اہم ہے ہم یہ تسلیم کیے لیتے ہین کہ تمام علوم زمانۂ حال کی ایجاد ہین لیکن انکے مقابلہ مین مذہب یقیناً زمانۂ قدیم کی ایجاد ہے، بیشک کیمیا، علم الحیات، اعلیٰ ریاضیات وغیرہ حال ہی مین پیدا ہوئے ہین مگر ہندوستان، چین، عراق، مصر وغیرہ قدیم ممالک مین مذہب کا سراغ آغاز تاریخ سے بہت پہلے ملتا ہے، نسبتاً جدید مذاہب مین بھی یہودیت کی عمر ۳۵۰۰، بدھ مت کی ۲۵۰۰، عیسائیت ۲۰۰۰ اور دنیا کے جدید ترین مذہب، اسلام کی ۱۳۰۰ سال ہے، ہجرت کے بعد سے ایک مذہب، بلکہ ایک مذہبی نظریہ یا انکشاف بھی ایسا پیدا نہ ہوسکا جو اس نام کا بجا طور پر مستحق ہوتا، اس میدان مین جدید دنیا کا صرف یہ کارنامہ ہے کہ اس نے یا تو قدیم مذاہب کی مضحکہ انگیز نقالی کی، یا ان کے بجائے ایسی چیزین پیش کین جن پر کسی نے سنجیدگی سے توجہ نہ کی، قدیم دنیا کو اگرچہ خود دوگاڑیون یا نفوذ کن شعاعون کی خبر نہ تھی لیکن اس نے جو تمدن پیدا کیا وہ ادنی درجہ کا نہین، اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ معنی مین علم انسانی ترقی کے لیے ناگزیر نہین، نیز یہ کہ آج جسے "علم صحیح" کہتے ہین اس کے یکسر عدم اور ایک اعلیٰ تمدن کے وجود کا اجتماع ممکن ہے، اس بنا پر ہمارا یہ شک بیجا نہین کہ علم (خود ستایانہ م) دعوون کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیگئی ہے، تیس ہزار برس تک دخانی کل، غیر دستی کرگہ اور لاسلکی تار کے بغیر دنیا کا کام چلتا رہا، اسی زمانہ مین علمی دنیا کے تین سب سے بڑے کارنامے یعنی اظہار خیال کا ذریعہ، زبان، ایجاد، کاشتکاری کا طریقہ دریافت اور آگ کا استعمال شروع ہوا، اس کے علاوہ شاعری، ادب، فلسفہ، عمارت سازی اور سنگ تراشی مین ایسی ترقی ہوئی کہ آج اس سے گوئے سبقت لیجانے کی کوشش لاحاصل ہے، یہ تمام ایجادین استقرائی علوم کی مدد کے بغیر ہوئین مگر اس کے مقابلہ مین کیا ایک مثال بھی ایسی پیش کیجاسکتی ہے جس مین انسانی جمعیت عرصہ تک مذہب کی دستگیری کے بغیر قائم رہ سکی ہو؟۔ اس پہلو پر ڈریپر کی

نظر اس لیے نہ جا سکی کہ وہ مذہب کو توہم پرستی کے مراوف سمجھتا تھا، اور علم الاقوام ہنوز اس وقت تک عہد طفلی مین تھا، چنانچہ اس زمانہ کے اور اہل نظر بھی مذہب کو انسانی اور اس تقریب سے علم و تمدن کی بنیاد تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے، بیشک اکابر علماء یعنی ہیگل یا شیلنگ کے سے جلیل القدر فلاسفہ، کو اس باب مین شک نہ تھا لیکن عہد ملکہ وکٹوریہ کے اہل قلم کو یقین تھا کہ قدیمیت (ایڈم) سے وحشت تک صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے اس لیے قدرتاً یہ لوگ مذہب کو بہت ہی حال کی ایجاد سمجھتے تھے بلکہ ان لوگون کے (بے سر و پا ہم) قصون کو باور کرتے تھے جو صرف مافوق الفطرت عقائد سے بے بہرہ نہ تھے بلکہ اپنے مافی الضمیر کے ادا کرنے سے بھی عاجز تھے، لیکن اب پھر وہی قدیم رائے صحیح تسلیم کی جاتی ہے (جس کے باطل ہونے کا قطعی فیصلہ کیا جا چکا تھا:) جن اقوام کے حالات ہمین کچھ بھی معلوم ہین، مثلاً اقوام مذکور ویدہ، اہل مصر، اہل بابل، اہل پیرو، ان کے بالکل ابتدائی زمانہ مین بھی مذہب کا شدید جذبہ جلوہ گر نظر آتا ہے، رابرٹ اسمتھ نے بالکل ابتدائی زمانہ مین سامی جماعت کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اسے پڑھکر یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مرقع مین جو جماعت نظر آرہی ہے اسکی بنیاد مذہب پر ہے، یہی منظر آج بھی وحشی اقوام مین نظر آتا ہے، اس مسئلہ مین قدیم ملک کی موجودہ سب سے بڑی یادگار سر ج۔ گ۔ فرزر صاحب ہین لیکن جناب موصوف تک یہ امر تسلیم کرتے ہین کہ معاشرتی نظامات کی سب سے زیادہ ترقی اسٹریلیا کے انہی حصون مین ہوئی جہان مذہب کے جراثیم موجود تھے، وادی نی اینڈرتال (واقع پروشیام) کے باشندون کی حالت موجودہ وحشیون سے بدرجہا زیادہ پست تھی لیکن ان کے پس ماندہ آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد انسان کی روح باقی رہتی ہے، ان تمام حالات کی بنا پر ہم بے تکلف یہ کہہ سکتے ہین کہ مذہب بھی اسی زمانہ سے موجود ہے، جب سے انسانیت موجود ہے،

مذہب کے متعلق ایک زمانہ تک یہ خیال تھا کہ اس کا سرچشمہ خوف ہے لیکن اب یہ امر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ قدیم مذاہب کا محرک صرف خوف ہی نہین بلکہ محبت بھی ہے، وحشیون کے دیرینہ عقائد

پوری واقفیت حاصل کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی راسخ الاعتقاد عیسائیون کی طرح تنزل
کے قائل ہین چنانچہ ان کا یہ خیال ہے کہ خدا ہمیشہ سے اپنے بندون پر مہربان ہے۔ لیکن بندون نے ایسی
بداعمالیان کین کہ آخر جلاوطن کیے گیے۔ اسی جلاوطنی کے زمانہ مین ان پر خبیث ارواح کا تسلط ہوا جن کے راضی
رکھنے کی کوشش کرنا عین مقتضائے دانشمندی ہے۔ ٹیلر کے زمانہ مین عام طور پر لوگون کو یقین تھا کہ مذہب
واخلاق کے سرچشمے مختلف اور یہ دونون اتفاقاً (نعوذ باللہ) بانیان مذاہب کی چالاکی سے موجودہ مذہب
کی شکل مین متحد نظر آتے ہین لیکن اب اس غلط فہمی کا پردہ بھی چاک ہو گیا ہے۔ اور یہ امر عام طور پر تسلیم
کیا جاتا ہے کہ مذہب واخلاق کا تعلق غیر منفک ہے بلکہ درحقیقت اخلاقی قانون مین جواز و عدم جواز کی بنیاد
بھی مذہب ہے۔

مذکورہ بالا حالات کی بنا پر ٹیلر کو بھی ایسی سطحی النظری کا مجرم قرار دینا چاہئے جو اس کے زمانہ مین
علمی مضامین پر خامہ فرسا مصنفین کی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے اس کے دل مین یہ شک بھی نہ پیدا ہوا
بلکہ نہ ہو سکا کہ مین جس چیز کی اس بے دردی سے دھجیان اڑا رہا ہون وہ کہین اس شے کا سنگ بنیاد
تو نہین جس کی مین اس جوش سے قدردانی کرنا چاہتا ہون کیونکہ اگر انسانی جمعیت کا مذہب کے بغیر بقار
ممکن نہین تو علم کا بقا اور بھی ناممکن ہوگا مختصر یہ کہ انسان ہوائی جہاز، لاسلکی تار اور اعلی ریاضیات سے دست
بردار ہو سکتا ہے لیکن مذہبی عقائد اور اخلاقی دستورالعمل کا سررشتہ ہاتھ سے نہین چھوڑ سکتا ورنہ دفعتاً اسکی
حالت کتون سے بدتر ہو جائے۔

علم و مذہب دونون انسان کی توجہ اپنی اپنی طرف منعطف کرنا چاہتے ہین۔ ان دو حریفون کی
بعض مابہ الافتراق خصوصیات پر اگر ہم ایک نظر ڈال لین تو ان کی معرکہ آرائی بھی طرح ہماری سمجھ
مین آسکتی ہے۔ بعض خصوصیات تو بالکل ظاہر مثلاً مذہب ایک اخلاقی اور علم ایک غیر اخلاقی نظام ہے
مذہب کے نقطۂ نظر سے ضمیر اور حقوق العباد سب سے اہم ہین، لیکن علم کو، اگرچہ خود اس کا دارومدار صداقت

شعاری کے اخلاقی فرض پر ہے، اخلاق کی سرمو پرواہ نہین بلکہ بعض اس کے ایسے علمبردار جو فلسفہ وعلوم طبیعی کے جامع ہین اور بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین، ان کے نزدیک اخلاقی قدر وقیمت کا لحاظ حق محض کے حصول مین سنگ راہ ثابت ہوتا ہے، علم کا معیار کم اور مذہب کا معیار کیف ہے، علم ہرشے کی موبمو پیمایش کرنا چاہتا ہے لیکن مذہب کو اوسکی ذرا بھی پرواہ نہین، وہ معلوم کرنا نہین چاہتا کہ الف ب سے بڑا ہے یا چھوٹا بلکہ یہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ الف ب سے بہتر ہے یا بدتر، علم مشاہدہ واستقرار سے کام لیتا ہے لیکن مذہب ان اصول کو انسان کی زندگی پر منطبق کرتا ہے جو اس کے خیال مین قلب انسانی مین ودیعت ہین، علم کو کائنات مین صرف ایک ارادہ وفہم سے معری قانون نظر آتا ہے لیکن مذہب یہ محسوس کرتا ہے کہ اس طلسم آرائی سے خالق کائنات کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے، علم انسان کی مجبوری کا قائل ہے مذہب اختیار کا، مذہب کے نزدیک انسان کا ارادہ سب سے بڑی چیز ہے، علم کے نزدیک دنیا کی ہرشے کسی نہ کسی گذشتہ سبب کا نتیجہ ہوتی ہے، علم کا تعلق حواس سے ہے مذہب کا باطنی اذعان سے، اسی لیے بسا اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محسوسات سے انکار کر رہا ہے، یہ آخری فرق ایسا اہم ہے کہ اس پر کسی قدر تفصیل سے غور کرنا چاہیے

علم کا دار مدار چونکہ تمامتر حواس کی شہادت پر ہے اس لیے اسے دوسرون کی سند سے نفرت ہی علم جن لوگون کو ماہر لقب دیتا ہے ان کی رائے کی بنیاد ایسی چیزون پر ہوتی ہے جو ہر تحقیق خواہ کو دستیاب ہوسکتی ہے ورنہ ان کی رائے کی ذرہ برابر وقعت نہ ہو لیکن مذہب کی حالت اس کے برعکس ہے، وہ محسوسات خارجی کی تصدیق کا محتاج نہین، اس کے عقائد کی بنیاد ایسے اشخاص کے اقوال پر ہوتی ہے جن کے متعلق مختلف اسباب کی بنا پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ان کی رسائی اس منزل تک ہوچکی ہے جہان معمولی تشنہ لب تحقیق کا پہنچنا ناممکن ہے، اس کے پاس بانیان مذہب کے علاوہ کوئی بیرونی دلیل نہین ہوتی، اس لیے علم کے واسطے سند لازمی لیکن علم کے ساتھ اس کا جمع ہونا ناممکن ہے، اس موقع پر ایک عام غلط فہمی کا ازالہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو مذاہب الہامی کہلاتے ہین صرف انھی کی نہین بلکہ تمام مذاہب کی

بنیاد سند پر ہے اس لیے اگر ہم بعض بخیال تطویل کی طرح یہ فرض کرنا چاہتے ہین کہ مختلف مذاہب مین سے
بعض یا سب عوام کے خیالات کا قدرتی ثمرہ ہین تو اس کے یہ معنی ہین کہ ہم مذہب کی حقیقت غلط سمجھ رہے ہین
خال خال صورتون کے علاوہ جو شخص مذہبی عقائد کا قائل ہوتا ہے وہ اونکی تعلیم کسی نہ کسی زندہ یا مردہ انسان سے
حاصل کرتا ہے اور اپنے معلم کی سند پر وثوق رکھتا ہے، جن مذاہب کے تاریخی حالات معلوم ہین، ان کے متعلق
بلا استثنار یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونکی بنیاد کسی شخص واحد کی سند پر ہے اس لیے ہم قیاس وتمثیل سے کام لین
تو یہ کہہ سکتے ہین کہ جن مذاہب کے حالات معلوم نہین اونکی بھی کسی نہ کسی شخص کی سند پر بنیاد ہو گی، مسٹر جی،
کے، خریزر صاحب لکھتے ہین

"جن عظیم الشان مذہبی تحریکون نے انسانیت کی تہ تک مین جنبش پیدا کر دی ان کا آخری سرچشمہ
عوام کا نادانستہ اور کورانہ اتحاد عمل نہین بلکہ غیر معمولی دماغون کی دانستہ اور غور وخوض کے بعد کوشش
ہے" ان الفاظ مین عین حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے، البتہ نادانستہ اتحاد عمل اور دانستہ کوشش کا مقابلہ مغالطہ
سے خالی نہین، دنیا کی کونسی بڑی یا چھوٹی مذہبی تحریک عوام کے نادانستہ اور کورانہ اتحاد عمل سے پیدا ہوئی
تاریخ یا تجربہ اوسکی ایک مثال بھی پیش نہین کر سکتا۔ مذہبی پیشوا یا اخلاقی مصلح کا وجود ہر زمانہ مین ضروری ہے
جس طرح کسی نظم یا تصویر کا وجود شاعر یا مصور کے وجود پر دلالت کرتا ہے اسی طرح مذہب خواہ وہ
کیسا ہی معمولی ہو اس کا وجود بانی مذہب کے وجود پر دلالت کرتا ہے، بیشک بعض بانیان مذاہب کے نام
امتداد زمانہ سے نسیاً منسیاً ہو گئے ہین لیکن جو شخص اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتا ہے کہ ان مذاہب
کا کوئی بانی نہین وہ غالباً ہم کو یہ بھی یقین دلانا چاہتا ہے کہ اشوری آثار مین پتھر کی چٹانون پر جو ابھری
ہوئی تصویرین نظر آتی ہین یہ از خود بن گئی ہین کیونکہ ہمین ان سنگ تراشون کے نام معلوم نہین
جنھون نے یہ تصویرین بنائی ہین، اخلاقی فرضیت کا خیال اگرچہ انسانی فطرت مین موجود ہے لیکن اخلاقی
نصائح کو قبول عام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ کسی مستند شخص سے سند قبول حاصل کر لیتی ہین اور

وحشت وتمدن دونون زمانون مین اونکی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے،

مذکورۂ بالا بیان سے ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا کہ علم غیراخلاقی اورجبریت پسند ہے، وہ ایک فہم و نظر سے سعری قانون کا قائل ہے، اُس کا دارمدار حواس کی شہادت پرہے، وہ ہر شے کو کمیت کے نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہتا ہے اس کا طریقۂ استدلال استقرا ہے، اسے سند سے نفرت ہے، اس کے مقابلے مین مذہب اخلاقی اور قدریت پسند ہے، آفرینشِ عالم کا ایک مقصد سمجھتا ہے، اپنا دارمدار شخصی اذعان پر رکھتا ہے حواس کی شہادت سے کام نہین لیتا، اپنے استدلال مین قیاس سے کام لیتا ہے (یعنی جزئیات کو کلیات سے مستنبط کرنا چاہتا ہے م) سند اوسکی جان ہے، مختصر یہ کہ مذہب شخصی اور علم غیرشخصی ہے اور قدرتاً یہی ہونا چاہئے کیونکہ ایک جسم سے بحث کرتا ہے، اور دوسرا روح سے لیکن اگر روح اورجسم کے بجائے اس سے عام تر الفاظ یعنی ذات اور ماحول استعمال کیے جائین تو یہ نکتہ واضح ہوجائے کہ مذہب وعلم کی معرکہ آرائی دراصل مدرکات خارجی اور مدرکات ذہنی کی باہمی نزاع یا بقول فلاسفۂ ہند عالم کی انا اور غیرانا مین تقسیم کی ایک شکل ہے یہی بنیادی اختلاف ان تمام مابہ الاختلاف امور کا سرچشمہ ہے جن پر گذشتہ صفحات مین تبصرہ کیا گیا ہے اور اسی کے تحت مین وہ امور بھی داخل ہین جنکا اب ہم ذکر کرنا چاہتے ہین،

اگر کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ علم اور مذہب کا فرق نے البدیہہ بیان کرو تو وہ غالباً یہی کہیگا کہ ان مین سے ایک مقدس اور دوسرا غیرمقدس ہے، لیکن اوسکا یہ جواب بالکل صحیح ہے، تقدس واقعی مذہب کی خصوصیت ہے، دنیا مین کوئی شے نہین جو مذہبی ہو اور مقدس نہ ہو، تقدس کا دائرہ مذہب تک محدود نہین بلکہ یہ وصف ان چیزون۔ مثلاً سامانِ آرائش، لباس، ظروف، مین بھی پایا جاتا ہے جو مذہبی اعمال مین کام آتی ہین، لیکن علم تقدس کے نام سے ناآشنا ہے، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر شے کو تحلیل کرکے اس کے اصلی اجزا معلوم کیے جائین اور کیمیائی یا غیرکیمیاوی ترکیب دریافت کرکے قوت و مادہ کی عام اصطلاحات مین بیان کیا جائے، اس لیے علمی تحقیقات مین، تقدس کا لفظ بے معنی ہے کیونکہ اوسکا

نصب العین اسرار فطرت کی مکمل اور علانیہ تشریح ہے بلکہ یہ جذبہ اس حد تک قوی ہے کہ زندگی بھی ان
اسباب تحلیل کی سرگرم جستجو تجسس کی گستاخ دستیوں سے محفوظ نہیں، مذہب و علم کے اس فرق سے ہم بخوبی
واقف ہیں، لیکن اسکی وجہ سے یہ نکتہ ایک حد تک ہم سے نظر انداز ہو جاتا ہے کہ تقدس کی طرح اخفار
بھی مذہب کا ایک مابہ الامتیاز وصف ہے، اخفا اور تقدس مین بہت ہی قریب کا رشتہ ہے چنانچہ
(انگریزی مین) ان کے تلفظ کی طرح ان کے معانی مین بھی گہرا تعلق ہے، مذہب کے علاوہ اور کوئی شے
ایسی نہین جس کی فطرت مین اخفا کی شان موجود ہو، مذہب ایک ایسا گہرا راز ہے کہ اس پر بحث ممکن نہین
یہ انسان کے سویدائے قلب کے اتنا قریب ہے کہ اوسکا بے نقاب ہو کے نظر کے سامنے آنا ناممکن ہے، اوسکی طرف
زبان مبہم اشارے کر سکتی ہے لیکن صاف لب پر نہین لا سکتی، مذہب اس لیے راز ہے کہ یہ مقدس ہے،
اگر اوسکا ایک وصف تشریف لے جائے تو دوسرا بھی رخصت ہو جائے، روح انسانی کا اندرونی حصہ
ہی اس کائنات کا حقیقی راز ہے، انسان خواہ تنزل کی پست سے پست منزل تک پہنچ گیا ہو اوسکی روح
ہی دنیا کی وہ مقدس ترین درگاہ ہے جس مین اگر کوئی قدم رکھ سکتا ہے تو وہ خود ہی رکھ سکتا ہے، اگر
کسی آلہ کے ذریعہ سے دل کی حالت معلوم کرنا ممکن ہو تو علوم طبیعی کے حامل اور اپنے خیالات کی بنیاد
مدرکات خارجی پر رکھنے والے علمار اپنے قلب کو اس آلہ کا سر مشق بنانے کے لیے تیار نہ ہون... لیکن
با این ہمہ علم کو اخفا سے نفرت ہے، تقدس اس کے نزدیک بے معنی اور اخفا اس کے نزدیک نفرت
انگیز ہے، وہ اپنا تعلق صرف انھی چیزون سے رکھنا چاہتا ہے جو منظر عام پر لائی جا سکتی ہین لیکن مذہب
کی حالت اس کے برعکس ہے، اس مین غور و فکر سے زیادہ احساس کی ضرورت ہے، اخفا اس کے لیے
لازمی ہے، اس کا یہ حکم ہے کہ جب تمھین نماز پڑھنا ہو تو اپنے کمرہ مین چلے جاؤ دروازے بند کر لو
اور اپنے اس خدا سے دعا مانگو جو پوشیدہ ہے، یہ وہ ضرورت ہے جسے طفل مکتب بھی محسوس کرتا ہے
جب وہ مدرسہ کی خوابگاہ مین سب کے سامنے نماز پڑھتے ہوئے جھجکتا ہے۔

(باقی)

تلخیص و تبصرہ

"اسلامی کپڑے"

اسلامی حکمرانون نے صنعت و حرفت کی طرف خاص توجہ کی تھی، ہم اب تک جانتے تھے کہ ہندوستان ہی کو اپنے کپڑون پر ناز تھا، لیکن برطانوی عجائب خانہ مین بعض ایسے کپڑے کے ٹکڑے موجود ہین، جو اعلیٰ عرب صناعی کا بہترین نمونہ ہین، آج ہم ان مین سے بعض صنعتون کو تاریخ کی روشنی مین پیش کرتے ہین:

پارچہ ۱۲۲ یہ ایک ریشمی کپڑا ہے، جو سیاہ، ارغوانی اور بنفشی رنگ کے تاگون سے بنایا گیا ہے، اس مین تین دھاریان ہین، بیچلی دھاری مین ایک تصویر بنائی گئی ہے جس مین ایک شیر ایک ہرن کو درخت کے قریب پکڑے ہے، باقی دو دھاریون مین عربی عبارتین ہین، یہ تصویرین اور عبارتین پوری لمبائی مین دہرائی گئی ہین، یہ ٹکڑا شاید کسی عمامہ، یا ردا کا ہے، ۱۹۲۱ء مین لفٹنٹ کرنل آر، جی، گیرانڈرسن نے عجائب خانہ کو پیش کیا تھا، عبارت کے الفاظ یہ ہین،

"عز لمولانا السلطان الملک الناصر"

مصری سلاطین مین سے جنھون نے الناصر کا لقب اختیار کیا صلاح الدین یوسف (۱۱۷۱-۹۳ء) اور مملوکی ملوک محمد بن قلاؤن (۱۲۹۳-۱۳۴۱ء) احمد (۱۳۴۲ء) حسن (۱۳۴۷-۶۱ء) فرج (۱۳۹۹-۱۴۱۲ء) اور محمد بن قلاؤن بائع (۱۴۹۶ء) تھے، چونکہ یہ کپڑا مصر مین ملا ہے، اس لیے اگر ہم اس کو ان مین سے کسی ایک کے عہد کی طرف منسوب کرین تو شاید غلط ہوگا، مسٹر کنڈوک کا خیال ہے کہ اس کپڑے کی وضع، سلطان محمد بن قلاؤن کے عہد کے کپڑون سے بہت متشابہ ہے، مملوک سلاطین مین

یہ مشہور تھا اور دوسری چیزوں پر بھی اس کا نام ملتا ہے، اس کے علاوہ دو ٹکڑے اس قسم کے اور ہیں،
ان میں سے ایک برطانوی عجائب خانہ میں اور ہین، جن پر "الناصر" بنا ہوا ہے، یہ ٹکڑے بھی مصر ہی میں
اسیوط کے قریب ملے تھے اور ان پر اس کا پورا نام لکھا ہے، دوسرا ٹکڑا سینٹ میری چرچ اڈنبرگ
میں ہے، اس میں بھی "الناصر" ایک چڑیا کے بازو پر بنا ہوا ہے،

اسلامی کپڑوں میں عبارت کے بعد عموماً تاریخ نہیں بنی جاتی، لیکن پیرس میں ایک کپڑا الیساہے
جس میں تاریخ بھی موجود ہے اس کی عبارت یہ ہے،

۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲ ثمن واربعین واربعمایۃ

عبارت نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کپڑا ۴۴۸ھ کا بنا ہوا ہے، یہ سنہ ۱۰۵۶ء کے مطابق ہے
یہ سال فاطمی خلیفہ المستنصر کے ایام حکومت میں سے ہے،

(جرنل ایشیاٹک سوسائٹی)

فتوح مصر مصنفہ ابن عبد الحکم

اخبار علمیہ کے سلسلہ میں اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا ذکر آچکا ہے، آج ہم اس کا
مفصل ریویو جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ میں شایع ہوا ہے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں،

کتاب ۳۷۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ ۱۵ صفحہ کا مقدمہ ہے، چارلس
سی ٹوری نے اس کو اڈٹ اور ایل یونیورسٹی پریس نے شایع کیا ہے،

"ابن عبد الحکم ایک مصری عرب تھا، اس کی تصنیف جو نویں صدی عیسوی میں لکھی گئی
تھی اور اب مکمل طور سے شایع ہوئی ہے، عرب تاریخ کے ان قدیم اجزا میں ہے، جو ہم تک پہنچے
ہیں، کتاب کا موضوع اس کے نام سے وسیع تر ہے، حتیٰ کہ اس میں ان اصحاب کرامؓ کا تذکرہ

بھی ہے جو مصر مین داخل ہوئے تھے، کتاب تقریباً تمامتر احادیث وروایات پر مشتمل ہے، تاریخ فتوحات عرب کے لحاظ سے عموماً اور فتح مصر کے لحاظ سے خصوصاً یہ کتاب بہت دقیع ہے کہ اس مین وہ تمام روایات جو عربون کے تسخیر ملک سے متعلق ہین، ملتی ہین، مقامی تاریخ کی حیثیت سے بھی جو تفصیل اس مین ہے وہ کسی دوسری کتاب مین نہین، اس کی قدامت اگرچہ اس کے صحت کی دلیل ہے تاہم بعض روایات افسانہ، بعض ضعیف اور بعض غلط ہین، کتاب کی ترتیب وطرز بیان بھی کچھ ایسا اچھا نہین ہے اور آدمی گھبرا جاتا ہے، چاہئے تھا کہ جو کچھ حالات ملے تھے وہ اس سے بہتر طریقہ سے لکھے جاتے، اس کمی کی وجہ سے تاریخ کا اصل مقصد ایک حد تک فوت ہوجاتا ہے، پھر بائین ہمہ یہ ایک اہم منبع تاریخ ہے،

پروفیسر ٹوری نے اس کا بہت اچھا اڈیشن شایع کیا ہے، اصل کتاب مختلف قلمی نسخون سے جن مین سے ایک خاص طور سے بہتر ہے، ترتیب دی گئی ہے، اس اہم کام مین جو مشکلات پیش آئی ہین ان کو نہایت ہی قابلیت سے حل کیا گیا ہے، پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر احتیاط و دقت نظری سے کام لیا گیا ہے، غلطیان شاذ ہی ہین، اس مین ایک مقدمہ اور تشریح طلب الفاظ کے ضمیمہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے،

عالم ملکوت

دی ریویو آف ریلیجنز کا ایک فاضل نامہ نگار لکھتا ہے کہ فرشتون کے وجود، اونکی تخلیق اور اونکی عبادت کا علم ایک مشکل فن ہے، دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب نے اس کی طرف توجہ کی ہے، زردشتی برہمن، یہود، عیسائی اور مسلمان سب کے سب اس کے متعلق ایک خاص عقیدہ رکھتے ہین، اسلام نے اس موضوع کو زردشتی مذہب سے بہتر بیان کیا ہے کہ دوسرے مذاہب مین ہی سب سے زیادہ اس جانب مائل ہے، ہندؤن نے اس کو دیوتا پرستی کی صورت دے رکھی ہے، زردشتی بعض مواقع پر غلطی کر گئے ہین، اور عیسائیون مین اختلاف ہی ایک فرقہ کا خیال ہے کہ اونکی عبادت بھی کرنی چاہئے اور دوسرا

اس کا مخالف ہے۔

"ان کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بھی انسان کی طرح خداوند تعالیٰ کی مخلوق ہین، لیکن بعض ادیون کا خیال ہے کہ اگرچہ اللہ پاک نے فرشتونکو مختلف فرائض کے انجام دینے کے لیے مقرر کیا ہے، تاہم وہ خدا ہی سے ملے ہوئے اور اس سے الگ نہین ہین، اسی عقیدہ نے اون کو فرشتون کی پرستش پر آمادہ کر دیا ہے مثلاً ہنودون کا عقیدہ ہے کہ چاند، سورج، اور ستارون کے مختلف فرشتے ہین، جو اونکی حرکات پر نظر رکھتے ہین، پس اونھون نے ان چیزون کی اور ان کے ساتھ ان کے فرشتون کی عبادت شروع کر دی، لیکن اسلام مین ایسا نہین ہے، وہ سکھاتا ہے کہ فرشتے خدا کی مخلوق ہین، قرآن کہتا ہے کہ "کیا ہم نے فرشتون کو عورت بنایا ہے حالانکہ وہ اس کے شاہد تھے" اس طرح خدا اور فرشتون کے ایک ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔

فرشتون کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اون مین جنس نہین ہے، نہ تو وہ مذکر ہین اور نہ مونث کیونکہ وہ نور سے پیدا کیے گیے ہین، ایک جگہ ہم قرآن مین پڑھتے ہین، "اور تم فرشتون کو مونث کہتے ہو؟" قرآن شریف ہم کو بتاتا ہے کہ فرشتون کے بھی مدارج ہوتے ہین، (۱) یہ وہ فرشتے ہین جو صفات الٰہی کو دنیا مین ظاہر کرتے ہین اور اس لیے اول درجے پر ہین، (۲) ان فرشتون کے مددگار، اور قربت خداوندی سے سرفراز ہین (۳) یہ وہ فرشتے ہین جو ہر ذرہ کی خصوصیت کے اظہار کے ذمہ دار ہوتے ہین وہ لاتعداد ہین کیونکہ دنیا کی مخلوق بھی بے شمار ہے، قرآن کہتا ہے "کوئی نہین، بلکہ صرف خداوند تعالیٰ اپنی مخلوقات کی تعداد جانتا ہے۔"

انسان کے برخلاف، فرشتے فطرتاً نیک معلوم ہوتے ہین اور ان مین برائی کی کوئی قوت نہین ہوتی، لیکن وہ مطیع و فرمانبردار ہوتے ہین اور اپنے خالق و مالک کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہین، قرآن کہتا ہے "کہ وہ اپنے مالک کی نافرمانی نہین کرتے، بلکہ ان کو جس بات کا حکم دیا جاتا ہے، اُسے بجالاتے ہین۔"

علوم مشرقیہ کی تاریخ

جرمنی مین

دمشق کے عربی رسالہ "مجمع العلمی العربی" نے موجودہ یورپین مستشرقین کے پاس خطوط لکھے تھے کہ وہ اپنے
اپنے ملک مین عربی زبان وادبیات کی تعلیم واشاعت کی تاریخ لکھکر بھیجین اس سلسلہ مین جرمن پروفیسر
پروکلمان نے جرمنی مین علوم عربیہ کی تعلیم واشاعت کی تاریخ لکھکر بھیجی ہے جو رسالہ مذکور نے رجب [illegible] کے
پرچہ مین شایع کیا ہے پروفیسر موصوف لکھتے ہین:

جرمنی مین عربی تعلیم کی حقیقی ابتدا اونیسوین صدی سے ہوئی، اگرچہ اس صدی سے پہلے بھی جرمن مدارس
مین عربی کی تعلیم ہوتی تھی، لیکن موجودہ طرز پر تعلیم نہین دیجاتی تھی بلکہ عبرانی کتابون کی تفسیر اوسکا اصلی مقصد
تھا، اگرچہ اٹھارہوین صدی مین بعض مدرسین نے جن مین یوحنا یعقوب ریسکہ المتوفی ۱۷۹۷ء اور اولاف
غوستاف مدرس مدرسہ، دستوفیہ زیادہ مشہور ہین، علوم عربیہ کی ابتدا عمدہ طریقہ پر کی تھی، تاہم اس زمانہ مین
جرمنی نے مشرقی معاملات کے متعلق کوئی نمایان شہرت حاصل نہین کی، البتہ آسٹرین لوگ سلطنت عثمانیہ کے
ساتھ تجارتی اور سیاسی تعلقات رکھتے تھے اور اس تقریب سے وائنا مین ترکی تعلیم نے ترقی حاصل کی اور علامہ
وان ہامر المتوفی [illegible] نے اس کی تجدید کی، وہ علوم عربیہ کا بھی ذوق رکھتا تھا، اور اُنکی تاریخ مین ایک
عظیم الشان کتاب بھی شایع کی، لیکن چونکہ وہ عربیت کا ماہر نہ تھا اس لیے وہ اس کتاب کو اس کے
اصلی درجہ تک نہ پہنچا سکا،

اونیسوین صدی کی ابتدا مین علامہ سلفستری ساسی جو یورپ مین عربی تعلیم بالخصوص صرف ونحو
کا مجدد خیال کیا جاتا ہے پیرس کے مدرسۂ مشرقیہ مین عربی علوم کی تعلیم دیتا تھا اس لیے بعض جرمن طلبا
نے بھی جن مین ہانیرخ میرخت فلیشر ([illegible]) اور ہانیرخ ایفلد ([illegible]) بھی شامل

دن پیرس کا رخ کیا اور یہی دونون جرمن عربی جدید کے بانی قرار پائے، ان مین اول الذکر لیبزگ مین لغات مشرقیہ کا مدرس ہوگیا اور آخرالذکر نے گوٹنگن مین یہی خدمت انجام دی، اور دونون نے متعدد عربی کتابین لکھین اور بعض عربی کتابون کو ایڈٹ کیا اس کے بعد جمعیۃ الشرقیۃ الالمانیہ کی بنیاد ڈالی گئی اور اس نے اپنا مشہور رسالہ جاری کیا اور عربی کی بہت سی نادرالوجود کتابین شایع کین،

مشرقی زبانون کے طلبہ نے گوٹنجن اور لیبزگ کا رخ کیا اور ایفلد کے تلامذہ مین نولدیکی نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی اور اس نے تاریخ قرآن پر ایک کتاب لکھی، بعض شعرائے جاہلیت کے دواوین کی تصحیح کی تاریخ طبری کا جو ٹکڑا دولت ساسانیہ سے تعلق رکھتا ہے اوس کا ترجمہ کیا اور سامی بالخصوص سریانی زبان مین متعدد کتابین تالیف کین،

نولدیکی کے تلامذہ مین دو شخص یعنی اڈورڈ سخاو، اور بروکلمن زیادہ مشہور ہوئے، اور ان مین سخاو نے برلن مین مدرسہ شرقیہ کو قائم کیا اور بروکلمن نے آداب عربیہ کی تاریخ لکھی اور ابن قتیبہ کی عیون الاخبار کو شایع کیا، وہ برلن کے مدرسہ مین سخاو کا جانشین بھی ہوا اور ان کے علاوہ جرمنی مین اور بھی بہت سے مستشرق پیدا ہوگئے،

ایفلد کے مشہور تلامذہ مین ولہاسن (۱۸۴۴ء - ۱۹۱۸) بھی ہے، جو گوٹنجن کے مدرسہ مین اس کا جانشین ہوا اور متعدد کتابین لکھین، ایفلد کے تلامذہ اور ان تلامذہ کے تلامذہ کا مطمح نظر عرب کی تاریخ، عرب کے مذہب اور عربی آداب کی تنقید تھی، لیکن فلیشر اور اوس کے تلامذہ نے نحو عربی اور تنقید لغت کو خاص طور پر پیش نظر رکھا تھا، فلیشر کے مشہور تلامذہ مین علامہ توربکہ (۱۸۳۷ء - ۱۸۹۰) ہے جس نے حریری کی کتاب درۃ الغواص کو شایع کیا ان کے علاوہ اوغوست مولر (۱۸۴۸-۱۸۹۵) مورخ دول اسلامیہ اور بہت سے مشہور مستشرق ہین،

جرمنی مین ایفلد اور فلیشر کے علاوہ دی سامی کے اور بھی بہت سے تلامذہ ہین، جن مین غوستاف فلوغل (۱۸۰۲ء - ۱۸۷۰ء) اور ولیلم آمورڈ (۱۸۳۰-۱۹۰۲) بھی شامل ہین، ان مین فلوغل نے حاجی

خلیفہ کی کتاب کشف الظنون اور فہرست ابن الندیم شایع کی ہے، اور تاریخ آداب عربیہ مین بکثرت
رسائل لکھے ہین، ولیلم آورڈ نے شعراء ستہ کے دواوین، اصمعیات عجاج اور رؤبہ وغیرہ کے دواوین
کی تصیح کی ہے، اور اس عظیم الشان جلد دن مین کتب خانۂ برلن کی عربی کتابون کی فہرست لکھی ہے اس
طرح تمام جرمن مدارس مین عربی علوم عام طور پر پھیل گیے، اور عظیم الشان ترقی حاصل کی، چنانچہ ۲۱ سال
سے مجلۃ الجمعیۃ الشرقیۃ الالمانیہ کے علاوہ خاص طور پر تاریخ اسلام کے متعلق ایک رسالہ نکل رہا ہے،
اور اس کے بانی کارل ماینرخ بکر ہین جو اس وقت برلن کی وزارت تعلیم کے سکرٹری ہین،

اخبارِ علمیہ

انگلستان مین دنیا کی سب سے بڑی تحت البحر کشتی بن رہی ہے، اس مین ایک ۱۲ انچ کی توپ ہیگی یہ کشتی نہایت آسانی سے بم اندازی کرکے پانی کے نیچے ہو رہیگی، اپنی رفتار اور قوت کے لحاظ سے وہ دنیا کے ہر بڑے جہاز سے زیادہ بہتر و طاقتور ہوگی،

جرمنی نے اتحادیون کو سنہ ۲۲ء کے اختتام تک جو رقم بطور تاوان جنگ ادا کی ہے، اس کے اعداد مجلسِ تاوان نے شایع کیے ہین،

اس وقت تک کل ادا کردہ رقم کی تعداد ۲۵۹۲۰۰۰۰۰ پونڈ ہے اس مین سے ۹۲۹۰۰۰۰۰ پونڈ نقد ہین اور ۱۶۶۳۰۰۰۰۰ پونڈ بصورت اشیاء،

اس مین سے ۱۹۶۱۰۰۰۰ پونڈ کی رقم، اتحادیون نے کوئلہ کے لیے جو پیشگی دی تھی اس مین اور ۱۲۲۴۰۰۰۰۰ پونڈ اتحادی افواج کے خرچ قیام کے مدمین وضع کر لی، باقی رقم مین ۵۶۹۰۰۰۰ پونڈ برطانیہ ۱۴۵۰۰۰۰۰ فرانس اور ۲۰۲۷۰۰۰۰ پونڈ بلجیم کے ہاتھ آئے۔

کپتان، سی، ایچ، تھامسن نے حال ہی مین میمی، فلوریڈا کے جنوب مین ایک عظیم الجثہ اور عجیب الخلقت مچھلی شکار کی ہے، اس قسم کی کوئی مچھلی اب تک دیکھی نہین گئی تھی، ذیل کے اعداد سے آپ اس مچھلی کا کچھ تصور کر سکینگے،

لمبائی ۴۵ فٹ،

وزن ۱۵ ٹن یا ۳۳۶۰۰ پونڈ،

دورہ ۸ فٹ ۳ انچ

گولائی ۲۳ فٹ ۹ انچ،

منہ ۳۸ انچ چوڑا اور ۲۴ انچ گہرا، زبان ۱۴۰ انچ لانبی اور ہزارون دانت،

کھال ۳ انچ موٹی،

جس وقت اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو اس مین ۴۰۰ پونڈ کی ایک اور ۵۰۰ پونڈ کی ایک مچھلی نکلی، اس کے علاوہ ۵۰۰ پونڈ مونگے بھی تھے،

مغربی آسٹریلیا مین ایک بڑا موتی ملا ہے، جو ۱۰۲ گرین ہے، اس کی قیمت ۱۲۰۰۰ پونڈ ہے، اس وقت سب سے بڑے موتی کا وزن ۱۰۱ گرین تھا اور اس کی قیمت ۵۰۰۰ پونڈ تھی،

صرف حلقۂ لندن کے مدارس نے اسپتالون کے لیے ۵۰۰۰ پونڈ چندہ دیا ہے،

انگلستان کی مجلس اوقاف ۱۵۰۰۰ اوقاف کا انتظام کرتی ہے، ان اوقاف کی سالیت تقریباً ۱۷۸۶۰۰۰۰ پونڈ ہے،

فرانس کے ایک ماہر نے ہوائی جہاز کو قابو مین رکھنے کا جو پرزہ ایجاد کیا تھا، اس کے صلہ مین اسے مختلف کمپنیون سے ۱۰۷۷۵ پونڈ اور حکومت سے ۲۴۵۰۰ پونڈ ملے ہین،

فرانس زراعت مین جس سرعت سے ترقی کر رہا ہے، اس کا حال یہ ہے کہ ۱۹۱۸ء کی بہ نسبت ۱۷۵۰۰۰۰ مویشی بڑھ گئے ہین، اس وقت ۱۲۰۰۰۰۰ سور، ۹۰۰۰۰۰ بھیڑ اور ۴۰۰۰۰۰ گھوڑے زیادہ ہین،

مسز سٹرنر کے تین بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے ہین، ان مین سے دو لڑکیان اور ایک لڑکا، اسی خاتون کو ۲ سال قبل دو توام لڑکے پیدا ہو چکے ہین،

لندن مین ایک ہوٹل تیار ہو رہا ہے جو سال بھر مین ۱۰۰۰۰۰۰ آدمیون کو کھانا کھلائیگا، اس مین بیک وقت ۴۵۰۰ آدمی اپنی بھوک و پیاس دور کر سکینگے، ان مہمانون کی خدمت کے لیے ۹۰۰ خادم ہر وقت حاضر رہینگی،

سنہ ۱۹۲۲ء مین عورتون نے اپنی ایجادات کو محفوظ کرانے کے لیے ۴۰۶ درخواستین دین، گذشتہ سال اونکی تعداد صرف ۲۹ تھی،

سنہ ۲۶ء مین انگلستان و ویلز مین شراب کے ۲۲۳۳۴۳۸۹ پیپے خرچ ہوئے،

گذشتہ جون مین، لندن مین مطبوعہ کتابون کی ایک نمائش ہوئی تھی، اس مین سینکڑون قسمون کی طباعت کے نمونے رکھے گئے تھے،

انگلستان کے ۱۲، مختصر فسانہ نویسون نے "میرا بہترین فسانہ" کے نام سے ایک مجموعہ شایع کیا ہے،

اس مین ہر قصہ نویس نے اپنا بہترین قصہ پیش کیا ہے،

برلن سے ڈاکٹر کاہن وینر نے ایک کتاب ۵۰۶ صفحات اور ۲۰۰ تصاویر کی شایع کی ہے، اس مین مصر قدیم، بابل، ایران، اسلام، چین اور جاپان کے حالات ہین،

کیمبرج یونیورسٹی سے ایک تاریخی رسالہ عنقریب شایع ہوگا، اس کا مقصد، یونیورسٹی کی تاریخی کوششون کو پبلک کے سامنے پیش کرنا ہے، اس کے اڈیٹر تاریخ جدید کے پروفیسر مسٹر ایچ، ڈبلو، وی ٹمپرلی ہونگے، رسالہ ششماہی سالانہ ہوگا، اس کی قیمت ۶ شلنگ ہوگی،

اسی یونیورسٹی نے اپنی برطانیہ کی خارجی تاریخ کے سلسلہ کی دوسری کڑی جو ۱۸۱۵ء سے ۱۸۶۶ء کے حالات پر مشتمل ہے، شایع کی ہے، سر اے، ڈبلو، وارڈ نے اسے اڈٹ کیا ہے،

جون کے آخری ہفتہ مین شاہی تعلیمی کانفرنس لندن مین منعقد ہوئی تھی، اس مین ابتدائی تعلیم کے تمام نئے طریقون کی نمائش کی گئی تھی اور نوآبادیات کے تقریباً ۶۰۰۵ ماہرین تعلیم اس مین شریک تھے

گذشتہ مئی مین مدراس کے اخبارات نے ۱۳ سالہ لڑکے ماسٹر بار وسے کی تصویر و حالات شایع کئے تھے، یہ لڑکا علم موسیقی مین غیر معمولی کمال رکھتا ہے، اور بیس سے زیادہ سازون کو استادانہ بجا سکتا ہے، اب اٹیلینس مین نے سسلی کے ایک ۱۱ سالہ سالہ لڑکے کا حال لکھا ہے، جو اس وقت اس فن مین استاد تسلیم کیا جاتا ہے اور ماہرین اس کی خوق العادت ذہانت سے حیران ہین،

ادبیات

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی

موجِ پیمانۂ تقدیر ہے گیسو تیرا
طاقِ میخانۂ توحید ہے ابرو تیرا

مہک اٹھا چمنِ دہر کا پتہ پتہ
راز چھپنے نہیں دیتی تری خوشبو تیرا

صفِ آخر میں ہوں میں واسطے اے قاتل
خوف یہ ہے کہ تھکا جاتا ہے بازو تیرا

رک گئے کیوں درِ جنت پہ بہشتی سارے
کھل گیا ہو نہ مہکتا ہوا گیسو تیرا

سجدۂ خم کی طرف سب کو جھکا دیتا ہے
اس میں بھی طاق ہے ساقی خمِ ابرو تیرا

منہ نکالے تو بھلا ماہِ شبِ چاردہم
ماند کر دیگا چمکتا ہوا جگنو تیرا

جب نگہ ہوتی ہے گستاخ تری عاشق کی
منہ ترا دیکھ کے رہ جاتا ہے ابرو تیرا

نہ اگر دست حنائی کا اشارہ پائے
شانہ سلجھائے تو الجھا ہوا گیسو تیرا

ٹھوکریاں کھائیگا ساقی کی سنبھل جا اے مست
خون رلائیگا چھلکتا ہوا چلو تیرا

دل الجھتا ہے کہ کیونکر نکل آؤں منہ سے
ذکر سن لیتا ہے کانوں سے جو ہر سو تیرا

کیسی وحشت نہ رہا ایک کے بھی ہوش بجا
چوکڑی بھول کے منہ تکتے ہیں آہو تیرا

سر حباب تن پہ نہیں مجکو سبکباری ہے
ٹل گیا بوجھ سلامت رہے بازو تیرا

سامنے خم ہے سمجھ بوجھ کے مینا اے مست
کوئی گرتے ہوئے پکڑیگا نہ بازو تیرا

کون ہوگا ترا غمخوار بتا بعد مرے
کون پونچھیگا ڈھلکتا ہوا آنسو تیرا

مانگنے کی نہ منگانے کی ضرورت اے دوست شکر کر جام خداداد ہے چلو تیرا

مین تو کیا چیز ہون مینو کی جھکی ہے گردن یار اعجاز سے بھی بڑھ گیا جادو تیرا

شاد کیا کیجئے دیکھا نہین جاتا مجھسے

چہرہ اترا ہوا بہتا ہوا آنسو تیرا

پیام حسرت

وہ چپ ہوگئے مجھسے کیا کہتے کہتے کہ دل رہ گیا مدعا کہتے کہتے

مرا عشق بھی خود غرض ہو چلا ہے ترے حسن کو بے وفا کہتے کہتے

شب غم کس آرام سے سوگئے ہم فسانہ تری یاد کا کہتے کہتے

یہ کیا پڑ گئی خوئے دشنام تم کو مجھے ناسزا برملا کہتے کہتے

خبران کو اب تک نہین مرمٹے ہم دل زار کا ماجرا کہتے کہتے

عجب کیا جو ہے بدگمان سب سے واعظ بُرا سنتے سنتے، برا کہتے کہتے

وہ آئے مگر آئے کس وقت حسرت کہ ہم چل بسے مرحبا کہتے کہتے

حیات ثابت

جناب سید یامین صاحب ہاشمی بی اے

رو کے ایک تارے نے یہ مجھ سے کہا وقت سحر ہے بیاض صبح روشن مجھ کو تمہید سفر

اپنی ہستی کے لیے مین رات کا ممنون ہون زندگی میری فنائے صبح پر ہے منحصر

وائے قسمت میری کوئی مستقل ہستی نہین زندگی ممنون شب اور موت ممنون سحر

وہ بھی کیا مرنا جو لطف غیر کا شرمندہ ہو

زندگی وہ کیا جو مرگ غیر پر ہو منحصر

مطبوعات جدیدہ

انتصار الاتراک جزء اوّل، یہ گذشتہ جنگ اتراک و یونان کی ایک تاریخ ہے جس کو عربی زبان میں مصر کے ایک عیسائی فاضل جناب "حنا منا مطر" نے روزانہ اخبارات کے مضامین سے ترتیب دیکر شایع کیا ہے اس میں جنگ اناطولیہ کے حالات اور ترکان احرار کے کارناموں کو نہایت صحت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، موقع موقع سے تصویریں بھی دی گئی ہیں یہ حصہ صرف فتح قسطنطنیہ تک کے حالات اور دنیائے اسلام کی عام مسرت و ابتہاج کا نقشہ پیش کرتا ہے، باقی حالات کے لئے دوسرے جز کا انتظار کرنا چاہئے جن لوگوں کو اس جنگ کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کا شوق ہو اس کتاب کو ضرور منگائیں، لکھائی، چھپائی اور تصویریں عمدہ نہیں، خلافت کمیٹی بمبئی سے اسکی قیمت اور ملنے کا پتہ معلوم ہو سکے گا،

انتخاب صحاح ستہ یہ حدیث کی چھٹوں مستند کتابوں کی ۷۹۵ منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جس سے ہر مذہب و ملت کے پیرو یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں، مولوی نیاز علی پنشنر اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس پنجاب نے اس کو ترتیب دیا ہے عربی متن کے ساتھ ان احادیث کا اردو ترجمہ بھی دیدیا گیا ہے، ۹۳ صفحہ کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے جس میں آنحضرت صلعم کے مختصر حالات، اور حدیث اور ائمہ حدیث پر مختصر تبصرے کئے گئے ہیں، بعض مواقع پر ترجمہ اور تفسیر میں غلطیاں بھی ہیں، صحیح مسلم اور بخاری میں (ریاء و سمعہ) یعنی ریاکاری اور شہرت طلبی کی مذمت میں ایک حدیث منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

من یسمع سمع اللہ بہ ومن یرائی یرائی اللہ بہ،	جو اپنے کارناموں کا آپ اعلان کرتا رہتا ہے، خدا اسکو بدنام کر دیتا ہے اور جو اپنی خوبیاں دکھایا کرتا ہے خدا اسکے عیوب کو کھول دیتا ہے،

تسمیع سے مراد اپنے نیک کاموں کا ذکر کرنا اور "ریا" سے مراد لوگوں کو دکھانے کے لئے اور شہرت طلبی کی غرض سے نیک کام کرنا، مگر بعض شارحین کے نزدیک ریا سے مراد اپنی خوبیاں آپ ظاہر کرنا اور تسمیع سے مراد اپنے معائب کا ذکر کرنا ہے لیکن جناب مولوی صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہی،

"جو شخص (کسی کے چھپے عیب لوگوں کو) سنائے یا دکھائے اللہ تعالیٰ اس کے چھپے عیب لوگوں کو سنائے اور دکھائے گا"

اس قسم کی معمولی لغزشوں کے علاوہ کتاب ہر طرح سے مفید ہے اور اُردو خواں شائقین حدیث کے مطالعہ کے لائق ہے، قیمت عہ، پتہ شیخ غلام علی تاجر کتب کشمیری بازار لاہور،

تعلیم القرآن، قرآن، آسان قاعدہ (مصنفہ خواجہ حسن نظامی صاحب) کا دوسرا حصہ ہے جس میں لڑکے لڑکیوں کی تعلیم قرآن کی غرض سے چند ابواب کے ماتحت قرآن مجید کی آیتیں ترجمہ کے ساتھ درج کی گئی ہیں، اصل مقصود تو بچوں کو عربی الفاظ کا زبان پر رواں کرنا ہے تاکہ وہ قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن مزید فائدہ کی غرض سے وہ آیتیں لی گئی ہیں جن میں، عقائد، عبادات، اور اخلاق کا بیان ہے، ہر آیت کے بعد اس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے، قیمت ۸ر لکھائی چھپائی عمدہ

پتہ کارخانہ حلقۃ المشایخ دہلی،

چندن، ہندوستان کے افسانہ نویسوں میں منشی پریم چند کے بعد پنجاب میں جناب سدرشن کا نام لیا جاتا ہے یہ کتاب انہیں کے لکھے ہوئے چند افسانوں کا مجموعہ ہے جس میں مختصر قصوں میں ہندوستانیوں کے بلند اخلاق دلچسپ انداز اور روزمرہ کے واقعات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، یہ افسانہ بجائے خود سبق آموز، موثر، اور دل کش ہے، بیچ بیچ میں زبان کی خامیاں گراں گذرتی ہیں عبارت سادہ اور سلیس ہے، واقعات کا عام انتخاب بھی ستایش کے قابل ہے، تقطیع چھوٹی مجلد خوشنما،

آفتاب دمشق، مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی کا اس نام سے ایک نیا ناول شایع ہوا ہے جسمیں خلافت راشدہ کے زمانہ کے مجاہدانہ کارناموں کو عشق و محبت کی داستان میں پیش کیا گیا ہے، یونس اور سلمونیہ اس ناول کے ہیرو ہیں، یونس یقیناً کوئی صحابی یا تابعی ہے، مگر وہ جس طریقہ سے اظہار عشق کرتا ہے اس میں تقدس کی بو تک نہیں آتی، یونس سلمونیہ سے پہلی مرتبہ ایک خفیہ مکان میں ملتا ہے، یہ صورت واقعہ اس عہد کے مقدس اخلاق کی غلط تصویر ہے، پہلی ہی ملاقات میں یونس اظہار عشق کرنے لگتا ہے فریضۂ تبلیغ سے بالکل غافل ہے، خلیفہ کا پیغام جس اچانک طریقہ سے اہل شام کی محفل عید کو درہم برہم کر دیتا ہے، اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا اصول تھا،،، اسلام یا جنگ،، رومنس جس طریقہ سے اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر خالد سے ملتا ہے اس سے اسلام کی حقانیت ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ رومنس کی قومی غداری کا ثبوت ملتا ہے، دشمن نے ہر موقع پر صحابہ کو وحشی، غیر مہذب اور ناخدا ترس کہا کسی موقع پر کسی دشمن نے فضائلِ صحابہ کا اعتراف نہیں کیا نہ سارے قصہ میں ایسے واقعات ہیں جو ان کے اس الزام کو دفع کرتے ہوں، مولوی صاحب کو ٹریجڈی کے ساتھ عشق ہے، مگر اس کے لئے صرف خودکشی کا ایک طریقہ ہر جگہ موزوں نہیں ہے! اصل یہ ہے کہ افسانہ نویسی کے بھی مختلف شعبے ہیں، مولوی صاحب موصوف، ہندوستان کی زنانہ معاشرت، بول، چال، رسوم در واج اور اُن کے متعلق مسلمانہ خیالات کو ان کے مذاق کے مطابق خوب ادا کر سکتے ہیں، اس لئے اس کامیاب شعبۂ فن کو چھوڑ کر کسی نئے انداز میں کامیابی مشق و مہارت چاہتی ہے، کتاب اچھی چھپی ہے، قیمت ۱۲؍ پتہ عبد الرشید اینڈ برادرس لوہاری دروازہ لاہور

جوئے شیر، خان بہادر حاجی حکیم عبد الرحیم صاحب نے اس کتاب میں دودھ کے استعمال کی مختلف طبی صورتیں یکجا کرائی ہیں، اُن کا خیال ہے کہ دودھ چند ترکیبوں کے بدلنے سے مختلف امراض کا علاج ہے، قیمت ۴؍ پتہ عبد الرزاق تاجر کتب قادریہ بک ڈپو موچی بازار، عسکر جگلور،

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱

لغات جدیدہ چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم، ۳ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اصولی عقائد کی تحقیق، (زیر طبع)

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا مالک پر تبصرہ ۸ر

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکوں و کتبوں سے اسکا ثبوت، ۸ر

دنیائے اسلام و خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جد و جہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں، ۶ر

خلافت عثمانیہ و دنیائے اسلام اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں، ۵ر

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، ۴ر

مولٰنا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اخلاق و معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا نقشہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، ضخامت ۵۰۰ صفحے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارناموں کی تفصیل، صفحات ۴۰۰، قیمت عہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین کا خلاصہ، طبع دوم، قیمت عار

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع، قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سلیس ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد عار

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، ۱۲ر

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عا

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول سے ، جلد دوم عار،

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ و عار

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزاء جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے قیمت عا ر

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات

اور عام صحابیات کی سوانح عمریان اور اون کے علمی و اخلاقی کارنامے، قیمت عہ

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول، ؎ دوم ؎

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ۔ ۱۰ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعت کے اخلاق، ملک رہنماؤن کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کیے گئے ہین، صفحہ ۲۳۲، عا ر

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عا ر

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عہ

مذہب کی باتین بچون اور بچیون کی تعلیم کے لیے ؎

رسالہ قوت خیال، یعنی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ، ۳ر

اثبات واجب الوجود یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر، عہ

تاریخ ابو البشر کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضاء کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین، ؎

رموز فطرت، طبیعات، طبقات ارض، ہیئت، اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین، ؎

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد، ؎

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی، ؎

نعت کبیر عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ، ؎

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی عمدگی کیساتھ سلیس بامحاورہ سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین، صفحے ۲۰۱ ؎

الانسان، اس مین انسان کے تمام قوا نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے، صفحہ ۲۱۳، قیمت عا

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت پر دلچسپ و دلکش اور سہل و آسان کتاب، ؎

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب ؎

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبد الحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلماء نے اس مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو لکھے اور وہان کے امراء وزراء علما اور مشائخ کے حالات و علوم و فنون کی ترقی نہایت تحقیق اور تفصیل سے لکھے ہین،

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ سید خیر صاحب نے مشہور فرنچ سیاح لوئی سونزے کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو ترجمہ کیا ہے،

بدیہہ گوئی، جناب جوش ملسیانی نے اس کتاب مین عربی، فارسی اور اردو کے شعراء اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کیے ہین، قیمت ؎

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۷

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

[illegible]

کتبخانہ دارالمصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی رح

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ ...

ایضاً حصہ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ ...

ایضاً حصہ دوم طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ (زیر طبع)

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ...

المامون خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات ...

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ ...

سیرۃ النعمان امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہاد و مسائل ...

سوانح مولانا روم مولنا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر تقریظ ...

مقالات شبلی مولانا کے ۱۳ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ ...

رسائل شبلی مولانا کے ۱۱ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ ...

سوانح خسرو خسرو کے حالات زندگی، اور انکی شاعری پر ریویو ...

شعر العجم حصہ اول شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز، قدما کا دور ...

ایضاً حصہ دوم شعرائے متوسطین کا دور ...

ایضاً حصہ سوم شعرائے متاخرین کا دور ...

ایضاً حصہ چہارم فارسی شاعری پر ریویو ...

ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ ...

الانتقاد علی التمدن الاسلامی جرجی زیدان کے تمدن اسلامی کی عربی میں تنقید ...

موازنہ انیس و دبیر میر انیس کی شاعری پر ریویو ...

سفرنامہ روم و مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت ...

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور اون کے جوابات ...

علم الکلام مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ، اسکی عہد بعہد کی ترقیات اور علمائے متکلمین کے نظریات و مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس ...

الکلام مولانا کی مشہور تصنیف، جدید علم کلام جس میں عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے، طبع سوم مطبوعہ معارف زیر طبع

قصیدہ امرتسر امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں مولنا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین و اعلیٰ مطبع کی ہے ...

مجموعہ کلام شبلی اردو ...

مثنوی صبح امید ...

کلیات مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات قطعات کا مجموعہ، جو اب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستہ گل بوئے گل، برگ گل کے ناموں سے چھپے تھے اس میں سب یکجا کر دئیے گئے ہیں، ... پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے قیمت ...

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورہ تحریم جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ...

تفسیر سورہ والتین 〃 〃 ...

تفسیر سورہ والکوثر 〃 〃 ...

تفسیر سورہ عبس 〃 〃 ...

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی میں حضرت اسمعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ ...

اسباق النحو حصہ اول و دوم سہل طرز پر عربی گرامر اردو ...

دیوان حمید مولنا کا فارسی دیوان مع تقریظ ...

خرد نامہ منظوم خاص فارسی زبان میں امثال سلیمانی کا ترجمہ ...

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم اقوام قرآن میں سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت، مذہب اور ...

مجلد دوازدہم	ماہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۳ء	عدد چہارم

مضامین

شذرات

اکتوبر کا پرچہ، تین ہفتہ کی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے، ناظرین معارف کے بیتابانہ خطوط اور اون کے انتظار کی برہمی شکایت نہین، بلکہ شکریہ کی مستحق ہی، کہ وہ ان چند اوراق کے مجموعہ کو اس درجہ محبوب و عزیز رکھتے ہین کہ اوس کے قدوم کی چند روزہ تاخیر بھی اون کو مکدر اور ملول کر دیتی ہی، یہ اتفاقی تاخیر، میری علالت اور ایک ضروری سفر کے باعث پیش آئی، آیندہ پرچہ بھی تیار ہی اور کوشش ہی کہ وہ وقت پر شائع ہو،

کہاجاتا ہی کہ ہندوستانِ قدیم کے خمیر مین گو ریاضیت، فلسفیت اور ادبیت کے تین عناصر ابتدا سے پائے جاتے ہین، مگر تاریخیت کے چوتھے عنصر کی اوس مین ہمیشہ کمی رہی، یہی سبب ہی کہ ہندوستان کے پرانے علمی ذخیرہ مین تاریخ کا سرمایہ بمنزلۂ صفر ہے، لیکن یہ دیکھکر خوشی ہوتی ہی کہ ہندوستان کے پرانے فرزند، کچھ تو مسلمانون کی آمد کے بعد سے اور کچھ موجودہ تعلیم کے اثر سے اس کمی کو جلدی جلدی پوری کر دینا چاہتے ہین، مگر آپ جانتے ہین کہ جو غذا اچھی طرح چبائی نہین جاتی اور جلد جلد کھائی جاتی ہی وہ عموماً بدہضمی پیدا کرتی ہی، موجودہ جدید ہندو تعلیم یافتہ مؤرخین، یا علم تاریخ کے شایقین نے تاریخ نگاری کا جو نمونہ اپنے سامنے رکھا ہی وہ ہندوستان کا پرانا نمونہ **مہابھارت** اور **رامائن** ہی جس مین افسانہ کو تاریخ کا لقب دیا جاتا ہے، یا یورپ کی جدید تنقیدی تاریخ کا طرز ہی جس مین تاریخ افسانہ بن جاتی ہی،

ہمارے پاس ملک کے گوشون سے اکثر احباب، انگریزی اخبارات و رسائل کے ایسے مضامین کے تراشے کاٹ کر اس غرض سے بھیجا کرتے ہین کہ معارف مین اون کی تصحیح کی جائے اور اون کے جواب لکھے جائین

اس سلسلہ مین قابل ذکر ہندوا ہل قلم جدوناتھ سرکار ہین، جنھون نے اپنی علمی زندگی کا نصب العین عموماً سلاطین تیموری کی تاریخ، اور خصوصاً اورنگ زیب عالمگیر کے واقعات کو قرار دیا ہے، [illegible] کی مستقل تصنیفات کے علاوہ ہر دوسرے تیسرے مہینہ انھین مباحث پر انکے محبوب رسالہ ماڈرن ریویو کلکتہ مین انکے مضامین نکلتے رہتے ہین بنگالی اور مرہٹی افسانہ نویسون نے تیموری بیگمات کے حسن و عشق کے افسانون کو اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ ناواقف ہندو اصحاب اون کو تاریخی واقعات یقین کرنے لگتے ہین،

سلاطین تیموری مین، سب سے زیادہ بدنام "مسلمان بادشاہ" **عالمگیر** ہی، اوس کو دوست و دشمن مشرقی و مغربی تمام مصنفین زہد پیشہ اور متقی جانتے ہین، مگر سرکار نے بڑی محنت سے فرامین عالمگیری نام کسی "کہنہ مجموعہ" کا پتہ لگایا ہی، اور جس کو مع انگریزی ترجمہ کے چھاپا بھی ہی، اور اوس کی سند پر اوسکے ایک خوش جمال کنیز پر فریفتہ ہو کر غش کھا کر گر جانے کی ایک داستان مشتہر کی ہی،

ایک مرہٹی افسانہ نویس نے ایک قصہ گھڑا ہی کہ روشن آرا (بنت عالمگیر) سیواجی پر دل و جان سے عاشق تھی، اور اوسی "محبوبہ حرم" کی کوششون کا نتیجہ تھا کہ سیواجی دلی کی نظربندی سے بھاگ کر نکل سکا، اور اپنے ساتھ اپنی شیدا کو بھی دلی کے محل سے نکالکر مہاراشٹر کے پہاڑی قلعہ مین لے آیا، بمبئی مین آجکل ایک ناٹک کھیلا جا رہا ہی، جس مین مہرالنساء نامی اکبر کی ایک فرضی لڑکی ایک راجپوت پر عاشق ہوتی ہی،

چند روز ہوئے کہ ہمارے پاس ایک دوست نے "امرتا بازار پتریکا" مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۲۳ء کا ایک ٹکڑا کاٹکر بھیجا ہی، جس مین "پرنسلی انڈیا" مصنفہ ہیم چندر رائے ایم اے (بنگال) کے حوالہ سے "حرم سرائے مغل اعظم" کے زیر عنوان ایک کالم کا مضمون شائع ہوا ہی، جس مین نہایت بیباکی سے روشن آرا، اور سیواجی کے فرضی قصہ کا

حوالہ دیکر اورنگ زیب کی ایک فرضی بیوی گلنار بیگم کا قصہ لکھا گیا ہے، راجہ جسونت سنگھ عالمگیر کا ایک پسند افسر تھا، جس کو اوس نے آخر مین کابل کی حکومت تفویض کی تھی، راجہ کے مرنے پر عالمگیر نے اوس کے دونون بیٹون کو اپنی تربیت مین لینے کا ارادہ کیا تھا، مگر رانی اپنے بیٹون کو لیکر راجپوتون کی مدد سے چل کھڑی ہوئی تھی، اس مصنف نے واقعہ کو گلنار اور رانی کی باہمی عداوتون پر محمول قرار دیا ہے، اور یہ دکھایا ہے، کہ رانی اور اوس کے بیٹون کے ساتھ عالمگیر کا یہ طرزِ عمل گلنار کی فرمایشون کی تعمیل تھی، اور عالمگیر سا بادشاہ جس کو ہر مورخ مستقل مزاج اور خود رائے کہتا ہے، وہ ہیم چندر رائے کی تحقیق مین زن مرید تھا،

"شتر مرغ" آپ جانتے ہین کہ ایک عظیم الجثہ پرندہ ہے، اوس کی نسبت فارسی مین ایک قصہ ہے، کہ جب ایک ایرانی شکاری نے اوس کو پرندہ سمجھکر شکار کرنا چاہا تو اوس نے کہا کہ "مین تو شتر (اونٹ) ہون، اور جب اوسکو اونٹ سمجھکر اوس نے اپنا سامان اور اسباب لادنا چاہا، تو اوس نے معذرت کی کہ "مین تو مرغ ہون، اسباب لادنا میرا کام نہین،" بعینہٖ اسی طرح یورپ نے "تاریخی افسانہ" کے نام سے ایک "علمی شتر مرغ" خلق کیا ہے، ناظرین کے سامنے اوس کو پیش کیا جاتا ہے تو یقین دلایا جاتا ہے، یا یہ یقین پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ سرتاپا تاریخی ہے، اور جب آپ اوس پر تاریخی حیثیت سے اعتراضات کرینگے کہ اس کے یہ مندرجہ واقعات اصلیت سے خالی ہین، تو جواب ملیگا کہ یہ افسانہ ہے، اِس مین تاریخ سے تطبیق کی تلاش کیون ہے؟ یورپین افسانہ نویسون نے اسی طریقہ تحریر کی ذریعہ سے ترکون کی اخلاقی اور خانگی زندگی کی یورپ مین بدترین تشہیر کی ہے، اور اب اوسی قسم کا پروپگنڈا مسلمان سلاطین کے خلاف یورپین افسانہ نویسون کے بہترین مقلد بنگالی، مرہٹی اور گجراتی افسانہ نویس پھیلا رہے ہین، کیا وہ بتا سکتے ہین کہ وہ اِس طریقہ سے ملک یا علم کس کی خدمت انجام دے رہے ہین؟

ایک دفعہ ایک انگریزی خاتون سے زیرسایہ برطانیہ ہندوستان کی تعلیمی ترقی پر گفتگو ہو رہی تھی، مین نے

کہا کہ لکھنا پڑھنا، دنیا کے دوسرے پیشون اور حرفتون کی طرح ایک پیشہ اور حرفت ہی، اس مین شک نہین کہ ہندوستان کے لوگ اب اِس پیشہ اور حرفت کو پہلے سے زیادہ جانتے ہین، مگر درحقیقت اصلی اور حقیقی تعلیم، جو تربیت سے عبارت ہی، ہندوستان اوس سے روز بروز عاری ہوتا جاتا ہی، اب فرقۂ ہنود مین اون کے اسلاف کی سی شجاعت سپاہیانہ بہادری، عزم، استقلال، علوئے ہمت، خودداری، سچائی، سادگی، نیکی، اور بداخلاقانہ نقائص سے پاکی کہان ہی؟ اب اگر لکھنے پڑھنے والے پہلے سے زیادہ ہین، تو ہندوستان تو ہندوستان، یورپ بھی مذہبی تعلیم چھوڑ کر، اور مدنی تعلیم اختیار کر کے پہلے سے بہت زیادہ بدتر اور زودتر ہو گیا ہی، قدیم طرز تمدن مین، اگر عیش پرست صرف سلاطین اور امراء ہوتے تھے، تو اب جدید تمدن کے بدولت یہ سعادت عوام اور قلیون تک پہنچ گئی ہی،

احاطۂ بمبئی ہندوستان کے اون خوش قسمت صوبون مین سے ہی جو نئی تعلیم کے برکات سے سب سے زیادہ بہرہ مند ہی، لیکن تعلیم کے اِس بہتات کے ساتھ تربیت کی اِس کمی کو ملاحظہ کیجئے، کہ ۱۹۲۲ء مین وہان ایک لاکھ پچھتر ہزار دیوانی مقدمے دائر ہوئے، فوجداری کے جرائم کی تعداد ایک لاکھ انہتر ہزار رہی، مجرمون کی تعداد دو لاکھ ساڑھے بائیس ہزار تھی، جن مین سے صرف ایک لاکھ انتالیس ہزار مجرمون کے نام سے سزایاب ہوئے، کیا تعلیم کی افراط تربیت کے نقص کی کچھ بھی تلافی کر سکی؟

اردو کے لطیف انشا پرداز ایم مہدی حسن مرحوم (افادی الاقتصادی) کی یاد اب تک اون کے قدردانون کے دلون مین باقی ہوگی، مرحوم کی زندگی کی خاص خصوصیت لطافت پسندی تھی، جس سے اون کی زندگی کا کوئی شعبہ خالی نہ تھا، رہنا سہنا، پہننا اوڑھنا، پڑھنا لکھنا، سفر اور قیام، خیال اور تصور، تحریر اور تقریر ہر شے مین اون کی یہ خصوصیت نمایان تھی، مولانا شبلی مرحوم کے لٹریچر کے وہ شیدا تھے، وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر

عمدہ سے عمدہ لفافے اور کاغذ مولانا کے پاس بھیجتے تھے کہ وہ اون پر اون کو خط لکھین جب وارالمصنفین سے کتابین منگواتے تھے تو فرمایش ہوتی تھی کہ کتاب کی ایک ایک فرد دیکھ لی جائے کہ داغدار نہو، پیکٹ بعد اتہ بندھے، وہ شے لطیف اور جنس لطیف کے سچے ناقد، عاشق اور قدردان تھے، اون کی تحریر کا طرز بھی اسی انداز کا تھا، وہ ایک نہایت ہی لطیف طریقۂ انشا کے اُردو مین موجد تھے، جو پستی و ابتذال سے پاک، اور شگفتگی اور رنگینی سے معمور ہوتا تھا، اون کے نجی کے خطوط بھی اسی عطر مین ڈوبے ہوتے تھے، اور اپنے مراسلت رکھنے والون سے بھی اسی اہتمام اور توجہ کے طالب رہتے تھے، اون کے مضامین ۱۸۹۶ء سے ۱۹۲۱ء تک متعدد رسائل مین طبع ہوتے رہے،

اللہ تعالیٰ نے اون کو ایک رفیقۂ زندگی (بیوی) بھی اونھین کے خیال کے مطابق عطا کیا تھا، اور یہ سب سے بڑی دولت ہے جو ایک شوہر کو میسر آسکتی ہے، مرحوم نے اونکی تعلیم و تربیت اپنے ہی اُصول پر کی تھی کہ وہ بالکل اونکا عکس اور آئینہ بن گئین، انتہا یہ ہے کہ طریقۂ تحریر اور خط مین بھی اپنے شوہر مرحوم کی پوری تقلید اونھون نے کی، اب جب کبھی اونکا خط آتا ہے، دل کانپ جاتا ہے کہ الٰہی! مہدی مرحوم کی تحریر!

مہدی بیگم نے اپنے شوہر کی زندگی مین اونکی بہترین خدمت کی ہوگی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اونکے مرنے کے بعد جو خدمت اونھون نے اپنے شوہر کی انجام دی ہے وہ گذشتہ سے بدرجہا بہتر اور گران تر ہے، اونھون نے اپنے شوہر کے متفرق مضامین اور تحریرون کو اخبارات اور رسائل کے پُرانے فائلون سے نکالکر یکجا جمع کیا، اور اونکا ایک مجموعہ نہایت صفائی، عمدگی، اور حسن سلیقہ کے ساتھ بہترین کاغذ پر چھپوا کر شایع کیا ہے، اور اوس کا نام **افادات مہدی** رکھا ہے، مہدی مرحوم کی جسمانی اولادین متعدد ہین، مگر اون کی یہ روحانی اولاد ہمیشہ یادگار رہیگی،

مقالات

ارضِ مقدس کی داستان

بہار خلافت کانفرنس کے خطبۂ صدارت

کا

ایک حصّہ

از

سید سلیمان ندوی

دنیا کی گذشتہ مہیب جنگ جس مین حیوان صفت انسانون نے درندون اور بھیڑیون کی طرح ایک دوسرے کو چیرا اور پھاڑا، اور اس کا نام اپنی اصطلاح مین "نوعِ انسان کی عظیم الشان ترقی اور تکمیل" رکھا، اوس کو ختم ہوئے چند سال گذر چکے، بڑی بڑی کانفرنسون اور معاہدون نے اختتام جنگ کا بار بار اعلان کیا، ملکون ملکون صلح کے جشن منائے گئے، کامیابیون کی یادگارین بنائی جارہی ہین، فتوحات کے منارے کھڑے کیے جارہے ہین، اور انسانیت کو اوس کی بقاء اور تحفظ اور جنگ کے شرِ عظیم سے نجات پانے کی خوشی مین مبارکبادین دی جارہی ہین، اور امن وسلامتی کے گیت اور ترانون سے فاتح قومون کے شہر اور دیہات گونج رہے ہین، مگر حقیقت بین نظر سے پوچھو کہ کیا اوس کو امن وسلامتی کے اندرونی مناظر بھی کہین نظر آتے ہین؟ دلون کے گوشون مین، سکون طمانیت کی کوئی لہر ہے؟ قومون کے جذبات اور تحریکات مین امن پسندی کی کوئی جھلک ہے؟ سمندر کی ظاہری سطح کسیقدر ساکن ہو مگر سمندر کی سطح مین لہرون کی تڑپ، موجون کی جنبش، طوفان کی برہمی، سب کچھ موجود ہے، جہانتک

مسلمانون کا تعلق ہو اوس وقت تک سکون و اطمینان کی دولت دنیا کو میسر نہین آسکتی، جب تک جزیرۃ العرب کا مسئلہ اون کے منشا کے موافق طے نہ ہولے، جزیرۃ العرب دنیا کی دوسری قومون کے نزدیک ایک خشک، بنجر، بے آب وگیاہ صحرا، ریگستان اور کوہستان ہو، لیکن اسلام کے نزدیک یہی اوس کی سب سے بڑی دولت، یہی اوس کی سب سے بڑی متاع، یہی اوس کا سب سے بڑا خزانہ ہو، جس پر وہ اپنی ہر دولت نثار، اپنی ہر متاع قربان، اور اپنا ہر خزانہ نچھاور کرنے کو طیار ہو، جزیرۃ العرب کیا ہو؟ پیغمبرون کا مولد، انبیاء کا مسکن، رسولون کا موطن، اسلام کی زندگی کا سرچشمہ، قرآن کا مہبط، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ومدفن، صحابۂ کرام کی کوششون کا جولانگاہ، ائمہ اور بزرگون کا خوابگاہ؛ وہ **حجاز** ہی کی سرزمین تھی جہان آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس دنیا کی زمین پر قدم رکھا، اور کعبۃ اللہ عرش الٰہی کا اِس عالم مادی مین سایہ اور تمثال بنا، اور اسلیئے وہ دنیا کے آخری پیغام سننے والون کا قبلہ اور مرکز بنا، **عراق** وہ سرزمین ہے جہان سے نوحؑ کا طوفان اُٹھا، یہ وہ مقام ہو جہان مسلم اول ابراہیم خلیل اللہ نے وجود پاکر آذر کا بتخانہ اور نمرود کا دار الغرور توڑا، اور اس طرح یہ اسلام کا پہلا گھر ہو، جہان مسلمانون کا پہلا گھرانا آباد ہوا، یہی وہ سرزمین ہو جہان یونسؑ نے گنہگار دِلون کو اپنی دردناک آواز سے پکار کر اون کے دلون کو متاثر اور آنکھون کو اشکبار کیا،

تمام زمین کا وہ گوشہ ہو جہان ربانی رحمت کے چشمہ بار بار اُبلتے رہتے اور ہدایت الٰہی کی بجلیان دم بدم کوندتی رہین، ابراہیم خلیل اللہ کا دار الہجرۃ، اون کے مقدس سیاحت کی منزل، اور اون کے جسد اطہر کا خوابگاہ، اور اون کے نسل اسحٰق کے ہزارون پیغمبرون کا مولد ومدفن ہو، یہین وہ بیت المقدس ہو جو داؤد وسلیمانؑ کی تعمیر، انبیاء کا مذبح، معراج محمدی کی پہلی منزل، مسلمانون کا نسشناہہ قبلہ، اور اسلام کا تیسرا حرم ہو، آگے بڑھکر بحر میت کا کنارہ، لوطؑ کا خیمہ گاہ ہو، بحر احمر کے کنارہ مدین کی زمین شعیبؑ کا وطن اور حضرت موسیٰؑ کی ہجرت گاہ ہو، اِسی کے قریب حضرت ایوبؑ کا خیمہ تھا، اِس کے بعد تبوک کے قریب

ثمود کا مسکن اور حضرت صالح کی وحی کا مہبط تھا، یمن قبیلۂ عاد کی یادگار اور حضرت ہود کی نبوت کا مقام تھا، حجاز کو کیا کہون کہ اوس کا ذرہ ذرہ اسلام کے آسمان کا ستارہ، اور اوس کی گلی گلی جبریل امین کی منزل، اور چالیس کروڑ قلوب کا مرکز و مرجع ہے، جس طرف دن مین پانچ بار لاکھو پیشانیان گرتی اور اوٹھتی ہین، یہی وہ وادی غیر ذی ذرع ہے، جہان ایک مقدس باپ نے اپنے ایک مقدس بیٹے کو خدا کے نام پر بھینٹ چڑھایا، جہان ایک مقدس شوہر نے اپنی عفیف بیوی اور اکلوتے بچے کو صحرائے بے نام و نشان مین چھوڑ کر خدا کے حکم کی بجا آوری کی، یہی وہ مقام اقدس ہے جہان ایک بزرگ باپ نے معمار اور ایک فرمانبردار بیٹے نے مزدور بنکر خدا کا پہلا گھر بنایا إِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ اسی کی شان، اور إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ اسی کی خبر ہے، یہین ایک پتھر کی چٹان پر کھڑے ہو کر ابراہیم و اسمٰعیل نے علی نسل انسانی کی بھلائی کے لیئے نبی اُمّی کے ظہور کی دعا مانگی تھی ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ۔ (بقرہ) وہ نبی امی جب ظاہر ہوا، تو شہر مکہ اوس کا مولد، اور مدینہ اوس کا مدفن ہوا، یہی وہ شہر ہے جہان ہدایت کا آخری سرچشمہ اُبلا، یہین وہ بلد امین ہے جس کی خدائے عزیز نے قسم کھائی، یہین وہ حرم ہے جس کو خدا نے امن کا گھر اور مخلوق کا مرجع بنایا وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا غرض اِس سرزمین کا کون سا گوشہ ہے جو ہماری عقیدت گاہ نہین، جہان شہدائے اسلام کے خون کے قطرے نہین گرے، جہان اسلام کے اولیاء اور اماموں کا مدفن نہین، جہان اسلام کی سیزدہ صد سالہ عزت و وقار کا خزانہ دفن نہین یہی وہ حدود ہین جہان اسلام کی پہلی تاریخ بنی، جہان اسلام کی تہذیب و تمدن کی شعلین روشن ہوئین، **حجاز** خلافت راشدہ کا گہوارہ، **شام** خلافت بنی امیہ کا گھر اور **عراق** خلافت عباسیہ کا عہد ہے، یہی وہ آبادیان ہین جہان علوم اسلامیہ کی ترتیب و تدوین ہوئی، **بصرہ** حسن بصری رضہ کا مرقد اور علم کلام کا مولد، **کوفہ** علی مرتضیٰ اسد اللہ الغالب کی شہادتگاہ، اور آج یہین

فرات کے کنارے خانوادۂ نبوت کا مظلوم کاروان لٹا تھا، حسینؑ کا مشہد، علی اصغرؑ و اکبرؑ کا مقتل عباسؑ کی شہادتگاہ ہے، یعنی بہتر مقدس نفوس کے خون کا فوارہ یہین بہا تھا، الحاصل اسلام کی تاریخ کا خلاصہ اور مسلمانون کی دولت کا گنج گرانمایہ اسی جزیرۂ عرب کے کھنڈرون، صحراؤن، ریگستانون اور ویرانون مین مدفون ہے،

چپہ چپہ پہ ہے یہان گوہر یکتا تہ خاک   دفن ہوگا نہ کہین ایسا خزانہ ہرگز

اس تفصیل کے بعد دنیا کے ہر منصف مزاج سے اپیل ہے کہ فیصلہ کرے کہ اس ارض اقدس کی امانت دنیا کی کس قوم کے سپرد ہونی چاہیئے؟ یہود آگے بڑھین گے لیکن اون سے کہدیا جائیگا کہ بابل اور شہر یروشلم کے سوا تم کو جزیرۂ عرب کے اس وسیع حدود مین سے اور کس کا دعویٰ ہے؟ اور پھر تم عیسیٰؑ روح اللہ کے انکار سے یروشلم کی امانت کے مستحق نہ رہے، عیسائی آگے بڑھینگے اون سے کہا جائیگا کہ تم نے مسیح کی بشارت کی قدر نہ جانی اور آخری پیغام کی تکذیب کی اسلیئے یہ امانت اون فرزندان ابراہیمؑ کا حصہ ہے جو نسل ابراہیمؑ کے ہر پیغمبر کو برابر کی عقیدت اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہین، اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ جن کا اعلان ہے، کہ وہی یہود و نصاریٰ کے دو پلڑون کے درمیان عدل و انصاف کا توازن قایم رکھ سکتے ہین، توراۃ کی زبان مین جزیرۃ العرب کا نام ارض مقدس ہے خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ تو داہین بائین آگے پیچھے دیکھ یہ ساری زمین مین تجھکو اور تیری نسل کو ابدالآباد کے لیئے دیتا ہون، فرمایا کہ تیری نسل کو بڑھاؤن گا اور اوس کو برکت دونگا، اور وہ اس ساری زمین کی مالک ہوگی، اگر تو ریگ کے ذرون کو اور آسمان کے تارون کو گن سکتا ہے تو اپنی نسل کو گن سکیگا، حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا نے برکت دی اور برومند کیا جیسا کہ اوس کا وعدہ تھا، اور جیسا کہ خدا نے کہا تھا، اون کی نسل سے بارہ سردار پیدا ہوئے جنھون نے ارض اقدس یعنی ارض عرب کے بڑے حصہ کا احاطہ کر لیا، اور نسلاً بعد نسلٍ یہ امانت اون کی اولاد مین نسل ابراہیمؑ کے آخرین پیغمبر کے ظہور تک چلی آئی، اور اس سرزمین کے جو متفرق حصے ایران،

روم اور یہود کے قبضہ مین تھے، وہ ایک ایک کرکے لوائے محمدی کے نیچے جمع ہو گئے، حضور کا شبِ معراج مین بیت المقدس تک معجزانہ سفر اور مسجد سلیمانی مین تمام انبیا کی امامت فرما کر دوگانہ ادا کرنا اوسی تکمیل بشارت کی طرف اشارہ ہے،

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ ۔

پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندہ کو ایک رات مین مکہ کی مسجد (کعبہ) سے شام کی مسجد (بیت المقدس) تک لے گیا جس کے چارون طرف ہم نے برکت دی ہے،

اوسی برکت کی طرف اشارہ ہے، جو خدا نے ابراہیمؑ کی زبان سے عطا کی تھی، ہر مسلمان جو خلیل اللہ کے کعبہ کی طرف منہ پھیر کر خدائے عزیز کا نام لیتا ہے وہ اپنی دعاؤن کا آخری فقرہ یون ادا کرتا ہے،

اللّٰھم بارك علی محمد و علی آل محمد كما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم ۔

اے خدا! تو اپنی برکت محمد اور آل محمد پر اوسی طرح نازل کر جس طرح تو نے اپنی برکت ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل کی تھی،

محمد اور آل محمد کی برکت کی تمثیل ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کی برکت کے ساتھ اسی رمز کو ظاہر کرتا ہے، کہ جو کچھ ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کو عطا ہوا تھا وہ سب کچھ محمدؐ اور آل محمدؐ کی وراثت مین منتقل ہو گیا، ابراہیمی کعبہ کی جب دیوارین اٹھ رہی تھین تو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو حکم ہوا تھا کہ میرا یہ گھر ہر قسم کی آلودگیون اور نجاستون سے پاک و صاف رہے، یہ صرف عبادت گذارون، گوشہ گیرون، اور میرے پرستارون کے لیے ہمیشہ خاص رہے،

وَطَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۔

اور تم دونون میرے گھر کو طواف کرنیوالون، اعتکاف مین بیٹھنے والون اور رکوع اور سجدہ کرنیوالون کے لئے پاک کرو،

اسلام نے جس طرح اپنے مذہب اور شریعت کے ایک ایک جزء کو اپنے روشن بیان سے منور کر دیا ہے اوسی طرح ارض اقدس کی تقدیس و تطہیر کے ضروری مقصد کو بھی اجمال و ابہام کی تاریکی مین گم نہین کر دیا، اس ارض قدس کی تحدید اور تعیین مین کوئی اجمال اور ابہام باقی نہین چھوڑا، اور اوس کے متعلقہ احکام کی تفصیل مین کوئی کمی باقی نہین رکھی تھی، اوسوقت جب نسل ابراہیمی کے آخری پیغمبر کے عہد مین خلیل بت شکن کا کعبہ بتون سے

بتون کی نجاستون سے پاک ہوا، حکم الٰہی نازل ہوا،

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا، — شرک کے پرستار نجاستون مین آلودہ ہین لیئے وہ اِس پاک مسجد کے آس پاس بھی امسال کے بعد نہ آئین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر حضرت علی حضرت ابوہریرہ اور متعدد صحابہ کو بھیجا کہ موسم حج مین جاکر اعلان کردین کہ آج سے کوئی دین ابراہیمی اور ملت حنیفی کا غیر مومن اِس مسجد ابراہیم کے پاس پھٹکنے کا کوئی حق نہین رکھتا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی بعثت کا جو فرض ادا کیا، اوس مین مجاہدات اور غزوات کا بڑا حصہ ہی، لیکن یہ تمام مجاہدات اور غزوات صرف اِسلیئے تھین کہ ارض اقدس کو کفر و شرک اور تثلیث و تکثیر کی نجاستون اور آلودگیون سے پاک و صاف کیا جائے، قریش سے لڑائیان کعبۂ خلیل کی تقدیس کے خاطر تھین، بحرین عمان، اور یمن مجوسیون سے صلح و آشتی سے حاصل کیا گیا، مدینہ سے خیبر اور عدو و شام تک علاقہ یہودیون کے تصرف سے نکالا گیا، شام کا صوبہ مسیحی رومیون سے بزور شمشیر چھینا گیا، عراق کی سرزمین یزدان واہرمن پرست کسریٰ کے تسلط سے پاک کی گئی اور اِس طرح عہد نبوی مین خالص ملک عرب اور خلافت فاروقی مین پورا جزیرۂ عرب اسلامی اقتدار مین آگیا،

غرض اسلام کو جیسے جیسے اقتدار حاصل ہوتا جاتا تھا، ارض اقدس نامسلمانون سے پاک ہوتا جاتا تھا، مدینہ کے آس پاس بنو قینقاع، بنو حارثہ، بنو نضیر وغیرہ جو یہودی قبائل آباد تھے، اون کو مناسب اسباب کے پیدا ہونے پر وہان سے ہٹا کر شام کی طرف جگہ دی گئی، صحیح مسلم مین حضرت ابن عمر سے روایت ہی،

ان یھود بنی النضیر و قریظۃ حاربوا رسول اللہ صلعم فاجلیٰ رسول اللہ صلعم بنی النضیر واقر قریظۃ ومن علیھم حتی حاربت قریظۃ بعد ذالک فقتل رجالھم وقسم نساءھم — بنو نضیر اور قریظہ کے یہود آنحضرت صلعم سے لڑے، تو آپ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا، اور قریظہ کو برقرار رکھا اور اون پر احسان کیا، یہان تک کہ اونھون نے اس کے بعد جنگ کی تو آپ نے (اونھین کے پسند کردہ حکم کے

و اد لاد هم و ما هم بين المسلمين	تیسما اور تورات کے حکم کے مطابق، اون کے مردون کو قتل کیا
الا ان بعضهم لحقوا برسول الله صلعم	اور اون کی عورتون اور بچون اور جائدادون کو مسلمانون
فآمنهم و اسلموا و اجلی رسول الله	مین بانٹ دیا، لیکن اونمین مین سے کچھ لوگ رسول اللہ صلعم
صلعم یهود المدینة کلهم بنی قینقاع	سے مل گئے، تو آپ نے اونکو امان دی، وہ مسلمان ہوئے،
و هم قوم عبد الله بن سلام و یهود	اور آپ نے مدینہ کے تمام یہودیون کو بنی قینقاع کو جو
بنی حارثة و کل یهودی کان بالمدینة	عبداللہ بن سلام کی قوم کے تھے اور بنی حارثہ کے یہود کو
	اور ہر یہودی کو جو مدینہ مین تھا نکال دیا،

لیکن چونکہ اسلام قومیت اور جنسیت کی لعنت سے پاک ہے وہ صرف دین کے رشتہ کو اصلی برادری جانتا ہے اسلئے ان یہودیون کو جلاوطن کرتے وقت اسلام کی تبلیغ ضروری سمجھی، کہ اگر وہ اس برادری مین داخل ہوجائین اور ملت ابراہیمی کے خالص پیرو بن جائین، تو اس ارض اقدس کی سکونت اور وطن کے وہ بھی ویسے ہی مستحق قرار پائین جس طرح دوسرے مسلمان، چنانچہ آنحضرت صلعم صحابہ کی مختصر جماعت کے ساتھ یہود کے قبیلون مین تشریف لیے گئے، اور جیسا کہ صحیح مسلم مین (کتاب الجہاد) حضرت ابوہریرہ کی زبانی بتفصیل مذکور ہے، آپ نے وہان جاکر سب سے پہلے اسلام کو پیش کیا، اون کو پکار کر جمع کیا پھر فرمایا "اے جماعت یہود! اسلام لاؤ، سلامتی پاؤگے" اونھون نے جواب دیا، اے ابوالقاسم! آپ تبلیغ کا فرض ادا کر چکے، آپ نے فرمایا "ان مین بھی یہی چاہتا ہون، تیسری بار آپ نے فرمایا تو جان لو کہ یہ زمین اللہ اور اوس کے رسول کی ملکیت ہے، اور مین چاہتا ہون کہ مین اس زمین سے تم کو نکالدون، تو جس کو اپنی جائداد کی کچھ قیمت مل سکے وہ اوسکو فروخت کردے، ورنہ جان لو کہ یہ زمین اللہ اور اوس کے رسول کی ملکیت ہے،" قرآن مجید کی آیت ذیل ہی واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے،

هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ	اوسی خدا نے اون کو جو اہل کتاب مین سے کفر مین مبتلا مین

اھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر	اون کے گھرون سے نکالا پہلے حشر کے لیے، تمہارا
ماظننتم ان یخرجوا وظنوا انھم مانعتھم	گمان نہ تھا کہ وہ نکلین گے اور انکا گمان تھا کہ اونکے
حصونھم من اللہ فاتھم اللہ من حیث	قلعے خدا کے مقابلہ مین اون کی حفاظت کرینگے، تو خدا نے
لم یحتسبوا وقذف فی قلوبھم الرعب	اون پر اُدھر سے حملہ کیا جدھر اونکو خیال بھی نہ تھا، اور
یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین	اون کے دلون مین اسلام کا رعب ڈالدیا، وہ اپنے گھرون کو
فاعتبروا یااولی الابصار ولولا ان	خود اپنے ہاتھون سے اور مسلمانون کے ہاتھون سے اُجاڑ
کتب اللہ علیھم الجلاء لعذبھم فی الدنیا	رہے ہین، تو اے بصیرت والو! اس سے عبرت پکڑو، اور
ولھم فی الآخرۃ عذاب النار ذلک	اگر خدا اون پر یہ جلاوطنی نہ لکھدیتا تو اون کو دنیا مین (کسی
بانھم شاقوا اللہ ورسولہ ومن	اور قسم کا) عذاب دیتا، اور اون کے لئے آخرت مین دوزخ
یشاق اللہ فان اللہ شدید العقاب	کی سزا ہی یہ اسلئے کہ اونھون نے خدا اور اوس کے رسول
(حشر)	سے دشمنی کی اور جو خدا سے دشمنی کرتا ہی، اوس کو جان لینا
	چاہیئے کہ خدا بڑی سزا دینے والا ہی،

اِس کے بعد ۷ھ مین خیبر کا واقعہ پیش آیا، یہان یہودیون کی بڑی ریاست تھی، متعدد قلعے اون کے ہاتھ مین تھے، لیکن وہ سب ایک ایک کرکے فتح ہوگئے، لیکن ایک مناسب موقع تک کے لیئے اونکو بعض شرائط پر خیبر مین رہنے دیا گیا، ۹ھ مین یمن ہاتھ آیا اور وہان کے عیسائیون سے جزیہ پر صلح ہوگئی، اور اون کو بھی ایک وقت مناسب تک کے لیئے آباد رہنے دیا گیا، لیکن آنحضرت صلعم کو رہ رہکر یہ خیال آتا تھا کہ ارض اقدس غیر مسلم وجود سے یکسر خالی ہو، ربیع الاول ۱۱ھ مین آپ نے وفات پائی، لیکن عین اوس وقت جب اِس عالم عنصری سے آپکی روح مبارک کا انقطاع ہو رہا تھا، اور آپ رفیق اعلی سے سرگرم نیاز اور اوس کے دیدار کے لیئے بیتاب تھے، اور کبھی مرض کی شدت سے بیچین ہوکر آخری کروٹین لے رہے تھے،

آپ کو جو چیز مضطرب کر رہی تھی، وہ اس جزیرۂ مقدس کی تقدیس وتطہیر کا خیال تھا، کہ ابراہیم و اسمٰعیل کی سرزمین اب تک پرستاران توحید کے لئے مخصوص نہین ہو چکی ہو، چنانچہ حیات ظاہری کی آخری سانسون مین اپنے جانشینون کو یہ وصیت فرمائی، جیسا کہ صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابون مین حضرت ابن عباس سے مروی ہی،

واوصی عند موتہ بثلاث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب، | آنحضرت صلعم نے مرتے وقت تین وصیتین کین، جن مین سے ایک یہ تھی کہ جزیرۂ عرب سے مشرکون کو نکال دینا،

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین اس وصیت نبوی پر عمل فرمایا، اور مناسب معاوضہ دیکر تمام نصاری اور یہودیون کو جزیرۂ عرب سے نکالکر، شام مین بسادیا، خیبر کے یہودیون نے آنحضرت صلعم کے عمل سے حجت پیش کرنی چاہی، اوس کے جواب مین آپ نے فرمایا، کہ مجھے حضور کے الفاظ اچھی طرح یاد ہین، آپ نے تم لوگون کو یہان بسنے کی اجازت دیتے وقت فرما دیا تھا کہ یہ اجازت اوسی وقت تک کے لئے ہی جب تک ہم چاہین، مصلحت یہ تھی کہ اوس وقت تک شام فتح نہین ہوا تھا اور وہ رومیون کے ہاتھ مین تھا جو اسلام کے دشمن تھے، اگر ان یہودیون کو اوس وقت شام جلاوطن کر دیا جاتا تو وہ گھر کے بھیدی بنکر سخت خطرناک ثابت ہوتے، لیکن جب حضرت عمرؓ کے زمانہ مین شام فتح ہو گیا تو وہ خطرہ جاتا رہا، اور اوس وقت آنحضرت صلعم کی وصیت کے مطابق اون کو جلاوطن کیا گیا،

اسلام کا یہ حکم بڑی مصلحتون پر مبنی ہی، چنانچہ آنحضرت صلعم کی اسی آخری وصیت کے اون الفاظ سے جو دوسری روایتون مین مذکور ہین، یہ مصالح واضح اور روشن ہین، صحیح مسلم، مسند احمد، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی مین حضرت عمرؓ سے روایت ہی،

انہ سمع النبی صلعم یقول لاخرجن الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب حتی | کہ اونھون نے آنحضرت صلعم کو کہتے سنا کہ مین یہود اور نصاری کو جزیرۂ عرب سے نکالدونگا، یہان تک کہ

سوائے مسلمان کے اوس مین کسی کو نہ چھوڑونگا،

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ مقصود نبوی یہ تھا کہ ارض اقدس حلقہ بگوشان دین خلیل کے سوا کسی اور کا وطن نہوگا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام دیگر مذہبون اور قومون مین سے یہود اور نصاری کی تخصیص صرف اسلیئے ہی کہ اوس عہد مین صرف وہی وہان آباد تھے، ورنہ جیسا کہ حدیث مذکور کے آخری الفاظ نے واضح کردیا ہی کہ مسلم کے سوا وہان کسی اور کا توطن نہ ہوگا، اس تخصیص مین تعمیم پیدا کردی ہی، وصیت کے دوسرے الفاظ جو دوسری روایتون مین مذکور ہین وہ بھی اس عمومیت کو پوری طرح ظاہر کرنے کے علاوہ شارع کے پیش نظر اوس حکم کی جو اصلی علتین تھین اون کو بھی آشکارا کردیا ہی، مسند امام احمد مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا،

اخر ما عهد رسول الله صلعم لا يترك بجزيرة العرب دينان،	آنحضرت صلعم نے جو آخری وصیت فرمائی وہ یہ تھی کہ جزیرۂ عرب مین دو دین باقی نہ رکھے جائین، (بلکہ ایک ہی دین حق باقی رہیگا)

یعنی اس ارض قدس مین صرف ایک ہی دین باقی رکھا جائے، اور وہ اوس کا دین جس کو اور جس کی نسل کو یہ غیر آباد زمین، ارض و سما کے خالق کی طرف سے وراثت مین ملی، اور جس نے دنیا مین سب سے پہلے انا اول المسلمین کا نعرہ بلند کیا، اور جس نے اپنے پیروکارون کو سب سے پہلے مسلم کا خطاب عطا کیا، هو سماكم المسلمين، وہ لوگ جو اسلام کے ظہور کے وقت اوس مسلم اول کے فرزند ہونے کے جھوٹے دعویدار تھے، وہ اوسی بت پرستی مین مبتلا تھے جس کے توڑنے کے لیئے اوس بت شکن اول کو دنیا مین وجود بخشا گیا تھا، اسی لئے موت کے بستر پر بھی دعائے ابراہیمی کے مظہر اتم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر دامنگیر تھی، حضرت عائشہ رض فرماتی ہین، کہ لمحات بازپسین مین بار بار یہ الفاظ ادا ہوتے تھے،

قاتل الله اليهود والنصارى اتخذوا	خدا یہود اور نصاری کو مارے کہ اونھون نے اپنے پیغمبرون کی

قبور انبیاء هم مساجد لا یبقین دینان — قبرون کو عبادتگاہ بنایا، سرزمین عرب مین دو دین باقی

بارض العرب (موطا) — نہ رہین،

ابوداؤد مین حضرت ابن عباس کی روایت مین یہ الفاظ ہین،

لا تبقی قبلتان فی بلد واحد — ایک ملک مین دو قبلے نہون،

صاحب شریعت نے اِس ارض اقدس کے حدود خود متعین فرما دیئے ہین، کہ وہ صرف حجاز نہین صرف عرب خاص نہین، بلکہ پورا جزیرہ ہی، جزیرہ اوس قطعۂ زمین کو کہتے ہین جو چارون طرف پانی سے گھرا ہو، ظاہر ہے کہ ارض عرب کی سرزمین کا بیشتر حصہ سمندرون اور دریاؤن سے گھرا ہوا ہی، اوس کے ایک طرف بحر عرب اور بحر ہند ہی، دوسری طرف خلیج فارس یا دریائے عمان ہی، تیسری طرف بحر قلزم یا بحر احمر ہے، اور اوسی کی سیدھ مین اب نہر سویز ہی، جو بحر متوسط یا بحر روم سے مل گئی ہی، اور شام کی طرف کے سواحل اسی بحر متوسط سے ہمکنار ہین، اور عراق کی طرف فرات کا دریا اوس کی حدبندی کرتا ہی،

ممکن ہو کہ یہ کہا جائے کہ آجکل کے سیاسی اثرات و مطالبات نے جزیرۂ عرب کے حدود کو اسقدر وسیع کر دیا ہو، اِسلئے اِس موقع پر قدمائے اِسلام کی تصریحات کا اس باب مین پیش کرنا ضرور ہی، چنانچہ اہل لغت اہل سیرت، اہل حدیث، اہل فقہ اور اہل جغرافیہ، ہر فن کے ماہرین کی تحقیقات حسب ذیل ہین،

اہل لغت

قال الخلیل سمیت جزیرۃ العرب لان بحر فارس و بحر الحبشۃ والفرات والدجلۃ احاطت بھا، — خلیل نے کہا کہ ملک عرب کا جزیرۂ عرب اسلئے نام پڑا کہ بحر فارس اور بحر حبشہ (بحر احمر) اور فرات اور دجلہ اسکو گھیرے ہین،

قال الاصمعی لاحاطۃ البحار بھا یعنی بحر الہند والقلزم و بحر فارس و بحر الحبشۃ و دجلۃ، — اصمعی نے کہا کہ جزیرہ اسلئے کہ دریا اوس کا احاطہ کئے ہین، یعنی بحر ہند، بحر قلزم، بحر فارس، بحر حبشہ اور دجلہ۔

قاموس کے مصنف فیروزآبادی نے کہا کہ جزیرۃ العرب

قال الفیروز آبادی صاحب القاموس جزیرة العرب ما احاط به بحر الهند والشام ثم دجلة والفرات او ما بین جدة الی اطراف الشام طولاً ومن جدة الی ریف العراق عرضاً .

ملک ہے جس کو بحر ہند اور بحر شام (بحر متوسط) پھر دجلہ اور فرات گھیرے ہین یا جو جدہ سے شام کے کنارہ تک طول مین اور جدہ سے عراق کے سبزہ زار تک عرض مین ہے،

قال ابن الکلبی جزیرة العرب من اقصی عدن الی ریف العراق فی الطول واما فی العرض فمن جدة وما والاها من ساحل البحر الی طرف الشام و تبوک من الحجاز

ابن کلبی کا قول ہے کہ جزیرۃ العرب عدن کی انتہا سے عراق کے سبزہ زار تک طول مین ہے، اور عرض مین جدہ اور اوس کے آس پاس سے دریا کے کنارہ شام کے کنارہ تک اور حجاز کے تبوک تک ہے،

اہل الحدیث

قال سعید یعنی ابن عبد العزیز جزیرة العرب ما بین وادی القری الی اقصی الیمن الی تخوم العراق (ابو داؤد)

حضرت سعید ابن عبد العزیز نے فرمایا کہ جزیرۃ العرب وہ ہے جو وادی القریٰ کے درمیان سے یمن کے انتہا سے گذر کر عراق کے حدود تک ہے،

سألت المغیرة بن عبد الرحمن عن جزیرة العرب فقال مکة والمدینة والیمامة والیمن (بخاری)

مغیرہ بن عبد الرحمن سے پوچھا کہ جزیرۃ العرب کیا ہے، تو جواب دیا کہ وہ مکہ، مدینہ (یعنی حجاز) اور یمامہ اور یمن ہے،

ارض العرب کلها ارض العشر وهی ما بین العذیب الی اقصی حجر بالیمن و بمهرة الی حد الشام

(ہدایہ باب العشر)

ارض عرب تمامتر وہ زمین ہے جس مین عشر لیا جائیگا، اور وہ عذیب سے حجر تک جو یمن مین ہے اور مہرہ شام کے کنارہ تک ہے،

اہل جغرافیہ

اسلامی جغرافیہ کی کتابون مین سب سے مفصل اور مبسوط جغرافیہ یاقوت حموی کی معجم البلدان اور علامہ سیوطی کی مراصد الاطلاع علی الامکنة والبقاع ہے، ان دونون کتابون مین لفظ جزیرۃ العرب کے

تحت مین پوری توضیح کے ساتھ اوس کے حدود اور اطراف بتائے گئے ہین، یاقوت نے بہترین قول اس باره مین یه قرار دیا ہی،

ملک عرب کو جزیرہ اسلئے کہا گیا کہ اوس کو دریا اور سمندر ہر طرف سے گھیرے ہین، تو وہ سمندر کے جزیرون کے شکل ہوگیا، تفصیل یہ ہو کہ فرات ارض روم کے ملک (یعنی ایشیائے کوچک) کی طرف سے آیا ہی، اور قنسرین کے قریب سے نکلا ہو، پھر ابین النہرین کے کنارون اور سواد عراق کی طرف سے اُتر کر بصرہ کے پاس آکر دریا (خلیج فارس) مین گرا ہی، اور عبادان تک پھیل گیا ہی، یہان سے سمندر مغرب رُخ ہوتا ہوا ملک عرب کو گھیرتے ہوئے جھکتا ہوا چلا ہی، تو سفوان، اور کاظمہ سے قطیف، ہجر، سواحل بحرین قطین عمان اور شحر تک چلا گیا ہی، یہان سے ایک شاخ حضرموت، ابین، اور عدن تک گئی ہی، اور وہان سے پچھم رُخ ملک تک اور یہی شاخ پھیل کر یمن کے نشیبون مین داخل ہوکر فرسان، حکم، اشعر مین اور علک کے مقامات تک گئی ہی، پھر مکہ معظمہ کے ساحل جدہ، اور مدینہ منورہ کے ساحل جار، اور طور کے ساحل اور خلیج ایلہ (عقبہ) اور بحر قلزم تک پہنچی ہی، ...... پھر دریا مصر کے ساحل سے ہوکر عسقلان اور اوس کے سواحل اور اردن کے ساحل صور اور بیروت اور دمشق کے ساحلی شہرون سے ہوکر فلسطین پہنچتا ہی، پھر حمص کے کنارون سے ہوکر اوسی طرف سے نکلا ہو جدھر سے فرات قنسرین کے اطراف اور ابین النہرین اور سواد عراق ہوکر آیا ہی،

اسی قسم کی تفصیل مراصد الاطلاع مین بھی ہی جس کے دوبارہ دُہرانے کی کوئی ضرورت نہین،

قاضی تنوخی

از پروفیسر جمیل الرحمٰن ایم اے، جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

تاریخ اسلام میں چوتھی اور پانچوین صدی ہجری کا زمانہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے یہی وہ زمانہ ہے جبکہ خلافت عباسیہ کی عظیم الشان حکومت اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی تھی یعنی عباس کے آغاز خلافت سے ہی عربون کا زور گھٹ گیا تھا، اور ایرانی بڑھنے لگے تھے، مگر درمیانی زمانے کے ایک اور انقلاب سے چند روز کے لیے ان کا زور بھی ٹوٹ گیا تھا، اور ترک غلامون اکز فوج نے اُن کی جگہ لے لی تھی، چوتھی صدی ہجری مین اونکا بھی خاتمہ ہوگیا اور بعض اسباب کی بنا پر ایرانی پھر تمام خلافت پر حاوی ہوگئے، خاندان بنو بویہ پورے عروج پر تھا اور ہر طرف ایرانی قومی سلطنتیں قائم ہو رہی تھین، خلیفہ کا وقار صرف اس قدر رہ گیا تھا کہ مختلف بادشاہ برائے نام اُسے حاکم اعلیٰ تسلیم کرتے تھے ورنہ حقیقت مین وہ بالکل خود مختار تھے، خلیفہ کا حکم صرف بغداد اور اس کے علاقہ ہی مین نافذ تھا، بلکہ اصل تو یہ ہے کہ اس کی حکومت صرف بغداد کی چار دیواری تک محدود رہ گئی تھی،

خلافت کی سیاسی حالت تو یہ تھی، معاشرتی حالات مین اور بھی زیادہ تلاطم برپا تھا خالص عربی تہذیب نے ایرانی، ہندی، یونانی تہذیبون سے مل کر ایک نئی اور دلکش صورت اختیار کر لی تھی، اور یہی ملی جلی تہذیب ہے جسے عام طور پر اسلامی تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، مگر یہ نئی تہذیب چوتھی اور پانچوین صدی ہجری مین پوری طرح پختہ ہوگئی تھی اور اس مین زوال و انحطاط کے اسباب پیدا ہو چلے تھے، علم و فضل کی وہ حالت اب باقی نہ رہی، جو خلافت عباسیہ کے آغاز مین پائی جاتی ہے، مگر پھر بھی لوگ اس سے بالکل نا آشنا نہ تھے، بلکہ اب بھی بہت سے علمار اپنے علم سے دنیا کو مالامال کر رہے تھے، بہرنوع اس زمانے کو خواہ ہم کسی نظر سے دیکھین ہم کو

یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاریخ اسلام کا نہایت ہی دلچسپ اور دلکش زمانہ ہے، مگر یہ عہد جس قدر دلچسپ ہے اتنا ہی تاریک بھی ہے، بلاذری، یعقوبی، طبری، مسعودی، ابن قتیبہ وغیرہ بڑے بڑے مورخ اپنا کام کر چکے تھے، اور ان کے بعد کے نئے مورخ ان کے درجے کو نہ پہنچ سکے، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دو صدیاں بالکل تشنہ رہ گئیں، اور ان کے واقعات و معاشرت پر ایک پردہ پڑ گیا، مورخوں کی کمی نہیں، لیکن ہمعصر اور مستند مورخ یقیناً کم ہیں، صرف دو مورخ ایسے ہیں جو اس عہد کی تاریخ کے لیے ہمعصر کہے جا سکتے ہیں، اور ان ہی کی کتابوں سے اس زمانے کی تاریخ کا استفادہ کیا جا سکتا ہے، ان میں ایک ابن مسکویہ (متوفی ۴۲۱ھ) ہے اور دوسرا قاضی ابو علی المحسن بن علی تنوخی۔[1]

قبیلۂ تنوخ کے اس خاندان کی تاریخ کچھ ایسی دلچسپ ہے کہ شاید تاریخ اسلام بھی ایسی نظیر پیش نہ کر سکیگی، اس خاندان کی تین پشتوں نے یکے بعد دیگرے اسلام میں شہرت حاصل کی اور سرکاری عہدوں پر ممتاز رہکر ملک و ملت کی خدمت انجام دی، اگرچہ ان میں سے سب سے زیادہ شہرت قاضی ابو علی المحسن کو نصیب ہوئی مگر ان کے باپ اور بیٹے ان سے کچھ کم ممتاز نہ تھے، اور ان لوگوں نے بھی اپنی زندگی میں ایسا نام پا لیا تھا کہ اس زمانے کے مشاہیر و رؤسا ان سے ملنا اور ان کا ہمنشین رہنا اپنا فخر سمجھتے تھے،

قاضی تنوخی کے باپ ابو القاسم علی[2] بن محمد بن ابی الفہم داؤد بن ابراہیم تنوخی غالباً ۲۷۸ھ میں انطاکیہ میں پیدا ہوئے، اور عین عالم جوانی میں ۳۰۶ھ میں بغداد آ گئے، یہیں پر انھوں نے تعلیم پائی، حنفی فقہ حاصل کی اور حدیث سنی، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ابو القاسم متعدد مقامات کے

---

[1] تنوخ ان چند قبائل کا مجموعی نام ہے جو قدیم زمانے میں بحرین کے علاقے میں آکر آباد ہو گئے تھے، اور آپس میں ایک دوسرے کے حلیف ہو گئے تھے، یہ ان تین قبیلوں میں سے ایک قبیلہ تھا جس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا، باقی ماندہ دو عیسائی قبائل بنو تغلب و قبیلہ بہرا تھے، (ابن خلکان (انگریزی ترجمہ) جلد اول ص ۹)، [2] مکمل شجرۂ نسب کے لئے ملاحظہ ہو معجم الادباء (مطبوعہ مصر) جلد ۱۴،

کے قاضی سب سے پہلے مقتدر باللہ (۲۹۵-۳۲۰ھ) کے عہد خلافت مین ان کو قاضی مقرر کیا گیا،
اس کے بعد وہ اہواز کے صوبے، کورۂ واسط، کوفہ، جند حمص اور شام کے دیگر سرحدی مقامات
کے علاوہ ارجان اور کورۂ سابور کے مجموعی یا انفرادی طور پر قاضی رہے، چند روز کے لیے حمص اور
منبج مین ان کو خلیفہ مطیع للہ (۳۳۴-۳۶۳ھ) نے قاضی مقرر کیا تھا، وزیر ابن مقلہ نے ان کو اہواز
کے دیوان مظالم کا افسر اعلی مقرر کیا، اور ابو عبداللہ بریدی نے ان کو واسط مین اپنا قائم مقام بنایا تھا
مگر ان کا کام محض قضا ہی تک محدود نہ تھا، انھون نے البستانی منجم صاحب زیج سے علم ہیئت
پڑھا تھا، اور اس مین ان کو پوری مہارت حاصل تھی، انھون نے عروض و قافیہ اور فقہ پر کتابین
تصنیف کین، اس کے علاوہ انہین منطق، ہندسہ، نحو اور کلام مین پورا دسترس حاصل تھا، ان کے
حافظے کا یہ حال تھا کہ خود ان کے بیٹے کا بیان ہے کہ انھین صرف قبیلۂ طے کے (۷۰) قصائد اور
قطعات یاد تھے، دوسرے محدثین، مخضرمین اور جاہلین کے قصائد وغیرہ ان کے علاوہ تھے، اُنکی
ایک بیاض جسکا حجم (۲۳۰) صفحہ کا تھا ایسے قصائد کے محض عنوانات درج تھے جو ان کو حفظ یاد تھے
اگر ان تمام باتون سے قطع نظر کر لیجائے، اور صرف یہی یاد رکھا جائے کہ انھین (۲۰۰۰۰) حدیثین یاد
تھین تو یہ بھی یقیناً حافظہ کا اعجاز ہی ہوگا[۱]،

چند سال اہواز کے قاضی رہنے کے بعد جب ان کو اس عہدے سے الگ کیا گیا تو وہ
سیف الدولہ حمدانی کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اس کی مدح مین قصائد کہے، اسی کی سفارش
پر انھین پرانے عہدے پر پھر مامور کیا گیا، اور ان کی تنخواہ مین اضافہ ہوا،

ان کے علمی تبحر اور معلومات کا تو یہ حال تھا، اپنی زندگی ہی مین وہ اتنی شہرت حاصل
کر چکے تھے کہ وزیر محمد المہلبی اور دیگر رؤسا عراق ان سے برابری کا سلوک کرتے اور ان کو بہترین

[۱] معجم الادبا، جلد ۵، صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ یورپ،

ندیم وجلیس سمجھتے تھے، انھون نے ربیع الاول ۳۴۲ھ مین بصرہ کے مقام پر وفات پائی، اور مربد مین دفن ہوئے، وزیر محمد المہلبی نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی، اور ان کا تمام قرض جس کی مقدار (۵۰۰۰) دینار تھی ادا کیا،

قاضی ابو القاسم کے بیٹے قاضی ابو علی المحسن بن علی بن محمد نے ادیب اور مورخ کی حیثیت سے وہ شہرت حاصل کی کہ لوگ ان کے باپ کو بھول گئے، قاضی ابو علی ۳۲۹ھ[1] مین بصرہ مین پیدا ہوئے اور ابو عباس الاثرم، ابو بکر الصولی اور حسین ابن محمد ابن یحیی ابن عثمان کی شاگردی مین علم حاصل کیا، بصرہ سے بغداد گئے، اسی کو اپنا وطن بنا لیا، ۳۴۹ھ مین سب سے پہلے القصر، بابل اور اس نواح کے شہرون کے قاضی مقرر ہوئے، اور پھر باپ کی طرح متعدد مقامات کے قاضی رہے، وہ حنفی فقہ کے عالم تھے، اور خود بقول ان کے ۳۶۳ھ مین واسط کے قاضی مقرر ہوئے تھے، مگر اس سے قبل وہ دار الخلافت مین قاضی القضاۃ ابو العباس ابن ابی شوارب کے شاگرد رہ چکے تھے اور ان کے احکام لکھا کرتے تھے، اس کے علاوہ تکریت، دقوقار، خانیجا اور قصر ابن ہبیرہ، جامعین، سورار، بابل، انیار اور خطرنیہ مین ابو العباس ابن ابی شوارب کی طرف سے قاضی مقرر ہوتے رہے، عمر کے آخری حصہ مین وہ عضد الدولہ بویہ کے ندیم ہوگئے تھے اور ایک مدت تک اس کے مقرب بنے رہے، اسی زمانہ مین عضد الدولہ اور قرامطہ کے درمیان ہمدان کے مقام پر صلح کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، اور قاضی تنوخی اس کے ساتھ تھے، قرامطہ کا ایلچی ابو بکر ابن شاہویہ ان کا دوست تھا، ایک دن وہ اپنے ایک اور دوست کے ساتھ اس سے ملنے گئے، حاسدون نے عضد الدولہ سے شکایت کی، اس پر وہ ان سے ناراض ہوگیا اور آخر یہان تک نوبت پہنچی کہ اس نے قاضی تنوخی کو حکم دیا کہ وہ اپنے مکان سے

---

[1] معجم الادبا (مطبوعہ یورپ) جلد ۶، صفحہ ۲۵۱، مگر بقول ابن خلکان ان کی پیدایش کی تاریخ ۲۶، ربیع الاول ۳۲۷ھ ہے (ابن خلکان، انگریزی ترجمہ، جلد دوم صفحہ ۵۶۷)،

...کلین، اس حکم کے مطابق وہ عضد الدولہ کی موت (۳۷۲ھ) تک برابر خانہ نشین رہے،

۲۵ محرم ۳۸۴ھ کو پیر کے دن قاضی تنوخی نے بغداد مین انتقال کیا،

اُن کی حقیقی شہرت محض قاضی ہونے مین مضمر نہین بلکہ ان کی شہرت کا اصلی باعث وہ تصانیف

ہین جو انھون نے اپنے پیچھے چھوڑین، باپ کی طرح وہ بھی مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے اور

اونکی زندگی ہی مین ان کا شمار مشاہیر علماء مین ہونے لگا تھا، مگر جس چیز نے ان کو سب سے زیادہ مشہور

کیا وہ علم ادب تھا، شاعری کے علاوہ انھون نے اس زمانے کی معاشرت کو ہمارے لیے اس طرح

زندہ رکھ لیا کہ جو حکایات انھون نے اپنے بزرگون سے سنی تھین یا جو تاریخی اور معاشرتی واقعات

ان کے سامنے پیش آئے تھے اُن کو مختلف تصانیف مین محفوظ کر لیا، یہی مختصر مگر دلچسپ واقعات و

حکایات ہین جن سے چوتھی اور پانچوین صدی ہجری کی سیاسی تاریخ اخذ کر سکتے ہین، بلکہ اگر کوشش

کیجائے تو اس عہد کی معاشرتی تاریخ بھی منضبط ہو سکتی ہے، ان کی تصانیف حسب ذیل ہین:

(۱) دیوان جس کی نسبت یاقوت نے ابو نصر سہل ابن مرزبان کی زبانی بیان کیا ہے کہ

اس نے بغداد مین اس کو دیکھا تھا، اور یہ دیوان قاضی ابوالقاسم کے دیوان سے بھی بڑا ہے، اسکا

ذکر ثعلبی نے بھی کیا ہے، مگر یہ بھی لکھا ہے کہ اسی زمانے مین یہ دیوان بالکل نایاب تھا اور اب

وہ[۲] بالکل مفقود ہے،

(۲) نشوار المحاضرہ[۳]:- بقول یاقوت اس کتاب مین مصنف نے یہ التزام کیا تھا کہ اس مین

---

[۱] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو معجم الادبار جلد ۲ صفحہ ۲۶۱-۲۶۷، [۲] معجم الادبار جلد ۶ صفحہ ۲۹۲، یتیمۃ الدہر (مطبوعہ بولاق) جلد ۲ صفحہ ۱۱۵، [۳] معجم الادبار جلد ۶ صفحہ ۲۵۱، ابن خلکان اور حاجی خلیفہ نے اس کا نام نشوان المحاضرہ لکھا ہے، (ابن خلکان انگریزی ترجمہ جلد ۲ صفحہ ۵۶۵ و کشف الظنون مطبوعہ یورپ جلد ۶ صفحہ ۳۵۵،

کوئی ایسی بات بیان نہ کیجائے جو دوسری کتابون مین مل سکے، اسی کے قول کے مطابق اس کتاب کی گیارہ جلدین تھین، اور ہر جلد کے شروع مین دیباچہ تھا، غرس النعمہ کے بیان کے مطابق ابو علی محسن نے ۳۶۰ھ مین اس کی تصنیف شروع کی تھی، اور بیس برس مین اس سے فارغ ہوئے تھے، غرس النعمہ نے ۴۴۸ھ مین کتاب الربیع کے نام سے اسکا ذیل لکھنا شروع کیا تھا اگر کتاب کے متعلق یاقوت کا قول صحیح مان لیا جائے تو آسانی سمجھ مین آسکتا ہے کہ قاضی ابو علی تنوخی جیسے بارسوخ تجربہ کار اور سرکاری معاملات سے باخبر شخص کے ساتھ کتنا کچھ ایسا مصالحہ نہ ہوگا جس سے تاریخ لکھنے مین استفادہ کیا جا سکے، اس لحاظ سے اس کتاب کو بلا تامل ابن مسکویہ کی کتاب تجارب الامم کے پہلو بہ پہلو رکھا جا سکتا ہے، یاقوت نے کتاب کی گیارہ جلدین بتائی ہین، مگر اس کی صرف ایک جلد محفوظ رہ گئی ہے، اور اُسے حال ہی مین (۱۹۲۱ء) اکسفرڈ کے پروفیسر مارگولیتھ نے مع انگریزی ترجمہ کے شایع کیا ہے،

(۳) الفرج بعد الشدۃ:- قاضی ابو علی کی تمام تصانیف مین یہ کتاب سب سے زیادہ مقبول ہوئی، نشوار المحاضرہ کی طرح یہ کتاب بھی متفرق حکایات کا مجموعہ ہے اور ہر حکایت کا موضوع یہ ہے کہ کوئی شخص سخت مصیبت مین گرفتار ہوتا ہے اور پھر بالکل مایوسی کی حالت مین اس مصیبت سے نجات پاتا ہے، یہ موضوع بذات خود اس قدر مقبول تھا کہ قاضی تنوخی سے قبل بھی چند مصنفون نے اس پر طبع آزمائیان کی تھین، چنانچہ حاجی خلیفہ کے قول کے مطابق ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبداللہ ابن عبید القرشی، اور ابی الحسین عمر بن محمد بن یوسف فقیہ مالکی نے اس نام کی کتابین لکھی تھین، موخر الذکر پہلے مصنف ہین جنھون نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تھا، مگر ان سب مین قاضی تنوخی ہی کی کتاب نے فروغ حاصل کیا، کتاب مین کل (۱۴) باب ہین اس کی تصنیف سے

لہ معجم الادبا ج ۶ ، ۲؎ کشف الظنون، مطبعہ یورپ جلد ۴ صفحہ ۴۰۱-۴۰۲،

مصنف کا مقصد یہ تھا کہ لوگون کے لیے ایک طرف تو تفریح کا سامان مہیا کر دیا جائے اور دوسری طرف اس کے ساتھ ساتھ اُن کو اخلاق حسنہ اور صبر و شکر کی تعلیم دیجائے[1]، تاریخی لحاظ سے یہ کتاب اس قدر مستند اور معتبر ہے کہ مختلف مورخ تنوخی ہی اسناد پر ان حکایات کو نقل کرتے ہین، مثلاً ہلال الصابی نے کتاب الوزراء مین اس سے مدد لی ہے، اس کتاب کا بہت سا حصہ تو نشوار المحاضرہ سے ماخوذ ہی مگر کم از کم ایک حکایت الفرج بعد الشدہ سے بھی نقل کیگئی[2] ہے اور اسی حکایت کو ابن مسکویہ نے تجارب الامم مین تنوخی کے اسناد کے حوالے سے بیان کیا[3] ہے، اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ لطف اللہ ابن حسن التوقانی مقتول (سنہ ۹۰۰ھ) نے ترکی[4] مین، اور حسین ابن سعد ابن حسین الدہستانی نے وزیر عزالدین طاہر ابن زنگی فریومدی[5] کی فرمائش سے اس کا ترجمہ فارسی مین کیا، اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ زمانۂ مابعد کے متعدد مصنفون نے اس سے نہ صرف استفادہ کیا ہی بلکہ اس کی حکایات کو نئے رنگ مین لکھ کر فروغ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً محمد شریف ابن شمس الدین محمد کاشفی نے اپنی خزان و بہار مین، مجد الدین محمد الحسینی مسجدی (متوفی سنہ ۱۰۸۲ھ) نے زینت المجالس مین، اور عوفی نے جوامع الحکایات مین اس کتاب سے فائدہ اٹھایا ہے، اور اس کی حکایات نقل کی ہین،

الفرج کے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ اس کا مصنف مدائنی[6] ہے، چنانچہ فارسی مترجم اُسے

---

[1] فہرست کتبخانۂ خدیویہ - جلد ۶ صفحہ ۱۶۱، [2] کتاب الوزراء (مصحح آمدروز - مطبوعہ یورپ) صفحہ ۱۰۱-۱۰۲۔

[3] تجارب الامم (مصحح ایل، کے، ٹی، مطبوعہ یورپ سنہ ۱۹۱۳ء) جلد ۵ - صفحہ ۱۰۷، [4] کشف الظنون، مطبوعہ یورپ جلد ۴ صفحہ ۴۰۰-۴۰۱، [5] فریومد سبزوار کے علاقہ کا ایک شہر ہے یہان سلطان ابوسعید کا وزیر خواجہ علاء الدین محمد پیدا ہوا تھا، الفرج کا فارسی ترجمہ دو مرتبہ بمبئی مین طبع ہو چکا ہی، [6] ابو الحسن علی ابن محمد ابن عبد اللہ ابن ابی سیف مدائنی سنہ ۱۳۵ھ مین بصرہ مین پیدا ہوا، مگر تمام عمر بصرہ اور بغداد مین بسر کی، اور سنہ ۲۱۵ھ یا بقول ابن کوفی اور یاقوت (معجم الادبا جلد ۵ صفحہ ۳۱۰) سنہ ۲۲۵ھ مین مرا،

مدائنی ہی کی تصنیف بتاتا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دہستانی نے قاضی تنوخی کے ایک راوی کو غلطی سے کتاب کا مصنف سمجھ لیا تھا، اور اسی وجہ سے اسے اس سے منسوب کر دیا، اس کے علاوہ الفہرست[1] اور معجم الادبار کے مصنف مدائنی کی کسی اس نام کی تصنیف کا ذکر نہین کرتے،

(۴) کتاب المستجاد فی فعلات الاجواد[2]:- اس کے قلمی نسخے یورپ کے بعض کتب خانون مین موجود ہین، مگر اب تک یہ کتاب شایع نہین ہوئی،

(۵) کتاب المذاکرہ والمحاضرہ، یہ کتاب بھی اب تک شایع نہین ہوئی،

ان تصانیف سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قاضی ابو علی محسن تنوخی کس درجے کے آدمی تھے اور انکی کتابون سے اس عہد کی معاشرتی اور سیاسی حالات کہان تک اخذ کئے جا سکتے ہین،

ان کے بیٹے ابو القاسم علی ابن محسن نے بھی اپنے باپ دادا کی طرح علوم و فنون مین شہرت[3] حاصل کی، وہ نصف شعبان ۳۷۰ھ مین پیدا ہوے اور محرم ۴۴۷ھ مین وفات پائی، وہ ابو الحسن علی ابن احمد ابن کیسان نحوی، اور ابو العلار المعری کے شاگرد، اور ابو زکریا تبریزی کے دوست تھے[4] مذہبی عقائد کے لحاظ سے وہ معتزلی تھے، مدائن اور اس کے اعمال، درزیجان، بروان، قرمیسین اور کرمان شاہ وغیرہ کے قاضی رہے، ہمدانی نے بیان کیا ہے کہ وہ ادیب اور عالم و فاضل آدمی تھے[5]،

۴۲۴ھ مین ان کے ایک بیٹا ابو الحسن محمد ابن علی پیدا، مگر یہ کچھ زیادہ شہرت حاصل نہ کر سکا، اور ۴۹۴ھ مین مر گیا، اسی شخص پر تنوخیون کے اس عجیب و غریب خاندان کا خاتمہ ہو گیا،

---

[1] الفہرست۔ مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۰۰، معجم الادبار جلدہ صفحہ ۳۱۲-۳۱۸، [2] ابن خلکان (انگریزی ترجمہ) جلد ۲ صفحہ ۵۶۵، کشف الظنون (مطبوعہ یورپ) جلدہ صفحہ ۵۱۹، بقول ابن خلکان (جلد ۲ صفحہ ۵۶۶) ۳۶۵ھ مین پیدا ہوئے، [3] ابن خلکان (انگریزی ترجمہ) جلد ۲ صفحہ ۵۶۷، [4] معجم الادبار جلدہ صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۲، [5] ایضاً جلدہ صفحہ ۳۰۲،

سیلون کے تباہ شدہ شہر

از ڈاکٹر محمد عبد الغفور - بسمل بریلوی

سیلون کے شمالی اور مرکزی صوبہ مین زمانۂ قدیم کے تباہ شدہ شہرون کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے، اِن کھنڈرون کے حالات گزشتہ صدی کے آغاز تک دنیا کو معلوم نہ ہوئے تھے، لیکن زمانۂ حال مین سنہالی پجاریون کی تاریخ مہاونسا *Mahawansa* سے تقریباً سنہ ۵۰۰ق م کے حالات معلوم ہوئے ہین،

دار السلطنت انورادھ پورہ (*Anuradhpura*) کی بربادی کے آثار کئی مربع میل مین پھیلے ہوئے ہین، اِس شہر کو بادشاہ پنڈکا بھیا (*Pandukabhaya*) نے سنہ ۴۳۷ق م اپنا پائے تخت بنایا تھا، بادشاہ اگا بودھی ہفتم (*Agga - bodhi*) نے اور بہت سے شہر آباد کئے تھے اور اِس نے اپنے دار السلطنت کے لیے شہر پالونیروا (*Pollanaruwa*) کو سنہ ۷۶۹ء مین منتخب کیا تھا،

یہ تمام برباد شدہ شہر گھنے جنگل مین دنیا کی نگاہون سے مستور رہتے، لفٹننٹ فیگن (*Fagan*) پہلے شخص ہین جنھون نے اکتوبر سنہ ۱۸۲۰ء کے سیلون گزٹ مین اِن تباہ شدہ شہرون کے حالات پر ایک مضمون لکھا ہے،

"مہاونسا" مین لکھا ہوا ہے کہ پہلا بادشاہ وجے (*Wijaya*) شمالی ہندستان کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، وہ سیلون مین سنہ ۵۴۳ ق م ایک جماعت کثیر کے ساتھ داخل ہوا

اور اوس نے اُمرائے ملک سے دوستانہ مراسم پیدا کیئے، ایک نواب کی لڑکی سے شادی کی، اور شادی میں
تمام اُمرائے ملک کو مدعو کر کے فریب کارانہ طریقہ سے قتل کرا دیا، بعد ازان 'وجے' اور اوس کے ساتھیون نے
تمام ملک پر قبضہ کر لیا، اور وہ سیلون کا بادشاہ بن بیٹھا،

'پنڈواسا' (Panduwaasa) جو کہ وجے کا برادر زادہ تھا اور سلطنت
گجرات مین پیدا ہوا تھا ایک بہت بڑی جماعت کی ہمراہی مین سیلون آیا، "وجے" کے بعد بادشاہ بنا
اور شمالی ہندوستان کی سنہالی قوم کا سیلون مین اقتدار قائم کیا،

'پنڈواسا' کے عہد حکومت مین اوس کے چچا انورادھا (Annuradha)
نے ایک بہت بڑا تالاب دھانون کے کھیتون کی آبپاشی کے لیئے تیار کرایا تھا جس کا پشتیبان
۱½ میل لانبا ۲۰ فٹ اونچا اور دہانہ پر ۶۰ فٹ چوڑا تھا، اوس کا رقبہ ۳۲۰۰ ایکڑ تھا اور اوس مین
۲۳۱ ملین مربع فٹ پانی آتا تھا، ایک اور تالاب اوس نے تعمیر کرایا، جس کا پشتیبان اب بھی ۱¾
میل لمبا ۲۰ فٹ اونچا اور دہانہ پر ۶۰ فٹ چوڑا ہے، اس کا رقبہ ۱۰۵۰ ایکڑ ہے۔ اوس مین ۱۱۳ ملین
مربع فٹ پانی آتا ہے، سیلون کے شمالی صوبجات مین اور بہت سے چھوٹے چھوٹے تالاب بنوائے گئے تھے
ملک کی ضروریات اور خوشحالی کے ساتھ ساتھ وہ چھوٹے تالاب بھی بڑے تالابون کے برابر بنوا دیئے گئے تھے

انورادھا کے پوتے، 'پنڈکابھیا' نے ۴۳۷ ق م عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی، اور سب سے
بڑا شہر محکمۂ آبپاشی کے قریب اپنے دادا کے نام سے آباد کیا، اِس شہر کی وسعت کا اندازہ صرف اِس سے
ہو سکتا ہے کہ شہر کی صفائی کے پانچسو خاکروب ملازم تھے، دو سو آدمی رات کو پہرہ دیتے تھے، ڈیڑھ سو
نعش بردار تھے اور ڈیڑھ سو قبرستان کی نگہداشت کے لئے مقرر تھے، اِس کے بعد تشا (Tissa)
۳۰۷ ق م تخت پر بیٹھا، اِس کے عہد حکومت مین 'مہیندا' ہندوستان کے بادشاہ 'اسوکا'
([illegible]) کا لڑکا بدھ مذہب کی تبلیغ کے لئے سیلون آیا، تشا اور اوس کی تمام

[ر]عایا نے مذہب بُدھ کو قبول کر لیا،

"مہاونسا" مین لکھا ہو کہ صدیون تک قوم تامل Tamels سیلون پر حملے کرتی رہی،

شہر انورادہ پور۔ کی عمارتون مین سب سے زیادہ حیرت انگیز مذہبی خانقاہین ہین، یہ اہرام مصر سے مشابہت رکھتی ہین، بجز ایک چھوٹے سے راستہ کے جو کسی مخفی کمرہ کو جاتا ہے باقی تمام عمارتین ٹھوس ہین، چھوٹی چھوٹی خانقاہین بھی بے شمار ہین، لیکن تین خانقاہین زیادہ بڑی ہین، پہلی خانقاہ کو بادشاہ دتو گمنو (Dattu Gamnu) نے بنوایا تھا اور اوس کے بھائی نے ۱۳۰ق م کے بعد اُسے مکمل کرایا، اِس خانقاہ کی اونچائی ۲۰۰ فٹ ہے اور اوس کے بنیاد کے دائرہ کی گولائی ۲۰۰۰ فٹ ہو، یہ تمام عمارت اینٹون کی بنی ہوئی ہے، اور ابھی تک یہ اینٹین بدستور حالت مین ہین، کچھ حصہ زمین مین دھس گیا ہو، اس لیۓ اِس کی اونچائی اِس وقت ۱۰۰ فٹ رہ گئی ہے، اِس عمارت پر گھاس اُگی ہوئی ہے، اِس چارون طرف پتھر کی چٹانون پر بُدھ اور شاہانِ سیلون کے بُت ایستادہ ہین، اور اِس عمارت کے چارون گوشون پر چار قربان گاہین بنی ہوئی ہین،

اِس سے بڑی اور دوسری عمارت ۸۸ق م مین بنائی گئی تھی، شہر کی خانقاہ کے بہت دو حصون پر منقسم ہو گئے تھے، اور ایک فرقہ نے اِس خانقاہ کو تعمیر کرایا تھا۔ اِس عمارت کا برج گول تھا اور اِس کی اونچائی ۴۰۵ فٹ تھی،

تیسری خانقاہ ۲۷۵ء مین مہاسینا (Mahasena) کے دورِ حکومت مین تعمیر ہوئی تھی، یہ اب بھی اپنی تباہ شدہ حالت مین ۲۴۹ فٹ اونچی ہو، مسٹر ایمرسن ٹینینٹ Emerson Tennant) نے ایک مضمون اِن عمارتون کے متعلق لکھا تھا، اوس مین اونھون نے بتلایا ہو کہ اِس عمارت کی اینٹون سے لندن سے ایڈنبرا تک ایک فٹ چوڑی اور دس فٹ اونچی

دیوار بنائی جا سکتی ہے،

اس قدیم شہر کی سب سے زیادہ مشہور عمارت ایک محل ہے، اسے دتو گمنو نے ۔ ق م مین تعمیر کرایا تھا، یہ نو منزلہ مکان پتھر کے ستونون پر بنایا گیا تھا، اور ہر ایک منزل مین سو ہنستون کے رہنے کی گنجایش رکھی گئی تھی، اس کی چھت پر پیتل کے کھپرون کی کھپریل پڑی ہوئی تھی، جو کہ سونے کی طرح چمکتی تھی، اندر قالین بچھے ہوئے تھے اور دیوارون کی کھونٹیون پر جواہرات جڑے ہوئے تھے،

۴۰۰ فٹ اونچی چٹان شہر انورادھپورہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اوس چٹان کی چوٹی تک ایک پیچیدہ راستہ بنایا گیا تھا، یہ راستہ اینٹون کے مصنوعی شیر کے اگلے پنجون سے اوس کے جسم سے ہوتا ہوا چٹان تک جاتا تھا، اس چٹان کو کاٹ کر ایک عالیشان محل بنایا گیا تھا، اوسی چٹان کے ایک حصہ سے تخت تراشا گیا تھا، جس پر درباری خواتین کی تصاویر بنی ہوئی تھین، بادشاہ کسیاپا اول (Kasyapa ist) نے ۵۱۱ء تک حکومت کی، یہ بادشاہ اپنے باپ کو قتل کرکے انتقام سے بچنے کے لیے یہان چلا آیا تھا،

شہر پالونیروا، شہر انورادھپورہ سے سیدھا پچاس میل کے فاصلہ پر ہے، ۔ء کے آخر مین یہ دار السلطنت بنایا گیا تھا، پرک راما با اول (Parakrama Bahu) نے یہان ۱۱۸۶ء تک حکومت کی، اس کے زمانہ مین یہ شہر نہایت ترقی پر تھا، اس کے بعد اس شہر کا زوال شروع ہوگیا، پرک راما با ہو سوم کے زمانہ مین ۱۲۸۸ء مین یہ شہر تباہ و برباد ہوگیا، شاہی قلعہ ابھی تک قایم ہے، اس کی دیوارین دس فٹ چوڑی ہین،

پتھر کی تختی پر سنہالی زبان مین قدیم زمانہ کی تاریخ کندہ ہے، اس پتھر کا وزن ۲۵ ٹن ہے، اور بادشاہ نسا کا نالا (Nissa Ka Nalla) کے حکم سے ۱۱۹۰ء مین ایک مقام مہنتیل (Mahintale) سے لایا گیا تھا۔ اس سے شاہان قدیم کے کارہائے نمایان کا

حال معلوم ہوتا ہی، اور اب بھی یہ کتبے آسانی سے پڑھے جاتے ہین،

ایک چٹان سے تراشی ہوئی خانقاہ مین بدھ کا بت بنا ہوا ہی، اِس بت کا طول ۴۴ فٹ ہی، ایک پہلو پر بیٹھا ہوا ہی، اِس بت کے سرہانے بدھ کا چیلا انند (Ananda) مضمحل کھڑا ہوا ہی،

ایک شیر کا بت عجائب خانۂ کولمبو کو پہنچایا گیا ہے، یہ اِس قدر وزنی ہے کہ ایک گاڑی بار کرتے وقت ریزہ ریزہ ہو گئی تھی، اِس کے متعلق یہ خیال ہے کہ اِس پر بہت سے پادشاہون کی تاجپوشی کی رسم ادا کی گئی تھی،

پرک راما، اعظم کا مجسمہ فن بت تراشی کا ایک نہایت ہی قابل قدر نمونہ ہی، چہرہ سے پیری کے آثار نمایان ہین، اپنے دونون ہاتھون مین کھجور کے پتے کو پکڑے ہوئے نہایت ہی غور کے ساتھ اوسکی تحریر کو پڑھ رہا ہے،

میجر فوربز (Major Forbes) نے ۱۸۲۸ء مین گھنے جنگل مین سے ہو کر دھانون کے کھیتون مین سے ہوتے ہوئے شہر پالونیرو تک پہونچے تھے، اون کا بیان ہی کہ اُن عمارتون مین سے ہمارے شور و غل کو سُنکر بہت سے ریچھ نکل کر بھاگے،

اِن شہرون کی تباہی کی کوئی تاریخ مقرر کرنا تو ایک امر محال ہی، کیونکہ یہ شہر صرف کسی ایک حادثہ سے تو تباہ ہوئے نہین، لیکن اتنا ضرور قیاس کیا جا سکتا ہی کہ اِس قدر زرخیز خطہ کو رفتہ رفتہ زوال ہوا ہوگا،

سولھوین صدی کے شروع مین پرتگالی سیلون مین آئے تھے، تو اوس زمانہ مین سیلون کے باشندہ فن تعمیر مین اعلیٰ قابلیت نہ رکھتے تھے، اور شمال مین یہ زرخیز حصے تباہ پڑے ہوئے تھے،

یہان کے قدیم مؤرخین کا بیان ہی کہ اِن لوگون کو فتح و کامرانی کی لا محدود مسرت نے ناکارہ بنا دیا تھا، اور اِن کی جسمانی اور دماغی قوتین روزانہ زائل ہونے لگی تھین، اِس لئے اِن کے حریفون نے

اِنہین تباہ وبرباد کردیا،

مذہب پرست لوگون کا خیال ہو چونکہ یہ لوگ عیش پرست ہوگئے تھے، اسلیئے خدا کے قہر نے اِنہین نیست ونابود کردیا، سائنس دانون کا دعوی ہو کہ یہ تمام تباہی انقلاب فطرت کا ایک ادنی کرشمہ ہو، ڈاکٹرون کی رائے ہو کہ ملیریا (تپ رعشہ دار) اِس قوم کی تباہی کا باعث ہوا، چنانچہ ڈاکٹر نکولس Necholls نے جو کہ سیلون کے محکمۂ علم الجراثیم کے ڈائرکٹر ہین۔ اِس خیال کی تائید مین ایک زبردست اور مدلل مضمون حوالۂ قلم کیا ہی، وہ لکھتے ہین،

"دریائے ڈینوب اب کبھی منجمد نہین ہوتا، لیکن رومیون کے زمانہ مین اون کی افواج نے اکثر موقعون پر دریائے ڈینوب کو منجمد حالت مین عبور کیا ہو، افریقہ مین بہت سے ایسے مقامات ہین کہ پہلے زرخیز تھے لیکن اب وہ ریگستان ہین، یہ باتین سب ممکن ہین لیکن سیلون مین اِس قسم کی کوئی تبدیلی نہین ہوئی ہو، کیونکہ آب وہوا اور بارش اب بھی وہان ویسے ہی ہین جیسے کہ پہلے تھین، موبیون کے گھاٹ اور تالابون کی سیڑھیون مین کوئی تبدیلی نہین ہوئی ہو"

مسٹر جانسن (Jones) اپنے ایک مضمون "قدیم یونان" مین تحریر فرماتے ہین کہ،

"جب یونان کی ترقی کا ستارہ عروج پر تھا تو ملیریا (Malaria) کا نام ونشان بھی نہ تھا، جیسا کہ اب یونان کی ادنیٰ اور دیہاتی زندگی مین پایا جاتا ہی، یونان کے عہد ترقی کی کتابون مین اِس بیماری کا کوئی ذکر نہین ہو، لیکن جب یونانی قعر ذلت مین گر گئے تو اوس دور تنزل کی کتابون مین تفصیل کے ساتھ اِس بیماری کا ذکر پایا جاتا ہی"

ہیضہ اور طاعون خطرناک بیماریان ہین، لیکن چند برسون کے بعد اِن کے اثرات ذہن سے محو ہوجاتے ہین اور آبادی پر کوئی مستقل اثر باقی نہین رہتا، ملیریا کی حالت اِس سے مختلف ہے، جس خطہ مین یہ بخار پھیلا ہوا ہو وہان کے بچے ہمیشہ خراب صحت کی حالت مین ہون گے اور جوان ہوکر بھی

رہینگے، یہ خرابی مستقل ہی، اور اِس کا اثر آیندہ نسلون پر پڑتا ہی،

سیلون مین ملیریا پھیلانے والے مچھر ہندوستان سے آئے، اور جب یہ بیماری مزدور اور ادنیٰ طبقہ کو کمزور کرنے لگی تو شمالی سیلون کے باشندے اپنے خورونوش کا انتظام نہ کرسکنے کے بعد اوس حصۂ ملک مین چلے گئے جہان یہ بخار بہت کم تھا، اِس کی مثال جزیرۂ مارشیس کی طرح ہی، وہان یہ بخار ۱۸۶۶ء مین پہلی مرتبہ پھیلا تھا، اور دیہاتی زندگی سخت خطرہ کی حالت مین تھی،

جن لوگون کا یہ خیال ہی کہ اِن لوگون کی تباہی کا باعث عیش پرستی تھی، یہ صحیح نہین، کیونکہ عیش پرستی سے صرف چند افراد تباہ ہوسکتے ہین، لیکن امراض کہنہ سے ہزارون شخص تباہ ہوجاتے ہین، ملیریا جس طرح ایک شخص کو تباہ کرنے والی ہی، اسی طرح قومون کو بھی تباہ کرنے والی بیماری ہی،

حکمران طبقہ کے لوگ عیش پرستی مین مبتلا ہوسکتے ہین، شہرون کے متوسط طبقہ کے آدمی بھی اسی زمرہ مین شامل کئے جاسکتے ہین، لیکن دنیا کی تاریخ مین کوئی ایسی مثال نہین ملتی کہ ادنیٰ طبقہ اور خاص طور پر دیہاتی لوگون کو عیش پرستی کا موقع ملا ہو،

سیلون کے قدیم شہرون کی ترقی کھیتون مین کام کرنے والے آدمیون پر موقوف تھی۔ اِن لوگون نے دھانون کے کھیتون مین پانی دینے کے لیئے تالاب بنائے تھے، غالبًا اول تباہی اِنہی ادنیٰ طبقہ کے مزدورون مین شروع ہوئی ہوگی، اور یہ بات قابل تسلیم ہی کہ اِن لوگون کی طاقت کو تباہ کرنے والا کوئی مرض کہنہ ہی ہوسکتا ہی،

سیلون کی تاریخ مین اِس تباہی کا سبب یہ بتایا جاتا ہی کہ سنہالی قوم کو تامل قوم نے تباہ وبرباد کردیا، اور تامل قوم خود اون جگہون پر آباد ہوگئی، اور کچھ عرصہ کے بعد اون مقامات کو چھوڑکر جزیرۂ سیلون کے شمال کے کم زرخیز حصون مین چلی گئی، اِس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہی کہ اِس تباہی کا سبب سنہالی قوم کی شکست نہ تھی بلکہ اِس تباہی کا راز اوس خطۂ ملک کی خرابی آب وہوا مین مضمر تھا،

مصر کے عہد عتیق کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہو کہ دریائے نیل کی وادی مین مختلف قومین آباد تھین اور مدتون تک دنیا کی تہذیب و شایستگی کا مرکز رہین، لیکن رومیون کے زمانہ مین یہ ملک نوآبادی کے لیے موزون اور درست نہ رہا تھا، اور اون کی افواج بیماری کی وجہ سے نحیف و ناتوان ہو گئی تھین، گزشتہ جنگ عظیم مین برطانیہ کی افواج یونان اور فلسطین کے اکثر مقامات پر ان بیماریون سے محفوظ نہ رہ سکین،

آجکل مصر کے ادنیٰ طبقہ مین کوئی شخص بھی ایسا نہین ہو جو کہ تین بیماریون ملیریا۔ انکلستومی[1] بلہارزی[2]، مین سے کسی ایک مین مبتلا نہ ہو،

یہ بتلا دینا دلچسپی سے خالی نہین کہ عہد قدیم مین ملیریا، قومون کے زوال کا ایک خاص سبب رہا ہو، نہر پنامہ کا بنانا اوس وقت تک ناممکن ہو گیا تھا جب تک ملیریا کے مچھرون کو تباہ نہ کر دیا گیا،

(ملخص)

---

[1] انکلستومی Ankylostamiasis یہ بیماری ۱۹۱۸ء مین انگلستان مین تحقیقات کی گئی تھی، صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ مین ۳۰ فیصدی لوگ اس بیماری مین مبتلا ہین، مصر مین یہ بیماری زیادہ پھیلی ہوئی ہے، ہندوستانی فوجون مین بھی یہ بیماری کثرت سے پائی جاتی ہو، فلسطین، مشرقی افریقہ، اور عراق عرب مین اس بیماری نے نہایت خطرناک نتائج پیدا کئے ہین، باریک کیڑے انسان کی چھوٹی آنت مین چپٹے ہوے پائے جاتے ہین اور ہر وقت خون چوستے رہتے ہین، زرد چہرہ، طبیعت گری ہوئی، اختلاج قلب کی شکایت، ہاضمہ کی خرابی، نسیان کی ترقی اس بیماری کی خاص علامتین ہین،

[2] اس بیماری نے مصر اور دریائے فرات کنارے پر رہنے والون کو زیادہ ستایا ہے، Belharziasis

اتفاقاتِ حسنہ
شیخ عبدالحق محدث دہلوی
کی
ایک قلمی تحریر

از

جناب مولنا حبیب الرحمن خان شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ

گزشتہ محرم الحرام کی ساتوین تاریخ کومین نے اول مرتبہ حضرت شیخ **عبدالحق** محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے مزار پر انوار پر فاتحہ پڑہنے کا شرف حاصل کیا، ۶ صفر المظفر کو صبح کے وقت تفاول شرعی کے طور پر دیوان حافظ دیکھا تو یہ شعر سر صفحہ نکلا ؎

ستارۂ بدرخشید و ماہِ مجلس شد　　دلِ رمیدۂ مارا انیس و مونس شد

اوسی روز دوپہر سے پہلے حضرت شیخ کی اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ کا قلمی نسخہ[1] دیدہ افروز ہوا جو آب خوردہ اور بوسیدہ ہی مگر خوشخط اور اہتمام سے لکھا ہوا،

آگے پڑھنے سے پہلے "ستارۂ بدرخشید" اور "ماہِ مجلس" کا مقابلہ "اشعۃ اللمعات" اور "مشکوٰۃ" سے کرلو، نورٌ علیٰ نور، سرصفحہ کے پائین مین یہ عبارت تحریر ہی "ترجمہ مشکوٰۃ الشریف تصنیف حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہ کہ درخاتمۂ کتاب دستخط حضرت شیخ درج ست بہ ہدیہ یکہزار و دوصد روپیہ گرفتہ نواب صاحب قبلہ مدظلہ اللہ تعالیٰ

[1] چند سال پہلے مشکوٰۃ المصابیح کا نسخہ ملا ہی جس پر شیخ نورالحق فرزند شیخ محدث کے ہاتھ کی عبارت تحریر ہی،

یہ خط کہنگی کی شان لئے ہوئے ہی، مُہرین مٹ گئی ہین اسلئے "نواب صاحب قبلہ" کون تھے معلوم نہین ہوسکا، آخری
آخری صفحہ کے آخر مین جو بیاض تھی اوس مین حضرتِ شیخ کے قلم کی عبارت جلوہ افروز ہی، خط صاف اور پختہ ہی
جملہ بارہ سطرین ہین،

میر غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان مین حضرتِ شیخ کی وفات ۱۰۵۲ھ مین لکھی ہی، تاریخ وفات
علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ۱۰۵۲ھ آمد ہوتی ہی، علماء اور انبیاء کی ہمزون کے دو عدد محسوب ہین، سنہ ولادت
۹۵۸ھ ہی، حضرتِ شیخ نے ۹۴ برس کی عمر پائی، عبارتِ زیر بحث کی تحریر کے وقت سِن شریف ۹۰ برس کا تھا
مگر خط مین ہاتھ کی کمزوری یا نگاہ کے ضعف کا ذرہ برابر اثر نہین ہی،

کاتب کتاب نے اپنا نام **محمد علی دہلوی** لکھا ہی، سنہ کتابت ہندسون مین لکھا تھا جو محکوک ہو چکے
تاہم "۴" ہندسہ درمیان مین نگاہِ انداز دیکھ سکتی ہی، اِس طرح ۱۰۴۰ھ تک سنہ کتابت ہو سکتا ہی، ممکن ہی
کہ ۱۰۴۹ھ مین ختم ہوئی ہو جو حضرتِ شیخ کی عبارت کا سال تحریر ہے، حاشیۂ کتاب پر حضرت شیخ کے خط سے
ملتی جلتی تحریر مین اِصلاحی الفاظ لکھے ہوئے ہین، اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ نسخۂ ہذا حضرت کے مطالعہ مین آچکا ہے،
کیا عجب ہی کہ خانقاہ قادریہ کے کتابخانہ کے لئے لکھا گیا ہو،

چلتے چلتے قیمتِ کتاب پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے، بارہ سو روپیہ قیمت ہی، جامعہ عثمانیہ نے جو
تاریخ ہند شائع کی ہی اوس مین اعداد شمار سے ثابت کیا ہی کہ آج کا روپیہ عہد مغلیہ کے روپیہ سے قیمت مین
دس گنا کم ہی لہذا محفوظ طور پر آجکل کے حساب سے دس ہزار روپیہ قیمت کہی جاسکتی ہے، مصرع

یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا

اب کہ شیرازۂ جمعیت بکھر چکا ہی، یورپ اور امریکہ کے مقابلہ پر مسلمانون سے (معارف کے شذرات مین) قدردانی کا
سوال جرح، نمک بر جراحت کا کام دے جاتا ہی،

حضرتِ شیخ کی عبارت یہ ہی،

تمام شد تسوید این کتاب عشیۂ یوم الاربعا بیست و چہارم ربیع الآخر سنہ ہزار و بیست و پنج از ہجرت سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین و بود ابتدا ر تالیف بیزدہم ذی الحجہ سنہ یکہزار و نوزدہ و بہ تحقیق در آمد در میان مشاغل دیگر از تالیفاتِ دیگر کہ مجموع سہ سال و کسری باشد. و تمام شد در خانقاہ قادریہ در دہلی کہ این بندہ خدمت می کند او را و جاروب امی کشد می افروز و چراغ آنرا و بود ابتدا و ختم در یک مکان گویا در ..... [۱] ..... تمام شد مقصود بیان، توفیق آلٰہی ست سبحانہ و اعطائے وے استقامت مراد تخصیص وے تعالیٰ بندۂ مسکین را بسلامت و عافیت و الحمد للہ، اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا حررت ہذہ الاسطر علی ید مولفہ الفقیر الحقیر عبد الحق بن سیف الدین القادری الدہلوی البخاری منحوہ یوم الجمعہ سنہ الف و تسع و اربعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

آخر میں سوال یہ ہے کہ حاضریِ درگاہ، مژدۂ لسان الغیب، اور اِس نعمت کے حاصل ہوتے میں کوئی بشارت ارتباط ہے؟ مصرع،

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند

---

[۱] تیاسا۔ [۲] حرف پڑھے نہیں گئے۔

مترجمات
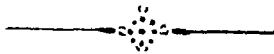
معرکۂ علم و مذہب

(۲)

نوشتہ

مترجمہ: مولوی خواجہ عبدالواجد صاحب ندوی پروفیسر سشن کالج کانپور

ہم خود اپنے سب سے زیادہ معتمد علیہ دوست سے بھی مذہب پر بحث کرنا پسند نہیں کرتے کیون؟ اس لیے کہ مبادا فریقین مین سے کسی کی دل آزاری ہو؟ نہین بلکہ اس لیے کہ یہ سرزمین بہت ہی مقدس ہے اور اس مین انتہائی احتیاط کے ساتھ قدم رکھنا بھی تکلیف کا باعث ہو سکتا ہے، غرض علم کا مطمح نظر اعلان اور مذہب کا نصب العین اخفا ہے، اسی لیے دور علم مین لوگون کا ملجا محاضرہ گاہین اور دور مذہب مین تقدس مین انکا مادی تقدس و اخفا کے مرکز پر اسرار عبادت گاہین ہوتی ہین، یہ اسی دیرینہ اور مذہب کی فطرت مین جاگزین اخفا کا نتیجہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ گذشتہ کو اس قدر کم سمجھتے ہین، قدیم معلمین (مذاہب م،) نے اپنی تعلیمات کو عوام سے کیون مخفی رکھا؟ چند منتخب متبعین کو ان کا حامل کیون بنایا؟ جن تعلیمات کو مخفی رکھا وہ کیا ہین؟ ان سوالات کا کوئی جواب نہین دیا جاسکتا، لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ افلاطون اور فیثاغورث حضرت عیسیٰ اور مقدس پولس کیا یہ لوگ اخفا محض اخفا کی غرض سے کر سکتے تھے؟ کیا یہ فوقیت کے ایک مصنوعی احساس کے لیے اپنی خیالی تعلیمات کو محفوظ رکھ سکتے تھے؟ اس سے قطع نظر مذہب کی تین اصلی خصوصیات یعنی اسرار، سحر اور نام نہاد خرافات کی ارباب علم و فضل کیا تشریح کر سکتے ہین؟ کچھ نہین، ہم کو کچھ خبر نہین کہ اگلے زمانہ کی

[illegible]ار عبادت گاہون مین کیا ہوتا تھا اس لیے جب ان کے حالات پڑھتے ہین تو ہم کو ہنسی آتی ہے، جن چیزون
کو ہم خرافات کہتے ہین ان کے حقیقی معنون کا ہم کو ذرا بھی علم نہین اسی لیے اپنی نادانی سے انھین خود فروشی اور
وحشیانہ ہرزہ سرائی پر محمول کرکے ایک زہر خند کے ساتھ ٹھکرا دیتے ہین، علم کی نادانیون کی فہرست مین اخلاق کا
نام بھی شامل کیا جا سکتا ہے، علم اگرچہ قدیم اخلاقی دستور العمل کو صحیح تسلیم کرتا ہے لیکن ان کی کوئی تشریح نہین کر سکتا
مگر جو شئی علم کے لیے چیستان ہے وہی مذہب کا جزء لاینفک ہے، سحر و نام نہاد خرافات کا بھی مذہب سے اتنا ہی گہرا تعلق
ہے، البتہ نئی دنیا اس دفتر بے پایان کا ایک حرف بھی نہین سمجھ سکتی اس لیے اس کے حق مین یہ ویسے سربستہ راز
ہین جیسے وہ مشہور مذہبی رسوم جن کے نام اب تک عیسوی مذہب کی مقدس کتاب مین موجود ہین، مگر اس کا
ذمہ دار مذہب نہین کیونکہ اس کا تعلق "انا" سے ہے اور اگر ہم "انا" کے بدلہ حرف "ماحول" کے مطالعہ مین اپنی تمام عمر
بسر کر دین تو ہم اسے کیسے سمجھ سکتے ہین،

گنجایش نہین ورنہ مین سحر اور پر اسرار عبادت گاہون کے متعلق بھی کچھ کہتا، لیکن نام نہاد خرافات کی تفر[illegible]
سے مین علم و مذہب کے ایک بہت ہی نمایان فرق کے متعلق چند کلمے کہنا چاہتا ہون، علم ہر شئے کی حالت بلا
کم و کاست ایسے الفاظ مین بیان کرنا چاہتا ہے، جس مین ابہام یا شک کی گنجایش نہ ہو، اس کا موضوع ایسی
چیزین جنکی تحقیقات پیمایش، وزن، یا مقدار کے ذریعہ سے کیجا سکتی ہے اسی لیے وہ حتی الامکان اپنے معلومات
ایسے پیرایہ مین ظاہر کرتا ہے، جس سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے، مثلاً وہ مخصوص علامات استعمال کرتا ہے جو فی نفسہ
بے معنی ہوتی ہین، فطرت کی کسی شے سے تعلق نہین رکھتین اور دانستہ تمام ذاتی یا ضمنی مدلولات سے معری ہوتی
ہین، مگر مذہب کی حالت اس کے برعکس ہے، اس کے خیالات کی تعین یا تحدید ممکن نہین، اس لیے وہ صرف
اشارہ کرنا چاہتا ہے، علم کی طرح مذہب کی بھی مقررہ علامات ہین لیکن انکی حالت علمی علامات سے یکقلم
مختلف ہے، مذہبی علامات کا ماخذ دنیا اور دنیا کی چیزین، آفتاب، سمندر، چٹان، جنگل، جانور، ہین حتی کہ روح
کے لیے بھی کوئی خاص نام نہین، چنانچہ جن الفاظ سے اسے تعبیر کرتے ہین ان کے اصلی معنی سانس یا ہوا [illegible]

علمی علامات کے برعکس مذہبی علامات کا رنگ شوخ اور مدلولات ضمنی خاص طور پر تخیلی ہوتے ہیں بلکہ وہ آیندہ تنا
ہیں از خود خرافات و مجازات کا قالب اختیار کر لیتے ہیں لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان میں تشبیہات برمحل ہوتی
ہیں بلکہ عالم ناسوت میں یہی شبہ بہ شبہ کا نمونہ ہوتا ہے، علم جب اپنی تحقیقات کے نتائج میں ضروری تصرف
کے بعد ایک عام معیار قائم کر لیتا ہے تو اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے لیکن مذہب کا مقصد کبھی پورا نہیں ہوتا وہ
وہ برابر مجازات کے پردہ میں اپنی جستجو کا سلسلہ جاری رکھتا ہے، علم کا دائرہ بحث بقول سر ولیم جیمس، ظاہری
اور نمائشی چیزیں ہیں لیکن مذہب کا دائرۂ بحث حقائق زندگی ہیں کیونکہ مذہب کی تمام مباحث کا دارمدار شعور
ہے جس کی بدولت ہمیں عالم محسوسات کا علم ہوتا ہے، یہی شعور ہمارے لیے سب سے زیادہ اہم ہے اگر یہ نہ ہو
تو ہمارے لیے دنیا کا عدم و وجود یکساں ہے، انسانی معلومات کے متعلق قدیم و جدید دنیا کی خدمات میں جو فرق
ہے اس کی تشریح شاید علم و مذہب کے مذکورۂ بالا اختلاف میں موجود ہے، جس عہد میں حقائق زندگی پر غور
کیا جائے اس کے نتائج فکر یقیناً اس عہد سے زیادہ بیش بہا ہونگے جس میں صرف ظاہری باتوں پر توجہ کی گئی
اس سلسلہ میں ایک اور نکتہ بھی بیان کیا جا سکتا ہے، مذہب میں اگرچہ اخفاء سے کام لیا جاتا ہے لیکن مجبوراً
لیا جاتا ہے، ہماری زبان کا ماخذ عالم محسوسات کے مظاہر ہیں، ہمارے الفاظ ایسی چیزوں کو بیان کرتے ہیں
جو حواس خمسہ ظاہری سے حاصل ہوئے ہیں اس سے جب ان کا مابعد الطبیعی مفاہیم کے لیے استعمال کیا جاتا
ہے تو لامحالہ اس میں استعارہ کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے، جو حالت الفاظ کی ہے وہی بعینہٖ جملوں کی ہے جب
کوئی مابعد الطبیعی حقیقت ایسے الفاظ میں بیان کی جاتی ہے جو طبیعی دنیا سے مستعار لیے گئے ہیں تو ایسا بیان
بعض اوقات طبیعی اور مابعد الطبیعی دونوں حیثیتوں سے صحیح ہوتا ہے، اگرچہ جامعیت چنداں کارآمد
نہیں، ایسے مواقع پر مقصود بالذات مجازی معنی ہوتے ہیں حقیقی معنوں میں اگر کوئی بات ہوتی ہے تو وہ
صرف یہ کہ یہ مجازی معنوں کے لیے رموز کا کام دیتے ہیں جو مذہب کے لیے ناگزیر ہے، مذہبی تعبیرات میں
رموز کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جن دو زبانوں (عبرانی و یونانی م) میں عیسوی مذہب

مقدس کتاب نازل ہوئی تھی ان مین سے ایک کے خزانہ الفاظ مین عقیدہ (یا مذہب و کریڈیم) کے لیے کوئی لفظ ہی نہین اور دوسری مین اسے سمبولن کہتے ہین، (جس کے لفظی معنی رمز ہین م) اس موقع پر یہ امر سب سے پہلے قابل لحاظ ہو کہ اگر مذہب اپنے عقائد کے متعلق صاف گوئی سے کام لینا چاہے جب اپنے ارادہ مین کامیاب نہین ہوسکتا کیونکہ الفاظ کا قدم درمیان مین آتے ہی استعارات سے مدد لینا پڑیگی، غرض اخفا مذہب کے انداز بیان کی فطرت ہے اسی سے حضرت عیسیٰ اپنے متبعین کو بار بار متنبہ فرماتے ہین کہ ان کے کلام کے معنی ہر کس و ناکس نہین سمجھ سکتا اسے صرف "اسی شخص کو سننا چاہیئے جو گوش (حق نیوش م) رکھتا ہو" کیونکہ ہر مقدس شے مخفی اور پاک چیز پوشیدہ ہوتی ہے،

علم و مذہب کے اسی اختلاف انداز بیان کا یہ نتیجہ ہے کہ ڈریپر کو یہ دونون برسرپیکار نظر آتے ہین، کتاب مقدس کے نازل ہونے کے بعد خود بین جہالت کا ایسا سیلاب آیا کہ تمام عالم پر چھا گیا، نادان ارباب عقل کے منصب پر قابض ہوگیے، اعلان اخفا کے قدم بقدم چلنا شروع کیا، اہل علم و ارباب تقوی دونون نے یہ تسلیم کرلیا کہ مذہبی تعبیرات مین الفاظ کے حقیقی معنی مراد ہین بلکہ اس مین یہان تک غلو کیا کہ تاویل کے احتمال سے چین بجبین ہونے لگے لیکن اگر ان بزرگون کے مسلک پر عمل کیا جائے تو مذہب کو علم سے بے لڑے شکست ہو جائے، واقعہ یہ ہے کہ مذہبی تعبیرات مین الفاظ کے معنی مراد نہین بلکہ ہم کو چاہیئے کہ انکو مجازی نقطۂ نظر سے دیکھین مگر ایلی کے نزدیک "کسی لفظ کی مجازی تشریح تشریح ہی نہین" مصنف موصوف کو مجازی تشریح سے اس شد و مد کے ساتھ انکار سہی لیکن مقدس رسول ان کے ہمخیال نہین حضرت عیسیٰ نے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ بیت المقدس تین دن مین پھر بن کے تیار ہو جائیگا، یہودی اس کے یہ معنی سمجھتے تھے کہ اس سے یہ اینٹ چونے کی عمارت مراد ہے اور اس نافہمی پر مقدس یوحنا یہودیون کو سرزنش کرتے تھے علی ہذا قصہ ہاجرہ مین اور لوگ تو ظاہری معنی مراد لینا چاہتے تھے مگر مقدس پولس ان کی موسوی خرافات ناواقفیت پر اظہار افسوس کرتے تھے اور خود اس قصہ کو مجاز پر محمول کرتے تھے، ہمارے موجودہ مذہبی پیشوا اگرچہ گلیلی

اور یہودیا کے باشندون سے زیادہ فہمیدہ ہین لیکن حقیقی معنی مراد لیکے ان نام و نہاد خرافات کی تضحیک کرتے ہین جنھین حضرت عیسیٰ اور ان کے حواری مقدس سمجھتے تھے، طرہ یہ کہ اس کے باوجود اپنے قائم رہنے پر ماتم کرتے ہین، مگر جیسا کہ ان بزرگون کو بھی اقرار ہے اگر مرئی اشیا یا اعمال مثلاً حضرت کے مقدمہ کی سماعت اور آپ کا سولی پر چڑھایا جانا جسمانی ہین اور مذہب کا تعلق روحانیات سے ہے تو اس صورت مین "اعلیٰ تنقید" یا "تاریخی طریقہ" کو مذہبی کتابون سے کیا سروکار ہوسکتا ہے،

مذکورۂ بالا اسباب کی بنا پر اخلاق کے علاوہ مذہبی تعلیمات کا بقیہ حصہ نام و نہاد خرافات مین نظر آتا ہے اور یہی ہونا چاہئے، افلاطون اور بلوطارق سے بالتصریح منقول ہے کہ خرافات کا مقصد جسمانی تجربات نہین بلکہ روحانی تجربات کا اظہار ہے تاریخ کی طرح نام و نہاد خرافات بھی صحیح ہوتے ہین البتہ انکی صحت کی نوعیت مختلف ہوتی ہے، ان کا تعلق ایسے واقعات سے نہین ہوتا ہے زمانہ گذشتہ مین کبھی پیش آئے تھے بلکہ ایسے واقعات سے ہوتا ہے جو اب بھی پیش آتے رہتے ہین، سلیست نام ایک جدید اشراقی کا قول ہے، "کہ یہ چیزین اگرچہ کبھی پیش نہین آئین لیکن ہمیشہ پیش آتی رہتی ہین" اس قسم کے حقایق یقیناً تاریخی حقایق سے زیادہ اہم ہین کیونکہ انسان کے نقطہ نظر سے اصلی شے واقعات نہین بلکہ ان واقعات کے متعلق اس کا خیال یا احساس ہے واقعات کی اہمیت صرف اس حیثیت سے ہے کہ ان کا انسان کے شعور پر اثر پڑتا ہے، مثلاً فرض کیجئے کسی شخص کے پاس ایک حبہ نہ رہے یا اسے بے قیاس دولت مل جائے لعنت کا طوق اس کی گردن مین ڈال دیا جائے، یا نیک نامی کا طرہ اس کے زیب دستار کیا جائے، اس کے تمام اعزہ مرجائین یا جو مرچکے ہین وہ بھی زندہ ہوجائین لیکن اسے ان انقلابات کی خبر نہ ہو یا خبر ہو مگر پروا نہ ہو تو ایسی حالت مین ان انقلابات کا کیا حاصل ہوگا؟ غرض اصلی شے "ماحول" نہین بلکہ "انا" ہے وہ واقعات نہین جو بیرونی دنیا مین آتے ہین بلکہ وہ کیفیات ہین جو دل پر گزرتی ہین، ان مین سے ایک کو تاریخ اور دوسرے کو خرافات بیان کرتے ہین لیکن دونون مین، وہی فرق ہے جو مردہ لاش اور زندہ جسم مین ہے

رخی طریقہ کو اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو ایک ایسا عجیب و غریب نکتہ منکشف ہوجو اگرچہ مسلمہ خیالات کے خلاف لیکن واقعات کے مطابق ہے، تاریخ کا قابل اعتبار ہونا عالم آشکار ہے حتی کہ بعض لوگ اسے "جھوٹ کا وسیع جنگل" کہتے ہین، خواہ کوئی واقعہ ہو اس کا دارومدار روایت پر ہے لیکن ارباب روایت کے بیان مین خواہ مخواہ ہمدردی یا تعصب کی آمیزش ہوجاتی ہے، اس لیے ان کے بیان کوئی واقعہ ہو بہو نظر نہین آسکتا، ادھر تو گزشتہ واقعات کے متعلق ہمارا اور ان کی قدر و قیمت کے متعلق ہمارا اندازہ دوسرون کی بنیاد پر ہوتا ہے اور ادھر خود ہماری قوت فیصلہ تمام بیرونی اثرات، مذہب، قومیت تعلیم، تربیت وغیرہ سے متاثر ہوتی ہے اس لیے اصل حقیقت کا سراغ نہین ملتا، معرکہ واٹرلو یا معرکہ جٹلینڈ اگرچہ حال مین پیش آئے ہین لیکن ان کے متعلق روایات مختلف راویون کے بیانات باہم متناقض اور شرکائے جنگ کے پیش کردہ سلسلۂ واقعات مین دانستہ یا نادانستہ غلط بیانی موجود ہے اسے ہم انداز کرسکتے ہین کہ جن واقعات کو پیش آئے ہزار ہا سال گزر چکے ہین اونکی کیا حالت ہوگی، اس موقع پر یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس زمانہ مین یہ واقعات پیش آئے تے اس وقت لوگون پر جذبات کا اثر غالب تھا اس کے علاوہ ان واقعات کے متعلق ہمارے ساتھ معلومات کا صرف ایک ذریعہ یعنی روایات ہین، لیکن نہ ان روایات مین صحیح و غلط کی تحقیق کی گئی ہے اور نہ ان کے راویون کی اہلیت و صداقت کے متعلق کوئی قابل اعتبار ثبوت موجود ہے لیکن صرف اتنا ہی، کسی سادہ تاریخی واقعہ کو لیجیے مثلاً زید نے عمر کو قتل کرڈالا، اس واقعہ سے ہم کو کیا سروکار ہے؟ یہ ہمارے لیے کس حیثیت سے دلچسپ ہے؟ لمحہ بھر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی اصلی اہمیت مقصد قتل مین مضمر ہے، زید نے عمر کی کیون جان لی؟ کس فائدے کے لیے؟ انتقام کی غرض سے؟ یا محض اتفاقاً یہ حادثہ پیش آیا؟ جب تک ان سوالات کا جواب نہ دیا جائے اس وقت تک اس واقعہ کا علم و عدم علم یکسان ہی، ایسے موقع پر قرائن سے جواب مستنبط کیا جاتا ہی لیکن قرائن خواہ کتنے ہی واضح ہون تاہم استنباط جواب کو نتایج سے زاید

قیاس آرائی، کہا جاسکتا ہے، کیونکہ قتل کا مقصد ایک ایسا راز ہے جس کا علم صرف قاتل یا اس کے خالق کو ہو سکتا ہے غرض تاریخ تین وجوہ سے ناقابل یقین ہے، واقعات کا علم روایات سے ہوتا ہے جو مشتبہ ہوتی ہیں ان کے روایات کے متعلق ہمارا فیصلہ ہمیشہ قابل اعتبار نہیں ہو سکتا، واقعات کی جان یعنی مقصد کے متعلق قیاس سے کام لینا پڑتا ہے،

"تاریخی طریقہ" کا استعمال مذہبی قصص کے مطالعہ میں نہ کرنا چاہئے جسمانی واقعات کے خزف ریزے روحانی حقایق کے جواہر پاروں کا نعم البدل نہیں ہو سکتے اس اصول پر جو قصے باقی بھی رہینگے وہ درحقیقت شجاعت ہونگے، فرض کیجئے ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ انجیل میں جس نیک نہاد سامری کا ذکر ہے وہ ابند بنگو نام ایک بقال تھا جس مسافر کی اس نے مدد کی تھی وہ یونان کا ایک سوداگر تھا، جہاں یہ سوداگر ٹھہرا تھا وہ اس کے باہر ایک سرائے تھی، لیکن فائدہ؟ کیا اس سے زیادہ اس قصہ کی مٹی خراب کیجا سکتی ہے انہی عامیانہ نتائج سے بچنے کے لیے مذہبی قصوں میں ایسے زمانہ یا قوم کی حالت بیان کیجاتی ہے جسے گزرے عرصہ دراز ہو چکا ہو، تاریخ اگر اپنے سامعین کے دل میں اذعان پیدا کرنا چاہتی ہے تو اسے پہلے نام نہاد خرافات کا لباس اختیار کرنا چاہیے، اس کا ہمارے عمیق ترین جذبات پر اسی وقت اثر ہو سکتا ہے جب اس کے چہرۂ ابہام کا نقاب اور اس کے دوش پر قدامت کی عبا موجود ہو" انسان اپنے خدمتگار کی نظر میں مقدس نہیں ہوتا" "انس سے نفرت پیدا ہوتی ہے" "پیغمبر کی اپنے گھر میں وقعت نہیں ہوتی" ہماری زبان کی یہ تمام امثال سب سے زیادہ مذہبی قصص پر صادق آتی ہیں، مذہبی قصص اہل ایمان کے دل میں اسی وقت صحیح یا مقدس ہو سکتے ہیں جب کہ وہ مخفی راز ہیں، جسمانی واقعات گو صحیح ہوں مگر ان میں تقدس یا اخفا کی شان پیدا نہیں ہو سکتی، مذہبی تعلیم کا دارومدار رمز و کنایہ پر ہوتا ہے، بالفاظ دیگر ظاہر کے پردہ میں باطن اور صورت کے پردہ میں حقیقت مخفی ہوتی ہے، اس لیے کسی قصہ کو اس نقطہ نظر سے تسلیم کرنا کہ اس میں ایک تاریخی واقعہ بیان کیا گیا ہے صرف غلط ہی نہیں بلکہ سخت مضر ہے، اسکے

یہ معنی ہین کہ ہم ایک روحانی سرگزشت کو اس کے درجہ سے گرا کے دنیادی واقعات کی سطح لانا چاہتے ہین، مذہبی تعلیم اسی وقت واقعی صحیح ہوسکتی ہے جب وہ ماضی، حال، مستقبل ہر زمانہ مین صحیح ہو، اگر دوسرون کے واقعات کے پیرایہ مین خود اپنی قسمت کا فیصلہ موجود نہ ہو تو انسان کو ایسے واقعات سے حقیقی سروکار نہین ہوسکتا، اسے اس تماشاگاہ عالم مین تماشہ بین نہین بلکہ تماشہ گر ہونا چاہیے شیفل نے کیا خوب کہا ہے

"حضرت عیسیٰ اگر بیت اللحم مین سو بار پیدا ہون لیکن تمھارے دل مین نہ پیدا ہون تو تمھاری روح ویسی ہی بے یار و مددگار رہیگی، کیلوری کی صلیب تمھاری روح کو نجات نہین دلاسکتی یہ کام تمھارا دل ہی خوب کرسکتا ہے"۔

علم و مذہب کی معرکہ آرائی تاریخ تمدن کا ایک اتفاقی واقعہ نہین، یہ اس مخالفت کا ایک مظہر ہے "جو انا" اور "ماحول" یا روح اور جسم مین ہے، اس کا سلسلہ آغاز آفرینش سے قائم ہے اور انسانی اعمال کے ہر میدان مین، ہر وقت اور ہر ملک مین نظر آتا ہے ایک نام و نہاد خرافات یا بالفاظ دیگر ایک ابدی صداقت ہے، اس کا ایک مشہور منظر فرانس اور بلجیم کے میدانون مین نظر آچکا ہے، انہی میدانون مین تجربہ کے اس نظریہ ارتقار کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا جا چکا ہے جسکی ملکہ وکٹوریا کے عہد مین اس قدر دادہ دیگئی تھی جدید معلومات نے جب کبھی قدیم حقیقت سنجی کے مقابلہ مین صف آرا ہونے کی جرأت کی ہے، زک اٹھائی ہے، ایسے مواقع پر جدید ظاہر بینیون کے بدلے قدیم باطن بینیون کی رہنمائی بخطر ثابت ہوئی ہے، لیکن یہ باطن بینی کیسے حاصل ہوتی ہے؟ استقرا، یا مشاہدہ سے؟ نہین، اس کیلیے وہی قدیم اور نسبتاً زیادہ فلسفیانہ قاعدہ صحیح ہے، انبیائے سلف کا قول ہے کہ "اپنے آپ کو پہچانو کیونکہ انسان ہی تمام چیزون کا پیمانہ ہے" ایسٹائن کے نو دریافت اصول کی بدولت مادیین بھی اس امر کے قائل ہوگیے کہ انا اور ماحول یا ذات اور ماسوائے ذات یہ دونون ایک ہی تصویر کے دو رخ ہین، لیکن اگر ہم ایک ہی رخ کے نقش و نگار دیکھنے مین محو رہین تو دوسرے رخ کا ذرا بھی اندازہ نہین

لے، پولی نی نسس وغیرہ صوفیا کا یہ قول ہو کہ "دانش" ہی کا نام "ہستی" ہے، لیکن اسکا دائرہ اتنا وسیع ہونا چاہئے
ات ماسوائے ذات یا ذات بحث اور مظاہر سے فرق کا پردہ اٹھ جائے اور دونون کو انسان اسی طرح سمجھے
جس طرح اپنے افعال کے مقاصد کو سمجھتا ہو ایک قدیم کلدانی کاہن کا قول ہے کہ" جو اپنے آپ کو جانتا
وہ ہر شے کو جانتا ہی" واقعی حقایق طبیعی ہون یا مابعد الطبیعی، مادی ہون یا روحانی، علمی ہون یا مذہبی
سب کے جاننے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے لیکن اس طریقہ پر عمل کے لیے جو اصول قدما بیان کرتے
، وہ یقیناً نفوذ کن شعاعون کے تجربات اور اخبار دشنی کے اندازہ سے کہین زیادہ صبر آزما اور محنت
ب ہین لیکن اگر اس راستہ پر چلنا ہے تو اپنا ہاتھ ان لوگون کے ہاتھ مین نہ دینا چاہیے جو قابل تقسیم
کی پرستش اور ہلاکت آفرین علوم کی تکمیل کرتے ہین بلکہ ایسے لوگون کا دامن پکڑنا چاہیے جو
انی جمعیت کے بانی اور بقار حیات کے لیے مفید فنون کے معلم ہین،

تلخیص و تبصرہ

عربی حروف کو رومن حروف مین بدلنے کی تجویز

اہل یورپ اپنی آسانی کی غرض سے ہمیشہ اور ہرجگہ یہ تجویز پیش کیا کرتے ہین کہ دنیا کی ہرقوم اور ہرزبان اون کا رومن خط (لیٹن) قبول کرے، عربی، فارسی، ترکی اور اردو ہرزبان کے لیے انکی فیاضانہ درخواست یہی ہے، ابھی حال مین شام مین یہ تحریک اوٹھی ہے، جو آجکل فرانس کے پنجہ مین گرفتار ہے، اس تجویز کی تائید و تشریح مین ایک فرنچ اخبار لاسیر نے حسب ذیل مضمون لکھا ہے،

اذربائجان کے ایک سیاسی مدبر محمد شاہ تاتا ہنسکی نے ایک نیا طریقہ تحریر و کتابت ایجاد کیا ہے، جس سے اسلامی زبانون کے درس و تدریس مین نہایت آسانی پیدا ہوگئی ہے، اگرچہ اس طریقہ پر جس وقت آذربائجان کے پریسیڈنٹ ڈاکٹر نارینانوف نے اس جدید طریقہ کی تائید نہایت پرزور طریقہ پر کی، اور یہ اعلان کیا کہ خود انگورا کی حکومت نے ترکی حروف کی جگہ لیٹن حروف کے استعمال کرنے کا رزلیوشن پاس کیا ہے، چونکہ عربی حروف کے ذریعہ سے دوسری اسلامی زبانون اکے تمام حروف کا تلفظ ادا نہین ہوسکتا اس لیے خود اسلامی قومون نے عربی حروف کے بدلنے کی بہت کچھ کوششین کین ہین، اور مجبوراً بہت سے حروف ایجاد کئے ہین جو اگرچہ صورۃً عربی حروف سے مشابہ ہین لیکن ان کا تلفظ ان سے مختلف ہے،

مسلمانون مین مرزا فتح اخوند اور مرزا ملکوم خان (ارمنی ایرانی) نے حروف عربی کے بدلنے کی کوشش کی ہے، اور ان مین آخرالذکر شخص نے گلستان کو اپنے ایجاد کردہ مین شایع کیا ہے، جنگ کے ابتدائی زمانہ مین مرزا ملکوم خان کے طرز پر انور پاشا نے بھی بہت سے حروف

ایجاد کیے، اور دفتر وزارت جنگ مین اُن کا استعمال جبری اور لازمی قرار دیا، جب البانیا ٹرکی حکومت سے الگ ہوگئی تو اس نے عربی حروف کو لٹین حروف سے بدل دیا، اور اناطولیہ کے آرتھوڈکس ترک بھی ترکی زبان کو یونانی حروف مین لکھتے ہین،

اسی طرح کوہ قاف کے چرکسون کی زبان، ۴ حروف سے مرکب ہے، جو تلفظ اور کتابت دونون مین روسی زبان سے مشابہ ہے انھون نے اوسی مین قصیدہ چرکسیہ لکھا ہے جسکا عنوان سوسرکی مین

کوہ قاف کے تیسی مسلمانون نے اپنے مجتہد سے قرآن مجید کو لٹین حروف مین لکھنے کی اجازت طلب کی تو انھون نے یہ جواب دیا کہ اس سے اسلام کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے، اور یہ طریقہ مخالف شریعت نہین ہے، روسی حکومت نے تاتار کرغیز، اور بشکیر قومون کو اس پر نہایت جد و جہد کے ساتھ آمادہ کیا کہ وہ اپنے حروف کو روسی حروف کی شکل مین بدل دین، اور ان تغیر شدہ حروف مین جسکا نام ان لوگون نے "اکاڈیمی کے حروف" رکھا ہے، اس نے قازان مین بہت سی کتابین اور بہت سے اخبارات بھی شایع کیے،

لیکن جدید طریقہ کے بانی محمد شاہ تاتا نے اسپرنٹو زبان کے، ۲۸ حروف کو لیکر آذربائجانی، عثمانی، فارسی اور عربی زبانون پر منطبق کرنا چاہا، لیکن ان کو معلوم ہوا کہ لٹین حروف کے ذریعہ سے تمام اسلامی زبانون کی آوازون کا تلفظ نہین ہوسکتا، اس بنا پر انھون نے ۱۰ حروف کا اور اضافہ کیا جن کے ذریعہ سے ان تمام آوازون کا تلفظ ہوسکتا ہے، اس لیے ان کے پڑھنے کا طریقہ اب نہایت آسان ہوگیا، حالانکہ اس سے پہلے یہ مقصد پورے ایک سال کی محنت مین حاصل ہوتا تھا

یہ ایک تجویز تھی جس کو دمشق کے اخبار الف باء نے ایک مضمون کی صورت مین جسکا خلاصہ اوپر گذر چکا ارکان مجمع العلمی العربی دمشق کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن مجمع نے ایک عام مباحثہ کے بعد اس تجویز کو مسترد کردیا اور اپنے ایک ممبر پروفیسر الیاس بک قدسی سے اس موضوع پر ایک مضمون

لکھوایا جس مین مختلف دلائل سے اس تجویز کی تردید کی گئی ہے، چنانچہ ان دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے،

(۱) یہ غیر ضروری تبدیلی ہماری زبان کی روح سے بالکل میل نہین کھاتی، ہماری زبان سامی ہے پھر اس کے حروف کو آرین زبانون یعنی ارمنی، یونانی، سلافی، انگلو سیکسن اور لیٹن حروف کی صورت مین کیون بدلا جاتا ہے؟ اگرچہ یہ تجویز پیش کیجاتی کہ عربی الفاظ سریانی اور عبرانی زبانون مین لکھے جائین تو اسکی ایک معقول وجہ موجود تھی کیونکہ یہ دونون زبانین بھی سامی الاصل ہین، اور اس حیثیت سے اس کی شاخون مین اتحاد و اشتراک ہو سکتا ہے، لیکن اس صورت مین یہ تجویز پیش کرنی چاہئے کہ خود سریانی اور عبرانی الفاظ عربی حروف مین لکھے جائین، کیونکہ عربی زبان ان کے بعد پیدا ہوئی ہے، اور اس نے ان دونون زبانون کی اصلاح کی ہے،

(۲) اگر اس تجویز کی تحلیل کیجائے تو اس کے دو مقصد ہو سکتے ہین، ایک تو یہ کہ اس کے ذریعہ سے عجمی لوگون کو عربی الفاظ کے تلفظ مین آسانیان حاصل ہونگی اور وہ ان الفاظ کو اپنی زبان کے حروف مین لکھ سکین گے، اور وہ اس صورت مین نہایت آزادی کے ساتھ اختراعات کر سکین گے اور اپنی اصطلاحات قائم کرینگے، مجھے اس قسم کی بہت سی مختلف اصطلاحین معلوم ہین، بلکہ ہر قوم کی اصطلاح الگ الگ ہے، مثلاً فرانسیسی طریقہ انگریزی طریقہ سے بالکل مختلف ہے، چنانچہ پیرس کے ایک پروفیسر السنہ مشرقیہ موسیو بارتیلی نے مجھ کو ایک خط لکھا جس مین میری کتاب "البوادر والفکاہات من احادیث الحیوانات" کے چند اشعار درج کیے، اور یہ سوال کیا کہ ان کے الفاظ کا تلفظ شامی لہجہ مین کیا جائے یا اس کا کوئی اور طریقہ ہے؟ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اس نے بہت سے الفاظ کے تلفظ مین غلطی کی ہے، لیکن باین ہمہ مین ان مین اکثر کو سمجھ گیا، کیونکہ انھون نے ایک عجیب وغریب اصطلاحی طریقہ ایجاد کیا ہے، کہ وہ عین کو فرنچ حروف کے درمیان مین داخل کرتے ہین، اور ح کو حرف h کی شکل مین اور شین کو بجائے ch کے ڈبل یس ss کی شکل مین لکھتے ہین، کیونکہ ch سے

اگرچہ فرانسیسیون کے نزدیک شین کا تلفظ ادا ہو جاتا ہے لیکن انگریزون کے نزدیک ان دونون حروف سے کبھی تو شین کا اور کبھی کاف کا تلفظ کیا جاتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستشرقین یورپ نے اگرچہ فصیح عربی زبان کو اچھی طرح جان لیا ہے، لیکن مختلف ملکون مین جو عام الفاظ بولے جاتے ہین ان سے وہ ناواقف ہین، اس کمی کے پورا کرنے کے لیے وہ لغات کی طرف رجوع کرتے لیکن ان مین بھی ان کو اس کا پتہ نہین چلتا، اس بنا پر اصطلاحات کے ذریعہ سے یہ کمی کیونکر پوری ہو سکتی ہے؟ کیونکہ عام عربی زبان مختلف عربی ممالک مین بالکل مختلف طور پر بولی جاتی ہے، دمشق کی زبان لبنان کی زبان سے مختلف ہی، حلب کا لہجہ حمص کے لہجہ سے الگ ہے، یہودیون کے محلے کا لہجہ عیسائیون کے محلّے کے لہجے سے جدا ہے، غرض اسکی کوئی محدود تعداد نہین ہے اور ان کی تحدید یا تو خود وہ لوگ کرسکتے ہین جو اس زبان کو بولتے ہین، یا فونوغراف کے ذریعہ سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے، خود ہم کو اسکی ضرورت نہین ہے کہ فصیح عربی زبان کو لیٹن حروف مین لکھین، عربی حروف ہر شہر اور ہر زمانے مین اس ضرورت کو پورا کرسکتے ہین، عامی زبان کے لہجے بھی کتنے ہی مختلف ہون لیکن وہ فصیح الفاظ کے تلفظ اور کتابت پر کوئی اثر نہین ڈال سکتے کیونکہ فصیح زبان کے لکھنے کا طریقہ یہ کہ حروف صحیحہ اور حروف علت خود متن الفاظ مین لکھے جاتے ہین، اور اعرابی اور صرفی حرکات ان کے گرد لگائی جاتی ہین، اس لیے اگر اُن کا تلفظ اور اُنکی کتابت صحیح طریقہ پر کیجائے تو لفظ فصیح ہوگا، لیکن حرکات لگا دینے کے بعد عام لوگ غلط یا صحیح جس طریقہ پر بھی اسکا تلفظ کرین اوس کا اثر اس فصیح لفظ پر نہ ہوگا لیکن اگر لیٹن طریقہ کتابت کے مطابق ہم حرکات کو بھی الفاظ کا جزو قرار دے لین اور عام لوگ اسی طریقہ کتابت کے موافق اپنے اپنے لہجے مین اُن کا تلفظ کرنے لگین تو چند ہی دنون مین ہماری فصیح زبان بدل کر ایک عجیب بے ڈھنگی زبان ہو جائیگی اس کا دوسرا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ مستشرقین بلکہ خود اہل عرب کی آسانی کیلئے

منضبط اور عامی زبان کے تمام الفاظ کو قید تحریر مین لایا جائے لیکن اس مین دشواری یہ ہے کہ لیٹین زبان جس مین عربی زبان کے لکھنے کی تجویز پیش کیجا رہی ہے، اس کے الفاظ کے تلفظ مین خود استحکام اور ہمواری نہین پائی جاتی، کیونکہ جن قومون کی زبانین لیٹین زبان سے مشتق ہین، وہ خود حروف کا تلفظ مختلف طریقہ پر کرتی ہین، مثلاً اگر سی کے بعد کوئی حرف صوتی خفیف آجاتا ہے، تو فرنچ لوگ اس کا تلفظ سین سے کرتے ہین، لیکن جب اس کے بعد کوئی حرف صوتی ثقیل آجاتا ہے تو ان کے نزدیک اس کا تلفظ کاف سے کیا جاتا ہے، لیکن اٹالین لوگون کا طریقہ تلفظ اس سے بالکل مختلف ہے، ڈی - E - یو U کی بھی یہی حالت ہے، کیونکہ انگریز لوگ ان کا تلفظ کبھی A یعنی الف کے ساتھ اور کبھی ی کے ساتھ کرتے ہین، لفظ .... کا تلفظ فرنچ مین اکسن، انگریزی مین اکش، اٹالین مین اسیونہ اور دوسری زبانون مین اسیوا اور اکسیو کے ساتھ کیا جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ لیٹن زبان کی شاخون مین ہم کس شاخ کو ترجیح دین؟ اور کیا خود لیٹین زبان کے حروف کے تلفظ مین تغیر و انقلاب نہین پایا جاتا؟ ایک حرف ڈی کو لو کہ وہ کبھی خفیف ہوجاتا ہے اور کبھی ثقیل اور کبھی اوسکا تلفظ ت کے ساتھ کیا جاتا ہے،

(۳) پروفیسر سید انیس سلوم کا قول ہے کہ اگر ہم عربی طرز کتابت و تحریر کو بدل دین تو اس کے بعد ہمارا یہ فرض ہوگا کہ ابتدا سے آج تک عربی زبان مین جو کتابین لکھی گئی ہین سب کو آگ لگا دین کیونکہ موجودہ نسل مین اگرچہ ایسے لوگ موجود ہین جو عربی زبان کو موجودہ حروف اور موجودہ طرز تحریر مین پڑھ سکتے ہین، لیکن اس تبدیلی کے بعد جب ایسی نسل پیدا ہوجائیگی جو عربی زبان کو لیٹین حروف مین پڑھنا سیکھے گی تو عربی کی مطبوعہ اور قدیم قلمی کتابین بالکل بیکار ہوجائینگی، اور ان کا مطالعہ صرف وہی لوگ کرسکین گے جو قدیم مردہ زبانون مثلاً لیٹین، یونانی وغیرہ کے سیکھنے مین اپنی عمرین فنا کردینگے،

(۴) اگر عربی زبان کے الفاظ لیٹن حروف مین لکھے جائین تو لامحالہ حرکات کو جزوِ کلمہ قرار دینا پڑیگا، اور اس وقت اس زبان کا نظام تمامتر درہم برہم ہوجائیگا، کیونکہ مختلف ملکون مین الفاظ کا تلفظ مختلف حرکات کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس لیے ہر شخص اپنے تلفظ کے مطابق اونکو لکھے گا اور اس صورت مین A کبھی E کبھی I اور کبھی U ہوجائیگا، اور قوم مین اس قدر مختلف زبانین پیدا ہوجائینگی جس قدر برج بابل کی تعمیر کے وقت پیدا ہوگئی تھی، مثلاً اس طرز تحریر کے روسے شط اَلاَدہَم کا تلفظ مشتات الادہم اور اللہ آباد کا اللاہا آباد کرنا پڑیگا، اور بعض اخبارون مین انگریزی طریقۂ کتابت کی پیروی مین یہ الفاظ اسی طریقہ پر لکھے گئے ہین۔

(۵) عربی زبان سے پہلے عبرانی اور سریانی زبانون کے حروف خط میخی کی طرح الگ الگ لکھے جاتے تھے لیکن عربی نے اون کی اصلاح کردی اور حروف کو باہم ملاکر ایک مختصر طریقہ املا و کتابت پیدا کردیا، اس لیے انسان کی نگاہ آسانی کے ساتھ حروف و الفاظ پر پڑجاتی ہے، اور عربی اخبارات اور عربی کتابون کی سطرین دور لکھی جاتی ہین، جسکی وجہ سے آنکھ پر کوئی مضر اثر نہین پڑتا، لیکن یورپین زبانون کی سطرین قریب ہوتی ہین، اور ان کے حروف بالکل کھڑی کھڑی ہوتے ہین، اور ایک کو دوسرے سے مشابہت ہوتی ہے، جس کا آنکھون پر سخت مضر اثر پڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان حروف کے پڑھنے والے زیادہ تر کوتہ نظر ہوتے ہین، اور ان کو عینک کی سخت ضرورت ہوتی ہے،

(۶) سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی زبان کا طریقہ تلفظ اور طرز املا، اس کے معانی کے ساتھ اس زبان کے بولنے والون کی قومیت کو بھی محفوظ رکھتا ہے، تو کیا ہم چند مستشرقین کے خوش کرنے کے لیے اپنے اس سرمایہ محفوظ کو چھوڑ دینگے؟ کیا یورپین لوگ بھی اس پر راضی ہونگے کہ ان کی زبان کا طرز بدل دیا جائے؟

آلۂ حساب نما

برلن سے فارسی، عربی و ترکی کا ایک نیا رسالہ "صنائع المان و شرق" نکلنا شروع ہوا ہے، رسالہ کے پہلے نمبر میں آلۂ حساب نما (ادڈیٹر) پر ایک مضمون ہو جس مین اس مفید آلہ کی تشریح کی گئی ہے، اس آلہ کی مدد سے دکاندار اور اہل تجارت بڑی بڑی جمعین اور تفریقین سکنڈون مین کر لیتے ہین، ذیل کی سطرون مین اس آلہ کی کیفیت اور طریق عمل کا حال معلوم ہوگا،

آلۂ حساب نما (آڈیٹر) کے دو حصے ہوتے ہین، جو ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ہوتے ہ[یں]
ایک پر "زائد" کا نشان بنا ہوتا ہے اور دوسرے پر "ناقص" "زائد" والے حصہ سے جمع ا[ور]
ضرب مین کام لیا جاتا ہے اور "ناقص" والا حصہ تقسیم و تفریق کے کام مین آتا ہے،

طریقہ استعمال، اعداد کے مقابل جو سوراخ بنے ہین ان مین پنسل کی نوک رکھکر عمودی شکل [مین]
اس کو دباؤ تو رقم کی پٹریان، اوپر یا نیچے کی طرف حرکت کرین گی، سوراخ اگر "لوحۂ ر[قم]"
یعنی اعداد کی پٹری کے سفید حصے مین ہو، تو پٹری نیچے کی جانب نقطۂ (ا) کی طرف حرکت کریگی
حصے مین ہو تو پٹری اوپر کی جانب چڑھیگی اور نقطۂ (ب) تک پہنچ جائیگی، آلہ کے اوپری حصہ [مین]
جو "نوافذ نتائج" (چھوٹے چھوٹے سوراخ جہان پر حاصل عمل کی رقم ظاہر ہوتی ہے) بنے ہوئے ہین،
مین تمھارے اس عمل سے نتیجہ مطلوبہ خود بخود پیدا ہو جائے گا،

کیفیت عمل، رقمین جس ترتیب سے پڑھی اور بولی جاتی ہین اسی ترتیب سے اپنے اپنے مواقع پر رکھی جائیگی، پہلے درجۂ ہزار کے اعداد، اس کے بعد سیکڑے۔ پھر دہائیان اس کے بعد اکائیان ہونگی، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے اکائیان پھر دہائیان، پھر سیکڑے، پھر ہزار کے درجہ کے اعداد ہون، بلکہ ایسا کرنے مین بھی کچھ نقصان

۹
۸
۷
۶
۵
۴
۳
۲
۱
۰

نہین کہ وضع اور ترتیب کا لحاظ ہی نہ ہو، پہلے سیکڑے ہون پھر دہائیان، پھر درجہ ہزار کے اعداد، اور آخر مین اکائیان ا سے، مگر جن اعداد کا بالکل صحیح حساب مطلوب ہے ان کی وضع اور ترتیب کا خیال ضروری ہے، آلہ کے اجزا کو دو مختلف رنگون مین رنگا گیا ہے، تاکہ رقمون کی جگہین دیکھنے مین آسانی ہو، فرض کرو کہ ۰۷۵۶۸، کی رقم لکھنی ہے تو سب سے پہلے آلہ کے دوسرے رنگین حصّہ مین ۸-۷-۵ (داہنی طرف ۸ پھر، پھر ۵) کو لکھین گے پھر اسی طرح پہلے حصّہ مین ۶-، رکھین گے،

کسی قسم کا حسابی عمل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ (نوافذ نتائج) کو رقمون سے خالی کرکے صفر کی حالت مین کر دیا جائے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ آلہ کے اوپری حصّہ مین جو ڈنڈی ہے اس کو وہان تک کھینچ لیا جائے جہان تک وہ حرکت کر سکتی ہے اس کے بعد اپنی جگہ پر پہنچا دیجائے،

عمل جمع جوڑ کا عمل آلہ کے اس رخ پر ہوگا جس پر (زائد) کا نشان بنا ہے، یہان پر ہم ایک واضح مثال دیتے ہین، فرض کرو ہم کو ۱۳۶۵۰ مین ۹۸۲۴۳۴ جوڑنا ہے تو ہم اعداد کو حسب ذیل شکل مین رکھینگے ۱-۳-۶-۵-۰ یعنی ان رقمون کو، انکی حسابی جگہون کو ملحوظ رکھتے ہوئے، سیکڑون کی جگہ پر سیکڑے، دہائی کے مقام پر دہائی، اکائی کے موقع پر اکائی اور کسور کی جگہ پر کسور کو، نقطۂ (ا) کی طرف والے سوراخون مین اُتارینگے لیکن صفر رکھنے کی ضرورت نہین کیونکہ وہ تو اصل مین موجود ہے،

پھر ۴، ۳، ۴ کو اسی طریقہ سے نقطۂ (ا) کی طرف اتار کر رکھا جائیگا لیکن ۹-۸ کی رقمین سرخ خانہ مین ہونے کی وجہ سے اوپر نقطۂ (ب) کی طرف چڑھائی جائینگی پھر ۲، کی رقمین سفید خانہ مین ہونے کے باعث نیچے نقطۂ (ا) کی طرف اتار لی جائینگی، اس عمل سے "نوافذ نتائج" مین حاصل جمع کی رقم ۷۷۴۳۴۲ خود بخود ظاہر ہو جائیگی،

عمل تفریق فرض کرو، ۶۱۲۸۳ سے ۸۰۰۲۵ نکالنا ہے، تو سب سے پہلے "نوافذ نتیجہ" کو رقوم سے خالی کرکے صفر کی حالت مین کر دینگے، پھر رقم ۶۱۲۸۳ کو نشان (زاید) والے رخ پر رکھکر آلہ کو اس رخ سے

سے گھٹائین گے جس پر "ناقص" کا نشان بنا ہے، پھر اعداد ۰۰۷ کو اوپر چڑھائین گے (کیونکہ یہ رقمین سرخ حصہ مین ہونگی) اور ۲۰۵ کو نیچے کھینچین گے (کیونکہ یہ رقمین سفید خانہ مین ہونگی) اس عمل سے نوافذ نتیجہ مین خود بخود حاصل تفریق ۵۰۴۷۵ کی رقم ظاہر ہو جائیگی، اسی طریقہ سے بنک کا حساب بھی ہوتا ہے اور اس کے نتیجے نہایت سرعت کے ساتھ حاصل ہوتے ہین،

سرخ اشارہ کی پٹری

اس پٹری کے ظاہر ہونے سے عمل کا اجرا نہین رک جاتا، مگر بعض اوقات اثنائے عمل مین یہ اشارہ کی پٹری ظاہر ہو جاتی ہے، اس کا ہٹا دینا ضروری ہے، اس کے ہٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ "صفر" کی پٹری کو نقطہ (ب) تک کھینچ لیا جائے تو اس وقت صحیح رقم ظاہر ہو جائیگی،

یہ سرخ اشارہ عمل کو باستمرار جاری رکھنے سے خود بخود ہٹ جاتا ہے، آدمی کو جب آلہ استعمال کی مہارت ہو جاتی ہے تو اسے اس سرخ علامت کے ہٹانے کی ضرورت نہین پڑتی وہ اپنا عمل جاری رکھتا ہے اور یہ علامت خود بخود ہٹ جاتی ہے مگر بعض وقت اسکی وجہ سے عدد مطلوب کی حرکت رک جاتی ہے، تو اس وقت اس علامت کو ہٹانا ضروری ہو جاتا ہے،

اس آلہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ استعمال کی غلطی کو خود درست کر دیتا ہے، کیونکہ رقمین اسی طرف حرکت کر سکتی ہین جس طرف ان کو حرکت کرنا چاہئے، اگر کوئی شخص غلطی سے غیر سمت کی طرف ان کو حرکت دے، وہ حرکت نہ کرینگی، اور ان کے رک جانے سے عمل کی غلطی کا پتہ لگ جاتا ہے اور عمل کرنے والا رقم کو انکی صحیح سمت کی طرف حرکت دینے لگتا ہے، بغیر اس کے کہ سوراخ سے پنسل کی نوک کو ہٹائے،

ترک خواتین اور تمدن جدید

آج ہندوستان کی عورتون مین فرنگی مآبی کا جو شوق پیدا ہو گیا ہے، اس سے زیادہ یہ

دبا ترکی عورتون مین پھیل گئی ہے، اس لیے ایک ترکی رسالہ ایجی نے اس کو قدیم مشرقی وضع اور اسلامی شعار کے مخالف سمجھکر اس پر تنقید کی ہے، افغانستان مین بھی یہ وبا پھیل رہی ہے، اس لحاظ سے اخبار الامان افغانستان (جلد چہارم، شمارہ ۹) نے بھی افغانی عورتون کے انتباہ کے لیے اس مضمون کو فارسی زبان مین نقل کیا ہے، اور ہم بھی ہندوستانی عورتون کی عبرت وبصیرت کے لیے اوسکا خلاصہ درج کرتے ہین، قیصر روم نے، روم مین داخل ہونے سے پہلے جبکہ وہ آنالین پہاڑون سے گذر رہا تھا، ایک چھوٹے سے گانوُن کو دور سے دیکھکر اپنے ہمرکابون سے کہا کہ قبل اس کے کہ مین روم مین دوسرا شخص شمار کیا جاؤن، میری خواہش یہ ہے کہ مین اس گانوُن کا پہلا شخص بنون،

ہماری خواتین کو بھی قیصر کے ان الفاظ پر غور کرنا چاہیے،

آج سے پہلے پچاس سال تک قسطنطنیہ کی عورتین، مشرقی دنیا کی عورتون کے حقیقی درجہ پر فائز المرام تھین، اور شکل وصورت، تربیت، اخلاق، اور چال ڈھال کے لحاظ سے، شام، مصر، تونس، لوہ قاف ایران بلکہ ہندوستان کی عورتین بھی خواتین قسطنطنیہ کو عام نسوانی اسلام کا تاج افتخار سمجھتی تھین، اور اس وقت خواتین قسطنطنیہ ایشائی عورتون مین وہی درجہ رکھتی تھین جو آج یورپین عورتون مین فرنچ لیڈیون کو حاصل ہے بلکہ اونکی قدر ومنزلت فرنچ لیڈیون سے بھی زیادہ تھی،

لیکن جب انھون نے یورپین وضع اختیار کی اپنے درجہ سے بالکل گر پڑین اور اگر اُنکی یہ وضع ایک مدت تک قائم رہی تو ان کا درجہ اس سے بھی فروتر ہوجائیگا، اور چند دنون کے بعد مشرقی دنیا مین رومی، ارمنی اور بلغاری عورتون کے برابر بلکہ ان سے بھی پست تر ہوجائینگی، لیکن کیا پیرس، وائنا، اور امریکہ کی لیڈیان رومی اور ارمنی متمدن عورتون کے برابر دوش بدوش کھڑا ہونا پسند کرینگی؟

اگرچہ آج بھی ترکی خواتین کی قدر و منزلت بہت کچھ قائم ہے، کیونکہ ابھی تک انھون نے اپنی قدیم وضع کو بالکل نہین چھوڑا ہے لیکن اگر چند روز یہی حالت قائم رہی تو وہ اپنے قدیم درجہ کو چھوڑ کر بالکل ایک یورپین لیڈی بنجائینگی،

پیرلوتی[1] نے اپنے افسانۂ معتوۃ مین استامبول کی خواتین کی نسبت رموز و کنایات مین بہت پرمعنی باتین لکھی تھین، لیکن ہم نہ صرف یہ کہ اُس کے ان رموز و کنایات سمجھ سکے، بلکہ اوسکی کتاب کے عنوان و نام "دختران ناشاد" کا مفہوم بھی ذہن نشین نہ کرسکے، حالانکہ لفظ "دختران ناشاد" سے اس کا مقصود یہ تھا کہ ترکی خواتین جو فرنگی طور و طریق اختیار کرکے حرم اسلام کے سحر و افسون سے محروم ہو رہی ہین، ان کے نتائج بد سے ہم کو آگاہ کردے، اور اس لیے فرنچ لفظ کا ترجمہ "دختران ناشاد" کے بجائے ہم کو یہ کرنا چاہئے کہ وہ لڑکیان جو اپنے سحر و افسون کو ہاتھ سے دے رہی ہین،، اس طرح پیرلوتی نے درحقیقت ہم کو ہمارے عالم نسوان کے متعلق بڑے خطرہ سے تنبیہ کیا تھا لیکن ہماری بدبختی کی انتہا یہ تھی کہ ادھر فرنچ اہل قلم ہم کو یورپین تمدن کے خطرات سے آگاہ کر رہا تھا اور ادھر ترک اہل قلم ترکی خواتین کی فرنگیت کے حسن و خوبی کے ترانے گا رہے تھے، ترک فسانہ نویسون مین رحمی بے اور شعرار مین ضیار بے اپنی خیالی تصویرون مین اونکو عروس فرنگی بنتا دیکھکر خوش ہو رہے تھے،

عبدالمجید خان اور عبدالعزیز خان کے زمانہ مین ترکی عورتون نے اپنی وضع مین کسی قدر تغیر پیدا کرلیا تھا اور قدیم عورتون سے بہت کچھ مختلف ہوگئی تھین، اس وقت مصری عورتین بھی انکو

[1] معارف:- یہ ایک فرانسیسی اہل قلم تھا جو ترکی قوم پر عاشق تھا، ترکون کی حمایت مین اس نے متعدد کتابین لکھی ہین، ترکون نے اس کے اس احسان کے اعتراف مین قسطنطنیہ کی ایک سڑک کا نام "شارع پیرلوتی" رکھا تھا، مگر انگریزون نے اپنے قبضہ کے زمانہ مین اسکا نام بدلدیا (یہ واقعہ خود پیرلوتی کی زبانی پیرس مین معلوم ہوا تھا، ابھی چند مہینے ہوئے کہ اس نے انتقال کیا،)

دنیائے اسلام کا ایک جدید نمونہ سمجھکر پسند کرتی تھین، اور اس زمانہ مین معزز مین یورپ نے بھی اپنی حیثیت قسطنطنیہ کے جو حالات لکھے ہین ان مین عورتون کے متعلق تعظیمی خیالات ظاہر کئے ہین، اگر آج تک ترقی کی یہی صورت قائم رہتی تو آج ترکی عورتین اپنی مطلوبہ آزادی بھی حاصل کرلیتین اور اونکو یورپین لیڈی بننے کی ضرورت بھی پیش نہ آتی، لیکن یورپین اور رومن مدارس اور مخصوص تربیت گاہون نے اُن کو ترقی کے اس طبعی راستے سے ہٹا کر بالکل بیراہہ رو کردیا، اس وقت ممتاز خاندانون کے عورتون کی وضع جو بالکل یورپین قالب مین ڈھل گئی ہین ہمارے سامنے ہے، اور اگر تمام ترکی عورتون نے یہی وضع اختیار کرلی تو پچاس سال مین ترکی قوم کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے بالکل مٹ جائیگا، کیونکہ آئندہ نسل ترکی زبان کو فراموش کرکے دین، مذہب، قومیت، غرض تمام قومی اور مذہبی خصوصیات سے معرا ہو جائیگی، بہرحال ہم اس تنقید کو صرف ایک سلبی صورت مین طول نہین دینا چاہتے، تاہم اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہین کہ ہمارے درمیان ایک محدود تعداد کے سوا تمام ترکی مرد اور عورت عورتون کی اس روش کو ناپسند کرتے ہین اور اونکی متفقہ خواہش یہ ہے کہ اس ملک کے عورتون کی ترقی قومی بنیاد پر ہونی چاہئے، لیکن اسکی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

میرا خیال ہے کہ دنیا مین جو کچھ ہوتا ہے وہ تمامتر ہوا وہوس کی جلوہ آرائی ہے، اس لیے جن عورتون نے یورپین وضع اختیار کی ہے وہ بھی اس ہوا وہوس کا نتیجہ ہے، لیکن آج جبکہ اس فرنگی مآبی کا تجربہ ہوچکا ہے، اگر قسطنطنیہ کی ذکی الحس عورتون کے دل مین یہ خواہش پیدا ہو جائے کہ یورپین لیڈیون کے صف پائین مین بیٹھنے کے بجائے اونکو دنیائے اسلام کی عورتون کا پہلا درجہ حاصل کرنا چاہئے، تو اونکی وضع مین انقلاب شروع ہو جائیگا، اور بالآخر حرم مین ترکی عورتونکو جو درجہ حاصل تھا وہ آج اس آزادی کے زمانہ مین بھی ان کو حاصل ہو جائیگا اور اس شوق کے پیدا ہونے کے بعد وہ اپنی وضع کو بدل کر قدیم مشرقی اور اسلامی زیب وزینت کو دوبارہ واپس کرینگی،

مین نے اپنے دوستون کے سامنے جب اس خیال کو ظاہر کیا تو انھون نے کہا کہ، چونکہ یورپین وضع کا نمونہ پہلے سے موجود تھا اس لیے اس کا اثر بہت جلد ظاہر ہوگیا، لیکن اس وقت قدیم شرقی وضع بالکل مٹ چکی ہے، اس لیے ترکی خواتین کو بالکل معجزانہ طور پر اس وضع کو دوبارہ زندہ کرنا پڑیگا، لیکن ہم کو اس سے مایوس نہین ہونا چاہئے، اگر ناول نویس، افسانہ نگار، مصور فنون لطیفہ کے دوسرے ماہرین اس معاملہ مین عورتون کی اعانت کرین تو وہ اس جدید طلو وضع کو پیدا کر سکتے ہین،
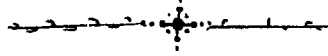
سر جیمس ولسن نے ٹائمس کے تجارتی ضمیمہ مین دنیا کے گیہون کی پیداوار کے اعداد شایع کیے ہین، ان کا خیال ہے کہ اس سال گیہون سستا ہوگا، کناڈ مین گذشتہ سال ۳۸۰۰۰۰۰ کوارٹر گیہون ہوا تھا، اس سال ۴۹۰۰۰۰۰ کوارٹر ہے، ارجنٹائن مین سنہ ۲۱-۱۹۲۰ء مین ۲۳۰۰۰۰۰ کوارٹر، اور اس سال ۲۷۰۰۰۰۰ کوارٹر تمام ممالک کا وہ گیہون جو باہر بھیجا جائیگا، اس سال ۱۱۷۰۰۰۰۰ کوارٹر ہے لیکن اصل ضرورت ۹۲۰۰۰۰۰ کوارٹر کی ہے، پس باہر بھیجنے کے بعد بھی ۲۵۰۰۰۰۰ کوارٹر فاضل بچ رہیگا،

گذشتہ تجارتی سال سنہ ۲۳-۱۹۲۲ء کے اعداد مظہر ہین کہ ہندوستان کی درآمد ۲۳۳ کروڑ کی کمی واقع ہوئی ہے، لیکن اس کے مقابلہ مین برآمد مین ۴۰۳ کرور کا اضافہ ہوا ہے،

گذشتہ سال ۴۱۲۲۰۰۰۰ روپیہ کا سونا ۲۰۵۶۰۰۰۰ روپے کی چاندی آئی اور ۱۳ لاکھ کا سونا ۲۵۴۰۰۰۰ کی چاندی گئی، درآمد مین برطانیہ کا ۶۰۰۲ اور برآمد مین ۲۱۰۱۸ حصہ ہے،
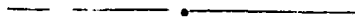
انگلستان کے ایک مقام ہرد-ادن، دی، ہل مین ۲۸ جون سے ۵ جولائی تک ایک تاریخی تماشا کھیلا گیا، اس تماشا مین اس علاقہ کی ساتوین صدی سے سترھوین صدی تک تاریخ پیش کیگئی تھی اور ۲۶۰۰ آدمیون نے اس مین حصہ لیا تھا،
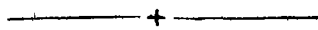
جاپان مین درختون کی قطار سے ایک محرابی شکل پیدا ہوگئی ہے، یہ محرابی صورت ۵۰ میل

نگوسے نمدانگ یکسان قائم ہے،

کنری جزائر مین ایک عجیب قسم کا درخت پایا جاتا ہے، یہ درخت روزانہ شام کے وقت پانی برساتا ہے، اس کو درخت باران کہتے ہین،

حال کا ایک تجربہ بتاتا ہے، کہ ہم اب تک بال کے بہ عجلت وکثرت پیدا کرنے پر قادر نہین ہوئے ہین، حلق، دوا، یا پیٹر دلیم وغیرہ سے کوئی مفید نتیجہ پیدا نہین ہوتا،

السکا مین وہیل مچھلی کا اتنا بڑا سر ملا ہے کہ اسے لیجانے کے لیے آرے سے اٹھ ٹکڑے کرنے پڑے،

اب تک پہاڑ، پتھر، مکان یا قلعہ کے اڑانے کے لیئے ڈائنامیٹ سے کام لیا جاتا تھا، لیکن ایک ماہر کیمیائنے فی صدی ۱۱ ہوتیم نائٹریٹ اور ۱/۲ ۱ برادہ چوب سے ایک نئی چیز بنائی ہے جو خصائص کے لحاظ سے اول الذکر سے بدرجہا بہتر اور خرچ مین اس کا ۱/۲ ہے،

ایک انگریز سائنس دان پروفیسر والر نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس سے تمام جذبات انسانی ۔ رنج ومسرت، تکلیف وراحت خوف واطمینان معلوم کیے جاسکتے ہین، اس آلہ کا نام گلو دنومیٹر (Galvanometer) ہے، اور کلائی یا بازو پر لگایا جاتا ہے،

مگر فرانسیسی ڈاکٹر مین گاٹ کا خیال ہے کہ انسانی جذبات، سانس کی آمد ورفت اور ان کی تیزی وسستی سے معلوم ہو سکتے ہین، دوسرے اشخاص بھی اکسریز کے ذریعہ اس مطالعہ

کر سکتے ہین ،

گذشتہ ستمبر کے کسوف کے وقت آفتاب کی جو تصویرین لی گئی تھین ان سے انسٹین کے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے ،

لندن مین ایک انکشافی مہم ترتیب دیجارہی ہے جو پیسنگ کے تمام رازہائے سربستہ منکشف کریگی، مشہور ماہرین فن جنوبی سمندرون تک جائینگے، اور وہان کے تاریک مقامات پر ایک عالمانہ روشنی ڈالین گے، اس موہم مین اسٹریلیا کے منکشف کپتان کک کا پرپوتا بھی ہے

اکسفورڈ یونیورسٹی نے، پریسی ڈنسی کالج کے استاد تاریخ ڈاکٹر یو، گھوشال کی تاریخ "ہندوستان کے سیاسی نظریون کی تاریخ" شائع کی ہے، یہ تاریخ تقریباً ۲۵۰۰ سالون (ابتدا عالم تاریخ سے سترھوین صدی عیسوی تک) کے حالات پر محیط ہے، آخر مین مصنف نے ہندو سیاست کا مغربی سیاست سے موازنہ کیا ہے ،

۸ مئی ۲۳ء کی مجلس رائل ایشیاٹک کے جلسہ مین بیان کیا گیا کہ سوسائٹی کی ایک صدی کے تکمیل کی یادگار مین جیمس فرلانگ فنڈ سے ایک رقم حاصل کرکے کرنل ہڈسن کی کتاب "ہند کا ابتدائی تمدن" شایع کیجائے،

مجلس مترجم مشرق "اساطیر موسیٰ" اور "تاریخ البنہ" شایع کرنے والی ہے، اول الذکر

کو ڈاکٹر گسٹر نے اور دوسرے کو مسٹر ولڈ نبڈل نے اڈٹ کیا ہے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ پرائز پبلیکیشن فنڈ دو سو بند ھو شائع کر رہا ہے، یہ مذہب بدھ کے سر وستو یدن اسکول پر ہے اور دھرم کے نقطہ پر بھی کافی بحث ہے، اس کا مرتب مشہور روسی مستشرق شر بر ٹسکی ہے،

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے نائب صدر سر ہنری ہاورتھ، مغلون کی تاریخ کو جو اب معدوم ہے، مبسوط طریقہ پر شائع کرنے کا ارادہ کر رہے ہین،

انگلستان اپنی طبعی صورت بدل رہا ہے، اور ایک اخبار کی رائے ہے کہ چند ہی سالون کے بعد ہم کو اپنے طبعی نقشے بدلنے پڑینگے،

برطانوی صناعون نے کپڑون کو عام طور سے بننے کے بجائے اب نئے آلات کے ذریعہ سوئیون سے تیار کرنا شروع کیا ہے اور ماہرین کا خیال ہے کہ اس طرح بنے ہوئے کپڑے کم قیمت بھی ہونگے،

گذشتہ نومبر کے خوفناک زلزلہ کے بعد جس مین شہر کو کیمبو تقریباً اپنے ۸۰۰ باشندون کے بالکل تباہ ہوگیا تھا، جزیرہ شرقی (ایسٹر آئی لینڈ) کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا تھا، لیکن اب خبر آئی ہے کہ وہ جزیرہ غائب ہوگیا، یہ جزیرہ چلی سے ۲۵۰۰ تھا، اس کا طول ۱۲ میل، اور عرض زائد از زائد ۸ میل تھا،

آثار علمیہ وادبیہ

غدر دہلی کا نوحہ

یادگار مفتی صدرالدین خان آزردہ

غدر کے زمانہ مین دتی کی تباہی وبربادی پر جو مرثیے لکھے گیے، ان مین سالک کا مرثیہ معارف مین شایع ہوچکا ہے، لیکن اس بلوائے عام کا اثر تمام ذی حس انسانون پر یکسان پڑا اور اکثر شعرار نے دلی کا نوحہ لکھا، جن مین اس وقت ہم کو مولوی صدرالدین خان آزردہ کا مرثیہ ہاتھ آگیا ہے، جس کو ہم معارف مین شایع کرتے ہین،

مولوی صدرالدین خان آزردہ شاہجہان آباد کے مفتی اور دہان کے کبار علمار مین تھے اس لیے ہم کو انکی ذات سے یہ توقع تھی کہ انھون نے دلی کے علم دلی کے تمدن اور دلی کی بہترین معاشرت کی تباہی وبربادی کا ماتم کیا ہوگا لیکن جب کسی قوم پر تنزل وادبار کے دن آتے ہین، تو اوسکی توجہ تمامتر زیب وزینت، عیش وعشرت، اور رقص وسرور کی طرف مائل ہوجاتی ہے اور ان چیزون کا زوال اس کے لیے ماتم ونوحہ کا ایک بڑا سبب بنجاتا ہے،

افسوس ہے کہ مولوی صدرالدین خان آزردہ بھی باوجود ثقاہت ومتانت کے اس مرض متعدی سے محفوظ نہ رہ سکے، اور انھون نے بھی علم وفضل وتمدن ومعاشرت کو چھوڑکر زیور ربانی مطرب اور ساقی وغیرہ کے فقدان کا مرثیہ لکھا ہے،

غالبًا اس زمانے مین تغزل کا یہ بدترین اثر ہے جو اس مرثیہ پر پڑا ہے، ورنہ ان کے علاوہ

دلی مین رونے اور رولانے کے اور بھی بہ کثرت سامان موجود تھے،

آفت اس شہر مین قلعہ کی بدولت آئی　　وان کے اعمال سے دلّی کی بھی شامت آئی

روز موعود سے پہلے ہی قیامت آئی　　کالے میرٹھ سے یہ کیا آئے کہ آفت آئی

گوش زد تھا جو فسانون سے وہ آنکھون دیکھا

جو سنا کرتے تھے کانون سے وہ آنکھون دیکھا

جن کو دنیا مین کسی سے بھی سروکار نہ تھا　　اہل دنیا اہل سے خلط انھین زنہار نہ تھا

انکی خلوت سے کوئی واقف اسرار نہ تھا　　آدمی کیا ہے فرشتے کا بھی وان بار نہ تھا

وہ گلی کوچے مین پھرتے ہین پریشان در در

خاک بھی ملتی نہین اُن کو کہ ڈالین سر پہ

زیور الماس کا سب جن سے نہ پہنا جاتا　　بھاری جھومر بھی کبھی سر پہ نہ رکھا جاتا

گاچ کا جن سے ڈوپٹہ نہ سنبھالا جاتا　　لاکھ حکمت سے اُڑھاتے تو نہ اوڑھا جاتا

سر پہ وہ بوجھ لیے چار طرف پھرتے ہین

دو قدم چلتے ہین مشکل سے تو پھر گرتے ہین

طبع جو گہنے سے پھولون کے اذیت پاتی　　مہندی ہاتھون مین لگا سوتے تو کیا گھبراتی

صبح سے شام تلک نیند نہ اُن کو آتی　　ایک سلوٹ بھی بچھونے مین اگر پڑ جاتی

ان کو تکیے کے بھی قابل نہ خدا نے رکھا

سنگ پہلو سے اٹھایا تو سرھانے رکھا

جن کو بے دوش پرستار نہ چلتے دیکھا　　صبح سے شام تلک عطر ہی ملتے دیکھا

کبھو بیدار نہ سورج کے نکلتے دیکھا　　پاؤن آئے بھی کروٹ کو بدلتے دیکھا

وہ ہین اور وحشت ہی اور گریہ ہی اور نالے ہین
قدم اٹھتا نہین پاؤن مین پڑے چھالے ہین

عیش و عشرت کے سوا جنکو نہ تھا کچھ بھی یاد　　لٹ گئے کچھ نہ رہا ہوگئے بالکل برباد
ٹکڑے ہوتا ہی جگر سن کے یہ انکی فریاد　　پھر بھی دیکھین گے الٰہی کبھو دہلی آباد

کب تلک داغ دل ایک ایک کو دکھلائین ہم
کاش ہوجائے زمین شق تو سما جائین ہم

دیکھ سکتے نہ تھے جس بات پہ وہ اڑتی تھے　　صلح سے زیادہ مزہ تھا جو کبھو لڑتے تھے
پاؤن رکھتے تھے کہین اور کہین پڑتے تھے　　آنچلون سے تری مقیش پڑے جھڑتے تھے

ان کو رونے کے سوا شغل نہ کچھ رہتا ہے
ایک دریا ہی کہ آنکھون سے پڑا بہتا ہے

عطر صندل مین جو دامن کو بسایا کرتے　　کنٹھے موتی کے گریبان مین لگایا کرتے
بیٹھ خلوت مین جو زلفون کو بنایا کرتے　　یہ سنگار آئینہ کو بھی نہ دکھایا کرتے

اب نہین کچھ بھی انھین زلف پریشان کی خبر
نہ گریبان کی خبر اور نہ دامان کی خبر

روز بن ٹھن کے نکلنا وہ جوانون کا کہان　　بیٹھنا ناز و ادا سے وہ دکانون کا کہان
شور ہر کوچہ سے ٹپون کے وہ تانون کا کہان　　لطف ساقی کا مزہ اور وہ گانون کا کہان

اب وہ مغنی نہ رہا اور وہ ساقی نہ رہا
دھوتی بندون کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہا

شکل ایسی کہ خدا اس کو نہ پھر دکھلادے　　انکی پوشاک کو جو دیکھین تو پھر سے اٹھے

نظر آجائین اگر وہ سر راہے گاہے   خون اپنا کرے یا اُن کا یہی جی چاہے

جن کے ہاتھون سے نہ لین بیرسی دو کوڑی کے

چاندنی چوک مین پھرتے ہین وہ اپے گیلے

روز وحشت مجھے صحرا کی طرف لاتی ہے   سر ہے اور جوش جنون سنگ ہے اور چھاتی ہے

ٹکڑے ہوتا ہے جگر جی مین یہ بن آتی ہے   مصطفےٰ خان کی ملاقات جو یاد آتی ہے

کیونکہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو

قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو

رسائل خلافت

مصنفہ

مولانا سید سلیمان ندوی

خلافت اور ہندوستان، تواریخ سفرنامون آثار و کتبات، شاہی فرامین اور سکون کی مدد سے اسلامی ہندوستان کے تعلقات مختلف خلافتہائے اسلامیہ کے ساتھ دکھائے ہین، قیمت ۸ ر

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اس مین تاریخی اور اثری حوالون، اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہے کہ خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہے، اور دنیائے اسلام نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہے، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین، قابل دید رسالہ ہے، قیمت ۵ر

خلافت اور دنیائے اسلام، مولنا کے سفر یورپ کے نتائج ہین، اسمین دکھایا ہے کہ اس وقت سیاسی حیثیت سے اسلامی ممالک کس حالت مین ہین اور خلافت کے مسئلہ مین اپنی اپنی جگہ پر وہ کیا جد و جہد کر رہے ہین، اور انمین سیاسی انقلابات کیا کیا پیدا ہوئے ہین، قیمت ۶ر

ادبیات

سازِ عمل

از جناب شبیر حسین صاحب جوش ملیح آبادی

اے نظامِ ہر دو عالم، اے مدارِ کائنات
اے کہ تیرے حکم پر موقوف کارِ کائنات

اے کہ تیری ہر نظر صورت طرازِ زندگی
اے کہ ہر ایما ترا مضرابِ سازِ زندگی!

کیا پھنسانا چاہتا ہی مجھ کو تدبیروں میں تو!
کیا جکڑنا چاہتا ہی مجھ کو زنجیروں میں تو؟

کاوشِ ہستی پہ کیا مامور کرتا ہے مجھے؟
کام کرنے کے لیئے مجبور کرتا ہی مجھے؟

میں بھی دوں کیا ظلم سے ہر مہربانی کا جواب
میں بھی بجاؤں سوالِ زندگانی کا جواب؟

فکر میں کچھ بھی کروں کیا آج کل کے واسطے؟
حکم ہی میں بھی اٹھوں ذوقِ عمل کے واسطے؟

زور کیا، جس طرح بھی چاہے ستا سکتا ہی تو
لیکن اتنی بات کیا مجھ کو بتا سکتا ہی تو؟

جھومتی گردوں پہ تیرے حکم سے آتی ہی کیا
نشے میں ڈوبی ہوئی برسات کی کالی گھٹا؟

عکس ہی تیرا ہی کیا یہ حسن کے رخسار میں؟
سرخ ڈورے تو نے ہی ڈالے ہیں چشمِ یار میں؟

تو ہی کیا در پردہ لرزش دے رہا ہی حسن کو
تو ہی اس شدت سے جنبش دے رہا ہی حسن کو؟

کیا یہ تو نے ہی بھری ہی ضو دُرِ خوش آب میں
کیا یہ تیرا ہی تبسم ہے شبِ مہتاب میں؟

اور کیا یہ تو ہی ہی جو نازسے وقتِ سحر
مسکراتا ہی دھندلکے کا دریچہ کھول کر؟

یہ اگر سچ ہے تو پھر تو کیون ستاتا ہے مجھے؟
کس لیے بیکار دیوانہ بناتا ہے مجھے؟

نمایش توحید بھی ہے، جلوۂ اصنام بھی! وعظ ہشیاری بھی ہے، اور بادۂ گلفام بھی
حکمِ استقلال ہے ترکیب سیمابی کے ساتھ ساز بیداری ہے سامانِ گرانخوابی لیے؟
دل ڈبوئے دیتی ہے موجِ نگاہِ برق پاش بازی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش!
ہوش اس طوفان مین شاعر کو آسکتا نہین جوشِ دل کا اس قدر سختی اٹھا سکتا نہین
خواہشِ بادہ نہین آنسو ہی پینے دے مجھے زندگی کے راز سے واقف ہون جینے دے مجھے

ڈالنا ہے بار ہی مجھ پر تو اچھا ڈال دے
پہلے ان جلوون پہ لیکن بڑھ کے پردہ ڈال دے

میرے کانون تک جو پہنچاتا ہو پیغامِ حیات بند کر دے بند سازِ نغمہائے کائنات
حسن کو بیباکیان کرنے نہ دے اس طور سے اور اگر یہ ہو نہین سکتا، تو ہان سُن غور سے:

بجلیان جس نخل پر گرتی ہون پھل سکتا نہین
تیری اس دنیا کا مجھ سے کام چل سکتا نہین
مین پرون کو تولتا ہون، آشیانے کو سنبھال
یہ ہے دنیا، اور اپنے کارخانے کو سنبھال

(جواب)

اے پرستارِ حقیقت، شاعرِ شیرین مقال اے کہ برقِ طور کا پرتو ہے تری شمعِ خیال
کشورِ ہستی مین مشقِ فتنہ انگیزی نہ کر اے شکایت کرنے والے! اس قدر تیزی نہ کر
سنگِ استقلال کو ترکیبِ سیمابی نہ کہہ سازِ بیداری کو سامانِ گرانخوابی نہ کہہ

غیر فانی کو سمجھ، اشکالِ فانی دیکھ کر
کوہ بنجا کوہ، دریا کی روانی دیکھ کر

یہ گھٹائین جھومنے والی، یہ حسن دلنواز
زندگی کی کشمکش کے ان مین پوشیدہ ہین راز

غم کی لے کا زیر و بم ہے سانس کی آواز مین
آتشین نغمے چھپے ہین زندگی کے ساز مین

زندگی تیری ہو جدوجہد بے پایان جنگ
عرصۂ ہستی حقیقت مین ہو اک میدان جنگ

یہ مناظر قدرتی، دنیا کے اس طوفان مین

ساز گو باج رہے ہین جنگ کے میدان مین!!

ہم نے جو سامان کیئے تیرے جگانے کے لیئے
تو نے یہ سمجھا کہ ہین غفلت بڑھانے کے لیئے

ہوش مین لانے کی شئے، بیخود بناتی ہو تجھے
جس نیند اڑجائے، اوس سے نیند آتی ہو تجھے!

بادبان کو دیکھ، کشتی ہو تری طوفان مین
نیند تجھکو آرہی ہو جنگ کے میدان مین

تجھپہ طبلِ جنگ کا اُلٹا ہوا ناوان اثر
پھینکدی ہی تلوار کیون تو نے کمر سے کھولکر!

زندگی کے جام سے سرشار رکھنے کے لیئے
گرم ہو فطرت تجھے بیدار رکھنے کے لیئے

یہ ستارے جن کی ضو سے مست ہی تیرا وجود
کانپ کر کہتے ہین ننگ آدمیت ہی جمود

صبح حورین جھانکتی ہین چرخ نیلی فام سے
تا نہ دل اُکتائے تیرا کثرت آلام سے

چاندنی راتین ہین دل کو گدگدانے کے لیئے
ترشئی کلفت مین شیرینی ملانے کے لیئے

سُرخ ڈورے اسلیئے رکھتی ہین چشم سرگین
تا نہ گھبرا جائے تو محنت کی تلخی سے کہین

حسن سے ہم نے کہا ہو مسکرانے کے لیئے
کام مین تجھ کو بآسانی لگانے کے لیئے

دوڑتی ہی جن سے روح عمل انسان مین
ساز بجتے ہین اسی سے جنگ کے میدان مین

سامنے جلوے اگر ہون، آنکھ آسکتی نہین
ساز کی لے پر جو محنت ہو، تھکا سکتی نہین

تجھکو جدوجہد کی ترغیب دینے کیلیئے
حسن ہو جذبات کو ترتیب دینے کے لیئے

حسن کیون بیباک ہو اتنا سمجھا و بدگمان | تا نہ محویت مین کچھ محسوس ہو تجھ کو تکان
ہر رگ ہو گر دفعۃً جل جائے ہر تار حیات | ہم اگر خاموش کر دین نغمہائے کائنات
ساز سے رنگین ہو استیج کا قلب و دماغ | پردے ساکت ہون، تو بجھ جائین تماشے کے چراغ
اِک سکون ہو، ارتعاش زندگی کے واسطے | حسن مرہم ہو خراشِ زندگی کے واسطے
صرف مرہم ہی نہین ہو دل جلون کے واسطے | بلکہ اِک صورت ہو تازہ ولولون کے واسطے
ڈوبنے پاتا نہین انسان خیال یاس مین | حسن سے وہ پھول کھلتا ہو دلِ احساس مین
تال دینے کے لئے موجود ہین شمس و قمر | رقص کر اپنے فرائض کی گتون پر رقص کر!

جب یقین ہو یہ کہ تو مل جائے گا کل خاک مین
آج تو بجلی مچا دے گنبدِ افلاک مین!!!

شیخ مصحفی کی مثنوی بحر المحبّت

مرتبۂ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے

قدیم اساتذۂ اُردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین مل جائے تو غنیمت ہے، شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنّف مولوی عبدالماجد صاحب نے نہایت محنت سے اِس کو مرتب کیا ہے، اس پر حواشی چڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہے، مثنوی مین اُستاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہے، معارف پریس مین چھپی ہو، قیمت ۱۲؍

"منیجر"

اوراقِ پارینہ

صمدنیات

یا

کتاب خانۂ صمدن مین چند نسخے

از

مولوی سید مقبول احمد صاحب، ایم آر اے ایس

(۲)

"انتخاب اخلاق ہندی کا" بگرہ، یا لڑائی کے عنوان سے ہو، اس کا فقرۂ افتتاحی اوسکی تفصیل پر دال ہو" تب راجہ کے بیٹون نے کہا کہ مہاراج! ہم نے کتھا سنی، اب تیسری نقل بگرہ یعنی جنگ کی بیان کیجئے کہ اس کے سننے سے ہم مستفیض ہووین، پنڈت نے کہا یون سنا ہو کہ کسی وقت خشکی اور تری کے جانورون مین لڑائی ہوئی تھی، آبی جانورون کا بادشاہ قاز اور خشکی کے پرندون کا ہدہد تھا باوجود کہ قاز کا لشکر زیادہ تھا! پر ہدہد نے اپنی دانائی اور تدبیر سے اوس پر فتح پائی، ، راجزادون نے پوچھا کہ مہاراج! وہ کیونکر ہو اسے مفصل بیان کیجئے"

بحر و بر کے پرندو کے اس موعظت آموز افسانہ نے ۶۸ صفحے لیے ہین، ضمناً بعض دلچسپ و نتیجہ خیز حکایات بھی آگئی ہین،[1]

---

[1] میر بہادر علی حسینی نے اس کتاب (اخلاق ہندی) کو ۱۸۰۲ء مین لکھا تھا، اس کا ماخذ فارسی مفرح القلوب ہو جو خود سنسکرت سے لی گئی ہو ۔ تمہا مقبول،

سکنتلا، ایک انگوٹھی کا پڑدر د قصہ سنسکرت سے ماخوذ ہی، یہ بھی ایک مشہور افسانہ ہی، مستقل کتابی حیثیت سے بازارون مین بھی بکتا ہی، تھیٹرون کے اسٹیج پر مختلف وضع و لباس مین اسکی جلوہ گری و کرشمہ سازی روز کی بات ہی، کتاب کی زبان سلیس، روان اور اثر ڈالنے والی ہی، ہندی کی لغات و تلمیحات کا استعمال مفرط بتاتا ہی کہ اوس کو کسی ہندو انشا پرداز نے اپنی زبان مین لیا، اگر افسانہ نگار ہندو نہ تھا تو اوسکے قلم نے اِس تصویر مین اصلی سنسکرت کا رنگ روغن برقرار رکھنا پسند کیا تھا، قصہ پورا نقل کر دیا گیا ہی، قطع و برید سے ناکمل افسانہ بے لطف و بدمزہ ہو جاتا، لکھنے والے کے آخری کلمے یہ ہین،

اب یہ کہانی یہان تمام ہوئی، اے جوان! لفظ و معنی سے بخوبی تمام ہوئی، از بسکہ زبان ریختہ مین لکھی
سال ہجری کے موافق ریختہ تاریخ ہوئی،

سکنتلا کا جو احوال اِس مین ہی مذکور　　　سکنتلا کے اسی نام سے کیا مشہور

لفظ ریختہ سے سال ہجری ۱۲۰۱ھ نکلتا ہی، قارئین کرام اِن دو اعی جملون پر اصل قصہ کی زبان کا قیاس فرما دین، مجھے یاد ہی کہ جب تک سرشتہ تعلیم یوپی کی عنان ادارت راجہ شیو پرشاد سی ایس آئی کے دست قدرت مین تھی تو یہ قصہ (سکنتلا) بھی داخل نصاب امتحان مڈل تھا ۱۸۸۵ء تک؟

اِس کے بعد جو تین قسم کے مضامین آتے ہین اون کے عنوان غالبًا انگریزی مین قائم کرکے قالب اردو مین ڈھالے گئے ہین، چنانچہ **حکایات لطیف درعبارت سلیس** [illegible] stories in an easy style کا ترجمہ ہی، اس مین ترپن (۵۳) حکایات ہر قسم کی داخل ہین، ہر ایک کے اوپر نمبر شمار بھی ڈال دیا ہی، یہ حکایات عجیب اور سبق آموز ہین عمومًا کسی مشہور اور فائدہ بخش ضرب المثل کی بنیاد پر تیار کی گئی ہین، مطول بھی ہین مختصر بھی، متین بھی، ظریفانہ بھی، اکثر اب تک زبان زد عوام اور پرانے طرز کے

۱؎ اِس کے لکھنے والے کاظم علی جوان ساکن دہلی تھے، دہلی سے لکھنؤ اور لکھنؤ سے ۱۸۰۰ء مین کلکتہ آئے، فورٹ ولیم کالج مین ملازم ہوئے ۱۸۰۱ء مین یہ قصہ اردو مین لکھا، سکنتلا کی کہانی ۱۶۱۶ء مین نواز کبیشر نے برج بھاکا مین لکھی تھی، مقبول از مقدمہ تذکرہ،

لائٹ لٹریچر کی جان ہین، اعادہ کی ضرورت نہین، البتہ فضول لفاظی اور شوخ بیانی کی دو مثالین سن لیجیے،

"۵- حکایت۔ سُنا ہو کہ ایک شخص اپنے لڑکے کو کسی بزرگ کے پاس لے گیا اور عرض کرنے لگا کہ پیر مرشد! اس ناشدنی کو حضور خاص مین رکھئے اور ایسی تعلیم کیجیے کہ جس سے یہ اشرافون کی خو پکڑے، مرد آدمی بنے، یہ بات سنکر بزرگ نے کہا کہ بابا! اچھا چھوڑ جاؤ، اگر خدا کرے گا تو بہرصورت آدمی ہو رہے گا، غرض اوس نے اس لڑکے کو وہان چھوڑا اور اپنے گھر کا رستہ پکڑا، بعد دو چار دن کے حضرت نے ارشاد کیا کہ میان لڑکے! دنیا بے بنیاد ہے اور عرصہ زندگی کا تنگ، جس سے بہتر یہی ہے کہ بدی سے ہاتھ اُٹھاؤ نیکی پر دل لگاؤ، اگر نیکی کروگے تو اشراف کہلاؤگے، بھلون مین شمار کیے جاؤگے، یہ بات سنتے ہی وہ دریدہ دہن بولا کہ حضرت سلامت آپ کے کہنے پر یہ شعر سوجھتا ہے، بیت

شیخ کی صحبت مین گر چلیے کوئی کھینچے ہزار
آدمی ہوتا نہین پر شیخ چلی ہو تو ہو

۴۹- حکایت، شیخ فرید ایک روز ہاتھ منھ پر پھیرتے تھے، ایک ظریف نے آکر پوچھا شیخ کیا کرتے ہو؟ کہا ہاتھ منھ پر ملتا ہون، بولا ہاتھ کو عربی مین ید کہتے ہین، اور ید اور بد کی صورت خطی ایک ہی، بد نجاست کو کہتے ہین، پس نجاست منھ پر ملتے ہو، شیخ نے پوچھا تیرا نام کیا ہی؟ بولا میرا نام حاجی، شیخ نے کہا حاجی اور جاجی کی ایک شکل ہی، جاجی گوشۂ کمان کو کہتے ہین، کمان اور گمان کی شکل ایک طرح ہی، گمان شک کو کہتے ہین شک اور سگ کی ایک صورت ہی، پھر سگ کے کہنے کا کیا اعتبار؟"

منتخبات اشعار از شعرائے ہند، کا انگریزی عنوان Poetical extracts from Hindustani authors ہے، اس مین مجموعاً ستر غزلین مختلف شعراء کی، مختلف بحور اور اوزان کی ہین، ایک سے زیادہ کسی صاحب کی نہین، پہلی غزل کو چھوڑ کر باقی غزلین شعراء کے تخلص کے حرف اول کی ترتیب سے درج کی گئی ہین، غزلون کے ردیف و قافیہ کی یا حروف اخیر کی پابندی

نہین کی گئی، شاید اس وقت یہی سلسلہ پسند کیا جاتا ہو، یا ممکن ہو کہ کسی تذکرہ سے غزلین اوسی کے سلسلہ (شعرا) سے اُٹھالی گئی ہون، تقدم کا شرف علی گڈھ کی غزل کو بخشا گیا ہی، جو تاج وتخت پانے سے پہلے شاہزادہ عالی گوہر تھا، پھر شاہ عالم ہوا اور دنیائے سخن پر آفتاب بنکر چمکا، دوسرا نمبر وزیر کا ہوتا ہی، یہ قدرتاً نواب آصف الدولہ کا حق تھا، ان کے حصہ مین آیا، ان کے بعد بہت سے مشہور اور بہت سے غیر معروف شعرا کا کلام ہی تخیل اور زبان کے لحاظ سے انتخاب بُرا نہین کہا جاسکتا، اگرچہ اِس سے بہتر بھی ممکن تھا، دو ایک غزلین ایسی بھی شامل کرلی گئی ہین جن مین کچھ جدت تھی یعنی ایک مصرع فارسی مین دوسرا اردو مین، چند غزلین فقیرانہ صداؤن کے لئے زیادہ موزون تھین یا کاسۂ گدائی کا ہار ہوتین، انتخاب کنندہ نے اپنے مجہول الاحوال دوستون کو بقائے دوام کی خلعت پہنا کر بندۂ احسان بنانا چاہا ہے، غالباً حصہ فورٹ ولیم کالج کے نومشق یا کہن سال اساتذہ کی شاعری نے پایا ہے، تین چار غزلون کو کسی صاحب نے "اسٹڈی" فرمایا اور مطالعہ کے وقت معانی ومطالب کو جابجا انگریزی مین لکھ لیا ہے،

سرودہائے مروجہ ریختہ کا تعجب خیز عنوان ....

سے اوڑایا گیا ہی، اِس کے تحت مین اکثر غزلین لی گئی ہین، ترتیب مین کوئی سلسلہ ملحوظ نہین رکھا گیا نہ تو شعرا کے نام وتخلص کا، نہ شعرون کے اخیر حرف کا، مین نہین کہہ سکتا کہ اوس وقت کے اہل علم طبقہ مین "سرود" کا مفہوم کیا تھا نہ مین اِس فن سے آگاہ ہون، چار چھ کو چھوڑ کر اوزان وبحور کے اعتبار سے مجھ ایسے عامی کے نزدیک اکثر غزلون مین راگ ورنگ کے دخل وتصرف کی گنجایش بھی نہین پائی جاتی، اِن اکثر چیزون مین تمام تر (قدیم تقسیم کے مواقف) غزلین ہین، سودا کی پندرہ، رضا کی نو، آصف کی پانچ، ولی کی چار، اور اوردون کی دودو، اور ایک ایک، شاہ عالم بادشاہ کی ایک غزل شہ عالم تخلص سے ہی، دوسری آفتاب سے دو ہولیان ہین اور دو تضمینین، گل بکاؤلی مین شادی والی نظم پڑھنے کے بعد ضمیر اور جرأت کی گفتار رنگین پر شوخی وبیباکی کا الزام کون رکھ سکتا ہی، اِن ہولیون مین اِس بڑے تیوہار کے متعلق بہت سے

معلومات اپر دہ نشینون کے مراسم و عادات اور حسن فروش طائفہ کی زیب و تزئین کے اہتمام و تکلفات، باہمی چہلون اور رنگ پاشیون کا اچھا خاصہ نقشہ کھینچ دیا ہی، اون کی جادو بیانی تخیل بھی اپنا کام کرتی اور سو ڈیڑھ سو برس پہلے کی بزم آرائی و جشن مسرت کی تصویر پیش کر دیتی ہی،

من حیث المجموع، یہ مجموعۂ انتخابات بہترین علمی و ادبی میراث ہی، انیسوین صدی عیسوی کے آغاز مین اردو کی بے بضاعتی، علوم و فنون کے سرمایہ و ذخائر کی کمی، کتابون کی ناپیدائی سے پوچھئے کہ یہ نوجواہر پارسے کہان کہان سے تلاش کرکے لائے ہو اور کن چابکدست دستکارون سے عروس علم و کمال کے لیے یہ نولکھا ہار تیار کرایا ہی؟

اولیائے مطبع کمال تشکر کے مستحق ہین جنھون نے ایسی صحت و احتیاط کے ساتھ اسکو طبع کرایا، دانایان فرنگ کے تتبع مین بعض جدت پسند حضرات اب چند اوقاف و علامات کا استعمال کرنے لگے ہین، مگر سزا وار صد مدحت و تحسین وہ بزرگان متقدم ہین جنھون نے ۱۸۰۱ء مین رسم خط اردو اور آہنی چھاپہ مین گوناگون کمالات ذہنی اور اختراعات علمی و ادبی دکھاکر حسب ذیل نشانات و رموز شایع و ذایع کئے،

پورے فقرہ کے ختم پر ۔	ا	واو مجہول پر	ہ	واؤ مفتوح ماقبل کے لیے	٭
مخاطبہ کے وقت،	!	یائے مجہول کے لیے جب کلمۂ اللہ آجائے	ے	ڈال کے لیے،	ڈ
سوال کے ساتھ،	؟	ضمہ کے لیے حرف کے متعلق	و	ڑے کے لیے	ڑ
سلسلۂ کلام جاری رکھنے کیلئے ۔		فتحہ کے لیے	ر	ٹے کے لیے	ٹ
جزم کے لیے،	^	کسرہ کے لیے	ہ		

ان کے سوا یائے معروف و مجہول کی تفریق رائج کی، مد، تشدید اور تنوین کو قلمبند کیا، زوائد اور تراجم کو بین القوسین () تحریر کیا، امتیاز کے لیے نام اور ذیلی سُرخیان عربی حروف کے کسیقدر باریک ٹائپ مین درج کین، جان گلکرسٹ اور اس کے فرنگ نژاد رفقائے کار کے سوا، یہ طرۂ افتخار و مباہات کس پر زیب دیتا ہی!

خدا رحمت کند، این عاشقان پاک طینت را!

مطبوعات جدیدہ

تاریخ الامت حصہ سوم، **جامعہ ملیہ**، اسلامیہ علی گڈھ کے شعبۂ تصنیف نے اپنی مختصر سی عمر مین علم و ادب کی جس قدر خدمتین انجام دی ہین وہ ملک کے لیے مایۂ افتخار اور ہزار شکریہ کی مستحق ہین، اسی شعبہ کی طرف سے مولنا حافظ محمد اسلم صاحب جیراج پوری امت اسلامیہ کی مکمل تاریخ لکھ رہے ہین، جس کے دو حصے (عہد نبوت، اور خلافت راشدہ کے حالات) شایع ہو چکے ہین، اب اس کا تیسرا حصہ پریس سے آگیا ہے، جس مین خلفائے بنی امیہ کے عہد کے حالات ہین، یہ کتاب ۲۶۵ صفحات پر ختم ہوتی ہے ۲۲۱ صفحات تک تو عام حالات ہین جن کو متداول کتب تاریخ سے احتیاط اور تحقیق کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، مصنف کی اصل محنت کا پتہ ۲۲۲ سے ۲۶۵ تک صفحات سے چلتا ہے، جن مین انھون نے بنی امیہ کے اسباب زوال اور اوس عہد کے تمدن کا نقشہ کھینچا ہے، چھپائی اور کتابت کے لحاظ سے بھی کتاب قابل قدر ہے، قیمت عہ پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ علی گڈھ۔

بصائر القرآن، علیا حضرت فرمانروائے بھوپال نے اپنی ریاست کے دفتر تاریخ کو قصص انبیا ترتیب دینے کا حکم دیا تھا، جس کی تعمیل مین دفتر مذکور کے مددگار مہتمم جناب مولوی محمد مہدی صاحب نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے، اس مین انبیا کرام کے ان تمام واقعات اور صرف اون واقعات کو ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے، جو قرآن مجید مین مذکور ہین، ہر قصہ کے آخر مین ان نتائج اور اسباق کو بھی ظاہر کر دیا گیا ہے جو ان قصص کا اصل اور مقصود ہین، اس بنا پر یہ مجموعہ ان خرافات کی آمیزش سے پاک ہے جو انبیا علیہم السلام کے قصص مین راویون نے داخل کر دیئے ہین، آجکل مسلمانون کو بچون کی تعلیم کے لیے اس قسم کی کتابون کی ضرورت ہے، قیمت عہ پتہ ظل السلطان بک ایجنسی بھوپال،

رباعیات حکیم عمر خیام، مشرقی شعرا مین یورپ کی قدر دانی کی بدولت خیام اور اوس کی رباعیات کو جو درجہ حاصل ہو گیا ہے وہ مخفی نہین، یورپ کی متعدد زبانون مین رباعیات کے ترجمے ہو گئے ہین، عربی مین بھی اوس کا ترجمہ چند سال ہوئے کہ شایع ہوا ہی، ہندوستان مین فارسی زبان گو بہت کچھ سمجھی جاتی ہی، اور اسلئے رباعیات کے ترجمے کی ضرورت یہان کے لوگون کو محسوس نہین ہوئی، تاہم اُردو زبان کی ترقی کے لئے اِس کے ترجمے کی ضرورت تھی، نیز خالص اُردو دان طبقہ کو اسکے خیالات تک پہنچنا ممکن نہ تھا، ایسی حالت مین جناب مولوی حافظ جلال الدین صاحب جعفری زینبی کی یہ کوشش مستحق تعریف ہی کہ اونھون نے رباعیات خیام کو اُردو ترجمہ اور شرح کے ساتھ شایع کیا، ترجمہ عموماً صحیح ہی، مگر کتابت قابل تعریف نہین، بعض مواقع پر کتابت کی غلطیون نے شارح کے مفہوم کو مختل کر دیا ہی، مطبع انوار احمدی الہ آباد مین چھپی ہی، قیمت عہ پتہ منیجر انوار احمدی پریس الہ آباد،

نقش بدیع، جدید حالات علوم، سیاسیات، اختراعات وایجادات، اور یورپین تمدن کے لوازم نے عربی کی طرح فارسی کو بھی بیحد متاثر کیا ہی، چنانچہ قدیم وضع کے فارسی خوانون کے لیے آج ایران کی کسی جدید فارسی کتاب یا اخبار اور رسائل کا سمجھنا تقریبًا ناممکن ہے، سخت ضرورت تھی کہ ان جدید فارسی لغات ومحاورات کو یکجا کرکے اون کی تشریح کی جائے، جناب مولوی وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی نے اپنے چند احباب کی اعانت سے اِس ضرورت کو رفع کیا یعنی فارسی کا ایک جدید لغت نقش بدیع کے نام سے شایع کیا جس مین تقریبًا ۶۰۰۰ فارسی کے جدید الفاظ ومحاورات کو جمع کیا ہی جن کو اہل زبان تو بولتے ہین مگر متداول کتب لغت مین موجود نہین قیمت عہ دکان شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور،

منتخبات اُردو، یہ ایک مختصر سی درسی کتاب ہی، جسے گجرات قومی یونیورسٹی کے لیے پروفیسر اے بی گڈوانی وائس چانسلر کی فرمایش سے مولوی سید ابوظفر ندوی پروفیسر السنۂ مشرقیہ گجرات

قومی یونیورسٹی و دھاودیالے، نے ترتیب دیا ہی کتاب مین ایسے مضامین کا انتخاب کیا ہے، جو بچپن سے طلبہ کے دلون مین حریت اور وطن خواہی کی روح پیدا کر سکتے ہین، قومی مدارس اور مکاتب کے لیے یہ مجموعہ مفید ہو اس کے زیادہ تر اسباق حالات حاضرہ تاریخ اسلام اور قومی ہندوستان کے متعلق ہین اور قومیت کے صحیح جذبات کی تلقین و تربیت کرتے ہین، قیمت ۸ رہو گی، پتہ گجرات قومی یونیورسٹی (دھاودیالے)

مصباح الاسلام، یہ جناب مولوی حکیم محمد ذکی صاحب کال نچوری کی تصنیف ہو جس مین مرحوم نے اسلام کی تعلیمات پر منکرین مذہب اور دیگر مخالفین کی طرف سے جو اعتراضات وارد ہوتے ہین اون کا رد کیا ہی، مرحوم کے حقیقی بھائی منشی سراج احمد صاحب مترا سب انسپکٹر پولیس ضلع اٹہ نے مطبع سرشتہ طور اٹہ سے شایع کیا، آج کل جبکہ اسلام پر بعض مخالفین کا زغہ ہی یہ کتاب بالکل بروقت شائع ہوئی ہی، طرز تحریر قدیم رنگ کی ہی قیمت ۸ ر پتہ شیخ ریاض احمد صاحب چشتی قصبہ فتح پور سیکری ضلع آگرہ،

ہندو مذہب کی معلومات، ہندو مسلمانون مین جو اکثر تصادم ہو جایا کرتا ہے اس کی وجہ ایک دوسرے کے مذہب سے عدم واقفیت ہے، شکر ہو کہ اس نکتہ کو بہت سے ہندو اور مسلمانون نے سمجھا، ہندؤن مین سے کئی اہل قلم نے اسلام پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہی مسلمانون کو شاید ہندو مذہب پر غور کرنے کی کم فرصت ملی لیکن جناب خواجہ حسن نظامی صاحب اس ضرورت کو بہت دنون سے محسوس کرتے ہین، چنانچہ اون کی کتاب کرشن بیتی مقبول عام ہو چکی ہو حال مین اسی احساس کو ملحوظ رکھتے ہوئے خواجہ صاحب نے ایک مختصر سا رسالہ ہندو مذہب کی معلومات شایع کیا ہی جس کے آخر مین نواب امین جنگ بہادر کا عالمانہ مضمون "فلسفۂ ملل ہنود" بھی شامل ہی، کیا دوسرے مسلمان اہل قلم بھی اس قسم کی خدمتون کے لیے تیار ہین؟ اس اہم ضرورت کے لیے کتاب اس قدر مختصر ہو کہ ناظرین کو خواجہ صاحب سے تفصیل کی درخواست کرنی پڑیگی، قیمت ۸ ر پتہ کارکن حلقۂ مشائخ بک ڈپو، دہلی،

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ — ۱۲ آنہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری — ۸ آنہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم — ۲ آنہ

دوسری ریڈر طبع دوم — ۴ آنہ

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق، (زیر طبع) — ۸ آنہ

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے امام مالک پر تبصرہ — ۸ آنہ

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند کے خلفائے اسلام سے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبوں سے اسکا ثبوت، — ۸ آنہ

دنیائے اسلام و خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جد و جہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں، — ۶ آنہ

خلافت عثمانیہ و دنیائے اسلام اس میں دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں، — ۳ آنہ

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، — ۴ آنہ

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اخلاق و معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، ضخامت ۵۰۰ صفحے — ۱ روپیہ

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارناموں کی تفصیل صفحات ۴۲۵ قیمت — ۱ روپیہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب "قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی" کا خلاصہ طبع دوم، قیمت — ۸ آنہ

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع، قیمت — ۱۲ آنہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد ۸ آنہ غیر مجلد ۱۲ آنہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد — ۸ آنہ

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، — ۱۲ آنہ

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، — ۵ آنہ

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول ۳ روپیہ، جلد دوم ۸ آنہ

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ ۱۲ آنہ و ۱ روپیہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے قیمت ۸ آنہ

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات

اور عام صحابیات کی سوانح عمریاں اور ان کے علمی واخلاقی کارنامے، قیمت

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات سپارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول، دوم

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظموں کا مجموعہ،

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جس میں انسانی جماعت کے اخلاق، بیک رہنماؤں کی خصوصیات، اور جماعتوں کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہیں، صفحہ ۲۲۲،

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان

مذہب کی باتیں بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے لیے

رسالہ قوت خیال، روحی اخلاق کے باب میں ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ،

اثبات واجب الوجود یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر،

تاریخ ابو البشر کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضاء کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان میں،

رموز فطرت، طبیعات طبقات ارض ہیئت اور جغرافیۂ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت میں،

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد،

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی،

نعت پیمبر عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظموں کا مجموعہ،

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس میں علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس بامحاورہ سہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں، صفحہ ۲۰۱،

الانسان، اس میں انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت

تسہیل البلاغت، اردو زبان میں فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب،

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب،

متفرق کتابیں

یادِ ایام، مولانا عبد الحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلماء نے اس کتاب میں گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو مثلاً اور وہاں کے امراء وزراء علماء اور مشائخ کے حالات و علوم و فنون کی ترقی نہایت صحیح تحقیق و تفصیل سے لکھے ہیں،

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی خواہش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر ... کے سفرنامۂ قسطنطنیہ کا اردو ترجمہ کیا ہے،

بدیہہ گوئی، جناب محمد شفیق گرامی نے اس کتاب میں عربی فارسی اور اردو کے شعراء اور ادیبوں کی بدیہہ گوئی کے عجیب واقعات یکجا کیے ہیں، قیمت

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۷

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

جلد یازدہم | ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ مطابق نومبر ۱۹۲۳ء | عدد پنجم

مضامین

آج کے سلسلۂ مقالات مین "سرزمین حجاز کی تعلیمی روداد" کے عنوان سے ایک "طالب العلم" کے قلم کا ایک مضمون آپ کو ملے گا، میری مدت سے خواہش تھی کہ دنیا کے جدید انقلابات کے بعد اسلامی ممالک مین تعلیمی جدوجہد کے جو موجودہ مناظر ہین اون سے ہندوستان کی اسلامی آبادی کو آشنا کرون تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس طوفان کے پیچھے کوئی ایسی بنیاد بھی ہی جس پر اون مسلمان بستیون کی خیر و برکت کی مستحکم عمارتین قایم ہوسکین، نیز اس سے یہ غرض بھی تھی کہ چونکہ تمام دنیاے اسلام ایک ہی قسم کی بیماری مین مبتلا ہی، اسلئے اوس کے لئے ایک ہی قسم کی دوا، اور طریقۂ علاج کی حاجت ہی اور وہ تعلیم ہی، دیکھنا یہ تھا کہ ہندوستان کے علاوہ دیگر اسلامی ملکون کے روحانی طبیبون نے اس نسخۂ شفا کو کس کس طرح ترتیب دیا، اور کن کن اجزا سے اون کو مرکب کیا ہی، ایک تیسری غایت اس کی یہ تھی کہ تمام دنیاے اسلام مین ایک علمی اور تعلیمی اتحاد کا شیرازہ بندھ سکے، اور اس طرح ممکن ہو کہ ہمارا تعلیمی قبلہ مغربی مرکز سے کسی مشرقی مرکز کی طرف منتقل ہوسکے،

چنانچہ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر مین نے تونس، مراکش، مصر، حجاز اور انگورہ مین اپنے احباب کو خطوط لکھے کہ وہ اس مقصد کے حصول مین میری مدد فرمائین، اور اپنے اپنے ملکون کے تعلیمی حالات اسلامی مدارس، اور نصاب تعلیم سے مطلع فرمائین، انگورہ اور مراکش سے اب تک کوئی جواب نہین آیا تونس سے جواب آیا کہ وہان کی مجلس حزب دستوری نے اپنے تین ممبرون کو اس موضوع پر ایک رسالہ ترتیب دینے کے لئے نامزد کیا ہی، مصر سے خط آیا ہی کہ عنقریب اس مسئلہ پر ایک سلسلۂ مضامین

اس باب مین سب سے زیادہ پیش دستی، سرزمین حجاز نے دکھائی، جہان سے اسلام کے علم عرفان کا سرچشمہ سب سے پہلے اُبلا تھا، اسلامی مدارس کا سب سے پہلا گوشہ یہی ہو، معلمین اسلام کا سب سے پہلا گروہ یہین پیدا ہوا تھا، مسلمان طلبہ کا سب سے پہلا جرمٹ، یہین سے نکلا تھا، علوم اسلامیہ کا سب سے پہلا سبق یہین دیا گیا تھا، اسلئے حق ہو کہ سرزمین حجاز کی تعلیمی روداد سب سے پہلے ہمارے سامنے آئے،

یہ دیکھکر خوشی بھی ہوتی ہو اور رنج بھی، کہ حجاز کی تعلیمی کوششون مین بڑا حصہ ہندوستان کے باشندون کا ہو، حالانکہ اسلام کا مقتضا تو یہ تھا کہ ہندوستان کی تعلیمی کوششین حجاز کے نور سے منور ہوتین، اب جب ہم دنیائے اسلام کا نقشہ اپنی مرضی کے مطابق بنانا چاہتے ہین تو ہمارا فرض ہو کہ اس سرزمین کو وہی علمی و تعلیمی مرتبہ، عطا کرین جو پوری دو صدیون تک ابتدا اً اوس کو حاصل تھا،

حجاز مین مکۂ معظمہ کے علاوہ مدینۂ منورہ، طائف اور جدہ مشہور شہر ہین، مگر اس تعلیمی روداد کے مرقع مین صرف مکۂ معظمہ کے مدارس کے نقشے آپکو نظر آئینگے، "طالب العلم" راوی کا بیان ہو کہ مدینہ منورہ مین اس وقت کوئی بڑی آبادی ہی نہین، جہان مدارس کا نام ونشان ہو! آہ یہ اوس سرزمین اقدس کا حال ہو جہان کبھی ہر گوشہ سے قال اللہ اور قال الرسول کے ترانے بلند تھے، اور حدیث و تفسیر کے سینکڑون امام جگہ جگہ درس کی مسندین بچھائے علوم و معارف کے خزانے لٹاتے تھے، اور جہان کبھی اسپین سے لیکر سیستان تک کے ہزارون طلبا کا اژدحام لگا رہتا تھا، طائف جہان حبر اُمت حضرت ابن عباس کی درسگاہ تھی، علم کا کوئی قابل ذکر گھر نہین، جدہ مین بمبئی کے ایک عرب تاجر محمد علی کا مدرسۃ الفلاح ہے، جو جنگ سے پہلے اب تک جاری ہو اور جدید طریق پر اچھا چل رہا ہو،

ناندیڑ سے مولوی ابوالرشید محمد عبد اللہ صاحب وکیل لکھتے ہین، کہ

ہندوستان کے مختلف حصون مین علم دوست اور نیز بعض عام اشخاص کے پاس قدیم کتابون کا اب بھی اس قدر علمی ذخیرہ موجود ہی کہ اگر وہ سب یکجا کی جائین تو علمی مذاق رکھنے والے حضرات کے لئے معلومات کا ایک وسیع میدان مہیا ہوجائے، چنانچہ ناندیڑ مین میرے ایک مرحوم دوست کے پاس ہندوستان کے مشہور شاعر فیضی کی مثنوی نل دمن کا ایک قلمی نسخہ جو انکے زمانہ مین نقل کی گئی تھی موجود ہی،

وکیل صاحب موصوف اوسی خط مین ایک اور نادر کتاب کا تذکرہ کرتے ہین،

انجمن اصلاح تمدن، ناندیڑ کے کتبخانہ مین جو ایک مختصر کتبخانہ ہی عربی زبان مین علم ہندسہ کی ایک قلمی کتاب ہی جو نہایت قدیم ہی افسوس ہی کہ کتاب مین کتابت کا سنہ درج نہین ہی، اور نہ مصنف کا نام ہے لیکن تمہید مین مصنف نے لکھا ہی کہ جب مین مجسطی کی تحریر سے فارغ ہوا تو ارادہ کیا کہ اصول ہندسہ وحساب جو کہ اقلیدس صوری کے نام سے منسوب ہی ایک کتاب لکھون، چنانچہ متوکلاً علی اللہ مین نے یہ کتاب لکھی ہے جو پچیس مقالات پر مع الحاقات کے مشتمل ہی اور اس مین نسخہ الحجاج[1] سے ۲۰۰۰۴ اشکال اور نسخہ ثابت سے ۱۱ اشکال زائد ہین، کتاب کی تقطیع معارف سے کسی قدر چھوٹی ہی، کتاب کی ضخامت ۱۲۱ صفحہ کی ہی خط دو قسم کا ہی، ایک خط نسخ پختہ اور دوسرا شکستہ، کتاب مین جابجا کیڑون نے باریک سوراخ ڈالدیے ہین، مگر مضمون کتاب مین کہین خرابی پیدا نہین ہوئی، البتہ اشکال کے بعض حصے خراب ہوگئے ہین مین نے سنا ہی کہ کسی قدردان علم بزرگ نے اس کتاب کو ۸۰۰ روپیہ مین خریدا تھا،"

تحریر مجسطی کے ذکر سے، اڈیٹر معارف کو خیال ہوتا ہی کہ محقق طوسی کی تصنیف تحریر اقلیدس ہوگی، اس کے نسخے جابجا کتبخانون مین موجود ہین، کسی کتاب کو آٹھ سو روپیہ دیکر خریدنا مسلمانون کے گذشتہ شوق علمی کی ایک نظیر ہی جس کی تلاش اس عہد مین بیکار ہی، ع یہ قصہ ہی جب کا کہ آتش جوان تھا،

[1] اصل کتاب مین الحاج لکھا ہی، صرف ایک نقطہ ہی،

مقالات

ارضِ حرم

اور اُس کے احکام و مصالح

قرآن مجید کی نظر مین

جزیرۂ عرب کے متعلق اسلام کے جو احکام ہین، ان کا ماخذ قرآن مجید کی وہ چند آیتین ہین جو سورۂ توبہ مین واقع ہین، چونکہ خلافت فاروقی کے بعد جب سارا عرب اور عراق وشام اسلامی عَلَم کے نیچے آچکا تھا، اور غیر مسلم قوتین اس سرزمین اقدس سے معدوم ہوچکی تھین، اسلام پر کبھی کوئی وقت ایسا نہین آیا، جب جزیرۂ عرب اور ارضِ حرام کے تقدس اور حرمت کے خلاف اس پر کسی غیر مسلم سلطنت کے استیلاء کا خطرہ بھی کسی مسلمان کے دل مین گذرا ہو، اس لیے ان آیات پاک کی تفسیر کبھی اس نقطۂ نگاہ سے نہین ہوئی، جو اب ہر مسلمان کے پیش نظر ہے، اور اب معلوم ہوتا ہو کہ آنحضرت صلعم نے، اور آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے عرب، عراق اور شام کے غیر مسلم تصرف سے باہر لانے کے لیے جو کوششین کین، اور مسلمانون نے جو قربانیان کین وہ درحقیقت انھین آیات پاک کی عملی تفسیر تھی، لیکن چونکہ مفسرین کے عہد مین یہ منظر کبھی خواب وخیال مین بھی نظر سے نہین گذرا تھا کہ سرزمین حرم کی کبھی وہی حالت عود کرآئیگی، جو ظہور اسلام سے پہلے تھی، جب عرب کا شیرازہ منتشر تھا، ملک کا کوئی متحدہ نظام نہ تھا، قطعہ قطعہ پر قبائل اور شیوخ کی فرمانروائیان تھین، کفر و شرک کا استیلاء تھا، یمن سے لیکر عراق وشام تک مجوسیون اور رومی عیسائیون کی طاقت بالا حکمران تھی، اور ٹھیک آج کی طرح اس عہد مین بھی، یمن، حضرموت، بحرین اور عمان پر ایران کے مجوسی مسلط تھے، عراق مین

امیر فیصل کی جگہ آل منذر کا خاندان مجوسیون کی حکمبرداری مین، اور حدود شام مین امیر عبد اللہ کے بجائے آل غسان رومیون کے زیر حمایت تھے، اور شام کے بقیہ حصون پر رومی عیسائیون کی براہ راست حکومت تھی عین اس وقت جب جزیرۂ عرب کا یہ نقشہ تھا، سورۂ توبہ کی یہ آیتین اُترین،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝

اے ایمان والو! وہ جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہین، وہ نجس ہین اگر تو وہ اب کے سال کے بعد اس حرمت والی مسجد کے قریب آنے پائین، اور اگر تم ان کی آمد و رفت کے رک جانے کے باعث فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو تو ایسا خیال نہ کرو، خدا نے اگر چاہا تو وہ تم کو اپنے فضل و کرم سے غنی کردیگا، بیشک خدا اپنے (اپنے حکم کی مصلحتون کو) جاننے والا اور حکمت والا ہے، تم ان مین سے لڑو جنکو کتاب الٰہی دیجا چکی تھی، ان سے جو خدا پر اور قیامت پر یقین نہین رکھتے اور نہ اس کو حرام کرتے ہین جسکو خدا اور اس کے رسول نے حرام کیا، اور نہ وہ سچے مذہب کی پیروی کرتے ہین اور یہ لڑائی ان سے اس وقت تک جاری رکھو، جب تک وہ مطیع ہو کر جزیہ (خراج اطاعت) نہ ادا کرین،

ان آیتون مین تین باتین بیان کیگئی ہین،

(۱) اہل شرک مسجد حرام کے قریب نہ ہونے پائین،

(۲) اگر تم کو فقر و فاقہ کا خوف ہو تو خدا تم کو اپنے فضل و کرم سے غنی کردیگا،

(۳) ان اہل کتاب سے جو دین حق کے پیرو نہین، اس وقت تک لڑو جب تک کہ وہ جزیہ دیکر اطاعت نہ قبول کرین

ان آیتون کی ترتیب باہمی ربط اور سیاق و سباق سے یہ بالکل عیان ہو کہ یہ تینون باتین باہم ایک دوسرے سے متعلق اور مربوط ہین، اور اسی تعلق اور ربط کا مقتضا یہ ہے کہ ہم قرآن پاک کے ان الفاظ کا وہ منشا سمجھین جس سے اس تعلق و ربط کی کڑیان زیادہ وابستہ ہوکر نظر آئین، فقہانے پہلی آیت سے یہ حکم قرآنی اخذ کیا ہے کہ مشرک مسجد حرام کے اندر داخل نہ ہون، اس اتفاق تام کے بعد یہ اختلاف رونما ہوگیا ہے کہ کس قسم کا داخلہ ممنوع ہو، امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ غلبہ اور استیلا پاکر کوئی مشرک مسجد حرام کے اندر حاکمانہ داخل نہین ہوسکتا امام شافعی اور جمہور فقہائے اسلام کا مذہب یہ ہے کہ مشرک کا ہر قسم کا داخلہ مسجد حرام مین ناجائز ہے، خواہ وہ حاکمانہ ہو یا محکومانہ، امام ابو حنیفہ کی طرف اس آیت کی تشریح مین یہ ایک اور امر کی بھی نسبت کی گئی ہے کہ وہ اس آیت کا منشا صرف اسی قدر خیال کرتے ہین کہ آئندہ سے مشرک خانۂ کعبہ کا حج نہ کرنے پائین،

الغرض فقہائنے اس آیت کا منشا یہ متعین کیا ہے کہ اس مین مشرکین کو مسجد حرام کے اندر داخل ہونے سے روکا گیا ہو، یا اس مین مراسم حج ادا کرنے سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر اس آیت کا صرف اسی قدر مدعا ہوتا تو بجائے اس طریقہ ادا کے، کہ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (تو اس حرمت والی مسجد کے قریب نہ ہونے پائین) یا صاف اور سیدھے طریقہ سے یہی کیون نہ کہدیا گیا کہ فلا یدخلوا المسجد الحرام (کہ مسجد حرام کے اندر داخل نہ ہونے پائین) یا فلا یحجوا المسجد الحرام (مسجد حرام کا آئندہ حج نہ کرنے پاوین) اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مسجد حرام کے اس قرب و نزدیکی سے مشرکین کو روکنے اور باز رکھنے کا مدعا اس سے کہین زیادہ وسیع ہو جو بعض فقہائنے قرار دیا ہے، بالکل کھلی ہوئی بات ہو، کہ اللہ تعالیٰ نے داخل ہونے یا حج کرنے کا لفظ استعمال نہین کیا ہو، بلکہ ان سب سے زیادہ وسیع، عام، اور ہمہ گیر لفظ، "قرب و نزدیکی" کا استعمال فرمایا ہے، مسجد حرام کے قرب و نزدیکی سے جب وہ روک دئے گئے تو اس کے اندر، اونکا داخلہ، یا اوسکا حج خود بخود مسدود ہوجائیگا اور اس پر غلبہ

اور تسلط اور تولیت اور قیام وسکونت تو بدرجۂ اولیٰ منع ہو گی، الغرض قرآن پاک کے الفاظ اس باب مین خاص نہین بلکہ عام ہین، اور ہر دو ہر قسم کے قرب و نزدیکی کے منع کو حاوی ہین،

اگر قرآن پاک کے ان الفاظ کا مقصد خاص ہوتا یعنی صرف عدم دخول، یا عدم استیلاء، یا عدم حج تک محدود ہو تو اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے دو باتین ذکر فرمائی ہین، ایک یہ کہ کفار کے اس انسداد اور روکنے سے اگر تمھین اپنے افلاس اور غربت کا ڈر ہے تو خدا تم کو غنی کر دیگا" اور دوسری یہ کہ "اہل کتاب جو دین حق کے پیرو نہین جب تک جزیہ نہ دین لڑائی جاری رکھو" ان دونون باتون کا محض مشرکین کے مسجد مین داخل ہونے یا حج کرنے کی ممانعت سے کیا ربط و تعلق ہوگا؟ کیا مشرک اگر خانۂ کعبہ مین داخل نہ ہونے پائین گے اور ان کو حج کی اجازت نہ ہوگی تو مسلمان غریب ہو جائین گے؟ اور اہل کتاب سے مقاتلہ جاری ہو جائیگا؛

ایک اور بات اس موقع پر غور کے قابل ہے، یہ آئتین سورۂ برأت کے ساتھ فتح مکہ کے بعد ۹ھ ہجری مین اتری ہین، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس سورہ کے مضامین سے ظاہر ہے اس وقت یمن سے عراق اور شام کے حدود تک اسلام کی طاقتور حکومت قائم ہو چکی تھی، مشرکین عام طور سے مسلمان ہو چکے تھے اور جو باقی تھے ان سے اسلام کے سوا کوئی اور شے مطلوب نہ تھی ایسی حالت مین ان کو صرف حرم کے اندر داخلہ سے یا حج سے روکنے کے کوئی معنی نہین، اسی طرح ملک مین عیسائیون یا یہودیون کی جہان کہین بھی آبادی تھی وہ فاتح مسلمانون کی محکومی بدل اختیار کر چکی تھی، ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ مشرکین کو اگر وہ ہون تو صرف حرم کعبہ کے داخلہ سے یا حج سے ممانعت نہین کی گئی ہے، بلکہ مسجد حرام کے قرب سے اُن کو باز رکھنے کا حکم دیا گیا ہے مقصود یہ ہے کہ غیر مسلم بیت الحرام کے قرب وجوار مین مقام نہ کرین، کیونکہ ان کو بیت خلیل کی ہمسائگی اور ہم جواری کا شرف حاصل کرنے کا کوئی استحقاق نہین ہے، جیسا کہ اسی سورہ مین بتصریح مذکور ہے،

مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰہِ — مشرکون کو کوئی حق نہین کہ وہ اللہ کی مسجدون کو آباد کرین

شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۔ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ

درانحالیکہ وہ خود اپنے اوپر کفر کی گواہی دے رہے ہین یہ وہ ہین جنکے کام برباد ہو گئے، اور وہ ہمیشہ دوزخ مین رہین گے، اللہ کی مسجدون کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لایا، اور نماز کھڑی کی، اور زکوۃ دی، اور سوا خدا اور کسی سے نہ ڈرا،

یہ یاد رہے کہ خدا نے عام مساجد کی تولیت کا حق اہل ایمان کو عطا فرمایا ہے، اسلام مین مقدس مسجدین صرف تین ہین جو تین انبیا کی یادگارین ہین، مسجد حرام جو حضرت ابراہیم کی یادگار ہے، بیت المقدس جو حضرت سلیمان کی تعمیر ہے اور مدینہ کی مسجد نبوی جو پیغمبر اسلام کی نشانی ہے، ان تینون مسجدون کی تولیت اور آبادی صرف اُن کا حق ہے، جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہین، نماز قائم اور زکوۃ ادا کرتے ہین اور آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر خدا کے سوا اور کسی کے خوف سے ان کے دل مرعوب نہین،

اس سورہ کے نزول کے وقت مکہ فتح اور تمام عرب صحرا و بت پرست مشرکین کا استیصال ہو چکا تھا، اب جو کچھ باقی رہ گئے تھے وہ اہل کتاب مشرکین تھے، جو موسیٰ اور عیسیٰ کا نام لیکر بھی خدا کے احکام کی توہین کرتے تھے اور بندون کو خدا کا ہمسر قرار دیتے تھے، اس لیے آیت پاک

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ،

خدا کے شریک ٹہرانے والے نجس ہین، تو وہ اس حرمت والی مسجد کے قریب نہ ہون،

کی تعمیم مین ہر قسم کے مشرک، شریک اور داخل ہین، لیکن صورت واقعہ کے لحاظ سے مسجد حرام کے قریب بسنے والے یہود و نصاریٰ خصوصیت کے ساتھ داخل ہین،

اس تفصیل کے بعد اس آیت کا ربط و تعلق مابعد کی آیتون سے بالکل واضح اور روشن ہو جاتا ہے، عرب کی تجارت تمامتر یہودیون کے ہاتھ مین تھی اور ان کے مہاجنی کاروبار کا جال تمام ملک مین پھیلا تھا، ملک

مین غلہ اور سامان شام کے نبطی اور یہودی لاتے تھے، اور یہی یہان کے بیوپاری تھے، یہودیون کی تجارتی کوٹھیان جو قلعون کا مقابلہ کرتی تھین ہر جگہ قائم تھین، اور جزیرۂ عرب کے صوبۂ شام مین رومی عیسائیون کی اور صوبۂ عراق مین مجوسی ایرانیون کی فرمانروائی تھی، جنکو اسلام نے مشابہ اہل کتاب قرار دیا ہے

آیت مین "قرب" کا لفظ خدا نے استعمال فرمایا ہے، یعنی حکم کہ ہر قسم کے مشرک مسجد حرام کے قرب مین نہ رہین، "قرب" اور "بعد" کے الفاظ اضافی ہین یعنی ایک ہی حیثیت سے قریب بھی کہی جا سکتی ہے اور دوسری حیثیت سے اس کو بعید بھی کہہ سکتے ہین، اس بنا پر جب خدا نے یہ حکم دیا کہ مشرک مسجد حرام کے قریب نہ رہین، تو ضرور ہے کہ اس قرب و بعد کی تعیین کر دیجائے، اسی لئے شارع نے اس قرب کی تعیین "**جزیرة العرب**" کے لفظ سے کر دی، اور فرمایا کہ جزیرة العرب مین اہل شرک کو سکونت کی اجازت نہ دیجائے اس بنا پر احادیث صحیحہ اخرجوا المشرکین من جزیرة العرب (جزیرۂ عرب سے اہل شرک کو نکال دو) اور لا تبقی فیہا دینان (اس جزیرہ مین دو دین نہ ہون) اور لا یبقی فیہا قبلتان (اس مین عبادت کے دو مرکز نہ ہون) حقیقت مین آیت بالا کی شرح اور تفسیر ہے اور حکم مذکور کا اجراء اور تنفیذ ہے،

اب اوپر کی لکھی ہوئی سورۂ توبہ کی تینون آیتون کو ملا کر دیکھئے، اور ایک بار بغور ان پر نظر ڈالیے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ	اے ایمان والو! جو شرک مین مبتلا ہین، وہ نجس اور گندہ ہین،
فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا	تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہون، اگر تم کو (انکی
وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ	آمد و رفت کے رک جانے سے) فقر و فاقہ کا خوف ہو تو خدا تم کو اپنے
مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ	فضل سے انشاء اللہ غنی کر دیگا، بیشک خدا (اپنے حکم کی مصلحتون
حَكِيمٌ ۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ	کا) جاننے والا اور حکمت والا ہے، تم ان مین سے جنکو کتاب الہی دیجا چکی
وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ	تھی ان سے لڑو جو خدا اور قیامت پر یقین نہین رکھتے،
وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ	اور ذان کو حرام کہتے ہین جسکو خدا اور اس کے رسول نے

الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ ‌ حرام کیا، اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں، اور یہ لڑائی ان

ھُمْ صٰغِرُوْنَ ‌ سے اس وقت تک رکھو جب تک وہ محکوم ہوکر جزیہ نہ دین

ظاہر ہوگیا کہ ہر قسم کے مشرکین سے اور خصوصاً اہل کتاب مشرکین سے مسجد حرام کا قرب و جوار پاک ہونا چاہئے، اور جزیرۂ عرب مین انکی آمد و رفت اور سکونت مسدود ہونی چاہئے، مسجد حرام کے قرب و جوار مین اہل شرک مین سے جو لوگ آمد و رفت رکھتے تھے اور سکونت کرتے تھے، وہ دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو مصالح تجارتی کاروبار کے ذریعہ سے آتے جاتے تھے، دوسرے وہ تھے جو جزیرۂ عرب کے حدود مین فوجی اور شاہانہ قوت و اقتدار رکھتے تھے، اسلام نے ان دونون کے لیے اپنے مقدس شہرون کے دروازے بند کردئے، ابھی گذر چکا ہے کہ اس ملک کا تمام کاروبار لین دین، تجارت اور بیوپار یہودیون اور نبطیون کے ہاتھ مین تھا، اس لیے لامحالہ مسلمانون کو اپنی مالی اور اقتصادی قوت کے زوال، اور اشیار کی آمد و رفت کے انسداد، اور باہر سے غلہ کی آمد بند ہوجانے کا خطرہ ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اس مصالحانہ تجارتی ذرائع کے بند ہوجانے سے جو خطرہ لاحق ہوا، اس کو اس تسلی سے جس مین آئندہ کی عظیم الشان پیشینگوئی چھپی تھی رفع کردیا کہ اگر تم کو اس آمد و رفت کے بند ہوجانے سے فقر و فاقہ کا خیال ہے تو خدا اپنی دولت سے مالامال کردے گا یعنی تم کو سرزمین کی وسیع حکومت، اور تجارت سپرد کردے گا،

تیسری آیت مین جس مقاتلہ کا ذکر ہے وہ اس سرزمین اقدس کی غیر مسلم قوتون کے مقابلہ مین ہے جو عراق و شام کے صوبون مین جو جزیرۂ عرب کے آخری حدود تھے، فوجی اور شاہانہ اختیارات رکھتی تھین اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھنے کا حکم تھا جب تک وہ جزیہ دے کر اسلام کی اطاعت قبول کرین

اس کے بعد کی آیتون مین اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے شرک کا ثبوت دیا ہے کہ ان مین سے ایک نے عزیر کو اور دوسرے نے عیسیٰ کو خدا کا شریک و شبیہ ٹھرالیا ہے، اور ان کے اس ارادۂ فاسدہ کا اظہار ہے کہ انکی دلی خواہش یہ ہے کہ وہ اسلام کی قوت کو کسی طرح شکست کرسکین، چنانچہ فرمایا:-

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہی، اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہی، یہ ان کے منھ کی باتین ہین (جنکو سچائی سے تعلق نہین)، یہ ان کافرون کے قول کی نقل ہی جو اس کے پہلے تھے، خدا اُن کو غارت کرے کدھر بھٹکائے جارہی ہین، اُنھون نے خدا کو چھوڑ کر اپنے اپنے دین کے عالمون کو اور مسیح کو خدا بنا لیا ہی، حالانکہ ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک خدا کو پوجین، کوئی خدا نہین مگر وہی، وہ اس سے پاک ہی جسکو وہ خدا کا شریک بناتے ہین، یہ چاہتے ہین کہ خدا کے نور (اسلام) کو منھ سے (پھونک مارکر) بجھادین، اور خدا کو منظور ہے کہ وہ اپنے نور کو کمال تک پہنچاکے رہی، اگرچہ ان کافرون کو دل سے یہ بات ناپسند ہو، وہی خدا ہی جس نے اپنے رسول (محمد) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہی کہ تاکہ اس دین کو تمام دینون پر غلبہ عطا کرے گو مشرکون کو بُرا کیون نہ لگے،

آیات بالامین اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے شرک اور نور اسلام کے بجھانے کے لیے اونکی جن کوششون کا حوالہ دیا تھا، وہ بعینہ آج تک قائم ہین، اہل کتاب کی اس مذہبی بداعتقادی کو جس کی بناپر مساجد الٰہی کی تولیت کا استحقاق اُن سے چھن جاتا ہی، ان کی مالی، اور تجارتی بے ایمانیون کو خدا نے ظاہر کیا ہے، اور اس کے بعد حرمت کے چار مہینون کا ذکر ہے جن مین سرزمین عرب مین لڑنا جائز ہے، اور اس کے بعد رومیونکی لڑائی یعنی غزوۂ تبوک کا ذکر ہے، جس سے شام کی لڑائیون کا آغاز ہوتا ہے، اور چند سال کے بعد بیت المقدس کی کنجی مسلمانون کے ہاتھون مین تھی، اور تیسری مسجد کی تولیت کا فخر بھی ان کو عطا ہوتا ہے،

سلسلۂ واقعات کی یہ کڑیان ہمارے دعوی کی تائید اور شہادت ہین، کہ اس حکم کے نزول کے بعد عرب کے مشرکین پر فوج کشی نہین ہوئی، کیونکہ اب انکا کوئی جتھا باقی نہین رہا تھا، بلکہ اول شام کے عیسائی، رومیون سے مقابلہ کیا گیا، جو سرزمین حرم کے پاس ہونے کے باعث نور اسلام کے بجھانے مین سب سے پیش پیش تھے، چنانچہ قرآن مجید نے بھی اس کے بعد اسی جنگ کا تذکرہ کیا ہی، اور منافقین اور بعض سچے مسلمان اس جنگ مین شریک نہین ہوئے، ان کو سخت لعنت ملامت کی ہے، اور آخر مین ارشاد فرمایا،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ — اے ایمان والو! جو کفار تمھارے قریب ہین اُنسے جنگ کرو،

غزوۂ تبوک کے قرینہ سے یہ صاف ظاہر ہو کہ اس قریب، متصل اور ہم سرحد کفار سے مقصود عراق وشام کی غیرمسلم حکومتین ہین، جو بقیہ ارض عرب پر کسی استحقاق کے بغیر قابض تھین، چنانچہ آنحضرت صلعم نے اسی حکم کی تعمیل کے لیے غزوات کا رُخ ادھر ہی موڑ دیا، اور غزوۂ تبوک کے بعد مرض الموت مین غزوۂ موتہ کیلئے فوج کی آراستگی کا حکم دیا، اور چونکہ یہ مہم تمام نہین ہوئی تھی اس لیے وفات کے وقت اپنے چار جانشینون کو وصیت فرمائی کہ جزیرۂ عرب نامسلمون سے پاک کیا جائے، بنابرین حضرت صدیق اکبر نے بھی اس محاذ جنگ کو قائم رکھا، بلکہ اس کو عراق تک وسعت دیدی، اور حضرت فاروق اعظم نے اس مہم کو انجام تک پہنچایا، یہان تک کہ جزیرۂ عرب اپنے پورے حدود مین آزاد ہو گیا، اور وہ صرف دین حق کا مسکن، اور حضرت ابراہیم کی بشارت کا مستحق ہو گیا، اور اس وقت مین اور خیبر وغیرہ کے نصاریٰ اور یہود کو خالص عرب کے صوبون سے ہٹا کر عراق وشام مین آباد کیا گیا،

اس تشریح سے یہ بھی واضح ہو گیا، کہ کامل جزیرۂ عرب اور اس کے مختلف حصّون کے کیا احکام ہین! کامل جزیرۂ عرب کے لیے یہ حکم ہو کہ وہ غیر مسلم کے استیلا، تسلط اور فرمانروائی سے آزاد ہو، کہ اس سے زیادہ سرزمین حرم کے اصلی قرب و اتصال کی تولیت اور داخلہ کی جس سے اہل شرک کو روکا گیا ہے، اور

اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اور اسی لیے آنحضرت صلعم کا فتح مکہ تک غزوات کا سلسلہ قائم رہا کہ یہ سرزمین بت پرست اہل شرک کے قرب، تولیت اور استیلا، سے آزاد ہو اور آپ کے بعد آپکے خلفا، عراق اور شام کے اہل شرک سے نبرد آزما ہوئے تاکہ ان مقامات مقدسہ کو اہل کتاب یا مشابہ اہل کتاب مشرکین کے قرب تولیت اور استیلاء سے پاک وصاف کیا جائے۔

(۲) آیت پاک مین اس قرب کی ممانعت مین مسجد حرام کا لفظ خاص طور سے مذکور ہے، اور اسی کی بقائے حرمت کی خاطر اس کے آس پاس کی زمینون کے دروازے بھی اہل شرک پر بند کیے گئے ہین، اس لیے اس مسجد حرام کے اندر کسی غیر مسلم کا داخلہ قطعاً ممنوع اور ناجائز ہوگا، ورنہ صریح نص کی مخالفت لازم آئیگی،

(۳) آیت مذکورہ کی تشریح مین جو صحیح حدیثین اخرجوا المشرکین کی آئی ہین ان مین جزیرۃ العرب کا لفظ صریح طور سے واقع ہے، اور اسی کے مطابق حضرت عمر نے یمن اور خیبر سے غیر مسلمون کو خارج کر کے اُن کو عراق و شام مین جگہ دی جو اُن کا اصلی وطن تھا، اس لیے یہ ثابت ہوا کہ خالص عرب یعنی حجاز، یمن حضرموت، عمان، بحرین، نجد، یمامہ وغیرہ عربی صوبون مین غیر مسلم کی مستقل سکونت نہین ہو سکتی، البتہ اُن کا عارضی قیام ہو سکتا ہے، چنانچہ اسی اصول کے مطابق اس آیت کے نزول کے بعد بھی، آنحضرت صلعم اور دیگر خلفاء، کے دربار ون مین جنکا مرکز مدینہ منورہ تھا، ہمیشہ غیر مسلم سفرائے سلطنت اور امراء آیا کرتے تھے لیکن حضرت عمر نے ان کے وہان قیام کی مدت مقرر کر دی، یعنی تین دن، جو مہمانداری کی جائز مدت ہے، چنانچہ عبدالرزاق مین یہ حدیث لبسند موجود ہے،

(۴) جزیرۃ العرب کی لفظی وسعت مین اگرچہ عراق و شام کے صوبے داخل ہین تاہم خالص عرب کے حدود سے وہ یقیناً باہر ہین، اور قرآن پاک نے ان اہل کتاب کو جو وہان سکونت پذیر تھے، اسلام کی حکومت اور استیلار کے تسلیم کر لینے کے بعد ان کو وہان سے نکالنے کا حکم نہین دیا، اور آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین نے ان صوبون کے حدود مین اور ان صوبون کے اندر اہل کتاب مشرکین کو جگہ دی اور وہان آباد کیا

اس لیے جزیرہ کے ان صوبون مین ان کو اسلام کے زیر سایہ اقامت اور سکونت کی اجازت ہی اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو بیان فرماتے وقت اپنی صفات ان الفاظ مین ظاہر فرمائی ہین،

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ — بیشک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہی،

یعنی ان احکام کے جاری کرنے مین جو مصلحتین اور فائدے ہین اُن کو وہ خوب جانتا ہی اور اسکی حکمت اور دانائی ہی اسکی مقتضی ہو کہ وہ ان احکام کو نافذ کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے بیان مین "خانۂ کعبہ" کو "بیت" نہین کہا، جیساکہ دوسرے موقع پر کہا ہے، "کعبہ" نہین کہا جیساکہ ایک اور مقام پر مذکور ہی غرض اُس کے متعدد اسمار اور صفات مین سے اس خاص موقع پر "مسجد حرام" یعنی "حرمت والی مسجد" کے نام سے اسکو تعبیر فرمایا، جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ اسکی "حرمت" ہی اس حکم کی بنا اور مصلحت ہے، اسی طرح نامسلمون کو جن سے اس حرمت والی مسجد اور اُس کے اطراف کو پاک وصاف کرنا مطلوب ہے، لفظ "مشرکین" سے ادا فرمایا ہے، جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو کہ اُن کے شرک کی آلودگی ہی ان کے منع قرب، اور عدم دخول کی علت اور باعث ہو، اسی لیے آنحضرت صلعم اس حکم الٰہی کی تشریح مین یہ الفاظ فرمائے کہ

اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب — مشرکون کو جزیرۂ عرب سے نکال دو،

یا یہ فرمایا،

لا تبقی دینان — جزیرۂ عرب مین دو دین (ایک حق اور ایک باطل) باقی نہ رہین

اور یا یہ ارشاد ہوا،

لا یبقی قبلتان — دو قبلے (یعنی عبادتون کے دو مرکز) باقی نہ رہین،

یہ تمام مختلف الفاظ اور عبارات ایک ہی حقیقت کی تعبیر، اور ایک ہی کنہ کی ترجمانی ہے،

(۱) اسلام نے اپنے کسی حکم مین اس مصلحت کو نظر انداز نہین کیا ہے کہ وہ ایک اجتماعی دین ہے، اس کی عمارت کی پانچ بنیادین، توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اس کی اسی وحدت اور اجتماع کے پہلو کو

نمایان کرتی ہین، توحید یہی ہر کہ صرف ایک قادرہستی کا اعتراف کیا جائے، نمازون کی جماعت اور اوقات معین بھی اسی لیے مشروع ہین، کہ مسلمان سینکڑون اور ہزارون کی کثرت کے باوجود ایک ہوکر منظر عام پر آئین، اور ایک ہی معین وقت مین تمام روے زمین کے اہل ایمان خدا کے سامنے جھکے نظر آئین، روزہ کے اوقات اور ایام کی تعیین، اور ماہ رمضان کی تخصیص بھی اسی لیے ہے کہ زمین کے جس گوشہ مین بھی مسلمان ہون وہ سب ایک ہی وقت، ایک حالت اور کیفیت مین جلوہ گر ہون، زکوٰۃ کی ایک خاص مقدار معین کی گئی، اور اس کی مشروع صورت یہ رکھی گئی کہ وہ ایک ہی جگہ (بیت المال مین) جمع ہوکر مقررہ مصارف مین خرچ ہو، حج کے خاص مہینہ، خاص طریقے، خاص لباس، خاص مقام کی تعیین اسی لیے ہے کہ اس سطح ارضی کے تمام کلمہ گو، ایک ہی رنگ روپ، ایک ہی شکل وصورت، ایک ہی طریق انداز سے ایک مرکز ربانی کے گرد جمع ہوکر وحدتِ اسلامی کے مجسم پیکر بن جائین، احادیث صحیحہ مین مسلمانون کی وحدت اور اجماع کے جو احکام ہین، وہ بھی اسی حقیقت کو واضح کرتے ہین،

ید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار (ترمذی)	خدا کا ساتھ مسلمانون کی اجتماعی ہیئت (جماعت) پر ہے جو اس سے علحدہ ہوا، دوزخ مین علحدہ ہوا،
المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً ( )	ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے دیوار کی طرح ہے جسکی اینٹ دوسری اینٹ سے ملکر اسکو مضبوط کرتی ہے،

اسی وحدت اور اجتماع کی دیوار ہے جو نمازون کی جماعتون مین، اور جہادون کی صفون مین، سیسہ کی پگھلائی دیوارون کے مانند مستحکم، متحد اور مجتمع ہوکر خدا کی نگاہون مین محبوب اور عزیز ہوتی ہے،

انّ اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہٖ صفاً کانھم بنیان مرصوص (صف)	بیشک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اوسکی راہ مین صف باندھ کر اس طرح لڑتے ہین کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہین،

اسلام کے اسی وحدت اور اجتماع کا اقتضا تھا کہ ان لاکھوں اور کروروں دلوں اور چہروں کے لیے جو زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوں، سطح ارضی کا کوئی گوشہ مخصوص کردیا جائے، جدھر سب کے رخ وہ جہاں بھی ہوں دن میں پانچ دفعہ پھر جائیں، تاکہ دنیا میں ہر روز یہ اعلان ہوتا رہے کہ خلق الٰہی کی اتنی تعداد جسمانی وطن، مقام اور مسکن کے اختلاف کے باوجود، اپنا ایک ہی روحانی وطن، مقام اور مسکن سے تعلق رکھتی ہے اسی لیے حکم ہوا،

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ — تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر (اور اے مسلمانو!) جہاں
حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (بقرہ) — بھی تم ہو اسی کی طرف اپنا چہرہ پھیرو،

اسی مرکزی جہت کا نام قبلہ ہے، یہ مرکزی جہت اور قبلہ وہ بیت الٰہی قرار پایا جو دنیا میں خدا کا پہلا گھر تھا

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا (بقرہ) — یاد کرو کہ ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا مرجع اور امن بنایا،

نہ صرف اسی قدر بلکہ سطح ارض پر بسنے والے تمام مسلمانوں کی شیرازہ بندی، اور انکی اجتماعی وحدت اور ان کے مصالح کے قیام کا اس کو ذریعہ اور نشان بنایا،

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ (مائدہ) — خدا نے کعبہ یعنی اس مقدس گھر کو لوگوں کے لیے ٹھہراؤ بنایا،

اب ضرورت تھی کہ مومنین کا یہ مرکز، یہ مرجع، یہ نقطۂ اجتماع، یہ نشان وحدت، بیگانہ خیالات، اجنبی رسوم وآداب، اور غیروں کے اختلاط اور امتزاج اور میل جول کے گرد وغبار سے پاک ہو تاکہ ہدایت کا جو چشمہ یہاں سے بہکر نکلے وہ ہر قسم کی آلائشوں سے مبرا، اور ہر قسم کی گندگیوں سے منزہ اور ہر طرح کی نجاستوں سے صاف ہو، اسی لیے حکم ہوا کہ "مبتلایان شرک نجس اور ناپاک ہیں، تو وہ اس حرمت والی مسجد کے قریب نہ آئیں

کسی خاص گوشۂ ارضی کو بیگانہ خیالات وعقائد، اور آداب و رسوم کے شر و فساد اور تاریکی و گمراہی سے محفوظ رکھنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے کہ اس گوشہ کو، خاص خیالات وعقائد اور آداب و رسوم کی جماعت کے لیے مخصوص کردیا جائے، اور دوسری جماعتوں کو وہاں کے قرب و اتصال، آمد و رفت اور قیام و سکونت، سے روک دیا جائے کہ بیگانہ خیالات وعقاید اور اجنبی آداب و رسوم کی سرایت اور نفوذ صرف اجنبی تومون،

اور بیگانہ اشخاص کے میل جول امتزاج اور صحبت ہی کا نتیجہ ہوتا ہی، اس لیے دنیا کے دائمی مذہب کے لیے جس کے بعد کوئی نیا مذہب اوسکو دیانہ جائیگا یہ ضرور تھا کہ اس کے قیام و بقا اور تحفظ کے لیے ایک ایسا خطۂ قدس مخصوص کردیا جائے جہاں وہ تنہا حکمران اور آباد ہو، تاکہ اگر کبھی وہ دنیا مین بے وطن ہوجائے، تو اس سرزمین مین اوسکا وطن رہے، یا اگر کبھی اوسکی مشعلین زمین کے دوسرے خطون مین بجھ جائین، تو روشنی کا ایک منارہ کم از کم ایک گوشۂ خاکی مین قائم رہی جہان سے اوسکی بجھی ہوئی مشعلون کو دوبارہ روشنی مل سکے، یا اگر کبھی اس کی ہدایت کی بیرونی نہرین خشک یا مکدر ہوجائین تو اوسکا ایک سرچشمہ باقی ہو، جہان سے دوبارہ اوسکو زندگی اور حیات مل سکے یہی تفسیر آنحضرت صلعم کی اس حدیث کی

لا تبقی فیہا قبلتان — جزیرۂ عرب مین عبادت کے دو مرکز باقی نہ ہون،

لا یترک فیہا دینان — جزیرۂ عرب مین دو دین چھوڑے نہ جائین،

لامحالہ اگر کسی قوم کو یا افراد کو مستقل قیام کی اجازت دیجائیگی تو لامحالہ وہ وہان اپنی عبادتگاہین تعمیر کریگی اپنے خیالات کی تبلیغ کریگی، اپنے تمدن اور آداب اخلاق کی اشاعت کریگی، اور یہی شئی مسجد حرام کی عظمت، تقدس، اور حرمت کو بے بنیاد کریگی، اسلام سے پہلے عراق مین مجوسی اور شام مین عیسائی حکومت تھی، اسکا اثر یہ تھا کہ وسط عرب مین مزدکی اور عیسائی مذہب نشو و نما پارہے تھے، قومون کے استیلا اور تسلط کا آغاز اسی قرب و اتصال سے ہوتا ہی، دنیا کی تاریخ مین اسکے کسقدر بیشمار نظائر ہین، خصوصًا یورپ کی اس برتری اور ترقی کے عہد مین مشرق کے کسقدر ممالک ہین جن کے تسلط او استیلا کا آغاز اسی قرب و اتصال سے ہوا ہی، پہلے بحری آمد و رفت ہوئی، پھر عارضی سیاحتین ہوئین پھر تجارتی تعلقات ہوئے مستقل کوٹھیان تعمیر ہوئین، آئندہ یہی کوٹھیان سیاسی سازشگاہون کی صورت مین بدل گئین، اور آخر وہ فوجی اور جنگی قلعون کی حیثیت مین منتقل ہوگئین، مراکش سے لیکر مصر تک خلیج بنگال سے لیکر بحر سند تک اور خلیج عجم سے لیکر بحر حبشہ اور بحر عرب تک کیا یہی نقشہ حال نہین نظر آتا ؟ تو اسلام نے اگر ان مفاسد کے سدباب کیلئے تسلط اور استیلا کے ذرائع و وسائل یعنی قرب و اتصال کو ممنوع قرار دیا تو دنیا کے تاریخی تجربہ کے لحاظ سے غلط نہین کیا، فاعتبروا یا اولی الابصار،

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند

سرزمین حجاز کی تعلیمی رُوداد

مکۂ مکرمہ:۔ یہ سرزمین وحی آلہی کا مہبط اور علوم اسلامیہ کا منبع ہے، علم دین یعنی قرآن و سنت کے اصلی سرچشمے یہیں ظاہر ہوئے تھے، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین کے زمانہ میں مکہ اور مدینہ ہی وہ شہر تھے جہاں تشنگان علم کی سیرابی ہوتی تھی، اس کے بعد بھی جب دیگر اسلامی ممالک میں سلطنت و ثروت کی خیر و برکت سے علم کا زور و شور سے چرچا ہو گیا تھا یہاں بھی ہمیشہ علماء و فضلاء کا مجمع رہا ہے، حج یا ہجرت کی نیت سے تمام عالم اسلام سے یہاں علماء آتے تھے اور اون کے حلقات درس سے طالبان علم، قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ علوم اسلامیہ حاصل کر کے اپنے اپنے وطن واپس جاتے تھے، ہندوستان میں فن حدیث شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے ذریعہ سے یہیں سے گیا ہے، سیر و تراجم کی کتابیں علمائے حرمین کے حالات سے مالامال ہیں، علامۂ فاسی کی کتاب "العقد الثمین فی علماء البلد الامین" جو آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے اس میں صرف مکہ ہی کے فضلاء کا ذکر ہے،

الغرض یہ شہر جس طرح قبلۂ عبادت ہے، اوسی طرح مرکز علم و ہدایت بھی رہا ہے، مگر افسوس کہ اب اوس کی حالت بدل گئی ہے، اور یہاں علم کا نام بھی نہیں رہا ہے، نہ علماء ہیں، نہ طلبہ، نہ وسائل تعلیم ہیں، اور نہ ذرائع ترغیب، جو برائے نام عالم رہ گئے ہیں اون کے لئے بھی بسر اوقات کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ درس تدریس چھوڑ کر فکر معاش میں مصروف ہو گئے ہیں، خدا نخواستہ چند سال یہی حالت اور رہی تو ضروری مسائل کا سمجھنے والا بھی

یہان نہین رہیگا، فیا ویلاہ و یا مصیبتاہ، چونکہ جہالت ایک خطرناک مرض ہو اور ہر مرض کے علاج کی یہی صورت ہو کہ طبیب و تیمار دارون سے کیفیت بے کم وکاست بیان کردی جائے، اِس لئے یہان کی موجودہ علمی و تعلیمی حالت مختصر طور پر بیان کی جاتی ہو، خدا تعالیٰ ہم سب مسلمانون کو توفیق دے کہ یہان اشاعتِ علم کی باقاعدہ و منتظم کوشش کرین، آمین، ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

دیگر بلادِ اسلامیہ کی طرح یہان بھی دو طرح کی تعلیم جاری ہو، قدیم و جدید، اِسلئے ہر ایک کا علحدہ علحدہ حال درج ہو،

تعلیم قدیم

تعلیم قدیم سے میری مراد صرف علوم عربیہ کی تعلیم اور وہ بھی پُرانے طریقہ کی تعلیم ہو، اِس کے بڑے مرکز مکہ مکرمہ مین دو ہین (۱) حرم شریف، (۲) مدرسۂ صولتیہ،

الحرم المکی الشریف، جس طرح تمام ممالک مین مساجد و معابد مین دینی تعلیم ہوا کرتی ہو، اوسی طرح یہان بھی مسجد حرم مین ہمیشہ سے علوم اِسلامیہ کی تعلیم ہوتی رہی ہو، حرم شریف کی موجودہ عمارت جب سلاطین عثمانیہ نے بنائی ہو، تو اُس کے اطراف مین بہت سے عالیشان کمرے بھی بنائے تھے کہ اوس مین علما و طلبا رہا کرین اور درس و تدریس مین مشغول رہین، اِسی لئے انکا نام (مدرسہ) رکھا گیا تھا جو ابتک اِسی نام سے مشہور ہین مگر اب اُن سے یہ کام نہین لیا جاتا ہو، بلکہ عرصہ سے وہ لوگون کی ملکیت مین ہوگئے ہین اور اون کو کرایہ کیا جاتا ہے، نہ کوئی طالبِ علم رہتا ہے نہ عالم، نام باقی رہ گیا ہو، غرض معدوم ہوگئی، اب جو حلقات درس ہوتے ہین وہ مسجد کے اندر ہی ہوتے ہین، اور اِس سے جو دقت طلبہ کو ہوتی ہو وہ ظاہر ہو، اِس کے علاوہ آفاقی علماء و طلباء کو جب رہنے ہی کی جگہ نہین ملتی تو وہ اطمینان و فراغ بال کہان میسر آسکتا ہو جو تحصیل علم کے لئے ضروری ہو،

طریقۂ تعلیم حرم، یہان کی تعلیم بالبرکۃ یعنی تیمناً و تبرکاً ہو، نہ انتظام ہو نہ نصاب، طریقہ یہ ہو کہ ایک عالم کوئی کتاب شروع کرتا ہو، جس شخص کا جی چاہے وہ اِس مین شریک ہوجاتا ہو نہ اوس کا اِمتحان لیا جاتا ہو نہ یہ خیال کیا جاتا ہو کہ یہ اِس کتاب کو سمجھ سکیگا یا نہین، جس دن اُستاد تشریف لے آئے سبق ہوگیا جس دن نہ آئے ناغہ رہی، طلبا مین سے بھی

کسی دن کوئی غائب ہا ہو کسی دن حاضر کوئی باز پُرس نہین ہو، روزانہ اُستاد حرم مین آکر کتاب ہاتھ مین لیکر عبارت پڑھتا ہو، بدیہی وضروری باتین سمجھا دیتا ہو، بازیادہ تحقیق وتطویل منظور ہوئی تو اوس کتاب کے شروح وحواشی سُنا دیتا ہو اپنی تحقیق وتدقیق کو بالکل دخل نہین دیتا، طلبہ چُپ خاموش سُنتے رہتے ہین، پوچھنے کی مناقشہ کرنے کی نہ عادت ہو نہ اجازت، بہت ہوا تو کسی لفظ کے معنی یا اعراب پوچھ لئے، اعتراض وتنقید کرنا یا متقدمین کے خلاف کچھ منھ سے نکالنا تو گناہ کبیرہ ہو، درس ہو چکا تو اوٹھکر شیخ کے ہاتھ چومے، کتابین بغل مین دباکر گھر چلدیئے، اب دوسرے روز کتاب کی شکل دیکھینگے، یاد کرنا، تکرار کرنا، مطالعہ کرنا یہ سب دردسر ہے کون مول لے، دوسرے دن آکر کتاب کھولکر بیٹھ گئے، اوستاد نے آگے کی عبارت پڑھنی شروع کردی، پڑھے ہوئے حصہ سے اوس کو کچھ غرض نہین کہ کسی نے سمجھا یا یاد کیا ہو یا نہین؟ اسی طرح یہ کتاب ختم ہوجاتی ہو تو دوسری شروع کردی جاتی ہو وعلّم جرّا، طالب علم کو ہر وقت اختیار ہو کہ ایک کتاب کو چھوڑکر کسی دوسری کتاب مین شریک ہو جائے، اسی طرح الی ماشاء اللہ عمر عزیز کا بڑا حصّہ صرف کرنے کے بعد چند کتابین ختم ہوجاتی ہین، اگر کچھ آگیا تو خیر ورنہ جیسے تھے ویسے ہی رہگئے، اور کم نصیبی کا عذر رہا،

طریقۂ امتحان حرم یہان نہ سالانہ امتحان ہے نہ چند سالہ، عمر مین دو امتحان ہین وہ بھی اون کے لئے جو حرم شریف کے مدرسین مین داخل ہونا چاہتے ہون، حرم کے اوقاف مین سے چند مدرسون کے لئے سالانہ وظائف (جن کی مقدار نہایت قلیل ہو اور ایک ماہ کے خرچ کے لئے بھی کافی نہین ہوتے) مقرر ہین، جب کوئی اون مین سے کم ہوجاتا ہو تو اوس کے بدلے دوسرا عالم مقرر کردیا جاتا ہے، لیکن اوسکے لئے یہ ضروری ہو کہ وہ امتحان عالمیت مین پاس ہو جائے، جو عالم ان ارباب وظائف مین نہین ہوتے اور آیندہ حصول معاش کے خیال سے درس مین مشغول اور کسی جگہ کے خالی ہونے کے منتظر ہوتے ہین اون کو "ملازمین" کہا جاتا ہو، اون کے لیے "امتحان ملازمیت" رکھا گیا ہو جب کوئی وظیفہ منحل (خالی) ہوتا ہو تو انھین ملازمین مین سے، جو امتحان عالمیت مین کامیاب ہوجاتا ہو اوس کو وہ وظیفہ تنویض

لیجاتا ہی، امتحان کا طریقہ یہ ہی کہ تین چار عالمون کی ایک ہیئت مقرر کردیجاتی ہی، طالب علم کو بلاکر کتاب دیجاتی ہی کہ فلان عبارت کا مطلب اور اوس کے شروح و حواشی کی تقریرون کا خلاصہ سمجھادو، وہ کتاب لیکر تقریر کرتا ہی اور علما سنتے رہتے ہین، برائے نام مناقشہ بھی کرلیتے ہین، اِس کے بعد اوس کو نمبر دیدیئے جاتے ہین، اِسی طرح باقی علوم مین امتحان لے لیا جاتا ہی، اور پاس کردیا جاتا ہی،

علوم امتحان، "امتحان ملازمیّت"، چھہ چیزون مین یہ امتحان لیا جاتا ہی، صرف نحو، معانی بیان، بدیع، فقہ.

"امتحان عالمیّت"، بارہ چیزون کا امتحان ہوتا ہی، صرف نحو، معانی، بیان، بدیع، فقہ، منطق، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، توحید،

نصاب حرم، تعلیم حرم کے لیئے کوئی خاص نصاب نہین ہی، اساتذہ و طلبہ، کتب قدیمہ متداولہ مین سے جو مناسب سمجھین پڑھین یا پڑھائین لیکن تالیفات جدیدہ وعصریہ کو نہین پڑھایا جاتا ہی، وہی کتاب قابل تعلیم ہی جس پر شروح و حواشی کا انبار ہو، کتب متداولہ حسب ذیل ہین مگر یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ سب پڑھنی پڑتی ہین، بلکہ ہر فن مین ان مین سے دو تین کتابین پڑھ لی جاتی ہین اور اگر کسی نے سب پڑھ لین تو وہ تو (عالم کامل) ہوجاتا ہی،

علم صرف، امثلہ، بناء، مقصود، عزّی، مراح،

علم نحو، اجرومیہ وشروحہا، تتمۃ الاجرومیہ، قطر الندی لابن ہشام، الفیۂ ابن مالک مع شرح ابن عقیل،

بلاغت، نظم الجوہر المکنون مع الشرح، مختصر المعانی،

منطق، منظومۃ السلّم للاخضری، ایساغوجی مع شرح شیخ الاسلام زکریا الانصاری، تہذیب وشرح تہذیب، "نادراً"

فقہ حنفی، نور الایضاح، مراقی الفلاح، ملتقی الابحر، مختصر القدوری، کنز الدقائق مع شروحہ، الدرر والغرر،

فقہ شافعی، ابن قاسم شرح ابی شجاع، مقدمۃ بافضل مع شرحہ، البہجۃ بشرحہا،

فقہ مالکی، الرسالہ، مختصر خلیل مع شرح الدردیر،

اصول فقہ، الورقات لامام الحرمین، مرقاۃ لملاخسرو، نور الانوار، تحریر ابن الہمام (نادراً)

حدیث، مختصر البخاری لابی جمرۃ، صحیحین (نادراً و تبرکاً) بہت کم پڑھتے ہین وہ بھی بطور تلاوت،

اصول حدیث، بیقونیہ، نخبۃ الفکر، (نادراً)

تفسیر، جلالین، بیضاوی (نادراً) مدارک التنزیل (نادراً)

توحید، الجوہرۃ، السنوسیہ، بدء الامالی،

مدت تعلیم | حرم کی تعلیم کے لئے کوئی مدت مقرر نہین ہو، بیس بیس برس ہوجاتے ہین اور کتابین پوری نہین ہوتین، اہالی کو تو زیادہ ایسا شوق بھی نہین ہو، فقط نحو، فقہ کے چند ابتدائی رسالے پڑھ لینا کافی سمجھتے ہین، ملک جاوا کے اکثر مہاجرین و مجاورین البتہ شوقین ہوتے ہین اور محنتی بھی، اور اپنے ملک سے یہان خاص علم ہی کے لئے آتے ہین اور کئی برس رہکر واپس جاتے ہین، اگر اون کی باقاعدہ تعلیم ہو تو بہت ہی مفید ثابت ہو، مگر افسوس ہو کہ اون کی اکثر عمر ضائع ہوجاتی ہو، اور تھوڑی سی تجوید، معمولی نحو و فقہ حاصل کرکے چلے جاتے ہین، البتہ جو ان مین سے یہین رہکر مدت العمر کچھ نہ کچھ پڑھتے رہتے ہین وہ فارغ التحصیل ہوجاتے ہین، اور ابتدائی عربی کتابین طلبہ کو اپنی زبان مین سمجھا دیتے ہین، چند کتابون کا ترجمہ بھی جاوی زبان مین ان لوگون نے کر دیا ہو، اور عربی مین بھی بعض مفید کتابین تالیف کی ہین، اون مین شیخ محمد محفوظ ترمسی اور شیخ محمد نووی اور شیخ احمد خطیب مشہور عالم ہوئے ہین،

نتیجہ، | حرم شریف کی تعلیم کی موجودہ حالت قابل اطمینان بلکہ قابل ذکر نہین ہو، مدرسین کو جب تنخواہ ہی نہ ملے تو وہ کیا کام کرینگے، طلبا بھی اکثر غربا اور آفاقی ہوتے ہین اون کے لئے بھی مکان، خورد و نوش کا کوئی انتظام نہین ہو، نہ اون کی کسی طرح خبرگیری و معاونت کیجاتی ہو، نہ کوئی نصاب ہو نہ انتظام چھٹیان اور تعطیلین بہت ہوتی ہین، سال بھر مین بمشکل ۱۶۰ سبق ہوتے ہین، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ برسون مین بھی کوئی عالم نہین ہوتا،

طلبا و مدرسین حرم، | ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہو، کیونکہ جب جس کو توفیق ہوئی اوس نے پڑھانا شروع

کر دیا، جہان کچھ کام آگیا یا عذر ہو گیا تدریس موقوف یا متأخر کر دی، اشہر حج مین ذو لیقعدہ، ذی الحجہ، محرم مین چونکہ اکثر لوگ، کاروبار مین مشغول ہو جاتے ہین، اِس لئے طلبار کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہی، صفر سے شوال تک کچھ چرچا رہتا ہی، اکثر پندرہ مدرس اور ڈیڑھ سو طالب علم تدریس و تحصیل مین مشغول نظر آتے ہین،

المدرسۃ الصولتیہ، مدرسۂ صولتیہ مسلمانانِ ہند کی قابل فخر یادگار ہی، اس کے بانی مولانا رحمۃ اللہ صاحب مرحوم کیرانوی مہاجر (مؤلف کتاب اظہار الحق) ہین، چونکہ مدرسہ کی بنار و تعمیر کلکتہ کی ایک معزز و مخیر خاتون (صولت النسا بیگم) کے پیسہ سے ہوئی تھی اِسلئے اِسکا نام "صولتیہ" رکھا گیا، ۱۲۹۱ھ مین اِس کی بنیاد ڈالی گئی اور اِس کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی، اِس مدرسہ سے اوس کے بانی مرحوم کے مقاصد یہ تھے،

(۱) تعلیم قرآن کریم بالتجوید و حفظ قرآن، (۲) اہل مکہ و مہاجرین کی دینی تعلیم و تربیت کے وسائل مہیا کرنا، (۳) ہندوستان وغیرہ ممالکِ اسلامیہ سے جو آفاقی طلبہ بغرض تعلیم یہان آتے ہین اور عربی نہ جاننے کی وجہ سے علمار حرم سے استفادہ نہین کرسکتے اون کی تعلیم اور اون کے لئے خور و نوش و قیام وغیرہ ضروریات کا بندوبست کرنا، (۴) طلبہ کی دینی تربیت و تہذیب اخلاق، تاکہ یہان کے سندیافتہ تمام جہان مین سلف صالحین کا نمونہ ہون، (۵) علوم نقلیہ و عقلیہ کی اشاعت،

طریقۂ تعلیم، مولانائے مرحوم ہندوستان کے قابل قدر علمار مین سے تھے، اور درس نظامی کے فیض یافتہ، اِسلئے یہان بھی وہی طریقۂ تعلیم اور وہی نصاب جاری کرنا چاہا، مگر یہان اوس وقت تک معقولات سے کوئی نام آشنا بھی نہ تھا، علی العموم تجوید، نحو، فقہ، یہ تین چیزین پڑہائی جاتی تھین، تفسیر، حدیث، اصول وغیرہ تبرکاً پڑھ لیتے تھے، مولانا نے معقول کی کتابین خود پڑہانا شروع کین، تجوید و قرآت سبعہ و علوم عربیہ کے لئے مدرس مقرر کئے، مگر قلت آمدنی کی وجہ سے مدرسین کی کافی تعداد نہ مقرر کرسکے، اِس وجہ سے بڑی کتابین خود ہی پڑھانی پڑتی تھین، اہل مکہ کو تو اس قدر شوق علم بھی نہ تھا جو درس نظامی پورا پڑھتے، آفاقی طلبہ شوقین محنتی ہوتے ہین مگر اکثر دو چار برس کے مہمان ہوتے ہین اور شہد کی مکھی کی طرح مختلف ممالک کے مدارس کا

دورہ کرتے رہتے ہین، اس وجہ سے چند ہی طلبہ ایسے نکلتے ہین جنھون نے درس نظامی کی اکثر کتابین مولانا سے پڑھ لی تھین، اون مین قابل ذکر وقدر دو شخص تھے، شیخ اسعد دہّان، شیخ عبد الرحمن دہان یہ دونون حقیقی بھائی اور مولانا کے ارشد تلامذہ تھے، مولانا کے بعد بھی مدرسہ مین تعلیم دیتے رہے شیخ عبد الرحمن نے تو آخر وقت تک نبھایا، اور مدرسہ کی خدمت ہی مین عمر صرف کر دی، دوسرے بھائی شیخ اسعد تدریس حرم اور سرکاری وظائف مین مشغول ہوگئے، اور جب اون کی وفات ہوئی ہی تو یہ مکہ مکرمہ کے قاضی تھے،

مولانا رحمۃ اللہ صاحب کا ۱۳۰۸ھ مین انتقال ہوگیا، اون کے بعد مدرسہ کی ادارت اون کے بھتیجے مولوی بدر الاسلام صاحب کے سپرد ہوئی اور جب وہ بھی کنارہ کش ہوکر قسطنطنیہ چلے گئے تو اون کے بھتیجے مولوی محمد سعید صاحب نے اِس کام کو اپنے ذمہ لیا اور اب تک مدرسہ کا نظم ونسق وغیرہ یہی سنبھالے ہوئے ہین اور جس خلوص وایثار سے کام کر رہے ہین وہ بے نظیر ہی، جزاہ اللہ خیرا، مولانا کے بعد چونکہ ایسے مہتمم ہوئے جو خود تعلیم نہ دے سکتے تھے، اسلئے تعلیم کا دار ومدار مدرسین پر رہ گیا، اور حرم شریف جیسی بے قاعدہ تعلیم ہوگئی، مدرسین وطلبا کسی قانون کے پابند نہین ہین، جو جی چاہا پڑھایا، طالب علم کو بھی اختیار ہی جو چاہے پڑھے اور جس سے چاہے پڑھے، یہ بات بہت مضر ثابت ہوئی، طالب علمون کا عزیز وقت ضائع ہوجاتا ہی اور دو چار معمولی کتابین پڑھکر وہ چلدیتے ہین، اِسی وجہ سے اِس مدرسہ سے جو مقاصد تھے وہ حاصل نہ ہوسکے، اور جب تک باقاعدہ نظام تعلیم نہ مقرر کیا جائیگا، مہتمم صاحب کی محنت اور مسلمانون کا سرمایہ اِسی طرح ضائع ہوتا رہے گا،

نصاب مدرسہ مدرسہ کا نصاب درس نظامی قرار دیا گیا تھا، اور اب تک یہی بتایا جاتا ہی، مگر عملاً تو کوئی نصاب نہین ہی، مدرسہ کی عربی رُوئیداد مین جن علوم کی تدریس بیان کی گئی ہی وہ یہ ہین،

(۱) قرآن کریم با تجوید وحفظ (۲) تفسیر (۳) حدیث (۴) عقائد (۵) فقہ حنفی (۶) فقہ شافعی (۷) اصول حدیث (۸) اصول فقہ (۹) فرائض (۱۰) اخلاق (۱۱) تاریخ اسلام (۱۲) معانی وبیان وبدیع (۱۳) ادب (۱۴) منطق

(۱۵) حکمۃ قدیمہ (۱۶) ہیئت قدیمہ (۱۷) میقات (۱۸) جبر و مقابلہ (۱۹) الحساب (۲۰) مساحت (۲۱) ہندسہ (۲۲) عروض و قوافی (۲۳) صرف (۲۴) نحو (۲۵) خط و املا،

• مگر حقیقت یہ ہو کہ یہ خیالی فہرست ہی، ان مین اکثر علوم و فنون ایسے ہین جو شاید ہی کبھی پڑہائے گئے ہون، جب کوئی مدرس اون علوم کا واقف کار آجاتا ہی اور کوئی شوقین طالب علم بھی اوس کو مل گیا تو ایک آدھ کتاب پڑھ لیتا ہی، ورنہ دائمی علوم یہ ہین، قرآن کریم با تجوید و حفظ، فقہ، اصول فقہ، معانی و بیان و بدیع منطق، حساب، صرف، نحو، خط و املا، تفسیر، حدیث، اور ان کی بھی اکثر ابتدائی کتابین زیر تدریس ہتی ہین بڑی کتابین تو نادراً پڑھی جاتی ہین، البتہ حدیث مین صحیحین یا سنن مین سے کسی ایک کتاب کا اکثر درس رہا ہی، مگر تبرکاً و سرداً خالیاً عن الفہم والتحقیق،

کتب تعلیم، کتب درسیہ وہی ہندوستان کے مدارس عربیہ کی کتابین ہین، البتہ چند ابتدائی کتابین مکۂ مکرمہ و مصر کے درس عربی کی بھی اضافہ کرلی گئی ہین، مثلاً، امثلہ، بنا، مقصود، عزّی (صرف) اجرومیہ و شرحہا، شرح الایضاح (نحو)، سلم الاخضری، المطلع (منطق)، مرقاۃ الاصول، مراقی الفلاح، ملتقی الابحر، الدرر والغرر (فقہ)

مدت تعلیم، مدت تعلیم دس سال ہین، مگر اول تو اس مدت تک کوئی پڑھتا ہی نہین کہ جب کچھ فائدہ محسوس ہو تو کیون تضیع اوقات کی، اور اگر پڑھے بھی تو درس نظامی ختم نہین ہوتا، کیونکہ قلت مدرسین، قلت درس عدم نظام یہ سب چیزین حارج ہین، چنانچہ جن طلبا کو یہان سے سند فراغت عطا کر دی گئی ہو اون کی یہ کیفیت ہو کہ چند ابتدائی کتابین پڑہانے کے بعد، ہدایہ، بیضاوی، صحیحین پڑھا کر فارغ التحصیل کر دیا گیا ہی، ورنہ ایسا کوئی طالب علم مدرسہ پیش نہین کر سکتا جس نے پورا درس نظامی ختم کیا ہو، یا اوس کو عالم کا لقب ملسکتا ہو،

مدرسین، اس مدرسہ کے مدرسین دو قسم کے لوگ رہے ہین، ایک تو وہ جنھون نے مکہ کی ہجرت و مجاورت اختیار کرلی تھی، یہ تو ہمیشہ مدرسہ ہی کی ملازمت مین رہے، اور اپنی عمر نشر علم و تحصیل اجر مین صرف کی، اور باوجود قلت معاش، اس کار خیر کو نہ چھوڑا، حالانکہ اور جگھون سے اون کی طلبی بھی ہوئی اور بڑی بڑی تنخواہین بھی پیش

کی گئین مگر یہ ثابت قدم رہے، جزاہم اللہ خیراً و کثر امثالہم،

ان مدرسین مین سب سے زیادہ قابل قدر و مستحق ذکر، شیخ عبد الرحمٰن وہان مرحوم قاری عبداللہ صاحب مرحوم، قاری عبد اللطیف صاحب، قاری محمد ابراہیم صاحب ہین، شیخ عبد الرحمٰن وہان ہسلف صالحین کا نمونہ تھے، علم، زہد، قناعت، تقویٰ، حسن خلق مین بے نظیر تھے، تمام عمر نشر علوم دین مین مصروف رہے، اونکی وجہ سے شہر کے بہت سے معززین نے اپنے بچون کو مدرسہ مین داخل کردیا تھا، قاری عبداللہ صاحب مرحوم ہندوستانی مہاجرین مین سے تھے، تجوید و قرآت سبعہ کی تحصیل مکہ ہی مین، قرا مصر سے کی تھی، تمام عمر تعلیم قرآن مجید و کتب تجوید و قرآت مین مشغول رہے، مکہ مکرمہ مین ان سے زیادہ کوئی علم تجوید و قرآت سبعہ کا ماہر نہ تھا، قاری صاحب کا فیض عام تھا، اکثر ممالک اسلامیہ مین اون کے تلامذہ ملین گے، ہندوستان مین بھی اکثر مدارس اسلامیہ مین ان کے شاگرد قرآن کریم و تجوید کے مدرس ہین، ان کے بھائی قاری عبد الرحمٰن صاحب ابتک الہ آباد مین اسی مقدس کام مین مشغول ہین، کاشکے وہ مکہ آکر اپنے بڑے بھائی کے جانشین ہوجاتے، قاری صاحب مرحوم کی اولاد تو اور کامون مین مشغول ہو یعنی وظائف حکومت مین، قاری عبد اللطیف صاحب اور قاری ابراہیم صاحب ابتک موجود ہین اور خلوص اور ایثار و محنت سے کام کررہے ہین، جزاہم اللہ خیراً، مدرسین کی دوسری قسم وہ ہے جو ہندوستان سے حج کے لئے آتے تھے اور اوس کے بعد چند سال کے لیئے یہان کی اقامت اختیار کرلیتے تھے اور اس عرصہ مین مدرسہ کی تدریس بھی قبول کرلیتے تھے کہ ہم خرما و ہم ثواب، ان مین مشہور اور قابل حضرات یہ ہین، (۱) مولوی احمد حسن صاحب مرحوم کانپوری، (۲) مولوی محمد نور محمد صاحب (۳) مولوی عبد اللطیف صاحب (۴) مولوی اصغر صاحب (۵) مولوی مشتاق احمد صاحب کانپوری، (۶) مولوی اکبر صاحب،

یہ حضرات بھی بہت ہی خلوص نیت سے کام کرتے تھے، اور جب تک مکہ مین رہتے پڑھاتے رہتے، پھر اپنے اپنے وطن چلے جاتے، مدرسہ کے مدرسین خواہ وہ دائمی ہون یا عارضی، کی تنخواہین ہمیشہ سے اتنی قلیل رہی ہین جس کی وجہ سے اون کو سخت تکلیف کا مقابلہ کرنا پڑا ہے، یہ تنخواہین لیرمان کی گرانی و

اخراجات کے ہرگز مناسب نہین ہین، یہ صرف خدا تعالیٰ کی تسخیر ہو کہ مدرسہ کو ایسے عالم ملتے رہے جنھون نے دنیاوی راحت و آرام کا خیال ترک کرکے حسبتہً للہ کام کیا، مگر حقیقت یہ ہو کہ انسان مین کتنا ہی ایثار و جفا کشی کا مادہ ہو اِس زمانہ مین اگر اوس کو اپنی ضروریات کی طرف سے فارغ البالی نہ ہو تو ضرور اوس کے کامون مین خلل پڑجاتا ہو، اسی وجہ سے یہ مدرسین بھی زیادہ کام نہ کرسکے تاہم جو کچھ کرگئے وہ قابل قدر و شکریہ ہو،

تعداد مدرسین، مدرسین کی تعداد ہمیشہ ناکافی رہی ہو، جس کی وجہ قلت سرمایہ اور خرچ بیجا ہو، یعنی تعمیر وغیرہ مین تو کافی خرچ کیا جارہا ہو اور مدرسین جو روح المدرسہ ہین اون کی تعداد، تنخواہین نہایت کم رکھی گئی ہین، اکثر یہ طریقہ رہا ہو کہ قرآن کریم و تجوید و قرأت کی تعلیم کے لیے پانچ قاری، ابتدائی کتابون کے لیے پانچ استاد، اور بڑی کتابون کے لیے ایک یا دو مدرس ہوتے ہین،

تعداد طلبہ، طلبہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہو، سب سے زیادہ تعداد ۱۳۳۰ھ اور ۱۳۳۱ھ مین تھی یعنی جبکہ (۵۲۷) طالب علم زیر تدریس تھے، جن کی تقسیم بحسب اقوام حسب ذیل ہو،

ترک ۱۳، عرب ۲۱۹، شامی ۳، بغدادی ۸، ہندوستانی ۴۷، افغانی ۴، یمنی ۶، جاوی ۸، بخاری ۲۲، ان مین سے ۱۱۹ درجۂ علوم مین تھے اور باقی درجۂ قرآن و تجوید مین، اِس کے بعد جنگ عمومی کا زمانہ آیا اور اکثر طلبا اپنے اپنے وطن چلے گئے یا فکر معاش مین مصروف ہوگئے، ۱۳۳۹ھ مین ۲۰۵ طلبا موجود تھے، اب ۱۳۴۱ھ مین ۲۵۰ طلبہ زیر تعلیم ہین، جن مین سے اکثر درجۂ تجوید اور کتب ابتدائی مین مشغول ہین، بڑی کتابین پڑھنے والے تو دو چار ہی ہین،

کارکنان مدرسہ، مدرسہ کے کارکن یہ ہین، (۱) مہتمم صاحب (۲) خزانچی، (۳) محرر دفتر، (۴) مراقب مدرسہ (۵) بواب یعنی دربان،

آمدنی و اخراجات مدرسہ، اس مدرسہ کی آمدنی کا دارومدار ہندوستانی اہل خیر کے صدقات و عطیات پر ہو، دولت علیہ عثمانیہ نے چند ہزار روپیہ سالانہ صیغۂ اوقاف سے اوس کے لیے مقرر کیے تھے اور آیندہ اضافہ کی بھی امید تھی

مگرافسوس کہ مدرسہ کے بانی مرحوم نے اِس کو قبول نہ کیا، اس کی وجہ دور اندیشی یا حکومت کی مداخلت کا اندیشہ بتایا جاتا ہی جو غیر صحیح ہی، وہ لوگ ایسے نہ تھے جن سے کسی قسم کا ڈر ہو، اگر یہ عطیہ منظور کر لیا جاتا تو مدرسہ کو اچھی کامیابی ہوجاتی، خیر گذشتہ را صلوٰات، ۱۳۲۲ھ تک مدرسہ کی سالانہ آمدنی دس ہزار روپیہ کے اندر تھی، ۱۳۳۱ھ مین پندرہ ہزار چھ سو روپیہ تک پہونچگئی، ۱۳۳۰ھ مین ۱۲۲۰۰ روپیہ اور ۱۳۲۹ھ مین بائیس ہزار روپیہ کی آمدنی ہوئی، یہ امداد زیادہ تر غریب طبقہ کے چھوٹے چھوٹے غیر دوامی چندون سے ہوتی ہی، ہندوستان کے رؤسار مین سے صرف ریاست حیدرآباد سے دو سو ماہانہ (ایک سو مدرسہ کے لئے اور ایک سو مہتمم کے لئے) اور ریاست بھوپال سے ایک سو ماہانہ مقرر ہین،

خرچ کا زیادہ تر حصہ مدرسہ کی نئی عمارت پر صرف ہو رہا ہی، مدرسین و ملازمین کو تو چھ سو روپیہ ماہانہ ملتے ہین بڑی سے بڑی تنخواہ ساٹھ روپیہ ہی، مگر جس نرخ سے کہ اِن غریبون کو تنخواہ دیجاتی ہی اوس حساب سے یہ بھی رہجاتے ہین، یعنی ساٹھ کے پینتالیس ہی ملتے ہین، وجہ یہ ہی کہ مکہ مین ہندوستانی روپیہ کا نرخ ہمیشہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہی، ایام حج مین تیرہ چودہ قروش تک پہنچ جاتا ہی، اور اکثر دس گیارہ قروش کو رہتا ہے، کارکنانِ مدرسہ نے سہولت حساب کی غرض سے اپنی تنخواہون کا نرخ آٹھ قروش مقرر کر رکھا تھا، اِس طرح جس کی تنخواہ ساٹھ روپیہ ہی اوس کو ۴۸۰ قروش دیئے جاتے تھے، حالانکہ بازار کے نرخ سے کم از کم ۶۶۰ ملنے چاہیئے تھے، اب چند ماہ سے دس قروش کا نرخ کر دیا ہی، یعنی جبکہ بازار مین چودہ قروش ملنے لگے ہین، حالانکہ مدرسہ کو جو آمدنی ہوتی ہی وہ روپیہ کے حساب سے ہی اور اون کو اوسی نرخ سے رقم پہونچتی ہی جو بازار کا نرخ ہوتا ہی، پھر یا تو دینے مین بھی بازار کا نرخ رکھنا چاہئے ورنہ تنخواہین مکہ کے سکہ کے حساب سے مقرر کرنی چاہیئین تاکہ لوگون کو شبہہ و اعتراض نہ ہو،

عمارات مدرسہ، (۱) مسجد، یہ مولانا رحمۃ اللہ مرحوم کی بناکردہ ہی، مؤذن امام مدرسہ کی طرف سے مقرر ہین ظہر و عصر کی نماز طلبہ اِس مین پڑھتے ہین،

(۲) دار التدریس: یہ بھی مولانا مرحوم کے زمانہ کی عمارت ہی، طلبا کی کثرت کی وجہ سے یہ ناکافی ثابت ہوا ہی، اس لئے اس کے متصل ہی دوسری نئی عمارت طیار ہو رہی ہی، اکثر کام ہو چکا ہی، لکڑی اور استرکاری کا کام باقی ہی، اُمید ہی ایک دو سال مین مکمل ہو جائیگی، یہ عمارت بہت عمدہ اور شاندار بنائی گئی ہی، اور مہتمم صاحب کا بہترین کارنمایان ہی، خدا کرے جلد اس سے فارغ ہو جاوین تاکہ تعلیم کی طرف بھی توجہ کر سکین،

(۳) رباط مدرسہ جسکو دار الاقامہ کہہ سکتے ہین، یہ پٹنہ کے ایک مخیر رئیس کی یادگار ہی، اس مین آفاقی طلبہ رہتے ہین، زیادہ سے زیادہ چالیس طلبا کی گنجایش ہی، سنہ ۳۳ھ مین پچیس طالب علم اس مین مقیم تھے، اور مدرسہ کی طرف سے اون کو وظیفۂ خوراک کے نام سے بہت ہی قلیل ناکافی امداد ملتی تھی، اب تو خالی پڑی ہی، دو چار طالب علم رہگئے ہین، دنیا مین اگر امن و امان ہو گیا تو پھر طلبہ آنے شروع ہون گے اسلئے یہ تجویز پیش کی گئی ہی کہ نیا دار الاقامہ بنایا جائے، جس مین سو طالب علم اور چار مدرس قیام کر سکین، تجویز بیشک مفید ہی مگر خدا کے لئے اس کو ابھی ملتوی رکھا جائے، اور تعلیم کی طرف توجہ کی جائے، ورنہ دس بارہ سال اور مدرسہ کی یہی ناگفتہ بہ حالت رہیگی، کاش کہ مسلمان ہمت و توجہ کرین اور یکمشت چندہ کر دین تاکہ یہ سب عمارتین مکمل ہو جائین اور تعلیم مین بھی خرج نہ ہو،

کتب خانۂ مدرسہ، مدرسہ کے متعلق ایک کتب خانہ بھی ہی، جس مین عربی، فارسی، اُردو کی کتابین ہین، موجودہ عمارت کی تنگی کی وجہ سے اس کا انتظام ٹھیک نہین ہی، انشاء اللہ نئی عمارت مین اسکی حالت درست ہو جائیگی ضرورت ہی کہ اس کتب خانہ کو علمی ذخائر سے مالامال کر دیا جائے، ہندوستان کے علم دوست اصحاب توجہ فرمائین تو یہ کوئی بڑی بات نہین ہی،

مدرسہ کی موجودہ حالت، جنگ یورپ کا اثر تمام عالم پر پڑا ہی، اور حجاز کی جو حالت ہوئی ہی وہ تو سب کو معلوم ہی ان واقعات نے مدرسہ کو بالکل مردہ کر دیا ہی، خدا نے چاہا تو اب از سر نو زندگی شروع ہوگی، فی الحال اس مین ڈیڑھ سو لڑکے قرآن خوان اور دو سو کتب خوان ہین جو اکثر ابتدائی تعلیم پا رہے ہین، بڑی کتابین پڑھنے والے

چند طالب علم ہیں وہ بھی بے نظام و بے نصاب، تاہم این غنیمت است، مدرسین بارہ ہیں، پانچ قرآن کریم و تجوید کے لئے، پانچ کتب ابتدائیہ کے لئے، دو بڑی کتابون کے لئے، آجکل زیر درس بڑی کتابین یہ ہین مشکوٰۃ ترمذی، بخاری، بیضاوی، ہدایہ، توضیح تلویح قطبی،

خلاصۂ مباحث، اس سب سمع خراشی کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ کی تاسیس کو پچاس سال ہوگئے ہین مگر اس سے جو فائدہ ہونا چاہیئے تھا وہ حاصل نہین ہوا ہے اور بانی مرحوم کے جو مقاصد تھے اون مین سے صرف مقصد اول یعنی "تعلیم تجوید" مین کامیابی ہوئی ہے، باقی اور مقاصد ناتمام ہین اس کے اہم اسباب چار ہین (۱) قوم کی بے اعتنائی اور سرد مہری اور ناکافی امداد، (۲) قوم کی طرف سے کسی قسم کی نگرانی اور بازپرس کا نہ ہونا (۳) مدرسہ کی بے نظامی و بے نصاب تعلیم (۴) واقعات و حوادثات عالم، مہتمم صاحب کی قابلیت، ہمت، محنت قابل قدر ہے، مگر جو کام پوری جماعت کا ہو وہ ایک شخص نہین کر سکتا، لہذا اگر کوئی قابل ملامت ہے تو عموماً مسلمانان ہندوستان، اور خصوصاً حجاز کے ہندوستانی مہاجرین ہین، اب بھی وقت نہین گیا ہے، بہی خواہان قوم و مذہب، توجہ، کوشش مبذول فرمائین اور بالتدریج اصلاحات کے ذریعہ سے اس مدرسہ کو "جامعۂ اسلامیہ" کے درجہ تک پہونچا دین، فی الحال ان امور کی ضرورت ہے، (۱) اصلاح نصاب و نظام تدریس (۲) لائق مدرسین کا اضافہ، (۳) مدرسین و ملازمین کی تنخواہین زمانۂ موجودہ کے اخراجات کے مناسب کر دینا، (۴) ہر مدرس کو ایک علم یا ایک جماعت کے لئے مخصوص کر دینا، (۵) طلبہ کے لئے ضروری پابندیاں (۶) جدید دار التدریس کی تکمیل و افتتاح، (۷) موجودہ دار الاقامہ ہی کے لائق آفاقی طلبہ کی معیشت کا کافی انتظام مگر اوس کے ساتھ ہی ایسی تدابیر اختیار کی جائین کہ کوئی ایسا طالب علم جس کے خرچ کا مدرسہ متکفل ہو، تحصیل ختم کرنے سے پہلے علحدہ نہ ہو سکے، (۸) کتب خانہ کی تنظیم و ترقی، جب یہ سب اصلاحات ہو جائین تو پھر مزید اصلاحات و ترقی کی کوشش کی جائے، ہندوستان کے رؤسا اور رہبران قوم اگر توجہ کریں اور مرکز اسلام مین علم کی اشاعت کیلئے اپنی خدمات کا کچھ حصہ صرف کرین تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ مدرسہ ہندوستانیوں کے لئے قابل فخر بن سکتا

تعلیم جدید

نئی تعلیم سے ہمارا مقصد باقاعدہ و منتظم تعلیم ہو، اِس کی ابتدا دولت عثمانیہ کے سرکاری مدارس سے ہوئی تھی، مکہ مین دو مدرسے قایم تھے، اِن مین قرآن شریف، تجوید، فقہ، عقاید، تاریخ اسلام، تاریخ عثمانی، تاریخ عام، جغرافیہ، حساب، ہندسہ، مبادی تمدن، مبادی حفظ صحت، عربی، فارسی، ترکی زبانین، خوشنویسی، نقشہ کشی کی ابتدائی تعلیم ہوتی تھی، مدت تعلیم چھ سال تھی، اس کے بعد بڑی تعلیم کے لیئے مدینہ منورہ مین (مدرسہ اعدادیہ) تھا، اوس کی تعلیم انٹرنس کے مرادف تھی، بعض طلباء استنبول چلے جاتے تھے، اور وہان کے مدارس عالیہ مین داخل کرلیئے جاتے تھے، جو طلبہ ملازمت کرنی چاہتے تھے اون کو سرکاری کامون مین لے لیا جاتا تھا، ۱۳۳۴ھ کے انقلاب مین یہ دونون مدرسے برباد ہوگئے اِن مدارس کے بعد مدرسۂ فلاح، فخریہ، دار الفائزین، مدارس ہاشمیہ مین تعلیم جدید کا انتظام کیا گیا ہی،

مدرسۂ الفلاح اِس نام سے اول جدہ مین ۱۳۲۳ھ مین ایک مدرسہ کھولا گیا تھا جو ابتک قایم ہی، اور اچھا کام کر رہا ہی، اوس کے بعد ۱۳۳۰ھ مین مکہ مکرمہ مین بھی ایک مدرسہ قایم ہوا، اور اب مدینہ و طائف مین بھی ایک ایک مدرسہ کھولنے کا ارادہ سُنا گیا ہی، اِن مدارس کے مؤسس جدہ کے مشہور و معزز تاجر حاجی محمد علی زینل رضا ہین، صاحب موصوف علم دوست شیدائے قوم و مذہب شخص ہین، اِن مدارس کی تاسیس اور ترقی مین جس قدر اونھون نے کوشش کی ہی اور جس قدر خرچ کیا ہی اوس کی وجہ سے وہ تمام مسلمانون کی محبت و شکریہ و دعائے خیر کے مستحق ہین، جزاہ اللہ خیرا، خرچ کا زیادہ تر حصہ بمبئی، کلکتہ، رنگون کے تاجرون کے چندہ سے ہوا ہی، مگر اون کا ذاتی حصہ بھی کم نہین ہی،

تعلیم مدرسۂ فلاح اِس مدرسہ کا نصاب، انتظام، مکان وغیرہ غرض ہر چیز ابتک نہایت عمدہ و مناسب حال ہی، اِس مین تعلیم کے چار درجہ مقرر کئے گئے ہین، (۱) تحضیری، (۲) ابتدائی (۳) ثانوی (۴) عالی، تحضیری کی مدتِ تعلیم ایک سال ہی، اور ابتدائی کی تین سال ہی ثانوی کی بھی تین سال، اور عالی

کی بھی تین سال ہے، کل دس سال مدت تعلیم مقرر کی گئی ہے،

نصاب مدرسۂ فلاح (۱) قسم تحضیری، مدت تعلیم یک سال ہے، اس مین بچہ کو تعلیم دیجاتی ہے، تہجی، عربی الفاظ پڑھنے لکھنے کی مشق، ہندسہ، ارقام نویسی، اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کی مشق، قرآن شریف کے آخری دو پارے حفظ کرائے جاتے ہین،

قسم ابتدائی، اسکی مدت تین سال ہے، اس کا نصاب یہ ہے،

(۱) قرآن کریم ناظرہ بالتجوید، قد سمع اللہ کا سپارہ حفظ،

(۲) تجوید، کتاب مفتاح التجوید،

(۳) توحید، رسالۂ توحید مؤلفۂ مؤسس مدرسہ، رسالۂ توحید مؤلفۂ صدر مدرس مدرسہ،

(۴) فقہ، جامعہ "حنفی" سفینۃ النجا (شافعی) عشماویہ (مالکی)

(۵) حدیث، (الترغیب والترہیب) مؤلفۂ مدرسہ کا حصۂ عبادات،

(۶) سیرت نبوی، خلاصۃ السیرۃ، مؤلفۂ مدرسہ،

(۷) صرف ونحو، الأمثلۃ الجدیدہ، الدروس النحویہ (جزء ۱ و ۲)

(۸) املاء وانشاء، کلمات مفردہ ومرکبہ، رسائل اہلیہ، حفظ نظم ونثر عربی،

(۹) حسن خط، نسخ،

(۱۰) حساب، اعمال اربعہ مع کسور اصطلاحی،

(۱۱) تاریخ، مختصر تاریخ الانبیاء،

(۱۲) مسک الدفاتر یعنی بہی کھاتہ،

قسم ثانوی، اس کی بھی مدت تعلیم تین سال ہے اور نصاب حسب ذیل ہے،

(۱) قرآن کریم، قرآن کریم کی تلاوت و تکرار بالتجوید،

(۲) حدیث۔ "الترغیب والترہیب" مؤلفۂ مدرسہ کا حصۂ معاملات،

(۳) فقہ۔ استقالی وقدوری "حنفی"، ابوشجاع وشرح ابن قاسم "شافعی" الرسالہ "مالکی"

(۴) سیرت نبویؐ۔ نور الیقین "مؤلفۂ مصر"

(۵) الفرائض۔ شرح المارونی علی الرحبتہ،

(۶) تفسیر۔ "عم وتبارک" دو پاروں کی تفسیر مع رسالۂ اصول تفسیر مؤلفۂ زمزمی،

(۷) توحید۔ حاشیۂ الباجوری علی الجوہرۃ،

(۸) الصرف والنحو۔ بناء، الدروس النحویہ (ثالث ورابع) متن الفیہ ابن مالک،

(۹) بلاغت۔ قسم البلاغۃ من قواعد اللغۃ العربیہ نظم الجوہر المکنون۔

(۱۰) املا وانشاء۔ قواعد املا، خطب، وکلام عرب نثر ونظم، رسائل اہلیہ وتجاریہ،

(۱۱) خط۔ خط رقعہ وثلث ونسخ۔

(۱۲) حساب۔ کسورات وتناسب وغیرہ الی آخر کتاب الدرر البہیۃ تالیف مصر،

(۱۳) ہندسہ۔ کتاب المبادی والغایات،

(۱۴) جغرافیہ۔ جزیرۃ العرب، تطلعات شمس،

(۱۵) تاریخ۔ تاریخ العرب قبل الاسلام وتاریخ الانبیاء والخلفاء الراشدین وبنی امیہ وبنی عباسیہ،

(۱۶) مسک الدفاتر، بہی کھاتہ کے اصول،

قسم عالی، اِس کے بھی تین سال مقرر کیے گئے ہیں، مگر فی الحال پہلا ہی سال ہے، اِس وجہ سے سب کتابیں ابھی مقرر نہیں ہوسکیں، البتہ علوم مقررہ یہ ہیں، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، فرائض، توحید، صرف ونحو، بلاغت، انشاء، عروض وقافیہ، منطق، حساب اعلیٰ، ہندسہ، جغرافیہ، جبرو مقابلہ، رسم، مسک الدفاتر، علم اشیاء، حکمت طبعیہ، آداب مناظرہ،

کتب تعلیم | کتب تعلیم بعض تو قدیم ہین اور بعض اِس زمانہ کی تالیفات مصر، اور بعض کتابین خود مدرسہ کے اساتذہ نے تالیف کی ہین، جو بچون کے لیئے مفید ثابت ہوئی ہین، فہرست بالا سے یہ بات واضح ہو جائیگی،

طریقۂ تدریس | مدارس عصریہ کے اُصول پر ہے یعنی اُستاد تقریر کرتا ہی، طلبہ کو جو دریافت کرنا ہوتا ہے پوچھتے ہین، عملی دروس کی مشق کرائی جاتی ہی، دوسرے دن خلاصۂ درس سُن لیا جاتا ہی اور ضروری امتحان لے لیا جاتا ہی روزانہ چھ سبق ہوتے ہین، ہر سبق کے بعد تھوڑی دیر کی چھٹی ہوجاتی ہی،

مدرسین | مدرسین کی تعداد کافی ہی، اور تنخواہ بھی معقول ہی، ۱۳۳۰ھ مین ۱۶ اُستاد تھے مگر اب قسم عالی کا افتتاح ہوا ہی، اسلئے چند مدرس اور بڑھا دیئے گئے ہین،

تعداد طلبا | ۱۳۳۰ھ مین ۲۰۰ طلبہ تھے، اوس کے بعد تخفیف کردی گئی تھی تو تین سو رہ گئے تھے مگر اب تخفیف شدہ جماعتین پھر بحال کردی گئین، لہذا اُمید ہی کہ پھر تعداد بڑھ جائیگی،

آمد و خرچ | مدرسۂ فلاح کی آمدنی کے لئے پہلے ہندوستان مین چندہ کیا جاتا تھا مگر خاص اور محدود طبقہ مین، اب عرصہ سے اِس کے مؤسس نے ایک معقول رقم مدرسہ کے نام سے تجارت مین لگا دی ہے، جس کی آمدنی سے مکہ و جدہ کے مدرسون کے اخراجات ادا ہوتے ہین، مکہ کے مدرسہ کا خرچ ۱۳۳۰ھ مین ۱۹۰۹ ترکی پونڈ اور ۱۳۳۱ھ مین بوجہ تخفیف ۱۳۰۹ ترکی پونڈ ہوا ہی، (ایک ترکی پونڈ ۱۴ روپیہ کا ہوا کرتا تھا)،

مدرسۂ فخریہ | یہ بھی ہندوستانیون کا مدرسہ ہی، اِس کے بانی قاری عبد الحق مرحوم مہاجر تھے، قاری صاحب مرحوم بہت اچھے قاری اور قرأت سبعہ کے ماہر تھے، اور عربی کے خوشنویس بھی تھے، اِس لئے اِس مدرسہ مین طلبہ کو تجوید، قرأت سبعہ، خوشخطی کی تعلیم خاص اہتمام سے دیجاتی تھی، لیکن اور علوم کی طرف چندان توجہ نہ تھی، حکومت مصر کی طرف سے قاری صاحب کو پندرہ پونڈ ماہانہ ملتے تھے، اِسی مین سے وہ اپنا خرچ کرتے تھے اور جو بچتا تھا، وہ مدرسہ پر خرچ کردیتے، اِس کے بعد بعض اسباب ناگفتہ بہ کی وجہ سے وہ وظیفہ بند ہو گیا تو قاری صاحب کو ہندوستان کی طرف دستِ سوال پھیلانا پڑا، اور اونھون نے اِسی غرض سے

ہندوستان کا سفر اختیار کیا جو بیکار نہ گیا، ریاست بھوپال نے ایک سو روپیہ اور حیدرآباد سے دوسو روپیہ ماہانہ مقرر ہوگئے، اور مدرسہ کا نام فرمان روائے دکن کے نام کی مناسبت سے "مدرسۂ عثمانیہ" رکھا گیا اور ابتک حیدرآباد والے اسی نام سے موسوم کرتے ہین، مگر مکہ مین "فخریہ" ہی کے نام سے معروف و مشہور ہی، کیونکہ وہ نام زمانۂ حال کے غیر مناسب ہی، ولا مشاحۃ فی الاصطلاح، ۱۳۳۰ھ مین قاری صاحب کا انتقال ہوگیا، اون کے بعد مدرسہ کی ادارت اون کے جانشین و تربیت یافتہ "قاری اسحاق" صاحب کے سپرد ہوئی، یہ ایک منتظم اور لائق شخص ہین، مصر جاکر عربی مدارس کی حالت دیکھ چکے ہین، اور باقاعدہ تعلیم کے فوائد سے آشنا ہین اسلیئے ان کی ذات ادارت مدرسہ کے لئے باعث ترقی ہوئی، انھون نے پہلا کام یہ کیا کہ مدرسہ کو شخصی حیثیت سے نکالکر قومی بنادیا، باقاعدہ دفتر آمد و خرچ بنایا، اپنے لئے ایک معمولی رقم ماہانہ مقرر کرلی، یعنی مہتمی و صدر مدرسی کی تنخواہ، مدرسین مقرر کئے، نصاب مدرسی جاری کیا، تلامذہ کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا اون کی کوشش و ہمت کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ مدرسہ اِس وقت مکہ کے ابتدائی مدارس مین سب سے بہتر شمار کیا جاتا ہی اور ہر شخص اپنے بچون کو اِس مین بھیجنا چاہتا ہی، مگر افسوس کہ آمدنی بہت کم ہی، اِس وجہ سے مدرسین کا اضافہ نہین ہوسکتا، اور بہت سے طلبا واپس ہوجاتے ہین، حجاز مین تین سو ماہانہ کے خرچ سے اِس سے بہتر کسی مدرسہ کی حالت نہین ہوسکتی، کاشکے ہندوستان کے اہلِ خیر و ہمت اِس کی طرف بھی توجہ کرین اور لازمی امداد کے ذریعہ سے اِس کو بھی ترقی کا موقع دین،

تعلیم، اِس مدرسہ مین ایک درجہ تو حفاظ کا ہی جس مین مخصوص طلبہ کو قرآن کریم حفظ کرایا جاتا ہی، دوسرا درجہ علوم کا ہی اِس مین دو قسمین ہین (۱) تحضیری (۲) ابتدائی یا راقی، تحضیری کی مدت ایک سال اور راقی کی چار سال ہی نصاب بہت اچھا ہی، اور کتابین سہل اور مفید انتخاب کیگئی ہین، طریقۂ تعلیم بھی اچھا ہے اگر اسی طرح تعلیم ہوتی رہی تو انشاءاللہ نتیجہ بہت اچھا نکلے گا ابھی تو تین ہی سال ہوئے ہین،

تعداد طلبہ، فی الحال اِس مدرسہ مین تین سو طلبہ ہین، اضافہ کی گنجایش نہین ہی، ورنہ ابتک اِس سے

دوگنی تعداد ہو جاتی،

مدرسین، فی الحال نو مدرس ہین، اور اکثر قابل و محنتی، مگر تنخواہین بہت ہی کم اور ناکافی ہین اور اندیشہ ہو کہ تنگ آکر اچھے معلم خدانخواستہ کنارہ کش نہ ہو جائین، لیکن موجودہ آمدنی مین تو تنخواہ کا اضافہ نہین ہو سکتا،

مکان مدرسہ، مدرسہ کا اپنا ذاتی مکان نہین ہو، اس وجہ سے تقریباً سو روپیہ ماہانہ کرایہ کا مکان لینا پڑتا ہو، حرم کے قریب اس سے کم کرایہ کا مکان نہین مل سکتا، ہندوستان کے رؤسا رعظام مین سے کوئی ہمت کرکے مدرسہ کے لیے مکان خرید دے، یا بنوادے تو اس سے بہتر اور کوئی کام نہین ہو، صدقۂ جاریہ اور وہ بھی حرم محترم مین،

مدرسۂ دار الفائزین، یہ بھی ہندوستان کی ایک مالدار قوم (میمن) کی یادگار ہو اور اس کا انتظام بھی اس قوم کے مہاجرین کے ہاتھ مین ہو مگر حالت اچھی نہین ہو، صرف قرآن کریم اور بعض ابتدائی کتابین پڑھائی جاتی تھین اور وہ بھی بے قاعدہ، اگر اگلے سال سے نصاب مدرسی جدید، جاری کر دیا گیا ہو، اور پہلی جماعت قایم ہو گئی ہو، فی الحال اس مین پانچ معلم اور ایکسو متعلم ہین،

سرکاری مدارس، موجودہ حکومت نے چھ مدرسے مکہ مین کھولے ہین جس مین سے ایک مدرسۂ زراعت ہو، اور ایک حربیہ اور ایک راقیہ اور تین تحضیری،

مدرسۂ زراعت، یہ ۱۳۳۳ھ مین قایم ہوا تھا، شام سے تین پروفیسر بلائے گئے تھے، پچاس پچاس پونڈ ہر ایک کی تنخواہ (علاوہ خوراک) مقرر کی گئی، ایک عمدہ باغ اون کو عملی تعلیم کے لئے دیا گیا، تیس طلبہ داخل کئے گئے، اور مدت تعلیم تین سال رکھی گئی، اور یہ علوم تجویز ہوئے، حساب، ہندسہ طبیعات، کیمیا، حیوانات، نباتات، معلومات زراعیہ، سات ماہ تک یہ لوگ تعلیم دیتے رہے، اس کے بعد یہ واپس چلے گئے، ان کے بعد مصر کے دوسرے معلمین کم تنخواہون کے بلائے گئے، جو بالکل ہی بیکار ثابت ہوئے، ایک سال کے بعد یہ بھی چل بسے، اور مدرسہ بند ہو گیا، فی الحال یہ مدرسہ غیر موجود ہو، البتہ نام اور مکان باقی ہو،

مدرسۂ حربیہ، | اس مین فوجی افسرون کو تعلیم دیجاتی ہی، اور جو امتحان مین کامیاب ہوتا ہی اوس کو افسر بنادیا جاتا ہی،

تحفیظی مدارس | ان مدارس مین قرآن کریم، عربی لکھنے پڑھنے کی ابتدائی تعلیم ہوتی ہی، مدت تعلیم دو سال ہی، نصاب و طریقۂ تعلیم مفید ہی،

مدرسۂ راقیہ، | اس کی مدت تعلیم چار سال ہی، نصاب تقریبًا مدرسۃ الفلاح کے قسم ابتدائی اور ثانوی کے پہلے سال کے نصاب کے مشابہ ہی، بعض کتابون کا اختلاف ہی، ابتدائے تاسیس مین اس کا انتظام، طریقۂ تعلیم بہت ہی عمدہ تھا، شام کے مشہور و مقتدر افاضل و ادبا اس مین فخریہ تعلیم دیتے تھے، اگر مدرسہ اوسی حالت پر رہتا تو ابتک اعلی کالج ہوگیا ہوتا، مگر وہ لوگ کنارہ کش ہو کر چلے گئے، اور معمولی لیاقت کے معلمین رہگئے، اب اس مین پچاس طلبہ اور چند اُستاد ہین، قسم عالی کا بھی افتتاح ہوا تھا، اور ایک سال بہترین تعلیم ہوئی، اس کے بعد اوسکی تخفیف کردی گئی،

خاتمہ، | یہ ہی مکہ مکرمہ کی موجودہ تعلیمی حالت جو یقینًا مسلمانانِ عالم کے لئے قابل افسوس ہی، جہان سے چشمۂ علوم جاری ہوا ہو وہان اب قحط علم ہو؟ کیا ایسی حالت مین تمام مسلمانون پر عمومًا اور ہندوستان کے مسلمانون پر خصوصًا (کیونکہ بفضل اللہ تعالی وہان مذہبی احساس، ملی جوش زیادہ ہی، اور موجودہ مدارس کا اکثر حصہ گو وہ کیسے ہی حالت مین ہون ہندوستان ہی کے چندہ سے قایم ہی) یہ فرض نہین ہی کہ یہان کے موجودہ مدارس کی ترقی اور نئے مدارس قایم کرنے کی کوشش کرین، اور علوم اسلامیہ کی اعلی تعلیم کا یہان بندوبست کرین؟ یقینًا ضرور فرض ہی، اور اگر اب بھی غفلت و تساہل سے کام لیا گیا تو دنیا مین بھی اس کی سزا بھگتنی پڑیگی اور آخرت کی مسئولیت تو بہت بڑی ہی، اُمید ہی کہ ہندوستان کی اسلامی ریاستین، مذہبی و تعلیمی انجمنین اس طرف توجہ کرینگی وما علینا الا البلاغ، السعی منا والاتمام علی اللہ تعالی،

کاتب

"طالب العلم"

جہانگیر اور نورجہان

از جناب سبطین احمد صاحب بی اے علیگ (بدایون)

نورجہان بیگم کی شخصیت تیموریون کی تاریخ مین ایک دلچسپ فسانہ شخصیت ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کا باپ مرزا غیاث ایک پارسی نژاد امیر تھا، جو وطن کو خیرباد کہہ کر بیکسی و بے زری کی حالت مین عازم ہندوستان ہوا، راہ مین نورجہان کی ولادت واقع ہوئی، لیکن شکستہ پائی اور ناتوانی سے مجبور ہوکر اس گنج شایگان کو اسی ویرانہ مین چھوڑ دینا پڑا، کسی تاجر کی خداترسی نے دستگیری کی اور بالآخر یہ مظلوم جان پھر آغوش مادر تک پہنچ گئی، غیاث اکبر کے دربار مین باریاب ہوا اور اپنی کاردانی کے سبب رسوخ پاگیا، حتیٰ کہ دیوانی محلات کا عہدہ اس کو عطا ہوا، نورجہان مان باپ کے زیر سایہ پرورش پاتی رہی جس کی دلفریبیان خودنمائی کرنے لگین، زندہ دل سلیم شکار ہوگیا، لیکن اکبر نے اس مناکحت سے اختلاف کیا اور شیرافگن کے ساتھ اس کی شادی کرکے سلیم کی آرزؤن کو حسرتون سے بدل دیا، سلیم نے بااختیار ہوکر شیرافگن خان کو قتل کرادیا، مگر غیور نورجہان چار سال تک اس کے پیام محبت کو رد کرتی رہی، انجام کار غم فراموش ہوگیا، اور مرزا غیاث کی بیٹی حرم سلطانی مین داخل ہوگئی، سلیم کا یہ افسانہ عشق ایک مدت سے مشتبہ سمجھا جاتا ہے، لیڈر کی ایک اشاعت مین بھی اس موضوع پر ایک مقالہ شایع ہوا تھا، اب پروفیسر بنی پرشاد (الہ آباد یونیورسٹی) نے اپنی تازہ تصنیف حیات جہانگیر مین ایک مدلل بحث کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ جہانگیر شیرافگن کے قتل کا بانی نہ تھا اور نورجہان کے ساتھ اس کے عشق کی حکایت بے بنیاد ہے، پروفیسر موصوف کا استدلال حسب ذیل ہے،

"ہمعصر مورخین اس واقعہ کی طرف اشارہ بھی نہین کرتے، خود جہانگیر، کامگار، معتمد خان، عبداللہ حمید حتیٰ کہ یورپی سیاح جو ہر رطب و یابس کو بخوشی قبول کرلیتے تھے، مطلقاً خاموش ہین، اس لئے عہد

شاہجہانی کے مورخین جو اس روایت کے اولین ناقل ہین، ان لوگون کے مقابلہ مین قابل اعتماد نہین ہو سکتے، پھر یہ امر قابل غور ہے کہ اکبر نے جہانگیر و مہرالنسار کے ازدواج کی اجازت کیون نہ دی، حالانکہ معمولی حسب ونسب کی اکثر عورتین حرم سرائے خسروی مین داخل کرلی جاتی تھین، دوسرے یہ بات قابل استعجاب ہو کہ مہرالنسار کے ساتھ نکاح ہوجانے کے بعد اکبر نے شیر افگن خان کو سلیم ہی کی خدمت مین کیون تعینات کیا، اکبر جیسا دانا دو رقیبون کو یکجا کیون جمع کر دیتا، پھر یہ سمجھ مین نہین آسکتا کہ سلیم اُس رقیب کو اعزاز و مناصب کیون عطا کرتا، یہ بھی ہی تو نورجہان سی غیور عورت اپنے شوہر کے قاتل سے شادی کرلینے پر کیون رضامند ہوجاتی، اس لیے شاہنشاہ کو قتل کے الزام سے بری سمجھنا چاہئے، پروفیسر صاحب کے نزدیک اس اتہام کی ابتدار سترھوین صدی کے نصف آخر مین ہوئی، وہ فرماتے ہین کہ شیر افگن خان ایک بار ایام شاہزادگی مین جہانگیر کا ساتھ چھوڑ چکا تھا، اور بنگالہ اس وقت سازشون کا آماجگاہ بنا ہوا تھا، ایسی حالت مین کیا تعجب ہے کہ جہانگیر نے تنبیہ شیر افگن کو پاس بلالینا یا بہ الفاظ دیگر نظربند رکھنا مناسب سمجھا ان دلائل کے مقابلہ مین فاضل پروفیسر خافی خان اور شاہجہانی مورخین کو قابل استناد نہین سمجھتے،

ہندوستان ریویو کی تازہ ترین اشاعت مین مسٹر بینی پرشاد کی تصنیف پر ایک دلچسپ تبصرہ شایع ہوا ہے، معزز تبصرہ نگار پروفیسر صاحب کے استدلال سے مطمئن نہین ہوتا، وہ کہتا ہے ہنوز یہ امر کہ سلیم شیر افگن کے قتل مین شریک تھا یا نہ تھا، تاریخ مغلیہ کا ایک غیر فیصل مقدمہ ہے، یہ بات کہ ہمعصر مورخین اشارۃً بھی اس واقعہ کا ذکر نہین کرتے اس کے نزدیک بھی قابل وقعت ہے اور بہ آسانی رد نہین کیجا سکتی، وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ جہانگیر کے جرم کا تحریری ثبوت نہین ملتا لیکن باین ہمہ اُسکا ذہن شکوک سے خالی نہین ہوتا، فاضل ناقد کا یہ فیصلہ بھی حیرت انگیز ہے کہ "بار ثبوت اُن اصحاب کے ذمہ ہے جو شاہنشاہ کو بری الذمہ قرار دیتے ہین" غالباً عدم ثبوت سے بہتر صفائی کوئی مجرم پیش نہین کرسکتا، صورت واقعہ تو یہ ہے کہ اب مخالفین ہی کا یہ فرض ہے کہ سلیم کے جرم کا ثبوت فراہم کرین،

لیکن اس کے حامیین پروفیسر صاحب کے استدلال کے بعد اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے،

مقالہ نگار موصوف لکھتا ہے کہ "سارے بحث کا مدار شیر افگن خان کی غداری پر ہے لیکن اُس کے غدارانہ طرز عمل کا کیا ثبوت تھا، اس کے باب مین کوئی تحقیقات نہین کیگئی اور نہ اُس کو جواب دہی کا موقع دیا گیا، برخلاف اس کے اُس کی گرفتاری مین غیر متوقعہ بلکہ ذلت بخش عجلت سے کام لیا گیا، پھر اس غداری کا تذکرہ نورجہان کے باپ اور بھائی سے بھی کبھی نہین کیا گیا جو دربار مین موجود تھے، اور جن سے شاہنشاہ کو ہمہ وقت مصاحبت و مجالست رہتی تھی، ایسی صورت مین کہ شیر افگن کے قصور کی اثباتی شہادت موجود نہین، سازش کا الزام جابر سلاطین کا قدیمی بہانہ معلوم ہوتا ہے، جو شرمناک بداعمالیون کی پردہ پوشی کے لیے اختراع کر لیا جاتا تھا" اس استدلال پر ذرا تفصیل کے ساتھ نظر ڈالنی چاہئے، یہ ضرور ہے کہ شیر افگن کی غداری تحریری شہادت کی محتاج ہے، لیکن قیاس اُس کے قصور کی تصدیق کرتا ہے، خسرو جہانگیر کا فرزند اکبر دادا کی زندگی ہی سے سلیم کا حریف مقابل سمجھا جاتا تھا، امرا کا وہ گروہ جو اکبر کی رواداری و وسعت نگاہ کا مؤید تھا خسرو کا طرفدار تھا، کیونکہ خسرو اپنے اعمال و معتقدات مین اکبر کے نقش قدم پر چلتا تھا، راجہ مان سنگھ کہ خسرو کا خالو بھی تھا، اس گروہ مین امتیازی درجہ رکھتا تھا، چنانچہ اس کی خواہش تھی کہ خسرو وارث تاج و تخت ہوتا، جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد مان سنگھ کی گذشتہ روش سے مصلحتاً چشم پوشی کی اور اُس کو حکومت بنگالہ پر برقرار رکھا، ابھی اوّل سال جلوس ختم بھی نہ ہوا تھا کہ خسرو نے علانیہ علم بغاوت بلند کیا، قدرتاً اس کے حامیین کے دلون مین پھر گدگدی سی پیدا ہوئی ہو گی، اور مان سنگھ نے بنگالہ مین خفیہ سازشون کا سلسلہ پھر شروع کیا ہو گا، بنگالہ دارالخلافت سے دور ہونے کا ہمیشہ فائدہ اٹھاتا تھا، چنانچہ عہد افغانان مین تو اس کی تاریخ بغاوت و سرکشی کی ایک مسلسل داستان تھی یقیناً اس وقت بھی پروفیسر بینی پرشاد کے بقول پھر خفیہ ریشہ دوانیون کا مرکز بن گیا، اور ایسی حالت مین کیا بعید ہے کہ شیر افگن خان جسکی وفاداری پہلے بھی متزلزل ہو چکی تھی ان سازشون مین شریک ہو گیا ہو، سلسلۂ واقعات سے اس کی مزید تائید ہو جاتی ہے،

چنانچہ خسرو کے گرفتار ہوتے ہی مان سنگھ بنگالہ کی حکومت سے ہٹا دیا گیا، اور قطب الدین خان کو اُسکی جگہ مامور کیا گیا اس کے کچھ عرصہ بعد شیر افگن خان کی شکایت موصول ہوئی "کہ امثال این فتنہ جویان را درین ولایت گذاشتن لائق نیست" چنانچہ "بہ قطب الدین خان حکم رفت کہ اورا بدرگاہ بفرستد و اگر خیال باطل کند بہ سزا رساند"[1] معلوم ہوتا ہے کہ شاہان مغلیہ دربار مین بلاکر سزا وجزا کے فیصلے کیا کرتے تھے، زمیندار جیت پور بغاوت کرتا ہے اس کی نسبت جو حکم صادر ہوتا ہے بعینہ یہی ہے۔ "روح اللہ با فوجے بہ عقب او (زمیندار جیت پور) فرستادہ شد کہ او را بدست آورده بہ درگاہ آرد یا آوارہ وادی ادبار سازد"

یہ صحیح ہے کہ اصولاً جہانگیر کا بیان بے وقعت ہے مگر ایسی صورت مین کہ قرائن تائید کرتے ہون اور مخالف شہادت مل نہ سکے ملزم کا بیان ہی چار و ناچار صحیح ماننا چاہیے، اور اگر ان قرائن کے باوجود شیر افگن خان کے جرم کی صریح شہادت موجود نہ ہونا ملزم کو شبہہ کا فائدہ پہنچا سکتا ہے تو یہی حجت جہانگیر کی عذر دار ہو سکتی ہے،

شیر افگن کے جرم کی تحقیقات نہین کیگئی، لیکن اُس عہد مین کہ سلطان سے جواب طلب کرنیوالا کوئی نہ تھا تحقیقات اس قدر ضروری نہ تھی، خود سلطان کا ضمیر بہترین مفتی ہوتا تھا، اور بالفرض مغلیہ دور مین بھی habeas corpus act (ہے بی اَس کارپس ایکٹ) نافذ تھا بھی تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سزا کے ارادہ سے پہلے تفتیش جرم کہان فرض ہوتی ہے، تحقیق جرم نہ کرنے کا الزام تو جب عائد ہو سکتا تھا کہ پیشگاہ خسروی سے فرمان قتل صادر ہوتا، اس وقت جہانگیر کو اک غیر محقق قتل کا مرتکب کہا جا سکتا تھا، مگر اُس کا بیان تو یہ ہے کہ مقصود صرف دربار مین طلب کرنا تھا، اور یہ کوئی ایسی سزا نہ تھی کہ پہلے جواز و عدم جواز پر غور کر لیا جاتا؛ دربار مین آکر شیر افگن کو جوابدہی کا موقعہ بھی مل سکتا تھا چنانچہ یہ الزام بھی جہانگیر کی فرد جرم مین شامل نہین ہو سکتا،

---

[1] تزک جہانگیری،

مضمون نگار موصوف کا قیاس ہے کہ قطب الدین خان کی ایک شرمناک تجویز نے بہادر سپاہی کا غصہ مشتعل کر دیا اور وہ آمادۂ پیکار ہو گیا، اس کے متعلق تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ قیاس انسان کا فطری حق ہے اور کسی کو اُس سے تعرض نہین کرنا چاہیئے، اس کا تیسرا اعتراض ضرور قابل غور ہے وہ لکھتا ہے کہ نورجہان کے دہلی پہنچنے کے بعد" غالباً اس کا قیام حرم شاہی مین تھا یا کم سے کم حرم مین اُسکا سلسلہ آمد و رفت جاری رہا ہو گا، مگر تعجب ہے کہ جہانگیر اس بے نظیر حسن والی عورت کو جس کی شہرت سارے ہندوستان پر محیط تھی، چار سال بعد مینا بازار مین اتفاقیہ دیکھتا ہی، فاضل مضمون نویس اس کو باور نہین کر سکتا کہ جہانگیر نے نورجہان کو چار سال بعد دیکھا ہو، وہ سمجھتا ہے کہ مہرالنسار چار سال تک سوگ مین رہی اور جہانگیر کے پیام محبت کو انکاری جواب دیتی رہی، لیکن آخر کار امتداد زمانہ سے غم فراموش ہو گیا اور وہ شادی پر رضامند ہو گئی، دہلی پہنچنے کے چار سال بعد جہانگیر کا نورجہان کو دیکھنا حیرت انگیز کہا جا سکتا ہی، مگر اس وقت کہ علاقۂ عاشقی کا وجود تسلیم کر لیا جائے اگر یہ واقعہ تھا کہ جہانگیر مہرالنسار کا طلبگار نہ تھا تو کیا تعجب ہی کہ ان صدہا کنیزون مین ایک نورجہان بھی شامل ہو جو محل سلطانی مین مدتون خدمت گذاری کرتی تھین اور کبھی حضور شاہ تک رسائی کی نوبت نہ آتی تھی، علاوہ ازین معلوم نہین کہ یہ اتفاقیہ دیکھنا پہلی بار دیکھنے کا مترادف کیونکر ہو سکتا ہے، اغلب ہی کہ وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا لیکن ۱۶۱۱ء کے مینا بازار کا وہ نظارہ جس نے حسن کو سلطنت کے معاوضہ مین خرید لیا یادگار نظارہ تھا، اور اس لیے وہی مذکور ہوا، یہ ضرور نہین کہ جذبات عشق صرف دیکھنے ہی سے مشتعل ہو جائین، حافظ شیرازی کی سند اس معاملہ مین دلیل قاطع سمجھنی چاہیئے وہ فرماتے ہین،

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد　　　کہ نام آن نہ لب لعل و خط زنگاریست

مولانا جامی نے بالکل صاف کر دیا ہے،

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　　بسا کین دولت از گفتار خیزد

بابا فغانی کا یہ شعر غالبًا اسی موقع کے لیے ہے،

خوبی ہمین کرشمۂ و ناز و خرام نیست   بسیار شیوہاست بتان راکہ نام نیست

یہ بھی ضرور نہین کہ علاقۂ تعشق کی ابتدا، پہلے ہی دیدار سے ہو جائے،

غرض اس سلسلہ مین مرزا ہادی کے الفاظ جس نے تورک جہانگیری کا دیباچہ تالیف کیا ہے قابل لحاظ ہین، وہ کہتا ہے،

"بالجملہ از نیرنگیہائے آسمانی روزے درجشن نوروز جہان افروز" "بنظر درمین آنحضرت مقبول آمدہ درسلک پرستاران حرم سرائے خلافت انتظام یافت"

بنظر مقبول آمدن، سے پہلی مرتبہ دیکھنا اخذ نہین کیا جاسکتا اور نہ یہ قیاس کہ نورجہان پہلے بھی نظر سے گذر چکی ہوگی، کبوتر دن والی وہ حکایت جس کو آزاد نے بھی نقل کیا ہے اگر صحیح تسلیم کرلی جائے تو وہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جہانگیر کے عشق کو وجود مین لانیوالی مہرالنسار کی خوش فعلی تھی نہ کہ خوش روئی، پس ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اتفاقیہ نہ دیکھنا یا پہلی بار نہ دیکھنا نفس معاملہ سے غیر متعلق اور غیر مؤثر ہے؛ اور بالفرض نورجہان کے دہلی پہنچتے ہی یہ سلسلہ شروع ہوگیا تو بھی شیر افگن کا قتل اس کا ضمنی واقعہ کیونکر قرار پا سکتا ہے،

پروفیسر بینی پرشاد کا یہ خیال کہ اس افسانہ کی تخلیق عہد شاہجہانی مین ہوئی شاید صحیح نہو قرینہ یہ ہے کہ اس کا آغاز خود جہانگیر کی زندگی مین ہوچکا تھا، نورجہان حرم سلطانی مین داخل ہوتے ہی شاہنشاہ پر حاوی اور امور سلطنت مین دخیل ہونے لگی اُدھر جہانگیر نے بھی وہ وہ دلداریان کین کہ وہم وگمان سے باہر تھین، حتی کہ جہانبانی اور سیاست کا سارا نظم ونسق نورجہان کو سپرد کردیا اور خود ایک سیر شراب و نیم سیر گوشت پر قانع ہوگیا، قدرتًا یہ تعلقات خاص وعام کی زبانون پر رہنے لگے اور ناواقف طبقہ مین شیر افگن کا قتل نہایت آسانی کے ساتھ اسی سلسلہ کی ایک کڑی باور کرلیا گیا، ہندوستان لوگو

ناقد کا یہ اعتراض کہ شاہجہانی مورخین نے اس کو کیون نقل کیا اسی طرح لاجواب ہی جس طرح یہ سوال کہ ہمعصر وقائع نگارون نے نقل کیون نہ کیا، بہتر فرصت و دماغ رکھنے والے بزرگ اس مسئلہ کو شاید آیندہ حل کرسکین لیکن باوجود اس کے کہ شہادت ناقص ہی اور باوجود اس کے کہ قرائن سراسر خلاف ہین، ناروا ہوگا، اگر ہم فرض کرلین کہ جہانگیر نے شیرافگن کی زندگی اور اپنی نیک نامی کو عشق کی اندھی دیوی پر قربان کردیا،

ہندوستان ریویو کے صاحب مضمون نے پروفیسر بنی پرشاد کے دو اعتراضات پر مطلق توجہ ہی نہ کی، اولاً یہ کہ اکبر نے اس عقد کی مخالفت کیون کی؟ اور ثانیاً یہ کہ باوجود علم رقابت کے اس نے شیرافگن کو سلیم ہی کی خدمت مین کیون مامور کیا، ہر وہ مدعی جو سلیم کو ماخوذ کرنا چاہتا ہی مجبور رہے کہ ان شبہات کی غلط یا صحیح کچھ نہ کچھ تاویل کرے، مگر اس کا فرض یہین ختم نہ ہوجائیگا، ان کے سوا چند اور شکوک بھی پیدا ہوتے ہین، مثلاً یہ کہ دہلی پہنچنے کے بعد نورجہان کیونکر جہانگیر کے پیام محبت کو چار سال تک رد کرتی رہی، وہ زیرک اور دانشمند تھی اور سمجھتی ہوگی کہ ایک مطلق العنان حاکم کی امیدون کو مایوس کرنا کس قدر خطرناک تھا، ایک تاویل یہ ہوسکتی ہی کہ جہانگیر نورجہان کا طالب تھا اور محبوب کو عاشق سے مضرت کا اندیشہ نہین ہوسکتا، مگر یہ تاویل نورجہان کی دانائی کی تضحیک ہے، تلون سلطان کی سرشت ہوتا ہے اور اس نے تو زندگی ہی سلاطین کے مطالعہ مین گذاری تھی، گاہے بسلامے برنجند وگاہے بہ دشنامے خلعت دہند کی مثالین اپنی آنکھون سے اس نے دیکھی ہونگی پھر کس طرح فرض کرسکتے ہین کہ وہ اطمینان کے ساتھ چار سال تک ایسے خطرناک عاشق کے صبر کا امتحان کرتی رہی، اگر یہ سچ تھا کہ وہ شوہر کے غم مین دوسری شادی کا خیال نہین کرسکتی تھی تو کیون اس نے خود کو ہلاک نہ کرلیا، یا کیون جہانگیر کے دست آز سے محفوظ ہوجانے کی کوشش نہ کی، اس جیسی صاحب تدبیر عورت کو کیا دشوار تھا کہ خفیہ طور پر نقل مقام کردیتی، شاید یہ سمجھتی ہو

کہ ہر جگہ پیام محبت اس کو سنائے جائینگے اور آخر کار کسی خاوند کی پناہ لینی پڑیگی، مگر شاہنشاہ وقت سے بہتر خاوند کون ہو سکتا تھا جب وہ دل مین سوچتی ہوگی کہ مفر ناممکن ہے اور بیوہ رہنا مشکل تو کیون اُس نے جہانگیر کی درخواست کو اول ہی دن قبول نہ کر لیا، یہ تمام قیاسات جہانگیر کی بریت ثابت کرتے ہین؛ لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نورجہان اور جہانگیر کا تعشق کبھی شروع ہوا ہو مگر شیر افگن کے قتل کے بعد شروع ہوا اور شیر افگن خان کا قتل کسی وجہ سے ہوا ہو مگر جہانگیر کے عشق کی وجہ سے نہ ہوا، پس ان دونون اقعات مین کسی طرح باہم علت و معلول کا تعلق نہ سمجھنا چاہئیے اگر ایام شاہزادگی مین عاشق ہونا ثابت ہو جائے تو قتل کا الزام بھی شاہنشاہ کو دیا جا سکتا ہے، یا شیر افگن کو بے سبب قتل کرانا مسلم ہو جائے تو عشق پر استدلال ہو سکتا ہے، لیکن ایک کو دوسرے سے جدا کر کے دیکھا جائے تو نہ الزام عشق بجائے خود ثابت ہے نہ جرم قتل، دونون کو مخلوط کر دینا اور ایک کو دوسرے کے اثبات مین پیش کرنا ہرگز روا نہین، یون تو یہ مسئلہ مصادرہ علی المطلوب کی ایک بھول بھلیان بنجائیگا اور اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کتب خانۂ سکندریہ کی بربادی کا الزام فاروق اعظم کو دیا جائے اس لیے کہ وہ کتابون کا وجود اشاعت اسلام کے لیے خطرناک سمجھتے تھے، لیکن جب اس آخری فرض کا ثبوت طلب کیا جائے تو پھر اسکندریہ کا واقعہ بہ طور دلیل پیش کر دیا جائے،

فی الجملہ صرف جہانگیر کی اپنی روایت قابل اعتماد ہے، کیونکہ دوسری روایت قرائن کے خلاف ہے موجودہ دور عقلیت مین درایت بہمہ وجوہ روایات پر قابل ترجیح ہے، چنانچہ قرائن بالا کے مقابلہ مین خافی خان اور دوسرے شاہجہانی مورخین مع اپنی تمام صداقت و ثقاہت کے ناقابل التفات ہین، جہانگیر کے بیان کے مطابق شیر افگن خان کو طلبی درگاہ کا حکم سمجھانے کے لیے قطب الدین خان اس کے پاس گیا اور گرفتار کرنا چاہا ...... لیکن علی قلی (شیر افگن) نے موقعہ پا کر قطب الدین کو زخمی کر دیا، یہ دیکھکر ایک نکوکار نے علی قلی کو مجروح کر دیا، وہ بے بس ہوگیا

بعدہ قطب الدین کے ہمراہی جمع ہوگئے اور اس کو پارہ پارہ کر دیا، اس بیان سے تمامی شبہات کی تسلی اور ہر سوال کا جواب کافی ہو جاتا ہے، ایک فلسفی کا قول ہے کہ وجود الٰہی کا اس لیے قائل ہو جانا چاہیے کہ اس سے یہ عقیدۂ موجودات عالم حل ہو جاتا ہے، یہ صحیح ہو کہ بیان بالا خود ملزم کا بیان ہے لیکن حق گوئی اور ملزمی متضاد چیزین تو نہین کہ کبھی جمع نہ ہو سکین، برخلاف اس کے جہانگیر اپنے دادا بابر کی طرح راست گفتار آدمی معلوم ہوتا ہے وہ شراب نوشی اور افیون خوری کے قصّے، سادھوؤن کا استیصال کرنا، بتون کو توڑنا غرض ہر کمزوری اور گناہ کا اقبال کرتا ہے، یہان تک کہ ابوالفضل کو قتل کرانا بھی بے جھجک تسلیم کر لیتا ہے، پھر یہ سمجھ مین نہین آتا کہ وہ شیر افگن کے معاملہ مین اپنی قدیم عادت ترک کر کے سازش کا حیلہ کیون ڈھونڈھتا ہو، بالفرض وہ بانی قتل تھا اور اس جرم کو مخفی ہی رکھنا چاہتا تھا تو شیر افگن کی غداری کا بالتفصیل ذکر کرتا، اور کم از کم اپنی خود نوشتہ تاریخ مین جھوٹے یا سچے واقعات لکھکر شیر افگن کو غدار و مستحق عقوبت اور خود کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا، مگر وہ شیر افگن کی ایک مختصر سوانح عمری تو تحریر کرتا ہو اور غداری کے الزام کی نہ تصریح کرتا ہے نہ ثبوت دیتا ہے، لہذا نہ وہ اس وقت نورجہان کا عاشق تھا، نہ شیر افگن کے قتل کا بانی اور نہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ قتل کبھی اس کی طرف منسوب کیا جائیگا،

شیخ مصحفی کی مثنوی بحرالمحبّت

مرتبۂ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے۔

قدیم اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین ملجائے تو غنیمت ہو شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنف مولوی عبدالماجد صاحب نے نہایت محنت سے اس کو مرتب کیا ہے اس پر حواشی چڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہو، مثنوی مین استاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہے معارف پریس مین چھپی ہے، قیمت ۱۲ار

مبادیٔ فلسفۂ اخلاق

از

جناب آزاد

(بسلسلۂ مئی سنہ ۱۹۲۳ء)

صحبت کا اثر والدین کے بعد جن کا اثر انسان پر پڑتا ہے وہ لوگ ہین جن مین یہ اٹھا بیٹھا کرتا ہے، یہی وہ جگہ ہے جہان انسان کے اچھے یا برے خیالات کو دوسرون کے اتحاد سے تقویت پہنچتی ہے اور ایسے گہرے یہ دل مین نقش ہوتے ہین کہ پہر مدت العمر یہی رنگ قائم رہتا ہے،

ہوتا یہ ہے کہ جب چار ہم خیال ایک جگہ جمع ہوتے ہین تو کسی خاص خیال مین پہلے متحد ہوتے ہین اور پہر اس پر عمل کرتے ہین، پس اگر سوسائٹی کے افراد اعلیٰ تعلیم سے مزین ہوئے تو پہر ایسی صحبتون کا وجود ملک کے لیے باعث رحمت و برکت ہوتا ہے، ارتقار تہذیب اور تمدن کے تجاویز ہیت سے پاس ہوتے ہین اور گویا سارے ملک پر یہ صحبتین حکمران ہوتی ہین لیکن جب ان صحبتون مین بجائے تحقیق و تدقیق اور علمی رواداری کے تعصب اور تنگ دلی رواج پا جاتی ہے اور تعلیم کی کمی سے اپنے اسلاف کا بیجا فخر سما جاتا ہے تو علم و عمل مین یک آہنگی باقی نہین رہتی اور یہی صحبتین قوم کی پستی کا سبب بنجاتی ہین،

اخلاق کی ترتیب اس طرح نہین ہوسکتی کہ قدیم مسلمات کو بے سوچے سمجھے دماغ مین بھر لیا اور موقع بے موقع ان پر عامل رہے، اور ذرا ذرا سے اختلاف سے تعصب اور تعصب کے ساتھ تشدد برتنے لگے، یہ درست ہی کہ اصول اخلاق مین تغیر نہین ہوتا لیکن یہ کب جائز ہوسکتا ہے کہ رفتار زمانہ اور بڑھتے ہوئے علم اور تجربہ کے ساتھ فروعات مین رواداری نہ برتی جائے گو صحبت سیرۃ کی تکمیل کرتی ہے لیکن اگر وہ عام رواداری کے خلاف تعصب اور کوتاہ خیالی سے کام لے تو پہر بیچے اخلاق

نہین پیدا ہو سکتے کیونکہ جذبات کو متاثر کرکے کبھی انسان مین سچے اخلاق نہین پیدا کیے جا سکتے اس کے لیے تو دلی خواہش اور قوت فکری کے عمل کی ضرورت ہے،

ہندوستانی صحبتون پر شہاب الدین غوری کے فتوحات کے زمانے سے غور کرو جب کہ مسلمان ہندؤن کے دوش بدوش رہنے سہنے لگے ہین متحد ہوکر اپنے ملک اور قوم کو کس قدر فائدہ پہنچایا اور کس قدر ذہنی، اخلاقی اور مادی ترقی کی ؟

ابتدائی دور کی صحبتون سے اب تک ہمین سوائے مذہبی جھگڑون کے اور کیا دکھائی دیتا ہے جس طرف دیکھو بازار منافرت گرم ہے، ہندو مسلمانون سے اور مسلمان ہندؤن سے ذرا ذرا سی بات پر الجھے پڑتے ہین، پنڈت ہین کہ ریانی پوتھیون کو ہاتھ مین لے کر ہندؤن کو سبق دے رہے ہین کہ مسلمان ملچھ قوم ہین ان سے واسطہ نہ رکھو اور مولوی قرآن اور حدیث کے حوالہ سے مسلمان کو یہ سمجھاتے مین سرگرم ہین کہ خدا اور رسول نے بت پرستون کو کافر کہا ہے پس مسلمانون کو ان سے کسی قسم کے تعلقات نہ رکھنے چاہئین، اور چونکہ ان باتون سے جذبات کو مخاطب کیا گیا تھا اس لیے ہر شخص متاثر نظر آتا ہے اور اس قدر قوی اثر ہم پاتے ہین کہ ہر مشابہ فعل اسی حکم مین داخل کر لیا جاتا ہے، اور ذرا ذرا سی بات پر ہمارے مذہب کے مقدس "مولوی" بے تکلف کفر و ارتداد کا فتوی جاری کر دیتے ہین جس بجائے اس کے کہ قومی اخلاق مین ترقی ہو اور تنزل دیکھا جا رہا ہے، کیونکہ اس طرح کے تشدد کا نتیجہ سوائے ریاکاری کے اور کیا ہو سکتا ہے، اور آج بھی جبکہ دنیا کی قومین معراج ترقی پر ہین اور اپنے عقلی اور اخلاقی فتوحات سے تمام دنیا کے تمدن اور اخلاق پر قبضہ کرتی جاتی ہین ہندوستانی صحبتون کو دیکھو تو کوتاہ خیالی اور تعصب کی بہترین مظہر ہونگی جن مین ایک بداخلاقی کو دوسری بداخلاقی سے حل کرتے کسی پر کفر کا اور کسی پر لامذہبی کا فتوی دینے مین سرگرم ہین اور "نیکی" اور "نیک کرداری" مین ایسی گتھیان ڈالدی ہین کہ کھولے سے نہین کھلتین

ان تمام مظاہر کی تہ مین صحبت کا ہاتھ ہی جس کی متحد خیالی کے آگے قوت فکری حلال کردیجاتی ہے اور ایسے انوکھے خیالات کی تنظیم کیجاتی ہے جس کو ایک متمدن اور شایستہ قوم کا فرد مجموعۂ خرافات سے زیادہ وقعت نہین دیتا اور بے تکلف اس کی پھبتیان اُڑاتا ہے،

کسی قوم کے روشن خیال ہونے کے یہ معنی ہین کہ اس کے جذبات بالکل عقل کے تابع رہین، اور اس کا کوئی فعل بغیر عقل کی مشاورت کے نہ ہو، اس کے لیے وسیع معلومات اور تجربات کی ضرورت ہے جس سے طبیعت مین رواداری و انصاف اور عقل کی قدر پیدا ہوتی ہے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے ہر ایک معاملہ مین غور و خوض ہوسکتا ہے، روشن خیالی کی ضد کوتاہ خیالی اور تعصب ہے، جس سے جذبات انسانی کی سرحدات بہت بڑھ جاتی ہین اور عقل غریب ایک کونہ مین سکڑی پڑی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ مغلوب الجذبات آدمی صائب الرائے نہین ہوتا. کسی قوم سے کوتاہ خیالی اور تعصب کو دور کرنے کے لیے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے اور یہ تعلیم بچپن ہی سے دیجانی مناسب ہے جس سے اُمید ہوسکتی ہے کہ ملک کے تعلیم یافتہ دماغ آیندہ ترقی کے ضامن ہین سکین گے،

(۵)

مذہب کا اثر خاندانی اثر کے بعد جو اثر انسان پر گہرا چڑھتا ہے وہ مذہبی اثر ہے جس مین وہ اپنے بچپن سے ہوش آنے تک پلتا رہتا ہے، یہ اثر جذبات انسانی کے ساتھ عجیب سلوک کرتا ہے اور اس درجہ طبع انسانی مین راسخ ہوجاتا ہے کہ بعض دفعہ انسان اپنی تمام خوشیان بلکہ جان و مال تک اس اثر کے لیے قربان کردیتا ہے،

پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ جذبات انسانی مختلف ہوتے ہین اور اسی اختلاف کے تحت رجحانات بھی ترتیب پاتے ہین تو اب آسانی سے یہ نتیجہ نکل سکے گا کہ انہی جذبات کے تحت خیالات مذہبی بھی اثر پذیر ہوتے ہین اور اسی مناسبت سے طبیعت مین رسوخ حاصل کرتے ہین، اور کچھ اس درجہ یہ خیالات

فطرت مین دار خود حاصل کرلیتے ہین کہ ان کی تحلیل نہین ہوسکتی، مذہب کا اثر اکثر کثیر معلومات کے افراد پر اس قدر قوی نہین ہوتا جتنا عوام پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے جو ہم اکثر ذی علم حضرات کو آسانی سے تبدیل مذہب کرتے دیکھتے ہین، اور جہلا کو توہم پرست حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی جو صورت ظاہر کیجاتی ہے اسکو تسلیم کرنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ انسان تشکیک سے پاک ہو اور کسی چھوٹے سے چھوٹے فروع کے ماننے مین بھی قیل و قال نہ کرے یا بہ الفاظ دیگر حاسۂ دونوں سے مطلق کام نہ لے، اور چونکہ عوام مین یہ قوت بہت کم ہوتی ہے یا سرے سے ہوتی ہی نہین اس لیے ان پر مذہب کا جماؤ بھی آسانی سے ہوتا ہے اور مذہب چونکہ تمام تر اخلاق ہی کا قلعہ ہے اس لیے اس کا ہر رکن کسی نہ کسی نیکی کا سبق دیتا ہے اور چونکہ نیکی کا معیار ہر جگہ کا جدا ہے اسی لیے ہم ہر ملک اور قوم کا مذہب جدا پاتے ہین اور یہ لازمی بات ہے کہ جو شخص جس قوم مین پیدا ہوگا اسی قوم کا مذہب بھی اختیار کریگا، ایک عیسائی بچہ کو بپتسمہ کے وقت، ہندو لڑکے کو مقدس گیتا کے اشلوک پڑھاتے وقت اور مسلمان بچہ کو کلمۂ توحید کے زبانی یاد کرانے مین اس کی ضرورت نہین کہ علل و اسباب سے بھی بحث کیجائے بلکہ اس کیلئے اسی قدر کافی ہے کہ اس کا خاندان اس کی قوم اور اس کا ملک ایسے رنگ مین دکھائی دیتا ہے، یہ رنگ اس پر ایسا گہرا چڑھتا ہے اور اپنے مانے ہوئے پرمیشور اور خدا کی قدرت پر اس کو اس درجہ اعتماد ہوجاتا ہے کہ چھوٹی سی چھوٹی بات کو بھی وہ اس کی طرف منسوب کرتے مین اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا اور اشاعت حق مین اس درجہ سرگرم ہوتا ہے کہ اس کے نہ ماننے والون پر یہ بے تکلف سب طرح کی سختیان جائز رکھتا ہے، اور بعض وقت وہ اپنی جان تک کی پروا نہین کرتا،

محرکات مذہب اس خیال کے طبائع انسانی مین اس قدر رسوخ حاصل کرنے کی کئی وجوہات ہین، اول تو انسان جس فرقہ یا قبیلہ مین پیدا ہوتا ہے جس قسم کے تمدن مین آنکھین کھولتا ہے جس قسم کے رسم و رواج اپنی قوم مین رائج پاتا ہے اسی قوم کا مذہب اختیار کرنا بھی اس کیلئے ناگزیر ہوتا ہے کیونکہ

(۱) ہر فرقہ اور قوم کا مذہب اسی فرقہ یا قوم کے رسم و رواج اور طرز تمدن و معاشرت سے ترتیب پاتا ہے

(۲) دوسرے اسی قوم کے نیک اور بہادر افراد کی سوانح عمریاں اور کارنامہ جنکو وہ بچپن سے قصہ کہانی کی طرح سنا کرتا ہے، اس کے جذبات پر زبردست اثر کرتی ہین اور آئندہ یہی خیالات اس کے لیے دلیل راہ بنجاتے ہین،

(۳) تیسرے اقوام عالم مین اپنا درجہ معلوم کرکے اس کے جذبات مسرت دانانیت مین ہیجان پیدا ہوتا ہے، جس کے اثر سے خودداری متانت اور انصاف کا وجود ہوتا ہے،

(۴) چوتھے، دوسرے اور تیسرے قسم کے خیالات کی بنا پر اُس مین ایک اور جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کو اصطلاح مین تعصب کہتے ہین اس جذبہ کا وجود کسی قوم مین ایک طرح اُس کے بقائے مذہب کا بہترین ضامن ہے، لیکن جب اس مین شدت کیجاتی ہے تو یہ جذبہ عقب کی سازش سے انصاف، متانت اور رواداری کا خون کردیتا ہے اور قوم مین کوتاہ خیالی پھیل جاتی ہے جو اس کے حق مین نہایت مہلک اور خطرناک ثابت ہوتی ہے،

غرض یہی چار کسی مذہب کے اصلی محرک ہین اور جس مذہب مین یہ چارون محرکات بدرجۂ اعلیٰ ہونگے اسی مناسبت سے وہ مذہب بھی قوی ہوگا، مگر خالی خولی کسی مذہب کا قوی ہونا اس بات کی دلیل نہین ہے کہ اس کے پیرو تنازع للبقا مین کامیاب رہینگے بلکہ حوادثاتِ زمانہ پر قوت فکری سے عبور پانا بھی اس کے لیے ضروری ہے علوم دنیاوی کی تحصیل کثیر معلومات اور تجربات کی بنا پر ہوتی ہے اور کثیر معلومات اور تجربات دوسرے اقوام سے تبادلۂ خیالات سے حاصل ہوتے ہین، اور مالی حیثیت کے لیے اس قوم کی صنعت و حرفت ذمہ دار ہوتی ہے،

مذہب کا تمدن پر اثر ان علوم کو مذہب کا جزء بنا کر تحصیل نہین کرنی چاہئے اس لیے کہ جب سیاست اور مذہب کے ڈانڈے ملجاتے ہین اور علم سیاست مذہب ہی کا ایک جزء سمجھا جانے لگتا ہے تو

تو آزاد خیالی کو ترقی نہین ہوتی اور نہ کسی مفید علمی تحریک کو فروغ ہوتا ہے بلکہ ان کی جڑین تک مذہب کی آڑ مین نہایت بیدردی سے اُکھیڑ کے پھینک دی جاتی ہین،

دوسرے ایک اخلاق ہی ایسا علم ہے جو برسون سے قائم اور غیر متغیر چلا آتا ہے اور دیگر علوم ہمیشہ تغیر پذیر رہے ہین، اور دنیا شاہد ہے کہ ان علوم کا تغیر و تبدل ترقی کا ایک نیا دور ثابت ہوا ہے،

پس یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ایک تغیر پذیر اصول کو غیر متغیر اور ساکن اصول کے ساتھ مقید کردیا جائے اور یہ بھی ظاہر ہے جب اس کو جائز رکھا تو دنیا مین بجائے ترقی کے تنزل ہی ہوا، اس کی بہترین شہادت ہم کو تاریخ روما مین ملتی ہے جب کہ پیروان مسیح نے سیاست کو جزو مذہب قرار دیا، ان لوگون نے مذہب کی آڑ مین غیر مذہب والون پر ایسے ایسے ظلم کئے اور علمی کارنامون کو ایسی بیدردی سے اپنے متعصب پیرون کے نیچے روندا اور عقلا کو ایسی بے رحمانہ سزائین دین کہ محض ان زیادتیون کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین،

البتہ اس معاملہ مین مسلمان قابل ستائش ہین کہ انھون نے اپنے زمانۂ عروج مین علمی تحقیقات کو گزند نہین پہنچایا بلکہ ایسی ترقی دی کہ صحیح معنون مین قدیم علوم کے مدون وہی لوگ ہین اور یورپ کے حقیقی استاد اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہی، اور بجا طور پر مسلمان یہ فخر کر سکتے ہین کہ انھون نے یورپ کی جہالت کی تاریکی اور ضلالت کو علوم قدیمہ کی منور اور شریف صورت سے بدل دیا [ع]۔ لیکن افسوس

ع جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب مسمّی "اپالوجی فار دی محمد اینڈ قرآن" مین کہتا ہے "ہر ایک طرح کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن شخصون نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیمی اور زمانۂ حال کے علم و ادب کے درمیان مین بطور ایک سلسلہ کے بیان کیے گیے ہین بلاشبہ وہ ایشیا کے مسلمان اور اندلس کے مور تھے جو خلفائے عباسیہ اور بنی امیہ کے عہد مین وہان رہتے تھے، علم جو ایشیا سے یورپ مین آیا تھا اور سکا وہان دوبارہ رواج مذہب اسلام کی دانشمندی سے ہوا یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اہل عرب مین چھ سو برس کے قریب سے علوم

مسلمانون کی یہ حالت بہت دنون تک قائم نہین رہی، بلکہ جس قدر سرگرمی سے اس طرف متوجہ ہوئے تھے اسی قدر تیزی سے اسے بھلا بھی بیٹھے مذہبی ولولون کا کم ہونا تھا کہ حکومتون کا خاتمہ ہوگیا، ادھر حکومتین گئین ادھر علوم بھی چھین کر یورپ کے ہاتھ آرہے اور بجائے اس کے کہ اپنی تہی دستی پر تاسف کرتے الٹے اپنے خالی ہاتھون سے قوم کی آبروہی کے درپے ہوگئے، اور ناسمجھی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ غیر قومون کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل) وفنون جاری تھے اور یورپ مین وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا، اور علم ادب تقریباً نیست و نابود ہوگیا تھا، علاوہ اس کے یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہئے کہ تمام علوم طبعیات، ہیئت، فلسفہ، ریاضی جو دوسری صدی مین یورپ مین جاری تھے ابتداءً عرب کے علماء سے حاصل ہوئے تھے، اندلس کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے موجد خیال کیے جاتے ہین"

یہی مصنف آگے چلکر لکھتا ہے "اہل یورپ کو یہ بات بھی یاد دلانی چاہئے کہ وہ حضرت محمد (صلعم) کے پیروؤن کے جو قدیم اور زمانۂ حال کے علم ادب کے درمیان بطور سلسلہ کے ذریعہ ہین، اس لحاظ سے بھی ممنون ہین کہ مغربی تاریکی کی مدتِ دراز مین انھی کی کوششون سے یونانی حکماء کی بہت سی کتابون کی اشاعت ہوئی"۔

چیمبر انسائیکلوپیڈیا مین مذہب اسلام پر ایک محققانہ آرٹیکل مین قابل مضمون نگار لکھتا ہے "ہم اس بات پر غور نہین کر سکتے کہ اسلام نے تمام انسانون کی بھلائی کے لیے کیا کیا، لیکن اگر نہایت ٹھیک ٹھیک کہا جاوے تو یورپ مین علوم وفنون کی ترقی مین اسی کا حصہ تھا، مسلمان علی العموم نوین صدی سے تیرھوین صدی تک وحشی یورپ کے لیے روشن ضمیر معلم کہے جا سکتے ہین، خاندان عباسیہ کے خلفاء کے نہایت عمدہ زمانہ سے یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کا از سر نو سرسبز ہونا شمار کیا جا سکتا ہے، قدیم علم ادب ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی علاج کے مفقود ہو جاتا اگر مسلمانون کے مدرسون مین اس کو پناہ نہ ملتی، فلسفہ قدرتی چیزونکی تواریخ، جغرافیہ، علم تاریخ، صرف ونحو، علم کلام اور فن شاعری کی بہت سی کتابین پیدا ہوگئین جن مین سے اکثر اس وقت تک جاری رہینگی اور تعلیم بھی دیجائیگی جب تک نسلین تعلیم ہونے کے واسطے پیدا ہوتی رہینگی"

مشہور فرنچ فلاسفر موسیو لی بان، تمدن عرب مین علامہ سید علی بلگرامی کی زبان مین کہتا ہے "اور نامور محققین

اختلاط سے یہ نتائج پیدا ہوئے ہیں بس کفر وارتداد کے لشکر چھوٹ گئے، مناظرہ اور مباحثہ کا بازار گرم ہوگیا،
تعصب اور کوتاہ خیالی نے جذبات پر اپنا قبضہ کرلیا، جہان کسی نے کسی غیر قوم کی کتاب کو لگایا کہ مردود ہوگیا
غیر قوم کی زبان بولی کہ انھین مین سے سمجھا گیا حد ہوگئی ان علوم وفنون کو بھی جنکو ان کے آباواجداد نے
مدون کیا تھا اس لیئے چھوڑ بیٹھے کہ کافرون نے تحقیقات جدیدہ سے اُنکی کایا پلٹ دی تھی اور یون مسلمان
رفتار تمدن مین ہار گئے، اور وہی لوگ جن پر مسلمان اپنے شباب ترقی مین آوازہ کستے تھے آج اُن
پر ہنستے ہین اور تاریخ مین جو سب سے زیادہ متعصب اور علوم قدیمہ کے دشمن دکھائی دیتے تھے آج انھین
علوم کا سرتاج اور مالک دیکھتے ہین، تعصب اور کوتاہ خیالی کی یہ کیسی صریح شہادت ہے؟

اس مین شک نہین لیکن رفتار تمدن کے لیئے مذہب ایک نہایت کامیاب اور چلتا ہوا اوزار ہے لیکن
اس کا زبردست اثر اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جب کہ مذہب اپنی ہی سرحد مین رہے جہان اس نے
اپنی سرحد سے قدم آگے بڑھائے اس سے بڑھ کر رفتار تمدن مین روک پیدا کرنے والا اور کوئی نہین ہوسکتا
اہل ہنود جن کو اپنی قدیم تہذیب اور شائستگی پر بڑا ناز ہے اور جنکا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اس وقت
مہذب اور متمدن تھے جب کہ یورپ عالم وحشت مین تھا غور کیا جائے تو اُن کا یہ دعویٰ ہرگز سچا نہین ہے
کیونکہ علم وعمل مذہب وحکومت کے دباؤ سے ایک خاص فرقہ مین بند تھا اور یہ فرقہ بہ کمال خودغرضی
اس بات کی اجازت نہین دیتا تھا کہ وہ علوم جو ان کے لیئے مایۂ ناز ہین وقف عام ہوجائین اور وہ
بزرگی جو وہ حاصل کیے ہوئے ہین جاتی رہے، اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی دنائت اور خودغرضی تمدن
کے حق مین سخت مضر ہے، پس شائستگی اور تہذیب پر اگر ناز ہوسکتا ہے تو اسی فرقہ کو جس کی رعونت

بقیہ حاشیہ) کی تحقیقات اس امر کا بطور قطعی فیصلہ کردیتی ہے کہ وہ مسلمان ہی تھے جنکی بدولت دنیا نے اپنا قدم اس عمیق غار
سے باہر نکالا مسلمانون نے بھی علوم کا وہ چراغ جلایا جسکو پیشوایان نصرانیت گل کرچکے تھے مسلمانون ہی کے فیض
سے آج علوم جدیدہ کے تارے اپنے پورے اوج پر چمک رہے ہین (صفحہ ۴۷۳)

کے آگے عوام کا سر جھکانا ناگزیر تھا، وہ جو اپنے آقاؤن کے خوش کرنے اور سب سے زیادہ اپنے پیٹ بھرنے کو سب کچھ کرتے تھے، اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ دل سے کرتے تھے، ان غریبون کے پاس تو ترقی کا کوئی ذریعہ ہی نہ تھا، اس جنم مین تو وہ یہ اُمید ہی نہ کرسکتے تھے کہ کبھی وہ اس خاص فرقہ کے دوش بدوش بیٹھ سکین گے، پھر ان کی امنگون مین کیا ترقی ہوسکتی تھی یہی وجہ ہے جو انھون نے سب سے پہلا موقع ہاتھ سے نہ چھوڑا تمدن کا جوا اپنے سر سے اتار پھینکا، اس عدم مساوات سے بھی انسانی سیرت پر بڑا اثر پڑتا ہے اور عوام ان مورخین کو جو ارتقائے تہذیب کے ممد ہوتے ہین شکست کر دیتے ہین نیک خیالی کی جڑین کٹ جاتی ہین اور ملک بھر مین بداخلاقی رائج ہوجاتی ہے جسکا ازالہ قریب قریب ناممکن ہے،

(باقی)

مدرجات

سوئیزرلینڈ مین عربونکی فتوحات

(۲)

نوشتۂ: امیر شکیب ارسلان لبنانی،

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی

آثار عرب | موجودہ زمانہ تک سوئیزرلینڈ مین عربون کے بہت سے آثار پائے جاتے ہین جنہین سے ایک برج سارازین ہے (قرون وسطی مین اہل فرنگ مسلمانون کو سارازین کہتے تھے اس لفظ کی اصل کیا ہے اور اس کا اشتقاق کس سے ہے؟ اس مین بہت سے اختلافات ہین ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ مین لکھاہے کہ جب وہ قسطنطنیہ پہنچا تو وہان کے رومی بادشاہ نے اس سے سوال کیا، کہ تم سراکنوا ہو؟[1] ان لوگون کی زبان مین اس لفظ کے معنی مسلمان کے ہین،) یہ برج لوزان کے علاقہ مین مونتروا کے قریب شہر فیناے مین واقع ہے، اور ان بیشمار چیزون مین سے جوان عربون کی طرف منسوب کیجاتی ہے وہ غار اور پہاڑ کے کھوہ بھی ہین جو لوستس کے اطراف مین واقع ہین جن مورخین سے مورخ کلرنے روائتین نقل کی ہین ان مین سے بعضون نے لکھاہے کہ یہ بات توقطعی طور پر محقق ہے کہ عرب بلا دجورہ اور بحیرہ جنیوا تک پہنچ گئے تھے لیکن ہمارے مورخین مین سے کسی نے بھی ان کے داخلۂ روماسیہ کا ذکر نہین کیا اور ہماری تاریخی کتابین اس بارہ مین بالکل خاموش ہین لیکن متواتر روایات اور اسلاف سے اخلاف کے بسند متصل بیانات یقیناً ان کتابون کے قائم مقام ہین اور وہ ہمین نہایت صحیح

---

[1] امیر ممدوح کی یاد نے خطا کی ہیاد شاہ روم کے ابن بطوطہ کو سراکنو کہنے کا سفرنامہ مین کہین تذکرہ نہین ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ابن بطوطہ جب شاہ روم کی لڑکی بیلون خاتون کیساتھ جو ترکی سلطان امیر محمد اوزبک خان کی بایک حرم تھی قسطنطنیہ پہنچا ہے تو قصر شاہی کے دربان اس قافلہ مین چند مسلمانون کو دیکھکر سراکنو سراکنو کہکر چلانے لگے، ہان البتہ ایک موقع پر شاہ روم نے ترک سلطنت و مذہب کرنیوالے باپ سے بشبہ سراکنو کے لفظ سے اسکو مخاطب کیا تھا مگر اس کے معنی رومی زبان مین ابن بطوطہ نے مسلمان لکھے ہین،" ابوالحسنات

کے ساتھ حقیقت حال سے مطلع کر رہے ہین بلکہ ان کے علاوہ خود ان ممالک کے بہت سے نام یہان ان غازیون کی آمد کی خبر دے رہے ہین۔

اس قدیم رستہ کے قریب جو "طریق رومانی" کے نام سے مشہور ہے اور ولیمون سے آجوا کو پہنچتا ہے پہاڑ کے شمالی غربی حصہ مین دفلیہ سے آدھ گھنٹہ کی راہ پر دو پہاڑیون کے درمیان ایک تنگ کھوہ ہے جسکا نام کہف السارازین ہے، دفلیہ کے شیوخ اپنے آبا و اجداد سے یہ روایت کرتے آتے ہین کہ یہان عربونکی ایک چھوٹی جماعت رہا کرتی تھی اور یہ عرب اپنے اونٹون کو پانی پلانے کے لیے کورتل کے قریب نہر سورن مین لیجایا کرتے تھے (اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب جہان جاتے تھے اونٹ بھی ساتھ ساتھ رہتا تھا یہانتک کہ قلب یورپ مین بھی) کورتل اسی قدیم رومانی رستہ کا نام ہے یہان کہف سارازین کی چٹانون مین سے ایک چٹان پر عربی رسم الخط مین نہایت جلی اور خوشنما طریقہ سے ۲۲ کا ہندسہ کھدا ہوا ہے اس ہندسہ کی تحریر کا سبب کسی کو نہین معلوم کیونکہ نہ تو اُس کا تاریخی کتابون مین ذکر ہے اور نہ اسکے متعلق کوئی زبانی روایت ہی بیان کیجاتی ہے، البتہ جو بات مشہور و معروف ہے وہ یہ کہ یہان پر عرب ایک مدت تک برابر اقامت پذیر رہے، اسی طرح روسمیزون کے قریب جبل شبوت کے مقابل ایک راستہ ہے جسکا نام طریق السارازین ہی،

وادی ساس اور بلاد بیامون کے پہاڑی حصہ مین دو تنگ راستے پائے جاتے ہین، جن مین سے ایک فورکنتال سے انترونہ کی راہ کو چیرتا ہوا نکل گیا ہے اور دوسرا جبل مورو سے ہو کر گذرا ہے (مور یعنی مغربی مسلمان) اور یہ دونون تنگ رستے ۱۸۴۸ء تک راہ قدیم کے نام سے شہرت رکھتے تھے، فرونیاند کلر دوسرے مورخین سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ یہ بات فراموش کرنے کے قابل نہین ہے کہ شاہ ہوغ کونٹ ایروفانس نے ان عربون کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس مین منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب وادی سان برنارڈ کی گھاٹی کے علاوہ ان اطراف کے پہاڑون کے تمام درون اور وادیونکی تمام گھاٹیون کو بند کر دین، اسی وجہ سے تم یہان پر (یعنی وادی سان برنارڈ کی گھاٹی) ایک جگہ پاتے ہو

جس کا نام الماجل ہے اور یہ بغیر کسی شک وشبہہ کے ڈاک کی ایک چوکی ہے، اور وادی ساس مین ایک مقام پاتے ہو جسکا نام الالاین ہے (یہ اصل مین "العین" یعنی نہر ہے) جہان سر راہ پانی ہے، جس طرح کہ وادی کے شرقی حصہ مین ایک چشمہ ہے جس کو عین الالپ (یعنی الپو کی نہر) کہتے ہین،

وادی ساس کے مغربی حصہ مین ایک جگہ ہے جسکا نام میتابلی ہے اور وہ پروفیسر ہتیسینغ کے قیاس کے مطابق "مشبل" کا محرف ہے (مشبل یعنی وہ شیرنی جس کے ساتھ اس کے بچے ہون) اس قیاس کی تائید مین وہ یہ بیان کرتے ہین کہ یہان پر گذرگاہ سمیلون کے مغربی جانب مین ایک پہاڑی ہے جسکا نام جبل الاسد ہے، لیکن میرا خیال ہو کہ لفظ دراصل "مشابل" ہے جیسا کہ یہ لوگ تلفظ بھی کرتے ہین اور یہ جمع ہے شبل اسم مکان کی، جیسے تم کہتے ہو ماسدہ، یا مشبول کی جمع مشابیل ہے جیسے کہتے ہین مکانٌ مشبولٌ یعنی وہ مکان جہان شیر کے بچے بہت ہون،

ان ممالک کے جن اطراف و بلاد تک عرب پہنچے ہین وہان بہت سی چیزین پائی جاتی ہین جنکے نام کا جز "مور" ہے اور یہ معلوم ہے کہ فرنگی قومین مغربی مسلمانون کو مور کہتی ہین کیونکہ رومی زبان مین مغرب اقصیٰ کو موروتانیہ کہتے تھے، چنانچہ فراکسینہ کے اطراف مین ایک پہاڑ کا نام ہے جبل مور وادر اسی پر آثار عرب مین سے ایک قصر بھی اب تک باقی رہ گیا ہے، بیامون کے علاقہ ماکوغناغہ کے اطراف مین ایک گذرگاہ عام ہے جس کا نام موروباس ہے، اسی طرح ایک وادی مین جسکا نام وادی انزا ہے (شاید یہ دراصل وادی العنزہ ہو) ایک مقام ہے جسکا نام سیادلمورو ہے یہ برلیستون سے شمالی جانب مین واقع ہے اور جبل سنٹ برنارڈ مین دیر مشہور کے مغربی جانب ایک بلند چوٹی ہے جسکا نام مونمور دہے،

اور وہ چیزین جن کے نام کے ساتھ سارازین کا لفظ بولا جاتا ہے بیشمار ہین، موسیواڈرد کلر نے تاریخ فرانس مین ولایت فرانش کونتہ کے ذکر مین لکھا ہے کہ "وہ نام جو سارازین کی طرف منسوب ہین اس حصہ ملک مین بہت ہین چنانچہ پانچ کھوہ مین جن مین سے ہر ایک کھف السارازین کہلاتا ہے، دوپل مین

جن مین سے ہر ایک پل کا نام جسر السارازین ہے، تین محل ہین جو قصر السارازین کہلاتے ہین، دو دما سے
ہین جو اُن کی طرف منسوب ہین اور ایک پنچکی کی دیوارین ہین جو سارازین کی طرف منسوب ہین، ایک
چھوٹی سی وادی ہے جو وادی سارازین کہلاتی ہے دو پتھر کی چٹانین ہین جو صخر السارازین کے نام سے مشہور
ہین، آثار سارازین مین سب سے عجیب تر اس علاقہ مین وہ دروازہ ہے جو پست اور بلند ہوجاتا ہے اور ایک گاؤن ہے
جس کا نام ہی ساراز پڑگیا ہے، اسی گاؤن مین ایک لمبی دیوار ہے جو حایط السارازین کہلاتی ہے اور نیز
ایک لشکر گاہ ہے جہان سارازین کا لشکر رہتا تھا، انہی نامون کی طرح بہت سی چیزون کے نام اقطاع
برلیس اور لیونہ مین ملین گے، اور لیون سے جنوبی فرانس کے حدود تک وہ دروازے بکثرت ملتے ہین جو
باسانی بلند اور پست ہوجاتے ہین- یہ دروازے خاص طور پر قلعون ہی کے سامنے پائے جاتے ہین
اور یہ تمام کے تمام سارازین کی طرف منسوب ہین،

سوئٹزرلینڈ مین عرب کی تاریخ سے متعلق یہ سطرین مین نے جن مورخین سے نقل کی ہین وہ سب کے سب
متفق اللفظ ہوکر یہ لکھتے ہین کہ عربون کو عمارت بنانے، برجون کو بلند کرنے اور ان کو ہر طرح مضبوط و
مستحکم کرنے مین قدرت بالغہ حاصل تھی اور انھون نے نہایت عجیب وغریب و مدہش آثار چھوڑے ہین'
اٹلی اور مغربی سوئٹزرلینڈ مین اب تک بہت سی دیوارین عربون کی بنائی ہوئی دیکھنے مین آتی ہین اور
یہ دیوارین پتھر کی بڑی بڑی چٹانون سے بنی ہوئی ہین ہر وہ عمارت جو عرب چھوڑ گئے ہین اس کے دیکھنے
سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم ہندسہ مین کمال اور فن عمارت سازی مین عجیب مہارت رکھتے تھے، ان
آثار کو دیکھکر ہر غور کرنے والا شخص تعجب مین رہجاتا ہے اور انہی آثار کی وجہ سے وہ ان ممالک کے باشندون
مین اپنی شاندار یاد چھوڑ گئے،

سوئٹزرلینڈ مین بکثرت قدیم عربی سکے بھی پائے جاتے ہین اور ان مین سے اکثر اسلامی سکے ہین
جو افریقہ مین ڈھالے گئے، ان مین سے بعض سنہ ۱۶۹ھ، بعض سنہ ۱۸۲ھ کے ہین سب سے زیادہ سکے خلیفہ ہارون الرشید

کے عہد خلافت کے ہین، ان سکون مین کی ایک قسم وہ ہے جو تیسری صدی ہجری مین ڈھالی گئی ہے، گمان کیا جاتا ہے کہ ان سکون مین کا اکثر حصہ نورماندی جماعت کی وساطت سے سوئٹزرلینڈ پہنچا، مین نے سوئٹزرلینڈ کے شہر مو ودون مین چند سکے دیکھے، جن مین کے بعض ۳۰۱ھ کے اور آفریقہ کے ڈھلے ہوئے تھے، انہی مین کے بعض خلیفہ معتضد کے زمانہ مین اسمٰعیل ابن احمد کے ڈھالے ہوئے تھے، اور بعض خاص پایۂ خلافت بغداد کے ۳۶۴ھ کے ڈھلے ہوئے تھے، ان مین سے بعض کے ایک جانب یہ لکھا ہوا تھا،

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، رکن الدولہ ابو علی بویہ

اور دوسری طرف یہ لکھا تھا،

باسم اللہ، قد ضرب ہذا الدرہم فی مدینۃ السلام عام ثلاث ثمانیۃ وار بع وستین،

اور بعض سکون پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

محمد رسول اللہ، الطائع للہ الملک العادل عضد الدولہ ابو شجاع

قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ سکے یا تو حروب صلیبیہ کے واسطہ سے یہان آئے یا تجارت کے ذریعہ سے،

اور ان چیزون مین سے جو سوئٹزرلینڈ مین آثار عرب کی حیثیت سے پائی جاتی ہین ایک ریشمی کپڑا ہے جس پر نقش و نگار بنا ہوا ہے، یہ کپڑا شور کے قریب ایک دیر مین رکھا ہوا ہے جس کو پادری بپتسمہ دیتے وقت استعمال کرتے ہین، اس کپڑے پر عربی مین نقش و نگار کے طور پر کچھ عبارتین لکھی ہوئی ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین ہے کہ یہ کپڑا ایک کنیسی کپڑا ہونے سے پہلے یقیناً کوئی شاہی خلعت یا کوئی حلہ امارت تھا،

موسیو سلنستر دوساسی نے اپنی کتاب المنتخب من تالیف العرب کے صفحہ ۳۰۵ مین ان عربی منسوجات فاخرہ سے متعلق ایک دقیق اور دلچسپ بحث لکھی ہے اس مین کی چند سطرین مین ترجمہ کرتا ہون،

ہم اس نوع کی بہت سی منسوجات سے اچھی طرح واقف ہین جن کا نام مورخ ابن خلدون نے

۔۔طراز رکھا ہے، انہی مین سے وہ چادر بھی ہے جس کو جرمنی کے قیاصرہ اپنی تاجپوشی کے وقت اوڑھا کرتے تھے اس چادر پر بہت سی عربی تحریرین ہین جو سونے کے دھاگون سے بنی ہوئی ہین، موسیو نے ان کو پڑھا اور ان کا ترجمہ کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ۵۲۸ھ مطابق ۱۱۳۳ء مین بادشاہ روجر کے حدود مملکت کے اندر شہر بلرم مین بنی گئی اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہ شاہ روجر ہی کے زمانہ مین بنی گئی کیونکہ اس مین دین اسلامی کے آثار مین سے کوئی اثر نہین ہے،

منجملہ انہی منسوجات کے وہ ریشمی ٹکڑہ بھی ہے جس پر سونے کے تارون سے نقش و نگار بنے ہوئے ہین یہ ٹکڑہ پیرس مین کنیسۂ نوترام الکبری کے خزانۂ ذخائر مین اب تک محفوظ رکھا ہے، یہ ٹکڑہ اپنی صنعت کے لحاظ سے نہایت جمیل و بدیع ہے اس پر خلیفہ الحاکم بامراللہ المتوفی ۴۱۱ھ کا نام لکھا ہوا ہے، اسی طرح کا ایک اور ٹکڑہ ہے جو خوبی صنعت و نفاست مین بالکل مذکورۂ بالا ٹکڑہ سے مشابہ ہے مین نے اس ٹکڑہ کو دیر سنت جرمان کے ایک مقبرہ مین دیکھا ہے، اس ٹکڑہ پر دو عربی جملے تجرات و مرات لکھے ہوئے ہین،

اطالوی زبان مین آثار بلرم پر ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے جو ۱۸۸۴ء مین شہر ناپل مین چھپی تھی اس مین وہ عربی تحریرین منقول ہین جو ایک قمیص کی آستینون پر پائی گئی ہین یہ قمیص شاہنشاہ فریدرک دوم المتوفی ۱۳ دسمبر ۱۲۵۰ء کے مقبرہ مین پائی گئی،

اسی طرح موسیو دمور دنے ایک سجادہ کا تذکرہ کیا ہے جس پر عربی تحریرین ہین اور وہ مصر مین خلیفہ المستعلی باللہ کے عہد خلافت مین بنا گیا ہے اور یہ ۱۰۹۴ء سے ۱۱۰۱ء تک کا زمانہ ہے یہ سجادہ آثار فاتیکان کے خزانہ مین اب تک محفوظ ہے (یعنی موسیو دساسی کے زمانہ تک ۱۸۰۵ء سے ۱۸۳۶ء)

ہم نے ان بیانات کا اکثر حصہ موسیو، نو فرانسیسی کی کتاب سے لیا ہے، جو مشہور ترین فرانسیسی

مستشرق ہے، یہ شاہی مجلس آثار وآداب کا ایک رکن اور پیرس کے شاہی کتبخانہ کے حصہ کتب مشرقی کا مہتم تھا اور اس کی یہ کتاب جس کا پورا نام "جنوبی فرانس پیامون (شمالی اٹلی) اور سوئٹزرلینڈ مین عربون کے حملے" ہے ۱۸۳۶ء مین پیرس مین چھپی تھی، مین نے ۱۹۲۰ء مین اس کا ایک نسخہ بویریا کے پایہ تخت شہر منیخ کے کتب خانہ مین دیکھا،

لیکن وہ جرمن مورخ جس کی روایات پر مورخ فرونیاند کلر نے پورا اعتماد کیا ہے یعنی مورخ لیودبراند، یہ مشہور ترین مورخ ۹۲۲ء مین لومبارڈیہ کے ایک شریف گھرانے مین پیدا ہوا اور بویریا مین بادشاہ ہوغ کے قصر شاہی مین اس کا نشوونما ہوا، اور جب شاہ ہوغ خارج البلد ہوا تو یہ اس کے جانشین برانجر کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔ یہ برانجر کی طرف سے شاہ قسطنطنیہ کے یہان سفیر کی حیثیت سے گیا، اس نے ۹۷۰ء مین اس دنیا سے انتقال کیا، اسی مورخ کے ایام زندگی مین ان ممالک پر عربون کے حملے ہو رہے تھے لاطینی زبان مین اس کی چند تصنیفات ہین جن کے نام حسب ذیل ہین،

(۱) معالی شہنشاہ قیصراوتون کبیر،

(۲) سیاحتی الی قسطنطنیہ (اس مین تمامتر دولت بزنطیہ کا مذاق اڑایا ہے)

(۳) الانتقام (اس مین ابنار عصر سے متعلق تمام ترنکات و نوادر لکھے ہین)

تلخیص و تبصرہ

چین و جاوا کے مسلمان

انجمن الاسلام سنگاپور کے ماہوار رسالہ دی مسلم نے اپنی قریبی اشاعت مین مسلمانان چین وجاوا کے متعلق حسب ذیل مختصر حالات شایع کئے ہین،

"ہم اپنے لاکھون چینی بھائیون کے حالات سے کس قدر کم واقف ہین؟ وہ اسلامی دنیا سے عرصہ ہوا الگ ہوگئے ہین، لیکن انھون نے ایک معجزانہ طریقہ سے اپنے کو سچے مسلمانون ہی کی حیثیت سے زندہ نہین رکھا ہے، بلکہ تبلیغ وازدواج کے ذریعہ اپنی تعداد بھی بڑھائی ہے، اگرچہ مسلمانان چین مختلف صوبون مین منقسم ہین، لیکن در اصل ایک ہی جسم کے مختلف اعضا ہین، سہولت کے خیال سے ان کو دو حصون مین تقسیم کیا جاسکتا ہے، اوّل وہ مسلمان جو ہجرت کرکے چین آئے، اور دوسرے وہ باشندگان چین جنھون نے اسلام قبول کیا، مہاجر مسلمان برّی اور بحری دونون راستون سے آئے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ (۶۵۱ء) ہی سے مسلمان چین مین خشکی کے راستہ سے آنے لگے تھے، خاقانان چین اور خلفائے اسلام کے خوشگوار تعلقات کے عہد زرین مین مسلمان تجار بخارا، ماوراء النہر اور عرب سے تجارت کے لئے یہان آتے تھے اور انھین مین سے بہتون نے چین کو اپنا وطن بنالیا، بارھوین صدی عیسوی مین مغلون کی فتوحات کے زمانہ مین شام، عرب، ایران، اور دوسرے ممالک کے مسلمان گرفتار ہوکر یہان آئے، اور مغلون کی حکومت تک کوئی عروج حاصل نہ کرسکے،

پندرھوین صدی کے آغاز مین ان مسلمانون کی تبلیغی کوششون سے جنوبی منگولیا مسلمان ہونے لگا، رفتہ رفتہ چکینگ، ایک اسلامی مرکز بن گیا اور متعدد مدارس و مساجد نظر آنے لگین، جن کے

علاوہ سنٹ زن بھی ایک مرکز تھا اور آہنگ (ملا) دہان سے اشاعت اسلام کے لیے دوسرے صوبون مین جاتے تھے، سترہوین صدی مین اکثر یہودی خاندانون نے اسلام قبول کرلیا، اور جب اٹھارہوین صدی مین چینی حکومت نے مغرب کی طرف وسعت حاصل کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون کو اپنی تعلیمات کیلئے بہترین میدان ہاتھ آگیا،

سنہ ۶۲۸ء (سنہ ۶ھ) مین رسول مقبول صلعم نے حضرت ابی کبشہؓ کو شہنشاہ چین کے پاس روانہ کیا کہ وہ اُس کے سامنے مذہب اسلام پیش کرین، وہ بحری راستہ سے گئے اور جب کنتن پہونچے تو شاہ چین نے انکا گرمجوشی سے استقبال کیا،

تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ کنتن کی آبادی کچھ تو نئے آنے والون اور کچھ مقامی باشندون مین شادی کرنے کی وجہ سے اس قدر بڑھی ہو دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح چین کے مسلمانون نے بھی تحصیل علوم اور دنیادی مشاغل مین کافی ترقی کی ہے، مایان ننگ نے سنہ ۱۶۴۲ء مین، ہدایت اسلام کے نام سے ایک ہر دلعزیز کتاب لکھی ہے، سنہ ۱۸۵۰ء مین لن چھ نے آنحضرت صلعم کی ایک مستند سیرت تصنیف کی، اس سیرت کے علاوہ وہ متعدد اور کتابون کا بھی مصنف تھا،

مسلمانان چین کی موجودہ حالت قابل اطمینان ہے، عہد جمہوریت سے کچھ ہی پہلے ادبیات اسلام کے دوبارہ زندہ کرنے کی تحریک شروع ہوئی تھی سنہ ۱۹۲۱ء مین قرآن مجید کے انتخابات مع ترجمہ ایک دیدہ زیب مجلد کی صورت مین پیکنگ سے شایع کیے گئے، ہر چیز اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ مسلمان ترقی کی ہر تحریک سے اپنے کو مستفید کرنا چاہتے ہین اور وہ سوئے نہین بلکہ بیدار ہو گئے ہین انھون نے قوم مین بیداری و زندگی پیدا کرنے کے لیے اپنے کو مجالس و انجمن کی شکلون مین منتظم کرلیا ہے، بچون کے لیئے مدارس قائم کیئے ہین جہان دینی اور دنیادی دونون قسم کی تعلیم دیجاتی ہے،

شمالی چین کے مسلمانون نے طے کیا کہ ہر محلہ مین بچون کی ابتدائی تعلیم کے لیے ایک مکتب ہو،

دار المعلومات بھی قائم کیئے گئے،، تعلیم یافتہ مسلمانون کی ایک مجلس منعقد کی گئی اور اس نے اپنے اغراض و مقاصد کا ان الفاظ مین اعلان کیا:-

"اگر ہم صداقت وحقیقت نہ پھیلائین اور اگر ہم اپنے مذہب کے اصول کی اشاعت نہ کرین تو دراصل ہم اپنا فرض ادا نہ کرینگے، یہ ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے اور ہم اس کو قبول نہین کرسکتے، اس اسلامی مجلس کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمام علماء (رہنما) صوفیہ، فلاسفہ اور تجربہ کار لوگون کو ایک جگہ جمع کرکے مذہب اسلام کے متعلق بحث و مباحثہ کرے تاکہ ہم اپنے دین کو واضح طور سے دوسرون کے سامنے پیش کرین اور جو مشکلات خود ہماری راہ مین حائل ہون اُن کو دور کرسکین ہم تمامتر مذہبی معاملات پر گفتگو کرینگے، اور سیاسی مسائل سے الگ رہینگے، علاوہ ازین ہم عام ہدایت وعلم کے لیے اسلام کے اصول شائع کرنے والے ہین"

اس کانفرنس نے مسلمانون کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا ہے، تمام مرکزی شہرون مین اسکی شاخین ہین اور اس وقت تقریباً تین ہزار شاخین موجود ہین، اس مجلس کے علاوہ دوسری انجمنین بھی قائم ہین، مثلاً اتحاد اسلام، انجمن نوجوانان اسلام وغیرہ،

جاوا | مشرقی جزائر متعلق ہالینڈ (ڈچ ایسٹ انڈیز) کی مجموعی آبادی .... ہے، ان مین سے ......۳ مسلمان ہین، ان مین سے تقریباً ۱۳ کروڑ مسلمان صرف جاوا مین ہین یہان کے مسلمان بھی اب زوال کی تاریکی سے نکل رہے ہین مسیحی مبلغین اپنی کوششون مین مشغول ہین لیکن اب تک ان کو کامیابی نہین ہوئی ہے، مسٹر کے، وی، وجک نے مسلمانان جاوا کے متعلق ایک مضمون مین لکھا ہے جوگ جکرتا اور لولو اسلامی مرکز ہین، لولو مین دو اخبار شایع ہوتے ہین جو اشاعت اسلام اور مسیحی مبلغین کے مقابلہ مین اپنی پوری قوت صرف کرتے ہین اُن کے نام مدن مسلمن اور اسلام برگیرک ہین،

اول الذکر شہر مین شیخ محمد عبدہٗ (مصری) کی تحریک زور پکڑ رہی ہے، عام لوگون کا رجحان ترویج تعلیم معاشرتی اصلاحات کی طرف ہے، اب انکا دائرہ عمل صرف جاوا ہی تک محدود نہین ہو بلکہ سارا مجمع الجزائر

اس سے متاثر ہورہا ہے،

کثرت ازدواج یا بداخلاقی

اسلام کے دشمن اسلام کو کثرت ازدواج کی رسم پر ہمیشہ برا بھلا کہتے آئے ہین، مغرب کے اکثر اشخاص کا خیال ہے کہ اسلام نے اس کی بناڈالی ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے تمام قومون مین یہ رسم جاری تھی، یونانی، بابلی، رومی، مصری، یہودی، چینی اور ہندوستانی سب کے سب اس رواج کے تابع تھے، کسی مذہب یا معاشرتی جماعت نے اس بات کی کوشش نہین کی کہ ایک شخص کو کتنی عورتون سے شادی کرنی چاہیے، یہ اسلام ہی تھا جس نے اس غیر محدود رسم کو روکا، اس نے دوسری شادی کی اجازت چند شرائط کے ساتھ اس ذمہ داری پر دی ہے کہ دوسری بیوی پہلی بیوی کے ہمرتبہ ہوگی اور عدل و مساوات کا پلہ کسی طرف جھکنے نہ پائیگا، اس کی اولاد بھی پہلی بیوی کی اولاد کی طرح وراثت کی مساویانہ حقدار ہوگی، اسلام نے بیویون کی تعداد بھی چار تک محدود کردی اور وہ بھی اس شرط پر کہ سب کے ساتھ ہر حیثیت سے یکسان برتاؤ کیا جائے، ورنہ ایک سے زیادہ کی اجازت نہین،

اسلام کا یہ حکم جن مصلحتون پر مبنی ہے، ان کی ضرورتون سے کوئی قوم خالی نہین، اس لیے یہ یقین تھا کہ ایک دن آئیگا جب وہ خود اس کے معترف ہونگے، چنانچہ وہ دن اب کچھ زیادہ دور نہین، اب نہ صرف یورپ کے فلسفی، حکمار، (سائنس دان) اور اصحاب فن حضرات چند حالات کے اندر اس کو جائز تسلیم کرتے ہین، بلکہ خود جنس لطیف، جس کے لیے نفس اس لفظ کا اطلاق ایک جرم و خباثت تھی، اس کی حامی ہے، اس کو زیادہ عرصہ نہین گذرا ہے جبکہ مسز اینی بسنٹ نے یہ الفاظ کہے تھے:-

"جب کہ ہم رات کو مغربی شہرون مین ہزارون بدبخت عورتون کو سڑکون پر جمع دیکھتے ہین تو ہم کو صاف نظر آتا ہے کہ مغربی منہ سے اسلامی رسم کثرت ازدواج کے خلاف کچھ بھی سنین، یہ ایک عورت کے لیے بہتر، خوش آیند تر اور معزز تر ہے کہ وہ اس اسلامی رواج مین داخل ہو کر ایک شخص کی ہو رہے،

اپنی جائز اولاد کو اپنے سینہ سے لگائے اور عزت و احترام کے دائرہ مین حرکت کرے، نہ کہ بھگائی جائے، خانہ بدوش ہو کر سڑکون پر ماری ماری پھرے اپنے ناجائز بچے سے اپنی گود بھرے، اس کا کوئی خبرگیر و مربی نہ ہو ہمیشہ ہر مرد کی شکار بنے، مادریت کے مقدس دائرہ سے نکل جائے اور ہر جگہ ذلت و نکبت اس کا استقبال کرے۔

اس سلسلہ مین صنف نازک کی زبان سے اُن کے خیالات اور اس حقیقت کا سننا، مردون کی نیم صداقت آمیز گفتگو سے بدرجہا بہتر ہے، ذیل مین ایک مشہور فرانسیسی خاتون کے ایک حال کے خطبہ کے اقتباسات درج کرتے ہین، میڈم کالٹ ڈیلس، فرانس کی سب سے بڑی انشاپرداز خاتون ہین، :-

"میرا خیال ہے کہ مسئلہ ازدواج کی موجودہ حالت کا علاج ایک منتظم کثرت ازدواج کی صورت مین کیا جا سکتا ہے، موجودہ حالات مین گذشتہ خیالات متعلق شادی، اپنے وقت سے زائد رہتے ہوئے معلوم ہوتے ہین، اس وقت اخراجات کی کثرت، کثرت ازدواج کو لکھ پتیون ہی تک محدود ہوتے نظر آتی ہے، بہرحال ایک منتظم مجلس کے ماتحت ایک دوسری بیوی علحدہ رہ کر دوسری بیویون کی صحبت کی لذتون سے حظ حاصل کر سکتی ہے، مین موجودہ نظام خاندان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہون کہ بچے انھین حالات مین رہ کر اپنے والدین کی عادات و معائب سیکھ لیتے ہین، اس لیے ایک بہتر نسل کے حصول کے لیے مین کثرت ازدواج کی حمایت کرتی ہون کہ اس صورت مین لڑکا باپ کے نیک اوصاف کو مختلف ماؤن کی تربیت کے اثرات کے اندر دائمی طور سے اپنے کو متصف کر سکتا ہے، میرا خیال ہے کہ ان حالات کے اندر بنی نوع انسان ایک مختلف الاقسام درخشان اور بہتر نسل پیش کر سکے گا، موجودہ اجتماعی روح غائب ہو جائیگی اور انفرادی جذبۂ ترقی اُس کی جگہ لے گا، میرا یقین ہے کہ انسانی بہتری اور قانونی مساوات کے جذبے عورت کے موجودہ جذبۂ خلاف کثرت ازدواج پر غالب آجائنگے اور وہ انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لیے ایک شخص کی قسمت سے وابستہ ہو جانے پر تیار ہو جائیگی، جب ایک مرتبہ یہ رسم جاری ہو جائیگی تو عورت اپنے درجہ اور پوزیشن کو سمجھ لیگی، اور وہ بدنامی اور اپنے بچون کے

حق وراثت سے محرومی کے خیال سے طلاق کی طرف رجوع کیے بغیر جن عیوب مین مبتلا ہو جاتی تھی اون سے بھی بچ جائیگی"

مذکورۂ بالا سطور مظہر ہین کہ خاتون موصوف نے شادی، طلاق اور بداخلاقی کے مسائل پر کافی غور کیا ہے، اس کے خیالات ناقابل تردید اور مخالف اقوام کے لیے غور طلب ہین" (دی مسلم سنگاپور)

سلاطین ہند کی بے تعصبی کا ایک اور ثبوت

کلکتہ کے قوم پسند روزنامہ سرونٹ نے سلطان ظہیر الدین بابر، بانی سلطنت مغلیہ ہند کے وصیت نامہ کا ترجمہ حال ہی مین شائع کیا ہے، یہ کاغذ کا پرزہ" اب تک بھوپال کی سرکاری لائبریری مین محفوظ ہے، اور خود اڈیٹر معارف کو بھی اس کے دیکھنے کی عزت حاصل ہے، اردو پریس مین سب سے پہلے ہمارے دوست ڈاکٹر محمود اس کو لائے ہین، اور اس سے وہ انگریزی مین گیا ہے، خود غرض مورخین ہند نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ ثابت کیا جائے کہ مسلمان سلاطین ہند نے ترویج مذہب کیلئے اسلحہ استعمال کیے ہین، لیکن اب جبکہ پرانی کتابین، اور کرم خوردہ کاغذات تاریک و گمنام گوشون سے نکال کر منصۂ شہود پر لائے جارہے ہین، اون کا ہر ورق اور اونکی ہر سطر اس غلط بیانی کی زبان خاموش سے تکذیب کرتی نظر آتی ہے، بابر سولھوین صدی عیسوی کے ربع اول مین ہندوستان آیا جنگ پانی پت اور فتح پور سکری کے بعد صرف تین ہی سال زندہ رہا، اگرچہ اوس وقت تک نہ تو اوسکی سلطنت کو استحکام حاصل ہوا تھا، نہ راجپوتون نے سپر ڈالی تھی، پھر بھی وہ اپنے بستر مرگ پر اپنے بیٹے ہمایون کو جو آخری چاندنی وصیت نامہ دیتا ہے، وہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس نے مذہبی آزادی و رواداری کا کتنا بہتر آئیڈیل (مطمح نظر) اپنے سامنے رکھا تھا اور اسلامی تعلیمات کا کتنا سچا پیرو تھا، وصیت نامہ کی چند دفعات ہمارے بیان کی تصدیق کرینگی:-

"فرزندمن! ہندوستان مین مختلف المذاہب لوگ آباد ہین، اور جائے شکر ہے کہ شاہ شاہان

نے اس ملک کی حکومت تمھارے سپرد کی ہے پس تمھارے لیے لازم ہے کہ :-

(۱) مذہبی تعصبات سے اپنے دماغ کو متاثر نہ ہونے دو، اور ہر قوم و مذہب کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک غیر طرفدارانہ انصاف کرو،

(۲) خصوصاً گائے کی قربانی سے باز آؤ اور اس چیز کے ذریعہ تم بہت جلد اہل ہند کے دلون کو اپنے قبضہ مین کر سکو گے، اور لوگ رشتۂ احسان و امتنان سے بندھ جائینگے،

(۳) تم کو کبھی بھی کسی قوم کی پرستش گاہ کو منہدم نہ کرنا اور انصاف پسند ہونا چاہئے تاکہ حاکم و محکوم کے تعلقات خوشگوار رہین اور ملک مین امن و آشتی کا دارو دورہ ہو؛

(۴) تبلیغ اسلام کا فرض تعلیم کے ذریعہ بہتر طریقہ سے انجام دیا جا سکتا ہے،

(۵) ہمیشہ شیعہ و سنّی جھگڑون کو بے تعلقی سے سنو ورنہ وہ اسلام کے لیے باعثِ زوال ثابت ہونگے،

(۶) اپنی رعایا کے مختلف عادات کو مختلف موسم سمجھو تاکہ ملک کا سیاسی جسم ہمیشہ بغاوت و فساد کے امراض سے مامون رہے،

کیا مورخین ہند، برادرانِ وطن اور اخوانِ ملت اس پر غور کرنے کے لیے چند لمحے نکال سکینگے؟ لیکن تحقیقی حیثیت سے اڈیٹر معارف کے خیال مین، قدیم کتبات اور فرامین کے ماہرین کو اس بابری تحریر کے کاغذ کو دیکھکر فیصلہ کرنا ہے کہ اس کی قدامت کہان تک ہے، اصل فارسی فرمان مین ایک دو غلطیان ہین جو شک پیدا کرتی ہین،

دنیا کی سب سے چھوٹی مچھلی فلپائن کے قریب جزیرۂ لوزن کی کوہی جھیل بہل مین ہوتی ہے، یہ مچھلی جسے جزیرہ کے باشندے سمرپن کے نام سے یاد کرتے ہین، دنیائے سائنس مین سب سے چھوٹی ہیپیڑے سے سانس لینے والی ہستی ہے، اس کا وزن ⅟۲ گرین اور طول زائد از زاید ⅟۲ انچ ہے،

چونٹیون کی فوج کے حملہ سے بچنے کی بہت سی صورتین نکالی گئی تھین اور لاتعداد دوائین ایجاد ہوئین، لیکن اب تک کامل کامیابی حاصل نہین ہوئی تھی، لیکن اب تجربہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس مستقل حملہ آور کی پسپائی کے لیے نیپتھلن کی گولیان بہت کارآمد ثابت ہوئی ہین،

لنڈن یونیورسٹی کے پروفیسر کامل کا بیان ہے کہ ایک انسان کا خط اس کے جسمانی حالت کا مظہر ہوتا ہے،

مصر مین ایک چاقو کا دستہ ملا ہے، جس مین دو صفون کو لڑتے ہوئے دکھایا گیا ہے، ان مین سے بعض کے بال لمبے ہین، اور گرم قسم کے کپڑے پہنے ہین، ان کے پیچھے جہازون کی قطار ہے، تاریخی حیثیت سے اس کو بہت اہمیت دیجاتی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے، کہ مصر پر سب سے پہلے حملہ دریا کی طرف سے کسی سرد ملک کے باشندے تھے،

ڈاکٹر ڈی، تھامسن نے سینٹ پال اسپتال کے اراکین کے سامنے بیان کیا کہ انھون نے دو نئے جراثیم کا پتہ چلایا ہے، جو انھون نے بخار وغیرہ کے مریضون کے حلقون سے نکالے تھے، ان کا خیال ہے کہ ان جراثیم کو فنا کرکے بہت سے امراض سے نجات حاصل کیجا سکتی ہے،

ہندوستان مین سب سے قدیم انگریزی قبر آگرہ مین ہے، یہ قبر ملکہ الزبتھ کے سفیر جان ملڈن ہال کی ہے، جسے ۱۵۹۹ء مین شہنشاہ اکبر کی خدمت مین بھیجا گیا تھا، یہ سفیر اجمیر مین مرا اور اوسکی نعش آگرہ لاکر دفن کی گئی، لانیوالون کو ۲۰۰ روپیے دئے گئے تھے،

صوبہ بمبئی نے ۱۹۲۱ء مین تعلیم پر ۲،۲۶۳۴۲۶۵۹ روپیے اور آسام نے ۱۴۹۵،۳۲ روپیے صرف کیے، اول الذکر صوبہ مین کالج کی تعلیم مین ہر طالب علم پر ۴-۱-۱۲۵ اور موخرالذکر مین ۶-۶-۱۰۰ صرف ہوئے،

انسان نے اپنے تمام دشمنون کی ہلاکت و بربادی کے سامان مہیا کر لیے تھے اور سمجھ لیا تھا کہ کوئی دشمن اس پر کامیابی حاصل نہین کر سکتا، لیکن خداوند تعالی کے کارخانۂ قدرت نے اب اس چیز کو اسکا مقابل بنا دیا ہے، جس کی طرف کبھی وہم و گمان بھی نہین ہوا تھا، یعنی حشرات الارض نے نہایت تنظیم کے ساتھ اشرف المخلوقات پر حملہ شروع کر دیا ہے اور وہ بیچارا اپنے متنوع اسباب حرب و ہلاکت کے باوجود اس کو دیکھتا ہے اور کچھ نہین کر سکتا، اس فوج کی ایک ٹولی، انسانی کاشتون کو برباد کرکے اسے بھوکون مارنا چاہتی ہے، دوسرا رسالہ جنگلون کو تباہ کرکے اس کو خانہ بدوش بنانا ہے، تیسری پلٹن روئی و اون کو خراب کرکے کپڑے سے محروم کرتی ہے اور بالآخر سب سے تباہ کن جماعت

انسانی بدن مین امراض کے جراثیم پہنچا کر خود اس خاکی وجود کو فنا کردینے پر تلی ہوئی ہے، چنانچہ صرف امریکہ مین سالانہ ۲۵۰۰۰۰۰۰ ڈالر کے آلو اور تقریباً اس قدر رقم کی روئی برباد ہوتی ہے، جسکا ظاہری نتیجہ یہ ہے کہ ہر متنفس کو عام قیمت سے ۲۵ فی صدی زائد دام ادا کرنے پڑتے ہین،

اب امریکہ کی انسانی آبادی نے بھی اس دشمن سے مقابلہ شروع کردیا ہے اور حکومت کے ماہر جراثیم ڈاکٹر ایل، او، ہوارڈ کی کمان مین، اہل سائنس کی ایک فوج تیار کی گئی ہے، لیکن اس کے تمام حملے اس وقت تک بے سود ثابت ہو چکے ہین اور جنگ نازک ترین صورت اختیار کررہی ہے،

گذشتہ ستمبر مین سورج گہن کے موقع پر سب سے پہلی مرتبہ مغربی اسٹریلیا مین، کراکرہم نے آفتاب کی تصویر لی تھی، یہ تصاویر انسٹین کے نظریہ کی تصدیق کرتی ہین اُن سے پتہ چلتا ہے کہ قرص آفتاب ۰۰۰۰ ۸ میل وسیع ہے اور اس سے نور کے چشمے جو مرکز آفتاب سے ۲۵۰۰۰۰ میل تک بیتے رہتے ہین،

جزیرۂ سلیمان کے باشندے مردم خوری، رسوم قبیحہ اور دوسری عادات مذمومہ کے لیے بہت کچھ بدنام تھے، لیکن ڈچ جرمن اور برطانوی اثر نے ایک حد تک اُن سے یہ عادتین چھوڑا دی ہین اور اب وہ انسانی تمدن کی طرف بڑھ رہے ہین،

پیرس کے لیٹر بکس عموماً دروازون یا تنباکو کی دکانون کی دیوارون مین لگے ہوتے تھے اور زائرین شہر کے لیے اونکی تلاش ایک تکلیف دہ کوشش تھی، اس کو محسوس کرکے محکمہ نے اس شہر کے تقریباً ۳ ہزار کھمبون مین لیٹر بکس بنوا دیے ہین جو نہایت ہی کم خرچ، مفید اور ہر دلعزیز ثابت ہوئے ہین،

بڑے شہرون کی شاہراہون پر پولس کو آمد و رفت کی ترتیب قائم رکھنی پڑتی ہے اور اس کے لئے وہ اپنے ہاتھون سے کام لیتے ہین، رات کے وقت لالٹین کے ذریعہ یہ کام لیا جاتا ہے، لیکن سپاہی کی آسانی کے لیے محکمۂ پولس نے اب نئے قسم کے دستانے بنائے ہین جن مین بجلی کے بلب ہوتے ہین اور ان کو ایک تار کے ذریعہ بیٹری سے جو کمر مین ہوتی ہے جوڑ دیا جاتا ہے ہاتھ اٹھاتے ہی وہ بلب روشن ہوجاتے ہین اور سپاہی اپنا فرض نہایت اطمینان سے انجام دیتا ہے،

کلکتہ مین گرنفیتہ پارک کے قریب، دو ایکڑ مین بڑے بڑے حوض بنائے جارہے ہین اور ان مین ہر قسم کے زہریلے سانپ اور اسی جنس کے دوسرے جانور پالے جائینگے ان کو بالکل فطری طریقہ سے رہنے دیا جائیگا اور ان کے متعلق مطالعہ کیا جائیگا،

میجر کلرنیس دنیا کا سب سے چھوٹا بالغ انسان ہے، اس کا وزن ۱۰ پونڈ (۹½ سیر) اور اونچائی ۱۸ انچ ہے،

حال ہی مین ایک خوبصورت، چھوٹی دوربین بازار مین آئی ہے جو طلبا اور شائقین کے لیے جبکہ وہ رصدخانون سے باہر ہون بہت مفید ہے، اس مین ہر چیز کو ۵ ۲ سے ۲۲۵ گونا بڑا کرنے کی صلاحیت ہے اس مین محور بھی ہے اور اس کو نہایت آسانی سے گھما سکتے ہین،

امریکہ کی قومی انجمن طیارات نے حال مین سب سے پہلی مرتبہ ایک خاتون مس امیلا کو ہوائی جہاز چلانے کا اجازت نامہ دیا ہے، موصوفہ نے اپنا جہاز ۰۰۰ فٹ بلندی تک اڑایا جو ایک خاتون کے لیے ریکارڈ ہے،

آثارِ علمیہ ادبیہ

مکتوبِ شبلیؒ

مرسلہ: جناب سید محمد فاروق صاحب شاہپوری

مولنا شبلی نعمانی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مکتوب گرامی ایک عرصہ سے میرے پاس موجود ہے، اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ مسٹر شاکر میرٹھی کی تحریک سے اُن کے پرچہ العصر کے لیے مولانائے مغفور اور اُن کے علمی کارنامون پر ایک تبصرہ لکھنے کا قصد تھا، اس سلسلہ مین مسٹر شاکر نے چند سوالات قائم کرکے مولانا سے بعض امور کے متعلق استصواب کیا تھا، اور مرحوم نے اپنے فطری اخلاق کی بنا پر ان کے جوابات بہ ذات خود قلمبند فرما کر ارسال کیے تھے، یہ بات بہت دنون کی ہوگئی اور اتفاقات زمانہ سے ایک طرف تو یہ مضمون مکمل نہ ہوسکا، اور ادھر رسالہ العصر کی اشاعت یک قلم مسدود ہوگئی، لیکن یہ ادبی جواہر ریزہ میرے پاس اب تک محفوظ ہے اور آج دس گیارہ برس گذرنے کے بعد اسے نذرِ معارف کر رہا ہون، اُسے اِس کی اشاعت کا استحقاق مرجح حاصل ہے، ممکن ہے کہ کارکنانِ دار المصنفین مکاتیبِ شبلی کے آیندہ اڈیشن مین اس کو شامل کرنا پسند کرین، یہ خط اس لحاظ سے نہایت دلچسپ و بیش قیمت ہے کہ اس کے اندر اردو کے اس زندۂ جاوید سرمایۂ ناز مصنف کے سوانحی حالات اور علمی خدمات کا مختصر ذکر خود اُسی کے موشگاف و حقیقت نگار قلم سے کیا گیا ہے، جس سے زیادہ مستند اور قابلِ وثوق ذریعہ کوئی اور نہین ہوسکتا، یون بھی شبلی کے نام سے شرفِ انتساب رکھنے والی کوئی چیز قدر شناسانِ ادبِ اردو کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہین،

سید محمد فاروق (شاہپوری)

مکرمی تسلیم

سنین تصنیف تو بغیر ملاحظۂ کتب بتا نہین سکتا، البتہ ترتیب تصنیف یہ ہے:۔

مسلمانونکی گذشتہ تعلیم (غالباً ۱۸۸۷ء) المامون، سفرنامۂ روم، الفاروق، علم الکلام، الغزالی، الکلام

موازنۂ شعر العجم، دواوین الگ ہین،

علمی شوق والد اور گھر کی تربیت کا اثر تھا، خاندان مین علم کا چرچا تھا اور تمام بزرگ مصروف علم تھے، اس زمانہ کی طالب علمی بہت مشکل تھی، یکہ پر سفر کرتے تھے، پیدل بھی چلنا پڑتا تھا، یہ سب مین نے خوشی سے گوارا کیا تھا، دو دفعہ والد کی اجازت کے بغیر چپکے نکل گیا، یہ خاص التزام رہا (اور اس مین مین منفرد تھا) کہ ہر فن مثلاً ادب، منطق، حدیث، اصول فقہ، کے لیے انہی علماء کے پاس دور دراز کا سفر کر کے گیا جو ان علوم مین تمام ہندوستان مین ممتاز تھے، مثلاً حدیث کے لیے مولنا احمد علی سہارنپوری، ادب کے لیے مولنا فیض الحسن لاہور مین،

والد اور تمام خاندان کی مرضی بلکہ حکم تھا کہ مین علمی مشاغل کو چھوڑ کر وکالت اور ملازمت کرون، چنانچہ مجبور ہو کر امتحان دیا اور کامیاب ہوا، چندروز وکالت کی، لیکن وکالت اور ملازمت سب چھوڑ دی اور علمی اشغال مین مصروف ہوا اور اس لیے معمولی معاوضہ پر اول علی گڈہ کی پروفیسری کی ۱۸۸۳ء یا ہوا، پھر متعدد دفعہ حیدرآباد اور دیگر ریاستون مین بیش قرار تنخواہ پر بلایا گیا، لیکن علمی مشغلہ کو چھوڑ کر نہ گیا، حیدرآباد سے جو معمولی وظیفہ مقرر ہے اس پر قناعت کی،

ریاستون نے صلے اور نذرانے دیے اور دینے چاہے لیکن ہمیشہ انکار کیا اور واپس کر دیا،

رائے مین ہمیشہ آزاد رہا، سرسید کے ساتھ ۱۶ برس رہا لیکن پولیٹکل مسائل مین ہمیشہ ان سے مخالف رہا اور کانگریس کو پسند کرتا رہا اور سرسید سے بارہا بحثین رہین،

سفر ٹرکی و مصر صرف علمی تحقیقات کے لیے کیا اور تمام مصارف خود گوارا کیے، ریاست رامپور نے

مصارف دینے چاہے، انکار کیا، بزرگون نے قسطنطنیہ مین روپے بھیجے وہ بھی واپس کردے،

ہمیشہ بڑے بڑے اہم مقاصد پیش نظر رہے،

وطن یعنی اعظمگدہ مین مسلمانون کا کوئی اسکول نہ تھا اور مسلمان انگریزی سے بالکل الگ تھے مین نے نیشنل ہائی اسکول قائم کیا، اس کے اکثر مصارف خود ادا کیے،

پھر ندوہ کی تحریک مین جزو غالب رہا اور جب ندوہ بالکل مرگیا تھا تو اُسکو از سرنو زندہ کرکے ترقی دی،

تصنیفات مین خاص یہ خیال رہا کہ مستقل شاخین مکمل کردون، چنانچہ علم کلام، تاریخ، لٹریچر (موازنہ و شعر العجم) تین شاخون پر سیریز طیار کردی،

فارسی شاعری مین زبان کو اہل زبان کے اصول پر برتا،

ملازمت تو اکثر علمی ہی اختیار کی لیکن وکالت اور سرکاری ملازمت کے زمانہ مین بھی درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، اور یہ فطرت تھی بچپن سے میری صحبت بدچلن لوگون مین تھی، اور وہ لوگ ہمیشہ ان مشاغل کی تحریک کرتے تھے، لیکن کبھی ناچ رنگ بلکہ گانے مین بھی شریک نہ ہوا،

جب راجہ کشن پرشاد وزیر ہوئے اور حسب دستور نذر دینے گیا تو اُن کے اڈی کانگ نے کہا کہ آپ نے تو تہنیت کا قصیدہ لکھا ہوگا، مین نے کہا یہ اور دن کا پیشہ ہے مین یہ کام نہین کرتا، اس پر ردوبدل ہوئی، اور مین نے ناگواری کے ساتھ جواب دیا کہ "مین کسی کی مدح نہین کرتا"۔

قلمی اور نایاب کتابین بہت بہم پہنچائین، اور کثرت سے مطالعہ کین، یہ سرسری باتین لکھدین خود اپنا آلھا کیا گاؤن؟

شبلی۔ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء،

ادبیات

کلام حسرت

دل ہے ترے وصل کا طلبگار
"دیوانہ بکار خویش ہشیار"

قید ہوس و خرد سے چھٹکر
آزاد ہین عاشقانِ احرار

سردار بلا کشانِ غم ہین
اس جانِ جہانیان کے بیمار

ہے شوق تری طلب کا بھید
معلوم نہ ہوسکیگی مقدار

مایوس وصال ہین، زبان پر
پھر بھی ترے نام کی ہے تکرار

آمادۂ قتل عاشقان ہے
وہ یار وہ شاہدِ ستمگار

جو کچھ اپنا ہے سب ہے اُن کا
وہ دل کے ہین جان کے بھی مختار

ہم جب سے ہوئے ہین کافرِ عشق
تسبیح بکار ہے نہ زنار

حسرت نے بھی مثل شمس تبریز
اشعار مین کہدئے سب اسرار

کلام جوہر

جناب جوہر کا یہ کلام، اُن کی آزادی سے پہلے آزاد ہوکر ہمارے پاس پہنچا تھا

یان تو ہے نام عشق کا لیںا
اپنے پیچھے بلا لگا لیںا

شرط تحریر پہلے سُن لے پھر
خامہ کو ہاتھ مین دلا لیںا

نامۂ شوق اُن کو شوق سے لکھ — غیر کو پر مگر دکھا لینا
ہے جو مومن تو بھولکر بھی دلا — نہ کہین نام ماسوا لینا
دعوٰی توحید کا تو کرتا ہے — نفس کو مت خدا بنا لینا
ہم پہ رنج تجھ سے یہ ہو یارب — اس سے پہلے ہمین اٹھا لینا
تم کو روزِ جزا کا کیا ڈر ہے — دادرِ حشر کو ملا لینا
ورنہ ہے یہ تو باءین ہاتھ کا کھیل — شاہدون کو سکھا پڑھا لینا
ہو ادھر بھی کبھی نگاہِ کرم — ہم غریبون کی بھی دعا لینا
زلف رہنے دو ہان نقاب ذرا — رُخِ محبوب سے ہٹا لینا
آج جی بھر کے دیکھ لینے دو — کل کو دل کھول کر ستا لینا
اس بگڑنے کی کیا سند ای دل — شام تک پھر ادھین منا لینا
وصل کی شب نہ چھیڑ قصۂ ہجر — یہ کسی اور دن سنا لینا
زہر ہی ہو مگر وہ دین تو کہین — مجھکو لگتا ہے کیا بُرا لینا
اُن کے در سے زکوٰۃِ حسن اگر — گالیان بھی ملین تو کھا لینا
ساقیا دیکھ تشنہ کام نہ جاءین — ذبح سے پہلے کچھ پلا لینا
غیر سے دوستی کرو لیکن — پہلے کچھ روز آزما لینا
طالبِ خلد، مزدِ عشق بھی اب — ہو گیا ہے تجھے روا لینا!
ایک ہی جام اور یہ سرمستی — ساقیا ہو کیھ، مین چلا لینا

تم کو زیبا نہ تھا وداع کے وقت
آنکھ جوہر سے یون چرا لینا

مطبوعاتِ جدیدہ

مطالعۂ تصوّف ([illegible]) خانصاحب خواجہ خان بی اے،

مصنّف فلسفۂ اسلام نے انگریزی زبان مین مذکورۂ بالا نام کا رسالہ لکھا ہے، ابتدا مین جناب نواب ' اے ' حیدری حیدر نواز جنگ بہادر کا ایک ۱۹ سطرون کا مقدمہ ([illegible]) ہے، کتاب ایک دیباچہ، تیرہ بابون، تین ضمیمون، ایک فہرست اور ایک غلط نامہ پر مشتمل ہے، ڈاکٹر نکلسن نے اپنی ایک تقریر مین شکایت کی تھی کہ انگریزی دان مسلمان افراد نے اسلامی تصوّف کو مادہ پرست یورپ تک پہنچانے کی طرف کوئی توجہ نہین کی تھی، حتّٰی کہ سر امیر علی بالقابہ نے بھی اپنی مشہور تصنیف اسپرٹ آف اسلام مین آخری اشاعت کے پہلے تک اس موضوع پر دو کلمے نہین لکھے تھے، یہ کتاب اس کمی کو ایک بڑی حد تک پوری کرتی ہے اور غیر مسلم اقوام اس سے اسلامی تصوف کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتی ہین، کتاب کی زبان نہایت ہی سلیس، آسان اور اس کے ساتھ ہی ادیبانہ ہے، معلومات کے لحاظ سے بھی یہ کتاب کچھ کم دلچسپ نہین ہے، ہم کسی آئندہ اشاعت مین اس پر مفصل تنقید کرینگے، کتاب مجلد [illegible] اور مسلم یونیورسٹی بک ڈپو علی گڈھ سے مل سکتی ہے،

مرقاۃ العربیہ (حصہ اول) مولوی عبدالہادی خان صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل نے عربی پڑھنے والے ابتدائی طلبار کے لیے یہ رسالہ لکھا ہے، بقول مصنف "مین نے اس مختصر رسالہ مین حتی الامکان کوشش کی ہے کہ عربی کے ابتدائی اسباق ایک ایسی صورت سے مرتب کرون جن مین عربیت و ترجمہ، صرف و نحو تینون کی یکجائی تعلیم ہو اور وہ بھی بہ تسہیل و تمرین" اپنے اس دعوٰی کو سچا کرنے کی مصنف موصوف نے ایک بڑی حد تک کوشش کی ہے، الفاظ کے اعتبار سے اسم و فعل

وحرف تینون کافی تعداد مین موجود ہین، نحو امضاف مضاف الیہ اور ترکیب توصیفی کی مشق کرائی گئی ہے صرفاً اس رسالہ کو صرف ثلاثی مجرد کے ابواب تک محدود رکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی فعل، فاعل، مفعول، اسم، فاعلہ، مفعول بہ، مبتدا، اور خبر تک کے اسباق ہین چونکہ مصنف ایک مدرس عربی ہین اور انھون نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے تجربے اور موجودہ طلبار کی ضروریات کے مفصل علم کے بعد لکھا ہے اس لیے ہم کو امید رکھنی چاہیے کہ انکی محنت رائگان نہ جائیگی، اور اسکولون، اور مدرسون کے طلبار اس سے مستفید ہوسکین گے، کتاب چھوٹی تقطیع کے ۷ ۸ صفحات کی ہے، لکھائی اور چھپائی بھی خاصی ہے، قیمت درج نہین، اور مولوی عبدالہادی خانصاحب شاہجہان پوری، مدرسہ امینیہ، کشمیری دروازہ دہلی سے دستیاب ہوسکتی ہے،

حسین بیتی

اردو وصائف اور صوفیانہ حکایات کے دیکھنے والے اصحاب حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی کے نام سے ضرور آشنا ہونگے، مذکورۂ بالا نام کی مثنوی آپ کے دہ، روزہ افکار کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب مین شہادت حسینؓ کے واقعات کو نظم کیا گیا ہے، عقیدت نے تاریخی واقعات پر خوش اعتقادی کا روغن مل دیا ہے، کتاب کا نام جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کی صحبت کا نتیجہ ہے، تاہم واقعات نہایت ہی سادہ سلیس اور اثر کن طریقے سے بیان کیے گیے ہین اور اب تک واقعات شہادت کے متعلق جو مثنویان پاکتا ہین لکھی گئی ہین اُن سے ممتاز ہے، کتاب کو خود امام علیہ السلام کے نام سے معنون کیا گیا ہے، اگر اس کتاب کو ہم ساقی نامہ کہین تو بہتر ہے، ابتدا مین جناب مُلا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ، و خطیب کا مقدمہ اور خود حضرت فراق کے صاحبزادے حکیم ناصر خلیق صاحب کا دیباچہ ہے جناب فراق خاندانی شاعر، جانشین درد رحمہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ذوقِ سلیم اور دردمند دل رکھتے ہین اس لیے اسلامی دنیا کی سب سے بڑی بپتا کو اس طرح ادا کیا ہے کہ انسان متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتا، یہ ساقی نامہ ۱۰۴ صفحات کا ہے قیمت علاوہ محصول ۸ منیجر خطیب پوسٹ بکس نمبر ۱۵ دہلی سے طلب کیجئے

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۱۲ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، ۱۲ر

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم، ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقۂ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق، (زیر طبع) ۴ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا امام مالک پر تبصرہ ۱۲ر

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکوں اور کتبوں سے ان کا ثبوت، ۵ر

دنیائے اسلام و خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جد و جہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں، ۶ر

خلافت عثمانیہ و دنیائے اسلام اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں، عہ

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، ۴ر

مولنا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اخلاق و معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۴۵۰ صفحے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی اور علمی کارناموں کی تفصیل صفحات ۴۵۰ قیمت عہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ طبع دوم، قیمت عا

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع، قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت عمدہ اور سلیس ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد عا

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، ۱۰ر

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح عا

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے ساتھ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول ے، جلد دوم عا

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ و عہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلی کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزاء جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کیے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے، قیمت عا

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

کتبخانۂ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامۂ شبلی نعمانیؒ

سیرۃ النبی صلعم حصۂ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ ۶ سے للعہ

ایضاً حصۂ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ ۶ سے معہ

ایضاً حصۂ دوم طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ (زیر طبع)

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف و طرز حکومت ۔ ۓ

المامون خلیفہ مامون رشید کے عہد سلطنت کے حالات ۔ عہ

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ ۔ عا

سیرۃ النعمان امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہاد و مسائل ۔ عہ

سوانح مولانا روم مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری، مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر تقریظ ۔ عہ

مقالات شبلی مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ ۔ عہ

رسائل شبلی مولانا کے ۱۱ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ ۔ عہ

بیان خسرو خسرو کے حالات زندگی اور انکی شاعری پر ریویو ۔

شعر العجم حصۂ اول شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز، قدما کا دور ۔

ایضاً حصۂ دوم شعرائے متوسطین کا دور ۔ عا

ایضاً حصۂ سوم شعرائے متاخرین کا دور ۔ عا

ایضاً حصۂ چہارم فارسی شاعری پر ریویو ۔ ۓ

ایضاً حصۂ پنجم فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ ۔ عا

الانتقاد علی التمدن الاسلامی جرجی زیدان کی کتاب تمدن اسلامی پر عربی میں تنقید ۔ عہ

موازنۂ انیس و دبیر میر انیس کی شاعری پر ریویو ۔ ۓ

سفرنامۂ روم و مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت ۔ عا

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات ۔ عہ

علم الکلام مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ، اسکی ابتدا اسکی ترقی اور علمائے متکلمین کے نظریات و مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس ۔ عا

الکلام مولانا کی مشہور تصنیف، جدید علم کلام جس میں عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے، طبع سوم مطبوعہ معارف زیر طبع

قصیدۂ امرتسر امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین اعلیٰ مطبع نامی لکھنؤ ۔ ۲

مجموعۂ کلام شبلی اردو ۔ ۱۲

مثنوی صبح امید ۔ ۲

کلیات مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، قطعات کا مجموعہ، جو اب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل، برگ گل کے نام سے چھپے تھے اس میں سب یکجا کر دئیے گئے ہیں، ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپائی قیمت عا

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۔ ۲

تفسیر سورۂ والتین ۔ ۲

تفسیر سورۂ والکوثر ۔ ۲

تفسیر سورۂ عبس ۔ ۲

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح عربی میں حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ ۔ ۱۰

اسباق النحو حصۂ اول و دوم سہل طرز پر عربی گرامر اردو ۔ ۱۱

دیوان حمید مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۔ ۱۲

خرد نامۂ منظوم خاص فارسی زبان میں حکمائے یونان کے اقوال کا ترجمہ ۔ ۲

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم اقوام قرآن میں سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم لوط، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار، اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور

مجلد دوازدہم | ماہ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء | عدد ششم

مضامین

شذرات

مسلمانان ہند کی مشہور تعلیمی کانفرنس (آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس) کا سالانہ اجلاس، امسال بھی حسب دستور دسمبر کی آخری تاریخون مین بمقام علی گڈھ منعقد ہوگا، ہم نہین جانتے کہ صدارت کا انتخاب ہوچکا ہی یا نہین، مگر ہمارے خیال مین وقت کے لحاظ سے مناسب تر انتخاب صاحبزادہ آفتاب احمد خان کا ہی، وہ مدت تک علم و ترقی کے مرکز مین رہکر آئے ہین، وہ بہت سی نئی باتین قوم کو بتا سکتے ہین،

اب جب قوم کا مطمح نظر بدل چکا ہی، خیالات مین انقلاب مقاصد مین تغیر اور حالات مین تبدیلی نمایان ہی، تو ضرورت ہی کہ ہماری پرانی قومی مجلسون کے اون مطالبات مین بھی انقلاب، تغیر اور تبدیلی ظاہر ہو، بہت سی باتین آج سے ۳۰ یا ۴۰ برس بیشتر ضروری تھین، وہ اب بیسود ہوگئی ہین، اور بہت سی باتین جو پہلے بیسود معلوم ہوتی تھین ضروری ہوگئی ہین، بہت سی چیزین جو پہلے ناممکن تھین، ممکن ہوگئی ہین، اور بہت سے ممکنات نے اب ناممکن کی صورت اختیار کرلی ہی، اسلئے اوسی دلیل کی بنا پر جو اس تعلیمی مجلس کی سب سے پہلی دلیل تھی کہ ع

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

اوس مین زمانہ کے مطابق تغیر اور تبدیلی کی حاجت ہی،

ہمارا یہی خیال **ندوۃ العلماء** کے متعلق بھی ہی کہ اب جب علماء کے حالات مین تغیر ہوگیا ہے، جمعیۃ العلماء قایم ہوچکی ہی، بلاد اسلامیہ سے تعلق ممکن ہوگیا ہی، اشاعت اسلام کی انجمنین کام کر رہی ہین، مدارس نئے اصول پر چلائے جارہے ہین، ضرورت ہی کہ ایک دفعہ بیٹھکر روشن خیال اور روشن ضمیر علماء

اوس کے بنیادی مقاصد پر ایک تنقیدی نظر ڈال لین، اور اس کے لئے اوس کے ایک سالانہ اجلاس کی حاجت ہی، لیکن کہان ؟
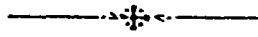
تعلیمی کانفرنس کا جو نظام اجلاس اِس دفعہ شائع ہوا ہی، اوس کو دیکھکر معلوم ہوتا ہی کہ اوس کے کارکن بھی اِس نکتہ کو سمجھ گئے ہین لیکن یہ تغیر اس طرح کیا جانا شاید اون کو منظورِ خاطر ہے کہ تعلیمی مجلس کو علمی مجلس کی ہیئت مین تبدیل کر دیا جائے، چنانچہ اجلاس آیندہ کے مطبوعہ نظامنامہ مین زیادہ تر علمی تقریرون اور خطبون کی کثرت نظر آتی ہی اور اس کے بعد کچھ جدید تعلیمی آلات کی "**نمایش**" کو جگہ دی گئی ہی، تعلیمی نمایش تو اس نمایش گاہ مین ہمیشہ سے ہوتی آئی ہی، ہم تو یہ جاننا چاہتے ہین کہ کانفرنس کی کوشش سے کتنے اِسکول کھلے، کتنے مدرسے قایم ہوئے، کتنے طلبہ نے وظیفہ پائے، کن کن تاریک مقامات مین کانفرنس کے سفرا نے "ٹکٹ کے فروخت" کے علاوہ "تعلیم کی روشنی پھیلائی، اور مسلمانون کو ادھر رغبت دلائی، یہ الفاظ درد مندی سے نکلے ہین طعن وطنز اور اعتراض وجواب مقصود ان کا نہین

علمی حیثیت سے کانفرنس کا یہ اجلاس بشرطیکہ مردہ اور فرسودہ "تجاویز" اور "ریزولیوشنز" کو حسب معمول امسال کانفرنس مین اول جگہ نہ دی گئی، تو یقیناً نہایت دلچسپ اور مفید ہوگا، اور ہماری زبان اور ملک مین معلومات کا عمدہ ذخیرہ مہیا کرے گا، علم دوست اصحاب سے قدردانی اور قدرافزائی کی اُمید ہی، لیکن کیا کانفرنس کے لئے یہ سوچنے کی بات نہین کہ اوس کے اجلاس کا زمانہ اب بدل جانا چاہیئے آخر مسلمانون کو کانگریس سے روکنے کے لئے اِس کو اِسی زمانہ مین منعقد کرنے کی پالیسی پر کب تک عمل ہوتا رہیگا ؟
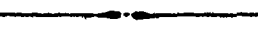
خوشی ہی کہ یورپ کی دوربین مین ممالک اسلامیہ کے جس خوش آیند منظر کا مشاہدہ کیا تھا معارف کے

ناظرین کو دو برس پہلے "دنیائے اسلام کے انقلاب" کی جو خبر واقعات کی روشنی مین دی تھی، ہر روز وہ منظر زیادہ نمایان اور وہ خبر زیادہ مصدق ہوتی جاتی ہو تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ، خدا فرماتا ہو کہ زمانہ کو ہم لوگون کے درمیان اُلٹتے پلٹتے رہتے ہین،

بحرین مین ایک قومی اجتماع ہوا، ایک عربی، فارسی، انگریزی کی تعلیم کا مدرسہ وہان قایم ہو، اوس کو ترقی دی گئی، ہانگ کانگ (چین) مین "نوجوان مسلمانون کی مجلس" (ینگ مینس اسلامک سوسائٹی) تبلیغ اسلام اور ترغیب علم کے لئے بنی ہو، اوس کا ایک کتبخانہ قایم ہوا ہو، **سنگاپور** مین انجمن اسلام کا علمی تعلیمی اور تبلیغی مقاصد سے قیام ہوا ہو، اوسکا ایک ماہوار انگریزی تبلیغی رسالہ ہو، وہان کے عربون نے اپنے بچون کے لئے بطرز جدید لسنوف (!) "عرب اسکول" قایم کیا ہو، اور اوس کو ترقی دے رہے ہین، **بغداد** مین جدید علوم کی ایک نئی درسگاہ قایم ہوئی ہو، **انگورہ** کی ہیئت علمیہ اسلامیہ کا حال آپ کو معلوم ہوچکا ہو،

شام مین فرانسیسی قوت وطاقت کی مزاحمت کے باوجود علمی رونق پیدا ہو، مجمع علمی عربی (عرب ایکاڈمی) کے علمی مباحث، خطبات، اور تحقیقات، نوجوان عربون کے خیالات کو وسیع کر رہی ہو، اوس کی زنانہ اور مردانہ مجلسون مین ہر ایک ضرورت کے مطابق مفید تقریرون کا سلسلہ جاری ہو، ابھی شیخ **محمد کرد علی** وزیر تعلیمات، شام کا ایک بشارت نامہ موصول ہوا ہو کہ دمشق مین جو شام کا کسی قدر وسیع الاختیار حصہ ہو، مختلف درسگاہون کو ملا کر ایک جامعۂ عربیہ (عربک یونیورسٹی) قایم کی گئی ہو،

شیخ موصوف کے والانامہ کا حسب ذیل اقتباس ناظرین کے لئے مسرت انگیز ہوگا،

"آپکا خط مجمع علمی عربی کے جلسہ مین پڑھکر سنایا گیا، ارکان نے دار المصنفین ہند کے ساتھ مجمع کے

علمی روابط کو خوشی کے ساتھ پسند کیا......... خلفائے امویہ کے اس پایۂ تخت (دمشق) مین جس اسلامی مدرسہ کے قیام کی خبر آپ کو معلوم ہوئی ہی، اور جس کی نسبت آپ نے دریافت کیا ہے، وہ ابھی تک تاسیس اور تعمیر کی حالت مین ہی، جب اوس کا افتتاح ہو جائیگا تو مین آپ کو اوس کی خوشخبری سناؤنگا"

"بالفعل مین آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہون کہ دمشق مین ایک جامعۂ عربیہ جس مین ایک طبی کالج، ایک قانون کا مدرسہ اور ایک علمی تحقیقات کی درسگاہ شامل ہی، اور اب آجکل علوم ادبیہ کی شاخ کھل رہی ہی، ان تمام درسگاہون مین تمام علوم عالیہ عربی زبان مین پڑھائے جاتے ہین، جس کی دنیا مین کوئی نظیر نہین، اِلّا یہ کہ مصر مین **جامعۂ مصریہ** اسی اصول پر ہی، لیکن وہ ابتدائی حالت مین جس مین بہت سے شعبون کی ابھی کمی ہی، جس طرح ہمارے جامعہ مین علوم وفنون (سائینس اینڈ آرٹس) کی کمی ہی، اور نیز الٰہیات کا شعبہ بھی اوس حیثیت مین نہین ہی، جس کی آج مصلحین اسلام ضرورت سمجھتے ہین"

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا، کہ امریکہ مین مسلمانون کی تعداد ایک معقول حد تک ترقی کر گئی ہی، کل ولایات متحدہ مین مسلمانون کی تعداد پچاس ہزار ہی، جن مین زیادہ تر مسلمان شامی عرب اور ترک ہین، جو اپنے اپنے وطنون کو چھوڑ کر آباد ہوئے ہین، جن مین سے چار ہزار کے قریب ڈیٹروئٹ (Detroit) مین رہتے ہین اور وہان انھون نے ایک عظیم الشان مسجد بھی بنالی ہی، معلوم ہوا ہی کہ چکاگو کے مسلمان، واشنگٹن مین تبلیغ اسلام کا ایک دفتر کھولنا چاہتے ہین، اور اون کو ان مقامات مین کامیابی کی اُمید ہی، امریکہ مین حبشیون کی بڑی تعداد آباد ہی، جس کو سپید رنگ کے انسان مسیحی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، اور وہ بڑی مظلومیت اور دکھ مین ہین، لیکن اب اونھین معلوم ہوا ہی کہ صلح جو، امن پسند مسیح کے پیروکارون کے مظالم سے صرف ایک اسلام نجات دے سکتا ہی، اسلیئے اِس جائے پناہ کی طرف اون کو توجہ ہو چلی ہی،

نیویارک سے "نیگرو ورلڈ" (حبشی دنیا) سیاہ فام انسانون کا ایک اخبار نکلتا ہی، جریدۂ مذکور مین مسٹر جے، اے، او میلے A. O. Malley کا "اسلام اور رنگ کا سوال" ایک مضمون نکلا ہے، جس مین واقعات سے یہ ثابت کیا گیا کہ اسلام رنگ کے سوال سے مبرا ہے، اور افریقی آبادی کے لیئے، صرف وہی ایک مستحکم قلعہ ہی جو یورپین مسیحی حملہ آورون سے اون کو بچا سکتا ہی، اور ایک زبان عربی، ایک خدا اور ایک قرآن دیگر تمام سیاہ فام انسانون کو متحد قوم بنا سکتا ہی، اور عربی اب بھی لاکھون افریقیون کی زبان ہی،

مضمون نگار کہتا ہی:-

"افریقی آہستگی سی لیکن یقین کیساتھ یہ سمجھنے لگے ہین کہ وہ صلیب کے زیرسایہ رہنے سے زیادہ، ہلال کے زیر سایہ رہکر اپنی بلند حوصلگی کے مقصد مین کامیاب ہو سکتے ہین، خود برطانوی حکام اسکا اعتراف کرتے ہین کہ مسلمان افریقی ذہانت اور اخلاق مین عیسائی افریقی سے علانیہ ممتاز ہوتا ہی، اسلام اپنے پیروکارون کو بہادری، ذاتی حرمت، فیاضی اور بلند حوصلگی، سکھاتا ہی، محمد صلعم کا حلقہ بگوش ہمیشہ اپنے مقدس حق اور عزت کی حفاظت کی خاطر تیغ بکف رہتا ہی، ابھی چند برسون کے اندر ۵ کرور ۳۰ لاکھ باشندگان افریقہ مسلمان ہو چکے ہین، جنوبی نیاسالینڈ مین جہان ۱۹۰۰ء تک محمد کا ماننے والا ایک بھی نہ تھا، وہان اب تمام اب تمام ملک مین مسجدین نظر آتی ہین، دربان اور کیپ کے درمیانی علاقہ مین دس لاکھ باشندے پچھلے سال مسلمان ہوئے ہین،

ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل علماء مین مولوی شاہ **زین العابدین** ندوی، ایک صاحب ہین جنھون نے تعلیم کی تکمیل کے بعد ہی سے اپنے کو دعوت و تبلیغ کے کامون کے لیئے اپنے کو پیش کیا تھا، اور خود اپنی ذاتی محنت اور کوشش سے امریکہ کا سفر کیا اور اب وہ وہان چند سال سے مقیم ہین، کل اونکا ایک خط امریکہ

ملا، جس مین یہ پڑھکر بڑی مسرت ہوئی، کہ ہماری برادری کا ایک عالم ندوہ کے خواب کی تعبیر پوری کر رہا ہے، ندوہ نے ایک درجن سے زیادہ ایسے عالم پیدا کئے ہین، جو مذہبی علوم کے ساتھ انگریزی کے گریجویٹ ہین، یا انگریزی کی خاصی قابلیت رکھتے ہین، مگر چونکہ قوم نے ایسے اشخاص کی کھپت کے لئے کوئی جگہ اب تک نہین بنائی ہے، اسلئے وہ زیادہ تر اسکولون اور کالجون مین معلم و اُستاذ ہین، شاہ صاحب کی ہمت سے ہمارے انگریزی دان برادران ندوہ کو ذاتی جرأت کا سبق حاصل کرنا چاہئے، کہ وہ خود اپنے معیار کے مطابق قوم مین اپنے لئے کام پیدا کرین اور اعتبار حاصل کرین،

شاہ صاحب کے طویل مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے،

"ریاستہائے متحدہ امریکہ، کناڈا، کیوبا وغیرہ کے مختلف حصون کی سیاحت کی، تاکہ اسلامی نوآبادی کی حالت دیکھون، اور اسلام کے بیج بونے کی صورت پیدا کرون، مسلمانون کی کم و بیش ہر شہر مین آبادی ہے، مگر بری حالت مین ہین، مذہبی احساس مفقود ہے، البتہ قومی احساس پیدا ہے، جس مین ذرا بھی ٹھیس لگتی ہے تو اُبھر آتے ہین، اسلام کے خلاف یہان بھی پروپیگنڈا جاری ہے، تاہم یہان اسلام کے مداح زیادہ نظر آتے ہین،

چند ماہ سے یہان (شہر پیج) مین ہون، سارے امریکہ مین یہی ایک شہر ہے، جہان چند ہزار مسلمان رہتے ہین، اور سب نوآباد ہین، مین نے اپنی حیثیت کے مطابق یہین کام شروع کیا ہے کہ وہ متحد ہون اور ان مین مذہبی جذبات پیدا ہون، انجمن **المعین**[1] کے نام سے ایک مجلس قایم کی ہے، جس کا مقصد مسلمانون کی باہمی امداد، اور ہر موقع پر اسلام کی خوبیون کو نمایان کرنا ہے، اس کا کوئی چندہ نہین، تجارت سے اسکا سرمایہ بڑھایا جائیگا، اس کے ماتحت ایک اسکول بھی ہے جس مین انگریزی

---

[1] **معارف۔** اس نام کی دارالعلوم ندوہ مین طلبہ کی انجمن ہے،

حساب و کتاب اور اصول اسلام کی تعلیم رات کو دیجاتی ہے،

یہ انجمن اسلامی ممالک کے ساتھ شادی و غم کی تقریبون مین بھی شرکت کرکے بقیہ پرانی دنیا کے مسلمانون کے ساتھ سلسلۂ اخوت و برادری کو قایم رکھنا چاہتی ہے، چنانچہ جب ڈاکٹر ابراہیم فوادبے، ناظم دار الیتامی حربیہ انگورہ وہان گئے تھے، تو بڑے جوش سے اونکا استقبال کیا گیا، ۳۰۰ موٹرین اون کے جلوس مین تعین، ہر جگہ ہلال احمر کا جھنڈا لہرا رہا تھا، ایک عظیم الشان ہال جلسہ کے لئے کرایہ پر لیا گیا تھا، سولہ ہزار ڈالر نقد جمع کرکے دیئے گئے، اسی طرح جب مصری وفد یہان آیا، تو اوسکو بھی چاے کی دعوت دی گئی، سب سے تازہ موقع اس انجمن کے اجتماع کا مولانا **عبدالحی** مرحوم ناظم ندوہ کی خبرِ وفات کے موقع پر ہوا، ارکان نے مرحوم کی غیر متوقع وفات پر رنج و انسوس کا اظہار کیا،

رسالہ اردو (اورنگ آباد دکن) مین ایک صاحب شعر العجم پر مسلسل تنقید لکھ رہے ہین، اس تنقید کی آخری قسط اکتوبر کی اشاعت مین شایع ہوئی ہے، اغلاط کا بیشتر حصہ نامون اور سنون کے الٹ پھیر اور اختلافات پر مبنی ہے، اس آخری قسط کے آخر مین شعر العجم مین عمر خیام کے متعلق جو کچھ ہے اس پر تنقید نقل کیگئی ہے، مضمون نگار صاحب نے اس تنقید کی تحریر کی نسبت ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا، پروفیسر ادبیات فارسی اورینٹل کالج لاہور شاگرد پروفیسر براؤن کی طرف کی ہے، مرحوم مصنف نے تو سینکڑون برس کے مردہ اشخاص کے نامون مین غلطیان کی ہین، مگر ہمارے زندہ تنقید نگار کی صحیح البیانی یہ ہے کہ وہ زندہ اور معاصر اشخاص کے نامون مین بھی التباس اور تشابہ سے محفوظ نہین، پھر مردون کی داد و فریاد کون سنتا ہے، ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا (مشہور شاعر) اور ڈاکٹر محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی (ماہر ادبیات ایران) شاگرد پروفیسر براؤن، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور دو مستقل ہستیون کے علیحدہ علیحدہ نام ہین، حضرت مسیح نے سچ کہا ہے، تم کو دوسرونکی آنکھونکا تنکا نظر آتا ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہین آتا،

یک زندہ دل نہ رفت سلامت زعیب جو　　　کاین ماجرا بخضر علیہ السلام رفت

مقالات

ارضِ حرم
اور
اُس کی مذہبی حیثیت

سرزمین حرم صرف عبادت گذارون کا مسکن ہی

ارضِ حرم کی نسبت گذشتہ مباحث مین جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے یہ حقیقت عیان ہی کہ وہ اسلام کا دینی اور مذہبی مرکز ہے، اوس کا گوشہ گوشہ اسلام کا معبد اور مسلمانون کا مشہد ہے، ارض حرم جس دن ارض حرم بنی، اسی دن اوسکی یہ خصوصیت عیان کر دیگئی ہے، کہ وہ صرف رکوع اور سجود کا آستانہ اور اعتکاف و طواف کا مقام ہے، اور انھین بندگانِ حق کا مسکن ہی جنکی زندگیان راہِ خدا پرستی مین وقف ہو چکی ہین اور جو حیات ابدی کے طالب اور جویان ہین، خانۂ حرم کے معمارون کو جب وہ اوسکی تعمیر سے فارغ ہو چکے اس کے مالک کا حکم پہنچا۔

أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُودِ	تم دونون میرے گھر کو طواف کرنے والون، اعتکاف کرنیوالون رکوع اور سجود کرنے والون کے لیے پاک کرو،

معلوم ہوا کہ ارض حرم کی تعمیر کا خاص مقصد یہ ہے کہ توحید کے پرستارون کا یہ وہ مقام ہو، جہان خدائے واحد کی پرستش کے سوا کوئی عمل مطلوب نہ ہو، اس کے سوا دنیا کے اور جتنے کام ہین وہ اوسکی پاکی اور طہارت کے منافی ہین، اوسکی طہارت اور پاکی، اُسکی عظمت اور تقدس صرف اسی مین ہے کہ وہ عبادتِ الٰہی کا مرکز، توحید پرستی کا معبد، رکوع اور سجود کی چوکھٹ، اور اعتکاف و طواف کی خانقاہ ہو،

حضرت ابراہیم نے خدا کے نام پر جب اس گھر کو بنایا، اور اوسکی پاسبانی کیلئے اپنی سب سے پیاری اور عزیز اولاد حضرت اسمٰعیل کو قربان کیا، تو ساتھ ہی مقصد الٰہی کے مطابق اپنی غرض بھی ظاہر کر دی،

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

(ابراہیم ۶)

اور جب ابراہیم نے کہا، میرے پروردگار! اس شہر کو امن دینے والا بنا، اور مجھکو اور میری نسل کو اس سے بچا کہ ہم بتون کو پوجین میرے پروردگار! ان بتون نے بہت سے لوگون کو گمراہ کیا ہے، تو جو میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے، اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بخشنے والا مہربان ہے، ہمارے پروردگار! مین نے اپنی اولاد مین بعض کو تیرے مقدس گھر کے پاس بن کھیتی کے میدان مین لاکر بسایا ہے، ہمارے پروردگار! تاکہ وہ نماز کھڑی کیا کرین (یعنی تیری عبادت کرین)

اس شہر کے سب سے پہلے آباد کار نے یہ ظاہر کر دیا کہ اوسکی بنا، صرف توحید پرستی کے لیے ہے، یہ باطل پرستیونکا کبھی گہوارہ نہ بنے، اس مقدس گھر کے سایہ مین جو بھی کبھی آباد ہون اونکی سکونت کی غرض صرف یہی ہونی چاہیے کہ وہ اقامت صلوٰۃ یعنی عبادتِ الٰہی کے لیے اپنی حیات کو قربان کرتے ہین، وہ ناپاک سازشون، اور چالبازیون، دنیاوی سیاستون اور ملعون ہوسناکیون، تخت و تاج اور باج و خراج، فوج و عسکر اور تیغ و خنجر کی جگہ نہین، وہ صرف ایک ہی کی بادشاہی کا دار السلطنت اور ایک ہی سپہ سالار کا لشکر گاہ ہے، وہان کا تاجدار صرف خدائے قدوس ہے، اور وہان کا سربرآرا صرف ربِ دو عالم ہے، وہ انسانی بادشاہیون اور خونریزیون کی سرزمین نہین، وہ قدوسیون کا مسکن، حق جویون کا مامن اور سچے فرزندانِ ابراہیم کا وطن ہے،

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ابراہیم کے اصلی جانشین وہ نہین ہین جو صرف صلبی اور نسبی حیثیت سے ابراہیم کی جسمانی اولاد ہین، بلکہ وہ ہین جو ابراہیم کی پیروی اور اطاعت کرکے اونکی معنوی اور روحانی اولاد بننے کا درجہ حاصل کر چکے ہین، حضرت ابراہیم نے صاف کہدیا،

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ (ابراہیم)　　جو میری پیروی کرے وہی مجھ سے ہے،

وہ تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے بس ابراہیم کی اولاد جسکو اس ارض حرم مین اوسکی جانشینی کا حق حاصل ہے وہی ہے جو یہان کی سکونت کے لیے ابراہیم کی اطاعت اور پیروی کی مالکانہ سند اپنے پاس رکھتی ہے اسی بنا پر یہ سرزمین نہ کسی نسل خاص کی ملکیت ہے نہ کسی قوم واحد کی مملوکہ ہے، نہ کسی خاندانِ خاص کی جائداد ہے، بلکہ یہ ان تمام انسانوں کی ملکیت اور جائداد ہے جو بت شکن ابراہیم کی پیرو اور مطیع ہے، وہ لوگ جو پشتہا پشت اور صدیوں سے اس مین مستقل سکونت رکھتے ہون، اونکا اس سرزمین پر استحقاق ایک ذرہ ان سے زیادہ نہین جنھون نے ابھی ابھی اوس کے حدود مین قدم رکھا ہے، بلکہ وہ جو سو اصدیون سے نسلاً بعد نسلٍ توحید کے پرستار چلے آتے ہین، اونکا حق بھی اُس ذلیل ترین ہستی کے حق سے سرمو زیادہ نہین جس کی زبان ابھی چند لمحے گذرے کہ کلمۂ توحید سے مشرف ہوئی ہے، غرض عرب عجم، ترکی و تاتاری، بنی ہاشم اور بنی اُمیہ، بنی فاطمہ، اور آل معاذ مکی اور آفاقی، اس کے حقوق مین سب یکسان، مساوی اور برابر ہین،

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی　　کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

اس گھر اور اس سرزمین کے مالک نے اسکی آبادی اور سکونت کے استحقاق کے لیے صرف ایک ہی حق کو تسلیم کیا ہے، اور وہ ابراہیم کی اطاعت کیشی اور پیروی ہے، جو اس سند سے سرفراز ہے وہ اوسکی تولیت کا حقدار ہے، اور جو اس سے محروم ہے وہ اس کے حق سے بھی محروم ہے،

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ　　بیشک وہ جو کافر ہین اور جو راہِ الٰہی سے اور اوس مسجد حرم سے
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ　　روکتے ہین جسکو ہم نے تمام انسانون کے لیے بنایا ہے اور جس مین
اِلْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِ (حج)　　وہان کے رہنے والے اور باہر کے دونون کے حق برابر ہین،

اس اعلانِ الٰہی کے بعد کون ہے جو سرزمین حرم کی تولیت کا اس لیے مدعی ہو کہ وہ عرب ہے، اس لیے مدعی ہو کہ وہ ہاشمی ہے، اس لیے مدعی ہو کہ وہ آل اشراف سے ہے، اس لیے مدعی ہو کہ وہ صدیون سے وہان سکونت پذیر ہے، اس لیے مدعی ہو کہ سالہا سال سے اس کا خاندان وہان حکمران ہے، اور کون ہے جو وہان سے باہر دوسرے ملکون کے

رہنے والے مسلمانون کے حق کو اس دلیل سے رد کردے کہ وہ عرب کی قوم نہین، وہ سادات اور تسرفار کے خاندان سے نہین، وہ اس ملک کے باشندے نہین، اس سرزمین کا مالک صرف ایک ہے اور وہ خدا، اور اس کے تمام پرستاران حق اور کلمہ گو اس سرزمین کے حال و مستقبل کے حقوق مین یکسان اور مساوی ہین، وہ آل ابراہیم کی اس تمام نسل کا مسکن اور وطن ہے جو آج دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ مین پھیلی اور بکھری ہے اسی بنا پر شریعت اسلام نے اس شہر کی پوری زمین کو وقف قرار دیا ہے نہ اوس کا کوئی حصہ کسی کی ذاتی ملکیت ہے، نہ وہ فروخت ہو سکتی ہے، نہ وہان کرایہ پر کوئی مکان چلایا جا سکتا ہے الغرض وہان شخصی تصرفات کے جو نشانات ہین، وہ شریعت محمدیہ کے روسے جائز اور روا ہین،

وہ دارالامن ہے، آدم کی اولاد فرشتون کے طعنون کے باوجود، اپنی سفاکیون اور خونریزیون سے خدا کی زمین کو نجس و ناپاک کرتی رہتی ہے، خدا نے سطح ارضی کے ایک گوشہ کو اپنا نشیمن بنایا اور مراد اسکو اپنا گھر پکارا، کہ وہ اس خون سے لتھڑی ہوئی دنیا کا ایک ایسا ٹکڑا ہو جو انسانی ظلم وستم سے معصوم، اور سفاکانہ خونریزیون سے پاک ہو، جہان انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اس کے دامن عصمت کا داغ ہو، سطح ارضی کا یہ گوشہ سرزمین حرم ہے، جہان مجرم سے مجرم انسان کا بھی خون گرانا ممنوع، جہان حلال سے حلال جانور کا شکار بھی گناہ، جہان شاخون اور درختون کا کاٹنا بھی حرام، اور جہان سبزہ اور روئیدگی کو چھیلنا بھی جرم ہے، وہ صرف امن وامان کا وطن، اور سکون وسلام کا مسکن ہے، ہر ذی روح اور غیر ذی روح اس کے سایہ مین مامون اور معصوم ہے، حضرت ابراہیم نے دعا کی،

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (بقرہ) میرے پروردگار اس شہر کو امن دینے والا بنا،

لبون کی جنبش سے پہلے یہ دعا بارگاہِ الٰہی مین قبول اور استجابت سے مشرف ہو چکی تھی، کہ دم تکوین اس کے ناصیۂ تقدیر مین یہ شرف مقدر ہو چکا تھا،

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (بقرہ) اور جب ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگون کا مرجع اور امن بنایا،

خدائے عزیز نے اس شہر کے امن وامان کی قسم کھائی،

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (تین) قسم ہے انجیر اور زیتون کی، اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی،

قریش پر اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا،

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ (قریش)
تو چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کو پوجین جس نے اونکو (اس خشک و بنجر زمین) بھوک سے بچا کر کھانا دیا، اور خوف سے محفوظ رکھکر اونکو امن بخشا،

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (عنکبوت)
کیا وہ یہ نہین دیکھتے کہ ہم نے امن والا حرم بنایا، حالانکہ اس کے آس پاس کی بد امنی کا یہ حال ہے کہ لوگ اچک لیے جاتے ہین،

اس کے دارالامن بنانے کے لیے بارگاہ شہنشاہی سے یہ منشور خاص جاری ہوا،

وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا
جس نے اس کے اندر قدم رکھدیا وہ مامون ہوگیا،

اس نکتہ کو غور کرو کہ مدینہ آنیکے چند سال بعد ہی اسلام اسقدر طاقتور ہوگیا تھا کہ وہ جب چاہتا تلوارون کے سایہ مین حرم مین داخل ہوجاتا، مہاجرین کے قلوب اپنے وطن کے دیدار کیلئے بیقرار تھے، انصار کی تلوارین ساکنان حرم (قریش) سے انتقام کیلئے بیتاب تھین، عام مسلمان مسجد ابراہیمی کے شوق زیارت کے لیے بیچین تھے لیکن ان حالات کے باوجود آنحضرت صلعم کی نگاہ پاک مین ان سب بالاتر ایک حقیقت تھی، اور وہ یہ کہ وہ دارالامن ہو، تلوارون کی دھارون نیزون کی انیون اور تیرون کے پیکانون سے اس سرزمین کے جسم اقدس کو مجروح نہین کیا جاسکتا، وہ قتل و غنیمت اور خونریزی سے گو وہ حق کیلئے ہو مغلوب نہین کیا جاسکتا، وہ امن و صلح کا گھر ہے اور وہ صرف امن و صلح ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے، آپ پرجوش مسلمانون کے جذبات کے خلاف حدیبیہ مین پہنچکر صلح فرماتے ہین، اور فوجون کی فاتح تلوار ذکو اس کے حدود کے اندر فاتحانہ داخلہ کی اجازت نہین دیتے، اور فرماتے ہین قریش جو بات بھی ایسی پیش کرینگے جس مین خانۂ الٰہی کی حرمت ہوگی مین اوسکو قبول کرونگا، دوسرے سال سینکڑون مسلمانون کے جلو مین اس طرح ادائے عمرہ کے لیے مکہ مین داخل ہوتے ہین کہ انسانی قتل و خونریزی کے تمام اوزار مکہ سے باہر چھوڑ دئے جاتے ہین، ۸ھ مین جب مکہ فتح ہوتا ہے، دس ہزار مجاہدین کے دستے قدسیون کے پیکر مین قسم قسم کے بیرقون اور نشانون کے سایہ مین دم بدم شہر سے قریب ہوتے جاتے ہین، انصار کی تلوارین انتقام کے جوش مین بار بار نیام سے باہر ہو رہی ہین، ان کے علمبردار عبادہ کی زبان پر یہ ترانہ ہے،

الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ — آج گھمسان لڑائی کا دن ہی، آج کعبہ خونریزی کے لیے حلال کیا جائیگا،

حضور کے سمع اقدس تک یہ آواز پہنچتی ہی، حکم ہوتا ہی کہ عبادہ نے غلط کہا، آج کعبہ کی عظمت کا دن ہی، اور اس قصور مین فوج کا علم عبادہ سے لیکر اُنکے بیٹے کو دیدیا، آگے بڑھے تو آنحضرت صلعم کی نگاہ مبارک مین تلوارونکی چمک نمایان ہوئی، معلوم ہوا کہ سیف اللہ خالد کی تلوار نیام سے نکل آئی ہی، اُنسے بازپرس کیگئی تو ظاہر ہوا کہ قریش کے ایک دستہ نے تیرونکی بارش سی دو مسلمانون کو جام شہادت پلادیا، آپنے سنکر فرمایا کہ "قضائے الٰہی یہی تھی"، بعض شدید مجرمون نے حرم کی سرزمین مین جاکر پناہ لی، حکم ہوا کہ وہ جہان بھی ہون قتل کیے جائین، یہی وہ ساعت تھی جس مین فرزند اسمٰعیل اور جانشین ابراہیم کے لئے سرزمین حرم مین قتل جائز قرار دیا گیا،

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (بلد) نہین اس شہر کی قسم کھاتا ہون، اور اے پیغمبر تو اس شہر مین حلال ہے

قران مجید نے اس علت کی حد کی تعیین بھی کر دی،

فَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ (بقرہ) — تو قریش سے حرمت والی مسجد کے پاس نہ لڑو، یہان تک کہ وہ تم سے اس مین نہ لڑین تو اگر وہ تمکو وہان قتل کرنا چاہین تو تم انکو بھی قتل کرو،

عین اس وقت جب آپ کے لیے اس سند جواز پر عمل کا وقت تھا فرمایا،

و انہ لم یحل القتال فیہ لاحد قبلی و لم یحل لی الا ساعۃ من نھار فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیامۃ (حدیث) — میرے پہلے کسی کے لیے اس زمین مین لڑنا حلال نہین ہوا، اور میرے لیے بھی حلال نہین ہوا لیکن ایک گھڑی دن کیلئے، تو اب وہ خدا کے محترم بنانے سے قیامت تک کیلئے محترم ہے،

اب ان گنہگار انسانون کے حق مین کیا فیصلہ ہی جنھون نے مسجد حرام کے امن و امان کو ہر قسم کے آلات قتل سے زخمی اور مجروح کیا، اور معصوم سرزمین کو انواع و اقسام کے قتل و خونریزی سے ناپاک و نجس کیا؟

یہان ظالم سزایاب ہوگا ارض حرم کی چوتھی خصوصیت ہی کہ جو شخص اسکے امن و امان اور صلح و سلام کے خرمن مین آگ لگائیگا، وہ اس مین خاک ہو جائیگا، اور جو مغرور اسکے حدود مین ظلم و ستمگاری کو آشکار کریگا وہ خود دوسرونکے ظلم و ستمگاری کا نشانہ بنجائیگا، گھر کے مالک کا اعلان عام ہے،

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (حج) — اور جو اس مین منحرف ہو کر ظلم کا ارادہ کریگا ہم اسکو دردناک عذاب چکھائینگے،

ہمارے سامنے تاریخ کی زبان حال اس پیشینگوئی کی شہادت تصدیق کے لیے کافی ہی جب کبھی لوگون نے اس

سرزمین کو اپنی بنیادی جہاد وجلال کا مرکز بنانا چاہا اور اس کے امن وامان کی بارگاہ کو خطرہ میں ڈالا خواہ وہ باہر کے حملہ آور ہوں یا اندر کے مدعیان اصحاب الفیل کا کیا حشر ہوا، یزید اور اس کے خاندان کا چند سال میں استیصال ہو گیا حضرت ابن زبیر کو ناکامی ہوئی، مدینہ منورہ بھی حرم ہے آپ نے فرمایا کہ جس طرح ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا میں نے اس کو حرم بناتا ہوں اس لئے مدینہ کے مدعیوں کا بھی حشر یہی ہے، یزیدیوں کی بربادی ہوئی واقعہ حرہ میں انصار زادوں کو ناکامی ہوئی نفس زکیہ اور دوسرے سادات ناکام ہیں کیونکہ ان مدعیوں نے حرم کے امن وامان کو خاک وخون میں لتھڑ دیا، شریف حسین اور اسکی اولاد کی ناکامی تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے،

سرزمین حرم دار السلطنۃ نہیں بن سکتی | تم نے ایک ایک کر کے پڑھا کہ ارض حرم صرف عبادتگذاری کا گھر ہے، وہ تمام دنیائے اسلام کی ملکیت ہے، وہ دار الامن ہے یہاں ظالم سزایاب ہوگا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ سرزمین بادشاہوں اور فوج کشیوں کیلئے نہیں ہے یہ بغاوتوں اور فسادوں کا مقام نہیں ہے، یہ سازشوں اور چالبازیوں کی کمینگاہ نہیں ہے، اور اسکو یقین جانو کہ ملک کا دار السلطنۃ جسکی تعمیر فتنوں اور ہنگاموں سے اور جسکی بنا خونریزی اور سفاکیوں ہی سے ہوتی ہے، ارض اقدس کو اس سے پاک اور مبرا ہونا چاہئے، آنحضرت صلعم ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی ان میں سے کون تھا جو اپنے آبائی وطن کا شیدا نہ تھا، تاہم کسی نے بھی اسکو ملک کی سیاست کا بازیچہ نہیں بنایا، اور ملک کا دار الخلافہ مدینہ منورہ ہی کو باقی رکھا، حضرت عثمان کے فتنہ نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ حرم ابراہیمی کی طرح، حرم محمدی بھی، سیاستگاہ اقوام بننے کے لائق نہیں، چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ نے اسی بنا پر دار الخلافہ کو مدینہ منورہ سے کوفہ میں منتقل کر دیا، حضرت عبداللہ بن زبیر نے جب اس کے برخلاف مکہ کو سیاسی مرکز بنایا تو نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بج گئی، اب بھی غور کرو اگر شریف حسین کی حکومت پر اندر سے یا باہر سے کوئی دوسری سلطنت حملہ آور ہو تو خانہ کعبہ کی توہین اور بربادی کے سوا اور کیا صورت حال ہو سکتی ہے؟ ہر دار السلطنۃ فسق وفجور، نمائش وتمدن، فتنہ وفساد، دنیاداری اور گنہگاری کا مرکز اور مرجع ہوتا ہے پھر کیا اے مسلمانو! ارض حرم میں بھی یہی منظر دیکھنا چاہتے ہو؟ فاعتبروا یا اولی الابصار،

نبوّت کی ایک جدید حقیقت

از

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی،

ہمارے مخدوم مولنا حمید الدین صاحب بی اے نے قرآن مجید کی جو محققانہ تفسیر لکھی ہی، اگر وہ مکمل طور پر شائع ہو جاے تو اُس کے ذریعہ سے تفسیری اور ادبی رموز و نکات کے ساتھ علم کلام کے مہمات مسائل کے متعلق بھی بکثرت جدید نظرئے قائم ہو سکتے ہین جن سے اہل ذوق، اور اہل استدلال دونون کو یکسان طور پر تشفی و طمانیت حاصل ہو سکتی ہے، لیکن افسوس ہو کہ نزول قرآن کی طرح یہ تفسیر بھی نجماً نجماً شائع ہو رہی ہے، اس لیے کتاب کی پوری اہمیت نمایان ہونے نہین پاتی، تاہم انھین متفرق اجزا مین عقائد کے متعلق بعض ایسے عجیب و نادر نکتے مل جاتے ہین، جن سے ہمارے قدیم علم کلام کے دفتر پارینہ کا شیرازہ یکسر درہم برہم ہو جاتا ہے، اور اصل حقیقت ایک دوسرے قالب مین نمایان ہو تی ہے، مثلاً ہم کو اس قدر اجمالی طور پر معلوم ہے کہ ایک پیغمبر کی ذات دین و دنیا دونون کا مجموعہ، نہ صرف مجموعہ بلکہ آئینہ ہوتی ہی، اس بنا پر اگر ہم چشم بصیرت رکھتے، یا ہماری چشم بصیرت سے غفلت کے پردے اُٹھا دئے جاتے تو دین و دنیا مین ہمارے اعمال کے جو نتائج ہو سکتے ہین وہ ہم کو اس آئینہ مین نہایت واضح طور پر نظر آجاتے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے متکلمین نے نبوت کی جو حقیقت بتائی ہی، اون نے اس آئینے کو اس قدر زنگ آلودہ بنا دیا ہے، کہ ہمارے اعمال کے نتائج تو ایک طرف، اس مین خود ہم کو پیغمبرون کی اصلی صورت بھی نظر نہین آتی،

مثلاً قدیم علم کلام مین اشاعرہ نے نبوت کی جو حقیقت بتائی ہے، اوسکی تشریح صرف ان الفاظ مین کیجا سکتی ہے،

ن قال له الله ارسلتك او بلغهم عنی و | پیغمبر وہ ہے جس سے خدا نے یہ کہا ہو کہ مین نے تجھ کو بھیجا
ہ من الالفاظ ولا یشترط فیه شرط ولا | یا لوگون کو میری طرف سے پیغام پہنچا یا اس قسم کے اور
ستعداد بل الله یختص برحمته من یشاء | الفاظ، اور پیغمبر ہونے کے لیے کوئی شرط نہین، نہ یہ شرط ہے
ن عباده ، | کہ اس مین کسی قسم کی قابلیت ہو بلکہ خدا اپنی رحمت کے ساتھ
 | اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے ،

اشاعرہ کے نزدیک نبوت کی اصلی حقیقت اس سے زیادہ نہین، البتہ عام لوگون کی شناخت یا اونکی تشفی و تسلی کے لیے اشاعرہ نے معجزہ کو دلیل نبوت قرار دیا ہے. اس لیے وہ بھی نبوت کا ایک لازمی جزو قرار پا گیا ہے. لیکن چونکہ ں جزو کے لازمی قرار دینے سے نبوت پر بہت سے تاریخی اور عقلی اعتراضات وارد ہوتے تھے، اس لیے محققین نے اس عام شاہراہ کو چھوڑ کر دوسرے دوسرے راستے اختیار کیے، مثلاً امام رازی نے نبوت ں یہ تشریح کی کہ" انسان کو خدا نے دو قسم کی قوتین عطا فرمائی ہین نظری و عملی. قوت نظریہ کے ذریعہ سے ہ حقائق اشیاء کا صحیح ادراک کرتا ہے اور قوت عملیہ کے ذریعہ سے اوس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سے فعال عمل کرنے کے قابل ہین اور کن افعال سے احتراز کرنا چاہیے، لیکن چونکہ اس معاملے مین نقصان ر کمال کے درجے نہایت متفاوت ہین اس لیے ان دونون قوتون کے لحاظ سے افراد انسانی کی ین قسمین ہین،

(۱) وہ لوگ جو ان اوصاف مین ناقص ہین،

(۲) خود کامل ہین لیکن ناقصون کی تکمیل نہین کر سکتے

(۳) خود کامل ہین اور ناقصون کو بھی کامل بنا سکتے ہین،

ور اسی تیسرے قسم کے لوگون کو پیغمبر کہتے ہین،

اشاعرہ نے نبوت کی جو تعریف کی تھی اوس سے یہ بالکل نہین معلوم ہوتا تھا کہ دنیا مین پیغمبرونکی بعثت سے کیا نتائج ہوتے ہین؟ اور انکی بعثت کا اصلی مقصد کیا ہے؟ لیکن امام رازی نے نبوت کی جو تشریح کی ہے اوس سے اگرچہ بعثت کی غرض و غایت ایک حد تک متعین ہو جاتی ہے، لیکن اس تعریف سے بھی یہ نہین معلوم ہوتا کہ ایک پیغمبر کی بعثت واقعات مابعد الموت سے کیا وابستگی رکھتی ہے؟ اور حشر و نشر کو پیغمبرونکی بعثت سے کس قسم کا تعلق ہے؟ اگر ایک شخص اس حد تک پیغمبرون پر ایمان لائے کہ وہ خود کامل ہین اور ناقصون کو بھی کامل بنا سکتے ہین، لیکن اس کے ساتھ وہ قیامت یا واقعات قیامت کا انکار کر دے، اور پیغمبرون کے اس فرض کو صرف دنیا تک محدود رکھے تو ہم خود اس تعریف کے رو سے اوسکو کوئی الزام نہین دے سکتے، بلکہ ہم کو معاد کے ثبوت کے لیے دوسرے دلائل کی ضرورت ہوگی،

امام غزالی نے احیاء العلوم مین نبوت کی جو تشریح کی ہے اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ انسان خلقۃً جاہل پیدا کیا گیا ہے، لیکن پیدا ہونے کے بعد اوس مین بتدریج حواس ظاہری کو ترقی ہوتی ہے جن کے ذریعہ سے وہ ملموسات، مرئیات، مسموعات، اور مشمومات وغیرہ کا ادراک کر سکتا ہے، اس کے بعد اوسکو تمیز دیجاتی ہے اور وہ اُن چیزونکا ادراک کر سکتا ہے، جو حواس ظاہری کی دسترس سے باہر ہین، اس کے آگے عقل کا زمانہ آتا ہے جس سے انسان کو ممکن، محال، جائز، اور ناجائز کا ادراک ہوتا ہے، لیکن اس سے بڑھکر ایک اور درجہ ہے جو عقل کی سرحد سے بھی آگے ہے اور جس طرح تمیز و عقل کے مدرکات کے لیے حواس بالکل بیکار ہین اسی طرح اس درجہ کے مدرکات کے لیے عقل بیکار ہے اور اسی درجہ کا نام نبوت ہے لیکن اس تعریف کی بنا پر نبوت کا اصلی اذعان صرف اوس شخص کو ہو سکتا ہے، جو یا تو خود پیغمبر ہے، یا نفس قدسی رکھتا ہے، یا اوس نے ریاضات اور مجاہدات کے ذریعہ سے مکاشفات اور مشاہدات کا درجہ حاصل کر لیا ہے، لیکن عام لوگون کے لیے وہ بالکل غیر تشفی بخش ہے، اور اہل عقل اور اہل استدلال کو بھی اس سے تسکین نہین ہو سکتی، چنانچہ خود امام غزالی لکھتے ہین،

وبالجملة فمن لم یرزق منه شیئا بالذوق فلیس یدرك من حقیقة النبوة الا الاسم

مختصر یہ کہ جس نے تصوف کا کچھ مزہ نہیں چکھا ہو وہ نبوت کی حقیقت نہیں جان سکتا بجز اس کے کہ نبوت کا نام جانے

اس کے بعد لکھتے ہیں،

وما بان لی بالضرورة من ممارسة طریقتھم حقیقة النبوة وخاصیتھا

صوفیوں کے طریقہ کی مشق سے مجھ کو نبوت کی حقیقت اور اوسکی خاصیت بدیہی طور پر معلوم ہوگئی،

امام غزالی نے ایک اور طریقہ سے نبوت کی تشریح کی ہے یعنی یہ کہ "ذہن وذکاوت، فہم وفراست اور عقل وذہانت میں افراد انسانی مختلف المراتب ہوتے ہین، اور اس مین اس حدتک ترقی ہوسکتی ہے کہ ایک شخص سے وہ افعال سرزد ہوسکتے ہین جو بظاہر قدرت انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہین، جو لوگ شاعری، خطابت اور ایجادات واختراعات مین تمام زمانہ سے ممتاز گذرے ہین وہ اسی درجہ کی مثالین ہین، یہ درجہ بالکل فطری ہوتا ہے، اور پڑھنے لکھنے سے حاصل نہین ہوتا بلکہ ابتدا ہی سے ان لوگون مین یہ قوت مرکوز ہوتی ہی اسی طرح انھی قوا مین حقائق اشیا کے ادراک کی قوت بھی ہے جو کسی مین کم کسی مین زیادہ اور کسی مین زیادہ تر ہوتی ہے، یہان تک کہ ترقی کرتے کرتے بعض انسانون مین اس حد تک پہنچ جاتی ہی کہ کسب وتعلم کے بغیر اُن کو حقائق اشیار کا ادراک ہونے لگتا ہے، اور اسی قوت کا نام ملکۂ نبوت ہے، اور اسی علم کو الہام اور وحی کہتے ہین، لیکن اس تعریف مین انبیا کی قوت عملیہ کو جس کے ذریعہ سے وہ خود کامل ہوتے ہین اور دوسرون کو کامل بنا سکتے ہین، بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام رازی نے اس تعریف کی یہ کمی پوری کی ہے اور قوت عملیہ کو بھی اوس کا ایک جزء قرار دیا ہے، خود قرآن مجید نے بھی نبوت کی جو حقیقت بتائی ہے اوس مین علم کے ساتھ عمل کو بھی شامل کر لیا ہے،

یتلو علیھم آیته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة

پیغمبر اُن لوگون پر خدا کی آیات کو پڑھتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور انکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے نبوت کو ایک فطری ملکہ قرار دیا ہے اور اس پر کائنات کے قوائے فطریہ سے استدلال کیا ہے، مثلاً نباتات کی ہزار دن لاکھوں قسمین ہین لیکن ہر ایک کی شاخ، پتے، پھول، پھل، پھلون کی بو باس، رنگ اور ذائقہ سب مختلف ہے، اور یہ تمام اختلافات خود اونکی صورت نوعیہ کے نتائج ہین، اس بنا پر یہ سوال کرنا کہ انگور شیرین لطیف، اور باریک پوست کیون پیدا کیا گیا؟ ایک لغو سوال ہے کیونکہ یہ سوال کرنا گویا یہ کہنا ہے کہ انگور، انگور کیون ہوا؟ انگور کی فطرت خود اسکی مقتضی ہے کہ وہ شیرین ہو، لطیف ہو، باریک پوست ہو،

نباتات کی طرح حیوانات مین بھی ہر ایک کی شکل، صورت اور رنگ جدا ہے لیکن ان مین نباتات سے بڑھکر کچھ اور چیزین بھی ہین یعنی اختیاری حرکات اور فطری الہامات، ہر جانور کو خاص خاص الہامی علوم عنایت ہوئے ہین، جنکی وجہ سے وہ اپنے بنی نوع سے ممتاز ہے، اور وہ اوسکی تمام ضروریات و خصوصیات زندگی کے کفیل ہین، مثلاً نباتات چونکہ حساس اور متحرک بالارادہ نہین ہین اس لیے ان مین رگ و ریشے پیدا کیے گئے ہین جو پانی، ہوا، اور مٹی کے لطیف اجزا کو چوستے ہین اور تمام شاخ و برگ مین تقسیم کرتے ہین، لیکن حیوان چونکہ حساس اور متحرک بالارادہ پیدا کیا گیا تھا اس لیے اوسکو اس قسم کا فطری ادراک دیا گیا جس سے وہ خود چل پھر کر اپنی تمام ضروریات زندگی مہیا کر سکتا ہے، پھر ہر ایک کے کھانے، پینے، رہنے سہنے کے طریقے مختلف ہین، چارپائے گھانس چرتے ہین، درندہ گوشت کھاتا ہے، پرندہ اڑتے ہین، مچھلی تیرتی ہے، غرض ہر ایک جانور کی خصوصیات مختلف ہین اور یہ تمام اختلافات بھی اُن کے مختلف صور نوعیہ کے نتائج ہین اور یہی صورت نوعیہ ہر ایک کو اس قسم کے خاص ادراکات، خاص علوم اور خاص الہامات عطا کرتی ہے، جو اوسکی ضروریات کے مناسب ہین، لیکن حیوانات کے جس قدر علوم وادراکات ہین سب کے سب فطری اور الہامی ہین، ان کو کسب واکتساب سے واسطہ نہین، لیکن انسان کو طبعی ادراکات اور فطری علوم کے علاوہ ایک دوسرے قسم کا ادراک بھی دیا گیا ہے جسکو اکتسابی ادر

نظری کہتے ہین، اور جو تجربہ، غور و فکر اور ترتیب مقدمات سے حاصل ہوتا ہے، یہی اکتسابی ادراک یا الہام ہے جس کے ذریعہ سے انسان تجارت صنعت، حرفت اور ہر قسم کے علوم و فنون حاصل کرتا ہے، یہی قوت ہی جو مختلف پیرایون مین ظاہر ہو کر کسی کو بادشاہ، کسی کو سپہ سالار، کسی کو حکیم اور کسی کو منتگر بنا تی ہے

لیکن یہ تمام علوم و ادراکات انسان کے جسمانی حالات سے تعلق رکھتے ہین، ان کے سوا انسان کو ایک اور قسم کا ادراک دیا گیا ہے، جو اوسکی روحانیت کا خاصہ ہی، اور جس کو قوت ملکیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہی، اسی قوت کا اثر ہے کہ انسان اپنے گرد و پیش کے مخلوقات کو دیکھکر یہ غور کرتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ کیونکر قائم ہو گیا؟ خود مجھکو کس نے پیدا کیا؟ کون مجھکو روزی دیتا ہے؟ ان سوالات کے جواب مین وہ ایک قوت اعظم کا قائل ہوتا ہے، اور پھر اوس کے سامنے سر عجز خم کر دیتا ہے، حاسہ انفعال بھی اسی روحانی قوت کا اثر ہے یعنی جب انسان کوئی اچھا یا برا کام کرتا ہے تو اوس کا اثر اوس کے دل پر قائم رہجاتا ہے اگر وہ اچھا کام تھا تو اوس کے دل مین انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اگر برا تھا تو انقباض ہوتا ہے،

غرض اس روحانی ادراک کے اقتضا سے سلسلہ بہ سلسلہ مبت سے اصول، قواعد، عقائد اور اعمال قائم ہو جاتے ہین، لیکن چونکہ یہ قوت تمام افراد مین یکسان نہین ہوتی اور چونکہ انسان کا کمال روحانی اس پر موقوف ہی کہ روحانی حیثیت سے نیکی، بدی اور برائی اور بھلائی کا ایک مکمل قانون تیار ہو جائے اس لیے خدا مدتون مین ایک شخص پیدا کرتا ہے جو وحی الٰہی کے القاء کے قابل ہوتا ہی[1]

شاہ صاحب کی یہ تقریر اگرچہ نہایت جامع و مکمل ہے لیکن اونھون نے بھی سلسلہ نبوت کی ایک کڑی چھوڑ دی ہے یعنی اس تقریر سے بھی یہ ثابت نہین ہوتا کہ پیغمبر کی دعوت سے معاً کا ترتیبی تعلق کیا ہے؟ اور جب ایک پیغمبر کی دکھائی ہوئی مشعل بھی لوگون کی آنکھون مین نور نہین پیدا کرتی

[1] ملخص از الکلام بحث نبوت،

تو دفعتہً عذاب الہی کیون نازل ہو جاتا ہے؟ اور باہم انبیا مین اس حیثیت سے کیا نسبت ہے؟ لیکن مولٰنا حمید الدین صاحب نے سورہ قیامہ کی تفسیر مین ضمنی طور پر نبوت کی جو حقیقت بتائی ہے، اوس سے یہ تمام عقدے حل ہو جاتے ہین، اور نبوت کی ابتدائی اور انتہائی کڑیان بہ ترتیب نگاہ کے سامنے آجاتی ہین، نبوت کی اس حقیقت کے اجزا یا مقدمات حسب ذیل ہین[1]،

(۱) انسان کو فطرۃً ایک ضمیر یا کانشنس عطا کیا گیا ہے، جو ہمیشہ اوس کو برے افعال پر سرزنش کرتا رہتا ہے، قرآن مجید نے اسی ضمیر کو سورۂ قیامہ مین ایک موقع پر نفس لوامہ کا خطاب دیا ہے، اور چونکہ انسان صرف اُسی کے ذریعہ سے برے بھلے اعمال مین فرق کر سکتا ہے، اور وہی اوسکو تمام برائیون سے روک سکتا ہے، اس لیے اوس کو ایک قابل عظمت چیز قرار دیا ہے اور اوسکی قسم کھائی ہے،

ولا اقسم بالنفس اللوامہ — مین قسم کھاتا ہون اُس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہے،

اسی سورہ کی ایک دوسری آیت مین اوس کو بصیرت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے،

بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ — ہان انسان اپنے نفس سے واقف ہے گو وہ بہت کچھ حیلے حوالے کرے،

قرآن کے ساتھ احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے،

البر حسن الخلق والاثم ما حاك فی نفسك وكرهت ان يطلع عليه الناس، — نیکی حسن خلق کا نام ہے، اور گناہ وہ ہے جو تمھارے دل مین کھٹکے، اور تمکو یہ پسند نہ ہو کہ لوگ اُس سے واقف ہون،

فلاسفہ بھی اس کے معترف ہین، چنانچہ اُن کے ایک گروہ نے اسی قوت کو اخلاق کا سرچشمہ اور اصلی مبدا قرار دیا ہے، اسی بنا پر اس گروہ کو اصطلاح مین ضمیریئن کہتے ہین،

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی نبوت کی جو تشریح کی ہے اوس مین اس قوت کی طرف اشارہ کیا ہے،

(۲) اس قوت کی تمامتر بنیاد مدح و ذم پر ہے یعنی انسان کو عمل صالح کی ترغیب صرف اس بنا پر

---

[1] ہم نے بعض مقدمات کا بطور خود اضافہ کر لیا ہے،

ہوتی ہے کہ وہ دنیا و آخرت مین ممدوح قرار پائے، اور برے کامون سے وہ صرف اس لیے احتراز کرتا ہے کہ لوگ اوسکو لعنت ملامت کرنے نہ پائین، اس بنا پر اس قوت کا اصلی سرچشمہ یعنی وہ ذات ہو جسکی مدح مین تمام دنیا رطب اللسان ہو اور وہ اپنی طرف کسی برائی کی نسبت کو گوارا نہین کرسکتا، چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے،

لا احد اغیر من اللّٰہ تعالیٰ ولذٰلک حرم	کوئی شخص خدا سے زیادہ غیرتمند نہین، اسی لیے اوس نے
الفواحش ما ظھر منھا وما بطن ولا	تمام ظاہری و باطنی برائیون کو حرام کیا ہے، کسی شخص
احد احب الیہ المدح من اللّٰہ تعالیٰ	کو خدا سے زیادہ مدح پسند نہین،

اسی آفتاب عالمتاب کی شعاعین تمام دنیا پر پڑتی ہین، اور حسب مراتب استعداد اون کو روشن کرتی جاتی ہین،

(۳) لیکن کبھی کبھی دنیا کی مادی ترغیبات انسان کی چشم بصیرت پر پردے ڈال دیتی ہین، اور اس وقت اوس کو اپنے اعمال کی برائی اور بھلائی ان شعاعون کی روشنی مین نظر نہین آتی، اس لیے ذات خداوندی کی قوت لوامہ ایک روشن ترین مظہر مین نمایان ہوتی ہے جس کو اصطلاح مین پیغمبر کہتے ہین،

(۴) اس بنا پر ایک پیغمبر کی بعثت عموماً ایسی حالت مین ہوتی ہے جب تمام لوگون کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑجاتے ہین اور اون کو برائیان بہت کم نظر آتی ہین، اس لیے وہ ابتدائی مراتب مین بھلائیون سے زیادہ ان برائیون کے نتائج کو نمایان کرکے دکھاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلعم کی بعثت کا ابتدائی اعلان اسی طریقہ سے ہوا،

خرج رسول اللّٰہ صلعم حتی صعد الصفا	آپ ایک روز گھر سے نکلے اور کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا "یا صباحاہ"
فھتف یا صباحاہ فقالوا من ھذا الذی	سب لوگون نے کہا یہ کون شخص آواز دیتا ہو، لوگون نے کہا
یھتف قالوا محمد فاجتمعوا الیہ فقال یا	کہ "محمد" اب لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا اے
بنی فلان یا بنی فلان یا بنی عبد مناف	بنی فلان، اے بنی فلان، اے بنی عبد مناف

يا بني عبد المطلب فاجتمعوا اليه فقال
ارأيتكم لو اخبرتكم ان خيلا تخرج بسفح
هذا الجبل أكنتم مصدقي، قالوا ما جربنا
عليك كذبا قال فاني نذير لكم بين يدي
عذاب شديد،

لما نزلت هذه الآية "وانذر عشيرتك
الاقربين" دعا رسول الله صلى الله عليه
وسلم قريشا فاجتمعوا فعم وخص فقال يا
بني كعب بن لوي انقذوا انفسكم من النار
يا بني عبد شمس انقذوا انفسكم من النار
يا بني عبد مناف انقذوا انفسكم من النار
يا بني هاشم انقذوا انفسكم من النار
يا بني عبد المطلب انقذوا انفسكم من النار
يا فاطمة انقذي نفسك من النار، فاني
لا املك لكم من الله شيئا غير ان لكم
رحما سأبلها ببلالها،

انطلق نبي الله صلى الله عليه وسلم
الى رضمة من جبل فعلا اعلاها حجرا ثم
نادى يا بني عبد مناف اني نذير انما مثلي

اے بنی عبد المطلب یہ سب لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے
توآپ نے فرمایا اگر مین یہ خبر دون کہ ایک فوج اس پہاڑ کے دامن سے
نمودار ہونے والی ہے، تو کیا تم لوگ میری تصدیق کروگے؟
سب نے کہا، ہم کو تمھاری نسبت کسی دروغ بیانی کا تجربہ
نہین، اب آپ نے فرمایا کہ مین تم کو ایک سخت عذاب کی دھمکی دیتا ہون جو تمھارے سامنے ہے،

جب آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی تو
رسول اللہ صلعم نے قریش کو بلایا سب جمع ہوئے توآپ نے
تعمیم و تخصیص دونون کے ساتھ ان لوگون کو مخاطب کرکے
فرمایا اے بنو کعب بن لوی اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے
بنو عبد شمس اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد مناف
اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنو ہاشم اپنے آپ
کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد المطلب اپنے آپ کو
آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنے آپ کو آگ سے بچا
کیونکہ تمھارے لیے مین خدا کے آگے کوئی اختیار
نہین رکھتا البتہ تمھارے رحمی تعلقات ہین اور
مین ان کو تر و تازہ رکھونگا،

آپ ایک پہاڑ کی چٹان کی طرف گئے اور اس کے ایک سب سے
بلند پتھر پر چڑھکر فرمایا اے بنو عبد مناف مین دھمکی دینے
والا ہون، میری مثال اور تمھاری مثال اس

و مثلکم کمثل رجل رای العدو فانطلق یربا اهله — شخص کی سی ہے، جو دشمن کو دیکھکر اس غرض سے روانہ ہوا

فخشی ان یسبقوہ فجعل یہتف یاصباحاہ، — کہ اپنے اہل وعیال کی خبر لے لیکن اسکو خوف معلوم ہوا کہ

" — ایسا نہ ہو کہ دشمن اس سے پہلے ہی پہنچ جائے اس لئے وہ

" — پکارنے لگا یا صباحاہ،

لیکن جب لوگون کو ان خطرناک الفاظ سے بھی ہدایت نہین ملتی تو وہ بجبر اونکو اس تعر ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ حدیث شریف مین ہی،

انما مثلی و مثل امتی کمثل رجل استوقد — میری مثال اور میری امت کی مثال اس شخص کی سی ہے

نارا فجعلت الدواب و الفراش تقعن فیہ — جس نے آگ روشن کی اور پروانے اور حشرات الارض اس

فانا آخذ بحجزکم و انتم تقحمون فیہ — مین گرنے لگے، تو مین تمھاری کمر کو پکڑ کر تمکو کھینچتا ہون اور

" — تم آگ مین گھسے جاتے ہو،

مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاءت — میری مثال اس شخص کی مثال ہی جس نے آگ جلائی

ما حولہا جعل الفراش و ھذہ الدواب — جب اس نے اپنے ارد گرد کی چیزونکو روشن کر دیا تو یہ

التی فی النار یقعن فیہا و جعل یحجزھن — پتنگے اس مین گرنے لگے اور وہ انکو روکنے لگا، لیکن وہ

و یغلبنہ فیتقحمن فیہا، فذلکم مثلی و مثلکم — اس مین گھس گئے، یہی میری اور تملوگون کی بھی مثال ہے

انا آخذ بحجزکم عن النار ھلم عن النار — مین تمھاری کمر پکڑکر آگ مین گھسنے سے روکتا ہون کہ

ھلم عن النار فتغلبونی تقحمون فیہا، — آگ سے بچو، آگ سے بچو، لیکن تم میرے قابو سے نکل کر اس مین گھسے پڑتے ہو،

اس تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کی بعثت کے وقت دنیا آگ پر جل بجھنے والے پتنگون سے زیادہ اندھی ہوتی ہے اور وہ اُن کو ایک شفقت آمیز جبر کے ساتھ اس

ہلاکت مین پڑنے سے روکتا ہے، بہرحال چونکہ اس وقت دنیا پر برائیون کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے، اس لیے وہ اوامر سے زیادہ مناہی پر اپنی قوت کو صرف کرتا ہی یہی وجہ ہے کہ بعض حدیثون مین بلا شرط و قید مناہی سے بچنے کی ہدایت کیگئی ہے، اور اوامر کے بجالانے مین قوت و استطاعت کی قید لگائی گئی ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے،

مانہیتکم عنہ فاجتنبوہ و ما امرتکم بہ فافعلوا منہ ما استطعتم، — مین جس چیز سے روک دون اس سے اجتناب کرو، اور جس چیز کا حکم دون اس پر بقدر استطاعت عمل کرو،

(۵) یہ سب سے آخری فرصت ہوتی ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بے غیرت دنیا کو دی جاتی ہے، چنانچہ خود حدیث مین آیا ہے،

لیس احد احب الیہ المدح من اللہ عز و جل من اجل ذالک مدح نفسہ، و لیس احد اغیر من اللہ من اجل ذالک حرم الفواحش و لیس احد احب الیہ العذر من اللہ من اجل ذلک انزل الکتاب و ارسل الرسل — خدا سے زیادہ کسی کو مدح پسند نہین، اسی لیے اس نے برائیون اپنی تعریف کی ہو خدا سے زیادہ کوئی غیرتمند نہین، اسی لیے اس نے برائیون کو حرام کیا ہے، خدا سے زیادہ کسی کو عذر پسند نہین، اسی لیے اس نے کتاب آتاری اور پیغمبرونکو بھیجا،

اس لیے پیغمبرونکی بعثت کے بعد دنیا کا کوئی عذر قبول نہین کیا جاسکتا، اور ایک عام نفس لوامہ کی ضرورت ہوتی ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح مین قیامت کہتے ہین، اور اس کا کام بھی بعینہ وہی ہوتا ہے جسکو انسان کا ضمیر اور خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر انجام دیتے ہین، یہی وجہ ہے کہ خدا نے قیامت اور ضمیر انسانی کو ایک جگہ جمع کرکے دونون کی قسم کھائی ہے،

لا اقسم بیوم القیمۃ و لا اقسم بالنفس اللوامۃ — مین قیامت کی اور نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہون،

اور قیامت کا وہی وصف بتایا ہی جو ضمیر انسانی کا ہوتا ہے،

ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم و اخر، آج کے دن انسان کو اس کے اگلے اور پچھلے اعمال

بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ و لو کی خبر دیجائیگی، اور انسان خود اپنے نفس کی خبر رکھتا ہے

القی معاذیرہ، گو وہ کتنے ہی حیلے حوالے کرے،

(۶) اس ترتیب کے رو سے دنیا مین بار بار چھوٹی چھوٹی قیامتین آچکی ہین، پہلے ضمیر انسانی کا چراغ گل ہوا، تو اس کے روشن کرنے کے لیے پیغمبر مبعوث ہوئے لیکن اونکی نصیحتین بھی بیکار گئین تو کبھی طوفان کی صورت مین کبھی آندھی کی شکل مین اور کبھی زلزلے کے قالب مین عذاب الہی آیا، اور قوم کی قوم تباہ و برباد ہوگئی، لیکن جن پیغمبرونکی اُمت پر اس قسم کے عذاب آئے، اونکی بعثت ایک خاص قوم، ایک خاص ملک اور ایک خاص خطے تک محدود تھی، اس لیے اس کا اثر بھی محدود رہا، لیکن حضرت مسیح علیہ السّلام کے بعد پانچسو برس کا زمانہ ایسا گذرا جس مین کوئی پیغمبر مبعوث نہین ہوا، اس لیے تمام دنیا کے ضمیر کا چراغ بجھ گیا، تمام دنیا مین عام گمراہی و ضلالت پھیل گئی، اور مشرق سے مغرب، اور جنوب سے شمال تک ایک عام اندھیرا چھا گیا، اس لیے خداوند تعالیٰ نے جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے، اس حالت مین،

نظر الی اھل الارض فمقتھم عربھم زمین والون کی طرف دیکھا تو عرب وعجم دونون پر

وعجمھم الا بقایا من اھل الکتاب، اُسکی غضب آلود نگاہین پڑین، صرف کچھ اہل کتاب

اس سے مستثنیٰ تھے،

لیکن باانیہمہ خدا نے اپنی سنت قدیمہ کی بنا پر اس حالت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر بالکل آخری طور پر اتمام حجت کیا، چنانچہ خود حدیث شریف مین آیا ہے،

بعثت فی نفس الساعۃ فسبقتھا کما سبقت مین عین قیامت کے وقت مبعوث ہوا لیکن اس سے

ھذہ ھذہ و اشار باصبعیہ السبابۃ صرف اس قدر آگے بڑھ گیا، جسقدر انگشت شہادت اور

والوسطی، بیچ کی اونگلی مین فاصلہ ہے،

بعثت انا والساعة کھاتین	میری بعثت اور قیامت مین صرف اس قدر فاصلہ ہو جس قدر ان انگلیون مین،

اور چونکہ اس وقت تمام دنیا آلودۂ معصیت ہو رہی تھی اس لیے آپ کو تمام دنیا کے لیے توبہ اور رحمت بنا کر بھیجا، چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے،

انا محمد و احمد و المقفی والحاشر ونبی التوبة ونبی الرحمة،	میرا نام محمد ہو، احمد ہو، مقفی ہو، حاشر ہے، توبہ اور رحمت کا پیغمبر ہے،

اس کے بعد دنیا کو گناہون سے توبہ کرنے کے لیے کوئی آخری فرصت نہ ملیگی بلکہ ان کے تمام عذاب کا خاتمہ ہو جائیگا، اور حسب سنن الٰہیہ، عام طور پر قیامت آجائیگی اور اس کا فرض بھی وہی ہوگا جو ایک پیغمبر کا تھا

نبوت کی یہی جدید حقیقت ہو، جو مولٰنا حمید الدین صاحب کے ضمنی اشارات و افادات سے مستنبط ہوتی ہے، چنانچہ وہ سورۂ قیامہ کی تفسیر مین لکھتے ہین،

"خدا نے قیامت اور نفس لوامہ کو جو ایک جگہ جمع کر دیا ہو، اس پر جو شخص غور کریگا اوس کو ان دونون کے درمیان کی نسبت معلوم ہو جائیگی، تو تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت نفس کلیہ کی ملامت کرنے والی ہے، کیونکہ دنیا کے تمام واقعات مین چونکہ توافق و تناسب پایا جاتا ہو، اس لیے وہ ایک شخص ہے، اور جس طرح ہر انسان مین ایک قوت ہو، جو اوس کے پہلے افعال پر ملامت کرتی ہے، اسی طرح دنیا کی بھی ایک نفس لوامہ ہے، جو اُن واقعات پر ملامت کرتی ہو جو اوس مین ہوتے ہین، گویا خود دنیا مین اپنے اصلاح کی قوت موجود ہے، اور اگر یہ قوت نہ ہوتی تو وہ برباد ہو جاتی یہی وجہ ہے کہ تم کو فساد کے بعد کون نظر آتا ہے اور سیدھے راستے سے ہٹ کر وہ پھر اُسی راستے پر پلٹ آتی ہے، متعدد بار اجرام باہم ٹکرا جاتے ہین یا متقرہ نظام سے دور نکل جاتے ہین پھر ایک قوت اوسکو پلٹا کر سیدھے راستے پر لے آتی ہے، یہ ایک طویل بحث ہے، اور اہل علم کو

اس مین شبہہ نہین کہ خود دنیا مین ایک مصلح اور مرمم موجود ہے، اور رات اور دن کے آنے جانے مین، اور سردی کے بعد گرمی مین اور قحط کے بعد بارش مین، اسکی نشانیان موجود ہین، اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی، نیکی، اور بدی اور انصاف وظلم اور علم وجہالت اور تعمیر وتخریب پہلو بہ پہلو موجود ہین، اور اس کی تفصیل کسی قدر سورۂ اعلیٰ مین آئیگی، اس موقع پر خلاصہ یہ ہے کہ قیامت نفس کلیہ کی لوامہ ہے، اس لیے وہ انسان کے اعمال کو اوس کے پیش نظر کر دیگی، خدا کے اس قول کا کہ "انسان کو اس دن اوس کے پچھلے اعمال کی خبر دیجائیگی" یہی مطلب ہے، اسی طرح خود تمھارا نفس لوامہ تمھارے اندر قیامت کے مثل ہے، جو تمھارے اعمال کی حقیقت کو تمھارے پیش نظر کر دیتا ہے، اور خدا کے اس قول سے کہ "انسان خود اپنے نفس کی خبر رکھتا ہے" یہی مراد ہے، اسی طرح ہر پیغمبر اپنی قوم کے لیے نفس لوامہ ہے اور خاتم الانبیاء اپنی عام بعثت کی بنا پر تمام بنی آدم کے نفس لوامہ ہین، اور وہ قیامت کے مثل ہین،

اس حقیقت کے پیش نظر رکھ لینے کے بعد روحانی دنیا کی تمام کڑیان مسلسل اور مربوط ہو جاتی ہین اور نبوت اور قیامت کے اثبات کے لیے الگ الگ دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہین ہوتی، بلکہ دونون فطری امور مین داخل ہوجاتی ہین،

علم نفسیات

کی

ابتدائی باتین

کچھ دن ہوئے کہ یہ مضمون بھوپال سے ایک صاحب نے بھیجا تھا جنکو تعلیم کی تکمیل کی خاطر انگلستان جانے کی جلدی تھی مضمون کے شروع یا خاتمہ پر انھون نے اپنا نام نہین لکھا ہے، اس لیے یہ بے نام شایع ہوتا ہے غالباً صاحب مضمون کا بھی اصل مقصود ناموری نہین، بلکہ ملک کے "نفس" کی تکمیل ہوگی، اس لیے امید ہو کہ وہ معارف کے اس فعل سے آزردہ خاطر نہ ہونگے جس طرح "نفس" ایک نامعلوم وجود ہو، مقتضائے حال یہی تھا کہ مضمون نگار نفسیات بھی ایک نامعلوم وجود ہو،

"اڈیٹر"

نفسیات کا تعلق ([illegible]) "نفس" سے ہے، اگر ہم کسی معمولی شخص سے دریافت کرین کہ "نفس" کیا ہے تو وہ جواب دیگا کہ "نفس" ہمارے جسم مین ایک ہستی ہے جو کسی چیز کے یاد رکھنے اور خیال کرنے پر قادر ہے، ایک پتھر کو اس بات کا احساس نہین کہ وہ اپنی ہستی کے متعلق حالات دریافت کرسکے، ایک درخت کاٹ ڈالا جائے تو دوسرے ہمسایہ اشجار پر رنج والم کی کیفیات طاری نہین ہوسکتین، کیونکہ نفس سے محرومی کے باعث یہ اشیا، ان کی حیات کے اس احساس سے قاصر ہین جو انسان یا حیوان کو محسوس ہوتی ہے، برخلاف اس کے ایک انسان جس نے کبھی کوہ ہمالیہ کی وادی کا نظارہ نہ کیا ہو، وہ دامن کوہ کے پرفضا مناظر کا تصور کرسکتا ہے، کیونکہ خلاقِ عالم نے ان کو اس بیش بہا چیز سے سرفراز فرمایا ہے، جس کا نام "نفس" ہے،

نفس کی تعریف اکثر لوگون کا خیال ہے کہ نفس ایک غیر مادی ہستی ہے جو ہمارے جسم کے ایک خاص حصہ مین مقیم ہے، لیکن اس کے لیے کسی خاص مکان کی ضرورت نہین، جیسے ہوا کرہ مین بھری ہوتی ہو، لیکن اس کے لیے کسی خاص جگہ کی تخصیص نہین کیجا سکتی، زمانۂ سلف کے محققین مین سے ایک گروہ کا خیال تھا کہ نفس مثل بھوت کے ایک ہستی ہے جو جسم کے ایک خاص حصہ مین مقیم ہے، اور جو انسان کی چند بلکہ تمام مخصوص کیفیات کے احساس پر قادر ہے، لیکن یہ خیال بالکل بیہودہ ہے، زمانۂ جدید کے ارباب فکر کی رائے ہے کہ یہ سچ ہے کہ حافظہ، تصورات، خیالات اور جذبات نفس کے مختلف اجزاء ہین، اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمام کیفیات، بیرون جسم وقوع پذیر نہین ہوتین، لیکن یہ صحیح نہین کہ یہ تمام نتیجہ ہے نفس کے عمل اور ادراک کا یا یہ کہ نفس ان تمام چیزون سے کوئی جداگانہ شے ہے حقیقت یہ ہے کہ ان تمام کیفیات اور حسیات ہی کا نام نفس ہے،"نفس" ان سب کا مجموعہ ہے، اور"نفس" بذات واحد ان سب سے جداگانہ کوئی شے نہین،"نفس" کی حقیقت ایک کرسی کی مثال سے زیادہ واضح ہو جائیگی، اگر ہم سے دریافت کیا جائے، کہ کرسی کیا ہے؟ تو ہم جواب دینگے کہ کرسی فرنیچر کی قسم سے ایک شے ہے اس مین نشست کے لیے ایک خاص حصہ ہوتا ہے، اور اس کے چار پائے بھی ہوتے ہین اور ہتھوے بھی ہوتے ہین، پس جس طرح کرسی نام ہے مذکورۂ بالا اشیاء کے مجموعہ کا، اسی طرح "نفس" نام ہے ان تمام کیفیات کی اجتماعی شکل کا، اگر ہم کرسی کے پائے اور ہتھوے جدا کر دین، تو پھر کرسی کا وجود زایل ہو جاتا ہے' اسی طرح ہم خیالات اور جذبات کو علیحدہ کر دین تو"نفس" کی تعریف بالکل ناقص رہجاتی ہے،

دماغ ظرف نفس ہی یہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ نفسیاتی کیفیات اندرون جسم ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے، یا یون کہیے کہ یہ کیفیات ہمیشہ صرف ذی روح اجسام ہی مین نمایان ہوتی ہین، لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی ضرور ہے کہ ان کیفیات کا تعلق ہمیشہ جسم کے ایک خاص حصہ سے رہتا ہے یعنی دماغ سے نفسی کیفیات اسی وقت ظاہر ہوتی ہین جب دماغ کے کسی حصہ مین ہیجان ہوتا ہے

اور یہ ظاہر ہے کہ دماغ کا تعلق اعصاب سے ہے جو تمام جسم مین منتشر ہین اس وجہ سے اعصاب بھی بقائے نفس مین ایک نمایان حصہ لیتے ہین،

دماغ اور نفس کا تعلق یا دماغ اور نفس ایک دوسرے کے جزو لاینفک ہین اس وجہ سے کہ اول تو یہ بات ظاہر ہے کہ جس قدر ذی روح جسم کا دماغ مکمل ہوگا، اسی قدر نفسیاتی کیفیتین زیادہ سنجیدہ، اور مکمل ہونگی، دوسرے یہ کہ نفسیاتی اثر، دماغ پر پڑتا ہے، اگر دماغ مین کوئی خرابی ہوتی ہے تو اس کا اثر نفسیاتی کیفیات پر ضرور ظاہر ہوتا ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دماغ اور نفس ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہین

نفس غیر کا اثبات؛ قبل اس کے کہ ہم مذکورۂ بالا مسئلہ پر روشنی ڈالین، یہ اچھی طرح باور کرلینا چاہئے کہ انسان صرف اپنی ہی نفسیاتی کیفیات کا مطالعہ کر سکتا ہے، اور ایک شخص کسی دوسرے شخص کی کیفیات کے احساس کرنے پر مطلق قدرت نہین رکھتا ہے، کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا رنج والم یا دکھ درد اپنے پر نہین لے سکتا. لیکن ہم کو یہ ضرور معلوم ہے کہ دوسرے لوگون کے بھی نفس ہوتے ہین، ہم اس کو اس وجہ سے معلوم کرتے ہین کہ ہم دوسرے لوگون کے نفس کے وجود کا اندازہ کرتے ہین، علاوہ اس کے ہماری خانگی، شہری، اخلاقی، معاشری، اور قومی زندگی کا انحصار محض اس خیال پر ہے کہ تمام انسانون کے نفس ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو یقینی واقعات کچھ نہ کچھ اس کے منافی ثابت کرتے، زندگی کے مذکورۂ بالا شعبے چند نفوس کی اجتماعی کوششون کا نتیجہ ہین، مثلاً بول چال جو ایک عمل نفسی ہے ہمیشہ کم از کم غیر دو ذی روح کی موجودگی کے وقوع پذیر نہین ہوسکتی، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص بذات خود گفتگو نہین کر سکتا علاوہ اس کے قانون کی مثال لیجئے کہ قانون بھی بغیر دو نفسون کے اجتماع کے نہین بن سکتا ان تمام مثالون سے زیادہ قرین قیاس ایک اور شہادت ہے، ہمارے ظاہری احوال سے ہمارے نفس کی حالت ظاہر ہوتی ہے، ہم جانتے ہین کہ ایک خاص وقت مین انسان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے، مثلاً جب کسی کا عزیز مرتا ہے تو اس شخص پر ایک خاص رنج والم کی حالت طاری ہوتی ہے

اور یہی کیفیت ہر ایسے شخص کی ہوتی ہی جس کو اس مصیبت سے دو چار ہونا پڑتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دوسرے انسان بھی نفس رکھتے ہین، بلکہ ان کیفیات کا وجود جانورون مین بھی ہے، کتا غصہ کرتا ہے، خواب دیکھتا ہے، اور اپنے مالک کو بھی پہچانتا ہے، اس سے بڑھکر یہ کہ حشرات الارض بھی نفس سے محروم نہین، اور بعض ماہرین فن کا تو یہ بھی خیال ہی کہ جمادات بھی نفس رکھتے ہین،

نفس کی قسمین نفس بلحاظ اپنی ان خصوصیات کے جو حیات کے مختلف دورون مین وقوع پذیر ہوتی ہین تین قسمون مین تقسیم کیا جاسکتا ہے، اول "نفس طفلانی" یا "ہیولانی" (Child mind) دوم "نفس بالغہ" (Mature Mind) سوم "نفس پختہ" یا "شیخوخت" (Old mind)

ان مین سے ہر ایک کی خاص خصوصیات ہوتی ہین جنکی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہین، تاہم ہر ایک کے شروع ہونے کے لئے صحیح اندازۂ وقت نہین کیا جاسکتا ہے، نفس کے ایک دور کے اختتام کے بعد دوسرا دور یقینی شروع ہوتا ہے، گو یہ عمل نہایت آہستگی کے ساتھ بتدریج واقع ہوتا ہے، اس قدر تفصیل کے بعد اگر یہ کہا جاوے کہ اب "نفس" کی حقیقت سے آپ اچھی طرح واقف ہوگئے ہونگے تو شاید یہ کچھ بیجا نہ ہوگا،[1]

نفسیات کا دائرۂ وسعت نفس کی حقیقت ظاہر کردینے کے بعد، ہم یہ زیادہ مناسب خیال کرتے ہین کہ یہ بتائین کہ نفسیات کا دائرۂ وسعت کہان تک ہے، ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ نفسیات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ انسان سے گذر کر حیوان یا جمادات بھی اس سے خالی نہین، تاہم مجمل طور سے نفسیات کو دو قسمون

---

[1] معارف: ہم اور ہمارے ساتھ شاید بہت سے ناظرین بھی نفس کی حقیقت فہمی مین وہین ہین، جہان اس مضمون کے آغاز مین تھے، لیکن مضمون نگار کا عجز نہین بلکہ عالم انسانیت کا عجز ہی، آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے نفس کی جو حقیقت ظاہر کی گئی تھی، علم نفسیات کی تجربانہ ترقی بھی اس سے آگے نہ بڑھ سکی، یَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا، لوگ اے محمد تم سے پوچھتے ہین کہ روح کیا ہی، کہدو کہ روح ہمارے پروردگار کی ایک بات ہی، اور اے انسانو! تم کو علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہی،

مین تقسیم کرتے ہین، اول نفسیات طبعی یا معمولی اور دوم غیر طبعی یا غیر معمولی، نفسیات طبعی سے نفسیات کی وہ کیفیات مراد ہے جو ایک انسان بالغ پر بحالت سلامتی ہوش وحواس طاری ہون، قسم دوم سے نفسیات کی وہ کیفیات مراد ہے جو بحالت عدم سلامتی ہوش وحواس طاری ہون، اس قسم مین خواب، ہپناٹزم (تنویم مقناطیسی) اور دیوانگی کی مختلف حالتین بھی شامل ہین، نفسیات قسم اول کا تعلق صرف انسان بالغ کی کیفیات ہی تک محدود نہین، اس کا دائرۂ وسعت اس سے بہت زیادہ ہے، نفسیات طفلانی اور نفسیات شیخوخت کا تعلق بھی اسی سے ہے اور نیز یہ کہ نفسیات حیوانات اور نفسیات جمادات کا بھی اسی زمرہ مین شمار ہے،

نفسیات کی ایک اور شاخ ہے جو نفسیات اجتماعی (Group Psychology or Mass Psychology) کے نام سے موسوم ہے، نفسیات اجتماعی انسان کے ایک خاص گروہ کے اجتماعی عمل نفسی کا نام ہے، اسی لیے ان لوگون کو جنھین جماعتہائے انسانی اور پبلک زندگی سے سابقہ پڑتا ہے، جیسے وکلا، تجسبار، اخبار نویس، مقرر، واعظین اور رہنمایان قوم کو اس کے جاننے کی سخت ضرورت ہے، نیز نفسیات کا تعلق تعلیمات سے بھی بہت کچھ ہے، اس لیے معلمین اور اساتذہ بھی اس کی ضرورت سے خالی نہین،

اس بات کو اچھی طرح خیال کر لینا چاہئے کہ نفسیات ایک مختتم، اور مکمل علم نہین ہے، یون کوئی علم بھی مکمل نہین ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ علوم مین دن رات صدہا ترقیان ہوتی رہتی ہین، لیکن چونکہ نفسیات کا تعلق صرف حیات اور کیفیات سے ہے، اس وجہ سے اسکی ترقی غیر متناہی ہے، برخلاف اس کے اور دیگر علوم کا تعلق مادہ سے ہے اس وجہ سے یہ ممکن ہو اور بہت ممکن ہے کہ ایک زمانہ مین مادی ترقی پایۂ کمال کو پہنچ جائے، لیکن نفسیات کے متعلق اس قسم کی ترقی کا محدود کرنا مشکل ہے جون جون دیگر مادی علوم مین ترقی ہوتی جائیگی ویسے ہی نفسیاتی ترقی کا دائرہ اور بھی وسیع ہوتا جائیگا، تاہم اس سے یہ نہ خیال کر لینا چاہئے کہ نفسیات کی بنیاد ایک متزلزل حالت مین ہے، نفسیات کی عمارت بہت مستحکم

اس کی عمارت کا انحصار محض واقعات ہی پر ہے اور یہ اصلی فطری واقعات ہین، اس علم کے متعلق بہت کچھ معلومات تو ہوچکی ہے، اور ابھی بہت کچھ باقی ہے،

علم نفسیات کے مطالعہ کے وقت انسان کو اختلاف سے پریشان نہ ہونا چاہئے، اور اس بات کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ اصلی نفسیاتی اصولون مین تو بہت کم اختلاف ہے، اختلاف اس وجہ سے زیادہ نظر آتا ہے کہ علم النفسیات کی آڑ مین اکثر ما بعد الطبعیات اور فلسفہ کے سوال بھی پنہان رہتے ہین، اب تک عام قاعدہ یہ تھا کہ نفسیات کیساتھ فلسفہ وغیرہ کے سوالات بھی حل کیے جاتے تھے لیکن یہ طریقہ درست نہین کیونکہ اول تو اس مین اکثر مسئلہ کے خبط ہو جانیکا اندیشہ ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ اس سے مطالعہ کرنے والے کو بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑتا ہے، علاوہ اس کے اور بھی کئی دقتین پیش آتی ہین اسی بنا پر ماہرین نفسیات اس بات کے کوشان ہین کہ یہ مسائل خالص نفسیاتی نقطۂ نظر سے بیان کیے جاوین، اس مین بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر مسئلہ آمیزش کی گرد وغبار سے صاف ہو جائیگا، اور تمام مسئلے ہر علم کی روشنی مین الگ الگ نظر آنے لگین گے، یہان تک تو ہم نے نفسیات کو بحیثیت ایک نظریہ کے بیان کیا، اب ہم نفسیات پر بحیثیت علم یا سائنس کے بحث کرتے ہین،

علم النفسیات ایک بہت ہی قدیم علم ہے، معائنہ نفسی (Introspection) صدیون اس کے مسائل حل کرتا رہا ہے، لیکن زمانۂ حال مین جب اس بات پر زور دیا جاتا ہے، کہ ہر چیز عملی ہونی چاہئے، نفسیات کو بھی ہر حیثیت سے عملی (Practical) بنانے کی کوشش کیجارہی ہے،

خداوند عالم نے انسان کو چند اعضا عطا فرمائے ہین جن مین علم انسانی کے پانچ ذرائع، جو پانچ حواس کہلاتے ہین، ودیعت ہین، یہ حواس خمسہ، سامعہ (کان) ذائقہ (زبان) شامہ (ناک) باصرہ (آنکھ) اور لامسہ (اعضا جلدی) کے نام سے مشہور ہین، یون تو قدرت نے کائنات مین ایک ذرہ بھی بیکار اور فضول نہین پیدا کیا اور اسی وجہ سے ایک معمولی چیز کو بھی غیر و قبیح خیال کرنا ایک اخلاقی جرم ہے، لیکن یہ ضرور فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ ان چیزون مین سے کون زیادہ ضروری ہے، بس اس بنا پر کہہ سکتے ہین کہ آنکھ تمام آلات احساس مین

زیادہ ضروری ہے، آنکھ سے ہم ان چیزون کا احساس کرتے ہین جنکا تعلق بصارت سے ہے، ابتدائے آفرینش مین انسان کو پہلے صرف چمک (Brightness) کا احساس ہوتا تھا، اور بعد ازان وہ مختلف الوانون کے احساس سے بھی لطف پذیر ہونے لگا، اصلی رنگ چار ہین، یعنی سرخ، نیلا، سبز، اور پیلا باقی دیگر رنگ انھین کی آمیزش سے بنتے ہین، آنکھ مثل ایک فوٹو کے کیمرے کے ہے، جیسے کیمرے مین کھولنے بند کرنے اور روشنی گھٹانے اور بڑھانے کے کل پرزے ہوتے ہین ویسے ہی آنکھ مین یہ سب کل پرزے موجود ہین

کان سننے کا آلہ ہے اس آلہ کے ذریعہ سے مختلف آوازون وغیرہ کا احساس ہوتا ہے جس طرح سے کہ آنکھ مثل ایک کیمرے کے ہے، اسی طرح کان بھی مثل ایک پیانو کے ہے، اور جس طرح پیانو کے اندر مختلف پردے، مختلف آوازون کے لیے ہوتے ہین، اسی طرح کان مین بھی گیارہ ہزار روزن ہین جن سے مختلف آوازین سنائی دیتی ہین، یہ تعجب کی بات ہے کہ کل اصوات نغمہ بھی گیارہ ہزار ہین لیکن انسان اب تک صرف نوٹے پر قادر ہوا ہے، زبان اور ناک کو خداوند عالم نے معدہ اور دیگر اندرونی اعضاء کی حفاظت کے لیے پیدا کیا ہے، زبان سے مختلف ذائقون کا احساس ہوتا ہے اور ناک سے خوشبو اور بدبو کا، علاوہ اس کے اعصاب بھی احساس کا ایک آلہ ہے سردی اور گرمی اور بوجھ یا وزن یا دباؤ کا احساس اس سے ہوتا ہے،

یہ امر بھی قابل لحاظ ضرور ہے کہ ایک ہی چیز کے احساس کے مختلف مدارج ہوتے ہین یعنی مثلاً سرخ رنگ کا احساس ایک شئے ہے لیکن اس کے بھی مدارج ہین، ہلکا سرخ رنگ، کم سرخ وغیرہ، اسی طرح سے وزن بھی ہے، ایک من کا وزن، اور ایک سیر کا وزن، گو دونون وزن ہین تاہم ان کے مدارج کے احساس مین اختلاف ضرور ہوتا ہے،

نفسیات کا دوسرا اہم سوال یاد کے متعلق ہے کسی چیز کے یاد رکھنے کے چار طریقے ہین وہ دو خاص آلے، جن سے ہم کو اکثر چیزین یاد رہتی ہین، آنکھ اور کان ہین، اور کوئی نفس عادی ہے، کسی چیز

کو دیکھنے کے بعد یاد رکھنے کا، تو اس کا تمام تر تعلق ان واقعات و خیالات سے ہوگا جنکا تعلق دیکھنے سے ہے اگر ہم بصارت کے ذریعہ سے کسی تھیٹر کے سین کو یاد کریں، تو تمام نظارون کا فوٹو ہمارے سامنے پیش ہو جائیگا لیکن راگ وغیرہ یاد نہ ہوگا جو لوگ ایجاد و اختراع کا مادہ رکھتے ہین انکا نفس اسی قسم کا ہوتا ہے ان کو اس کل کا جس کو وہ ایجاد کرنا چاہتے ہین ایک فوٹو ان کے سامنے آجاتا ہے،

اسی طرح جو نفس چیزون کو سماعت کے ذریعہ سے یاد رکھنے کا عادی ہے تو صرف وہی چیزین یاد رکھ سکتا ہے جس کا تعلق سماعت سے ہو، اگر ایسے شخص سے دریافت کیا جائے کہ اس نے تھیٹر مین کیا دیکھا تھا، تو اس کو صرف گانا یاد رہیگا، اور وہ مناظر بالکل بھول جائیگا، بڑا حصہ یادداشت کا جس کا تعلق قوت لامسہ سے ہو یعنی کسی چیز کو چھونے کی طاقت جس سے کسی چیز کی سختی یا نرمی کا ادراک کیا جاسکتا ہے، اور اسی طرح ایک حصہ وہ ہے جو ان سب کے اشتراک کا نتیجہ ہو اگر کسی شخص کا نفس اس قسم کا ہوتا ہے تو اُسکی یاد کو یہ تمام چیزین مدد دیتی ہین یعنی یاد کرتے وقت اس کو دیکھنے سننے اور چھونے کا یکجائی ادراک ہوتا ہے، ہمارے نفس کی ایک اور عمدہ صفت یہ بھی ہے اور اس کا نام اجتماع خیالات (Association of ideas) ہے، ایک بچے کو اپنے اعضاء کے حرکت دینے کا خیال بھی نہین ہوتا، یہ صرف اجتماع خیالات ہی کی بدولت ہے کہ وہ رفتہ رفتہ چلنے پر قادر ہو جاتا ہے، فوجی تعلیم کا وہ تمام حصہ جو ضابطہ داری (Discipline) کے نام سے موسوم ہے اسکا بھی سارا دارمدار اسی پر ہے،

نفسیات کا وہ حصہ جس کا معائنہ نفسی (Introspection) سے تعلق ہے، بہت ہی قدیم ہے لیکن باوجود اس قدامت کے اسی مین اکثر اختلاف ہے، اور برخلاف اس کے تجربی نفسیات (Experimental Psychology) جو حال ہی کی ایجاد ہے، اس قدر اختلاف آراء سے ہدوش نہین ہے، کینٹ (Kant) فلاسفر کے

زمانہ سے نفسیات کا یہ ایک دستور چلا آتا ہے کہ دوسری چیزون سے ہمارا نفسیاتی تعلق تین طریقون پر ظاہر کیا جاتا ہے، اول یہ کہ ہم ایک چیز کو جانتے ہین یا سمجھتے ہین، دوم یہ کہ ہمکو ہمارے اس خیال سے یا تو تکلیف ہوتی ہے یا آرام، اور تیسرے یہ کہ ان دونون حالتون کے بعد ہم اس کے متعلق کچھ خوشی ظاہر کرتے ہین ان تینون حالتون کا اصطلاحی نام عرفان (Knowing) احساس (Feeling) اور رضا (Willingness) ہے، انسان کے نفس کا یہ ایک خاصہ ہے کہ وہ پیچیدہ خیالات پیدا کرتا ہے، اور پھر ان کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، اس عمل مین اجتماع خیالی (Association of ideas) کا خاص حصہ ہے اور یہ اجتماع خیالات صرف ان معمولی خیالات کا نہین ہوتا جو کسی زمانہ مین وقوع پذیر ہو چکے ہین، بلکہ علاوہ اس کے ان اشیار کا بھی اجتماع خیالی ہوتا ہے، جو پہلے کسی حالت مین جمع نہین ہوئی تھین، اسی بنا پر ایک اور عمل پیدا ہوتا ہے یعنی "عمل تقابل" ہم ایک شیر کو دیکھتے ہین، اور اس سے اکثر ہمارے دل مین یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بلی سے مشابہت رکھتا ہے، پس اس سے ہمارے ذہن مین ایک ایسی نسل کا خیال پیدا ہوتا ہے جو شیر اور بلی دونون مین ربط پیدا کرتی ہے اسی سے اور دوسرے جانورون کے ممکن الوجود ہونے کا پتہ چلتا ہے جو اس نسل سے تعلق رکھتے ہین، یا کہ جنکا ہونا ممکن ہے، اور اسی سے ہم کو زبان کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، تمام بلیون کو بلی کے نام سے نامزد کرنے سے یہ مراد ہے کہ ہمارے نفس مین بلی کی خصوصیات کا خیال رکھتے ہوئے اس نام کی بابت ایک خاص خیال پیدا ہو جائے،

ہم کو یہ ہرگز خیال نہین کرنا چاہئے کہ نفسیاتی حسیات اور کیفیات صرف وہی ہین جو ہمارے علم مین ہین، عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ اکثر ادراک ناقص کی وجہ سے حسیات و کیفیات نفس مین تبدیلیان واقع ہوتی رہتی ہین جنکا اثر ادراک کامل پر ایک خاص عرصہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک انسان سوتے وقت اقلیدس کی کسی شکل کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے

اس وقت تو اس کی محنت رائگان جاتی ہے صرف مشکل کا اجمالی تخیل ضرور ہو جاتا ہے، لیکن صبح جبکہ وہ بستر استراحت سے بیدار ہوتا ہی تو اس وقت مشکل مذکور کا خیال کرتے ہی وہ اس کے حل کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، اس قسم کے واقعات کی مثالین تنویم مقناطیسی (Hypnotism) مین کثرت سے ملتی ہین،

یہ اکثر تجربہ مین آچکا ہے کہ جب تنویم مقناطیسی (ہپناٹزم) کا عامل اپنے معمول پر عمل ختم کر چکتا ہے تو اس کے اثرات اس وقت بھی باقی رہتے ہین جب معمول اپنے ہوش و حواس مین آجاتا ہے، اس بات کے اکثر شواہد موجود ہین کہ ایک نفس سے دوسرے نفس مین خیالات تبدیل کیے جا سکتے ہین، اور ان کا احساس بھی نہین ہوسکتا ہے نفسی اور اعصابی تبدیلیون مین ایک نفسیاتی اور حیاتی تعلق ہے حسیات جو اعصاب کی محرک ہوتی ہین، یہ دماغی اعصاب و نیز دیگر اعصاب سے بھی تعلق رکھتے ہین، اس وجہ سے یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک عصب حرکت کرتا ہوا دماغ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو پھر اوسکی وجہ سے دماغی اعصاب بھی حرکت کرتے ہین،" الغرض اس کا ماحصل یہ ہے کہ ہر نفسی کیفیت کے لیے ایک دماغی عمل درکار ہے، اور ہر دماغی یا حسیاتی عمل کے لیے ضرورت ہے ایک عصبی عمل کی، اس نفسی و اعصابی اور نفسی و حیاتی تطابق کا انحصار محض مشاہدہ اور عمل پر ہے،

ملا محمد سعید اشرف ماژندرانی

استاد زیب النساء بیگم،

از

جناب سید محمد کاظم صاحب بی، اے، ال ال بی وکیل روپڑ (انبالہ)

ملا محمد سعید المتخلص بہ اشرف ماژندرانی ایران کے ان خوش قسمت سخنوروں میں ہیں، جن کے مرغ شہرت نے پروبال ہندوستان کی فضا میں پیدا کیے، آزاد بلگرامی نے سرو آزاد میں ملا صاحب کا حال لکھا ہے، کہ وہ ماژندران کے رہنے والے تھے، اور ملا محمد تقی مجلسی کے نواسہ تھے۔ شاہجہان کے آغاز جلوس میں ہندوستان پہنچے تھے، اور وہ زیب النساء بیگم (دختر شاہ عالمگیر) کی تعلیم پر مقرر ہوئے فارغ ہو کر ۱۰۸۳ھ میں ایران واپس گئے، اور پھر دوبارہ عالمگیر کے زمانۂ حکومت میں لوٹ کر ہندوستان آئے، اس وقت شہزادہ عظیم الشان عظیم آباد پٹنہ میں صوبہ دار تھا، اوسکی ہمرکابی میں عظیم آباد گئے شہزادہ ملا صاحب کی بڑی تعظیم کرتا تھا اور کبرسنی کے باعث اونکو بیٹھنے کی دربار میں اجازت دیدی تھی،

آخر عمر میں حج بیت اللہ کا شوق ہوا، چاہا کہ بنگال کے بندر سے جہاز پر بیٹھکر حجاز روانہ ہون، ابھی مونگیر (بہار) پہنچے تھے کہ عمر طبعی کا جہاز موت کے ساحل پر آ لگا، ماژندران کے مسافر نے مونگیر کی زمین میں کر کھولدی، یہیں سپرد خاک ہوئے، آزاد لکھتے ہیں کہ مونگیر میں ملا صاحب کی قبر مشہور ہے، معلوم نہیں، اس مشہور زمانہ کا نشان اب بھی وہان ہے یا نہیں،

ملا صاحب کے فضل و کمال میں کیا شبہہ ہو، مگر انھیں کیا معلوم تھا کہ اونکی شہرت اور بقائے نام کا سب سے بڑا سبب یہ ہوگا کہ اُن کے دامن تربیت میں زیب النساء بیگم یکہ یگانۂ روزگار ہوئی، مولنا شبلی مرحوم نے زیب النساء کے حال میں لکھا ہے کہ جب وہ ملا صاحب کی شاگرد ہوئی تو اس وقت اوسکی عمر اکیس برس کی تھی، آزاد نے

ملا صاحب کا دیوان بھی دیکھا تھا، لکھتے ہین:

"دیوان ملا محمد سعید اشرف بطالعہ در آمد، انواع شعر قصیدہ و غزل و مثنوی و قطعہ وغیرہا دارد،

و ہمہ جا حرف بقدرت می زند"

آزاد نے ملا صاحب کے دیوان کے کس نسخہ کو خدا جانے دیکھا تھا، حسن قسمت سے ہمے، ملا صاحب کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہی، جو حرف حرف آزاد کے دعوی کی تائید مین ہی،

یہ قلمی نسخہ کم و بیش آج سے دو سو برس پیشتر معرض تحریر مین لایا گیا ہی، اس قلمی نسخہ پر کسی مصنف یا کاتب کا نام نہین ہے، یہ مختلف اصناف شاعری پر مشتمل ہے، اس مین قصیدہ، غزل، رباعی، مرثیہ، غرضکہ ہر رنگ مین اظہارِ خیال کیا گیا ہے، اور آخری شعر پر اشرف تخلص ملتا ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ یہ ملا اشرف کا کلیات ہے، ذیل کی سطرون مین اس کلیات سے ملا صاحب کے جو حالات خود اُن کے اشعار سے ماخوذ ہو سکتے ہین، سپرد قلم کیے جاتے ہین،

سکونت ملا صاحب کا وطن جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے مازندران ہے، چنانچہ ایک جگہ اعتماد الدولہ العدل الامیہ خلیفہ سلطان کی تعریف مین جو قصیدہ ہی اس مین حسب ذیل شعر پایا جاتا ہی؛

گر از اصفاہان پدید آمد چو گل طبع کمال　　　خاستہ چون سرو موزون اشرف از مازندران

اس سے مازندران جائے پیدائش اور اصفہان جائے تکمیل فن معلوم ہوتی ہے،

خاندان اشرف کے اشعار سے نہایت مختصر حالات اس کے خاندان کے متعلق مستنبط ہوتے ہین، اول یہ کہ اس کا باپ کوئی اہل کمال ضرور تھا، دوئم یہ کہ اس کو اپنی اولاد سے خاص طور پر چشم زخم پہنچا ہے، اپنے باپ کے متعلق کہتا ہے،

انم کہ نہال معرفت را ثمرم　　　از دولت والا گرامی گہرم

ہرچند ز فضل دست من کوتاہ ہست　　　دارد بفضیلت ید طولیٰ پدرم

اس کا نانا تقی مجلسی ۱۰۷۰ھ مین فوت ہوا، بڑی دستگاہ علمی رکھتا تھا، اس کے متعلق اشرف نے تاریخ وفات لکھی ہے؛

وعدۂ دیدار یارب جنت الماوے بود،

تلمذ ایران کے مشہور شاعر صائب کو کون نہین جانتا، وہ چھ سات سال کے قریب ہند مین شاہجہان کے عہد مین آیا تھا

اور ظفرخان صوبہ دار کشمیر کے ساتھ جس کے گہرے تعلقات تھے ۱۰۴۲ھ مین کشمیر کی سیر کرتا ہوا ایران واپس چلا گیا

اس کو واپسی پر شاہ عباس ثانی نے ملک الشعرا کا خطاب دیا، صائب کا مولد تبریز ہے لیکن بعد مین اصفہان مین

سکونت اختیار کی تھی، ملا سعید اشرف نے اصفہان ہی مین اس یگانۂ فن سے شرف تلمذ حاصل کیا، چنانچہ اس کی تعریف

مین لکھتا ہے،

خدیو کشور گفتار میرزا صائب — کہ دادہ است بتیغ قلم قرار سخن

مین بدفتر پیشینیان کنون کہ شدہ است — ز تازہ گوئی او تازہ روزگار سخن

خدایگان سخن گستران دوران — ایا برائے من تو افتخار سخن

سخن بپایہ اوّل ز فطرتت برسد — اگرچہ گفتۂ من نیست درشمار سخن

گر تو خود نمائی جواہر اسرار — کہ بر خویش پدید آور دبار سخن

دگر نہ نیست مرا آنقدر توانائی — مدام اگرچہ نشینم در انتظار سخن

ز التفات تو نبود بعید اگر — شوم بصف ہنر پروران سوار سخن

ز فیض لطف تو شاید کہ بشگفم گل گل — چنین کہ تنگ دلم من ز خار خار سخن

مرا کہ نیست بدیوان شعر نام و نشان — مگر شوم ز قبول تو نامدار سخن

ہمیشہ تا ز سخن اعتبار مرد بود — تو شاد باش کہ از تست اعتبار سخن

صائب کی وفات ۱۰۸۰ھ مین ہوئی، اس سال ایک خوش نویس سید عبد الرشید دیلمی

کا بھی انتقال ہوا اس کو بھی اشرف کی استادی کا فخر تھا، چنانچہ اشرف نے ایک مرثیہ لکھا، آخر شعر

مین دونون کی تاریخ وفات نکلتی ہے،

گفتم از زار شاہ پیر عقل در تاریخ آن

آہ باہم مردن آقا رشید و صائبا

صائب جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، ۱۰۴۲ھ مین ایران کو چلا گیا، ملا سعید اشرف کو اس کے ساتھ ۱۰۴۲ھ سے ۱۰۸۰ھ تک تعلق شاگردی رہا ہوگا، کیونکہ سن موخر الذکر تک اشرف کا قیام ایران اس کے ایک قصیدہ سے ظاہر ہو جاتا ہے، جو کہ اصفہان مین عزیز اللہ نامی رکن سلطنت کی واپسی کی تقریب پر جو سیاحت روم و شام و ہند کے بعد عمل مین آئی موزون کیا گیا، قصیدہ مذکور بڑا پر جوش ہے، اس کے شعر ذیل کے ہر دو مصرعون سے علیحدہ علیحدہ تاریخ خیر مقدم ۱۰۸۰ھ برآمد ہوتی ہے،

آمدی از ہند با الطاف سرشار آمدی

چون نسیم دلکشا از طرۂ یار آمدی

مذہب، جس طرح عام طور پر اہل ایران شیعہ مذہب رکھتے ہین، اشرف بھی اسی مذہب کا پیرو ہے کہتا ہے،

آنکس کہ بملک اعتقادش راہ ہست | در مرتبۂ قرب علی آگاہ است

داند کہ کمان قاب قوسین نبی | در قبضۂ قدرت ولی اللہ است

چند اتیغے کہ تیغ شاہان می کند | ہمچو ہندی زادگان پیشش غلامی اختیار

کیا ہی عبرتناک مقام ہے، آج سے تین سو برس پیشتر بھی ہندوستان کی غلامانہ حرکات ضرب المثل ہو چکی تھین،

من و مداحی آقائے خود م شاہ نجف | کہ درین زمرۂ ابرار سری کند مرا

زور بازوے ید اللہ است اسد اللہ ولی | مظہر قدرت جبار علی اعلیٰ

در کہ شہر علوم نبی و کشور فضل | محرم صدر نشین حرم او ادنیٰ

سرور جرگہ شاہان جہان شاہ نجف		صفدر معرکہ شیر دلان شیر خدا

ہندوستان سے تکلیف اٹھا کر خراسان پہنچا معلوم ہوتا ہے اور اس جگہ ایک لمبی نظم امام علی موسیٰ رضا کے مقبرہ پر موزون کی ہے، جس کا ایک شعر ہے،

چون حنا باز آمدم از ہند بار وئے سیا		میروم از دست اگر لطفت نباشد دستیا

ان تمام اشعار سے اس کے مذہب کا غالب رجحان معلوم ہو جاتا ہے،

زیب النسار کو تعلیم دینا۔ اشرف ۱۰۸۳ھ مین زیب النسا کی تعلیم پر مامور ہوا، یہ سال اورنگ زیب کے عہد حکومت کا اول سال ہی، اور اس وقت زیب النسا بھی اچھی عمر کو پہنچ چکی تھی یعنی اکیسوین برس مین تھی، تیرہ چودہ سال اشرف نے اسے درسی کتب کے علاوہ فقہ، اصول فقہ، علم حدیث وغیرہ کی تعلیم دی، اور شاعری کی اصلاح بھی کرتا رہا، شہزادی شروع شروع مین تعزیہ داری کرتی، اور مجلس عزا مین شریک ہوا کرتی تھی، یہ اشرف کی تعلیم کا نتیجہ ہوگا، لیکن زیب النسار کی طبیعت مین شیعہ مذہب کے خیالات پوری طرح مستحکم نہین ہوئے، کیونکہ بعد مین اس نے حضرت میانمیر علیہ الرحمۃ سے بیعت کی ہے، یہ بات عام طور پر معلوم ہے، کہ اورنگ زیب شعرا کے قدردان نہ تھے بلکہ مولٰنا شبلی فرماتے ہین، کہ اورنگ زیب کے زہد خشک کے آگے شاعری کا چراغ گل ہو گیا" اشرف کا ایک شعر اس مضمون پر ہے،

خشکی زہد گرفت است جہان را اشرف		نیست سیلاب بدین دشت زصرصر مثنا

ذیل کے چند اشعار کے متعلق یہ گمان گذرتا ہے کہ اورنگ زیب کے متعلق اشرف نے زیب النسا کی تعلیم پر مامور ہونے سے پہلے کہے ہین، ورنہ ملازمت کے حاصل کرنے کے بعد اس کو اس قدر منہ پھٹ ہونے کی ضرورت نہ تھی،

ایکہ از کشور خود جانب ہند آمدۂ		در ولایت خبر ہند مگر نشنیدی

بعد ازان کامدۂ قصد اقامت چہ کنی		قصہائے ضرر ہند مگر نشنیدی

. . . . . . برامید زر و سیم بے بقائی در ہند گر نشنید ی

زادۂ ہند کر بستہ قتل پدر است این سخن در سفر ہند گر نشنیدی

کہ جدائی کئی اینجاز برائے فرزند داستان پسر ہند گر نشنیدی

اشرف کے بیشتر قصائد جو اس قلمی نسخے مین ہین زیب النساء بیگم کو مخاطب کرکے لکھے گئے ہین کیونکہ اول بادشاہ وقت کے نزدیک شاعری کی کچھ قدر وقیمت نہ تھی، دوئم تعلق استادی کے لحاظ سے انعام و اکرام کا امید وار ہو سکتا تھا، تو زیب النساء سے ہی ہو سکتا تھا، علاوہ ازین زیب النساء کو شعر فہمی و بذلہ سنجی مین کمال تھا، گو مرد نہ تھی لیکن شعرا کی قدر دانی کے لحاظ سے جہانگیر کے ہم پایہ تھی، عہد اورنگ زیبی مین اس کا وجود شاعری عجم کے لیے مسیحائی اعجاز کا حکم رکھتا تھا، اشرف بھی ہر کسی کی تعریف نہین کرنا چاہتا تھا

طوطیم اشرف نکردم ہم زبان با ہر کسے ہر کجا آئینہ سیمائیست گویا می شوم

سنہ ۱۰۸۳ھ مین وطن جانا چاہا تو زیب النساء کی خدمت مین ایک قصیدہ لکھکر پیش کیا، جس مین رخصت کی درخواست کو اس طرح ادا کیا ہے

یک بار از وطن نتوان برگرفت دل در عزم اگرچہ فزون است اعتبار

این پیش و قرب و بعد تفاوت نمی کند گو خدمت حضور نباشد مرا شعار

نسبت چو باطنی است چہ دہلی چہ اصفہان دل پیش تست من چہ بہ کابل چہ قندہار

دیگر حالات، اس کی زندگی غربت و افلاس مین کٹی، اور مشہور شعرا مین سے نہین ہوا، چنانچہ کہتا ہے،

از غم افلاس اوقاتم بہ بیہوشی گذشت چون چراغ مفلسان عمرم بخاموشی گذشت

پاس دلبر بزم ما را محفل تصویر کرد کز حیا تا آخر مجلس بسر گوشی گذشت

نیست اشرف بہ تحسین سخن سر زندہٗ زان چو معنی روزگارم در سیہ پوشی گذشت

ہندوستان سے چلے جانے کے بعد بھی اسے ہندوستان کی یاد دل مین چٹکیان لیتی رہی،

تصفا ہان رسید اشرف و باز پاسے نسبت تیان لاہو راست

تصفۂ اشرف اشرف کے نزدیک دشمن کو دوست بنانا ہو، تو اسے ہم نوالہ وہم پیالہ بنالینا چاہئے کہ اگر صرف دودھ پینے سے دو آدمی بھائی ہو سکتے ہیں تو ایک کھانا کھانے سے کیون نہین ہو سکتے،

روزی خورانمی داریم از دشمن در یغ ہرکہ شیر ما خورد با ما برادر مے شود

غصہ عزت کو کم کرتا ہے،

رفتہ رفتہ آبرو را برطرف سازد غضب آب راچندانکہ جوشانند کمتری شود

گریہ وزاری کو ضبط کرنا آبرو بڑھاتا ہی،

گریہ چون دردل گرہ شد گردد اشرف آبرو قطرہ در دریا چو چندے ماند گوہری شود

لوگونکی تحسین اصلی خوبی مین اضافہ نہین کرسکتی،

کے شود زیبائے گل اشرف از بلبل زیاد حسن گفتار ترا مشاطہ گو تحسین مباش

دیدہ روشن بود اشرف زعینک بے نیاز بر دل من داغ جانان گر نباشد گو مباش

اس کا خیال ہے کہ گناہ کی بدولت انسان کا جوہر ذاتی زیادہ نمایان ہو جاتا ہے،

قابلیت را نمایان ترکند تر دامنی جامۂ رنگین چو تر گردید رنگین تر شود

شرابِ شاعری کا سرور کیسا ہوتا ہے،

اشرف از کیفیتِ گفتار کردی بیخودم شعر چون گردید رنگین کار صہبامی کند

شوق معلمی اور اس کی یاد آخر عمر تک رہی

خیزد اشرف از دلم ہر فغان و نالہ سینہ ام را یادِ طفلان باز مکتب خانہ کرد

اس کے نزدیک دینی مسائل مین دلائل و براہین ظاہری تلاش کرنا ترک دین کے مترادف ہے،

جانبِ میخانۂ تحقیق اشرف چون روی باید اوّل رفتنے از ساقی کوثر گرفت

کلام کا رنگ | صائب کے تلمذ کا اثر ملا اشرف کے کلام پر نہایت نمایان ہے، صائب کا خاص کمال تمثیلی استدلال ہے، وہی رنگ اشرف کے کلام مین بھی جھلکتا ہے، جیسا کہ اوپر کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے اور ذیل کے اشعار سے بھی ثابت ہے؛

غافلان را چرک دنیائی است زینت ملباس ۔۔۔ جامۂ تصویر از روغن مصفا تر شود

بوقت عرض مطلب قفل خاموشی بلب دارم ۔۔۔ چو آن شخصے کہ در خمیازہ گیرد بر دہان دستے

کار خود کن راست چون فوارہ بے امداد غیر ۔۔۔ خونہال خویش و خود آب روان خویش باش

اشکے کہ راز عشق بگوید فسانہ نی است ۔۔۔ طفلے کہ خوش محاورہ افتد نماندنی است

حیات از صحبت افسردگان نابود می گردد ۔۔۔ کہ چون فصل زمستان شد نفسہا دود میگردد

بدنیا چون در آید آدمی بدبخت می گردد ۔۔۔ ہوا چون در میان مشک آید بخت میگردد

تاریخ گوئی | دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ اشرف کو تاریخ گوئی مین بھی خاص ملکہ تھا، چنانچہ اس قسم کی تاریخین بھی اس کے دیوان مین موجود ہین، اشرف کی نگاہ مین سید شمس الدین صاحب کی خاص قدر تھی، یہ کوئی بزرگ ہونگے، ان کے قتل کے موقع پر حسب ذیل تاریخ کہی گئی،

سائلے پرسید از تاریخ سال فوت او ۔۔۔ گفتمش ذرا اول شہر ربیع الاول است
۱۱۱۵ھ

ہندوستان مین دوبارہ آمد | دیوان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اشرف ہندوستان مین دوبارہ واپس آئے،

چنانچہ واپسی کے وقت دریائے (سندھ) طغیانی پر تھا، جب طغیانی کم ہوئی تو فوراً نظم موزون کی جس کے آخر مصرع سے تاریخ نکلتی ہے۔

سیل دریائے بتان پایاب شد،

۱۰۹۸

خاتمۂ سخن، قلمی نسخے کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اشرف نہایت ہی پرگو شاعر ہے، سو سو شعر کا قصیدہ کہہ ڈالتا ہے، اور آمد مین کوئی فرق نہین آتا، جوش بالکل کم نہین ہوتا، تاریخ کا مادہ موزون کرنے مین کمال رکھتا ہے، اس قلمی نسخے مین ایک خاص نقص یہ ہے، کہ جگہ جگہ پر عنوانات کے لئے جگہ چھوڑی گئی ہے، کہ سرخ روشنائی سے لکھے جائین، لیکن پھر ان کے لکھنے کا موقع نہین آیا، دوسرا نقص یہ ہے، کہ نسخہ پارینہ ہونے کے سبب کرم خوردہ ہوگیا ہے، اور اکثر الفاظ حذف ہو گئے ہین، اسطرح اس کے مطالعہ سے جو لطف آسکتا تھا وہ بہت جلد منغص ہو جاتا ہے،

مدنیات

کیا آزاد بلگرامی تھے؟

از مولوی سید مقبول احمد صاحب، ایم اے، ایف آر ایس اے،

(۴)

ید بیضا

باز گو از نجد و از یاران نجد،

یہ تذکرہ اور اس کا جامع غایت شہرت و ناموری سے کسی تبصرہ و تذکرہ کے محتاج نہین ہین، اس لیے مجھے صرف ایک ایسی حقیقت و اختصاص کا اظہار کر دینا چاہئے جو معدودے چند لکھنے والون کے سوا کسی کی زبان و قلم پر نہین آیا، اور جو ان دونون کی وابستگی سدن کے متعلق ہے؛

میر غلام علی آزاد، اپنی تصانیف مین ہر جگہ اپنے کو "بلگرامی" لکھتے ہین، وہ بلگرام مین پیدا ہوئے، وہین پرورش و تعلیم پائی، عمر کا ابتدائی حصہ بھی وہین گذرا، اور بالآخر دکن مین پیوند زمین ہوئے، مگر اصلیت یہ ہے کہ اُن کو بلگرام سے اتنا ہی تعلق تھا جتنا مولانا نظامی گنجوی کو گنجہ سے، نظامی تفاخراً فرماتے ہین ؎

چو دُر گرچہ در بحر گنجہ گمم ولے از قہستان شہر قُمم

اس لیے محققین، بالخصوص معاصرین بلگرام اور چند مستشرقین طعنہ زن ہین کہ آزاد نے اپنا انتساب، بلگرام سے کیون کیا، اپنے موطن اصلی یعنی اسلاف کے مرز و بوم کو کیون بھلا دیا، حتی کہ سدن کا کہین نام لینا بھی گوارا نہ کیا، حالانکہ اپنے عربی و فارسی اشعار مین، واسطؔ کا بار بار نام لیتے اور بڑی نازش و مباہات سے یاد کرتے ہین؛

ؔ واسط عراق کا ایک شہر ہے جو حجاج کا قائم شہور ہے، سبع سیارہ، قصائد عربی و بحر شہرجان و سرو آزاد، ملاحظہ ہون،

منشی[1] غلام حسن تخلص بہ ثمین بلگرام کے قدیم باشندے صدیقی فرشوری تھے، ان کے والد شیخ غلام حسین، اور دادا قاضی فیض اللہ اور ان کے پھوپھی زاد بھائی محمد صدیق سخنور[2] بلحاظ ریاست وعلم وفضل ممتاز اور قصبہ کی خدمت قضا پر سرفراز رہے تھے، میر نوازش علی[3] کے شاگرد، اور خود بڑے صاحب تصنیف وتالیف تھے، انھون نے آزاد کی مآثر الکرام کے جواب مین وہان کے شیوخ کی ایک مبسوط تاریخ، شرائف عثمانی کے نام سے ۱۱۶۹ھ (۶-۱۷۵۵ء) مین لکھی تھی، وہ آزاد کے دعوی اور انتساب بلگرام پر تعریض کرتے ہین،

"بزرگ حضرت آزاد مذکور از قصبہ سدن درعہد ملک[4] بہلول لودی در بلگرام برائے تحصیل علم برآمدہ، بعد چندے بوجہ اخلاق اہالیان بلگرام طرح توطن انداختہ، این معنی برجمہور قدمائے بلگرام پیدا وہویداست"

اسی بات کو ہندوستان کے عہد اسلام کے نامور مورخ ولیم اروین نے احمد شاہ[5] ابدالی وزیر عماد الملک کے ترجمہ انگریزی کی تمہید مین[6] اپنے مخصوص انداز مین بیان کیا ہے اور مآثر الکرام کو محض سادات بلگرام کے خاندانون کی تاریخ قرار دیا ہے،

آزاد نے مآثر[7] کو "تاریخ بلگرام" و "تذکرہ صاحب کمالان بلگرام"[8] لکھا ہے لیکن اُن کا یفقرہ کہ

---

[1] سرو آزاد وتذکرہ ثمین صفحہ ۲۰۵، [2] سخنور کا ذکر بھی آزاد نے سرو آزاد مین کیا ہے، صفحہ ۲۴۹، [3] نوازش علی تقیر- سرو آزاد صفحہ ۲۳۲ و مآثر صفحہ ۱۱۷- [4] سلطان بہلول نے ۸۵۵ھ (۱۴۵۱ء) سے ۸۹۴ھ (۱۴۸۸ء) تک یعنی ۳۸ سال ۸ ماہ ۷ روز سلطنت کی ہے، [5] ثمین نے چند واقعات چشم دید کو ۱۱۸۵ھ مین کپتان جوناتھن اسکاٹ کی فرمائش سے قلمبند کیا تھا، [6] Ahmad Shah Abdali and The Indian wazir Imadul Mulk (1756-57) by william Irvine. B.C.S. 1907.

[7] مآثر کی تالیف بلگرام مین سفر حجاز (۱۱۵۰ھ) سے پہلے ہوئی تھی پھر بعد واپسی دکن مین تکمیل ہوئی، مآثر ص ۴ دیباچہ،

[8] مآثر دیباچہ صفحہ ۴، سرو آزاد دیباچہ صفحہ ۳- سبحۃ المرجان ص ۱۲۳،

"چون[1] درین کتاب نسب سادات بلگرام لازم گرفتہ شد ایراد قصیدہ کہ در بیان نسب خود (میر عبدالجلیل) بہ نظم آوردہ اند مناسب افتاد"، بعض صاحبون کو گران گزرا، اور اس کتاب کی تالیف عموم شرفاء کے خاندانون کے احوال سے بیگانہ و بے نیاز سمجھی گئی، ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ آزاد نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ "سید محمد صغری (متوفی ۶۴۵ھ) سے وہ سترھوین پشت مین تھے" اور سید محمد صغری سے اوپر کا سلسلہ[2] نسب بھی پورا نقل کر دیا ہے لیکن اپنے والد سید[3] محمد نوح کا تین چار مقامات پر ضمنی تذکرہ کرنے یا ایک دو مواقع پر نام لینے یا اُن کے باپ سید[4] فیروز کا حوالہ دینے کے سوا اپنے اجداد قریب کا کچھ ذکر نہین کیا، یعنی سید فیروز سے اوپر کی کڑیان سب چھوڑ دی ہین، یہ بزرگ وہی گوہر یکتا ہین جو خاک پاک سمدن مین راحت گزین ہین،

آزاد کا یہ قصور کتنا ہی بڑا سمجھا جاوے، کہ اُنھون نے اپنے اسلاف کے موطن سمدن کا ذکر نہین کیا، لیکن اونکی یہ وضع احتیاط بھی قابل ستایش ہے کہ وہ خود کو حب الواسطی اصلاً، لکھتے ہین تو البلگرامی مولداً و منشاءً[5]، یا جواراً و منشاءً بتاتے ہین، البتہ اواسط عمر بلکہ اواخر کی تحریرات مین جو بلگرام اور اہل بلگرام سے دور لکھی گئی تھین اور جبکہ مزید تشریح و تفصیل کی ضرورت کو کمال شہرت کمال بلکہ بلگرامیت نے، رفع کر دیا تھا، عموماً فقیر آزاد[6] حسینی واسطی بلگرامی، لکھنے پر اکتفا نہ کیا ہے، پھر بھی اپنے ترجمہ کے ذیل مین "مولد[7] و منشا، محلہ میدان پورہ واقع قصبہ بلگرام" کا حوالہ دیتے ہین، بلگرام کے توطن کے بارہ مین آزاد کا دعوی ان الفاظ سے پایا جاتا ہے،

"بعد تالیف ید بیضا بخاطر رسید و سر تجہ حب الوطن دامن دل کشید کہ کتابے در ذکر فضائے کملائے

---

[1] ماثر الکرام تذکرہ میر عبدالجلیل صفحہ ۲۶۹ [2] ماثر الکرام ص۱۱ و سند السعادات قلمی، [3] ۱۱۶۵ھ مین سید محمد نوح کا واقعہ وفات ناگہانی ماثر الکرام مین بتفصیل لکھا ہے، ص۲۲۲، و حوالہ ملازمت نواب سربلند خان سرو آزاد ص۲۱۳ [4] سید فیروز متوفی ۱۹ رجب ۱۱۲۰ھ۔ شجرہ طیبہ جلد دوم۔ و ماثر صفحہ ۲۴۴، [5] سرو آزاد صفحہ ۲۹۱ و ماثر الکرام ص۱۲۱ سبحۃ المرجان ص۱۱۱، [6] خزانہ عامرہ۔ دیباچہ ص۱ و ص۱۲۳ و سرو آزاد۔ دیباچہ ص۱۔ و ماثر دیباچہ ص۳ و سبحۃ المرجان دیباچہ ص۱ [7] خزانہ عامرہ ص۱۲۳۔

بلگرام صانہ اللہ عن طوارق الایام بہ تحریر می آید" دیباچہ سرو آزاد ص۲ ۔ ۵ ۔

"من آوارۂ دشت گمنامی آزاد بلگرامی را حب الوطن سلسلہ جنبان شد کہ تذکرہ در ذکر صاحب کمالان

بلگرام صانہ اللہ عن طوارق الایام بہ پردازم" دیباچہ مآثر ص۲،

"و حب الوطن در دل سائر علویات و سفلیات انداخت"، مآثر دیباچہ ص۱،

"الواسطی اصلاً و البلگرامی وطناً" سبحۃ ص۱۰،

آزاد کا یہ دعویٰ کہ[1] "جز من از یاران کیست کہ این قدر ہمت در احیاء اسم ورسم وطن صرف کردہ" غالباً حضرات بلگرام کو ناگوار گزرا ہو، تمین اپنے سلسلہ تقریر مین بعض ناگفتنی و ناروا باتین کہہ گیے ہین، حتی کہ "[2] آزاد نے بیکار و دور از قیاس جھوٹے مضمون کی کتاب جمع کرکے متقدمین کو متاخرین قرار دیا اور اپنے آپ کو محمد سید مذکور کی اولاد سے ظاہر کیا"

کون کہہ سکتا ہو کہ ایک طرف آزاد کا سہدن سے واسطہ ظاہر نہ کرنا، دوسری طرف اہل بلگرام کا ان سے اعلان بے تعلقی و اتبرا، اور ایک ہمعصر ہم وطن کی یہ درشت زبانی، آزاد کی شان عظمت و وقار پر حرف نہین لاتی اور آزاد یا ان کے اقربا اس صاف گوئی و دریدہ دہنی کی تردید کیون نہین کرتے،

بہرکیف سہدن کی تاریخین اس واقعہ کو اپنے اوراق سے محو نہین کرسکتین، کہ یہ قصبہ صدیون تک سادات عظام زیدیہ کا بھی جد عالم نکرم رہا ہو، محلہ سید باڑہ کے پھاٹک کے سامنے مشرق و جنوب کے گوشہ مین جو آبادی واقع تھی وہ گرد آباد سے موسوم ہے، آبادی مدت ہوئی معدوم ہوچکی البتہ زبانون پر نام باقی ہے اور تحریرات سرکاری و کاغذات وہی مین قائم، دو دمان رضویہ مشہدیہ کے مکانات قدیم رواج و روایات اور آبائی ارشادات کے موافق ہمیشہ سے خام تھے، سید باڑہ مع اپنی فصیل اور پھاٹک اور شمالی اور جنوبی کھڑکیون کے گوندہ یا مٹی کی دیوارون سے محاط تھا، مگر جب میر خلق علی رضوی نے اپنا محل خشت سرخ سے بنوایا تو محلہ کا

---

[1] مآثر الکرام دیباچہ ص۲ [2] شرائف عثمانی دیباچہ

مغربی دروازہ بھی اسی وقت یا بعد کو کسی وقت پختہ کرادیا تھا جس کے آثار ہنوز قائم ہین، اور اب وہان دھوبی اور خرسے (بوریاباف) رہتے ہین، گرد آباد کے جنوب جو حصہ سید باڑہ سے بالکل ملحق ہے وہان ایک طرف آل عبا کے ساکن تھے اور ایک جانب سادات عباسیہ (علویہ) کے محلات، وہ حصہ جو ست محلہ کہلاتا تھا اور اب کچھیانہ کے نام سے مشہور ہے اور جس مین زراعت ہوتی ہے اس مین سادات زیدی واسطی (اولاد زید شہید) آباد تھے، اس کے قرینہ مین اونکا پنج محلہ تھا، جہان اب منظور باغ ہے، عمارات کا یہ سلسلہ تالاب پل تک چلا گیا تھا، خواجہ حافظ سید احمد کبیر علیہ الرحمۃ کا مرقد اسی آبادی کے زیر دیوار واقع ہے، سادات زیدیہ کا گورستان زیادہ تر باغ امرائی مین تھا لیکن اب وہان بھی قبرون کا نشان باقی نہین، کہتے ہین کہ جس طرح پنج محلہ زندون سے آباد تھا اوسی طرح یہ باغ انھین سادات کے مقابر و مزارات سے معمور و پر نور تھا، زیدی خاندانون کی کچھ قبرین منہدیا (باغ مہندی) مین بھی تھین، خان بہادر سید علی بہادر رئیس بلگرام کے اکابر کا یہی باغ آرام گاہ ہے، جہان آزاد کے مورث میر عوض کی مسجد اور محل سراتھی معمر باشندے اب تک اس کا نشان دیتے ہین مضافات سمدن مین جانب پوکھریا سئو (محال گڈھیا قادر) بھی سادات کرام کی بود و باش کے نشانات دکھائے جاتے ہین اور پرانی بنیادین اونکی گذشتہ عظمت و شوکت کی شہادت دیتی ہین،

مولوی حکیم سید منظور احمد طاب ثراہ نے کتاب سلسلۃ النسب سادات سمدنیہ[1] مین اور خان بہادر حاجی سید عبد العزیز رضوی اعلی اللہ مقامہ نے تاریخ عزیزیہ مین ان انتقالات مکانی و مقامی کا بالتفصیل ذکر کیا ہے، طلب علم یا فکر معاش مین بہت سے خاندانون نے سمدن سے رفتہ رفتہ ہجرت فرمائی اور بلگرام و شاہ آباد و بہار، و دانا پور و مارہرہ و سکت پور و تالگرام و چھبرامو مختلف امصار و قصبات کو چلے گیے اور وہین کے ہو رہے، ارون نے بھی ان سادات کی ہجرت کا اپنی تاریخ نوابین بنگش[2] مین حوالہ دیا ہے، سے

---

[1] سمدن کی وجہ تسمیہ کچھ بھی رہی ہو لیکن نصیر الدین محمد ہمایون کے عہد مین مشہد مقدس (امام رضا علیہ السلام) سے سید عبد الصمد کے ہندوستان مین آنے اور ۹۶۳ھ مین یہان اقامت گزین ہوجانے کے بدولت اس قریہ کا نام صمد سے بھی لکھا جاتا ہے،

[2] Irvine's Bangash Nawabs of Farrukhabad Contained in Journal of the Asiatic Society of Bengal. 1878.

(آزاد) طوبیٰ لقوم ھاجروا و توطنوا تلک الدیار معادن الایمان

آزاد کی تقریباً تمام علمی و تاریخی تالیفات[1] چھپ چکی ہین، لیکن دو سو برس گذر جانے پر بھی ید بیضا اعلا الطبع سے محروم ہے، اس کی وجہ غالباً یہ ہو کہ جو تذکرے آزاد نے اس کے بعد لکھے وہ اس سے زیادہ مکمل اور جامع تھے، جن سے ید بیضا کی طبع و اشاعت کی ضرورت رفع ہوگئی تھی، باین ہمہ یہ حقیقت فراموش نہ کرنا چاہئے کہ سرو آزاد و خزانۂ عامرہ کے ہوتے ہوئے علامہ شبلی سے محقق اور قدر شناس نے ید بیضا سے قطع نظر نہین کیا، اور شعر العجم وغیرہ مین اس کے حوالے دئے ہین،

"ید بیضا[2] تالیف فقیر در احوال شعرائے سلف و خلف، اوّل این کتاب را در سیوستان ملک سندھ تالیف کردم و نسخۂ آن سائر و دائر شد، و بعد معاودت از بلاد سندھ بدیار ہند آن نسخہ را منسوخ ساختہ نسخۂ دیگر در ستہ ثمان و اربعین و مائۃ الف نوشتم و این مصراع تاریخ یافتم طبع[3] کلیم ید بیضا نمود"

سرو آزاد[4] مین یہ لکھکر کہ "این دلدادۂ زلف سخن پیش ازین بخدمت موزونان سلف و خلف پرداختہ و تذکرۃ الشعرائے مسمی بہ ید بیضا محرر ساختہ اما آن نسخہ نقش انگارہ و تصویر نگارہ بود" پورے ایک صفحہ مین اس کے مکمل نہ ہونے اور تنقیح و اصلاح کے لائق ہونے کا اعتذار کیا ہے، بہرکیف شعرائے فارسی کا یہ عام و مختصر تذکرہ ہے اور بقول آزاد کے "تسمن ولا تغنی من جوع" کا مصداق، انتخاب اشعار بھی نہایت معمولی ہے، حالات شعرا محض اسم نویسی یا اعلام وطن و انموذج کلام سے بڑھنے نہین پائے، آزاد نے اس کو ہنگام قیام ملک سندھ (۱۱۴۳ھ لغایتہ ۱۱۴۷ھ) سیوستان مین لکھا ہے،

"مسودہ اوّل این تذکرہ در سیوستان جمع کردہ بودم" صفحہ ۵،

---

[1] روضۃ الاولیا مطبوعہ اورنگ آباد، سرو آزاد لاہور، رقاع عام، مآثر الکرام آگرہ مفید عام، خزانہ عامرہ کانپور نولکشور، سبحۃ المرجان بمبئی مرزا محمد تبریزی

[2] خزانہ عامرہ دیباچہ صفحہ ، [3] پورا قطعہ یہ ہے، ؎

این چہ سوادیست کہ در حرف او | لمعۂ اعجاز سخن وانمود
مصرع تاریخ چنین شد رقم | طبع کلیم ید بیضا نمود | ید بیضا

[4] سرو آزاد دیباچہ صد-ن ناقص و ناتمام،

پیر وطن آکر اس مین تصرف و اضافہ کیا، اور ۱۱۶۵ھ مین نظر ثانی کرکے شایع کیا، اس کے نسخے اب معدودے چند قدیم کتب خانون مین پائے جاتے ہین، مولٰنا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اوس کا اصلی مسودہ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا دیکھا تھا، ہمدن کا نسخہ بھی انھین کیاب نسخون مین سے ہی جو نظر ثانی کے بعد جوہر شناس ہاتھون مین پہنچے، جب اواسط سال ۱۱۴۰ ہجری مین آزاد سندھ سے واپس وطن ہوئے تو اُنکے والد نواب مبارز الملک سربلند خان کونی ناظم صوبہ الہ آباد کے توسل سے الہ آباد مین وارد تھے[1]، اہل بیت کی الہ آباد مین اقامت کی خبر آزاد کو شاہجہان آباد مین ملی کہ اکبر آباد سے براہ راست الہ آباد آئے، اور کئی مہینے تک یہان مقیم رہے، صاحبان علم و دانش سے بے تکلفانہ صحبتین رہین، شعرائے الہ آباد اور اطراف کے احوال اسی موقع پر اضافہ کیے گیے،

زیر نظر نسخہ کی خصوصیت و فضیلت یہ ہے کہ اس کو سید نوح کی فرمائش و ہدایت سے انکے تینون سعادت مند فرزندون (غلام علی۔ غلام حسن[2]۔ غلام امام صادق) نے لکھ کر حجۃ الملۃ والامۃ سید برہان الدین انار اللہ برہانہٗ کی خدمت مین عقیدت و اخلاص کی تذر کے ساتھ ہمدن بھیجا تھا، تینون بھائیون کا طرز نوشت علٰحدہ ہے، ۵۰ ورق تک ایک خط ہے شفیعہ نستعلیق باریک قلم خوش رقم خوش سواد. سیاہی روشن اور پختہ، سطور حواشی اور نقطٰ اور نام و عنوانات ۴۸ ورق تک شنگرف سے ہین، آگے چل کر جدا اول سے سرخی غائب ہوگئی ہے، لیکن نامون مین قائم رہی، ورق ۵۰ سے خط سادہ نستعلیق روان ہے، ۱۲۴ سے پھر قلم بدل گیا ہے، اور جلی ہے خط کی شان بھی جدا ہے، کاتب اول نے بلگرامی کو ہمیشہ بالگرامی لکھا ہے، کاغذ عمدہ کشمیری دو قسم کا اور تقطیع کا طول ۱۲۔ انگشت اور عرض ۸۔ انگشت ہے، صفحات کی تعداد پانچ سو سے زاید ہی

---

[1] سرو آزاد صفحہ ۲۱۳،

[2] سید غلام حسن نے محرم ۱۱۷۰ھ مین شہادت پائی، سرو آزاد صفحہ ۲۱۴،

ہو گی، لیکن اب اس مین صرف ۲۲۴ موجود ہین، پرانے دستور کے مواقف یا عجلت مین ہر ورق کے صرف صفحہ اول پر ہندسہ ڈالا گیا ہے، اس لیے موجود شمار ۱۱۲ ورق تک پہونچکر رہ جاتا ہے، یعنی منشور صفاہانی تک" میردم بے اختیارہ" سے مفقود ہے،

لیکن تجلید جدید مین یہ کمی اس طرح پوری کر دی گئی ہے کہ حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس اسرارہ کے بعض وظائف واعمال ونقوش جو میر غلام علی نے الہ آباد مین اپنی بیاض مین نقل کر لیے تھے، اور بعض اور بزرگون کے اور اد ومعمولات مین داخل تھے مع چند نسخ مجربہ وستعملہ آزاد کے نقل کر کے شامل کر دئے گئے ہین اور یہ حسن انتخاب بہترین یادگار د قابل تحسین ہے اور بقول ایک یورپین مبصر مسٹر وارڈ انجہانی کے پرشین کیلوگرافی کا خوب ترین نمونہ ہے

تلک آثارنا تدل علینا   فانظروا بعدنا الی الآثار

پیام امن

مرتبہ

مولوی عبدالماجد صاحب بی اے،

ابھی یہ نئی کتاب معارف پریس سے چھپکر نکلی ہے، پہلے اس مین فرنچ مصنف موسیو رچرڈ پال کے خیالات در بارۂ امن عالم، واخوت انسانی وخون آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہے اور اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے جس مین انھین مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے اردو مین بالکل نئے خیالات ہین، ۱۶۰ صفحے، قیمت عہر،

"منیجر"

حقیقت و مجاز

نوشتہ شیخ ابراہیم عبدالقادر مازنی مصری،

مترجمہ: مولوی ابوالجلال تھانوی،

مجاز کی پیدائش لاک اپنی کتاب "عقل انسانی" مین لکھتا ہے،

"اپنے تمام خیالات اور معلومات کی بنیادین معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم الفاظ کی ان اصلون کا پتہ چلائین جو صرف محسوس خیالات کو ادا کرتے ہین، اور غور کرین کہ جن الفاظ کے معانی دائرۂ احساس سے بعید ہین کس طرح حسی الفاظ پر منتہی ہوتے ہین، اور محسوسات کو ظاہر کرتے ہوئے کس طرح ایسے معانی کو ادا کرنے لگے جنکا ادراک غامض صورتون مین ہوتا ہے تا آنکہ بہت سے الفاظ ایسے پیدا ہو گئے جن کے مفاہیم حس کے نقطۂ ادراک سے بہت دور ہین، خیال، ادراک، تصور، اضطراب، تسکین وغیرہ الفاظ کا ماخذ یقیناً کوئی ایسا ہی مفہوم ہے جو حس کے ماتحت حاصل ہو سکے، نفس (جان) کا اصلی مفہوم نَفَس (سانس) تھا اسی طرح اگر ہم کو تمام زبانون کے قدیم ترین معانی کا علم ہو جائے تو تمام غیر حسی معانی کے الفاظ کی حسی اصلین بتانا ہمارے لیے آسان ہو جاتا ہے، اور اس طریقہ پر ان خیالات و معلومات کی کسی قدر تحدید بھی ممکن ہے جو پیدائش السنہ کے قدیم ترین عہد مین ہمارے اسلاف کے گنجینۂ دماغ مین موجود تھے اس عمل سے ہم کو اس تدریج کا بھی علم ہو سکتا ہے جس کے ماتحت فطرت نے ہمارے دماغون مین تمام علوم کے مبادی کا

الہام کیا اور یہ بھی جان سکتے ہین کہ جب لوگون کو ان معلومات کو تعبیر کرنے کی ضرورت ہوئی جن کا
کوئی خارجی مظہر نہ تھا، تو انھون نے کس طرح رموز محسوسات سے کام لیکر اپنے ذہنی معلومات کو
دوسرے اشخاص کے ذہنون مین اُتارا، اور جب ان کے دماغون مین اس قسم کے الفاظ کا کافی ذخیرہ
ہوگیا تو ہر قسم کے ہر مفہوم کو ادا کرنا ان کے لیے آسان ہوگیا۔ اس امکان کی وجہ یہ ہے کہ تمام معانی
محسوسات، یا محسوسات پر غور کرنے سے پیدا ہوتے ہین اور ہر قسم کے ادراکات یا تو حسّی معلومات
سے ماخوذ ہین یا ہماری نفسی کیفیات سے،،

یہ تو تھا لاک کا خیال لیکن چونکہ مسئلہ بہت مشکل ہے، اس لیے دیگر مصنفین نے اس پر بہت بحث و تحقیق
سے کام لیا ہے، اور وہ تمامتر لاک کے ہمزبان نہین ہین، ٹوک، (مسٹر ہارن ٹوک) نے اوس کی
پرزور موافقت کی ہے، تو ڈکٹر کوزان نے اس سے سخت اختلاف کیا ہے، چنانچہ اس نے **اٹھارھوین صدی کے فلسفہ کی تاریخ،** مین لکھا ہے۔

"مین دو لفظ پیش کرونگا، اور درخواست کرونگا، کہ کوئی صاحب ان کی حسّی اصلین بتائین،
ایک لفظ" (انا) " (مین) ہے یہ لفظ اس قابل نہین کہ اوسکی کوئی، دوسری اصل تلاش کیجائے،، اور
نہ اس لفظ کی تحلیل کرکے کسی ابتدائی عنصر کا پتہ لگایا جاسکتا یہ لفظ نہ تو کسی محسوس مفہوم کا رمز ہے،
نہ اس مین کسی محسوس کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ ہے اس مین صرف وہی مفہوم مستتر ہے جو عام طور
پر سمجھا جاتا ہے، دوسرا لفظ (ہیکون) ہے مجھے کوئی زبان نہین معلوم جس مین (ہیکون) کے
بجائے کوئی ایسا لفظ ہو جس مین کوئی دوسرا حسّی مفہوم بھی مستتر ہو، اس لیے مین نہین تسلیم کرسکتا
کہ اصول کلمات صرف وہ لفظ ہوسکتے ہین جن کے معانی دائرۂ حس کے اندر داخل ہون،،

کوزان کا یہ اعتراض اصل مسئلہ کی حقیقت پر کوئی اثر نہین ڈالتا پھر بھی مولر نے اس کا پرزور رد لکھا ہے،
خود کوزان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے:۔

فرض کرو کہ یہ بالکل غیر مشکوک ہی، حالانکہ واقعیت اس کے خلاف ہی تو اب اس سے عمدہ بر آہونیکی کیا شکل ہی؟ بے شبہہ، انسان اپنے قوائے شعور سے ابتداءً عالم خارجی مین کام لیتا ہی، اس لیے پہلی چیزین جنکی طرف ہمارا دماغ متوجہ ہوا ایسی ظاہری چیزین ہونگی اور سب سے پہلے انھین کے لیے رمُوز مقرر کرنے کی ہم کو ضرورت محسوس ہوئی ہوگی، اس بنا پر ہمارے ابتدائی رموز، محسوسات سے ماخوذ ہین جنپر کچھ نہ کچھ اب تک ان کا رنگ بھی چڑھا ہوا ہے، پھر جب انسان نے اپنے دل مین دوبارہ غور کیا اور ان عقلی ظواہر کو معلوم کیا جن سے حس کا تعلق زائل تو نہ تھا مگر ان کا ادراک ذرا غامض صورت مین ہوتا تھا اور کچھ نئے ظواہر عقلیہ اور ادراکات نفسیہ کی تعبیر کرنا چاہا تو قدیم و جدید معلومات مین گونہ مشابہت پاکر انھین قدیم رموز کو بولنا شروع کیا، مشابہت ہی ایک طریقہ ہے جو تمام زبانون مین عام اور شایع ہی یہی وجہ ہے کہ اکثر اسمار جو معنویات کے رموز ہین، مجاز ہین "

گوزان کا یہ خیال بالکل صحیح ہی حقیقتہً مجاز ہماری زبانون کا قوی ترین آلہ ہی مجاز کا وجود نہ ہوتا تو زبانین نہایت محدود ہوتین، اور ابتدائی بسیط خیالات کے سوا کسی اور مفہوم کا ادا کرنا دشوار ہوتا،

عام تعریف کے مطابق مجازسے مراد یہ ہی کہ بعض اوصاف یا خصائص مین اشتراک دیکھکر ایک لفظ کو اسکے مقررشدہ معنی کے بجائے کسی دوسرے معنی کے لیے استعمال کیا جائے مثلاً "روح" کا لفظ لو، اس کا اصلی مفہوم نفس یا (دم) ہے، ذوالرمہ کا شعر ہے،

فقلت له ارفعها الیك و احیها بروحك واقتت له قیتة قدرا

مین نے کہا کہ اس کو اپنی رفیع بارگاہ مین بلا کر اپنی سبحانفسی سے جلادو اور کچھ روزینہ مقرر کردے یا بولنے مین :-

ارتاح فلان لامته بالرحمة فلان شخص نے اپنی قوم کیلئے جذبات رحم و محبت کیساتھ جنبش کی،

اس موقع پر ارتیاح سے مراد یہ ہی کہ جس طرح پتون کے ٹوٹتے وقت درختون یا نباتات مین جنبش

پیدا ہوتی ہے اسی طرح احسان اور نیکی کے لیے کوئی شخص جنبش کرے، نابغہ ذبیانی کا شعر ہے،

واسمر مارن یترتاح فیہ سنان مثل مقباس الظلام

گندم گون اور سخت (نیزہ) جس مین، اندھیری کے شعلو نکی طرح نیزہ کی سنان جنبش کرتی ہے،

اسی قسم کا ایک لفظ شملہ (کپڑا) ہے اسی سے خیر و نعمت کا شمول (گھیر لینا) اخلاق جمیلہ پر مشتمل (محتوی) ہونا وغیرہ الفاظ پیدا ہوئے، بولتے ہین،

اشتمل فلان علی فلان فلان نے فلان کو چھپالیا،

یعنی خود آڑے آکر اسے بچالیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے منذر بن زبیر سے کہا تھا،

ان شئت اشتملت علیک ثم کانت نفسی دون نفسک کہئے تو آپ کو ڈھانپ لون، پھر میری جان آپ کی جان پر نثار ہو جائے،

لاک نے تمثیلاً "ادراک" کا لفظ پیش کیا ہے اس لفظ کا اصلی مفہوم الحق (قریب پہنچا، پالینا) ہے ادراک حاجت (حاجت روائی کرنا۔ حاجت کی چیز پہنچانا) تدارک (غلطی کے بعد فوراً اصلاح کرنا) فرس درک الطرید، "(تیز گھوڑا جو فوراً شکار تک پہنچ جائے)۔" درک" پیچھا کرنے والون کو بھی کہتے ہین، کسی کا مشہور مقولہ ہے،

ما ادرکہ من درک فعلی خلاصہ۔ کسی پیچھا کرنے والے نے اُسے نہ پایا تو اب اسی چھوڑ ہی دیا جائے

محاورہ ہے "تدارکت الاخبار" پے در پے خبرین موصول ہوئین، اس قسم کی بہت سی مثالین ہین جنکی تفصیل غیر ضروری ہے،

مجاز کی قسمین | مجاز کی دو قسمین ہین لفظی اور شرعی، لفظی مجاز سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ کو بولکر اس کے اصلی اور مقررشدہ معانی کے مشابہ معنی مراد لیے جائین مثلاً اشراق کا لفظ (جو سورج نکلنے کے لیے مقرر تھا) اب سورج، آگ، چہرہ اور معانی (بہت سی چیزون کی چمک ظاہر کرنے) کی غرض سے بولا جاتا ہے،

شعری مجاز سے مراد یہ ہے کہ قائل مثلاً سورج کا کچھ بیان کرنا چاہتا ہے تو اس کے بہت سے ہاتھ فرض کرتا ہے، ان ہاتھوں سے مراد اس کی شعاعیں ہوتی ہیں، یا مثلاً ابر کو پہاڑ قرار دے، اور برسنے کی حالت میں اسے عورت سے تشبیہ دے اور کہے کہ "ہوا نے ابر کو دوہ لیا"، یا مثلاً بجلی کو چمکتا ہوا تیر قرار دے، زمانہ کو حوادث کی ماں قرار دے، قدمائے عرب کے اشعار میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں، جو بعض وقت ہم کو ناپسند ہوتی ہیں، بلکہ ان کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے، مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر زبان پر ایک ایسا زمانہ آچکا ہے جب کہ ہماری موجودہ زندگی کے تنگ ترین افق سے متجاوز معانی کو ادا کرنے والی عبارتیں اسی قسم کے سادہ مجازات شعریہ تھیں اور غالباً وہی مجازات ہمارے زمانہ میں ان تقلیدی عبارتوں اور الفاظ کا کام دیتے ہیں جن کے معانی تو ہم سمجھ لیتے ہیں مگر ان کی حقیقت سے آشنا نہیں، متقدمین غالباً اس بات کو سمجھتے ہونگے کہ ان مجازات میں کچھ حقیقتیں بھی مخفی ہیں، وہ ہر شے کا تصور عالم فطرت کی ظاہری چیزوں سے حاصل کرتے ہونگے، اور ہر چیز کا قیاس اپنی زندگی پر کرتے ہونگے،

ترادف کی پیدائش ایک لفظ کا مختلف چیزوں پر اطلاق اسی اصول کی بنا پر ہونے لگا، جس طرح سورج، چہرہ اور دیباچۂ کلام، وغیرہ سب کے لیے اشراق کا لفظ مستعمل ہوتا ہے، ترادف کا وجود بھی اسی طرح پیدا ہوا یعنی ایک معنی کے لیے مختلف الفاظ ہونے کی وجہ بھی یہی پیدائش مجاز ہے، عربی زبان میں مترادفات کی مثالیں زیادہ نہیں ہیں، مسئلہ کی وضاحت کے لیے اونٹنیوں، تلوار، اور شراب کے ناموں پر غور کرنا کافی ہے، یہ مرادفات حقیقت میں واحد نہیں ہیں، بلکہ وہ شے کے مختلف اوصاف ہیں مثلاً شمول شراب کے مختلف ناموں میں سے ایک ہے یعنی ٹھنڈی شراب کبھی اوسکی تیزی اور اثر کا لحاظ منظور ہوتا ہے تو اُس کا نام الحمیا ہے، بو اور طریقۂ ساخت کے اعتبار سے خمر ہے، یہی حالت تمام مرادفات کی ہے وہ سب مختلف اوصاف تھے، جن سے مختلف زمانہ میں شے کو موصوف کیا گیا، پھر کثرت استعمال سے وہی اوصاف اسماء ہوگئے، مجھے خیال آتا ہے کہ کسی ماہر لغت سے پوچھا گیا کہ تلوار کے کتنے نام ہیں، اُس نے جواب دیا کہ صرف ایک یعنی (سیف) تو لوگوں کو حیرت ہوئی

پھر اس نے بیان کیا کہ تمام توصیف ہی ہر بقیہ الفاظ اوصاف ہین،

لغت عرب سے بحث کرنے والون کی بدقسمتی ہے، کہ اس زبان کی قدیم تاریخ نامعلوم ہے، اور بہت سے دَور جو اس زبان پر گذرے ہین اُن کو کوئی نہین جانتا، یہ زبان ہم تک اس حالت مین پہنچی ہے جب اوسکی تمام خامیان دفع ہو کر ایک مکمل زبان ہو گئی،

زبان عرب کے مکمل ہونے کا اقرار اس کمی سے انکار کا مرادف نہین ہے جس کو وہ جدید الفاظ ظاہر کرتے ہین، جن سے حال کے جدید مخترعات کو مراد لیا جاتا ہے، یہ نقص بہت زیادہ اہم نہین ہے، اس نقص کا اثر لغت اور ترکیب لغت کے بنیادی ارکان پر نہین پڑتا، جو شخص چاہے نہایت آسان اور سہل طریقہ سے الفاظ جدید کی لغوی تحقیقات کر سکتا ہے،

اگر ہم ان قدیم دورون کی تاریخ جانتے، جو دوسری زبانون کی طرح ہماری زبان (عربی) پر بھی گذرے ہین، یا ہم مین ایسے اشخاص ہوتے جو عبری وغیرہ ان زبانون کے درس و تدریس کا مشغلہ رکھتے، جو ایک ہی اصل کی زبانین ہین، تو علمائے مغرب جن نتائج تک پہنچے ہین اُن کو ہم بھی بآسانی معلوم کرسکتے مگر عبری سے لاعلمی اور عربی کی قدیم تاریخ نہ جاننے کے باعث پیدائش مجاز کی قدیم ترین حالت کا علم دشوار ہے اور بنے شبہہ اوسکی سخت ضرورت ہے کہ ترادف پیدا ہونے کے عہد سے قبل جو حالتین اس زبان پر طاری ہوئی ہین ہم کو اونکی تاریخ کا بھی کافی علم ہو،

تلخیص و تبصرہ

امام ادریسی

یمن اور حجاز کے بیچ مین ایک علاقہ ہی جس کو اب عسیر کہتے ہین یہ بحر عرب کے ساحل پر واقع ہی اس علاقہ پر شاید تیس چالیس برس سے امام ادریسی کا قبضہ ہی، یہ ادریسی خاندان شمالی افریقہ سے آیا ہے، اس خاندان کی حکومت مدتون اس علاقہ مین رہی ہی، اب یہ ایک مذہبی خاندان ہی سلسلۂ نسب سادات بنی فاطمہ سے ملتا ہی، انکا طریقۂ دعوت اور سلسلۂ بیعت اور نظام کار افریقہ کے سنوسیون سے بہت ملتا جلتا ہی، پہلے امام ادریسی نے گذشتہ شعبان ۱۳۴۱ھ مین وفات پائی، اسی مناسبت سے مصر کے مشہور رسالۃ المنار نے امام مرحوم کے مختصر حالات شائع کئے ہین،

امام ادریسی جنکا نام سید محمد علی ادریسی تھا، دنیا کے مستثنیٰ قابلیت کے اشخاص مین تھے، کیا یہ کم قابل حیرت کارنامہ ہے کہ انھون نے ایک ایسے مقام پر اپنی حکومت قائم کی جس پر ایک طرف، اسلام کی قدیم ترین اسلامی حکومت یعنی یمن کے ائمۂ زیدیہ کی حکومت قابض تھی، اور دوسری طرف وہ اسلام کی قوی ترین فوجی سلطنت یعنی دولت عثمانیہ کے زیر سیادت تھا، ان دونون نے ملکر اور شریف حجاز کو بھی ساتھ لیکر ان پر حملے کیے، مگر کامیابی نے اونھین کا ساتھ دیا، اور اسی واقعہ سے امام ادریسی کا اقتدار اور زیادہ مستحکم ہوگیا،

سید محمد علی ادریسی کی تعلیم مصر کے جامع ازہر مین ہوئی تھی، مگر چونکہ وہ فطرۃً ذہین، اور تیز تھے، اس لیے انھون نے بہت جلد جامع ازہر کی اس تعلیم کو چند سال مین ختم کر دیا جس کے پڑھنے پڑھانے مین پندرہ بیس برس گذار دیتے ہین اور اسی طرح اپنی فطری سلامت روی کے باعث بہت صحیح العقیدہ اور بدعات

وخرافات سے کنارہ کش تھے،

فراغت علمی کے بعد امام ادریسی، مصر سے عسیر گئے، مگر اس کا مقصد محض ارشاد اور تعلیم تھا، کوئی سیاسی مقصد اُن کے پیش نظر نہ تھا، لیکن اُن کے زہد وتقویٰ اور علم وفضل کو دیکھکر وہان کے لوگون نے انکی طرف رجوع کیا اور اپنے مقدمات اور نزاعات اُن کے سامنے فیصلہ کے لیے پیش کرنا شروع کیا، اور وہ شافعی مذہب کے مطابق کہ وہان کے باشندے عموماً شافعی ہین، اُن کا فیصلہ کر دیتے تھے، یہ دیکھکر دولت عثمانیہ کو انکی طرف سے بدگمانیان شروع ہوئین، اور مراسلات وپیغامات آنے جانے لگے، لیکن دولت عثمانیہ سے غلطی یہ ہوئی کہ بجائے اس کے کہ وہان کوئی پرانے عقیدہ کا مسلمان معاملات کی تحقیق کو بھیجتی، ایک نئے یورپین تمدن کے شیدائی کو وہان بھیجا، نتیجہ یہ ہوا کہ درمیان کی بدگمانی اور ترقی کر گئی اور نتیجہ جنگ وجدال تک پہنچا، جس مین کامیابی امام ہی کو ہوتی رہی،

اعلان دستور کے بعد انجمن اتحاد وترقی نے امام ادریسی کے ایک رفیق تعلیم شیخ توفیق خوجہ کو تحقیق حال کے لیے اُن کے پاس بھیجا، انھون نے واپس آکر امام کے اخلاص اور حسن نیت کی تعریف کی مگر انجمن اتحاد کا اس سے اطمینان نہ ہوا، اٹلی کا افریقی علاقہ، ارٹیریا جس کا صدر مقام مصوع ہے چونکہ عسیر کے مقابل ہی ہے، اسی لیے اٹلی کی بڑی کوششین ہین کہ وہ امام عسیر سے اپنے دوستانہ (مستعمرانہ) تعلقات کو بڑھائے، عام مسلمانونکا امام ادریسی پر بڑا اعتراض یہ تھا کہ جنگ طرابلس کے زمانہ مین جب اٹلی اور ترکی مین لڑائی چھڑی تھی، تو اٹلی نے عرب سواحل پر بھی گولہ باری کی تھی، اور اسی سلسلہ مین امام ادریسی نے اس کے بہت سے اسلحہ لیے تھے جن کے دینے سے اٹلی کا مقصود، ترکون کے خلاف ایک نئے فتنہ کا قیام تھا، امام ادریسی کا اس دشمن اسلام سے اس ہدیہ کا قبول کرنا، اور ایسی حالت مین قبول کرنا سخت الزام کا موجب تھا مگر المنار نے اس شبہہ کو یون رفع کیا ہے کہ دشمن سے اسلحہ کا قبول کرنا تو اور زیادہ خدمت اسلامی ہے، اور اس ہدیہ کو امام نے قبول کیا مگر اوس کو مسلمانون کے خلاف، یا اٹلی کی اعانت مین تو استعمال نہین کیا،

امام ادریسی کی کوشش تھی کہ آس پاس کے ان تمام مقامات کو جن مین شوافع کی سکونت ہے وہ اپنے

دائرۂ حکومت مین ہے آئین، سید محمد علی کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادہ سید علی ان کے جانشین ہوئے ہین،
۲۲ برس کی عمر ہے اور اب تک وہ علم کی تکمیل مین مصروف ہین،

پولینڈ کے مستشرقین

"مجمع علمی عربی" نے یورپ کے مختلف ملکون کے مشہور مستشرق مصنفین سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے اپنے ملک مین مشرقی علوم و تصنیفات کی اشاعت اور تحصیل کی تاریخ لکھکر مجمع کو ممنون کرین، اس سلسلہ مین پولینڈ کے پروفیسر کووسلی (کراکو یونیورسٹی) نے حسب ذیل سطرین اپنے ملک کے مستشرقین کے متعلق لکھکر بھیجی ہین،

"گذشتہ زمانہ مین (یعنی روس و جرمنی کے قبضہ سے پہلے جب پولینڈ خود مختار تھا) ہمارے ملک اور مشرقی اسلامی ممالک مین نہایت قریبی تعلقات تھے، اس وقت مشرقی علوم و السنہ اور تاریخ کے متعلق بکثرت تصنیفات پیدا ہوئین، اس وقت دولت عثمانیہ سے سب سے زیادہ دوستانہ روابط تھے، ان کتابون کا ایک حصہ پولش (پولینڈ کی زبان) اور دوسرا حصہ لاطینی مین لکھا گیا تھا، پہلی قسم کی کتابون مین سے شیخ مصلح الدین سعدی کی گلستان ہے جسکا ترجمہ علامہ اوتفینوفسکی Otwinowski نے سترھوین صدی مین ہماری زبان مین کیا، یہ یورپین زبانون مین گلستان کا پہلا ترجمہ تھا،

اس کے بعد جب ہمارا ملک سلطنتون مین بٹ گیا، اور ہماری متحدہ سلطنت جاتی رہی تو مشرق سے ہمارے یہ تعلقات جاتے رہے، اور ہمارے مستشرقین کو مجبوراً دوسری قومون کی زبانون کو استعمال کرنا پڑا، انھین غریب الدیار پولش مستشرقین مین پروفیسر قازمبرسکی Kazimirski ہین، جنھون نے عربی فرانسیسی لغت لکھا، جو ۱۸۶۰ء مین مصر مین چار جلدون مین چھپا، اور انھین نے قرآن شریف کا فرانسیسی مین اور گلستان کا پولش مین ترجمہ کیا، ان کے علاوہ پروفیسر موصوف کی ادبیات عرب کے متعلق اور بھی تالیفات ہین،

علامہ ہوڈزکو Chodzko بھی پولینڈ کے باشندہ تھے جن کو فارسی زبان

اورفارسی لٹریچر پر کامل عبور تھا لیکن انکی تمام تالیفات فرانس مین شایع ہوئین، ہمارے ملک کا ایک اور مستشرق پروفیسر قووالوسکی Kowalewski هین جنھون نے منغولی زبانون کا لغت لکھا ہے، ان لوگون کے علاوہ اور بھی مستشرق ہمارے ہان گذرے ہین، مگرانکی تمامتر کوششین فرانسیسی، جرمن، یا روسی ہوکر شایع ہوئی ہین،

اب چار برس سے جب ہمارا ملک دوبارہ آزاد ہوا ہے، ہم مشرق اور ممالکِ اسلامیہ سے اپنے گذشتہ تعلقات پھر زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہین، چنانچہ شہر قراقو مین ہمارا جو مجمع علمی (اکاڈیمی) ہے اس کے ماتحت ایک مشرقی صیغہ بھی قایم ہوا ہے، اور اسی کی کوششون کا نتیجہ یہ رسائل ہین جو آپکے پاس بھیجے جاتے ہین، ہمارے لیے بڑا مانع یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی عربی مطبع نہین ہے لیکن اُمید ہے کہ یہ مانع عنقریب دفع ہو جائیگا،"

شاید بہت کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ پولینڈ مین مسلمانون کی بھی ایک خاص تعداد آباد ہے، اڈیٹر معارف کو فرانس مین ایک پولش مسلمان سے ملاقات نصیب ہوئی تھی، جو پولینڈ کی طرف سے سفیر ہوکر قسطنطنیہ جارہا تھا، پچھلی تاریخ مین پولینڈ اور ٹرکی کے تعلقات اس درجہ مستحکم تھے، کہ ایک دفعہ اسی پولینڈ کی خاطر ٹرکی کو ایک جنگِ عظیم مین مبتلا ہونا پڑا تھا، اور اس کے بعد ہی یہ بدنصیب ملک ٹکڑے ٹکڑے ہوکر ہمسایہ سلطنتون مین بٹ گیا، اسی لیے اپنی آزادی کے بعد ہی اس نے ٹرکی سے اپنے سلسلۂ اتحاد کو دوبارہ قائم کیا، اور اُمید ہے کہ اس سے مشرقیت کو اس ملک مین ترقی حاصل ہوگی، اور وہان کے رہنے والے مسلمانون کو بھی فائدہ پہنچے گا،

بوسٹن کا عجائب خانہ

بوسٹن (انگلستان) کا عجائب خانہ اس لحاظ سے خاص شہرت رکھتا ہے کہ فنون لطیفہ کی قدیم یادگارین بکثرت اسکے قبضہ مین ہین، اور خصوصاً مشرقی فنون لطیفہ کا بڑا سرمایہ یہان موجود ہے، جاپانی یادگارین یہان اس افراط اور کثرت کے ساتھ ہین کہ ایک جاپان کے سوا دنیا کے کسی ملک کا عجائب خانہ جاپانی فنونِ لطیفہ

مین بوسٹن کے عجائب خانہ کا مقابلہ نہین کر سکتا، گذشتہ چند سالون مین ہندوستان کی پرانی یادگارین بھی بیشمار اس کو ہاتھ آئی ہین، اور وہ ان کو قدر کے ساتھ خرید کر اپنی دولت مین اضافہ کر رہا ہے، ابھی حال مین اجنٹا کے غار کا ایک حصہ جو گذشتہ صدی مین ایک اینگلو انڈین افسر انگلستان لایا تھا، وہ معرض بیع مین تھا لیکن اوسکی قیمت اتنی زیادہ مانگی جاتی تھی کہ بوسٹن کے سوا اور کوئی اس کے خریدنے کی جرأت نہ کر سکا،

اس عجائب خانہ کے ہندوستانی آثار اور یادگارون کو ترقی دینے کے لیے کوششین جاری ہین، بالفعل اس مین بڑا حصہ ڈاکٹر ڈنمن راس، ڈاکٹر کمار سوامی اور موسیو گلوبو [illegible] کا ہے، ڈاکٹر کمار سوامی ہندوستان کے مشہور آرٹسٹ اور فنون لطیفہ کے ماہر ہین، عجائب خانہ مذکور کے ہندوستانی صیغہ کی نگرانی انہین کے ذمہ ہے، ابھی حال مین ان ہندوستانی آثار اور یادگارون کی تشریح و فہرست ڈاکٹر صاحب نے ایک خوبصورت کتاب کی صورت مین شایع کی ہے، ٹائمز لندن کے علمی ضمیمہ (مورخہ یکم نومبر ۱۹۲۳ء) مین اس کتاب پر ایک معترفانہ ریویو شائع ہوا ہے، ڈاکٹر کمار نے اپنی اس تصنیف کے دیباچہ مین یہ دکھایا ہے کہ ہندوستانی مذہب اور فنون لطیفہ مین کسقدر عظیم تعلقات تھے، ہندوستان کی ہر قدیم اثری یا تصویری یادگار کسی نہ کسی مذہبی خیال کی تشریح ہے،

عجائب خانہ کا تشریح نامہ جو ابھی چھپکر شایع ہوا ہے، اس مین ان یادگارون کی بہت سی تصویرین بھی دی گئی ہین، خصوصًا اجنٹا کے غار کی تصویر نہایت عمدہ ہے، عجائب خانہ کے ہندوستانی صیغہ کے مملوکات مین سب سے نادر چیز سیوا اور پاربتی کے مجسمے ہین، جو صوبۂ متوسط (سنٹرل انڈیا) سے حاصل کیے گیے ہین، اور جو تقریبًا آٹھوین صدی عیسوی کی صنعتکاری ہے، سیلون سے آیا ہوا ایک برنجی مجسمہ جس مین زیورات بھی دکھائے گئے ہین، اور جو آٹھوین صدی عیسوی کی ساخت ہے، غالبًا خوبصورتی مین سب سے زیادہ ہے، جاوا کی بھی کچھ یادگارین یہان موجود ہین،

قدیم تصاویر کی حیثیت سے بوسٹن کا عجائب خانہ، ہندوستان کی صنعتکاری کا بہترین مجموعہ ہے، مغل اسکول کی تصویرین یعنی وہ طریقۂ تصویر جو ہندوستان کے تیموری بادشاہون کے زمانہ مین رائج تھا، اور جو یورپ مین ہندوستان کی تصویری صنعت کی حیثیت سے تنہا شہرت رکھتا ہے، اوسکا بڑا سرمایہ اس

عجائب خانہ مین ہے، گو اوسکی فراوانی اور ثروت اس باب مین اوتنی نہین جتنی برطانیہ کے دوسرے عجائب خانون کو حاصل ہے تاہم راجپوت اور دوسرے خالص ہندوستانی اسکول کی تصویرین یہان اس قدر ہین کہ نہ صرف انگلستان، بلکہ یورپ کے کسی عجائب خانہ مین نہین، اوران مین سے بعض نہایت پرانی اور قدیم عہد کی صنعت ہین،

یورپین قوانین

پر

فقہ اسلامی کا اثر

فقہ اسلامی کی تدوین، ترتیب، تکمیل، اور اس کے مباحث اور مسائل کی ثروت، استقصار اور خوبی کو دیکھکر علمائے یورپ جو کبھی مشرق کے حصّہ مین کسی پرفخر کارنامہ کو دیکھنا پسند نہین کرتے۔ یہ غلغلہ بلند کر دیا تھا، کہ فقہ اسلامی، رومن لا سے ماخوذ ہے، یہان تک کہ حضرۃ استاذ مرحوم کو سیرۃ النعمان مین اس کا پورا جواب دینا پڑا، مگر یہ کیا معلوم تھا کہ معاملہ برعکس ہے یعنی خود یورپ کا اساسی قانون جس پر اس کو بڑا ناز ہے، وہ فقہ اسلامی سے ماخوذ ہے،

دمشق کے سنٹر حقوق (لا کالج) مین وہان کے استاذ قانون شیخ سعید مراد الغزی نے تشرین اول ۱۹۲۱ء مین "تمدنی قانون" پر اپنا ایک مفید خطبہ پڑھا تھا جس مین مختصر طریق پر علم قانون کے ابتدائی مدارج اور اس کے قدیم ماخذون کو ایک ایک کرکے دکھایا تھا، شیخ موصوف نے اسی سلسلہ مین یہ ثابت کیا ہے کہ قرون وسطی مین یورپ نے اندلس کے مسلمانون سے جہان فلسفہ و حکمت، اور ریاضیات وطب کے علوم و فنون سیکھے وہان فقہ اسلامی کی تعلیم بھی حاصل کی اور چونکہ یہ مذہبی علوم سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے اس کو حاصل کرنے والون اور رائج کرنے والون نے مخفی رکھا، تاکہ عوام مین اس کے خلاف برہمی نہ پیدا ہو،

اس سلسلہ مین مقرر نے مفضل بن رضی اسفرنگانی (ترکستان) کے مجموعہ رسائل کا حوالہ پیش کیا، اسفرنگانی کا بیان ہے کہ:-

" ابو العباس کرکری، شیخ بو علی سینا کے شاگرد بہمنیار کے شاگرد نے اپنے اس رسالہ مین جو مرو کے مفتی احمد بن عبد اللہ سرخسی کے نام لکھا ہے اور جس مین فقہ کے مکمل ہونے کی تشریح ہے، یہ بیان کیا ہے، کہ ابو لید محمد بن عبد اللہ بن خبرہ نے نہایہ شرح ہدایہ کی تعلیقات مین لکھا ہے کہ فرنگستان کے جو طالب العلم حصول علم کے لیے غرناطہ کا سفر کرتے تھے، فقہ اسلامی کو اپنی زبان مین منتقل کرنے پر خاص کوشش صرف کرتے تھے، شاید اس لیے کہ وہ اوسکو اپنے ملک مین جاکر اوس کو عمل مین لاتے تھے، کیونکہ ان کے ملک مین قوانین بہت خراب ہین، "

ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا،

اسی کے ساتھ جرمن مورخ موسہیم کی تاریخ کلیسا جس کا عربی ترجمہ ہنری جیکب امریکانی نے بیروت مین شائع کیا ہے، اس کے حسب ذیل فقرے پڑھو، جن مین مورخ موصوف نے دسوین صدی عیسوی کا حال لکھا ہے،

" ہربرٹ فرانسیسی، جو رومن پادریون مین پوپ سلوسٹر دوم کے نام سے مشہور ہے، وہ اپنی تعلیم مین اور خصوصاً فلسفہ، طب، اور دیگر تعلیمات مین اسپین کے عرب مصنفین کی تصنیفات اور مدرسون کا ممنون تھا، وہ طلب علم کیلئے اسپین گیا، اور وہان قرطبہ اور اشبیلیہ مین رہکر عرب علماء کی شاگردی کی، غالباً اسی کو دیکھکر یورپ کے مشتاقان علم خصوصاً، طب، حساب، ہندسہ او فلسفہ کے شائقین کو وہان جانے کا شوق پیدا ہوا، اور یہ خواہش ہوئی کہ ان علمائے عرب سے سنین اور پڑھین جو اسپین مین اور اٹلی کے اطراف مین رہتے تھے اور انکی تصنیفات کا لاطینی مین ترجمہ کرین، اس بناپر بکثرت طالب علم یورپ سے اسپین گئے اور ہم پر فرض ہے کہ ہم اوسکا اعتراف کرین کہ عرب اور خصوصاً اسپین ہی کے عرب مین جو دسوین صدی عیسوی کے یورپ مین علوم و فنون کے سرچشمہ تھے "

گو اس تفصیل مین فقہ و قانون کے نام کی تصریح نہین، مگر وہ اس سبب سے نہین کہ اوس کی تصریح اختلافات کی بنیاد پڑ جاتی ہے، اسی صدی کے یورپین قوانین ہین، جن کو آج " جدید رومن تمدنی قوانین " کا لقب دیا گیا ہے،

امریکہ مین ایک ہزار ڈالر کا ایک ادبی انعام ہے جو ہر سال کے بہترین ناول نویس کو ملتا ہے، اس سال یہ قرعہ ایک خاتون ویلاسیبرٹ کیتھر کے نام نکلا ہے، اور اسی قسم کا انعام متعلق نظم بھی ایک جنس لطیف ہی کے ہاتھ آیا، یعنی اڈنا میلے،

شہنشاہ لوئس پانزدہم کی ۱۰ آرام کرسیان، جو عرصہ سے لارڈ لیکن فیلڈ کی ملکیت تھین، حال ہی مین نیلام ہوئی ہین، ان کی قیمت ۹۴۵۰ پونڈ یعنی ۱۴۱،۷۵۰ روپیہ لگی،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ متوفی ارل آف کریزفٹ کی ۹۱ کتابین صرف ۴۵ منٹ مین ۳۵۵۵۰ پونڈ مین بک گئین، اس مین صرف ایک کتاب ۲۰۰۰ پونڈ کی ہے،

مسٹر بالڈون موجودہ وزیر اعظم برطانیہ اگرچہ مسٹر بونرلا سے چھوٹے ہین، تاہم اپنے پیشروؤن سے قبولیت وزارت کے وقت کچھ بڑے تھے، مسٹر لائڈ جارج ۵۵ سال کے، مسٹر اسکوتھ ۵۳، لارڈ بالفور ۵۴، لارڈ روزبری ۴۷ اور لارڈ ڈربی ۵۲ سال کے تھے، اسی کے مقابلہ مین جس وقت گلڈسٹون نے وزارت قبول کی تو وہ ۵۹ سال، ڈسرائیلی ۶۲، نیز مین ۶۹ اور پامرسٹن ۷۰ سال کے تھے،

کلکتہ کے شاہی معتقدین قبل غدر کا غذات کے متعلق گورنمنٹ غور کر رہی تھی کہ ان کو کیا کیا جائے

ان کاغذات مین سے بعض کا ارکان محکمہ نے مطالعہ کیا مزید روشنی کے لیے آنریبل مسٹر کاٹن کی زیر صدارت ایک کمیشن بنام انڈین ہسٹاریکل ریکارڈ کمیشن مقرر کیا گیا اور مسٹر وشبروک ولیم اور پروفیسر جدونا تھ سرکار اس کے اراکین مقرر ہوئے، کمیشن کی رائے ہے کہ ان کاغذات کو تین شعبون مین منقسم کیا جائے، (الف) کاغذات متعلق سیاسی، معاشرتی، اقتصادی واقعات، (ب) کاغذات متعلق افراد واشیا قدیمہ اور (ج) باقی تمام کاغذات کمیشن نے یہی سفارش کی ہے کہ تاوقتیکہ اس تقسیم کے نتائج ظاہر نہ ہوجائین کوئی کاغذ ضایع نہ کیا جائے حکومت نے ان سفارشون کو قبول کرلیا ہے اور امید ہے کہ عہد کمپنی کے بہت سے تاریک واقعات روشنی مین آ جائینگے،

کلکتہ یونیورسٹی نے برسون قبل اپنے وائس چانسلر کے عہدہ کو اعزازی قرار دے کر جو زرین مثال قائم کی تھی، اب دوسری یونیورسٹیان بھی اوس کا تتبع کر رہی ہین، چنانچہ چند ماہ ہوئے کہ ایک ہندو بزرگ الہ آباد یونیورسٹی کے اعزازی وائس چانسلر مقرر ہو چکے ہین اب پٹنہ اور ناگپور کی یونیورسٹی نے بھی اس طرف قدم بڑھایا ہے، اول الذکر نے مسٹر سلطان احمد سابق ایڈوکیٹ جنرل کو اور موخر الذکر نے رائے بہادر سر بپن کرشن بوس سی، آئی ای، ایم اے، بی ایل، ایم، ایل سی، کا اس عہدہ کیلئے انتخاب کیا ہے،

ٹرن مین گذشتہ جون مین معمر خواتین کے جسمانی حسن وصحت کا مقابلہ ہوا تھا، اس مین ۱۳۰ عورتون نے شرکت کی ان مین سے ۳۰ بیوہ تھین، ایک ستر سالہ خاتون کے بال بالکل سیاہ تھے، انعام ایک ۹۰ سال کی خاتون کو ملا، جو تمام جسمانی خصوصیتون مین سب سے فائق تھی،

پندرھوین صدی کی برگوڈی اسیٹی کی مشہور انجیل، پیرس مین ۴۶۵۰۰ پونڈ مین بکی ہے، خریدار نے اس قیمتی مصحف کو اطالیہ کی پبلک کے لیے پیش کیا ہے،

مشہور ترک دوست فرنچ ایم پیری لوطی، کی ۷۳ سال کی عمر مین موت کا تمام دنیا کو علم ہو چکا ہے، لیکن اس سے بہت کم لوگ واقف ہونگے کہ اوس کے مکان مین جاپانی چینی اور ترکی وضع کے کمرون کے علاوہ ایک مسجد بھی تھی،

برطانوی حکومت کا دنیا کا سب سے بڑا طاقتور ہوائی جہاز تیار ہو گیا ہے، اس مین ایک ہزار گھوڑون کی طاقت کا انجن ہے اور عنقریب بطور نمائش پبلک کے سامنے پیش ہونے والا ہے،

اب تک طبی اور عام حلقون کا خیال تھا کہ سل و دق کے جراثیم کی ہلاکت ناممکن ہے، مگر اب اکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر و ماہر جراثیم ڈاکٹر ڈریر نے یہ نوید جانفزا سنایا ہے کہ ان منحوس جراثیم کو ہلاک کر کے انسانی زندگی بچائی جاسکتی ہے، ان کا بیان ہے کہ یہ جراثیم ایک قسم کی چربی مین لپٹے ہوتے ہین اور وہ چربی ان کو بیرونی حملون سے محفوظ رکھتی ہے، اونھون نے ایک ایسی دوا بھی نکالی ہے جو پہلے اس چربی کو پگھلا دیتی ہے اور اوس کے بعد جراثیم کو ہلاک کیا جاتا ہے،

جنوبی کنسنگٹن کے علمی عجائب خانہ مین وہ خط موجود ہے، جو دنیا مین سب سے پہلے ٹائپ کیا گیا تھا، یہ خط ایک امریکن نے ۱۸۶۸ء مین نیویارک مین ٹائپ کیا تھا، اس مین ۱۵۰ الفاظ ہین اور اس کے ٹائپ کرنے مین تقریباً ۴ گھنٹے صرف ہوئے ہونگے،

لندن مین انسانی آبادی کی کثرت کے ساتھ کتون کی تعداد بھی بہت کافی ہے، چنانچہ ۱۹۲۲ء مین صرف ان کتون کی تعداد جن کے لیے لائسنس دیئے گئے تھے ۲۲۴۲۷۷ تھی،

لندن کی سوسائٹی اف آرٹس نے میجر جنرل سر ڈوڈ بروس اور کرنل سر ر ذلمڈراس کو ان کی تحقیقات متعلق حیاتیات کے صلہ مین البرٹ مڈل عطا کیا ہے،

جزیرۂ سنیٹ ہلینا بہادر نپولین کے زندان بلا ہونے کی حیثیت سے مشہور ہے، اس جزیرہ مین حال مین ایک زلزلہ آیا تھا، اس سے پہلے سنہ ۱۸۶۴ء مین زلزلہ آیا تھا،

گذشتہ جون مین مکتی فوج نے اپنی ۵۸ وین سالگرہ لندن مین منائی، اس مین اس فوج کے ۴۰۰۰۰ آدمیون نے حصّہ لیا تھا،

سنہ ۱۹۲۲ء مین ۳۱۶۱۵۹ اشخاص برطانوی جزائر مین داخل ہوئے اور یہ تعداد جزائر کے چھوڑنے والون سے ۳۹۸ زائد ہے،

اس سال کی مجلس عمال کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ۴۳۱۰۲۳۶ ارکین مین گذشتہ سال کی تعداد ۴۰۱۰۳۶۱ تھی،

انگلستان و ویلز کا مقامی محصول تقریبًا دگنا ہوگیا تھا چنانچہ اس سال کے ٹیکس کی رقم ۵۹۰۰۰۰ پونڈ ہے، یہ اضافہ صرف سنہ ۱۹۱۴ء اور سنہ ۱۹۲۲ء کے عرصہ مین ہوا ہے،

علاقہ کنسنگٹن مین عورتون کی تعداد مردون سے ۴۰۰۰۰ زائد ہے،

افکارِ شاد

سید محمد علی خان، شاد عظیم آبادی،

شب کو یہی چشم حسرت کا سب درد دل اُن سے کہہ جانا
دانتون مین دبا کر ہونٹ اپنا کچھ سوچ کے اُن کا رہ جانا

اے یاس نہ مانونگا تیری، بس دل کو زیادہ اب نہ دکھا
سمجھا چکی اُنکی پہلی نگہ دُکھ درد جو ہو وہ سہہ جانا

مانا کہ فقط موہوم سہی ملنے کی ہین اک آس تو ہے
دیدار تو ہو لے دیدۂ تر، بہنا ہو اگر تب بہہ جانا

رندون نے لنڈھا کر ساغرِ مے میخانہ سے تجھکو دھو ڈالا
اے موجِ وفائے میخواران تا حشر ہوا مین رہ جانا

نالے ہون کہ آہین اے شبِ غم جب آگئین لب پر صبر کجا
سہنے کو تو سب کچھ دل نے سہا سہنے کی طرح کب سہہ جانا

شب کو وہ ہتھیلی سے اُن کا شرما کے چھپانا آنکھون کو
برچھی کا ادا کی چل جانا اُس تیرِ نظر کا رہ جانا

ہم باغ مین ناحق آئے تھے بلبل کی حکایت کیا کہیے
منقار کو رکھ کر کلیون پر کچھ اپنی زبان مین کہہ جانا

سُن لین دلِ نادان کی باتین، بے کار بگاڑین کام اپنا
وہ ظلم کرین ہم پر کہ ستم اے شاد ہمین تو سہہ جانا

خیالاتِ عزیز

خواجہ عزیز لکھنوی

کیا کہون اسرار خاموشی کسی دمساز سے
لوگ اُسے پہچان لیتے ہین مری آواز سے

کر دیا جب قتل آنکھین لب نے زندہ کر دیا
دب گیا آخر کو جادو قوتِ اعجاز سے

دل شکستہ ہو کے جا بیٹھا قریب آستان — جب صدائے دور باش آئی حریم ناز سے
ساز برق آہنگ لبریز نوائے درد ہون — یعنی اک ٹوٹے ہوئے دل تیری اس آواز سے
نفس آگاہ و ریاکاری ہوا و احسرتا — سابقہ جب سے پڑا احباب دنیا ساز سے
عمر رفتہ کو ذرا آواز دے اے زندگی — سننے بیٹھے ہین وہ میری داستان آغاز سے
چشم بینا چاہئے نامحرمون کے واسطے — چھن رہی ہے اک تجلی پردہائے راز سے
عرش ہے اک فرش پا انداز اللہ ری عروج — پوچھئے لطف کشش حسن سبک پرواز سے

بے نیازی کی بھی حد ہے کوئی اے جان عزیز
یہ ادائے بے رخی اک بندۂ جانباز سے

رباعیات راغب

از

مولانا راغب بدایونی

قوت اور حق

میخانہ نہین، کہ بھیک مین جام آئے — اللہ نہین، کہ عاجزی کام آئے
دنیا ہے، کہ ہو بھی حق تو دینا مشکل — ثابت نہ کرو تو اور الزام آئے

بے زور کسی سے کچھ، کبھی ملتا ہے — طاقت ہی سے لطف زیست بھی ملتا ہے
ملتا نہین بھیک سے، خوشامد سے کچھ — چھینا جاتا ہے حق جبھی ملتا ہے

باب التقریظ والانتقاد

اُردو کے جدید رسائل

قاعدہ ہے کہ جب ملک میں کوئی نیا اخبار یا رسالہ نکلتا ہے، تو وہ اپنے معاصروں سے اپنے وجود کے اعلان اور تبصرہ کی درخواست کرتا ہے، دیگر معاصرین کی طرح معارف میں بھی بکثرت نئے اخبارات و رسائل اس غرض سے آتے ہیں لیکن ان موقت مطبوعات پر ہم بہت کم لکھتے ہیں، اس کی وجہ سوا اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہندوستان کی آب و ہوا میں اُن کی عمریں اس قدر کم دیرپا ہوتی ہیں، کہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس وقت جب ہم اون کی ولادت کی خبر دے رہے ہوں وہ خود اپنی موت کا اعلان نہ کر دیں، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اُردو صحائف کی زندگی خطرات سے پُر ہے اور جو رسالہ چند سالوں تک بھی مستقل و باقاعدہ وقت پر شایع ہوتا رہے وہ قابل رشک اور سزاوار تحسین ہے گذشتہ دو تین سالوں سے مختلف اخبارات و رسائل سورج کی طرح بڑے تزک و احتشام سے ایک صبح کو نکلے اور اسی کی شام کو غروب ہو گئے تاہم حصول شہرت اور اسباب طباعت کی تدریجی ارزانی نے لوگوں کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں، اور ہر شخص اپنے محدود ذرایع کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھ رہا ہے، یہ رسالے گو عموماً تمام ضروری مباحث پر بہترین مضامین پیش کرنے کے مدعی اور ان میں سے ہر ایک کا اڈیٹر ایک مجتہد مطلق اور مصلح عالم کا مدعی ہے تاہم بعض ایسے بھی ہیں جو ایک خاص غرض لے کر نکلے ہیں اور اسی خاص دائرہ میں اپنی مساعی کو محدود رکھنا چاہتے ہیں چنانچہ رسائل میں، جسا دو ڈیلا کر مرتبہ خواجہ محمد عادل قیمت دو روپیے مع محصول، المومن دعہ ۲۳ بنیا پوکھر روڈ کلکتہ سالانہ قیمت عہ صفحات ۴۰ الصالح (بازار چتلی قبر دہلی سالانہ قیمت صہ صفحات ۳۲ مہینہ میں دوبار) رفیق التعلیم (ہیرا منڈی لاہور صفحات ۴۸ قیمت سالانہ سے)، اتالیق (شاہ علی بنڈہ حیدرآباد عہ)، مظاہر جدید (دہرہ دون، ص ۴۸ قیمت سے، و عہ)،

واعظ (شاہ علی بنڈہ حیدرآباد ہفتہ وار صفحہ ۱۶) المعالج (امرتسر قیمت عہ صفحہ ۳۲) مشیر الاطباء (حویلی کابلی لاہور قیمت ۱؎ ۱۲/ صفحہ ۴۸) وغیرہ خاص مقاصد کو پیش نظر رکھکر شائع ہو رہے ہیں،

بنگال کا جادو اپنے صوبہ میں اُردو کی ترویج کا آرزومند ہے اور اپنے صوبہ کے علمی اور تاریخی مفاخر کو منظر عام پر لاتا ہے اوس کو چند ایسے علم دوست اصحاب کی قلمی اعانت حاصل ہو گئی ہے جن سے امید ہے کہ وہ اس کو پایہ سے گرنے نہ دیں گے، اب تک اوس میں متعدد مفید اور محققانہ مضامین شائع ہوئے ہیں،

المومن ـ ہندوستان میں "قوم مومنین"، کا پہلا ترجمان ہے، جناب محمد یحییٰ صاحب مومن اس کے مدیر ہیں اور اپنی قوم کے حسب حال مضامین شائع کرتے ہیں، **الصالح**، مذہب، اخلاق و تصوف کے مضامین کا ایک عام پسند رسالہ ہے، یعنی مضامین کے مواد میں زیادہ تر عوام پسند باتیں ہوتی ہیں مہینہ میں دو مرتبہ نکلتا ہے، **رفیق التعلیم**، پنجاب میں تعلیمی محکمہ، اور احکام و مراسلات اور مدرسین اور طلبہ کے لئے دلچسپ مباحث شائع کیا کرتا ہے، اور اپنے مقصد میں ایک حد تک کامیاب ہے، **اتالیق** حیدرآباد کمسن طالب علموں کو علمی ترقی اور اخلاقی نشو و نما کا سبق سکھاتا ہے، **مظاہر جدید**، سائنس کے چٹکلوں اور علوم جدیدہ کے علمی فوائد کا مبلغ ہے مستقل مضامین اس میں نہیں ہوتے، علمی خبروں کی ترتیب بھی اسمیں کچھ بہتر نہیں ہوتی، تاہم اس مقصد کے رسائل کی عدم موجودگی میں نہیں سے یہاں بہتر ہے **واعظ** حیدرآباد، اپنے خیال کا واحد رسالہ ہے، وہ خالص مذہبی مواعظ و نصائح سے پر رہتا ہے، مولوی عبدالوہاب صاحب عندلیب، کی یہ مذہبی خدمت لایق تعریف ہے، عام مسلمانوں کو وہ موثر انداز میں دین و مذہب اور اخلاق و آداب کی تعلیم دیتا ہے، **المعالج** طب یونانی ویدک اور ڈاکٹری مضامین شائع کرتا ہے، کیا ہم اوس سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ اوس کو موجودہ سطح سے بلند کرنے کی کوشش کریں گے اس حیثیت سے **مشیر الاطباء** قابل داد ہے جو اپنے مخصوص موضوع پر دلچسپ، مفید اور ماہرانہ مضامین پیش کرتا ہے،

دوسری طرف وہ رسائل ہیں جو اپنے جوش خدمت کو دبا نہ سکے اور ایک محدود دائرۂ عمل میں

ساسی ہونے کی بجائے انہوں نے اپنے کو علمی، ادبی، اخلاقی، تاریخی، طبی، صنعتی، تفریحی، معاشی اور معلوم
کن کن علوم و فنون کا نقیب ظاہر کیا ہے، اس میں بعض وہ رسائل بھی ہیں جو ایک معقول حد تک اپنے
کامیاب بھی ہوئے ہیں اور وہ بھی ہیں جن کے مضامین ٹائیٹل کے ان دعاوی کی خاموش تکذیب کرتے ہیں۔
اول الذکر میں حیدرآباد کا ماہوار علمی رسالہ ترقی ہے جو ۴۸ صفحے کے اچھے کاغذ، عمدہ چھپائی، اور دلچسپ
اور مفید مضامین کے ساتھ اندرون چادرگھاٹ حیدرآباد دکن سے شائع ہوتا ہے سالانہ قیمت پانچ روپیہ
نظام المشائخ، خطیب و نکتہ چین کے مشترک ایڈیٹر ملا محمد الواحدی صاحب نے جناب خواجہ حسن نظامی
صاحب کی زیر سرپرستی درویش نامی ایک پندرہ روزہ رسالہ دہلی سے نکالا ہے۔ یہ رسالہ اُنکے
مشہور دائرۂ عمل کے مطابق مضامین پیش کرتا ہے۔ چندہ سالانہ دو روپے۔ ظل السلطان، کو ہمارے
مکرم دوست جناب منشی محمد امین صاحب زبیری نے دوبارہ بھوپال ہی سے جاری کیا ہے۔ اس کی
نئی زندگی اسکی پہلی زندگی سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد ہے۔ معلومات نسوانی کا خاصہ ذخیرہ اس میں
ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ تین روپے ہیں۔ اسی نسوانی سلسلہ کی ایک کڑی حور ہے، جو ابھی کلکتہ سے
نکلا ہے، بہتر ہوتا کہ خود مدیرہ کی ہم صنف ہستیاں اس میں عملی حصہ لیتیں قیمت سالانہ ع ۱۲، سا گردت لین، کلکتہ،
مولوی عبد المجید صاحب خادم نے مسلمان نام ایک رسالہ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ سے نکالا ہے اس میں مختلف مباحث پر متعدد
مضامین ہیں، کاش وہ نام کی لاج رکھتے، اور اس بات کو سمجھتے کہ ہر شخص کو خوش رکھنے کی کوشش کے
معنی کسی کو خوش نہ رکھنا ہے قیمت سالانہ عہ۔ ترچھی نظر، لکھنؤ، ماہانہ شائع ہوتا ہے، مضامین کے لحاظ
سے وہ تجربہ کار ارباب قلم کی منتوں سے پاک ہی قیمت تین روپے۔ بدایون سے مشاہیر نام ایک ماہوار
رسالہ کی اشاعت شروع ہوئی ہے اس کا مقصد غالباً "زندہ مشاہیر کے سوانح و حالات اور ان کے قابل ذکر
کارناموں کو ملک میں پھیلانا ہے۔ مگر وہ اپنے محدود دائرہ سے اکثر الگ ہو جاتا ہے ہمارے دوست مولانا عبد الماجد
بدایونی قادری کے مضامین اکثر اس میں نکلتے رہتے ہیں لکھائی چھپائی اچھی، قیمت للعہ ر

مطبوعات جدیدہ

ہیئت جدید اُردو میں جدید علم ہیئت پر چند کتابیں شایع ہوئی ہیں، جن میں قابل ذکر پنجاب یونیورسٹی کی تصنیف مفتاح الافلاک ہے مگر علم کی وسعت کے مطابق وسیع نہیں اس وقت ہمارے سامنے ہیئت جدید کے نام سے ایک نئی تصنیف ہے، جو تین ضخیم جلدوں میں منقسم ہے اور اپنے موضوع پر ہر حیثیت اور ہر طریق سے اس قدر کامل ہے کہ دوسری علمی زبانوں میں اس علم پر جو کتابیں ہیں اون سے کسی حال میں کم رتبہ نہیں، یہ درحقیقت سال جدید کے ترقیاتِ لسانی میں قابل فخر اضافہ ہے،

ان معلومات کو جن دماغوں نے اُردو کا قالب پہنایا ہے، وہ اسلامیہ کالج پشاور کے دو لائق مسلمان پروفیسر، پروفیسر منہاج الدین بی اے، ایم ایس سی، استاذِ طبیعیات، اور پروفیسر برکت علی ایم اے، بی ایس سی، استاذِ ریاضیات ہیں، شاید اُردو میں یہ پہلی علمی تصنیف ہے، جو دو دماغوں کا متحد نتیجہ ہے ہم ان مصنفین کو ان کی کامیابیوں پر دلی مبارکباد دیتے ہیں ہیئت کے باب میں عربی اصطلاحات کا کافی ذخیرہ پہلے سے گو موجود ہے اور وہ اب بھی کارآمد ہے، تاہم ان مصنفین کو جدید اصطلاحات کے ترجمہ، انتخاب اور وضع میں کافی محنت اُٹھانی پڑی ہوگی، تصنیف مذکور، حسب ذیل تین حصوں پر منقسم ہے:-

حصہ اوّل، اس میں ہیئت جدید کی مجمل تاریخ اس علم کے مبادی اور ابتدائی معلومات، عرض بلد طول بلد، تجاذب، مادّی اور زمین، سیارات اور آفتاب کے اوزان معلوم کرنے کے طریقے، رصد کے آلات اجرام سماوی کے فاصلے معلوم کرنے کے طریقے کسوف و خسوف اور دیگر مناظر فلکی کی تفصیل ہے، ۴۲۰ صفحے قیمت کاغذ قسم اعلیٰ سے/ قسم دوم عہ/

حصّہ دوم، میں نظام شمسی کی تشریح آفتاب، سیارات، زمین اور چاند کے مفصل احوال و مدار ستاروں کی ماہیت اور شہاب ثاقب کا تذکرہ ہے، ۲۵۰ صفحے قیمت قسم اعلیٰ عٰہ قسم دوم عہ،

حصّہ سوم، مجامع النجوم، یعنی ستاروں کی اشکال مجموعی کی تفصیل اور اُن کی شناخت کا بیان ہے ستاروں کی ماہیت، اون کی حرکات، اوزان اور ابعاد معلوم کرنے کے طریقے بھی وضاحت سے لکھے ہیں، کرۂ فلکی کے ہیولیٰ اور عالم کے آغاز و انجام پر آخری بحث ہے، ۲۱۲ صفحے، قیمت قسم اول عٰہ قسم دوم عہ، ہر حصہ کے آخر میں انگریزی اصطلاحات کے مقابل اردو مصطلحات کا فرہنگ ہے لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ بہتر، مصنفین کے نام، اسلامیہ کالج پشاور کے پتہ سے درخواست بھیجنی چاہئے،

کنز مکتوم، (حصہ اول) از شاہ غلام غوث معروف بہ غوثی شاہ اکبری قادری،

تصوف کے ذخیرہ میں مثنوی مولانائے روم کو جو مقبولیت و مرتبۂ استناد حاصل ہے مشکل سے کسی دوسری کتاب کو ہو گا، اسکی شرحیں بھی مختلف زبانوں میں بکثرت لکھی جا چکی ہیں، خود اردو میں بھی متعدد شرحیں موجود ہیں تاہم اردو میں ابھی ایک مستند مبسوط شرح کی ضرورت باقی ہے مقام مسرت ہے کہ جناب غوثی شاہ صاحب حیدرآبادی نے اس ضرورت کو پورا کر دینے کا عزم کیا ہے اور اس غرض کے لئے اُنھوں نے شرح بحرالعلوم کا انتخاب فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ کنز مکتوم کے نام سے دو ڈھائی جزو کی ضخامت کے ساتھ ماہوار شایع کرتے رہینگے، طریقہ تحریر یہ ہے کہ پہلے مثنوی کے اصل اشعار نقل کئے ہیں، اونکے نیچے ان کا منظوم اردو ترجمہ درج کیا ہے، اور اس کے بعد شرح بحرالعلوم کا اردو ترجمہ، نظم مثنوی کا ترجمہ اگر بجائے نظم کے نثر میں ہوتا تو بہتر تھا، تاہم مترجم صاحب کی کوشش فی الجملہ لایق داد و مستحق حوصلہ افزائی ہے امید ہے کہ شائقین تصوف کو اپنی قدر دانی کا ثبوت دینا چاہئے ملنے کا پتہ، منیجر اختر دکن پریس، افضل گنج حیدرآباد دکن ابتک شاید صرف پہلا نمبر شایع ہو چکا ہے، ضخامت دو جزو، تقطیع ۲۶×۲۰، طباعت، کتابت و کاغذ درجہ اوسط، قیمت سالانہ للعہ، ششماہی عکر

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۱۵۴ ۱۲ر

لغات جدیدہ ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری ، عہ

دروس الادب ، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ، ۴ر

رسالۂ اہل سنت والجماعت ، فرقۂ اہل السنۃ والجماعت کے اصول عقائد کی تحقیق ، (زیر طبع)

حیات مالک ، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا امام مالک پر تبصرہ ۸ر

خلافت و ہندوستان ، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکوں اور کتبوں سے ان کا ثبوت ، ۸ر

دنیائے اسلام و خلافت ، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جدوجہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں ، ۶ر

خلافت عثمانیہ و دنیائے اسلام اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں ، عہ

بہادر خواتین اسلام ، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ، ۴ر

مولنا عبدالسلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول ، صحابہ کرام کے عقائد ، عبادات اخلاق و معاشرت کی صحیح تصویر ، قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۵۰۰ صفحے

اسوۂ صحابہ جلد دوم ، صحابہ کے سیاسی ، انتظامی اور علمی کارناموں کی تفصیل ، صفحات ۵۲۰ قیمت ؏

انقلاب الامم ، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ طبع دوم ، قیمت عا

اسوۂ صحابیات ، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع ، قیمت عہ

مولوی عبدالباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی ، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے ، مجلد عا

مولوی عبدالماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت ، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی ، ۱۲ر

فلسفۂ جذبات ، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح ، عا

تاریخ اخلاق یورپ ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے ، قیمت جلد اول سے ، جلد دوم عا ،

مکالمات برکلے ، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ و عمر

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابومسلم اصفہانی ، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا ، جو نہایت جدید و رنگین ہے ، امام رازی کی تفسیر کبیر سے نقل کئے گئے ہیں ، عمدہ ٹائپ میں چھپا ہے قیمت عا

سیر الصحابیات ، ازواج مطہرات ، بنات طاہرات